سنہری تابوت
ایم اے راحت
اوّل

قدیم مصر کے پراسرار ماحول میں
جنم لینے والی ایک سحر انگیز داستان

سنہری تابوت

اوّل

ایم اے راحت

القریش پبلی کیشنز
سرکلر روڈ چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37652546, 37668958
www.alqurasih.com email: info@alquraish.com

انتساب:

ایڈیٹر ریشم ڈائجسٹ
محمد عرفان رامے کی دلکش مسکراہٹ کے نام.....!

پیش لفظ

جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ''مصر'' میرے دل کی گہرائیوں میں رچا ہوا ہے۔ جب بھی اس پر قلم اٹھایا، یوں لگا جیسے زمانۂ قدیم کا مصر میری آنکھوں میں اُتر آیا۔ میں نے دل کی آنکھوں سے اسے دیکھا، محسوس کیا اور میرا قلم چل پڑا۔ یقین کریں میں نے اپنے لکھے ہوئے بے شمار مناظر خوابوں میں دیکھے اور من وعن لکھ ڈالے۔

''سنہری تابوت'' بھی اسی تاثر کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ جہاں بھی میرے قلم کو مشکل ہوئی، نشا دانش اور مارون دانش نے وہ گتھی سلجھائی۔

ویسے ایک بات بتاؤں...... نشا واقعی خوبصورت ہے کہ اسے خوابوں میں دیکھا جائے۔

ایم اے رحت

میری داستان کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے' جب میری عمر سترہ سال تھی۔ یہ عمر خود ناشناسی کی نہیں ہوتی۔ یہ اور بات ہے کہ نازونعم میں پرورش پانے والی امیر زادیاں اسے بچپن کہہ لیں اور نو سال جیسے بچوں کی سی حرکتیں کریں' میں ایسی نہیں تھی۔ میں تو اس سے بہت پہلے بردبار ہو چکی تھی۔ آٹھ سال کی تھی جب والدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ ہم خوشحال تھے۔ شہر سے دور ایک زرخیز علاقے میں باغ اور بہت سی زمینیں تھیں' جن پر زراعت ہوتی تھی۔

یہ سب خاندانی ورثہ تھا اور اس کی دیکھ بھال کرنے والے لوگ بھی ورثے میں ہی ملے تھے۔ اس قدر اچھے اور وفادار تھے کہ کبھی کوئی مشکل ہی پیش نہیں آئی۔ چنانچہ والد صاحب یعنی ہارون دانش نے اپنی مرضی کی زندگی گزاری۔ کسی شعبے سے باقاعدہ منسلک ہونے کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی۔ آرکیالوجی ان کا پسندیدہ موضوع تھا اور اپنے اس شوق کی تکمیل میں وہ کمال فن کو پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے دنیا کی کئی زبانیں سیکھیں۔ خاص طور پر قدیم زمانے کی تحقیق پر انہیں عبور حاصل تھا۔ محکمہ آثار قدیمہ میں کئی بار انہیں بڑے بڑے عہدوں کی پیشکش کی گئی' لیکن انہوں نے معذرت کر لی۔ البتہ دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں ان کی دانش کی دھوم تھی۔ قدیم معلومات اور پراسرار تحریروں کی عقدہ کشائی کیلئے انہیں بہت معتبر سمجھا جاتا تھا۔ نجانے کہاں کہاں سے لوگ ان سے ملنے کیلئے آتے تھے۔ والدہ کی موت کے وقت میں بہت معصوم نہیں تھی۔ آٹھ سال کی عمر بالکل ناسمجھی کی عمر نہیں ہوتی۔ مجھے ماں سے جدا ہونے کا بہت غم تھا' لیکن اس غم کو غلط کرنے کیلئے پاپا نے مجھے اپنے وجود کا ایک حصہ بنا لیا۔ حالانکہ وہ بہت مصروف انسان تھے' لیکن انہوں نے مجھے اپنی مصروفیتوں میں شامل کر لیا اور آٹھ سال کی عمر سے ہی میں پاپا کی وجہ سے قدیم زمانوں اور انسان کے ماضی سے دلچسپی لینے لگی۔

زمانہ قدیم کے دلچسپ راز مجھ پر منکشف ہونے لگے۔ خاص طور سے مجھے مصریات سے بہت لگاؤ تھا۔ کبھی کبھی مجھے یوں لگتا تھا جیسے میں بھی زمانہ قدیم کی مصر کی کوئی روح ہوں۔ مصر سے متعلق تاریخ پڑھتے ہوئے مجھے تاریخ کے وہ واقعات اپنی داستان محسوس ہوتے تھے اور میری روح فرعون کے دور میں بھٹکنے لگتی تھی۔

کھدائی برق رفتاری سے جاری تھی اور باقی لوگوں کے ساتھ ہم باپ بیٹی ہی وہاں مصروف رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن مزدوروں نے وہ جگہ دریافت کرلی جہاں سے نیچے جانے کا راستہ تھا۔ آشوانی تہذیب کے آثار اب واضح طور پر نمایاں ہوگئے تھے اور ہم باپ بیٹی مل کر اس کے بارے میں شواہد اکٹھے کررہے تھے۔ چوتھے دن کی کھدائی میں ہمیں ایک اجنبی چیز نظر آئی' یہ ایک سنہری تابوت تھا۔ یہ اندازہ نہیں ہوپاتا تھا کہ یہ سنہری کیوں ہے۔

تحقیق بھی کی گئی تھی' مزدور پہلے تو یہ سمجھے تھے کہ وہ سونے کا بنا ہوا ہے۔ لیکن یہ سونے کا نہیں تھا بلکہ یہ لکڑی ہی کا تھا۔ البتہ اس پر جو پینٹ کیا گیا تھا وہ بالکل سونے کے رنگ کا تھا اور بالکل یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ پینٹ کتنا گہرا ہے۔ اسے سونے کا پانی بھی نہیں کہا جاسکتا تھا۔ غرض یہ کہ یہ سنہری تابوت ہم سب کیلئے باعث دلچسپی تھا۔ میں نے پہلی بار محسوس کیا کہ روشاق' اس نئے تابوت کو دیکھ کر کس قدر بدحواس سا ہوگیا ہے اور اس کے اندر کچھ عجیب سا جوش پایا جاتا ہے۔ سنہری تابوت میں خاص قسم کا تالا پڑا ہوا تھا جس کو آسانی سے نہیں کھولا جاسکا بلکہ اسے اوزاروں سے توڑنا پڑا۔

اس بات کا میرے پاپا کو بھی بڑا دکھ تھا' کیونکہ یہ تابوت تو بڑے عالیشان نوادرات میں سے تھا۔ تالا توڑنے کے بعد تابوت کا ڈھکن ہٹایا گیا اور جو کچھ ہمارے سامنے آیا اسے دیکھ کر سچی بات یہ ہے کہ میرا تو دل بند ہونے لگا۔ اس میں ایک لاش لیٹی نظر آرہی تھی۔ بالکل نامعلوم دور کے لباس میں ملبوس لیکن اس کا چہرہ ناقابل یقین تھا۔ اوہ...... کون سی زبان میں بتاؤں۔ وہ میں تھی سو فیصدی میں۔

میرے چہرے کا ایک ایک نقش میرے بالوں کا رنگ' میری ہر چیز اس لاش میں موجود تھی' وہ لاش دیکھ کر پاپا بھی دنگ رہ گئے تھے۔ باقی لوگ بھی حیران تھے۔ لیکن ایک بار' بس ایک بار میری نگاہ۔ روشاق کی جانب اٹھی تھی۔ میں نے اس کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ کھلتی ہوئی دیکھی۔ اس مسکراہٹ کا راز میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

تھوڑی دیر تک تو ایسے ہی سکتہ طاری رہا' جیسے ہم سب پتھر کے ہوگئے ہوں۔ اس کے بعد امیرالحسنات نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

''خدا کی پناہ' اب یہ سوال کرنا تو بالکل بیکار ہے ہارون دانش کہ تم نے وہ سب کچھ محسوس نہ کیا ہو۔ یا ہم میں سے کسی نے۔'' پاپا نے گہری سانس لے کر گردن ہلائی اور بولے۔

''ہاں۔ یہ دنیا کی سب سے انوکھی بات ہے' بہت کچھ دیکھا ہے۔ میں نے زندگی میں لیکن اس بات کو کبھی فراموش نہیں کروں گا۔ ارے...... ٹھہرو...... ذرا ہٹو...... ادھر سے......''

''کیوں...... کیا ہوا؟''

''اس کے چہرے پر کوئی ایسا سایہ کرو جس سے یہ الگ ہی نظر آئے۔''

''میں سمجھا نہیں۔'' اس بار مائیکل جون نے کہا۔ پاپا ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ پھر انہوں نے ایک

پتھر کی سل دیکھی، جو پتلی تھی اور اس قابل تھی کہ اسے اٹھایا جا سکے۔ انہوں نے مزدوروں کو اشارہ کیا اور مزدوروں نے پتھر کی وہ سل اٹھالی۔ پتھر کی سل سے اس لاش پر سایہ کیا گیا اور پاپا اس کا جائزہ لینے لگے۔ انہوں نے مایوسی سے گردن ہلائی اور پتھر کی سل وہاں سے ہٹوادی۔

''کیوں...... کیا ہوا؟'' امیر الحسنات نے سوال کیا۔

''ایک خیال میرے ذہن میں آیا تھا۔ اب ان قدیم مقبروں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں کون کون سی سائنسی چیزیں استعمال کی گئی ہیں۔ اصل اس دور کی سائنس بہت عجیب تھی۔ میں نے سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نشاء کا عکس اس پر پڑ رہا ہو اور یہ اس شکل کی نظر آ رہی ہو، مگر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''کیا ایسا ممکن تھا۔ مسٹر ہارون دانش؟''

''ممکن تو نہیں تھا، لیکن بس ایک خیال دل میں آیا تھا اور میں نے اس کی تصدیق کر لی اور میری تصدیق غلط نکلی۔''

''کیا خیال ہے، اس لاش کو تابوت سے نکالا جائے؟''

''ضرورت نہیں ہے۔ البتہ تابوت یہاں سے ہٹا لیا جائے۔ ان کھنڈرات میں جن کی ہم نے کھدائی کی تھی اور ان میں جو کچھ برآمد ہوا تھا۔ ایسے کمرے بھی تھے جن کو صاف ستھرا کہا جا سکتا تھا اور لازمی بات ہے کہ یہ قدرتی نہیں تھے بلکہ انسانی ہاتھوں کی تراش تھی۔ گویا زمانہ قدیم میں آشوانی تہذیب کے جن کاریگروں نے یہاں کام کیا تھا انہوں نے یہ کھنڈر بنایا ہوگا۔ غرض یہ کہ مزدوروں نے وہ تابوت اپنی جگہ سے ہٹایا اور ہم نے ایک منتخب شدہ کمرے میں اسے رکھوا دیا۔ میں خود دنگ تھی اس وقت سے اب تک میں نے اپنے منہ سے ایک لفظ تک نہیں کہا تھا، لیکن میرے دل پر بڑا گہرا اثر تھا۔

''آخر میری شکل کی یہاں کہاں سے آئی۔'' بعد میں پاپا نے مجھ سے کہا۔ ''تم نے اسے غور سے دیکھا...... نشاء؟'' میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے پاپا کو دیکھا تو وہ بولے۔ ''ایک بات کہوں؟ جس طرح فرعون مصر کی ممیاں، پٹیوں میں لپٹی نظر آتی ہیں اور مسالوں سے لیس یہ پٹیاں ان کے جسموں اور ان کے چہروں کو محفوظ رکھتی ہیں اس طرح کوئی پٹی اس کے چہرے پر نہیں تھی۔ اس کا لباس بھی سالم تھا، جبکہ ہم ابھی تک اس کی عمر کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکے کہ وہ کب سے اس تابوت میں لیٹی ہوئی ہے۔''

''پاپا ایک بات اور کہوں آپ سے؟''

''ہاں...... بولو......''

''پاپا اس طرح جو ممیاں دریافت ہوتی ہیں یا مصر میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان میں ان ممیوں کو مسالوں سے حنوط کیا جاتا ہے اور پاپا ان کے چہرے آپ نے بھی دیکھے ہیں اور میں نے

بھی ان کے چہرے بالکل سفید ہوتے ہیں۔ مگر لگتا ہے پاپا اس ممی کا چہرہ سفید نہیں ہے' میرا مطلب ہے اس لڑکی کا جو یہاں نظر آئی ہے اور پاپا ایک بات اور بتاؤں آپ کو' اس کی عمر بھی میری عمر سے الگ معلوم نہیں ہوتی۔'' پاپا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے ایسا نہیں ہوتا تھا ان کے پاس ہر چیز کی تفصیل موجود ہوتی تھی۔

لیکن پاپا خاموش تھے۔ غالباً وہ بھی اس معمے کو حل نہیں کر پائے تھے۔ دفعتاً انہوں نے کہا۔

''اٹھو......'' میں وہاں سے اٹھ گئی۔ پاپا مجھے اس کمرے میں لے کر آئے' جہاں وہ ممی موجود تھی کمرے کو باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ وہاں پہرے وغیرہ کی ضرورت نہیں تھی۔ مزدور کھنڈر سے بہت دور کیمپنگ میں ہوا کرتے تھے۔ وہ صبح کو کام کے وقت ہی یہاں آجاتے تھے۔ باقی امیر الحسنات' مائیکل جون اور روشاق ایک بڑے کمرے میں قیام پذیر تھے۔ ہم باپ بیٹی کو الگ جگہ دی گئی تھی۔ میں لفظ کمرہ استعمال کر رہی ہوں لیکن یہ قدرتی غار تھے' جنہیں تراش کر کمروں کی شکل دی گئی تھی۔ چنانچہ انہیں کمرہ ہی کہا جا سکتا تھا۔ بہر حال ہم اس جگہ پہنچے جہاں وہ تابوت اب بھی رکھا ہوا تھا۔ تالا چونکہ ٹوٹ چکا تھا اس لئے اس کا ڈھکن اٹھانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ پاپا نے لیمپ روشن کر لیا تھا' جو ایک خاص قسم کا لیمپ تھا اور بس یوں لگتا تھا جیسے سورج کی روشنی کمرے میں داخل ہو گئی ہو' بالکل دن نکل آیا تھا اور ایک ایک چیز کو بغور دیکھا جا سکتا تھا۔ پاپا گھٹنوں کے بل اس تابوت کے پاس بیٹھ گئے اور اس کا جائزہ لینے لگے۔ پھر انہوں نے بڑی ہمت کر کے لڑکی کے لباس پر ہاتھ ڈالا اور اس کے لباس کا ایک ٹکڑا کھینچ کر دیکھا' پھر وہ گہری سانس لے کر بولے۔

''اگر یہ طویل عرصے سے یہاں مدفون ہے تو کم از کم اس کا لباس راکھ کی شکل اختیار کر جانا چاہئے تھا۔ لیکن دیکھو کپڑے بھی جوں کے توں ہیں۔ ان میں وہی لچک اور وہی چیز پائی جاتی ہے جو زیادہ پرانے کپڑوں میں نہیں ہوتی اور اس کا چہرہ میرے خدا...... صاف لگ رہا ہے کہ یہ زندگی سے محروم نہیں ہے۔''

''تت......تت......تو کیا...... پاپا...... یہ زندہ ہے؟''

''نہیں! کیسی باتیں کرتی ہو۔ البتہ یہ انتہائی انوکھا اور پراسرار وجود ہے۔''

''جی پاپا......'' میں نے آہستہ سے کہا۔ پاپا اسے دیکھتے رہے۔ انہوں نے تمام چیزوں کو غور سے دیکھا اور پھر بولے۔

''اس کا تعلق سو فیصدی مصر سے ہے۔''

''مصر؟''

''ہاں......سو فیصدی مصر سے' تم جانتی ہو مصریات میرا بہترین مشغلہ ہے اور تمہارا بھی۔ وہاں کی عورتوں کے خدوخال یہی ہوا کرتے ہیں اور رنگ بھی بالکل ایسا ہے۔'' دفعتاً میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' میں نے کہا۔

''پاپا...... اس کا مطلب ہے کہ میرا تعلق بھی مصر سے ہے۔'' پاپا نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ لیکن ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار نہیں ہوئی تھی۔ پھر انہوں نے آنکھیں بھینچ کر گردن ہلائی اور بولے۔

''تابوت کا ڈھکن بند کردو۔'' اس انوکھی دریافت نے میرے دماغ کی چولیں ہلا دی ہیں۔ کل دن کی روشنی میں، میں اس غار کا بغور جائزہ لوں گا۔ ہوسکتا ہے ہمیں وہاں کوئی ایسی دستاویز مل جائے یا کوئی ایسی چیز جو اس لڑکی کے دور پر روشنی ڈال سکے۔ پتہ نہیں یہ سب کچھ کیا ہے۔'' پاپا یہ الفاظ کہہ کر خاموش ہو گئے تھے، پھر اس کے بعد وہ وہاں سے باہر نکل آئے، لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ ساری رات ایک لمحے کیلئے نہیں سوئے تھے۔

دوسری صبح ایک اور واقعہ پیش آیا وہ کتاب مائیکل جون کے ہاتھ لگی تھی۔ مائیکل جون بہت پرجوش نظر آرہا تھا۔

''تقدیر شاید ہم پر آشوانی تہذیب کا انکشاف کرنا چاہتی ہے، ویسے آپ کا کیا خیال ہے۔ پروفیسر ہارون دانش...... آشوانی تہذیب کے آثار، کیا تہذیب مصر سے ملتے ہیں؟''

''سرزمین مصر میں ایسی کسی چیز کا ایک دوسرے سے منسلک ہوجانا ناممکنات میں سے نہیں ہے۔

آپ نے وہ جسم تو دیکھا ہوگا جسے ممی کہنا کچھ ناگوار سا گزرتا ہے، وہ تو ایک زندہ وجود ہے جس کا حلیہ دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ ابھی وہ خوبصورت لڑکی تابوت میں اٹھ کر بیٹھ جائے گی اور کیا اس بات پر آپ نے غور نہیں کیا کہ آخر اس کی شکل ہماری بیٹی نشاء سے کیوں ملتی جلتی ہے۔

جب ہم پر کسی بات کا انکشاف نہیں ہوتا تو ہم اس بات کو اتفاق کہہ لیا کرتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ میری بیٹی میرے وجود کا ایک حصہ ہے۔ کم از کم اس کی جانب سے کسی وہم کا شکار نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ اتفاق بہت انوکھا ہے اور پھر تم لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ سنہری تابوت میں ملنے والی مخلوق کسی بھی طرح حنوط شدہ ممی محسوس نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک انوکھا وجود ہے۔''

''میں آپ کو ایک تحفہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔'' پروفیسر ہارون دانش...... ''یہ لیجئے...... یہ صرف آپ ہی کے مطلب کی چیز ہے۔'' یہ کہہ کر مائیکل نے ایک بوسیدہ کتاب میرے پاپا کی طرف بڑھا دی۔ پاپا نے حیران نگاہوں سے اس کتاب کی طرف دیکھا اور بولے......

''اوہو...... یہ جس طرح بوسیدہ ہورہی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ یہیں اس کھدائی میں کہیں ملی ہے...... یقیناً...... اس سے تو ہمیں آشوانی تہذیب کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوسکتا ہے۔''

''اور پتہ نہیں ہم سب کی خوش قسمتی ہے یا بدبختی کہ جس زبان میں یہ کتاب لکھی گئی ہے وہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔''

''مجھے ایک بات پر اعتراض ہے۔ پروفیسر ہارون دانش۔'' پہلی بار روشاق نے زبان کھولی اور میری نگاہیں اس کی جانب اٹھ گئیں۔ مجھے یوں لگا جیسے اس کتاب کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر کسی بھوکے کتے جیسے تاثرات پیدا ہو گئے ہوں' جو اپنی پسند کی کسی چیز کو دیکھ کر بے صبرا ہو جاتا ہے۔'' میرے پاپا نے اسے دیکھا تو وہ بولا......

''ہم میں سے کم از کم یہ چار یا پانچ افراد برابر کی حیثیت کے مالک ہیں۔ لیکن مسٹر مائیکل جون نے یہ کتاب نہ تو امیر الحسنات کے ہاتھوں میں دی نہ ہی مجھے اسے دیکھنے دیا۔ کیا یہ ہماری توہین نہیں ہے؟''

''ایک منٹ......ایک منٹ......'' امیر الحسنات نے فوراً ہاتھ اٹھا کر کہا' پھر بولا......

''تم لفظ ہماری غلط استعمال کر رہے ہو' میں مائیکل جون سے کوئی اختلاف نہیں رکھتا۔ کیونکہ بہرحال یہاں کی ہر چیز کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ یہ کتاب جوں کی توں پروفیسر ہارون دانش کے ہاتھوں میں پہنچنی چاہئے' کیونکہ اس کی تحریر نہ تم پڑھ سکتے ہو' نہ میں۔ چنانچہ یہ شعبہ ہارون دانش کا ہے' مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ چاہیں تو کسی کو بھی دے سکتے ہیں۔'' روشاق خاموش ہو گیا تھا' مگر اس کے چہرے پر ناگواری کے اثرات صاف نمایاں تھے۔ مائیکل جون نے کہا......

''پروفیسر ویسے تو آپ جو پسند کریں وہی ہوگا۔ لیکن میری رائے ہے کہ ہم اس کتاب کی تحریر سے اگر واقف ہو سکیں تو آگے کیلئے بہت سے فیصلے کر سکتے ہیں۔''

''میں کوشش کرتا ہوں۔'' پاپا نے کہا اور کتاب اپنے ہاتھ میں لے لی۔ چند لمحات وہ اس کے اوراق الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے' پھر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ انہوں نے کہا یہ ''اناطوق'' کی کہانی ہے۔''

''کون سی زبان میں لکھی گئی ہے؟''

''قدیم مصر کے ایک خاص علاقے کی زبان لطافہ کہلاتی تھی' یہ لطافہ میں لکھی گئی ہے۔''

''کیا آپ اسے اچھی طرح پڑھ سکتے ہیں پروفیسر؟''

''ہاں......میرا تو شوق ہی یہ رہا ہے میں اسے بآسانی پڑھ سکتا ہوں۔''

''اچھا' تو ہم انکشافات کے متمنی ہیں مائیکل جون نے کہا اور اس کے بعد یہ طے کیا گیا کہ پہلے اس کتاب کی تحریر سے مکمل واقفیت کر لی جائے۔ مزدوروں میں سے کچھ کو کھانے وغیرہ کی ذمہ داریاں دے دی گئی تھیں۔ ایک مناسب گوشہ تلاش کر کے ہم لوگ بیٹھ گئے اور پاپا نے بہت ہی ماہرانہ انداز میں کتاب کا آغاز کر دیا۔ ''اناطوق'' کی طرف سے لکھا گیا تھا۔

''میں نہیں جانتا کہ صدیوں کے بعد میری یہ تحریر کس کے ہاتھ لگے گی' لیکن جو بھی اس تحریر کو پڑھے میرے بارے میں ضرور سوچے کہ اس دور میں جبکہ تحریری امور نہ ہونے کے برابر تھے۔

یں نے یہ کتاب کتنی محنت سے لکھی ہوگی۔ دوستو! نہ میں کوئی مؤرخ ہوں نہ تاریخ داں' میں تو اپنے ارد گرد پھیلے ہوئے حالات اور خود اپنی زندگی کی کہانی تحریر کرنا چاہتا ہوں اور میری آرزو ہے کہ جب میری یہ کتاب کسی کے ہاتھ لگے اور میری اس تحریر کو سمجھ سکے...... تو اسے...... اس وقت کی زبان میں تحریری دوام دے تاکہ اناطوق......' تحریر دنیا میں زندہ ہے۔

میں نہیں جانتا کہ میری اس تحریر کو پڑھنے والے کا نقطہ نگاہ میرے بارے میں کیا ہوگا' لیکن بس اتنا بتا سکتا ہوں کہ اس کا ایک ایک لفظ درست ہے۔ کسی چھوٹے یا بڑے پر رحم نہ کرنے والی موت میرا احاطہ کرچکی ہے۔ کسی بھی وقت میرا بلاوا آسکتا ہے۔ میں اپنی زندگی کی اس داستان کو تحریر کرنا چاہتا ہوں اور اس امید کے ساتھ کہ اس تحریر کو دیکھنے والے خوش ہوں گے یا منہ سکوڑ لیں گے' میں اپنے بارے میں یہ بتاؤں کہ میرا نام اناطوق ہے۔ میں ایک غریب گھرانے میں عین اس وقت پیدا ہوا جس روز اس وقت کا ولی عہد مصر نابلوس اس دنیا میں آیا تھا۔

میری ماں اکثر بڑے غرور کے ساتھ اس بات کا تذکرہ کیا کرتی تھی کہ نابلوس کی پیدائش والے دن جتنے بھی بچے مصر میں پیدا ہوئے تھے ان سب کے والدین کو فرعون مصر کی جانب سے سونے کے سکے دیئے گئے تھے۔ میری ماں کا کہنا تھا کہ میں گھر کیلئے خوش بختی کا پیغام لے کر آیا تھا۔ ماں تو ابتدائی آفرینش سے محبت اور شفقت کا مرکز ہوتی ہے۔ خیر یہ ساری باتیں اپنی جگہ...... میری زندگی عام انسانوں کی مانند گزرنے لگی۔

خوشی اور غم زندگی کا بہت بڑا حصہ ہوتے ہیں اور میں نے اپنے تجربے کے مطابق جو تشخیص کی ہے کہ کوئی چیز کسی کا مقدر نہیں ہوتی' مجھے خوش نصیب کہنے والی ماں...... اس وقت مرگئی...... جب میری عمر بہت چھوٹی تھی...... شاید آٹھ یا نو برس' میں اپنے والدین کے ساتھ عبادت گاہوں میں جایا کرتا تھا اور وہاں کے ایک کاتب سے درخت کی چھالوں اور کیلوں کے پتوں پر کتابت کرنے کا فن سیکھا کرتا تھا۔ ماں کی موت کے وقت بھی میں یہ فن سیکھنے کے ابتدائی مراحل سے گزر رہا تھا۔ میں کی موت سے مجھے موت سے آگاہی ہوئی۔

لیکن اس وقت بھی میں یہ صحیح فیصلہ نہیں کرپایا تھا کہ مرنے کے بعد لوگ بولتے کیوں نہیں ہیں۔ میری بڑی بہن جو عمر میں مجھ سے تین سال بڑی تھی وہ بھی یہ بات نہیں بتا سکی' پھر جب میں گیارہ سال کا ہوا تو اس کی شادی کردی گئی۔ وہ جب بھی مجھ سے ملنے آتی میں اسے بتایا کرتا کہ تحریر کا کام بہت ہی جان لیوا ہے۔ دوسروں کی تحریروں کو نقل کرنے کے بجائے میرا دل چاہتا کہ میں خود اپنے دماغ سے کچھ سوچ کر لکھوں۔ وہ مجھے مشورے دیتی تھی کہ اگر صحیح طور پر حروف بنانا آگئے ہیں تو تمہارے لئے خود سوچ کر لکھنا بھی مشکل نہیں ہوگا۔ بہن کے یہ کہنے پر میں نے مصر کی سب سے طویل تاریخ یعنی دریائے نیل کی خوبیوں پر ایک چھوٹی سی کہانی لکھی۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ یہ دریا جو حقیقت میں ایک دیوتا ہے۔ ہم مصر میں رہنے والوں پر کتنا مہربان ہے۔ ہاں...... اس پر جو سال

کے سال نوجوان لڑکیوں کی قربانی دی جاتی تھی۔ وہ ذرا دکھ بھرا کھیل ہوتا تھا' لیکن کاہنوں کا کہنا تھا کہ دریائے نیل لڑکیوں کو اپنی ملکہ بناتا ہے اور جب ایک سال گزر جاتا ہے تو رات کے بھولے بھٹکے مسافروں کیلئے انہیں آسمان پر پہنچا دیتا ہے' جہاں وہ ستاروں کی شکل میں ہمیشہ چمکتی رہتی ہیں۔

مجھے یہ سب بہت اچھا لگا اور میں نے اپنی داستان تخلیق کی۔ مصریوں کے عقیدے کے مطابق جو لڑکی دریائے نیل کو بھینٹ کی جاتی تھی وہ دیوتا کی ملکہ بن جاتی تھی۔ میں نے کبھی اس عقیدے سے اختلاف نہیں کیا...... کہ یہ سب غلط ہے۔ البتہ یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتا رہا۔ ''کہ اس حساب سے تو دیوتا کی ہزاروں' لاکھوں ملکائیں بن چکی ہوں گی۔ وہ انہیں رکھتا کہاں ہوگا۔ ان کے کھانے پینے کا انتظام کہاں سے کرتا ہوگا اور اتنی بہت سی ملکائیں اگر آپس میں لڑتی ہوں گی تو دیوتا کا اپنا کیا حال ہوتا ہوگا۔''

یہ ساری باتیں سوچ کر مجھے بھی ہنسی آتی تھی۔ میں نے اپنی کہانی میں تبدیلی کرتے ہوئے بتایا کہ ہر سال جب ایک نئی لڑکی کو بپھرے ہوئے دریا میں پھینک کر ملکہ بنایا جاتا ہے تو دیوتا اپنی پرانی ملکہ کو ستارہ بنا کر آسمان پر پہنچا دیتا ہے جہاں سے وہ اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کو دیکھ کر خوش ہوتی ہے اور پھر مسافروں کیلئے رہنما بن جاتی ہے۔

میں نے جو کچھ لکھا تھا' مجھے خود بے پناہ پسند آیا اور میری بہن کو بھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں یہ کہانی عبادت گاہ کے سب سے بڑے پجاری کو سناؤں۔ پجاری نے میری یہ کہانی سنی اور دنگ رہ گیا۔ اس نے کہا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہی سچ ہے اور مجھے اتنی شہرت ملی کہ مصر کی ساری عبادت گاہوں میں اس کہانی کو بڑی عقیدت سے پڑھا اور سنا جانے لگا۔ میری یہ کہانی مصریوں کے عقائد کی تقویت کا باعث بنی ہوئی تھی اور اس کہانی کے باعث دیوتاؤں کے بارے میں صدیوں سے چلے آنے والے عقائد بھی متزلزل ہو گئے تھے۔ پھر سولہ سال کی عمر میں میری شادی ہو گئی۔ اس دوران میری شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی۔ بڑے پجاری اور دوسرے لوگ مجھے بڑی اہمیت دیتے تھے۔ لیکن یہ بھی تقدیر کی بات ہوتی ہے کہ میری بیوی کو جو عمر میں مجھ سے تقریباً پانچ سال بڑی تھی میری ہر بات سے نفرت تھی۔

شادی کے بعد وہ ڈیڑھ سال تک میرے ساتھ رہی اور میں ایک ننھی منی چاند جیسی بچی کا باپ بن گیا۔ لیکن بچی چھ ماہ کی بھی نہیں ہوئی تھی کہ میری بیوی مجھے اور اپنی بچی کو چھوڑ کر اپنے ایک عاشق کے ساتھ شمالی ریگستانی علاقے میں بھاگ گئی اور ننھی سی بچی اپنی ماں کے بغیر پندرہ بیس دن سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکی۔ بچی کی موت نے مجھے بالکل حواس باختہ کر دیا اور میں نے ایک ایسی کہانی لکھی جس میں دیوی دیوتاؤں کو نظر انداز کر کے عام انسانوں کے کرداروں کو پیش کیا گیا تھا۔

میری اس کہانی کی بھی کافی پذیرائی ہوئی۔ پھر ایک دن شام کے وقت ڈوبتے ہوئے سورج دیوتا کا نظارہ کر رہا تھا اور دل میں سوچ رہا تھا کہ دیوتا تو ہم انسانوں سے بھی زیادہ پابند ہے۔ ہمیشہ

ایک ہی ڈگر پر چلتا ہے' ایک ہی جگہ سے نکلتا ہے' ایک ہی جگہ پر غروب ہوجاتا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اس نے اپنا راستہ بدلا ہو' طلوع وغروب میں کوئی فرق پیدا کیا ہو۔ اس کے مقابلے میں ہم انسان کہیں زیادہ آزاد ہیں۔ جہاں چاہیں' جدھر چاہیں' جب چاہیں آجا سکتے ہیں۔ جتنا عرصہ چاہیں ایک ہی جگہ ٹھہر سکتے ہیں۔

اسی روز مجھے ولی عہد مصر کا پیغام موصول ہوا۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے...... کہ میری شخصیت اب مصر میں ایک الگ ہی حیثیت اختیار کرچکی تھی اور بہت سے لوگ میری طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ لیکن ولی عہد مصر کا...... یہ پیغام میرے لئے بڑی حیثیت کا حامل تھا۔

اس نے کہا تھا کہ میں دارالخلافہ میں منتقل ہوکر اس کے مشیروں اور مصاحبوں میں شامل ہوجاؤں۔ کس کی مجال تھی کہ ولی عہد...... یعنی مستقبل کے خدا کی حکم عدولی کرے۔

بہرحال میں' اپنی بہن' باپ اور بڑے پجاری کی دعائیں لے کر قاصد کے ساتھ ولی عہد کی خدمت میں جانے کیلئے روانہ ہوگیا۔ میری حد سے زیادہ پذیرائی کی گئی اور ولی عہد نے مجھ سے کہا کہ اس نے میری کہانی پڑھی اور بہت پسند کی۔ میں بہت ہی ادب کے ساتھ اس کے سامنے زمین بوس ہوگیا اور میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ مجھ جیسے حقیر شخص کو میری حیثیت سے زیادہ مرتبہ نہ دے...... میری یہ بات سن کر وہ تخت سے نیچے اتر آیا اور جونہی وہ میرے قریب پہنچا میں نے شاہی آداب ملحوظ رکھتے ہوئے اپنا سر اس کے قدموں میں رکھ دیا۔ اس نے جلدی سے مجھے اٹھا کر سینے سے لگایا اور محبت بھرے لہجے میں بولا......

''نہیں اناطوق...... تم میرے ملازم کی حیثیت سے نہیں بلکہ میرے دوست کی حیثیت سے میرے پاس رہوگے اور ہاں...... تم آئندہ میرے قدموں میں اپنا سر نہیں رکھوگے۔''

''کیا......؟'' مجھے حیرت ہوئی تھی۔ ولی عہد سبوعہ کے یہ الفاظ میرے لئے بڑی حیثیت کے حامل تھے۔ میں اپنے نصیب پر جھوم اٹھا تھا۔ جسم کی رگ رگ میں نیا خون دوڑتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

بیوی کی بے وفائی اور بچی کی موت کا صدمہ میرے دل سے بالکل صاف ہوگیا...... میں نے کہا کہ ''آپ کی حکم کی تعمیل میرے لئے باعث فخر وعزت ہوگی۔'' غرض یہ کہ سبوعہ کے سلوک نے مجھے بہت کچھ بھلا دیا۔ میری مالی حالت بھی بہتر ہوگئی۔ اس نے مجھے اپنا دوست بنا لیا تھا اور پھر یوں ہوا کہ ہم نے اپنا فیصلہ کیا کہ ہم کسانوں کے لباس میں دارالخلافے کی سیر کریں گے اور پھر ایسا ہی ہوا۔ ہم نے سیروسیاحت شروع کردی۔ ہم لوگ احراموں میں گئے۔ ہیکلوں کی زیارت کی۔ ابوالہول کی عبادت گاہیں دیکھیں' زیر تعمیر احراموں کا معائنہ کیا۔ ایک زیر تعمیر احرام کے پاس شوروغل کی آواز سن کر سبوعہ رک گیا۔ ہم نے دیکھا کہ کچھ سپاہی ایک بوڑھے شخص کو کوڑے لگا رہے ہیں...... اور وہ درد کی شدت سے چیخ رہا ہے۔

''اسے کیوں مار رہے ہو؟'' شہزادے نے ایک جانب کھڑے ہوئے سپاہی سے پوچھا۔

''کام چور عبرانی ہے پورا کام نہیں کرتا۔'' عبرانیوں کے بارے میں' میں پہلے بھی سن چکا تھا۔ میرے وطن میں یہ مشہور تھا کہ فرعون کے حکم سے ان ہزاروں' لاکھوں کو دریائے نیل کے ساحل پر لاکر قید کردیا گیا' جو اپنے آپ کو عبرانی کہتے ہیں۔ یہ وہ باغی لوگ ہیں جو نہ فرعون کو خدا مانتے ہیں...... اور نہ مصر کے دوسرے دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ لوگ قابل گردن زدنی ہیں' لیکن ان کی گستاخیوں کے باوجود فرعون مصر نے انہیں صرف اتنی سزا دی ہے کہ جہاں کہیں اہرام یا ہیکل معابد یا کسی امیر کا محل تعمیر ہوگا تو بے گار کے طور پر انہیں کام پر لگا دیا جائے گا۔

''میں نے سنا ہے کہ فرعون مصر کا حکم ہے کہ عورتوں' بوڑھوں اور بچوں سے بے گار نہ لی جائے۔'' سبوعہ نے ایک کسان کی حیثیت سے کہا تو سپاہی نے گھور کر اسے دیکھا اور بولا......

''جاؤ...... جاؤ اپنا کام کرو۔'' اسی وقت کام کا جائزہ لیتا ہوا سپاہیوں کا ایک افسر ادھر آنکلا اور اس نے کہا۔

''کیا بات ہے۔ یہ اجنبی کیا کہہ رہا ہے؟'' تب سبوعہ نے آگے بڑھ کر سخت لہجے میں کہا۔

''میں پوچھ رہا ہوں کہ کیا تم نے خدائے مصر کا یہ حکم نہیں سنا کہ بوڑھے عبرانیوں کو کام پر نہ لگایا جائے۔'' افسر جواب میں کوئی سخت بات کہنے ہی والا تھا کہ اچانک کوڑے کھاتا ہوا بوڑھا آدمی ایک شیر کی طرح اچھلا اور اس نے کوڑے مارنے والے سپاہی کو ایک طرف دھکا دیا اور جونہی سپاہی نیچے گرا اس نے اس سے کوڑا چھین کر اس کے چہرے پر سینے پر مار مار کر اسے لہولہان کردیا۔

''کتے کے بچے تیری یہ مجال......'' ہمارے پاس کھڑے ہوئے افسر نے تلوار نکالی اور بوڑھے کی طرف لپکا...... اور اس نے پوری قوت سے تلوار بوڑھے کے سینے میں اتار دی۔ تلوار آرپار ہوگئی اور بوڑھے کے حلق سے چیخ بلند ہوئی۔

چیخ کے ساتھ ہی اس کے منہ سے خون کا فوارہ جاری ہوگیا اور چند ہی لمحوں کے بعد ہمارے سامنے بوڑھے عبرانی کے کھلے ہوئے منہ اور پھٹی پھٹی آنکھوں والی لاش پڑی تھی۔ تھوڑی دیر کیلئے ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں خود بھی اس منظر اور اس خون خوار افسر کے غصے سے لرز اٹھا تھا۔ شہزادہ سبوعہ کے چہرے سے شدید ناگواری کا احساس جاری ہو رہا تھا۔ غالباً وہ یہ سوچ رہا تھا کہ افسر کو اس کے جرم کی سزا خود دے یا فرعون مصر تک یہ سارا واقعہ پہنچا دے۔

اسی وقت سناٹے کو چیرتی ہوئی نسوانی آہ و بکاہ کی ایک آواز سنائی دی۔ ہم سب نے گھور کر دیکھا تو ایک انتہائی حسین وجمیل لڑکی روتی اور بین کرتی ہوئی آئی تھی اور ہائے بابا کہتی ہوئی لاش سے چمٹ گئی۔ لیکن پھر نجانے کیا ہوا' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس وقت اس کا حسن وجلال مصر کی سب سے بڑی دیوی کے حسن وجمال کو شرما رہا تھا۔

''بزدلو! کتو!'' اس نے مجمع سے مخاطب ہوکر کہا۔

''ایک بوڑھے اور بے بس انسان کو قتل ہوتے دیکھتے رہے اور تم میں سے کسی کو اتنی جرأت نہ

ہوئی کہ تلوار چھین کر ظالم کے ہاتھوں کو کاٹ کر پھینک دیتے......''

''لڑکی......!'' افسر گرجا...... ''اپنے ناسمجھ باپ کا حشر دیکھ چکی ہے۔ اب بھی میری بات مان لے ورنہ تیری لاش بھی اسی طرح بے گوروکفن پڑی ہوئی ہوگی۔'' لڑکی نے ایک نگاہ بھر کر بوڑھے باپ کی لاش کو دیکھا۔ پھر افسر کی طرف منہ کر کے تھوکتی ہوئی بولی......

''میں تھوکتی ہوں...... تجھ پر اور تیرے جہنمی چہرے پر۔'' افسر کا ہاتھ بے ساختہ تلوار کی طرف گیا تو اسی وقت ہجوم چلا اٹھا۔

''ٹھہرو '' اس کی آواز میں اتنا رعب اور دبدبہ تھا کہ افسر سر سے پاؤں تک لرز گیا' مگر پھر فوراً ہی اپنے اوپر قابو پا کر وہ آگے بڑھا۔

''تو کون ہے کتے کے بچے؟'' اس نے شہزادے کے چہرے پر الٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے کہا اور اسی وقت اچانک ایک طوفان آ گیا۔ نجانے کہاں کہاں سے شہزادے کے محافظ امڈ پڑے تھے۔ انہوں نے افسر کو زمین پر گرا کر اس کی تلوار چھین لی اور مشکیں کس کر شہزادے کے قدموں میں ڈال دیا۔ شہزادے نے اپنے جسم سے کسانوں والا لبادہ اتار دیا اور سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔

ایک جانب سے کسی کی تھرتھراتی آواز ابھری۔

''ولی عہد مصر......'' اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سارا مجمع علاوہ عبرانیوں کے شہزادے کے سامنے سجدے میں گر گیا۔ لڑکی نے شہزادے کے چہرے پر نگاہیں گاڑ کر دیکھا۔

''ولی عہد...... یہ شخص جو تمہارے سامنے زمین پر پڑا ہوا میرے بوڑھے باپ کا قاتل ہے اور اس نے صرف اس جرم میں اسے قتل کیا ہے کہ میرے باپ نے مجھے اس کے حرم میں دینے سے انکار کر دیا تھا۔ پہلے تو اس نے فرعون کی حکم عدولی کرتے ہوئے میرے بوڑھے اور کمزور باپ کو بے گار پر لگایا' پھر اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کا کوئی قصور ہو یا نہ ہو اس کے جسم پر خوب کوڑے لگائے جائیں۔ میرا باپ پامردی سے سارے مظالم برداشت کرتا رہا' لیکن آج جب میں پانچ میل کی دوری سے اس کیلئے کھانا لے کر آئی تو مجھے راستے ہی میں اطلاع ملی کہ میرے باپ کو انتقام کا آخری نشانہ بنایا جا چکا ہے اور اب اگر میں نے اس کی بات نہیں مانی تو تھوڑے دنوں کے بعد یہی حشر میرا بھی ہوگا۔ میں نے تمہیں صحیح صحیح بات بتا دی ہے۔ اب تمہیں انصاف کرنے یا نہ کرنے کا پورا پورا اختیار ہے۔

''تمہارے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا لڑکی' دیوتاؤں کی قسم کھا کر بتاؤ کہ تم نے جو کچھ بیان دیا ہے وہ بالکل درست ہے۔''

''میں تمہارے دیوتاؤں کی قسم نہیں کھا سکتی۔''

''کیوں؟''

''ہمارے عقیدے کے مطابق تمہارے دیوتا جھوٹے ہیں۔ وہ اس قابل نہیں کہ ان کی

پرستش کی جائے۔ عبادت کے لائق تو صرف ایک ہی ہستی ہے۔ ایک ہی پاک ذات' نہ اس نے کسی کو جنا..... اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔'' ولی عہد نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور بولا۔

''یہ کس دیوتا کا ذکر کر رہی ہے اناطوق۔''

''میں نہیں جانتا۔'' میں نے نفی میں سر ہلایا۔

''تم کس کی عبادت کرتی ہو۔ خاتون!''

''ہم سب عبرانی ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں کہ لائق عبادت وہی ہے۔''

''اللہ.....'' ولی عہد نے زیر لب اس نئے نام کو دہرایا' پھر بولا......

''اپنے اللہ کی قسم کھا کر بتاؤ کہ تھوڑی دیر پہلے تم نے جو کچھ کہا ہے وہ حرف بہ حرف سچ ہے۔''

''میں اپنے اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میری کہی ہوئی ایک ایک بات ٹھیک ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' ولی عہد نے مطمئن ہو کر مجھ سے کہا۔ ''اب تم بتاؤ اناطوق کہ تم نے کیا دیکھا۔''

''میں نے جو کچھ دیکھا وہ تمہارے سامنے ہے۔ کیونکہ میں تمہارے ساتھ تھا۔'' شہزادے نے افسر کے جسم پر ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔

''تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہو۔''

''ہاں..... حضور! میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھ سے ایک غلطی ہو گئی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ کسان کے لباس میں جناب والا ہیں..... یہ گستاخی یقیناً ایسی ہے کہ میری گردن اڑا دی جائے..... لیکن میں آپ سے رحم کی درخواست کرتا ہوں۔ اگر مجھے پہلے علم ہوتا تو جناب کے چہرہ مبارک پر تھپڑ مارنے کے بجائے میں اپنا ہاتھ کاٹ دینا زیادہ پسند کرتا۔''

''بوڑھے کے قتل کے بارے میں کیا کہتے ہو؟''

''وہ عبرانی تھا حضور! ایک خدا کو ماننے والا..... خدائے مصر اور دیوتاؤں کا منکر' ان لوگوں کا خون ہم سب پر حلال ہے میرے آقا۔''

''کیا اس سلسلے میں خدائے مصر کا کوئی فرمان جاری ہوا ہے؟''

''نہیں حضور! فرمان تو جاری نہیں ہوا۔ البتہ خدائے مصر نے آج تک کسی عبرانی کو قتل کر دینے پر کسی مصری باشندے کو کوئی سزا نہیں دی۔ خدائے مصر کی خاموشی' درگزر اور چشم پوشی سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے ان عبرانیوں کا خون ہم پر حلال کر دیا ہے۔''

''تمہیں ارتکاب قتل کا اقرار ہے۔''

''جی ہاں..... حضور میں اقرار کرتا ہوں کہ عبرانی بوڑھے کو قتل کر کے میں نے ثواب کا کام سرانجام دیا ہے۔''

''محافظ!'' شہزادے نے گرج دار آواز میں کہا۔ ''اس کتے! کی گردن اڑا دی جائے۔''

''رحم...... شہزادہ حضور! رحم'' افسر چلّایا۔ لیکن اس کی آواز فضا میں تحلیل ہوگئی۔ ایک محافظ نے آگے بڑھ کر ایک ہی جھٹکے سے اس افسر کا سر کاٹ دیا۔

''ہمارا خیال ہے ابھی انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوئے۔ اس شریف اور خوبصورت خاتون کو اپنے باپ کی تجہیز و تکفین کیلئے ایک سو سونے کے سکے پیش کئے جائیں اور عزت کے ساتھ اسے اور اس کے باپ کی لاش کو اس کے گھر پہنچا دیا جائے۔''

لالی نے سسکی لے کر کہا۔

''میرا گھر تو باپ کے انتقال کے ساتھ ہی ختم ہوگیا۔ میری والدہ بچپن ہی میں مجھے چھوڑ کر عازمین فردوس ہوگئی تھیں۔ میں غیر شادی شدہ اور بالکل تنہا ہوں۔ اپنے سپاہیوں سے کہیے کہ وہ مجھے اور میرے والد مرحوم کو میرے چچا کے ہاں پہنچا دیں۔''

''اس خاتون کے کہنے کے مطابق عمل کیا جائے۔'' ولی عہد نے حکم دیا۔ ''اور دیکھو! اگر راستے میں اسے کوئی تکلیف پہنچی یا اسے راستے میں کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تو اس کے ساتھ جانے والے سپاہیوں کا حشر بھی ویسا ہی ہوگا جیسا اس کا ہوا۔'' اس نے افسر کی سر کٹی لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور پھر وہاں سے واپسی کیلئے مڑ گیا۔ میری چھٹی حس بار بار کہہ رہی تھی کہ ''وہ عبرانی لڑکی اپنے ساتھ ساتھ ولی عہد کا دل بھی لے گئی۔''

اس رات کو شہزادی فرطانہ ولی عہد سے ملنے کیلئے آئی' شہزادی ولی عہد کی بہن بھی تھی اور منگیتر بھی۔ پچھلی کئی نسلوں سے مصر کے فرعون نے سگے بہن بھائیوں کی شادی کو رواج دیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح خاندانی خون ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک رہتا ہے۔ ان کی دیکھا دیکھی یہ رواج مصر کے امراء میں بھی عام ہو چلا تھا اور اب آہستہ آہستہ عوام میں پھیل رہا تھا۔

شہزادی فرطانہ نے پہلے تو میری موجودگی پر اعتراض کیا' لیکن جب میں باہر جانے کیلئے اٹھا تو شہزادہ سبوعہ نے ہاتھ پکڑ کر مجھے بٹھا لیا اور فرطانہ سے کہا کہ ''وہ جو کچھ کہنا چاہتی ہے پورے اعتماد و اعتبار کے ساتھ کہہ سکتی ہے اناطوق یہیں رہیں گے۔''

شہزادی نے مجھے گھور کر دیکھا۔ ''میں تمہیں پہلے سے متنبہ کئے دیتی ہوں کہ اگر یہاں کی ایک بات بھی باہر پہنچی تو تمہارے دونوں شانے سر سے محروم کر دیئے جائیں گے۔'' پھر اس نے شہزادے سے مخاطب ہو کر کہا۔

''آج رات کے کھانے پر مجھے خدائے مصر نے مدعو فرمایا تھا اور وہ اس بات پر تشویش کا اظہار کر رہے تھے کہ ولی عہد مصر عبرانیوں میں دلچسپی لینے لگے ہیں اور آج انہوں نے ایک خوبصورت عبرانی لڑکی کی خاطر سپاہیوں کے ایک بڑے افسر کو سزائے موت بھی دی ہے۔''

''یہ جھوٹ ہے۔'' ولی عہد بوکھلا کر بولا۔ ''سبوعہ تم ہی تو میرے ساتھ تھے۔ تم کیوں نہیں

کہتے کہ میں نے محض انصاف کے تقاضے پورے کئے ہیں۔"

"نہیں اسے کچھ بولنے کی ضرورت نہیں۔ اگر اس نے کچھ کہا تو گدی سے اس کی زبان کھینچ لی جائے گی۔" پھر وہ عجیب سی طنزیہ ہنسی ہنسنے لگی۔ "خدائے مصر کی جانب سے مجھے بھی ایسے اختیارات تفویض کئے گئے ہیں جن کو بروئے کار لا کر میں بھی انصاف کے تقاضے پورے کر سکتی ہوں۔"

"یہاں لڑنے کیلئے آئی ہو۔" ولی عہد نے پوچھا۔

"نہیں...... میں لڑنے نہیں، یہ معلوم کرنے آئی ہوں کہ لڑکی والی بات کہاں تک درست ہے؟"

"صرف اس حد تک درست ہے کہ اس دکھیاری کے بوڑھے باپ کو خدائے مصر کے احکامات کی صریح خلاف ورزی کر کے بڑھاپے اور کمزوری کے باوجود بیگار کرنے پر مجبور کیا گیا...... سپاہیوں سے کہا گیا کہ وہ اس پر وقتاً فوقتاً کوڑے برساتے رہیں اور جب ظلم اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو اس بوڑھے تک یہ پیغام پہنچایا گیا کہ اگر وہ اپنی معصوم، خوبصورت، نوجوان لڑکی کو پولیس افسر کے حرم میں داخل کرنے کیلئے راضی ہو جائے تو اسے انعام و اکرام سے نواز دیا جائے گا اور جب اس نے انکار کر دیا تو ایک معمولی سی بات کا بہانہ بنا کر اسے قتل کر دیا گیا۔"

"اس نے ایک مصری سپاہی کا کوڑا چھین کر سپاہی کو مارنے کی جرأت کی تھی اور تمہارے نزدیک یہ معمولی سی بات ہے۔" وہ بولی۔ "تمہاری حمیت کو کیا ہو گیا ہے۔ سبوعہ! ایک عبرانی جو ہمارے خدا اور ہمارے دیوتاؤں کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ ایک مصری سپاہی پر ہاتھ اٹھانے کی جسارت کرے تو تم بے حیا...... بے غیرت بن کر یہ کہتے ہو کہ اس نے معمولی سی غلطی کی۔ اگر ان گستاخ ہاتھوں کو ابتدا ہی میں نہیں کاٹا گیا تو میری دوررس نگاہیں انہیں تخت و تاج کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ رہی ہیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ تم جیسا ذہین اور سمجھدار شخص عبرانیوں کے خبیث اور ناپاک عزائم سے ناواقف ہوگا۔ اس لئے جیسا کہ تم کہتے ہو اس سارے فتنہ و فساد میں کسی لڑکی کا ہاتھ نہیں ہے۔ تو مجھے تمہاری حالت پر ترس آ رہا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم شاہی معالج سے اپنے دماغ کا علاج کراؤ۔"

"تمہیں اور بھی کچھ کہنا ہے؟"

"نہیں۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"میں یہ تو برداشت کر سکتی ہوں کہ میرا ہونے والا شوہر کسی لڑکی کے چکر میں آ کر غلطی کر بیٹھے۔ لیکن یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتی کہ جان بوجھ کر اس سے غلطی سے اس سے ایسا کوئی کام سرزد ہو جس سے خدائے مصر اور ان کی کئی عظیم قوم کی اہانت کا کوئی پہلو نکلتا ہو اور سچ تو یہ ہے کہ میں اب بھی یہی سمجھتی ہوں کہ اگر عبرانی لڑکی درمیان میں نہ ہوتی تو تم ہرگز ہرگز پولیس افسر کو سزائے موت نہ

دے

''مجھے ایک بات بتا سکو گی......؟''

''پوچھو......''

''آخر عبرانیوں نے ایسا کون سا قصور کیا ہے۔ جس کی پاداش میں خدائے مصر نے انہیں مقید کر رکھا ہے......؟'' اگر واقعی ان سے کوئی خطرہ لاحق ہے تو انہیں مصر میں روکے رکھنے سے کیا فائدہ جبکہ وہ خود وعدہ کرتے ہیں کہ دریائے نیل کو پار کر کے کسی دوسرے علاقے میں چلے جائیں گے اور دوبارہ پھر کبھی مصر میں آنے کا قصد نہیں کریں گے......؟''

''تمہاری بات کا جواب بعد میں دوں گی۔ پہلے تم میرے اس سوال کا جواب دو کہ فرعون مصر اپنے باپ کو تم خدا سمجھتے ہو یا نہیں......؟''

''ہاں......شاید...... میں انہیں خدا سمجھنے پر مجبور ہوں......''

''شاید مجبور...... بڑے اچھے الفاظ استعمال کر رہے ہو...... خدائے مصر کیلئے......'' اس نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''تاہم اگر تم انہیں اپنا خدا تسلیم کرتے ہو تو ان کے کسی کام میں تمہیں چوں وچرا کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ وہ جو کچھ بھی کریں گے اس میں کوئی نہ کوئی بہتری ضرور ہوگی۔''

''لیکن جس طرح انہوں نے عبرانیوں کو مقید کر کے ان کا جینا دوبھر کر رکھا ہے اس میں مجھے کوئی بہتری نظر نہیں آتی۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ان کی ساری خدائی کنجوس مکھی چوس نابوس اور شاہی جادوگروں اور کاہنوں کے بل بوتے پر قائم ہے۔''

''توبہ کرو سبوعہ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ کہیں یہ شیطانی خیالات تمہارے ایمان اور عقائد کو متزلزل نہ کر دیں......''

''تمہیں یقین ہے کہ فرعون مصر' تمہارا باپ حقیقت میں خدا ہے......؟''

شہزادے نے پوچھا۔

''ہاں مجھے اس بات پر اتنا ہی یقین ہے۔ جتنا اپنے وجود پر بلکہ اس سے بھی زیادہ۔''

''پھر تو تم یہ بھی مانتی ہوگی کہ خدا ہونے کی حیثیت سے فرعون مصر کیلئے کوئی بھی کام ایسا نہیں جو وہ انجام نہیں دے سکیں......''

''یہ عقیدہ میرے ایمان کا جزو ہے......''

''وہ دن یاد کرو جب عبرانیوں کے پیغمبر دربار میں داخل ہوئے تھے اور انہوں نے فرعون مصر کو اپنا دین قبول کرنے کا مشورہ دیا تھا اور فرعون مصر کے اشارے پر دربار کے جادوگروں نے جادو کے زور سے سانپوں کو بلا کر انہیں ڈسنے کیلئے چھوڑ دیا تھا اور تب انہوں نے بڑے اطمینان کے ساتھ اپنا عصاء فرش پر ڈال دیا تھا' جو دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑا اژدھا بن گیا تھا اور سارے سانپوں کو پلک جھپکتے میں نگل گیا تھا۔ اس وقت فرعون مصر' جنہیں خدا ہونے کا دعویٰ ہے بالکل عاجز ہو کر رہ گئے تھے۔ ان کی بوکھلاہٹ قابل دید تھی۔ تمہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ جب عبرانیوں کے پیغمبر نے بغل سے

اپنا ہاتھ نکال کر سامنے کیا تھا تو اس میں سے نور اور روشنی کی ایسی شعاعیں نکل رہی تھیں جن سے سارا دربار چندھیا گیا تھا۔

بہت سے جادوگر اور کاہن تو اس وقت عبرانیوں کے پیغمبر پر ایمان لے آئے تھے۔ کیا اس وقت تم نے اپنے خدا کے ماتھے پر پسینے کے قطرے نہیں دیکھے تھے۔ کیا تم نے محسوس نہیں کیا تھا کہ فرعون مصر کا پورا جسم خوف و دہشت سے کانپ رہا ہے۔ کیا تم نے کاہنوں' جادوگروں اور پجاریوں کی یہ سرگوشیاں نہیں سنی تھیں کہ وہ عبرانیوں کے پیغمبر کا مقابلہ نہیں کر سکتے......؟ میں پوچھتا ہوں...... کہ فرعون مصر اگر واقعی خدا ہیں تو وہ عاجز اور پریشان کیوں ہو گئے تھے......؟ انہوں نے عبرانیوں کے پیغمبر کو اپنے غضب کی آگ میں جلا کر بھسم کیوں نہیں کر دیا......؟ انہوں نے عبرانیوں کے پیغمبر سے یہ عاجزانہ درخواست کیوں کی کہ وہ کچھ سوچنے کی مہلت دیں......؟"

شہزادی فرطانہ نے اپنا سر پکڑ لیا۔ "اپنی طرح تم مجھے بھی پاگل بنا دو گے...... لیکن یہ بات خوب اچھی طرح سے سمجھ لو کہ میں ایک لمحے کیلئے بھی یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ خدائے مصر کا کوئی کام مصلحت کے خلاف ہو سکتا ہے۔ میں تو آج بھی یہ ہی سمجھتی ہوں کہ انہوں نے محبت تمام کرنے کی غرض سے عبرانیوں کے پیغمبر کو تھوڑی سی ڈھیل اور مہلت دی ہے۔ اگر وہ واقعی خوفزدہ ہوتے تو عبرانیوں کو آزاد کر کے دریائے نیل کے پار جانے کی اجازت دے چکے ہوتے۔"

ولی عہد ہنسا...... "اس بات کو یوں بھی تو کہا جا سکتا ہے کہ فرعون مصر محض اپنا بھرم اور وقار باقی رکھنے کیلئے عبرانیوں کو مقید کئے ہوئے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس دن انہوں نے عبرانیوں کو آزاد کیا اسی روز ان کی خدائی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ حالانکہ یہ محض ان کی خام خیالی ہے۔ مصر میں میری بہن جیسے بھولے بھالے لوگوں کی اکثریت ہے۔ ان کے اس کام کو بھی خدائی کارنامہ ہی سمجھا جائے گا......"

"معلوم ہوتا ہے عبرانیوں نے تمہارے اوپر بھی جادو کر دیا ہے۔ میں خدائے مصر کو مشورہ دوں گی کہ وہ آئندہ تمہیں عبرانیوں سے دور رکھیں......"

"خدا کو کسی مشورے کی ضرورت نہیں ہوتی فرطانہ......"

شہزادی فرطانہ نے ولی عہد کو گھور کر دیکھا...... "تب بخیر سبوعہ......"

"شب بخیر فرطانہ......"

جونہی شہزادی کمرے سے باہر گئی ولی عہد نے مجھ سے پوچھا......

"اناطوق! میں نے کسی غلط بیانی سے تو کام نہیں لیا؟"

میں نے دھیمی آواز میں کہا۔ "آپ نے میرے دل کو مانجھ کر رکھ دیا ہے۔ آپ کے دلائل سن کر نجانے کیوں میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ عبرانیوں کے پیغمبر سچے ہیں اور ان کا دین برحق ہے۔ نجات اسی کی ہوگی جو ان کے دین پر ایمان لائے گا۔ آیئے جتنی جلدی ہو سکے ہم یہاں سے

نکل بھاگیں اور عبرانیوں کے پیغمبر کے سایہ عاطفیت میں چلے جائیں......"

"جلد بازی کی ضرورت نہیں۔ مجھے پورے طور پر عبرانیوں کے دین کو سمجھ لینے دو۔ ابھی میرے ذہن میں کئی شکوک وشبہات ہیں۔" اس نے کہا۔ "اور اب تم مجھے کوئی رومانی کہانی سناؤ۔ ایسی کہانی جو میرے سینے کی دہکتی ہوئی آگ کو سرد کر سکے......"

میں نے فوراً ہی ایک کہانی گڑھ لی جس کا ہیرو شہزادہ سبوعہ جیسا تھا اور ہیروئن عبرانیوں کی اس لڑکی کی طرح جو ہمیں زیر تعمیر احرام کے پاس ملی تھی۔ کہانی کا انجام طربیہ تھا۔ میں نے ساری رکاوٹیں دور کر کے ہیرو، ہیروئن کی شادی کرا دی تھی۔ میرا خیال تھا کہ میری اس کہانی سے ولی عہد کو کچھ تسکین ملے گی۔ لیکن کہانی ختم ہونے پر پتہ چلا کہ سرد ہونے کے بجائے آگ کچھ اور بھی زیادہ بھڑک چکی ہے۔

ولی عہد جھلسا دینے والے گہری گہری آہیں بھرنے لگا' کچھ بڑبڑا بھی رہا تھا۔ میں نے کان لگا کر غور سے سنا......تو وہ کہتا ہوا سنائی دیا......

"عبرانیوں کے چاند تمہارا نام کیا ہے......؟"

میرا خیال تھا کہ فرعون مصر ولی عہد کو اپنے دربار میں بلا کر براہ راست اس سے معلوم کرے گا کہ اس نے عبرانی کی خاطر مصر کے پولیس افسر کو قتل کیوں کیا' لیکن میرا خیال بالکل غلط ثابت ہوا۔ ولی عہد سے نہ کوئی وضاحت طلب کی گئی تھی اور نہ اس پر کسی قسم کی پابندیاں لگائی گئیں۔ وہ روزانہ شام کو مجھے اپنے ساتھ شاہی رتھ میں سوار کر کے گھومنے کیلئے نکل جاتا...... رات گئے......تک ہم بستی کے مضافات میں گھومتے رہتے۔

تقریباً پندرہ دن کی بے مقصد سیر وتفریح کے بعد ایک روز اس نے مجھ سے پوچھا......"جب ہم لوگ شام کو گھومنے کیلئے نکلتے ہیں تو کوئی ہمارا پیچھا تو نہیں کرتا......؟"

میں نے کہا۔ "شاید شروع کے تین چار دنوں میں مجھے یہ محسوس ہوا تھا کہ آپ کے محافظ ساتھ چل رہے ہیں۔"

"تین چار دن نہیں۔ پورے نو دن تک۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "اور وہ میرے محافظ نہیں تھے' شہزادی فرطانیہ کے مخبر تھے......جنہیں یہ پتہ لگانے پر مقرر کیا گیا تھا کہ ہم لوگ کہاں جاتے ہیں۔ لیکن اب شہزادی سمجھ چکی ہے کہ زیادہ تفتیش کرنا فضول ہے' اس لئے اس نے ایک کے علاوہ اپنے سارے مخبروں کو ہٹا دیا ہے۔ اگر کسی طرح ہم لوگ اس ایک مخبر پر قابو پا لیں تو ہمارے راستے کی ساری رکاوٹیں دور ہو سکتی ہیں......"

"آپ حکم دیں تو تلوار کے ایک ہی وار میں اس کو ختم کر دیا جائے......"

"نہیں تمہارے ہاتھ میں قلم زیادہ زیب دیتا ہے۔ میں تلوار اٹھانے کی کبھی رائے نہیں دوں گا۔" اس نے سوچتے ہوئے کہا۔ "تم کہانی کار ہو۔ دل میں اتر جانے والے الفاظ تمہارے سامنے

ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے ہیں۔ تھوڑی سی چرب زبانی سے کام لو تو اس مخبر کو بآسانی خرید سکتے ہو۔"

اگلے روز جب ہم گھومنے کیلئے نکلے تو ولی عہد نے ایک تنگ راستہ کے موڑ پر اپنا رتھ اس طرح روک دیا کہ پورا راستہ بند ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ادھر سے ایک گھڑسوار نکلا۔ ولی عہد نے مجھے اشارہ کیا۔ راستہ بند دیکھ کر جونہی اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی میں نے رتھ سے کود کر اس کے گھوڑے کی لگامیں تھام لیں اور اسے ایک طرف کو لے گیا۔ ایک گھنٹے کی مسلسل سخت محنت کے بعد میں نے اسے رشوت دے کر بالآخر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ آئندہ ہم لوگوں کی تفریح میں مخل نہیں ہوگا۔ اس سے یہ وعدہ بھی لیا گیا کہ ولی عہد کے برسراقتدار آتے ہی اسے حکومت کی جانب سے ایک بڑا عہدہ بھی پیش کیا جائے گا۔

شہزادے کی محتاط طبیعت نے اس کے بعد بھی تین روز تک اپنے دل کی بات زبان تک نہیں آنے دی۔ جب اسے پورا پورا اطمینان ہو گیا تو چوتھے روز اس نے رتھ کا رخ عبرانیوں کی بستی کی طرف موڑ دیا۔ مجھے پہلے ہی دن سے اس بات کی توقع تھی۔

ہمارا رتھ عبرانیوں کے علاقہ میں پہنچا تو مجھے یہ دیکھ کر انتہائی حیرت ہوئی کہ ان لوگوں کی ایک بڑی تعداد پہلے ہی ہمارے استقبال کیلئے موجود تھی۔ یہ تو مجھے بہت بعد میں معلوم ہوا کہ ولی عہد نے یہاں آنے کی تاریخ اسی روز مقرر کر لی تھی جب وہ پہلی بار میرے ساتھ گھومنے نکلا تھا۔ اس کی سیاست اور احتیاط کو دیکھ کر یہ تسلیم کرنا پڑتا تھا کہ وہ حقیقت میں وارث تخت و تاج ہے۔

ہم دونوں کو کشاں کشاں...... اس لڑکی کے چچا کے ہاں لے جایا گیا جسے ولی عہد عبرانیوں کا چاند کہا کرتا تھا۔ وہاں ولی عہد نے کھانا کھایا۔ ان لوگوں کے مسائل معلوم کئے اور وعدہ کیا کہ فرعون کو اس بات پر راضی کرنے کی کوشش کرے گا کہ عبرانیوں کو آزاد کر کے نیل پار جانے کی اجازت دے دی جائے۔ پھر اس نے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ وہ عبرانیوں کے پیغمبر سے ملنا چاہتا ہے۔ اسے بتایا گیا کہ ان کے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے حکم پر کسی پہاڑی پر گئے ہوئے ہیں اور ان کی واپسی کافی دنوں بعد ہوگی۔

ولی عہد باتیں تو ان لوگوں سے کر رہا تھا لیکن اس کی بے چین نظریں کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔ اچانک وہ دروازے پر نمودار ہوئی' اس کے چچا نے پوچھا...... "کیوں نزائلہ کیا کھانا ابھی تک تیار نہیں ہوا......؟"

"تیار ہے...... چچا...... معزز...... مہمان اندر چلئے اور کھانا نوش فرمایئے......"

اس نے ولی عہد سے مخاطب ہو کر کہا اور یہ کہتے ہوئے ان دونوں کی نظریں چار ہوئیں' شاید ایک لمحہ یا اس سے بھی کچھ کم لمحہ تک دونوں کی نگاہیں ٹکرائی ہوں گی۔ لیکن اس مختصر ترین لمحہ میں نجانے دونوں نے کتنی کہانیاں کہہ ڈالیں...... کتنے شکوے کر ڈالے...... کتنے محبت بھرے نغمے ایک دوسرے کو سنا ڈالے......

دسترخوان پر صرف دو قسم کے سالن تھے۔ بھنا ہوا اونٹ کا گوشت اور چنے کی ابلی ہوئی دال اور مکئی کی موٹی موٹی روٹیاں تھیں، مگر جب ہم دونوں نے کھانا شروع کیا تو ایسا معلوم ہوا جیسے ہم صدیوں کے بھوکے ہوں۔ معمولی قسم کے سالن اور ادنیٰ درجے کی روٹیاں ہمیں جنت کے میووں کی طرح خوش ذائقہ معلوم ہو رہی تھیں......

کھانے کے دوران ہی...... ولی عہد نے لڑکی کے چچا سے پوچھا۔ ''نزائلہ اپنے مرحوم باپ کو تو یاد نہیں کرتی......''

چچا بہت ہی جہاندیدہ اور چالاک شخص تھا۔ وہ بھانپ گیا کہ ولی عہد اس کی بھتیجی میں دلچسپی لے رہا ہے، مسکرا کر بولا۔

''آپ کے انصاف نے اس کا آدھا غم ختم کر دیا ہے۔ میں بھی اس بات کی کوشش کرتا ہوں کہ اسے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ لیکن غریب آدمی ہوں۔ صحیح طور پر اس کی خدمت نہیں کر سکتا۔'' پھر گفتگو کا موضوع بدل کر بولا۔ ''میری نزائلہ اپنے حسن و سیرت کے باعث اس قابل ہے کہ اس کا کسی شہزادے سے بیاہ کیا جائے اور وہ کسی محل کو جا کر آباد کرے۔ مگر...... دکھ کی بات یہ ہے کہ ہم عبرانی، دین موسیٰ کو ماننے والے اپنی لڑکیوں کی شادی کسی مشرک سے نہیں کر سکتے......''

شہزادے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے بیٹھا ہوا کھانا کھاتا رہا اور غالباً کچھ سوچتا بھی رہا۔ کھانا ختم کرتے ہی اس نے نزائلہ کے چچا سے کہا۔ ''تمہارے پیغمبر موجود نہیں، لیکن کم سے کم کوئی اور دوسری بزرگ ہستی تو ضرور موجود ہو گی، مجھے ان کے پاس لے چلو......''

سفید داڑھی اور نورانی چہرے والے بزرگ کے پاس ہم لوگ پہنچے، شہزادے نے ان کے ہاتھوں کو چوم کر کہا۔ ''میں بہت غور سے آپ کے دین کا مطالعہ کرتا رہا ہوں اور اب اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ کا دین ایک سچا دین ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی اس دین کے ماننے والوں میں شامل کر لیا جائے......''

بزرگ بولے۔ ''بیٹا تمہارے دل پر مجھے ایک بہت ہی خوبصورت سی لڑکی کی تصویر نظر آ رہی ہے۔ میں اس لڑکی کو خوب اچھی طرح سے پہچانتا ہوں۔ یہ ایک عبرانی لڑکی ہے جس کا نام لینا میں مناسب نہیں سمجھتا۔ تم اس کی خاطر میرا دین اپنانا چاہتے ہو......''

شہزادے نے ادب سے سر جھکا کر اقرار کر لیا۔ ''بزرگ کا ارشاد بالکل درست ہے۔'' دوسرے ہی لمحے بزرگ کا محبت بھرا لہجہ غصہ میں بدل گیا......

''سچے دین کو اختیار کرنا ہے...... تو سچے بن کر آؤ...... لالچ اور ہوس کے ساتھ مت آؤ۔ قحبہ خانہ اور کسی کسبی کا گھر سمجھنے والوں کیلئے ہمارے دروازے بالکل بند ہیں...... واپس چلے جاؤ...... شہزادے اس سے پہلے کہ اللہ کے دین کو مذاق سمجھنے کے جرم میں تمہیں کوئی عذاب اپنی لپیٹ میں لے لے......''

''اے مقدس ہستی...... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ......''

''نہیں...... مجھے یقین دلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمہارے اندر اخلاص کی کمی ہے۔ اگر تم حقیقت میں ہمارے مذہب کو سچا سمجھتے ہو اور واقعی نجات اخروی نجات کے طلبگار ہو تو پہلے اپنے سینے کو ہر قسم کی آلائش سے پاک کرو......''

''اس میں کوئی شک نہیں' بزرگ محترم میرے دل و دماغ میں ایک خوبصورت عبرانی لڑکی بسی ہوئی ہے۔ اگر وہ لڑکی میری شریک زندگی بن جائے تو میں آخری سانس تک اپنی اس خوش نصیبی پر فخر کروں گا۔ لیکن جہاں تک دین موسوی کو قبول کرنے کی بات ہے تو میں یقین کامل کے ساتھ کہتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ برحق دین ہے۔ اگر مجھے کچھ بھی تردد ہوتا تو میں شاہی تخت و تاج اور موروثی خدائی کو ٹھوکر مار کر آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوتا۔''

''تمہاری دلیل بے وزن ہے۔ شہزادے...... تاریخ ایسے واقعات سے بھری ہوئی کہ بڑی بڑی غزالی آنکھوں اور کالی کالی گھنیری زلفوں اور نرم و نازک مرمریں جسموں کی خاطر بہت سے شاہوں نے تاج و تخت کو لات ماردی ہے۔ لیکن ہمارے دین کو اختیار کرنے کیلئے سب سے پہلے تمہیں اس لڑکی کا خیال اپنے سینے سے نکالنا پڑے گا' جس کا تصور تمہارے دل میں جھلملا رہی ہے۔ بتاؤ کیا تم یہ قربانی دینے کیلئے تیار ہو؟''

شہزادے کی زندگی کا یہ نازک ترین لمحہ تھا۔ اس کا پورا چہرہ اس طرح پیلا پڑ گیا۔ مانو کسی نے اس کا خون نچوڑ لیا ہو۔ تھوڑی دیر تک وہ خلا کو اس مریض کی طرح گھورتا رہا جس کو معالجوں نے بتا دیا ہو کہ اب وہ چند پل کا مہمان ہے' پھر اس کے منہ سے درد بھری آواز یوں نکلی گویا وہ کہیں دور سے بول رہا ہو......

''ہاں...... بزرگ ہستی...... دین حق کی خاطر میں یہ قربانی دینے کیلئے بالکل تیار ہوں......''

''تمہیں یقین ہے کہ کسی لالچ' طمع یا ہوس کی خاطر تم دین موسوی اختیار نہیں کر رہے ہو۔''

''جی ہاں...... مجھے پورا یقین ہے......''

''اور تم یہ وعدہ کرتے ہو کہ ہمارے دین میں آنے کے بعد ہم میں سے کسی عبرانی کو خوشامد یا دھمکی یا لالچ دے کر اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش نہیں کرو گے کہ وہ اپنی لڑکی یا اپنی بھانجی' بھتیجی کی شادی تمہارے ساتھ کر دے۔''

''جی ہاں...... میں یہ بھی وعدہ کرتا ہوں۔''

بزرگ کا نورانی چہرہ گلاب کی طرح کھل اٹھا۔ انہوں نے زیر لب اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے شہزادے کو کلمہ پڑھوایا۔ طہارت اور عبادت کے چند ضروری مسائل بتائے اور جب وہ ان کاموں سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے نزائلہ کے چچا کو جو بڑی حیرت سے منہ پھاڑے ہوئے ان کی باتیں سن رہا تھا' اپنے پاس بلایا۔

''تم گواہ ہو کہ شہزادے نے کسی لالچ کے بغیر دین موسوی اختیار کیا ہے۔ کوئی مشرک اور کوئی والد یہ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا کہ عبرانی اپنی لڑکیوں کے سہارے نوجوانوں پر اپنا مذہب ٹھونستے ہیں۔ لیکن ابھی جبکہ نوجوان شہزادہ اخلاص کے ساتھ امت موسوی کا ایک فرد بن چکا ہے تو اس کی آرزوؤں' تمناؤں اور خواہشوں کا احترام کرنا ہمارا اخلاقی فرض ہے۔ اس کی شادی غیروں میں نہیں اپنے دینی بھائیوں میں ہوگی' اس لئے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ آج...... ابھی ایک گھنٹے کے اندر اندر اپنی بھتیجی نزائلہ کا نکاح شہزادے سے کردو۔''

''شہزادے کے منہ سے حیرت ومسرت کی ملی جلی ایک چیخ نکل گئی۔

نکاح سے پہلے نزائلہ کے چچا نے شہزادے کو بتایا کہ اس نے نزائلہ کی حفاظت اور پرورش کیلئے اچھی خاصی رقم خرچ کردی ہے اور اب شوہر کی حیثیت سے شہزادے کا فرض ہے کہ وہ نزائلہ پر خرچ کی جانے والی رقم واپس کردے۔ اس وقت شہزادہ کچھ اتنا خوش رہا تھا کہ اگر نزائلہ کے بدلے جان بھی مانگی جاتی تو وہ دینے سے انکار نہ کرتا' اس نے فوراً اپنے گلے کا طلائی ہار اتار کر نزائلہ کے چچا کو دے دیا۔

شکریہ ادا کرنے کے بجائے نزالہ کے چچا نے شہزادے کے ہاتھ میں پڑے ہوئے طلائی کنگنوں کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''نزائلہ کے نکاح کے بعد مجھے اپنے عزیزوں اور پڑوسیوں کو دعوت بھی دینا پڑے گی۔ میری حیثیت سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ ایک غریب ناچیز شخص ہوں۔ شادی کی دعوت کا بار نہ اٹھاسکوں گا' اس لئے اگر آپ مناسب سمجھیں تو......''

شہزادے نے اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے اپنے دونوں کنگن اتار کر اس کے آگے ڈال دیے۔

لیکن ابھی چچا کو شہزادے کی انگلی میں پڑی ہوئی وہ انگوٹھی جس میں ایک بڑا سا قیمتی ہیرا جڑا ہوا تھا اپنی طرف ملتفت کئے ہوئے تھی۔ ''میرا خیال ہے کہ نکاح کے بعد آپ نزائلہ کو فی الحال اپنے محل میں لے جانا پسند نہیں کریں گے۔''

''میرا خیال کچھ اور ہے۔'' شہزادے نے کہا۔ ''میں اب خود بھی محل میں جانا پسند نہیں کروں گا بلکہ میں یہیں تم لوگوں کی بستی میں اپنی زندگی گزارنا پسند کروں گا۔'

''ارے ایسا غضب تو بھول کر بھی نہ کریں۔ اس طرح آپ ساری شاہی مراعات کھو بیٹھیں گے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی وجہ سے ہم لوگوں پر بھی کوئی بڑی مصیبت آن پڑے۔ اس لئے میری ناچیز رائے یہ ہے کہ آپ کسی کو تبدیلی مذہب کے بارے میں نہ بتائیں۔ نہ کسی سے اپنی شادی کا تذکرہ کریں اور جب تک آپ کو اقتدار نہ مل جائے اس وقت تک نزائلہ کو یہیں رہنے دیں۔ گو میں غریب شخص ہوں۔ خود فاقے کرلوں گا' مگر آپ کی زوجہ کو کوئی تکلیف نہ ہونے دوں گا۔ ہاں اگر آپ یہ انگوٹھی عنایت فرمادیں تو شاید ایک دو مہینے آرام سے گزر جائیں گے۔''

شہزادے نے اپنی ہیرے کی انگوٹھی بھی اتار کر اس کے ہاتھ پر رکھ دی' نکاح کے بعد شہزادے نے پوری رات وہیں گزاری۔ مجھے رتھ کی رکھوالی کیلئے میدان میں سونا پڑا۔ صبح ہونے میں کچھ دیر باقی تھی کہ شہزادے نے آ کر جگایا۔ مسرت کے باعث اس کے جسم کا ایک ایک رواں رقص کر رہا تھا۔ اس روز میں نے شہزادے کو جتنا ہشاش بشاش پایا اس سے پہلے کبھی نہیں پایا تھا اور نہ کبھی اس کے بعد وہ اتنا خوش نظر آیا۔

تاروں کی چھاؤں میں ہم لوگ دارالخلافہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ شہزادہ ہمیشہ رتھ خود چلایا کرتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ کسی ایسی گاڑی یا ایسے جانور پر نہیں بیٹھ سکتا' جس کی باگ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ میں ہو۔ لیکن اس روز اس نے رتھ کی باگیں میرے ہاتھوں میں دے دیں اور خود آنکھیں بند کر کے نیم دراز ہو گیا۔ اثنائے راہ میں میں نے گھوم کر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ شہزادے پر ڈالی۔ اس کے پورے جسم پر نجانے کہاں سے نور سمٹ آیا تھا۔ ہونٹوں پر عجیب سی ملکوتی مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ کچھ ایسے محسوس ہو رہا تھا۔ گویا وہ اس کی مخلوق ہی نہیں' آسمانوں سے اتری ہوئی ایک ایسی مخلوق ہے جس کو نور کے سانچے میں ڈالا گیا ہے۔

میں یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ شہزادے کا فرشتوں جیسا یہ حسن نزائلہ کے قرب کا مرہون منت ہے۔ یا دین موسوی قبول کرنے کا نتیجہ ہے۔

دوپہر کو شہزادی فرطانہ نے باریابی کی اجازت چاہی۔ جب وہ شہزادے کے قریب پہنچی تو اس نے مسکراتے ہوئے اسے شادی کی مبارکباد دی۔

''تم سے کس نے کہا کہ میں نے شادی کر لی ہے؟'' شہزادے نے حیرت سے پوچھا۔ ''انا طوق کہیں تم نے تو شہزادی کے کان نہیں بھرے؟''

میرے جواب دینے سے قبل شہزادی بول اٹھی۔ ''اپنے معتمد کہانی کار پر شبہ نہ کرو' تم نے مخبر کو رشوت اور عہدے کا لالچ دے کر یہ سمجھ لیا تھا کہ میرے ہاتھ پاؤں کاٹنے میں کامیاب ہو گئے ہو۔ اگر میرا مخبر تمہاری بات مان لیتا تب بھی مجھے تمہاری ایک ایک حرکت کا پتہ چل جاتا۔ کئی عبرانی کتے ایسے ہیں جو میرے جاسوس بنے ہوئے ہیں اور پل پل کی خبر مجھے پہنچاتے ہیں۔'' پھر وہ ایک اور خوفناک قہقہہ لگا کر بولی۔ ''مصر کی ہونے والی ملکہ کبھی دونوں آنکھیں بند کر کے نہیں سوئی۔ سوتے میں بھی اگر اس کی ایک آنکھ بند ہوتی ہے تو دوسری آنکھ کھلی رہتی ہے۔''

شہزادے نے دریافت کیا۔

''کون......کون سی باتیں تمہیں معلوم ہوئی ہیں......؟''

''دوسری باتیں ممکن ہے کسی کیلئے اہم ہوں' مگر میرے نزدیک ان کی کوئی اہمیت اور کوئی وقعت نہیں۔ لڑکیوں کے دل جیتنے اور حرم بنانے کیلئے مصری نوجوان بے تکی حرکتیں کرنے میں ماہر ہوتے ہیں۔ بہرحال مجھے خوشی ہے کہ تبدیلی مذہب کا ڈھونگ رچا کر تم نزائلہ کے ساتھ شادی کرنے

میں کامیاب ہو گئے۔ البتہ یہ بات میری سمجھ میں ابھی تک نہیں آئی کہ تم اسے محل میں کیوں نہیں لائے۔ کس کے خوف نے تمہیں ایسا کرنے سے باز رکھا۔''

''اگر میں کہوں کہ سب سے بڑا خوف تمہارا تھا تو کیا تم یقین کر لوگی......؟''

''ہش ......'' وہ ہنسی...... ''ہر فرعون کے حرم میں سو ڈیڑھ سو بیویاں رہی ہیں۔ میں ان تمام عورتوں کی طرح نہیں جو اپنی سوکنوں سے جلا کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم کتنی [illegible] کے اعتبار سے تمہاری ساری بیویوں پر مجھے فوقیت حاصل ہو گی اور [illegible] صرف مجھے ہی ملکہ مصر سمجھا جائے گا اور صرف میری اور تمہاری اولاد ہی وارث تخت ہو سکے گی۔''

''دین موسوی میں سگے بہن بھائی شادی نہیں کر سکتے۔'' شہزادے نے پرسکون لہجے میں کہا۔ ''اور تمہیں پہلے ہی اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ میں نے پورے ہوش و حواس اور رضا و رغبت سے اس دین کو قبول کیا ہے۔

دوسرے الفاظ میں اسی بات کو یوں کہو کہ یہ دین شرافت و نجات کا دشمن ہے۔ بھائی بہن کی شادی نہیں ہو سکے گی تو اولاد کی رگوں میں خالص خون کس طرح دوڑے گا۔ پھر تو کوئی بھی یہ دعویٰ کرنے کی جرأت نہیں کر سکے گا کہ وہ شریف ماں باپ کی اولاد ہے۔''

اس نے مذاق بناتے ہوئے کہا۔ ''میں جانتی ہوں کہ تم اس اصول پر کاربند نہ رہ سکو گے۔ بہت جلد تمہیں احساس ہو جائے گا کہ بہن بھائی کی مشترکہ اولاد......''

''بس شہزادی...... بس......'' شہزادے نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''دین موسوی کے کسی اصول کو توڑنے سے پہلے میں مر جانا پسند کروں گا۔''

شہزادی غصے سے پیر پٹختی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولی...... ''اے کہانی کار اپنے آقا کو بتا دو کہ اب وہ میرے انتقام کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو جائے۔ اس سے یہ بھی کہہ دو کہ جب کوئی عورت انتقام لینے پر اتر آئی ہے تو اس سے دیوتا بھی پناہ مانگ اٹھتے ہیں۔ اب تک اس نے میری محبت دیکھی ہے۔ ہمت و جرأت ہے تو میری نفرت کا سامنا کر کے دکھائے۔''

وہ چلی گئی تو میں نے شہزادے سے کہا۔

''یہ آپ نے کیا کر دیا حضور؟''

''تم بھی مجھے مورد الزام ٹھہرا رہے ہو۔'' اس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''کیا تم بھی یہی سمجھتے ہو کہ سگے بھائی بہنوں کا میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزارنا بالکل جائز ہے......''

''ہاں......'' میں یہ ہی سمجھتا تھا۔ میں ابھی تک شہزادے کے پچھلے مشورہ پر کاربند تھا کہ دین موسوی کو اپنانے میں جلد بازی نہ کرو۔ حالانکہ وہ خود اپنے مشورے کو فراموش کر چکا تھا' لیکن میں

نے اچھا نہیں سمجھا تھا کہ اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو یکلخت چھوڑ دوں۔ میں پوری طرح یہ اطمینان کر لینا چاہتا تھا کہ موسیٰ کا دین سچا ہے...... یا نہیں؟ میں ابھی تک فرعون مصر کو اپنا خدا اور اسے دیوی دیوتاؤں کو اپنے دیوی دیوتا سمجھتا تھا اور اسی لئے میرے نزدیک بہن بھائی کی شادی معیوب نہیں بلکہ برکت و رحمت تھی۔

مگر میں نے یہ بات شہزادے کو نہیں بتائی۔ خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔

شہزادے نے شہزادی فرطانہ کی دھمکیوں کو قطعی طور پر نظر انداز کر دیا۔ لیکن میرا دل اندر ہی اندر لرز رہا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا کوئی بہت ہی زبردست طوفان آنے والا ہے جس میں ہم خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گے......

لوگو! جب کسی کہانی کار کے دل میں اس قسم کا خوف ابھرنے لگتا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اب کچھ نہ کچھ ضرور ہو کر رہے گا۔ چنانچہ یہ ہی ہوا۔ میں شہزادے کی معیت میں عبرانیوں کی بستی کی طرف جانے کیلئے محل سے نکلا ہی تھا کہ فرعون مصر کے ایک خاص غلام نے آ کر پیغام دیا۔

''ولی عہد مصر کو خدائے مصر اپنے دربار میں طلب فرما رہے ہیں۔'' کسی کی مجال نہیں تھی کہ فرعون مصر کے حکم کے آگے اپنی زبان ہلا سکے' مگر شہزادے پر تو کچھ اور ہی بھوت سوار تھا' منہ بنا کر بولا۔

''میری طرف سے دست بستہ ان کے حضور میں عرض کردوں کہ اس وقت کی حاضری سے بالکل معذور ہوں۔''

''ایسا غضب نہ کیجئے حضور۔'' میں نے شہزادے کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ ''فرعون مصر کے عتاب اور غصے کو دعوت نہ دیجئے' عبرانیوں کی بستی میں ہم لوگ کچھ دیر سے بھی جا سکتے ہیں۔ لیکن عقل اور مصلحت کا تقاضا ہے کہ آپ تھوڑی دیر کیلئے دربار میں ضرور چلیں۔''

شہزادے کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات تھے' مگر شکر ہے اس نے میری بات مان لی اور ہم دونوں غلام کے ساتھ ہی دربار کی طرف روانہ ہو گئے۔

دربار میں سب ہی اہم ہستیاں موجود تھی۔ فرعون کے قدموں میں وزیر قابوس بیٹھا تھا۔ دائیں جانب شہزادی فرطانہ طلائی کرسی پر براجمان تھی۔ اس کے بعد مختلف وزراء' امراء' کاہنوں' جادوگروں اور پجاریوں کی کرسیاں تھیں' مجھے سب سے آخر میں دروازے کے پاس جگہ ملی۔

ولی عہد آداب بجا لا کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا تو فرعون یوں گویا ہوا۔

''عبرانی ہمارے لئے دردسر بنے ہوئے ہیں' ہم نے سوچا تھا کہ قید و بند کی مصیبتیں جھیل کر وہ اپنے گناہوں سے تائب ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس وہ روز بروز سرکش ہوتے جا رہے ہیں۔ ان کی باتوں میں کچھ ایسا سحر اور جادو ہے کہ اب تک سینکڑوں مصری اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر ان کے مذہب کو اپنا چکے ہیں۔ کسی پر بے جا ظلم کرنا ہماری عادت نہیں۔ ہم نے تمہیں اپنے دربار میں اسی لئے طلب کیا ہے کہ اگر تمہاری نظر میں کوئی ایسا حل ہو جو ہم لوگوں کو ان کے فتنے سے بچا سکے تو اسے

ہمارے گوش گزار کرو۔"

"میری نظر میں اس مسئلے کا ایک ہی حل ہے عالی جاہ! جسے میں وقتاً فوقتاً آپ کی خدمت میں پیش کرتا رہا ہوں اور آج بھی میرا خیال یہ ہی ہے کہ عبرانیوں کو آزاد کردیا جائے اور انہیں کھلی اجازت دے دی جائے کہ دریائے نیل پار کر کے وہ جہاں جانا چاہیں جاسکتے ہیں۔"

شہزادی فرطانہ جلدی سے بولی۔

"کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ عظیم طاقت والے خدائے مصر نے معمولی اور بے حیثیت عبرانیوں سے شکست تسلیم کرلی......؟"

"شہزادی صاحبہ!" وزیر قابوس نے ایک بھاری آواز میں کہا۔ "بے شک اس کا یہ ہی مطلب ہوگا۔ میں آپ کی تائید کرتا ہوں۔"

"شہزادی فرطانہ کیا تمہارے ذہن میں اس مشکل کا کوئی حل ہے......؟" فرعون نے پوچھا۔

"سارے نوجوان عبرانی مرد اور عورت تہہ تیغ کردیئے جائیں' شہزادی کے لہجے میں جلادوں جیسی سفاکی تھی۔" ان کے بوڑھوں' بچوں کو غلاموں اور کنیزوں کے طور پر مصر کے اعلیٰ عہدیداروں کے سپرد کردیا جائے۔

"بہت مناسب اور بہت عاقلانہ فیصلہ ہے۔" وزیر قابوس نے اپنا سر ہلایا۔ "اس میں اتنا اضافہ اور کرلیجئے کہ ان کا سارا مال و متاع خزانہ شاہی میں مال غنیمت کے طور پر داخل کرلیا جائے۔"

"یہ ظلم ہے۔ سراسر ظلم ہے۔" شہزادے نے کہا۔ "فرعون کے عدل اور انصاف کو دیکھتے ہوئے ان سے یہ توقع کرنا فضول ہے کہ وہ بغیر کسی قصور اور جرم کے عبرانیوں کو ایسی سزا دیں جو آج تک آسمان کے نیچے کسی قوم اور قبیلے کو نہیں دی گئی۔

"ہمیں ولی عہد کے خیال سے پورا پورا اتفاق ہے۔" فرعون نے اپنے جھوٹے عدل کی تعریف سن کر کہا۔ "بس ہم اس مسئلے کو یونہی چھوڑنا نہیں چاہتے۔ آج ہم اس عزم کے ساتھ یہاں رونق افروز ہوئے ہیں کہ کوئی نہ کوئی مناسب حل ضرور ڈھونڈ نکالیں گے۔"

ایک کاہن اٹھ کھڑا ہوا اور آداب بجا لا کر بولا۔ "چھوٹا منہ اور بڑی بات ضرور ہے۔ اگر خدائے مصر کی اجازت ہو تو میں بھی کچھ کہنے کی جسارت کروں۔"

"اجازت ہے۔"

"خدائے مصر کے سامنے اس وقت دو حل پیش کئے گئے ہیں' ایک حل میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ عبرانیوں کو آزاد کر کے مصر سے باہر نکلنے کی اجازت دی جائے اور دوسرے حل میں ارشاد کیا گیا ہے کہ عبرانیوں کا خدا' جیت جائے تو انہیں آزاد کردیا جائے اور اگر دیوتا سیاسیہ فتح حاصل کرے تو شہزادی صاحبہ کے بتائے ہوئے حل پر عمل کیا جائے۔ دونوں صورتوں میں خدائے مصر بے جا رحمدلی' بے جا سنگدلی کے الزام سے بری الذمہ ہوجائیں گے۔"

فرعون نے کاہن کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا' جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچ کر زمین بوس ہوا فرعون نے قیمتی ہیروں سے جڑا ہوا اپنا ہار اس کی طرف انعام کے طور پر اچھال دیا۔

''ہمیں تمہارا فیصلہ منظور ہے۔'' فرعون کی آواز گونجی۔

''یہ...... یہ کس طرح ممکن ہے۔'' شہزادے نے بوکھلا کر کہا۔

''قبل از وقت کچھ نہ کہو۔'' فرعون نے گرجدار آواز میں اسے ڈانٹا۔ ہم اپنی طرف سے تمہیں اس کام کیلئے منتخب کرتے ہیں کہ عبرانیوں سے جا کر کہہ دو کہ وہ پرسوں یعنی بدھ کو اپنے خدا کو لے کر دیوتا سیاسیہ کے مندر میں آجائیں۔ اگر انہوں نے کسی مکر یا بہانے بازی سے کام لیا اور مقابلے کیلئے اپنے خدا کو لے کر نہیں آئے تو یہ سمجھ لیا جائے گا کہ ان کا خدا ہار گیا ہے اور ایسی صورت میں ہم عبرانیوں کے خلاف ہر اقدام کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔''

''مگر......مگر......''

دربار برخواست......!'' فرعون اٹھ کھڑا ہوا'' اور اس کے کھڑے ہوتے ہی سارے درباری اپنی نگاہیں جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ ننگی تلواروں والے حبشی غلاموں کے جلو میں چھوٹے چھوٹے پروقار قدم اٹھاتا ہوا فرعون خوابگاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

شہزادہ سبوعہ ابھی تک...... ''مگر......مگر'' کی گردان کئے جا رہا تھا۔

''کیا انہوں نے ہمارے پروردگار کو اپنے دیوتا جیسا سمجھ رکھا ہے......؟ کیا تم نے یہ نہیں بتایا کہ اس قسم کا مقابلہ عمل میں نہیں آسکتا......؟ کیا ان لوگوں کی عقلیں بالکل ہی مسخ ہو گئی ہیں......؟'' نزائلہ کے چچا نے کہا۔

''مجھے فرعون کے پاس لے چلو' میں اسے بتاؤں گا کہ جب تک ہمارے پیغمبر واپس نہ آجائیں ہم لوگ کسی قسم کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر اس میں ہمت ہے تو ہمارے پیغمبر کی واپسی کے بعد جب چاہے اور جس قسم کا چاہے مقابلہ منعقد کرا سکتا ہے۔''

اس وقت ہم لوگ نزائلہ کے گھر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ شہزادے نے نزائلہ کے چچا تک پیغام پہنچا دیا تھا اور نزائلہ کا چچا یہ حکم سننے کے بعد جذبات سے مغلوب ہو کر نجانے کیا کیا کہہ رہا تھا۔ ایک رات کی سہاگن نزائلہ خاموش بیٹھی ہوئی شہزادے کے چہرے کو کن انکھیوں سے دیکھ رہی تھی۔ شہزادے کے چہرے پر خوف و ہراس عیاں تھا۔ تو میری حیثیت ایک تماشائی سے کم نہیں تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہم جیسوں کی زندگی کہانیوں کی طرح رنگین بھی ہوتی ہے اور سنگین بھی۔

نزائلہ کا چچا خاموش ہوا تو شہزادہ بولا۔ ''فرعون مصر نے صرف ایک دن کا وقفہ سوچنے سمجھنے کیلئے دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ عبرانیوں نے مقابلے سے احتراز کیا تو سارے عبرانیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا جائے گا اور بوڑھوں' بچوں کو غلام بنا کر مصریوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔''

''اپنے ارمان نکالنے کیلئے اس نے جان بوجھ کر یہ ناٹک رچایا ہے۔ اس سے کہو کہ ایک دن

کے وقفے کی بھی ضرورت نہیں۔ وہ کل ہی اپنے لاؤلشکر کو لے کر آجائے اور ہم غریب نہتے عبرانیوں کو چن چن کر مار ڈالے۔'' چچا نے جواب دیا۔'' یہ میرا فیصلہ نہیں ساری عبرانی قوم کا فیصلہ ہے۔ ہم سے یہ توقع رکھنا بے عقلی جہالت اور بیوقوفی ہے کہ ہم اس مقابلے کیلئے تیار ہوجائیں گے' بالکل فضول ہے۔ جاؤ اسے بتادو کہ ہم سب مرنے کیلئے تیار ہیں' یہ مقابلہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

'' مقابلہ ہوگا اور ضرور ہوگا۔'' نزائلہ ایک عزم کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے چہرے پر ایک ایسا نورانی جلال تھا جس پر ساری دیویوں کو قربان کیا جاسکتا تھا۔

'' ہم نے باطل کی ہر دعوت مبارزت پر لبیک کہا ہے۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ کفران خود چل کر ہمارے پاس آئے' ہمیں مقابلے کیلئے للکارے اور ہم منہ چھپالیں۔ مقابلہ کرنے کے بجائے چوہوں جیسی موت مرنا گوارہ کرلیں' نہیں یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ہمیں دل و جان سے مقابلہ کرنے کی دعوت منظور ہے۔''

'' نادان لڑکی! یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم انسانوں یا بتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو لے کر سیاسیہ کے مندر میں پہنچ جائیں اور وہاں دونوں کے دست بدست لڑائی کرائیں۔''

'' نہیں۔ ہمیں انسانوں یا بتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو سیاسیہ کے مندر میں لے جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہمارا عقیدہ ہے وہ ہر جگہ ہے' سب کچھ دیکھ رہا ہے اور سن رہا ہے۔ جب وہ ہر جگہ ہے اور سب کچھ دیکھ اور سن رہا ہے تو سیاسیہ کا مندر بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ میں خود سیاسیہ کے مندر جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کروں گی اور ایک بار پھر وہ حق و باطل کے فرق کو واضح کردے۔

'' تمہیں امید ہے کہ وہ تمہاری بات سن لے گا......؟'' شہزادے نے پوچھا۔

'' امید نہیں مجھے یقین کامل ہے۔'' وہ اسی عزم کے ساتھ بولی۔'' وہ میری ہی نہیں ہر ایک کی سنتا ہے۔ ہر ایک کی مدد کرتا ہے۔ اگر وہ ایک لمحہ کے ہزارویں حصے کیلئے بھی اپنے بندوں کی نہ سنے تو ساری کائنات چور چور ہوکر ریت کے ذروں کی طرح بکھر جائے۔''

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی شہزادے کے پاس آئی۔'' مجھے اپنے رب کی عبادت کیلئے تنہا چھوڑ دو۔ اگر میں مقابلے میں کامیاب ہوگئی تو سرخرو ہوکر اسی شام کو تم سے ملوں گی اور اگر ناکام رہی تو جنت میں تمہارا انتظار کروں گی۔ میرے سرتاج اب تم جاؤ' فرعون اور اس کے حواریوں سے کہہ دو کہ مقابلے کا انتظار کریں۔''

'' لوگو! میں نے بیشمار کہانیاں لکھی ہیں۔ بیشمار عجیب و غریب کردار اور واقعات تشکیل دیئے ہیں۔ بیشمار عقل سے ماورا باتوں کو اپنے قلم کی قوت سے درست بنا کر پیش کیا ہے' مگر زندگی کی یہ ماوراء العقل باتیں مجھ جیسے ذہین و فطین کہانی کار کیلئے بھی انوکھی تھیں۔ میں حیرت سے اس ناٹک کو دیکھ رہا تھا' جس کا ہر نیا منظر چونکا دینے والا تھا اور جس کے بارے میں یہ پیش گوئی نہیں کی جاسکتی

ا۔ آگے چل کر کیا ہوگا......؟

مقابلے کے دن تک انتظار' تکلیف' امید وبیم کی جو جان لیوا گھڑیاں میں نے گزاری ہیں ان ۱۱ ار لر کے میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ دن سکھ کے ہوں یا دکھ کے' بہرصورت گزر ہی جاتے (ا۔ چنانچہ انتظار کا وقت ختم ہوا اور مقابلہ کا دن آ پہنچا۔

سیاسیہ کے مندر میں پورا شہر اُمڈ آیا تھا۔ ہر طرف سر ہی سر نظر آتے تھے۔ ناسازی طبع کے باعث فرعون مصر اس مقابلے کو دیکھنے کیلئے نہ آسکا تھا۔ باقی سارے درباری مع شہزادی فرطانہ کے مندر میں موجود تھے۔ سیاسیہ دیوتا کا بت جو لمبائی میں پچاس گز اور چوڑائی میں دس گز تھا' مندر کے وسط میں رکھا ہوا تھا۔ اس کی دائیں جانب ایک بڑے سے آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔ مشہور تھا کہ یہ آگ ہزاروں سال سے روشن ہے۔ بائیں جانب قربان گاہ تھی' جہاں نوجوان لڑکیوں اور معصوم بچے سیاسیہ دیوتا کی خوشنودی کیلئے بھینٹ کئے جاتے تھے۔

نزائلہ کے ساتھ روشنی اور نور میں ڈھلا ہوا انسانی مجسمہ آگے بڑھا۔ مندر کے بڑے پجاری کے سامنے جا کر اس نے اپنا اودئی لبادہ اتار کر ایک طرف ڈال دیا۔

اگرچہ اس واقعہ کو ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ لیکن میں آج بھی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنی ساری زندگی میں اتنی حسین' دلکش اور اتنی نورانی لڑکی کبھی نہیں دیکھی تھی جتنی اس وقت نزائلہ نظر آ رہی تھی۔

"وہ متعدد عام مصری تو اسے دیکھتے ہی سجدے میں گر گئے۔"

"عبرانیوں کا خدا......عبرانیوں کا خدا۔"

نزائلہ نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ "میں خدا نہیں' اس کی ایک ناچیز اور حقیر مخلوق ہوں۔"

پجاری نے کڑک دار آواز میں دریافت کیا۔ "لڑکی! کیا تم یہاں تن تنہا آئی ہو......؟"

"نہیں......" نزائلہ بولی۔ "میں یہاں اپنے شوہر اپنے چچا اور اپنے قریبی عزیزوں کے ساتھ آئی ہوں۔"

"میرا مطلب یہ نہیں۔" پجاری نے کہا۔ "میں تو صرف یہ دریافت کر رہا ہوں کہ تم اپنے خدا کو لے کر آئی ہو یا نہیں......؟"

"جو پہلے ہی ہر جگہ موجود ہو' اسے کہیں لانے اور لے جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہارا خدا یہاں موجود ہے۔"

"ہاں میں یہی کہنا چاہتی ہوں۔"

"اگر موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا......؟"

"آنکھوں پر گناہ' تعصب اور جہالت کے پردے پڑے ہوں تو وہ نظر نہیں آتا۔"

"کیا تمہارا دیوتا ہمارے سیاسیہ دیوتا سے مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہے......؟"

''تمہارا سیاسیہ دیوتا میرے خدا کے سامنے مکھی کے پر سے بھی حقیر اور ذلیل ہے۔''

''کفر کے کلمات مت بک لڑکی ورنہ سیاسیہ دیوتا کے عتاب کا نشانہ بن جائے گی۔''

نزائلہ نے دیوتا کے پر ہیبت مجسمے پر سر سے پاؤں تک ایک گہری نگاہ ڈالی اور کہا۔''جو دیوتا اپنے جسم پر بیٹھے ہوئے ایک مچھر کو نہ ہٹا سکے وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔''

''لڑکی...... ی...... ی......'' پجاری بہت زور سے گرجا۔ مجمع میں موجود تقریباً ہر شخص لرز گیا' لیکن نزائلہ ویسے ہی اطمینان کے ساتھ کھڑی رہی۔

''اگر تمہارا دیوتا ایسی ہی طاقت والا ہے تو مجھے اپنے غصہ کا نشانہ کیوں نہیں بناتا۔ اس سے کہو کہ یہ لڑکی گستاخ اور بے ادب اور منکر ہے۔ اس میں اگر کچھ حمیت اور غیرت' دم خم ہے تو وہ مجھے نیست ونابود کر دے۔''

پجاری بوکھلا کر بولا۔

''سیاسیہ دیوتا! قہر ہی کا دیوتا نہیں بلکہ کبھی کبھی رحم وکرم بھی فرماتا ہے۔ ہوسکتا ہے اسے تمہاری خوبصورتی اور جوانی پر رحم آ گیا ہو۔''

نزائلہ ہنس پڑی۔

اس کے سفید دانت یوں چمکے گویا بجلیاں کوند گئی ہوں۔ تمہارا دیوتا بھی خوب ہے جو طالب رحم نہیں اور بار بار اس کے غصے اور عتاب کو دعوت دے رہی ہے۔ اس کی خوبصورتی اور جوانی پر رحم فرما رہا ہے۔

''دیوتا کی باتیں دیوتا ہی جانے۔'' پجاری کی پریشانی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم اپنے دیوتا کی عاجزی اور بیچارگی کو تسلیم کرتے ہو۔''

شہزادی فرطانہ نے پجاری کو لاجواب ہوتے ہوئے دیکھا تو فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور بلند آواز میں بولی۔''ہمارے دیوتا عاجز نہیں قادر ہیں۔ انہوں نے صرف اس لئے تمہیں کوئی سزا نہیں دی کہ ابھی انہیں تمہارے خدا کا مقابلہ کرنا ہے۔ تم اپنی نسوانی عشوہ طرازیوں سے پجاری کو متاثر کرسکتی ہو لیکن ہمارے دیوتا کو نہیں۔ اس پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ فضول قسم کی باتیں بنانا چھوڑو...... اور اپنے خدا سے کہو کہ وہ سیاسیہ دیوتا سے مقابلہ کرے۔''

''میرا خدا یہاں موجود ہے اور یہ سب دیکھ رہا ہے' سن رہا ہے۔'' نزائلہ نے کہا۔''لیکن میں چاہتی ہوں کہ پہلے وہ فیصلہ سن لوں جو عبرانیوں کے بارے میں تمہارے خدائے مصر نے کہا ہے۔''

''ان کا فرمان ہے کہ اگر عبرانیوں کا خدا ہار گیا تو سارے نوجوان عبرانی مردوں اور عورتوں کو قتل کر دیا جائے گا اور ضعیفوں' بچوں کو غلام بنا لیا جائے گا۔ تمہیں منظور ہے یہ فیصلہ......؟''

''جو فیصلہ زبردستی سر پر تھوپا جائے اس میں کسی کے منظور یا نامنظور کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بہرحال مجھے اس فیصلہ کی دوسری شق سے بھی آگاہ کیا جائے۔''

''خدائے مصر کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر سیاسیہ دیوتا کو شکست ہوئی تو سارے عبرانیوں کو مصر چھوڑنے کی اجازت دے دی جائے گی۔''

''تمہیں منظور ہے یہ فیصلہ......؟'' نزائلہ نے ایسی آواز میں کہا کہ سب کے دل دہل گئے۔

''روئے زمین پر کسی میں اتنی جسارت نہیں کہ وہ خدائے مصر کے فیصلے کے خلاف زبان دراز کرے۔'' شہزادی فرطانہ نے جواب دیا۔

''اے مصریو! آگاہ رہنا۔'' نزائلہ نے کہا۔ پھر وہ سیاسیہ دیوتا کے بت کی طرف پشت کر کے کھڑی ہوگئی۔ اس نے دعا کیلئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ اس وقت اس کے چہرے پر نور کا ہالہ صاف نظر آ رہا تھا۔

''اے خدائے قدوس' اے پاک بے نیاز...... اپنی ناچیز بندی پر رحم فرما۔ متکبروں کے غرور کو توڑ دے' ایک بار پھر حق و باطل کا معرکہ ہو رہا ہے۔ ان ظالموں کو بتا دے کہ باطل پر حق ہمیشہ غالب رہا ہے اور ہمیشہ غالب رہے گا۔''

اچانک ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور آتش دان کی صدیوں سے جلتی ہوئی آگ اچانک اس طرح بجھ گئی گویا کبھی جلی ہی نہیں تھی۔ خوف و دہشت سے لوگ چلائے۔

''یہ کافی نہیں ہے۔ میرے خدا! تو کافروں کی فطرت کو جانتا ہے بعد میں یہ لوگ یہی کہیں گے کہ آگ بجھنا اتفاقی حادثہ تھا۔ انہیں کوئی ایسی نشانی دکھا کہ اپنے بت کی بیچارگی ان پر عیاں ہوجائے اور یہ لوگ تیرے وجود کو تسلیم کر لیں۔''

پھر ہوا کا دوسرا جھونکا آیا اور سیاسیہ دیوتا کا سر گردن سے اکھڑ کر پکے فرش پر اس زور سے گرا کہ چکنا چور ہوگیا۔ تیسرے جھونکے میں پورا بت زمین پر آ گرا اور چاروں طرف اس کے ٹکڑے پھیل گئے۔ لوگ ڈر اور خوف و حیرت سے چلانے لگے۔

شہزادی فرطانہ ایک بار پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ہمارے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے۔ خدائے مصر کا فرمان تھا کہ عبرانیوں کے خدا اور سیاسیہ دیوتا کا مقابلہ ہونا چاہئے' لیکن اس فرمان پر عمل کرنے کے بجائے عبرانیوں نے اپنے ہاں کی ایک جادوگرنی کو یہاں بھیج دیا۔ پوری قوم جانتی ہے کہ عبرانی بہت بڑے جادوگر ہیں' تاہم آج کے واقعہ سے یہ ضرور ثابت ہوگیا ہے کہ عبرانی اپنے خدا کو ہمارے دیوتاؤں کے مقابلے میں لانے سے بالکل قاصر ہیں۔''

''حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہ کرو شہزادی۔'' نزائلہ نے کہا۔ ''فرعون کے فیصلے کے مطابق تمہیں اجازت دینی ہوگی کہ عبرانی مصر کے باہر چلے جائیں۔''

خدائے مصر کے ہوتے ہوئے کسی کو عبرانیوں کو روکنے یا اجازت دینے کا اختیار نہیں' میں آج کا سارا واقعہ جس میں سارا دخل تمہارے جادو کا ہے خدائے مصر کے کانوں تک پہنچا دوں گی اور پھر وہاں سے جو فیصلہ ہوگا اس سے تمہیں جلد ہی آگاہی ہوجائے گی۔''

اور یوں یہ معرکہ حق و باطل' حق کی فتح پر ختم ہو کر' حق کے خلاف ایک نئے عزم کو جنم دینے کا باعث بن گیا۔

•I••I••I•

شام کو فرعون کا قاصد شہزادے کو بلانے کا پیغام لے کر پھر آ موجود ہوا۔

ہم لوگ دربار پہنچے تو وہاں کا رنگ ہی دوسرا تھا۔ ہر شخص خاموش' متفکر اور سہا ہوا سا معلوم ہو رہا تھا۔ شاہی آداب بجالا کر جونہی شہزادہ اپنی کرسی کی طرف بڑھا' فرعون نے گرج کر کہا۔

''ٹھہرو......''

''شہزادہ اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔

''ولی عہد کی کرسی پر بیٹھنے سے پہلے تمہیں ہمارے چند سوالوں کا جواب دے کر اپنے آپ کو اس کرسی کا مستحق کرنا پڑے گا۔'' فرعون نے کہا۔ ''آج صبح سیاسیہ دیوتا کے مندر میں جو کچھ ہوا اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے......؟''

''میں سمجھتا ہوں عبرانی جیت گئے۔''

''نالائق! تجھے یہ کہتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی' کیا تو نے اپنی آنکھوں سے عبرانیوں کے خدا سیاسیہ دیوتا کو دوبدو لڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ دنیا جانتی ہے کہ عبرانی جادو اور نظر بندی کے فن میں ماہر ہیں۔''

''اگر آپ کی یہ دلیل تسلیم بھی کر لی جائے تب بھی دیوتا کی بے بسی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ سوچنے کی بات ہے۔ عالی جاہ! عبرانیوں کے خدا سے مقابلہ کرنے والا دیوتا ایک لڑکی کے جادو سے مار کھا گیا تو اس سے زیادہ بے بس اور لاچار اور کون ہو سکتا ہے......؟''

''اس کا مطلب ہے کہ ہماری پیاری بیٹی! فرطانہ نے تمہارے تبدیلی مذہب کی جو اطلاع ہمیں پہنچائی تھی وہ درست تھی۔'' فرعون نے کہا۔

''ہم چاہتے ہیں کہ تم خود اپنے منہ سے اس بات کا اقرار کرو کہ عبرانیوں کا جادو تمہیں بھی شکار کر چکا ہے۔''

شہزادے نے ادب کے ساتھ سر جھکا کر کہا۔ ''جادو والی بات کی تردید کرتے ہوئے میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نے کافی غور و خوض کے بعد اچھی طرح سوچ سمجھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دین اختیار کر لیا ہے۔''

''کیا یہ بھی اقرار کرتے ہو کہ سیاسیہ دیوتا کے مندر میں آنے والی جادوگرنی سے تم شادی کر چکے ہو......؟''

''جادوگرنی کے لفظ کی تردید کرتا ہوا عالی جاہ میں اس بات کا بھی اقرار کرتا ہوں۔''

''اور کیا تم یہ بھی اقرار کرتے ہو کہ تمہیں اپنی سگی بہن شہزادی فرطانہ کو اپنی بیوی بنانے پر

اعتراض ہے۔''

''جی ہاں...... عالی جاہ...... میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں۔''

''پھر تم ولی عہد کی کرسی پر ہرگز نہیں بیٹھ سکتے۔'' فرعون نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔''تاہم تمہیں تائب ہونے کیلئے تین ماہ کی مہلت دی جاتی ہے' اگر اس عرصے میں تم نے رجوع کر لیا تو کرسی بحال کر دی جائے گی' ورنہ یہاں ہمارا دوسرا شہزادہ جس کی عمر اس وقت سات سال کی ہے اور جو شہزادی فرطانہ کا ماں جایا بھی ہے بیٹھے گا اور ہمیں امید ہے کہ ہماری چہیتی بیٹی ہنسی خوشی اس سے شادی کرنے کیلئے تیار ہو جائے گی۔''

''تخت و تاج کا حقیقی وارث پیدا کرنے کیلئے میں خدائے مصر کے ہر حکم کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کرتی ہوں۔'' شہزادی نے جلدی سے اٹھ کر کہا۔ شاید اسے خوف تھا کہ فرعون اپنی کسی دوسری بیوی کی اولاد کے حق میں کوئی جملہ نہ کہہ دے۔

''سبوعہ۔'' فرعون نے حکم دیا۔ ''تمہارے سارے شاہی خطابات اور تمہاری ساری شاہی مراعات تین مہینے کیلئے ختم کی جاتی ہیں۔ تین مہینے کے اندر' اگر تم نے پشیمانی کا اظہار کر کے ہم سے معافی نہیں مانگی تو خود بخود ہمارے اس فیصلے کی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے توثیق ہو جائے گی......''

''آپ کا حکم مجھے دل و جان سے منظور ہے۔ عالی جاہ!''

''اب تم اپنے موجودہ محل میں بھی نہیں رہ سکو گے' البتہ چاہو تو صحرائے سینا کے اس محل میں قیام کر سکتے ہو' جو ہم نے موسم سرما کیلئے تعمیر کرایا تھا۔ لیکن وہاں بھی تمہارے قیام کی مدت تین ماہ سے زیادہ نہیں ہو گی اور تم اپنے ساتھ کوئی ایسا ملازم نہ رکھ سکو گے جسے شاہی خزانے سے تنخواہ ملتی ہے اور محض تین ماہ تک ضروری اخراجات کیلئے تمہیں سونے کے پچاس سکے بھی ملتے رہیں گے۔''

شہزادے نے کسی قسم کا تبصرہ کئے بغیر عرض کیا۔ ''جناب والا سے میں یہ پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہوں کہ آج کے واقعہ کے بعد عبرانیوں کے بارے میں آپ نے کیا فیصلہ کیا......؟''

''ان کے ستارے اچھے ہیں۔ ہم نے ان پر فوج کشی کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ لیکن ہم انہیں آزاد ہونے اور مصر چھوڑنے کی اجازت بھی نہیں دیں گے۔ انہیں یہیں رہنا پڑے گا۔ تاوقتیکہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں اور ایک نظر نہ آنے والے خدا کو چھوڑ کر ہمیں اپنا خدا تسلیم نہ کر لیں اور اب دربار برخواست......!''

شہزادہ نزائلہ کے ساتھ محل میں منتقل ہو گیا' اس کا کہنا تھا کہ اگر میں چاہوں تو اپنے گھر واپس جا سکتا ہوں' کیونکہ اب وہ اس قابل نہیں ہے کہ تنخواہ کے طور پر مجھے ماہ بہ ماہ سونے کے تیس تیس سکے ادا کرتا رہے۔ شہزادے کی ملازمت کے زمانہ میں چونکہ میرے لباس اور طعام کا ذمہ دار وہ خود تھا' اس لئے اس کے ہاں سے ملنے والی تنخواہ میرے پاس جوں کی توں رکھی ہوئی تھی۔ ایک بار میں نے اس میں سے کچھ رقم اپنے والد کو بھیجی تھی' جو ان کی تجہیز و تکفین پر کام آئی۔ اپنی بہن کو بھی کچھ رقم

پابندی سے بھیجنا چاہتا تھا' لیکن وطن سے آنے والوں نے بتایا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ کسی دوسرے علاقہ میں منتقل ہوگئی ہے اور اس کا موجودہ پتہ کسی کو نہیں معلوم' چنانچہ جب شہزادے نے مجبوری کا اظہار کیا تو میں نے ایک بڑے تھیلے میں سونے کے سارے سکے بھر کر اسے پیش کردیئے۔ پہلے تو وہ انہیں لینے سے انکار کرتا رہا' لیکن جب میں نے بہت زیادہ مجبور کیا اسے یاد دلایا کہ وہ مجھے اپنا دوست کہہ چکا ہے تو بادل نخواستہ اس نے اس شرط پر وہ سکے قبول کرلئے کہ یہ رقم اس کے ذمہ قرض رہے گی۔ میں نے اس کی بات مان لی' لیکن اسی وقت دل ہی دل میں سارا قرض معاف کردیا۔ کیونکہ دین موسوی کو کسی قیمت پر بھی چھوڑنے کیلئے تیار نہ ہوگا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک روز اسے موجودہ محل سے بھی نکلنا پڑے گا۔

انہی دنوں ہمیں معلوم ہوا کہ عبرانیوں کے پیغمبر واپس آگئے ہیں۔

پھر ہمیں یہ بھی پتا چلا کہ وہ فرعون کے دربار میں گئے تھے اور وہاں انہوں نے فرعون کو تنبیہ کی ہے کہ اگر اس نے ایک ہفتہ کے اندر عبرانیوں کو مصر چھوڑنے کی اجازت نہیں دی تو پورے ملک کا پانی خون میں تبدیل ہوجائے گا۔

ایک ہفتہ گزرتے ہی نیل کا پانی گاڑھے گاڑھے خون میں تبدیل ہوگیا۔ پھر ایسا ہوا کہ کنوؤں اور تالابوں اور جوہڑوں سے پانی کے بجائے خون نکلنا شروع ہوگیا۔ نہ پینے کیلئے پانی تھا نہ کھانا پکانے کیلئے' پورا مصر ایک ہی دن میں چیخ اٹھا۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ جن مصریوں نے دین موسیٰ کو اختیار کرلیا تھا انہیں پانی کے بارے میں کوئی شکایت نہ ہوئی' خود ہمارے محل میں صاف ستھرا پانی آرہا تھا۔ دور دور سے لوگ ہمارے ہاں پانی پینے آتے' البتہ اگر ان میں سے کوئی شخص ہمارے ہاں کا پانی باہر لے جانے کی کوشش کرتا تو محل سے باہر نکلتے ہی سارا کا سارا خون میں تبدیل ہوجاتا۔

دوسرے دن پورے ملک میں خون کی بدبو اور سڑاند پھیل گئی۔ ہر شخص بوکھلایا ہوا تھا۔ خود فرعون کے ہاں دو دن سے نہ کسی نے پانی پیا تھا اور نہ کھانا کھایا تھا۔

تیسرے دن جانور مرنے لگے اور دریائے نیل نے مردہ مچھلیوں اور مگرمچھوں اور دوسرے دریائی جانوروں کو ساحل پر اگلنا شروع کردیا اور بھوکے پیاسے باشندوں کا جم غفیر فرعون کے محل کے سامنے کھڑا ہوکر مطالبہ کرنے لگا کہ عبرانیوں کے پیغمبر کی بات مان لی جائے اور عبرانیوں کو مصر سے باہر نکلنے کی اجازت دی۔ اس وقت کئی وقتوں کے بھوکے پیاسے فرعون کی سمجھ میں آیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ مان کر اس نے کتنی فاش غلطی کی ہے۔ فوری طور پر اس نے تیز رفتار گھڑسواروں کو شاہی فرمان کے ساتھ عبرانیوں کی بستی کی طرف روانہ کیا۔ فرمان میں تحریر کیا گیا تھا کہ فرعون مصر کو عبرانیوں کے پیغمبر کی بات منظور ہے۔ عبرانیوں کی پوری قوم کو آزاد کیا جاتا ہے۔ اب وہ لوگ جہاں چاہیں اور جب چاہیں مصر چھوڑ کر جاسکتے ہیں۔

ہم لوگوں کو فرعون کے اس فرمان کا تقریباً نصف شب کو اس وقت پتا چلا کہ جب نزائلہ کے

نے محل میں آ کر نزائلہ سے کہا کہ وہ مصر چھوڑنے کیلئے تیار ہو جائے' کیونکہ فرعون سے عبرانیوں کو ملک سے جانے کی عام اجازت مل چکی ہے۔

شہزادہ سبوعہ کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ نزائلہ اگر اسے چھوڑ کر جانا چاہے تو بے شک جا سکتی ہے۔

''نہیں میں کہیں نہیں جاؤں گی۔'' نزائلہ نے روتے ہوئے کہا۔ ''میرا مرنا' میرا جینا تمہارے ساتھ ہے۔ میں اپنی ساری زندگی تمہارے قدموں میں گزار دوں گی۔''

نزائلہ کے چچا نے کہا۔ ''میں بڑی آرزوؤں اور امیدوں کے ساتھ تمہیں لینے آیا ہوں۔ اگر تم میرے ساتھ نہیں گئیں تو قیامت کے دن تمہارے باپ کے سامنے کس طرح سرخرو ہو سکوں گا۔ کس طرح اس سے کہہ سکوں گا کہ میں نے اپنی بھتیجی کی حفاظت جی جان سے کی ہے۔''

''مجھ پر رحم کرو چچا! خدا کے واسطے مجھے اپنے ساتھ نہ لے چلو۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں تمہیں دشمن مصریوں کے رحم و کرم پر کیسے چھوڑ سکتا ہوں اور اکیلا ہجرت کیسے کر سکتا ہوں......؟''

پھر اچانک میری سمجھ میں ایک بات آئی۔ میں نزائلہ کے چچا کو ایک طرف لے گیا اور اس سے کہا۔ ''میں کہانی کار ہوں' لوگوں کے دلوں کو پڑھنا میرا کام ہے' مجھ سے فضول باتیں نہ بنانا اور جو کچھ میں کہوں اس کا صحیح صحیح جواب دینا' ورنہ یہ یاد رکھو کہ ہاتھ میں رقم رکھنے والے تلوار سنبھال لیں تو اس وقت تک میان میں نہیں ڈالتے جب تک اس کی پیاس نہ بجھ جائے۔''

''آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو......؟''

وہ مسکرایا۔ ''ناطوق! تم واقعی لوگوں کے دلوں کو پڑھنے کا فن جانتے ہو۔ یوں سمجھ لو کہ اب میں مصر سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جا رہا ہوں۔ یہ آخری موقع ہے۔ جب شہزادے سے کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے' اس لئے اس سے کہو کہ وہ اپنی ساری نقدی اور محل کا سارا سامان میرے حوالے کر دے اور نزائلہ کو اپنے پاس روک لے۔''

''تم اتنا سامان کس طرح لے جاؤ گے......؟''

''دو اونٹ گاڑیاں پہلے ہی اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں جو سامنے کے میدان میں کھڑی ہوئی میرے اشارے کی منتظر ہیں۔''

اور اس طرح شہزادے کا سارا سامان اور ساری نقدی اور سارے ہیرے جواہرات لے کر اور پورے محل میں جھاڑو لگا کر نزائلہ کا چچا دعائیں دیتا ہوا رخصت ہو گیا۔

خبریں آنا شروع ہوئیں۔ عبرانی زور و شور سے واپسی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ بیگار پر گئے ہوئے عبرانی اپنی بستی میں واپس آ رہے ہیں اور آخر میں یہ خبر موصول ہوئی کہ عبرانیوں کا قافلہ اپنے پیغمبر کی سربراہی میں کل صبح سویرے کوچ کرنے والا ہے۔

اسی شام کو شہزادی فرطانہ ہمارے اجڑے ہوئے محل میں کئی محافظوں اور کنیزوں کے ساتھ شہزادے سے ملنے کیلئے آئی۔ وہ بے حد گھبرائی ہوئی تھی۔

''وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ تم نے خدائے مصر کو جو مشورہ دیا تھا وہ بالکل حق بجانب تھا۔ آخر میں خدائے مصر کو تمہاری بات مان کر عبرانیوں کو ملک چھوڑ کر جانے کی اجازت دینی پڑی۔ لیکن...... لیکن...... وہ دوبارہ مردود قابوس' کاہنوں اور جادوگروں کے بھڑکانے میں آگئے ہیں۔ انہوں نے اپنا فیصلہ بدل دیا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے انہوں نے عبرانیوں کے پیغمبر سے کہلوایا ہے کہ اگر ایک عبرانی نے بھی مصر چھوڑنے کی کوشش کی تو مزاحمت کی جائے گی۔''

''تمہارے خدائے مصر کے خدائی فیصلے بچوں کی حرکتوں سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں۔'' شہزادے نے کہا۔

''میری ناچیز رائے میں جب تک تمہارے خدائے مصر پورے مصر کو اللہ کے قہر و غضب کا شکار بنا کر تباہ و برباد نہیں کرا دیں گے' نہ خود چین سے بیٹھیں گے اور نہ کسی دوسرے کو اطمینان کا سانس لینے دیں گے۔''

''یہی بات تو میں تم سے کہنے آئی ہوں۔'' شہزادی نے کہا۔

''تم انہیں منع کرو۔ انہیں مشورہ دو کہ اب عبرانیوں سے ٹکرانے کی کوشش نہ کریں ورنہ پورا مصر تباہ ہو جائے گا۔ عبرانیوں کا خدا پورے ملک کو ایک بڑا کھنڈر بنا دے گا۔''

''مجھے امید نہیں کہ وہ میری مان لیں گے۔''

''تم کہہ کر تو دیکھو میں تمہاری تائید کروں گی۔ جب ہم دونوں ایک زبان ہو کر انہیں کوئی رائے دیں گے تو دربار کے کسی دوسرے شخص کو تردید کرنے کی ہمت نہیں ہو گی اور خدائے مصر کو ہماری بات تسلیم کرنا پڑے گی۔''

''تم کہتی ہو تو میں ایک بار پھر پتھر' میں جونک مار لگانے کی کوشش کروں گا۔'' شہزادے نے کہا۔ ''اب تم جاؤ۔ کل صبح میں دربار میں حاضر ہو جاؤں گا۔''

نزائلہ کو معلوم ہوا کہ شہزادہ صبح کو محل میں جانے کا وعدہ کر چکا ہے تو وہ اس کے سینے سے لپٹ کر خوب روئی۔ ''تم کہیں نہ جاؤ شہزادے' مجھے بہت خوف محسوس ہو رہا ہے۔''

رات گئے تک شہزادہ اسے سمجھاتا رہا۔

صبح کو جب ہم دونوں دربار کی طرف روانہ ہوئے تو رات بھر کی جاگی ہوئی نزائلہ گہری نیند سو رہی تھی۔ محل میں پہنچ کر ہمیں معلوم ہوا کہ عبرانیوں کے پیغمبر نے سختی کے ساتھ فرعون کے حکم کو رد کر کے اپنی قوم کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا ہے اور فرعون مصر اپنا سارا الاؤ لشکر لے کر عبرانیوں کی گوشمالی کیلئے روانہ ہو گیا ہے۔ شہزادی فرطانہ یہ سن کر ننگے پاؤں محل سے باہر نکل آئی۔ ''ابھی خدائے مصر زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔ تم انہیں راستے ہی میں روک لو۔ پورے مصر کی نگاہیں اس وقت تم

لگی ہوئی ہیں۔"
دونوں نے اپنے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور دوپہر ڈھلے فرعون کو جا لیا۔ اس وقت فرعون اور اس کا لشکر جرار ایک ایسے اونچے مقام پر تھا جہاں تقریباً اڑھائی تین میل کے فاصلے پر عبرانیوں کا قافلہ دریائے نیل کے نشیبی ساحل کی طرف رواں دواں نظر آ رہا تھا۔
"بے مذہب...... بے دین...... بے ادب......" فرعون نے شہزادے کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔
"تم یہاں بھی آ موجود ہوئے' ہماری بیٹی فرطانہ نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ تم عبرانیوں پر ہونے والے حملے کی خبر کی تاب نہ لا سکو گے اور ہمیں روکنے کیلئے دوڑ پڑو گے۔"
"یہ...... یہ...... بات آپ سے فرطانہ نے کہی تھی......؟"
"بے شک......" فرعون نے جواب دیا۔ "ہم شروع ہی سے اس کی عقل مندی کے قائل رہے ہیں۔ وہ صحیح معنوں میں ہمارے تاج وتخت کی وارث ہے جس وقت عبرانیوں کے پیغمبر نے اپنے جادو کے زور سے پورے مصر کے پانی کو خون میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس وقت ہماری بیٹی شہزادی فرطانہ نے مشورہ دیا تھا کہ جادو کا زور توڑنے کیلئے عبرانیوں کو مصر چھوڑنے کی اجازت دے دی اور جب عبرانی ایک قافلے کی صورت میں یکجا ہو کر روانہ ہو جائیں تو ہم ان پر ٹوٹ پڑیں۔
اور ان کے بڑوں اور چھوٹوں سب کو چن چن کر ختم کر دیں تا کہ مصر ہمیشہ کیلئے پاک وصاف ہو جائے اور ہماری بیٹی شہزادی فرطانہ نے یہ بات بھی ہمیں پہلے سے بتا دی تھی کہ تم ہمیں منع کرنے کیلئے ضرور آؤ گے۔"
شہزادے کو اب محسوس ہوا کہ اس نے فرطانہ کی بات مان کر کتنی زبردست غلطی کی ہے۔
"دیکھو نیل کے ساحل پر عبرانیوں کا پورا قافلہ جمع ہو چکا ہے۔ ہمارے حکم سے سارے ملاحوں کو ایک دن پہلے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اب ایک عبرانی بھی دریا پار نہیں کر سکتا۔ ان کے سامنے بپھرا ہوا دریا اور پیچھے ہماری خونخوار فوج۔ آج ان کا خدا بھی چاہے تو انہیں نہیں بچا سکتا۔"
عبرانیوں اور مصریوں کا درمیانی فاصلہ طویل تھا' لیکن خوشگوار موسم اور بلند جگہ پر ہونے کے باعث ان کی حرکات وسکنات ہماری آنکھوں کے سامنے تھیں۔ عبرانیوں کیلئے اب نجانے رفتن رہی تھی اور نہ پائے ماندن۔"
اچانک ہم نے دیکھا کہ دریا دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ اس کی دونوں اطراف کا پانی اونچی اونچی دیواروں کی صورت اختیار کر گیا ہے اور دریا کے درمیان ایک خوبصورت چوڑی سی سڑک بن گئی ہے اور عبرانی کسی قسم کا خوف اور خطرہ محسوس کئے بغیر اس سڑک سے گزرنا شروع ہو گئے ہیں۔
"جوانو! دلیرو......" فرعون پوری قوت سے چلایا۔ "دیکھتے کیا ہو' بھوکے شیروں کی طرح ایک ایک عبرانی کو چٹ کر جاؤ۔"

پھر وہ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آگے نکل گیا۔ اس کے پیچھے ننگی تلواریں لہراتا ہوا اس کا لشکر تھا۔ ہم دونوں وہیں کھڑے ہوئے اس منظر کو دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ عبرانیوں کا پورا قافلہ دریا کے درمیان میں بنی ہوئی سڑک کو پار کر گیا۔ عین اسی وقت فرعون اپنے لاؤ لشکر سمیت دریا کے کنارے پہنچ گیا۔

دو تین لمحوں کیلئے وہ ٹھٹکا۔ پھر اپنی تلوار کو بلند کر کے اس نے لشکر کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور دریا کے درمیان میں بنی ہوئی سڑک پر گھوڑا دوڑاتا ہوا آگے بڑھنے لگا تاکہ عبرانیوں کو بروقت ختم کیا جاسکے۔

اور جب اس کا پورا لشکر اس سڑک پر آگیا تو اچانک پانی کی بنی ہوئی دونوں دیواریں گر پڑیں۔ میری گنہگار آنکھوں نے فرعون کو تمام لشکر سمیت دریا میں اس طرح غائب ہوتے دیکھا۔ گویا وہ سب نمک کی مورتیاں تھیں جو پانی میں جاتے ہی تحلیل ہوگئیں۔

دریائے نیل ایک بار پھر اپنی سابقہ آب و تاب کے ساتھ بہنے لگا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

''اناطوق!'' شہزادے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''تم نے دیکھا کہ فرطانہ کی عیاری نے بالآخر فرعون مصر کو ڈبو ہی دیا۔

میں نے کہا۔ ''آپ نے فرطانہ کا نام لیا ہے تو حضور میرے دل میں ایکا ایکی یہ بات آئی ہے کہ جب اس نے فرعون کو عبرانیوں کا پیچھا کرنے پر آمادہ کیا تھا تو وہ آپ کے پاس یہ کہنے کیوں آئی کہ آپ فرعون کو روکنے کی کوشش کریں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ آپ کو دھوکہ دے کر آپ کی غیر موجودگی سے کچھ فائدہ اٹھانا چاہتی ہو۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو اناطوق۔'' شہزادے نے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے کہا۔ ''نزائلہ کی جان کو خطرہ لاحق ہے۔''

ہم دونوں ہانپتے کانپتے اپنے رہائشی محل پہنچے تو وہی دیکھا جس کا پہلے سے ڈر تھا۔ خوابگاہ میں زخمی نزائلہ پڑی ہوئی کراہ رہی تھی۔ اس کے جسم پر خنجر کے کم و بیش پندرہ سولہ گہرے زخم تھے۔ شہزادہ دوڑ کر اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس کے سر کو اپنے زانوں پر رکھ لیا۔

''تم آگئے۔ شہزادے......؟'' نزائلہ نے آنکھیں کھول کر اسے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''لیکن بہت دیر میں آئے۔ بہت دیر لگا دی تم نے۔ تمہارے جاتے ہی کئی حبشی محل میں گھس آئے۔ انہوں نے میرے جسم پر خنجر مارے اور جب میں گر گئی تو میں نے ایک عورت کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''بس کرو...... کمبخت ختم ہو چکی ہے۔ اب جلدی جلدی گھر کی ساری چیزیں ادھر ادھر بکھیر دو تاکہ جب شہزادہ سبوعہ واپس آئے تو وہ یہ سمجھے کہ ڈاکوؤں نے اس کی بیوی کو ختم کیا ہے۔''

''مجھے معاف کر دو نزائلہ مجھ سے بڑی بھول ہوئی کہ تمہیں اکیلا چھوڑ کر چلا گیا۔''

ملہ نے شہزادے کی بات سنی ان سنی کردی اور پوچھا۔ ''عبرانیوں پر کیا بیتی
؟''

'' ۔۔۔پ کے سب بخیر و عافیت دریا کے پار چلے گئے۔ البتہ میرا باپ فرعون اپنے لشکر سمیت
۔۔۔ ے دریا میں ڈوب کر ہلاک ہوگیا۔''

میں نے کہا۔ ''حضور! میری گستاخی درگزر فرمائیں اور مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت دیں کہ
۔۔۔ تو ۔۔۔ ہوتی رہیں گی۔ اس وقت تو آپ ملکہ کے مناسب علاج کی فکر کیجئے۔''

''ملکہ.....؟''

''ہاں حضور! اپنے باپ کی وفات کے بعد آپ جائز طور پر فرعون مصر ہیں اور آپ کی بیگم
ملکہ۔''

مین اس وقت جب میری زبان سے یہ الفاظ ادا ہو رہے تھے۔ محل میں قابوس اور کاہن
۔۔۔اری اور امراء داخل ہوئے اور شہزادے کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ ''تخت و تاج آپ
کے ۔۔۔ ہیں۔ خدائے مصر......'' قابوس نے سجدے میں سے سر اٹھا کر کہا اور پھر دوبارہ سجدے میں
۔۔۔

✣✣✣

ہم لوگ شاہی محل میں منتقل ہو گئے۔
سات روز تک مسلسل شاہی طبیب نزائلہ کا علاج کرتے رہے۔ سات روز مسلسل نیا فرعون مصر سبوعہ بھوکا پیاسا رہا۔ سات روز تک وہ مسلسل جاگتا رہا اور نزالہ کی تیمارداری کرتا رہا۔
آٹھویں شب کو اس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا۔ ''اناطوق کہانی ختم ہو گئی۔''
میرے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ میں سمجھ گیا کہ کہانی ختم ہونے سے اس کی کیا مراد ہے۔
''مصر کی ملکہ کو شاہی جوڑا پہنانے میں میری مدد کرو۔'' اس نے بالکل سپاٹ لہجے میں مجھ سے کہا۔

پھر اس نے نزائلہ کو مصر کی ملکہ کا لباس پہنایا۔ اس کے سر پر تاج رکھا اور اپنی گود میں اٹھا کر محل کے اس حصے میں پہنچا' جہاں مصر کے فرعونوں کی رسم تاجپوشی ادا کی جاتی تھی۔ وہاں پہنچ کر اس نے شاہی تخت پر نزائلہ کے مردہ جسم کو رکھا۔ تھوڑی دیر تک اس کے سامنے کھڑا رہا' اسے دیکھتا رہا' پھر بولا......

''ملکہ آپ نے تمام زندگی ساتھ نبھانے کا وعدہ کیا تھا۔ آخر آپ نے یہ وعدہ خلافی کیوں کی؟'' پھر وہ آہستہ آہستہ تخت کی جانب بڑھا اور پھر وہ نزائلہ کی بغل میں بیٹھ گیا اور اپنے سر پر شاہ مصر کا ہیرے جواہرات سے مزین تاج رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ ''اب تم جاؤ اناطوق۔'' اس نے خواب آلود لہجے میں کہا...... ''گواہ رہنا کہ میں آج بھی اس تخت پر بیٹھنے اور فرعون کا تاج سر پر رکھنے کے بعد بھی دین موسیٰ پر قائم ہوں۔''
صبح کو محل کے غلاموں کو شاہی تخت پر بیٹھے ہوئے فرعون مصر اور ملکہ مصر کی لاشیں ملیں' لیکن میں تو پچھلی رات ہی سمجھ گیا تھا کہ اب یہ کہانی حقیقت میں ختم ہو رہی ہے۔ نزائلہ وعدہ خلاف تھی اور اپنے شوہر کو تنہا چھوڑ کر جا سکتی تھی' مگر سبوعہ تو وعدہ خلاف نہیں تھا' اسے تو بہرحال اپنے وعدے کو نبھانا تھا اور وہ نزائلہ کو کس طرح اکیلا جانے دیتا۔
کتاب کی تحریر مکمل ہو چکی تھی۔ ہارون دانش کے خاموش ہوتے ہی وہ سب جیسے خواب سے جاگ گئے۔ ایک عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئے تھے۔ خود ہارون دانش پر بھی ایک انوکھا تاثر طاری

تھا ۔۔۔ جو تحریر میں بیان کئے گئے تھے بالکل ایسے لگ رہا تھا جیسے ان کے اردگرد موجود ہوں۔ ہم ہم جلسنا ہٹیں ایک عجیب سا سماں باندھ رہی تھیں۔ پھر میں ہی چونکی اور میں نے آگے بڑھ کر ۔۔۔ کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ انہوں نے کھوئی کھوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا جیسے مجھے ۔۔۔ کی کوشش کر رہے ہوں۔

ماحول ہی ایسا ہو گیا تھا کہ ہر شخص کھویا ہوا تھا۔ ہارون دانش بھی چونکے' انہوں نے میرا بازو ۔۔۔ سے پکڑ لیا۔

''نشاء......'' ان کی سرسراتی ہوئی آواز ابھری۔

''جی پپا......'' میں نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

''تم ٹھیک تو ہو......؟''

''جی پپا......'' میں نے دوبارہ اسی انداز میں جواب دیا۔ اسی وقت روشاق نے ایک جھرجھری لی اور بولا۔

''آہ یوں لگتا ہے جیسے ہم نے اسی قدیم دنیا میں پہنچ گئے ہوں۔ یہ بات تو طے ہے کہ زمانہ قدیم میں یہ سب کچھ ہوتا رہا ہے۔ عبرانیوں کا دور ایسا ہی تھا۔''

''مگر میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔ روشاق۔'' سرسراتی آواز میں بولا اور سب کی نگاہیں اس کی جانب اٹھ گئیں۔

''میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس کتاب کی یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے اور جناب ہارون دانش اس زبان کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔'' پاپا نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا' پھر آہستہ سے بولے۔ ''یہ بات تو نشاء ہمیں بتا سکتی ہے۔'' پاپا کے یہ الفاظ شاید روشاق کو ناگوار گزرے تھے۔ اس نے ناک چڑھا کر کہا۔

''ہاں...... جس چیز کو دن رات پڑھا جائے اس کا یاد رہ جانا کوئی انوکھی بات تو نہیں ہے۔ ویسے آپ کی بیٹی خاصی ذہین معلوم ہوتی ہے۔ اس کتاب کی یہاں موجودگی یہ ظاہر کرتی ہے کہ زمانہ قدیم کا مصر کسی نہ کسی طرح تیونس سے منسلک تھا اور اس کا کوئی خاص پس منظر تھا۔'' ہارون دانش نے کوئی جواب نہیں دیا اور میری طرف دیکھ کر بولے۔

''نشاء...... کیا تم زمانہ قدیم کے مصر پر کچھ روشنی ڈال سکتی ہو......؟''

''کیوں نہیں پاپا۔ میں قدیم بادشاہی سلسلے کے بارے میں تفصیل جانتی ہوں۔ یہ سلسلہ تیسرے سے چھٹے شاہی خاندان تک رہا۔ پھر ایک سو سال تک افراتفری رہی۔ نویں خاندان نے دو ہزار سال قبل مسیح فرعونی اقتدار بحال کیا۔ سترھواں خاندانی مصری تھا جس نے میکسوس کو باہر نکالا اور اٹھارہویں خاندان کا بادشاہ طوطمس ساس تھا' جس نے فنعقیہ' فلسطین اور شام فتح کئے۔

میں آپ کو مصری عقائد کے بارے میں بتاؤں' جس کا تجزیہ یوں ہے کہ حیات بعدالموت'

قدیم مصری عقیدے کا ایک اہم پہلو ہے اور اسی پہلو کو مدنگاہ رکھا جائے تو عالی شان مقبرے حنوط شدہ اجسام اور عظیم الشان احرام نگاہ میں آتے ہیں۔ مصریوں کے عقائد یوں تھے کہ جسم ایک مصنع ہے جسے قاء کہنا مناسب ہے اور یہ دنیاوی زندگی گزار کر بھی مرجانے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ چنانچہ جسموں کا حنوط کرلینا بہتر ہے کہ اب کی ہیئت برقرار رہے۔ ''قا'' کی اصلیت قائم رہے اور آغوسرے' یعنی سورج دیوتا۔ سب سے پہلا بادشاہ ازل کا دیوتا۔ غریب کا وزیر جو ناپاک نظر تبدیل کرنہیں کرتا اور جو زمین کے فیصلے کرتا ہے۔ اصل میں بابا...... ''فے'' تنکیری علامت ہے۔ اور ''ر......'' عین'' سورج کو کہتے ہیں۔ اس طرح بادشاہ کا لقب' فا' ر' عین' ہوتا ہے۔ یہ ہی لفظ عبرانی زبان میں فراعین اور عربی میں فرون بنا۔ میں بول رہی تھی۔ میں نے کہا۔

''ہیرودیس کا نام سامنے آتا ہے۔ کی سی' ڈوڈا' کا ایک عذمین کی کتاب جو قدیم مصریوں کا ادب کہلاتی ہے' موجود تھی تو ٹیسی ٹینڈر کی کتاب بھی بجی ہوئی تھی' جو قدیم مصر کی رہنمائی کرتی ہے۔ کیا مجھے پپا' یہ سارے معاملات مصر سے ہی تعلق رکھتے ہیں اور میں انہی کے بارے میں جانتی ہوں۔''

میں جیسے ہوش میں آگئی اور میں نے سامنے بیٹھے ہوئے مائیکل اور امیر الحسنات وغیرہ کو دیکھا جو تصویر حیرت بنے ہوئے تھے۔ جیسے اسے میری گفتگو سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔

مجھے ایک دم برا سا محسوس ہوا' لیکن مائیکل جون نے گہری ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''ہارون دانش! تم نے اپنی بیٹی کو کیا' سے کیا بنا دیا ہے۔''

''اٹھتے ہی میرا خیال ہے ہم لوگ کافی وقت ضائع کر چکے ہیں۔'' روشاق نے ایک دم اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ نجانے کیوں وہ ایک عجیب سی کیفیت کا شکار ہوگیا تھا۔ کافی دیر تک وہ اسی انداز میں کھڑا رہا اور پھر منہ پھیر کر چلا گیا۔ تب مائیکل جون اور امیر الحسنات بھی کھڑے ہوگئے اور پاپا بھی......

''یہ شخص کیا چیز ہے......'' امیر الحسنات بولا اسی وقت اچانک کسی گوشے سے اس کی سیانی بلی بھی نکل آئی اور تیزی سے دروازے سے باہر چلی گئی۔''

''یہ بلی کہاں تھی......''

''پتا نہیں......''

''میں ایک بات کہوں۔ یہ شخص بہت پراسرار ہے' ہمیں اس پر نگاہ رکھنا ہوگی۔'' امیر الحسنات نے کہا اور مائیکل جون پراسرار انداز میں گردن ہلانے لگا' پھر اس نے کہا۔

''مجھے بھی اس کی حرکات عجیب وغریب لگتی ہیں۔'' بہت انوکھا انسان ہے۔ میرا دل تو چاہا کہ میں ان لوگوں سے پوچھوں کہ انہوں نے آخر روشاق کو اپنے ساتھ کیوں لگا رکھا ہے۔ جیسے میری زبان پر کسی نے تالا لگا دیا ہو۔ میں کوشش کے باوجود ایک لفظ بھی نہیں بول سکی تھی۔ غرض یہ کہ ان پہاڑیوں کے پراسرار ماحول میں بڑے عجیب وغریب انکشافات ہو رہے تھے۔

وہ لاش ہم سب لوگوں کیلئے انتہائی حیرت ناک تھی۔ ہارون دانش صاحب اس گتھی کو سلجھانے لگ گئے۔ یہ انہیں ہی کرنا تھا' باقی تو سب اس کے معاون کے طور پر کام کر رہے تھے۔ روشاق اب ہمارے درمیان شامل نہیں تھا لیکن چائے وغیرہ پینے کے بعد مائیکل جون اور امیر الحسنات وغیرہ ہمارے ساتھ بیٹھ گئے اور اس سلسلے میں آگے کے منصوبے بنائے جانے لگے۔ اس لاش پر تحقیق بھی ضروری تھی۔

اس بارے میں باتیں کی گئیں کہ اگر اس لاش کو یہاں سے باہر لے جایا جائے تو تیونس کی حکومت اس سلسلے میں کیا مداخلت کرسکتی ہے۔ امیر الحسنات نے کہا۔

''مقامی حکومت ہمارے ساتھ بہترین تعاون کر رہی ہے لیکن ایک ایسی لاش کو جو بظاہر ایک زندہ سی حیثیت رکھتی ہے لے جانے کی اجازت دی جائے گی یا نہیں۔ اس بارے میں نہیں کہا جا سکتا۔''

''میرے ذہن میں ایک اور تجویز ہے......!'' مائیکل جون نے کہا۔

''کیا......؟''

''اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس لاش نے ہمیں تصویر حیرت بنا دیا ہے' وہ بالکل ایک زندہ لاش معلوم ہوتی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کا طبی معائنہ بھی ضروری ہے' تمہیں یہ اندازہ لگانا ہوگا کہ اس کے اندر کہیں زندگی تو نہیں ہے۔'' مائیکل جون نے چونک کر امیر الحسنات کو دیکھا اور ہنس کر بولا......

''وہ ایک گہرائی میں دفن تھی۔ زندہ کیسے ہوسکتی ہے؟ خیر پھر بھی جس طرح آپ لوگ مناسب سمجھیں۔ ہماری کاروائی ایک دم رک گئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں زیادہ طویل وقت نہیں لگانا چاہئے ہمارے اصل کام میں رکاوٹ پیش آگئی ہے' جس قدر جلد ممکن ہو ہمیں کار چوک میں اپنا کام مکمل کر لینا ہوگا۔ طے یہ کیا گیا کہ دوسرے دن سے پھر باقاعدگی کے ساتھ کھدائی شروع کرا دی جائے اور جو کچھ ملے اس پر نگاہ دوڑائی جائے۔ ہارون دانش صاحب نے بھی اپنے لئے تمام انتظامات مکمل کر لئے اور اس لاش کے بارے میں تحقیقات اور پہلے کی مانند اس تہذیب کے آثار کی تفصیلات معلوم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا' رات کو میں اور پاپا سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ پاپا ہی نے اس سوچ کو توڑا اور بولے۔''

''آشوانی تہذیب کے آثار بتاتے ہیں کہ مصر قدیم سے اس کا گہرا تعلق تھا۔ ہمیں یہ تعلق تلاش کرنا ہوگا۔ یہ لوگ بھی اس کیلئے تجسس ہیں۔''

''پاپا! روشاق کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے' کیا یہ شخص بہت عجیب محسوس نہیں ہوتا۔''

پاپا گہری سوچ میں ڈوب گئے تھے۔ بہرحال اس کے بعد نیند آگئی۔ لیکن یہ نیند بھی عجیب سی تھی۔ بس یوں لگ رہا تھا جیسے جاگ رہی ہوں' لیکن اور کوئی خیال ذہن میں نہیں تھا۔ دوسری صبح کافی

خوشگوار تھی' تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ روشاق ایک پہاڑی ٹیلے پر بیٹھا ہوا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ یہ وہ کتاب نہیں تھی' جو یہاں سے دستیاب ہوئی تھی۔

اسے محفوظ طریقے سے رکھ دیا گیا تھا۔ میں دور سے کھڑی روشاق کو دیکھتی رہی۔ نجانے کیسا لگ رہا تھا۔ مجھے اپنے وجود میں ایک بھاری پن کا سا احساس محسوس ہوا اور پاپا نے اسے محسوس کرلیا اور انہوں نے کہا۔

''نشاء...... کیا بات ہے۔ بیٹے! تم مجھے بہت ڈسٹرب نظر آ رہی ہو۔''

''نہیں پاپا۔ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ بس ذرا میرے ذہن پر ایک بوجھ سا طاری ہے۔''

''آؤ...... آگے آؤ......'' پاپا نے کہا اور میں ان کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ اس وقت ہم ایک ڈریم پہاڑی کے ڈھلوان پر کھڑے ہوئے تھے' جہاں آثار قدیمہ کی تلاش میں کی جانے والی کھدائی کے بیشمار اونچے نیچے گڑھے' کھنڈر کا سا سماں پیش کر رہے تھے۔ جلتے ہوئے سورج کی شعاعیں تیز ہوتی جا رہی تھیں اور بدن میں ہلکی سی چبھن کا احساس ہوتا تھا۔ پاپا نے پھر مجھ سے کہا۔

''نشاء...... میں تمہارے اندر کچھ عجیب سی تبدیلیاں محسوس کر رہا ہوں۔ پہلے تو تم کبھی ایسے کھنڈروں سے خوفزدہ نہیں ہوئی تھیں۔''

''نہیں پاپا۔ میرے ذہن میں آشوانی تہذیب کی مختلف شکلیں گھوم رہی ہیں' حالانکہ اس سے پہلے میں نے کبھی اس تہذیب کے بارے میں کوئی ایسی کتاب نہیں پڑھی' جس میں اس کے بارے میں کوئی تذکرہ ہو۔ لیکن میں آپ کو تھوڑی سی تفصیل بتاؤں۔ نجانے یہ تفصیل کس طرح میرے ذہن تک پہنچی ہے۔'' ہارون دانش نے حیران نگاہوں سے مجھے دیکھا' پھر بولے۔

''کیا مطلب......؟''

''پاپا...... جب آشوان کے شہر ''زورامار'' کو تباہ برباد کیا تو کسی نے اسے بددعا دی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ پاپا ان کھنڈرات کی کھدائی سے ہم پر کوئی آفت نازل ہونے والی ہے۔ پاپا مجھے اپنے اندر کچھ ایسی تبدیلی محسوس ہو رہی ہے جیسے میرا وجود کوئی جھنجھوڑے ڈال رہا ہے۔ میرا بدن پتے کی طرح لرزنے لگا تھا۔ میں ایک اور شکل کو دیکھ رہی تھی جو میں ہی تھی' جو سنہرے رنگ کے تابوت میں سو رہی تھی۔ لیکن میں اسے اپنے سامنے ویران پہاڑی پر کھڑی ہوئی دیکھ رہی تھی۔ میں نے خود کبھی اپنے بارے میں غور نہیں کیا تھا کہ میری شکل وصورت کیسی ہے۔ کیا میں ایک حسین لڑکی ہوں۔ لیکن اس وقت میں اپنے وجود کا دوسرا حصہ دیکھ رہی تھی۔ بے حد حسین لڑکی جو پہاڑ کی اس چوٹی پر کھڑی ہوئی مصر کی قلوپطرہ کی طرح باوقار نظر آ رہی تھی۔ نیلی اور جھیل کی طرح گہری آنکھیں سامنے ہونے والی کھدائی پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کا قد دراز تھا۔ چشم شباب کی تازگی اور رعنائی سے بھرا ہوا' شانے چوڑے اور سینہ جوانی کے حسین گداز سے بھرپور ایک حیران کن بات تھی' جو میں ہی

ہم ایک سرسبز و شاداب پہاڑی ڈھلوان پر کھڑی ہوئی تھی' ہم سے کچھ فاصلے پر ایک برک نما عمارت نظر آرہی تھی' جو آثار قدیمہ کے ماہرین کی رہائشگاہ کے طور پر یہاں متعین کی گئی تھی۔
حکومت تیونس میں یہ ان ماہرین کیلئے قیام گاہ کے طور پر تعمیر کی تھی۔ اس وقت بہت سے مزدور پہاڑ کے دامن میں کھدائی کر رہے تھے اور یہ جگہ خلیج تیونس میں واقع تھی۔ سفید عبا پہنے ہوئے مزدور پہاڑ کی کھدائی میں مصروف تھے۔ دور تک نیلا سمندر پھیلا ہوا تھا اور ساحل پر دور دور تک سرسبز پہاڑیوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ مجھے اپنا وجود ہوا میں تحلیل ہوتا ہوا محسوس ہوا۔
مجھے یوں لگا جیسے میں ایک انوکھی دیدہ ور ہوں جو صدیوں پرانے ماحول کو دیکھ رہی ہے۔ اس جگہ ایک عظیم شہر آباد تھا' جس کی بلند اور مضبوط پتھر کی دیواریں اس پہاڑی پر واقع شہر کے گرد پھیلی ہوئی تھیں۔ یہاں ایک انتہائی ظالم انسان حکمران تھا۔
آشوانی تہذیب پر مذہب کی حکمرانی تھی اور یہیں کہیں وہ عظیم الشان مندر بھی واقع تھا جس کی چار دیواریوں میں ظلم و بربریت کے قصے مدفون تھے' جس کے حسین نوجوان پجارنوں کی شہوانی سلین مذہب کی آڑ میں ہوتی اور جس کی بڑی پجارن کے حکم پر ہر ایک کو سر تسلیم خم کرنا ضروری ہوتا تھا۔
آشوانی تہذیب ایک ظالمانہ اور وحشیانہ دور حکومت کی یادگار تھی۔ آخر کار بیرونی حملہ آوروں نے حملہ کر کے اس تہذیب کو تاراج اور اس شہر کو ختم کر دیا۔ اسی آشوانی تہذیب کی تلاش کی جا رہی تھی' لیکن اس وقت میرے ذہن میں اس تہذیب کے بہت سے ادوار گزر رہے تھے۔
اچانک ایک انجانی آواز میرے کانوں میں گونجی جو مجھ سے کہہ رہی تھی۔
''سنو! تم وہ نہیں ہو جو اپنے آپ کو سمجھتی ہو۔ اپنا وجود تحلیل کر دو۔ اپنا جسم چھوڑ دو۔ تم...... تم وہاں میں ہوں۔ سمجھیں۔ تم...... تم نہیں میں ہوں۔'' میرا سارا وجود لرزنے لگا۔ مجھے اس وقت یوں لگ رہا تھا جیسے اس دور کی انسان ہی نہ ہوں۔ کسی قدیم دور میں چلی گئی ہوں۔ بہت دیر تک یہ احساس مجھ پر طاری رہا۔ اچانک ہی پاپا کے ہاتھ کے احساس کے لمس نے مجھے چونکا دیا۔ پاپا غور سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ شاید وہ مجھے جھنجھوڑ رہے تھے' لیکن میں ان سے مخاطب نہیں ہوئی تھی۔
ان کے چہرے پر اس وقت عجیب سی پریشانی کے آثار تھے۔ انہوں نے آہستہ سے کہا۔
''نشاء...... نشاء کیا ہو گیا؟ تم ٹھیک تو ہو......؟ تمہارا پورا بدن پسینے سے کیوں شرابور ہو رہا ہے۔ میں نے کھوئی کھوئی نگاہوں سے پاپا کو دیکھا۔ ایک لمحے کے اندر میں انہیں کیا بتاتی کہ مجھ پر یہ چند لمحات کیسے بیتے ہیں۔ میری خوفزدہ نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں جہاں میں نے اس دوسرے وجود کو دیکھا تھا جو میرے وجود کا عکس تھا۔''
''شاید تمہاری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ آؤ واپس چلیں۔'' پاپا نے کہا۔
''پاپا میں آپ سے ایک بات کہوں......''

''ہاں...... ہاں...... بیٹے بولو...... کیا بات ہے......؟'' پاپا نے پریشان لہجے میں کہا۔
مائیکل جون اور امیر الحسنات اس وقت جانے کہاں تھے۔ یہاں صرف میں اور پاپا ہی تھے۔
پاپا نے امداد طلب نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ لیکن آس پاس کوئی وجود نہیں تھا۔ عربی مزدور کھدائی میں مصروف تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی وہ لوگ جو یہاں ہمارے معاون تھے لیکن اس وقت وہ ہمارے پاس نہیں تھے۔ چونکہ میں اپنے باپ کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔
کافی دیر تک پاپا میرے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا بغور جائزہ لیتے رہے پھر انہوں نے کہا۔
''شاید تم پر اس ماحول کا کچھ نفسیاتی اثر ہے جو کچھ ہوا ہے وہ واقعی سنسنی خیز ہے اور بہت عرصے کے بعد میں بھی کسی ایسی الجھن کا شکار ہوا ہوں۔ خاص طور سے اس لئے کہ تمہاری ایک ہم شکل تابوت میں موجود ہے اور وہ قدیم مصریوں ممیوں کا سا انداز نہیں رکھتی۔ بہر حال ایک بات میں تم سے اور کہنا چاہتا ہوں۔ نشاء...... وہ یہ کہ میری زندگی بھر کے تجربے کا نچوڑ ہے کہ روحوں کی ایک دنیا عام دنیا سے الگ ہے اور ان کے طریق کار اور طرز عمل بھی مختلف ہم کسی ایک راستے پر کاربند نہیں ہو سکتے۔ ہمیں ہر طرح کے واقعات کا سامنا کرنے کیلئے تیار رہنا چاہئے اور یہ بات تم جانتی ہو کہ ہم ایک ایسی تہذیب کے آثار تلاش کر رہے ہیں جو ظلم اور بربریت کے واقعات سے بھری ہوئی تھی۔ یہاں تشدد اور بربریت کے ذریعے ہزاروں لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔
تم ان واقعات کا مطالعہ کرو گی تو تمہیں مکمل طور پر معلومات حاصل ہوگی۔ کیا سمجھیں......؟''
''پاپا...... میں انہی لمحات سے گزر رہی ہوں۔''
''کیا مطلب......؟'' پاپا نے سوالیہ انداز میں کہا اور مجھے یوں لگا جیسے میرے ہونٹوں پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا ہو۔ جیسے کوئی میری آواز بلند کرنا چاہتا ہو جیسے کوئی نہ چاہتا ہو کہ میں وہ کہوں جو اصلیت ہے اور جو مجھ پر بیت چکی ہے۔ اسی وقت مائیکل جون اور امیر الحسنات ہمیں اپنی طرف بڑھتے ہوئے دکھائی دیئے۔ دونوں ہمارے قریب پہنچ گئے تھے۔
''ہیلو...... پروفیسر ہارون دانش جو کچھ ہو رہا ہے اس کے بارے میں آپ نے ابھی تک اپنی رائے نہیں دی۔''
''کیا کوئی حتمی رائے دینے کا مرحلہ آ گیا ہے۔'' پروفیسر دانش یعنی میرے پاپا نے کسی قدر سرد لہجے میں کہا۔
''لیکن میں اور امیر الحسنات اس صدیوں پرانی تہذیب کے آثار تلاش کرنے میں بڑے پرجوش ہیں۔ ہارون دانش صاحب اس کی تاریخ اہمیت اس قدر زبردست ہے کہ اگر ہم کامیاب ہو گئے تو یہ ایک زبردست کارنامہ ہوگا۔''
''ہاں...... یقیناً اور خاص طور سے ہمیں اس پراسرار مندر کی تلاش ہے جس کے مختلف نام تاریخی کتابوں میں ملتے ہیں لیکن ایک خوفناک اذیت گاہ کے طور پر اسے جانا جاتا ہے اور ہم اس کو

۔۔۔۔ندر لہیں تو غلط نہیں ہوگا۔"
"۔۔۔ا کا مندر......" نام تو اچھا ہے۔ بہرحال دیکھتے ہیں کہ اس مندر کے کوئی آثار ملتے ہیں یا ہیں۔"
"ہاں......اب تک تو کوئی نشان نہیں ملا ہے۔" پاپا نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔
"یہ روشاق کہاں ہے؟ وہ ہمیشہ ہم سے الگ تھلگ رہتا ہے اور بہت دیر سے مجھے نظر نہیں آیا۔"
"وہ ایک انوکھا انسان ہے اور میں حیران ہوں کہ تم نے اس شخص کو اپنے سر کہاں سے لگا لیا۔"
۔۔لوں میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا' پھر تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اور اس کے بعد پاپا ۔۔نے لگے۔
"ویسے وحشی حملہ آوروں نے پورے شہر کو تباہ برباد کر دیا تھا اور یہاں موجود ایک ایک فرد کو قتل کر دیا تھا۔ عمارتوں کو نذر آتش کر دیا تھا اور شاید مندر وغیرہ کی عمارت کو بھی مکمل طور پر زمین بوس کر کے تاراج کر دیا تھا۔ ورنہ کہیں نہ کہیں تو اس کے نشانات ضرور ملتے۔
"ہوں......تو پھر اب کیا کہتے ہیں......؟"
"آؤ......چلیں......ایک عجیب سی تھکن کا احساس ہو رہا ہے۔" پاپا نے کہا۔ میں بھی اس وقت یہی چاہتی تھی۔ چنانچہ ہم اس سفید عمارت کی طرف بڑھ گئے جو ہماری رہائشگاہ کے طور پر تیار کی گئی تھی۔ اچانک ہی پاپا نے سرگوشی کے عالم میں کہا۔
"ایک بات کہوں......نشاء اپنی اس کیفیت کے بارے میں ابھی کسی کو کچھ مت بتانا۔ سمجھ رہی ہو ناں' ورنہ مختلف قسم کی فضول باتیں شروع ہو جائیں گی۔"
"جی پاپا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔
میں نے پاپا کی بات پر عمل کیا تھا اور پھر ویسے بھی میرا کوئی ایسا اوزار یہاں موجود نہیں تھا جس سے میں اپنے دل کی بات کہوں۔ بس ایسے ہی وقت گزر رہا تھا' لیکن اس بات کا خود مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میرے اندر کوئی انوکھی تبدیلی رونما ہو چکی ہے۔ یہ لوگ آشوانی تہذیب کے آثار تلاش کر رہے تھے اور آہستہ آہستہ اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو رہی تھیں' لیکن میری کیفیت کچھ اور ہی تھی۔
رات کو بستر پر لیٹ کر میں بہت دیر تک اس بارے میں سوچتی رہی۔ مجھے اپنے ڈراؤنے خواب سے ایک وحشت سی ہو رہی تھی اور میں کافی فکرمند تھی۔ ایک مرتبہ میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ دور قدیم میں کسی طرح جادو کے ذریعے بعض ساحر لوگوں کے جسم و دماغ پر قبضے کر لیتے ہیں' ان علاقوں میں خاص طور سے بیشمار لوگ ایسا عمل جانتے تھے اور اس عمل کے ذریعے دوسرے افراد کی روح کو جسم چھوڑنے پر مجبور کیا جا سکتا تھا۔ نجانے کیا بات تھی کہ مجھ پر اس وقت بھی ایک

انجانا سا خوف مسلط تھا۔ جیسے کوئی بدی کی قوت پورے ماحول پر محیط ہو۔ جیسے کوئی انہونی بات ہونے والی ہو۔

ایک عجیب قسم کے کپکپا دینے والے خوف سے بدن میں سرد لہریں دوڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں گردوپیش کے ماحول کو آہستہ آہستہ بھولتی جا رہی تھی اور میرے ذہن میں پرانا آشوانی شہر آرہا تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں اس شہر کا نظارہ کر رہی ہوں۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرا اس شہر سے کوئی گہرا تعلق ہو۔ میں نہیں جانتی تھی کہ میں نے اس شہر کو کبھی زندگی میں دیکھا تھا' لیکن مجھے یوں لگ رہا تھا کہ میرے اطراف میں دیوتا آشوان کا عالیشان مندر اس میں جلتی ہوئی آگ کی قربان گاہ ننھے ننھے بچوں کو آگ کی نذر کر دیا جاتا تھا' جہاں کنواری اور حسین دوشیزائیں۔ قربان گاہ پر اپنی دوشیزگی قربان کر دیتی تھیں اور مذہب کے نام پر اس طرح مندر کے پجاری اپنی ہوس کی آگ کو ٹھنڈا کیا کرتے تھے۔

جہاں قیدیوں کو اور مخالفوں کو اذیت ناک طریقوں سے موت کے گھاٹ اتارا جاتا تھا۔ یہ پوری آبادی ظلم و بربریت کی آماجگاہ تھی۔ بہر طور یہ آبادی مٹ گئی اور اس کا نام ونشان زمین کی گہرائیوں میں گم ہو گیا۔ نجانے کیا ہوا شاید میں اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل آئی تھی۔ میں نے باہر کے ماحول کو محسوس کیا تھا۔ تاروں کی روشنی میں سارا عالم سویا ہوا تھا۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ کچھ فاصلے پر کھڑے ہوئے کھنڈرات کے نشانات نظر آرہے تھے اور دور تک مندر کا پانی تاحد نگاہ پھیلا ہوا چاندنی کی چادر کی طرح جھلملا رہا تھا۔ بڑا حسین منظر تھا۔

لیکن پورے ماحول پر ایک عجیب سی نحوست چھائی ہوئی تھی جیسے بدی کی ساری قوتیں فضا میں منڈلا رہی ہوں۔ جیسے آشوانی شہر کے وہ تمام روحیں جنہیں جلتی آگ میں پھینک دیا گیا ہو یا ذبح کر دیا گیا ہو اس پہاڑ کی کسی چوٹی پر اپنے شکار کی تلاش میں چھپی بیٹھی ہوں۔ بڑا ہولناک آسیبی ماحول ہو رہا تھا۔

اچانک میں نے اپنے عقب میں دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور اچھل پڑی۔ میں نے جلدی سے مڑ کر دیکھا تو مجھے کچھ نظر نہیں آیا تھا۔ میں حیرانی سے ادھر ادھر دیکھتی رہی' پھر اچانک ہی میرے منہ سے ایک وحشت زدہ سی آواز نکلی۔

”ہاں...... ہاں...... سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔ مندر' مینار' راج محل' آدمی' عورتیں' دیوتا۔ سب مٹ گئے ہیں۔ دیکھو! کیسی ویرانی ہے چاروں طرف' سب خاک میں مل گئے۔ کسی کا نام ونشان نہیں۔ پھر اچانک ہی مجھے یوں لگا جیسے کوئی دوبارہ میرے سامنے آیا ہو اور پھر میں حیرانی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ وہ میں ہی تھی' میرا وجود' وہی لڑکی تھی جو میرے جیسا لباس پہنے ہوئے تھی۔ البتہ اس کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا۔

”اوہ...... تم...... تم نہیں...... میں ہوں۔ سمجھیں......؟ تم...... تم نہیں میں ہوں۔ اور میں......

تم ہو۔ میری بات غور سے سنو۔ تمہیں وہاں آنا ہے۔ جہاں میں ہوں۔
ملوں گی۔" وہ خاموشی سے چند قدم آگے بڑھی۔ خوف سے میرے بدن میں کپکپی دوڑ گئی۔
ہوش میں آگئی تھی۔ میں نے پھر اس طرف دیکھا' لیکن اب اس کا کوئی وجود نہیں تھا۔
"کیا ہے یہ سب کچھ...... کیا ہے......؟" غرض یہ کہ میں بہت دیر تک ادھر ادھر گھومتی رہی' پھر اس کے بعد اپنے بستر پر آ کر لیٹ گئی۔ لیکن مجھ پر ایک عجیب سا خوف طاری تھا۔ دوسری صبح معمول کے مطابق تھی۔ کوئی خاص بات نہیں تھی' لیکن میرے وجود میں کوئی انوکھی بات سرایت کر گئی تھی۔ وہ لوگ آشوان مندر کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ مائیکل جون کہہ رہا تھا۔

"میرا خیال ہے اب ہم کھدائی کی جگہ تبدیل کر دیں۔ ادھر ایک بلند پہاڑی ٹیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ مائیکل جون نے کہا۔

"ممکن ہے وہ جگہ ہماری توجہ کا مرکز بن جائے۔"

"نہیں...... یہ نہیں...... آشوانی مندر ادھر ادھر مغربی حصے میں واقع ہے۔ اس بلند ٹیلے کی کھدائی کریں۔ مندر وہیں ملے گا۔" یہ الفاظ میرے منہ سے نکلے تھے' لیکن میرے نہیں تھے۔ وہ سب حیرت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے' پھر مائیکل جون نے کہا۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو بے بی!؟"

"میں......؟" میں چونک کر بولی۔

وہ سب مجھے دیکھتے رہے' لیکن پاپا نے سرد لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ میں بھی یہ ہی سوچ رہا تھا کہ اب اس طرف کا رخ کر کے وہاں کی کھدائی کی جائے۔"

"لیکن اس کی کوئی وجہ؟"

"پھر کیا کرنا چاہتے ہو۔ بتاؤ......؟"

"نہیں کوئی ایسی بات نہیں۔ ٹھیک ہے۔ یہ کام کرتے ہیں۔"

بہرحال اس جگہ کھدائی کا مشورہ دے دیا گیا۔ مجھے یہ یقین ہو گیا تھا کہ کوئی انجانی قوت میری زبان میں بول رہی ہے۔ حالانکہ میں خود حیران تھی۔ بہرحال وہاں کھدائی شروع ہو گئی تھی' پھر غالباً اس کھدائی کا دوسرا دن تھا کہ اچانک ہی ایک عرب مزدور بھاگتا ہوا ہماری سمت آیا۔ وہ زور زور سے چیخ رہا تھا۔

"آشوانی مندر...... آشوانی مندر۔" سب اچھل کر کھڑے ہو گئے' انہوں نے دیکھا کہ مزدوروں نے کھدائی روک دیا ہے اور سب ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ پاپا کو اس طرح میں نے کبھی دوڑتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ لیکن وہ بھی اس جگہ کی طرف دوڑے اور ہم سب بھی...... اس کے بعد ہم اس ٹیلے کے پاس پہنچ گئے جس کی کھدائی ہو رہی تھی۔ پاپا حیرانی سے ادھر دیکھ رہے تھے اور پھر

سب ہی کے چہرے سرخ ہو گئے۔

روشاق بھی جھک جھک کر اس گڑھے کو دیکھ رہا تھا جس میں پتھر کا ایک بلاک نظر آ رہا تھا جو اب بالکل سیاہ ہو گیا تھا' لیکن اس پر کندہ نقش اور عجیب و غریب تصویریں اس بات کا ثبوت تھیں کہ یہ مندر کی دیوار کا ایک حصہ ہے۔ پاپا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''اور میری بیٹی نے بالکل صحیح نشاندہی کی تھی۔''

''اچھا......!'' سب چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

+++

مندر کی جو دیوار نمودار ہوئی تھی اس پر جو تحریر اور نقوش کندہ تھے وہ آشوانی تہذیب کی بہترین نمائندگی کرتے تھے۔ چنانچہ پاپا اس میں بری طرح مصروف ہو گئے۔ مزید کھدائی سے اور بہت ہی ایسی چیزیں نمودار ہوئی تھیں جو بڑی عجیب و غریب نوعیت کی حامل تھیں۔ میں مسلسل یہ بات محسوس کر رہی تھی کہ میرے دل و دماغ پر کوئی بوجھ ہے۔

ایسا لگتا تھا جیسے کوئی میرے وجود پر قابض ہو چکا ہو' وہ کون ہے؟ اس کی کوئی تصدیق میں نہیں کر سکتی تھی ار نہ ہی میں پاپا کو اس بارے میں تمام حقیقتیں بتا سکتی تھی' کیونکہ جب بھی میں نے ایسی کوئی کوشش کی۔ مجھے یوں لگا جیسے کسی نے میرا منہ بند کر دیا ہو۔ میں اس کیفیت کو اچھی طرح محسوس کرتی تھی لیکن لفظوں میں بیان نہیں کر پا رہی تھی اور اس رات بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

اس رات آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد بوندا باندی شروع ہو گئی۔ مزدوروں نے جگہ جگہ پناہ لی' تمام لوگ اپنے اپنے کونوں کھدروں میں جا گھسے' سردی کچھ بڑھ گئی تھی۔ نجانے رات کا کون سا پہر تھا کہ مجھے یوں لگا جیسے کوئی مجھے آواز دے رہا ہو۔ یہ مدھم مدھم آوازیں میرے کانوں میں گونج کر میرے ذہن پر سحر طاری کر رہی تھیں اور پھر میں اپنی جگہ سے اٹھی۔ میری شخصیت اس وقت دو حصوں میں تقسیم تھی۔ ایک حصہ نشاء کا تھا' جو اس وقت کی حقیقت تھی لیکن دوسرا حصہ اسی پراسرار عورت کا تھا جو میرا وجود رکھتی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے اس وقت میں چار پیروں سے چل رہی ہوں اور پھر میں جہاں پہنچی وہ ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ وہ کمرہ کس جگہ واقع تھا اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم......

لیکن...... میں نے وہاں ایک زرکار کرسی پر روشاق کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ روشاق عجیب شاہانہ انداز سے بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے یوں لگا جیسے میری اور اس کی قدیم شناسائی ہو۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر روشاق کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں برقی رویں دوڑ رہی تھیں۔ کوئی ایسی مقناطیسی قوت تھی اس کی آنکھوں میں جس سے نگاہیں چمک جاتی تھیں۔ ہ میرے سارے جسم میں سنسنی ہونے لگی۔

مجھے یوں لگا جیسے میں ڈوب رہی ہوں۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی شدید خطرہ میرے

اردگرد منڈلا رہا ہے۔ عجیب سی قوت تھی۔ روشاق نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''حسین لڑکی تو نزائلہ ہے ناں...... مجھے نہیں پہنچانتی۔ کیا تو نہیں جانتی کہ میں کون ہوں۔ میں...... روشاق کا بڑا پجاری قابوس ہوں۔ سمجھی...... میں قابوس ہوں۔ تیرا ذہن خلاؤں میں بھٹک گیا ہے۔ تو نہیں جانتی کہ مجھے آشوانی مندر کے بڑے پجاری کا مرتبہ حاصل ہے۔ مجھے مندر کی نا قابل شکست قوت حاصل ہے۔ مجھ سے کوئی نہیں لڑ سکتا۔ ہاں...... اب تیرے جسم پر میرا قبضہ ہے۔ سمجھ رہی ہے نا توں...... بہت عرصے سے تو یہاں ان کھنڈرات میں مدفون تھی۔ صدیاں گزر گئیں اور آخرکار میں نے تجھے حاصل کرلیا......

یہ بیوقوف لوگ۔ آشوانی قوت کو کیا جانیں' مجھے وہ قوت حاصل ہے کہ میں مستقبل میں جھانک سکتا ہوں۔ میں صدیوں پرانے ماضی سے نکل کر حال میں آسکتا ہوں۔ کیا سمجھ میں دوسروں کے جسم پر قبضہ کرنے کی قوت رکھتا ہوں۔ یہ راز صدیوں سے میرے سینے میں دفن ہے تو نہیں جانتی کہ کتنی کاوشوں کے بعد میں نے صحرائے مصر کے اہرام سے نکل کر انسانی قالب اختیار کیا ہے۔ اس کو بھی برسوں گزر گئے میں کب سے اس دن کا انتظار کر رہا تھا کہ کوئی ایسا ذریعہ ہوجائے جس سے مجھے ان کھنڈرات تک آنے کا موقع مل جائے اور آخر کار مجھے یہ موقع مل گیا۔

یہ بیوقوفوں کی پوری ٹیم جو سمجھتی ہے کہ آشوانی تہذیب کے سارے راز معلوم کرلے گی' یہاں آئی ہے۔ کیا سمجھی لیکن......؟

انہوں نے میرا کام آسان کردیا ہے۔ میں کب سے اس دن کا انتظار کر رہا تھا اور آخر کار یہ دن آگیا اور اب' اب وہ ہوگا' جس کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا۔ تیرا جسم تیرا دماغ میرے قبضے میں ہے اور میں تجھے...... میں تجھے عظیم دور کی نزائلہ کا روپ دوں گا۔ سمجھ رہی ہے ناں تو......؟ نزائلہ جو صدیوں سے اس کا انتظار کر رہی تھی کہ کوئی اسے ان گہرائیوں سے نجات دلائے۔'' وہ چند لمحات کیلئے خاموش ہوا' پھر بولا۔ ''اور کوئی مجھ سے نہیں جیت سکتا۔ آہ...... ماضی میں کیا ہوا ہے تو کیا جانے۔ اس شہر کی تباہی کے طوفان میں نجانے کیا کیا ختم ہوگیا۔ ختم ہوگیا...... سمجھ رہی ناں۔ لیکن ہم نے وقت کے فاصلے عبور کرلئے ہیں۔ ہم تباہیوں کے نرغے سے نکل آئے ہیں۔ جلدی کر نزائلہ میری محبوبہ وقت بہت کم ہے۔'' اس کی آواز بند ہوگئی اور پھر یوں لگا جیسے اچانک کوئی زنجیر سی ٹوٹ گئی ہو۔ میں نے حیران نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر خوف و حیرت سے دم بخود رہ گئی۔ یہ تو مجھے پہلے ہی اندازہ ہوگیا تھا کہ میں اپنے کمرے میں نہیں ہوں۔

میرے چاروں سمت پتھروں کی سیاہ دیواریں تھیں۔ یہ پورا کمرہ ہی سیاہ پتھر کا بنا ہوا تھا۔ چھت پر ایک خوفناک تصویر بنی ہوئی تھی۔ بند دروازوں کے پٹوں پر بھی مچھلیوں جیسی شکلیں بنی ہوئی تھیں' بلندی پر بنے ہوئے دریچوں سے سورج کی تیز روشنی کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ پورا کمرہ سیاہ اور چکنے پتھروں کا بنا ہوا تھا۔ میں گھبرا کر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اچانک مجھے یوں لگا جیسا میں فرش پر

ُدیں بلکہ کسی آرام دہ پتھر کے بنچ پر بیٹھی ہوئی ہوں۔ میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
میرے شانے عریاں تھے اور پیروں میں چوڑے تسمے والے پنڈلیوں تک کے خوبصورت جوتے تھے۔ بالکل عجیب و غریب لباس تھا میرا۔ ایسا جیسا تابوت میں لیٹی ہوئی لڑکی کا تھا۔ میں لڑکھڑاتے قدموں سے کھڑی ہوگئی۔ میرا سر گھوم رہا تھا۔ اگر یہ خواب نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔ یہ تو ایک جیتی جاگتی حقیقت ہے۔ کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے مجھے ایک کونے میں آئینہ نظر آیا اور میں کانپتے قدموں سے آئینے کی سمت بڑھ گئی۔ پھر میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔ آہ...... چہرہ تو میرا ہی تھا' لیکن بہت ہی عجیب و غریب انداز میں...... میں حیران تھی۔

مجھے وہ ساری باتیں یاد آنے لگیں' جو روشاق نے کہی تھیں۔ روشاق کمال کی بات ہے۔ یہ سب کیا ہوا ہے۔ میں حیرانی سے آگے بڑھی اور اس بڑے دریچے کے پاس جا کھڑی ہوئی' جو مجھے سامنے نظر آرہا تھا۔ میں نے باہر کا منظر دیکھا اور میرے پورے بدن میں عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی۔ نجانے مجھے کیا کیا یاد آرہا تھا۔ قدیم واقعات جن کا تعلق اناطوق سے تھا۔ سبوعہ' فرطانہ' نزائلہ سارے نام مجھے یاد رہے تھے اور مجھے یوں لگ رہا تھا۔ جیسے میں پاگل ہوجاؤں گی۔

میرا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ میں بار بار اپنے بدن کو نوچ کر یہ باور کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ جو کچھ مجھے نظر آرہا ہے وہ حقیقت ہے یا ایک خواب' کیا میں عالم خواب میں ہوں۔ لیکن یہ خواب نہیں تھا۔ میری نگاہوں کے سامنے ایک بہت سی قدیم دور کی آبادی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ آشوانی آبادی تھی۔ سورج کی تیز روشنی میں نہائی ہوئی۔ یہ تاریخی آبادی میرے سامنے زندہ اور آباد تھی۔ میں واقعی خواب نہیں دیکھ رہی تھی۔ دور تک پھیلے ہوئے شہر میں لوگوں کے ہجوم میں چلتے پھرتے نظر آرہے تھے۔ کچھ فاصلے پر گھنے درختوں کے درمیان ایک بڑا سا میدان تھا۔ دوسری جانب نشیب میں ایک بندرگاہ نظر آرہی تھی' جہاں بہت سے جنگی جہاز جو بالکل قدیم طرز کے بادبانی جہاز تھے۔ لنگرانداز تھے۔

ایک عجیب و غریب کیفیت ہورہی تھی۔ لوگ سڑکوں پر بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ مرد' عورتیں' نوجوان اور بوڑھے سبھی تھے۔ ''اوہ...... کیا میں اپنی اصلی حالت میں واپس آؤں گی۔ سب سے افسوسناک بات یہ ہی تھی کہ میں دوہری کیفیت کا شکار تھی۔ کاش! میں کسی ایک طرف ہوجاؤں۔ میں کسی ایک طرف۔'' اس وقت میری دلی آرزو یہ ہی تھی۔

لیکن انسان جو کچھ چاہتا ہے سب کچھ اسی طرح تو نہیں ہوجاتا۔ میں اس طلسم سے نکل نہیں پا رہی تھی' جو میری زندگی پر مسلط ہوگیا تھا۔ اس سے پہلے بھی آثار قدیمہ کی کھدائی کیلئے جو کچھ کیا جاتا رہا تھا۔ ہارون دانش نے مجھے اس میں برابر شریک رکھا تھا' لیکن میں اس بار جس طلسم میں پھنسی تھی وہ میرے تصور سے بھی باہر تھا۔ کیا کروں کیا نہ کروں مناظر بدل رہے تھے۔ میں اچھے خاصے ہوش و حواس کے عالم میں تھی اور یہ سوچ رہی تھی کہ یہ سب کچھ حقیقت نہیں ہے۔ میں ہارون دانش کی بیٹی

نشاء ہوں۔ ''نشاء دانش......'' لیکن اسی وقت اچانک ہی میں نے اسے دیکھا اور پہچان لیا۔ حالانکہ اس کا کوئی تصور میرے ذہن میں نہیں تھا۔ لیکن میرے ذہن نے یہ کہا کہ وہ ناطوق ہے۔ اناطوق آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ ابھی وہ میرے قریب نہیں پہنچ پایا تھا کہ اچانک ہی' عقب سے ایک اور عورت آتی ہوئی نظر آئی۔ سانولے سے رنگ کی مالک چیتے کی طرح پھرتیلی' جوان بدن رکھنے والی' سیاہ لمبے لمبے بال اور بڑی بڑی کالی آنکھیں۔ اس نے سرخ رنگ کا عبا نما لباس پہنا ہوا تھا' جس پر بڑے بڑے اژدھے کڑے ہوئے تھے۔

اس کی کمر پر چمڑے کی پٹی بندھی ہوئی تھی' جس پر قیمتی ہیرے ٹکے ہوئے تھے۔ اس کے ہاتھوں میں کنگن نما زیورات بھی ہیروں سے مزین تھے۔ لیکن اس وقت اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے تیز قسم کی کوئی خوشبو لگا رکھی تھی' جس سے پورا ماحول خوشبودار ہو گیا تھا۔

کچھ بھی تھا۔ اس جنونی حسن میں بلا کی جنسی کشش تھی۔

''اناطوق! یہ تم پاگلوں کی طرح مجھے کیوں گھور رہے ہو......؟'' اس نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا' لیکن اناطوق نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اس وقت صرف دیدہ ور بنی ہوئی تھی' وہ پھر بولی۔

''تم اس طرح کمرے میں کیا کر رہے ہو......؟ میں نے تمہیں اتنی بار سمجھایا ہے کہ اس چڑیل کے چکر میں نہ رہا کرو۔ یہ تمہیں تباہ و برباد کردے گی۔'' دفعتاً ہی شہزادے کے منہ سے غراتی ہوئی آواز نکلی۔

''میں نے کتنی بار تم سے کہا ہے کہ تم اس کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ کہا کرو۔''

''میں تمہیں ہوشیار کر رہی ہوں۔ اگر تم نے اس سے زیادہ رابطے بڑھائے تو میں تمہیں قتل کردوں گی' میں یہ برداشت نہیں کرسکتی۔''

''بکواس بند کر...... فرطانہ تو جانتی ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگا ہوں۔ سمجھ رہی ہے ناں تو......؟'' پھر شہزادہ وہاں سے باہر نکل گیا اور میری نگاہیں اس کا تعاقب کرتی رہیں۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے شہزادے کے ساتھ ساتھ سفر کر رہی ہوں اور پھر میں نے وہ مندر دیکھا جو آشوانی مندر تھا۔ مندر میں ہر جگہ پجاریوں کا ہجوم تھا وہ آگے بڑھ رہے تھے۔ میں شہزادے کا تعاقب کرتی رہی۔ اچانک ہی لاتعداد نوجوان اور حسین پجارنوں کا ہجوم نظر آیا۔ انہوں نے اتنے باریک اور ریشمی لباس پہن رکھے تھے کہ ان کے جسم ان لباسوں سے نمایاں تھے۔

شہزادہ اسی ہال سے گزرتا ہوا جہاں وہ پجارنیں عبادت میں مصروف تھیں۔ ایک بڑے دروازے کی سمت چل پڑا۔ دروازے پر کھڑی ایک حسین پجارن ادب سے آگے بڑھی تو شہزادے نے کہا۔

''تم...... تم آگے بڑھو...... آگے بڑھو......'' اور پھر شہزادہ ایک بڑے سے کمرے میں پہنچ گیا۔

کمرہ حسین پردوں اور سازوسامان سے سجا ہوا تھا۔ کونے میں ایک دیوی کا تانبے کا بت کھڑا ہوا تھا اور فرش پر بچھے ہوئے دبیز قالین پر ایک عورت خاموش بیٹھی سامنے کی طرف دیکھ رہی تھی' ایلن اسے دیکھ کر ایک بار پھر میں دنگ رہ گئی۔

''میرے خدا...... یہ بھی میں ہی تھی۔ میں ہی تھی یہ۔ ہاں...... یہ میں ہی تھی۔'' میرے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی اور اچانک ہی مجھے یوں لگا جیسے کسی نے میرے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھ دیئے ہوں۔ میں نے وحشت زدہ نگاہوں سے پلٹ کر دیکھا تو یہ پاپا تھے...... میرے پاپا......

میرے حلق سے دوسری چیخ نکلی اور میں دوڑ کر پاپا سے لپٹ گئی۔ میرے حلق سے سسکیاں نکل رہی تھیں اور پاپا' میرے سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ مجھے لیتے ہوئے اس کمرے میں آ گئے' جہاں ہماری رہائشگاہ تھی۔ وہ سارا ماحول نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا' جس نے مجھے اپنے طلسم میں جکڑ رکھا تھا۔ مجھے اس قدر کمزوری محسوس ہو رہی تھی کہ کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔ پاپا نے مجھے مسہری پر بٹھا دیا اور بولے۔

''کیا بات ہے جانو! یہ تمہارا رنگ پیلا کیوں پڑ رہا ہے۔'' اب میں پاپا کو کیا بتاتی یہ کوئی چھوٹی کہانی تو تھی نہیں' پھر بھی پاپا شاید میرے دل کی بات سمجھ گئے' انہوں نے کہا۔

''مجھے اب خود بھی یہ احساس ہو رہا ہے کہ بات کچھ ضرورت سے زیادہ ہی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں واپسی کا سفر اختیار کرنا چاہئے۔ میں اس سے زیادہ رسک نہیں لے سکتا۔ تم مجھے خاصی پریشانی نظر آ رہی ہو۔''

''پاپا...... میں آپ کو کیا بتاؤں جو کچھ مجھ پر بیت رہی ہے وہ بیان کرنے کے قابل نہیں ہے۔''

''میں سمجھ رہا ہوں۔ تم جو کچھ کہہ رہی ہو میں سمجھ رہا ہوں۔ چلو ہم کل کوئی میٹنگ کر کے کچھ فیصلے کرتے ہیں' لیکن آنے والا کل پہلے سے بھی زیادہ الجھا ہوا تھا۔ مائیکل جون نے ہی اطلاع دی تھی کہ کچھ تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ وہ خاصا بدحواس سا نظر آ رہا تھا۔ پاپا نے حیرت سے کہا۔

''کیا ہوا مائیکل......؟''

''میں بتاتا ہوں۔'' دروازے سے امیر الحسنات نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

میں اور پاپا حیران نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھنے لگے' امیر الحسنات نے کہا۔

''پروفیسر صاحب! روشاق غائب ہے۔ رات کو تقریباً ساڑھے چار بجے اسے لینڈ کروزر میں جاتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ اسے جاتے ہوئے دیکھنے والے وہ عرب مزدور ہیں جو یہ بات جانتے ہیں کہ وہ ایک اہم آدمی ہے۔''

''مگر کہاں......؟'' پاپا نے حیران لہجے میں کہا۔

''یہ ایک ناقابل فہم سوال ہے۔ غائب کے لفظ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس بات کا کسی

کو علم نہیں ہے کہ وہ کہاں چلا گیا۔'' امیر الحسنات نے سرد لہجے میں کہا۔
مائیکل جون بولا۔ ''اور وہ تابوت سے لاش بھی نکال کر لے گیا ہے اور وہ کتاب بھی جو ہمیں دستیاب ہوئی تھی۔'' اس انکشاف نے ہم سب کو دنگ کر دیا تھا۔ پاپا تو دیر تک کچھ بول ہی نہ سکے' پھر انہوں نے کہا۔
''اور لینڈ کروزر کے بارے میں کچھ معلوم ہوا وہ تو سرکاری تھی' میرا مطلب ہے کہ محکمہ آثار قدیمہ کی طرف سے ہمیں دی گئی تھی۔''
''ظاہر ہے' اتنی جلدی تمام باتیں معلوم نہیں ہوسکتیں' لیکن اس نے جو کچھ کیا ہے وہ ناقابل معافی ہے۔ لاش کی گمشدگی اور کتاب کی گمشدگی سے اس بات کا اظہار بھی ہوجاتا ہے کہ وہ کسی نیک ارادے سے نہیں گیا اور شاید اب وہ واپس نہ آئے۔'' پاپا کا موڈ خراب ہوگیا۔ انہوں نے سرد لہجے میں کہا۔
''اس نے جو کچھ بھی کیا ہے اس کی مکمل ذمہ داری آپ لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ کیا سمجھے......؟''
''ہمیں اس سے انکار نہیں ہے۔ ہم ٹریپ ہوگئے تھے۔'' مائیکل جون نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔
''سنو! میں خود بھی ان حالات سے اکتا گیا ہوں۔ میرے خیال میں ہمیں اپنے کام کو ادھورا چھوڑ کر جانا پڑے گا۔''
''حالانکہ یہ ایک دکھ بھری بات ہوگی۔ آپ اس سلسلے میں غور کریں۔ پروفیسر۔ وہ کچھ چیزیں لے کر غائب ہوگیا ہے' لیکن وہ چیزیں ایسی نہیں ہیں' جو ہمارے آگے بڑھنے کا راستہ روکیں۔ ہم کیوں نہ اپنا کام جاری رکھیں۔''
''اس کا فیصلہ کرنے کیلئے مجھے وقت درکار ہے۔ آپ لوگ کھدائی کی نگرانی کیجئے۔ میں ریسٹ کرنا چاہتا ہوں۔'' پاپا کے لہجے سے پتا چل رہا تھا کہ وہ ان حالات سے کافی دلبرداشتہ ہوگئے ہیں۔
بہرحال اس کے بعد تقریباً سارا دن ہی یہ سلسلہ جاری رہا۔ میں نے اس سلسلے میں خود کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا' ظاہر ہے کہ پاپا' مائیکل جون اور باقی لوگ اصلیت جانتے تھے۔ یہ بات بھی طے تھی کہ مائیکل جون اور امیر الحسنات ہی روشاق کو اپنے ساتھ لے کر آئے تھے' چنانچہ وہ پاپا سے کچھ کہنے کی گنجائش بھی نہیں رکھتے تھے' وقت گزر گیا۔ یہ اندازہ تو ہوگیا تھا کہ پاپا اب بددل ہوگئے ہیں اور شاید وہ واپسی ہی کا فیصلہ کریں' میں نے بھی ان سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ یوں رات کو کافی دیر تک ہم دونوں جاگتے رہے۔ پاپا اپنے طور پر سوچتے رہے تھے' لیکن صبح میرے لئے بھی بڑی پریشان کن تھی۔
معمول کے مطابق جاگی تھی' کسی خاص بات کا احساس نہیں ہوا' لیکن تھوڑی دیر کے بعد یہ

۱۰ ماس ہوگیا کہ پاپا اپنی جگہ موجود نہیں تھے۔ عموماً ایسی نہیں ہوتا تھا' اتنی صبح وہ اٹھ کر کہیں نہیں جاتے تھے' پھر بھی میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے اٹھ کر کہیں باہر نکل گئے ہوں۔

مختصر یہ کہ تمام تر معلومات کے بعد یہ پتہ چلا کہ پاپا موجود نہیں ہیں۔ اس احساس نے میرے ہاتھ پاؤں پھلا دیئے تھے۔ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ پاپا مجھے بتائے بغیر کہیں جا سکتے ہیں۔ لیکن وہ کہیں چلے گئے تھے اور اس کے بعد ایک ہیجانی دن گزارنا پڑا۔ امیر الحسنات' مائیکل جون اور دوسرے تمام لوگ پاپا کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔

روشاق کو تو خیر جاتے ہوئے دیکھا گیا تھا اور بعد میں وہ لینڈ کروزر شہر کے ایک علاقے میں مل گئی تھی' جس میں روشاق یہاں سے فرار ہوا تھا' لیکن پاپا یہاں سے کہاں گئے اور کیسے گئے؟ اس کا کچھ پتہ نہیں چل سکا تھا۔ تین دن' چار دن' چھ دن' آٹھ دن رو رو کر میرا برا حال ہوگیا تھا بلکہ اتنی حالت خراب ہوگئی تھی کہ مجھے ہسپتال لے جا کے ڈرپ لگوانی پڑی۔

مائیکل جون اور امیر الحسنات بھی بددل ہوگئے تھے۔ آخر میں انہوں نے کہا۔

''پروفیسر ہارون دانش! موجود نہیں ہیں تو اب ہم یہاں وقت ضائع کر کے کیا کریں گے۔ بے بی میں تم سے یہ مشورہ کرنا چاہتا ہوں کہ اب تمہارا کیا ارادہ ہے......؟''

''انکل...... پاپا......'' میری رندھی ہوئی آواز ابھری۔

''ہاں......! ہم خود پریشان ہیں' یوں سمجھ لو کہ مقامی حکومت ہارون دانش کی تلاش کیلئے' ہر وہ قدم اٹھا چکی ہے جس سے وہ دستیاب ہوسکتے ہیں' لیکن کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ تم نے شاید دیکھا ہو کہ انتظامی محکمے کا ایک بہت بڑا گروپ یہاں آیا اور اس نے ان غاروں کو چھان مارا جہاں کھدائی کی گئی ہے کہ خدانخواستہ کہیں پروفیسر دانش کسی حادثے کا شکار نہ ہوگئے ہوں' لیکن ایسا کوئی نشان بھی نہیں ملا۔

بہت تعجب اور افسوس کی بات ہے۔ بے بی! مجھے آپ سے مشورہ کرنا ہے کہ اب کیا ارادہ ہے......؟''

''کیا میں پاپا کو اس طرح چھوڑ کر چلی جاؤں......''

''نہیں...... وہ پراسرار طریقے سے غائب ہوئے ہیں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کب تک دستیاب ہوں گے۔ ہم خود بھی چونکہ بددل ہوگئے ہیں۔ لیکن بے بی! اگر تم یہاں رکنا چاہو تو مقامی حکومت تمہارے قیام کا بندوبست کرسکتی ہے' تم یہاں رک جاؤ۔''

''میں پاپا کے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گی۔'' میں نے جواب دیا۔

مائیکل جون اور امیر الحسنات' اپنے اپنے وطن واپس چلے گئے۔ حکومت تیونس نے پاپا کی اہم شخصیت کو قدر نگاہ رکھتے ہوئے میرے لئے بہترین رہائش گاہ کا بندوبست کیا اور مجھے بتایا گیا کہ وہ تمام ذرائع استعمال کئے جا رہے ہیں' جن سے پاپا کے بارے میں پتہ چل سکے' لیکن پندرہ دن' بیس

دن' ایک مہینہ گزر گیا پاپا کا کوئی نام ونشان نہیں ملا تھا۔ مقامی حکام بہت اچھے تھے۔ وہ بہترین میزبانی کر رہے تھے میری۔ لیکن میں سوچ رہی تھی کہ اب کب تک یہاں رکوں؟

آخر بجھے دل کے ساتھ میں نے اپنے وطن واپسی کا فیصلہ کرلیا تو ان لوگوں نے مجھے رخصت کردیا' میں گھر آ گئی۔

یہاں ہمارے پاس ملازموں کی فوج تھی۔ سب کے سب پاپا کیلئے دکھی تھے۔ انہیں اطلاع مل چکی تھی کہ پاپا گم ہو گئے ہیں۔ بڑے دکھ بھرے انداز میں میرا استقبال کیا گیا۔ میری خاص آیا ندیمہ جو میری ماں کی موت کے بعد میرے لئے نگران مقرر کردی گئی تھی اور جو مجھے بہت ہی پیار کرنے لگی تھی' دھاڑیں مار مار کر روتی رہی۔ لیکن میری آنکھوں سے آنسو نہیں نکلے تھے۔ البتہ میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''تم میں سے ایک بھی شخص پاپا کا سوگ نہ منائے۔ کیا سمجھتے ہو تم سب کے سب۔ میرے پاپا زندہ ہیں اور یقیناً واپس آ جائیں گے۔ سب سے زیادہ خلوص سے آیا ندیمہ اور ہمارے ایک بہت ہی اہم اور قدیم ملازم ریاض علی نے بڑے خلوص سے آمین کہا تھا۔ بہرحال گھر کی کیفیت عجیب سی ہو گئی تھی۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ گھر میں ملازموں کی پوری فوج موجود تھی۔ پاپا نے غالباً اسی لئے ان سب کو رکھا تھا کہ وہ خود بھی اکیلے رہتے تھے۔

میں تنہائیوں میں پاپا سے سوال کرتی تھی کہ اتنی محبت کرنے کے بعد انہوں نے مجھے اس طرح کیوں چھوڑ دیا' انہوں نے اپنی حفاظت میرے لئے کیوں نہیں کی اور اگر وہ زندہ ہیں تو اتنے عرصے تک مجھ سے دور کیوں رہے ہیں۔ کیا انہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ میں انہیں کتنا یاد کرتی ہوں گی۔

بہرحال وقت گزرتا رہا' پھر ایک دن میں نے آیا ندیمہ سے کہا۔

''ندیمہ بیگم! مجھے ایک بات کا جواب دیجئے۔''

''ہاں...... ہاں...... بولیں کیا بات ہے......؟''

''میری ماں تو بہت چھوٹی عمر میں اس دنیا سے چلی گئی تھیں لیکن پاپا اس طرح کیوں چلے گئے......؟'' آیا ندیمہ نے ہمدردانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ دیکھتی رہیں...... یوں لگا جیسے وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ ان کے چہرے پر ایک ہلکی سی ہچکچاہٹ تھی۔ میں سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہی' ویسے ماں کی موت کے بعد میں نے آیا ندیمہ کا بہت احترام کیا تھا۔ وہ بھی مجھے بہت چاہتی تھیں' لیکن اس وقت نجانے کیوں مجھے ان پر غصہ آنے لگا۔

''میں نے آپ سے ایک سوال کیا ہے اور مجھے اس کا جواب نہیں دے رہیں۔''

''میں کیا جواب دوں نشاء...... ظاہر ہے وہ میرے مالک تھے اور پھر ملک سے باہر وہ گم ہوئے' مجھے کیا معلوم اس بارے میں......''

''مجھے تم سب سے پتہ نہیں کیوں ایک نفرت سی محسوس ہو رہی ہے۔ یہ بتاؤ کوئی رہ گیا ہے۔ میرا اس دنیا میں۔''

''ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں نشاء بیٹی! کہ ہم بھی تمہارے لئے تمہارے اپنوں سے الگ نہیں ہیں۔''

''ہوں......'' میں نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا۔ یہ بات مجھے ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ یہ لوگ میرے اپنے کیسے ہو سکتے ہیں۔ پتہ نہیں کیسی کیفیت ہو گئی تھی' بس ہر وقت ذہن پر غبار سا طاری رہتا تھا۔ میں شدید حیران تھی۔ پاپا سے مجھے یہ امید نہیں تھی اور میں یہ بات یقین کرنے کیلئے تیار نہیں تھی کہ میرے پاپا اس دنیا میں نہیں ہیں۔ انسان اتنی آسانی سے تو نہیں مر جاتا' پتہ نہیں کون سے حالات تھے جس کی بنا پر انہیں کہیں جانا پڑا۔

بہر حال کوٹھی میں پاگلوں کی طرح چکراتی پھرتی تھی' باہر جانے کا شوق ہی نہیں تھا' حالانکہ گھر میں دو' تین تین گاڑیاں موجود تھیں۔ ڈرائیور موجود تھے' کبھی کبھی دل چاہتا تھا کہ گھر سے باہر نکلوں' لیکن بس ایک عجیب سا احساس ذہن و دل پر طاری رہتا تھا۔ پھر اس دن میں پاپا کی لائبریری میں پہنچ گئی۔ پاپا کی لائبریری بھی بہت وسیع تھی' چاروں طرف کتابیں ہی کتابیں بھری ہوئی تھیں۔ ان کتابوں میں ساری کائنات چھپی ہوئی تھی۔

میں یونہی لائبریری کا جائزہ لیتی رہی' حالانکہ یہ لائبریری میں نے کتنی ہی بار دیکھی تھی' لیکن اس وقت نجانے کیوں میرے ذہن پر ایک عجیب سا احساس سوار تھا۔ لائبریری کی ہر چیز بے پناہ قیمتی تھی۔ پاپا کی تصویر ایک طرف لگی ہوئی تھی۔ دیواروں پر فراعنہ کے دور کو نقش کیا گیا تھا۔ اہرام مصر کے ماڈل جگہ جگہ سجے ہوئے تھے۔ ایک طرف ابوالہول کا بہت بڑا مجسمہ لگا ہوا تھا۔ قبل از مسیح کے بہت سے باب یہاں درج تھے۔ تابوتوں میں فرعونوں کی ممیاں رکھی ہوئی تھیں۔

میں دیر تک اس ماحول کا جائزہ لیتی رہی' پھر میں نے ایک کتاب اٹھالی' پاپا کی اس لائبریری میں میں نے کتنی بار بہت سی کتابیں دیکھی تھیں' لیکن بس دیکھنے کی حد تک آج پہلی بار میں نے ایک کتاب نکال کر اس کے اوراق کھولے تھے۔ دل پر ایک عجیب سا بوجھ طاری ہو گیا' یہ کتاب نجانے کب کی لکھی گئی تھی۔ میں نے اسے پڑھنا شروع کیا۔

''مصر کی تاریخ نیل کی تنگ وادی پر مشتمل ہے۔ اس وادی کی لمبائی دوسرے آبشار اور ڈیلٹا کے درمیان آٹھ سو میل ہے۔ خود ڈیلٹا کی شکل خانے کی جیسی ہے اور یہ بھی ایک سو میل لمبا ہے۔ قبل از تاریخ میں مصر کے اطراف کی معاون وادیاں جو اب خشک ہو چکی ہیں یقیناً بہتی ہوں گی اور ان کی وجہ سے کھیتی باڑی میں کافی مدد ملتی ہوگی۔ جب لوگوں نے نیل اور ڈیلٹا کے اس علاقے میں آبادیاں قائم کر لیں تو اس میں تبدیلیاں رونما ہونے لگیں۔ تقریباً پانچ ہزار سال قبل مسیح اور چار ہزار قبل مسیح تک مصر کی تاریخ کا حیرت انگیز اور پائیدار دور شروع ہو چکا تھا۔

دریائے نیل میں ہر سال مقررہ وقت پر سیلاب آتا تھا اور اس کیلئے کھیت پہلے سے تیار کر دیئے جاتے تھے' یوں مصر کی زراعت ایک شاندار روایت رکھتی تھی۔ حالانکہ دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی طغیانیاں زراعت کیلئے زبردست رکاوٹ سمجھی جاتی رہی ہیں۔ مصر میں بھی ہر سال دریائے نیل سے بہنے جانے والی کیچڑ آس پاس کے میدانوں میں پھیل جاتی تھی۔ لیکن اس سے زمین کی زرخیزی کو مدد ملتی تھی۔ دریا کے مشرقی اور مغربی جانب دور دور تک صحرائی علاقے پھیلے ہوئے تھے اور حقیقتاً یہ زرعی زمین کی حفاظت کا سامان تھے۔

جنوبی حصے میں نیل ان علاقوں کے اندر سے گزرتا ہے جہاں زمانہ قدیم کے لوگوں کی چھوٹی چھوٹی آبادیاں بکھری ہوئی تھیں۔ خود ڈیلٹا کی حفاظت کیلئے بھی دونوں جانب صحرائی علاقہ تھا اور سامنے سمندر یہ سرزمین جو ایک انوکھی سرزمین تصور کی گئی۔ ایک پائیدار معاشرے کیلئے ہر لحاظ سے موضوع تھی۔

مصریوں نے صحرائی علاقوں سے بحیرہ قلزم تک کا راستہ پیدا کر لیا تھا اور ان ملکوں سے تجارت شروع کر دی تھی' جو بحیرہ ہند کے کناروں پر واقع تھے۔ یوں مصری شہنشاہیت الگ تھلگ نہ رہی۔ بلکہ مشرق قریب کے بین الاقوامی نظام میں مصر بھی پورا پورا حصے دار بن گیا۔ مصر مخلوط آبادی کا حامل تھا۔ یہودی اور عرب سام کی اولاد کہلاتے تھے۔ ہندی' یورپی یا آریائی لوگ یافث کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔

یام' سام اور یافث تینوں حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند تھے اور نسلی طور پر ہمیشہ یہ تنازع چلا آتا رہا ہے۔ حامی' سامی اور یافثی آریائی نسلیں کبھی واضح نہیں ہوئیں' لیکن یہ بالکل سچ تھا کہ مصری زبان یہودیوں' عربوں' فنقیوں' بابلیوں اور مشرق قریب کی دوسری ثانوی قوموں کی زبان سے ملتی جلتی نہیں ہے۔ ہندی' یورپی زبان میں سنسکرت مشرق اوسط کی فارسی یا پھر یونانی اور لاطینی زبانیں شامل ہیں' جن کی شناخت بآسانی کی جاسکتی ہے۔ چار ہزار تین سو قبل مسیح کے آس پاس مصر میں دو حکومتیں قائم تھیں......

ایک بالائی مصر کی حکومت جو خاص وادی نیل میں تھی' دوسری زیریں مصر کی حکومت جو نیل کے زیریں حصے اور ڈیلٹا پر مشتمل تھی' پھر یہ دونوں حصے ایک ہو گئے' لیکن ان کے اتحاد اور لامرکزیت کا سلسلہ مختلف اوقات میں جاری رہا۔ مصر کی تاریخ میں فیصلے شاہی خاندانوں کی بنیاد پر ہوا کرتے تھے اور ان شاہی خاندانوں نے سربراہ فرعون یا بادشاہ کہلاتے تھے۔ چین کی طرح یہاں کے ابتدائی حکمران خاندانوں کی حیثیت سے بھی ثانوی اور ان کی صحیح تاریخیں نہیں ملتیں۔ البتہ تیسرے شاہی خاندان سے جو دو ہزار سات سو قبل مسیح کے قریب قائم ہوا۔ مصر کی مستند تاریخ کا آغاز ہو گیا۔
اس وقت کا دارالحکومت ممفس تھا' جو دریائے نیل کے کنارے قاہرہ سے چودہ میل دور تھا اور اب وہ قاہرہ کا ہی ایک حصہ بن چکا ہے۔ یہیں سے مصر اور مصر زیریں کی متحدہ سلطنت پر حکمرانی کا

سا سا جاری رہا۔ اسے قدیم بادشاہی دور کہا جاتا ہے۔ چوتھا خاندان دو ہزار چھ سو قبل مسیح کے درمیان برسر اقتدار آیا اور مصر کے مشہور اہرام اس خاندان کے عہد میں تعمیر ہوئے۔ اصل میں یہ ان بادشاہوں کے مقبرے تھے اور پھر خاندانوں کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ یہاں تک کہ تیسرے خاندان کا دور آ گیا' یہ چوتھی قبل مسیح کا واقعہ ہے۔

پھر مصر پر سکندر قابض ہوگیا اور یونانی شاہی خاندان مصر پر حکمران رہا۔ یہاں تک کہ اینٹونی اور قلوپطرہ نے شکست کھائی تو تیس سال قبل مسیح میں مصر رومیوں کے زیر اقتدار آ گیا۔ یہ بڑی تحقیقی کتاب تھی۔

میری آنکھیں کتاب کے صفحات پر جمی رہیں اور میں تحریر کی منزلوں سے گزرتی رہی' مجھ پر ایک عجیب سا سرور طاری ہوتا جا رہا تھا اور آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔ دل و دماغ پر ایک عجیب سی لطیف کیفیت طاری تھی اور مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی مدھم آواز میں مجھے مصر کے بارے میں بتا رہا ہو۔ قدیم بادشاہی سلسلہ تیسرے سے چھٹے شاہی خاندان تک رہا' پھر ایک سو سال تک افراتفری رہی۔ نویں خاندان نے دو ہزار سال قبل مسیح فرعونی اقتدار سنبھال لیا۔

سترہواں خاندان مصری تھا' جس نے بکسوس کو باہر نکالا اور اٹھارہویں خاندان کا بادشاہ طھوس سالس تھا' جس نے فنقیہ فلسطین اور شام فتح کئے۔ اس کے بعد مصر کے عقیدے کے متعلق تفصیلات درج تھیں۔

دماغ کی چولیں ہل رہی تھیں۔ پاپا کی معیت میں مصر بھی بہترین دریافت رہا تھا' لیکن اب بہت عجیب لگ رہا تھا۔

یہ رات بڑی پریشان کن رہی' سوتی جاگتی رہی۔ صبح کو طبیعت پر بہت بوجھ تھا۔ جاگ رہی تھی لیکن نہ جانے کیا کیا سوچیں دامن گیر تھیں۔ اس دن فیض بابا سے بہت ساری باتیں ہوئیں۔
فیض بابا بھی ہمارے بہت پرانے ملازم تھے۔ گاڑی چلاتے تھے اور بہت مشاق ڈرائیور تھے۔

"جی فیض بابا......" میں نے پوچھا۔

"ناشتہ کرلیا آپ نے......؟"

"ہاں...... کیوں......؟"

"کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"بیٹھ جائیں میں نے کہا۔"

"نہیں......" فیض بابا نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"میں سمجھی نہیں فیض بابا......"

"بیٹے میں کبھی آپ کے پاس بیٹھا ہوں۔ بیٹے محبت اپنی جگہ آپ ایک اعلیٰ نسب لڑکی ہیں۔

باظرف اور نیک فطرت۔ لیکن بیٹے ہم آپ کے ملازم ہیں اور ہمیں اپنے مرتبے کا خیال ہے۔''

''میں نہیں سمجھی بابا اور آپ یقین کریں اس سے پہلے میں نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ جب آپ میرے سامنے آئے تو میرا رویہ کیسا رہا......''

''ارے بیٹے۔ یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے۔''

''نہیں ہے نا......؟''

''ہاں بیٹے آپ کا شکریہ۔'' فیض بابا نے کہا۔

''تو پھر بیٹھ جایئے۔'' میرا لہجہ بے حد سرد تھا' فیض بابا پھیکی سی ہنسی کے ساتھ نیچے فرش پر بیٹھنے لگے تو میں نے صوفے کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ ''فیض بابا۔'' فیض بابا کے انداز میں جھجک تھی' لیکن شاید انہوں نے میرے سرد لہجے کو محسوس کیا اور صوفے پر بیٹھ گئے' پھر بولے......

''شکریہ۔ نشاء بیٹے۔''

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا...... ''بات یہ ہے کہ میں نے پہلے بھی کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ میرے گھر میں مالک کون ہے اور ملازم کون۔ لیکن اب فیض بابا میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہوگئی ہوں' کیونکہ میں جانتی ہوں کہ میرے پاپا آپ کا کتنا احترام کرتے تھے اور......''

فیض بابا نے میری بات کاٹ دی اور ہاتھ اٹھا کر جلدی سے بولے۔

''نا بیٹا نا۔ تم تھے کا لفظ کیوں استعمال کر رہی ہو' وہ ہیں بھول کر بھی کبھی تھے کا لفظ استعمال مت کرنا۔ وہ ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ رہیں گے۔'' فیض بابا کی بات پر میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میں نے درد بھرے لہجے میں کہا۔ ''آمین فیض بابا۔''

''بیٹے آپ نے مجھے پوری تفصیل بے شک نہیں بتائی لیکن اتنا مجھے معلوم ہے کہ مالک گم ہوگئے ہیں اور خدانخواستہ ان کی لاش دستیاب نہیں ہوئی۔ میں اپنے مالک کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں وہ آسانی سے کسی کے جال میں نہیں پھنس سکتے۔''

''آپ نے میرا دل بڑھا دیا ہے بابا۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔''

''کبھی فکر مت کرنا بیٹا۔ میں اتنا بوڑھا نہیں ہوا ہو کہ تمہاری طرف ٹیڑھی نگاہ سے دیکھنے والے کو اپنے پیروں پر صحیح سلامت کھڑا رہنے دوں۔'' میں واقعی فیض بابا کی باتوں سے بڑی تقویت محسوس کرنے لگی تھی۔ میں نے کہا۔

''میں کیا کروں بابا۔ آپ کو تھوڑی سی تفصیل بتاؤں۔ یہ بات تو آپ کے علم میں ہے کہ ہمارے ساتھ تین افراد تیونس گئے تھے۔ وہاں ہم کارچوک نامی پہاڑ پر آشوانی تہذیب کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے۔''

میں نے فیض بابا کو پوری کہانی تفصیل سے سنا دی۔ اس وقت وہ مجھے اپنے بہترین ساتھی محسوس ہو رہے تھے۔ وہ حیرت سے یہ داستان سنتے رہے۔ پوری داستان سننے کے بعد انہوں نے

[illegible] ہوئے کہا۔
''خدا کے بھید خدا ہی جانتا ہے' لیکن تم نے میری بات کی تصدیق کر دی۔''
''کون سی بات کی بابا صاحب۔''
''یہی کہ میرے مالک زندہ ہیں اور تم دیکھ لینا کہ بہت جلد وہ واپس آ جائیں گے۔''
''شکریہ بابا خدا آپ کو سلامت رکھے۔''
''ایک بات کہوں بیٹا۔''
''جی بابا۔''
''مان لو گی میری بات۔''
''جی مان لوں گی۔''
''بیٹا سب سے پہلے ایک بات پر یقین قائم کر لو۔''
''جی بابا۔''
''وہ یہ کہ تمہارے پاپا زندہ ہیں اور بہت جلد تم سے آملیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اپنے آپ کو تر و تازہ رکھو اس طرح تمہارے فیض بابا کی آبرو بھی قائم رہے گی۔''
''وہ کیسے فیض بابا؟''
فیض بابا گہری سوچ میں ڈوب گئے' پھر بولے۔ ''کل جب میرے مالک میرے سامنے آئیں گے اور مجھ سے پوچھیں گے کہ فیض تم نے میری غیر موجودگی میں میری اکلوتی بیٹی کا کتنا خیال رکھا تو میں فخر سے کہہ تو سکوں گا کہ دیکھ لیں مالک' میری نشاء بی بی خوش و خرم اور تر و تازہ ہیں۔''
''آپ بہت اچھے ہیں فیض بابا' یقین کریں پاپا کی گمشدگی کے بعد میرا دل بری طرح ٹوٹ گیا تھا۔ آج آپ سے ہونے والی باتوں میں اتنا پیار ہے کہ میں مطمئن ہو گئی ہوں' مجھے یہ بتایئے کہ میں پاپا کا انتظار کیسے کروں۔''
''میں بتاتا ہوں۔''
''جی بتایئے۔''
''بیٹا تمہارے کچھ دوست ہیں؟''
''بیٹا تمہارے کچھ دوست ہیں؟''
نہیں...... کبھی مجھے دوست بنانے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی' میرے پاپا ہی میرے بہترین دوست تھے۔''
''پھر تھے کہاں۔''
''سوری فیض بابا۔ تھے نہیں ہیں۔''
''ہاں تو بتایئے۔''

''تم گھر سے باہر نکلو گی' تفریحات میں دلچسپی لوگی' میں تمہارا ڈرائیور ہوں' تمہیں ساتھ لے جاؤں گا۔''

''ہم کہاں جائیں گے فیض بابا۔'' میں نے سوال کیا۔ فیض بابا سوچ میں پڑ گئے۔

''تاج محل۔''

''آگرہ۔''

''ارے نہیں بیٹا! ہوٹل تاج محل۔''

''آپ کو اس کے بارے میں کیسے معلوم فیض بابا......؟'' میں نے مسکرا کر پوچھا۔

''ایک بار مالک کے کچھ غیر ملکی دوست آئے تھے اور ہوٹل تاج محل میں ٹھہرے تھے۔ مالک نے ہوٹل کے بڑے ہال میں مجھے بلایا تھا کسی کام کیلئے۔ تب میں نے وہ جگہ دیکھی تھی۔ بس کیا بتاؤں بیٹا! بڑی خوبصورت جگہ تھی' ایسے ایسے خوبصورت لوگ وہاں بیٹھے تھے کہ میرا دل چاہا میں بھی وہیں بیٹھ جاؤں۔'' فیض بابا کہنے لگے۔

''بابا...... مجھے عجیب لگے گا۔''

''مگر یہ عجیب بات دلکش ہوتی ہے۔''

''ارے واہ۔ آپ تو بڑے دانشور ہیں فیض بابا۔''

فیض بابا اچانک ہی میرے مشیر اور دوست بن گئے تھے' ایک خوبصورت لباس میں ملبوس ہو کر میں ہوٹل تاج محل پہنچ گئی۔ بے شک یہ ماحول میرے لئے اجنبی نہیں تھا' پاپا کے ساتھ کئی بار ہوٹلوں وغیرہ میں جا چکی تھی' لیکن تنہا پہلی بار کسی ہوٹل میں آئی تھی۔ ویٹر نے میری رہنمائی ایک میز کی طرف کی اور میرے لئے کرسی کھینچ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ میں نے خود اعتمادی سے کہا۔

''کوئی اچھا سا مشروب۔'' ویٹر گردن خم کر کے چلا گیا۔ میں نے ماحول کا جائزہ لیا' بہت ہی اعلیٰ مینجمنٹ یہاں موجود تھی۔ ملکی اور غیر ملکی افراد پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے کے بعد میں نے میز پر رکھا مینو اٹھا لیا اور اس کے اندراجات پر نگاہ ڈالنے لگی' ویٹر نے چند ہی لمحوں کے بعد کاغذ جیسے ہلکے شیشے کے برتن میرے سامنے سجا دیئے۔ بہت ہی خوبصورت جگ میں ایک نفیس مشروب اور ٹرے میں خوب گلاس رکھے ہوئے تھے' اس نے خود ہی ایک گلاس میں مشروب انڈیلا اور ادب سے پیچھے ہٹ گیا۔ مشروب کا گلاس اٹھا کر میں چھوٹے چھوٹے سب لینے لگی۔ تب ہی میری نگاہ خود سے کچھ فاصلے پر ایک میز کی جانب اٹھ گئی اور دوسرے لمحے میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا۔ وہ ایک عمر رسیدہ عورت تھی۔ غالباً کسی مغربی ملک سے تعلق رکھتی تھی' دودھ جیسا سفید رنگ اتنے ہی سفید بال' سفید لباس' لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ سفید کاغذ جیسے رنگ میں خون کی ذرا بھی آمیزش نہیں تھی۔ آنکھوں کے ڈھیلے بھی سفید سفید' یہاں تک کہ اس کے ہونٹ بھی سفید تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ ہو۔ یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی' لیکن اسے دیکھ کر مجھے

[illegible] تھا۔ شاید نہ بھی یاد آتا' لیکن عورت کی گود میں ایک سیامی بلی بیٹھی تھی اور یہ بلی بالکل [illegible] میں نے روشاق کے پاس دیکھی تھی۔ جوں ہی میری نگاہ بلی پر پڑی مجھے یوں لگا جیسے [illegible] سے کچھ شعاعیں خارج ہو رہی ہوں اور پھر اچانک ہی بلی نے ایک بھیانک آواز نکالی [illegible] کی گود میں اچھل کر میز پر چڑھی' پھر وہاں سے نیچے چھلانگ لگا دی اور پھر برق رفتاری سے [illegible] ایک دروازے سے باہر نکل گئی' میں نے محسوس کیا کہ کسی نے اس کی جانب توجہ نہیں دی [illegible] میرا دماغ کچھ لمحوں کیلئے جھنجھنا گیا تھا' عجیب سا واقعہ تھا' اس عورت کا روشاق سے کیا تعلق تھا [illegible] بلی۔

''تھوڑا سا تعجب بھی ہوا تھا۔ اس شاندار ہوٹل میں کسی ایسے جانور کو کیوں پرمیشن دی گئی تھی۔ جانوروں کے اندر لانے پر بھی پابندی ہوتی ہے۔ بہرحال میں خاموش رہی اور اپنے مشروب سے [illegible] لیتی رہی۔

چند لمحات کے بعد ویٹر قریب آیا تو میں نے کہا۔

''ویٹر کیا ہال میں جانوروں کو لانے کی اجازت ہے......؟''

''جانوروں کی؟''

''ہاں......!''

''نہیں میڈم......!''

''مگر یہاں ابھی ایک بلی بھاگی ہے جو ان خاتون کی گود میں تھی۔''

''بلی......؟''

''ہاں بلی!! تم نے نہیں دیکھی۔'' میں جھنجھلا سی گئی۔

''نہیں میڈم۔ میں نے کیا کسی نے بھی نہیں دیکھی' ویسے یہاں کسی بھی جانور کو لانے کی اجازت نہیں ہے۔''

''کمال کرتے ہو۔''

''کسی چیز کی ضرورت میڈم۔'' ویٹر نے گردن خم کر کے کہا۔

''ابھی نہیں' بتا دوں گی۔'' میں نے بگڑے ہوئے موڈ سے کہا۔

ایک بار اس عورت پر نگاہ ڈالی جو کچھ کھانے میں مصروف تھی۔ پھر اس کے بعد میں دوسری طرف متوجہ ہو گئی' لیکن بار بار میری نظریں اس کی جانب اٹھ جاتی تھیں۔ میں نے اسے ایک بار بھی اپنی طرف متوجہ نہیں دیکھا تھا' پھر اچانک ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور اس طرف چلی گئی جہاں واش روم تھا۔ میں اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک نوجوان آدمی جو بہت ہی خوبصورت تراش کے سفاری سوٹ میں ملبوس تھا اور خود شکل و صورت سے اچھا نظر آ رہا تھا۔ میرے پاس آیا اور جھک کر بولا۔

''قسم سے کھانا کبھی کبھی بہت عجیب لگتا ہے میڈم۔ میں پھر بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں آپ سے فلرٹ کرنے نہیں آیا۔ آپ مجھے صرف چند منٹ اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دے دیں۔'' میں نے حیرت سے اسے دیکھا تو وہ بولا۔

''وہ ادھر میز نمبر چالیس پر میری منگیتر بیٹھی ہوئی ہے۔ والدین نے اس کا نام مشل رکھا ہے لیکن میرے خیال میں اس کا نام خون ریز ہونا چاہئے تھا۔ اگر اسے اس بات کا اندازہ ہوجائے کہ خدانخواستہ میں آپ سے تعارف حاصل کرنے یا فلرٹ کرنے کیلئے آیا ہوں تو آپ یقین کریں کل صبح کے اخبارات میں میری تصویر ضرور ہوگی' جس کے ساتھ بڑے بڑے الفاظ میں یہ شعر لکھا ہوگا۔

حسرت ان غنچوں پر ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

یہ نوجوان کون ہے اور میرے پاس کیوں آیا ہے؟ مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا' لیکن میں گھر سے باہر اسی لئے نکلی تھی کہ اپنی زندگی میں تبدیلیاں پیدا کروں' کسی سے شناسائی حاصل کروں' کسی سے دوستی کروں۔ یہ شخص مجھے اچھا لگا تھا۔ الفاظ اور گفتگو میں شوخی تھی' لیکن سلیقے کے ساتھ میں نے کہا۔

''میں کیا خدمت کرسکتی ہوں آپ کی......؟''

''دونوں میں سے ایک......''

''کیا مطلب......؟''

''مجھے یہاں بیٹھنے کی اجازت دیجئے اور اشارے سے مشل کو اپنے پاس بلا لیجئے یا پھر وہاں میری میز پر چلیے۔''

''مشل کو یہاں بلا لیجئے۔'' میں نے خوش دلی سے کہا۔ اس کے اشارے پر بہت ہی خوبصورت اور نازک سی مشل اٹھ کر میری میز پر آ گئی اور دونوں میرے سامنے بیٹھ گئے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''بہت خوبصورت جوڑی ہے آپ کی۔ ویسے مشل تمہارے منگیتر واقعی شریف آدمی ہیں' کیونکہ انہوں نے تمہارا نام تو بتا دیا اپنا نہیں۔''

''یہ عسکری ہیں اور آپ یقین کیجئے کہ یہ قطعی اس قابل نہیں تھے کہ میں ان سے منگنی کرتی' مگر انہوں نے اتنا رونا پیٹنا مچایا کہ آخر میں پگھل گئی اور اب انہیں زندگی بھر بھگتنے کا فیصلہ کرچکی ہوں۔''

''آپ یقین کیجئے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک نکاح نہیں ہوجاتا میں ان کی کہی ہوئی ہر بات پر روبوٹ کی طرح گردن ہلاتا رہوں گا۔''

''میں آپ کا نام پوچھ سکتی ہوں......؟'' مشل بولی۔

''میں نشاء دانش ہوں۔''

''کیا خوبصورت نام ہے۔ آپ تنہا ہیں......؟''

''ہاں......''

''اب یہ بتائیے کہ ہم آپ کی کیا خدمت کریں۔''

''آپ میری میز پر ہیں اس لئے میزبان میں ہوں۔''

''دیکھا نہ مشل۔ کیسی عمدہ رہی' آج کے پیسے بچ جائیں گے اور ہم کل پھر آجائیں گے' ورنہ مشکل ہوجاتا۔ نشاء صاحبہ کولڈ کافی اور کچھ اسنیکس منگا لیجئے۔'' عسکری نے شوخ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے ویٹر کو اشارہ کردیا۔ وہ دونوں بڑی دلچسپ باتیں کرتے رہے۔ وہ عمر رسیدہ عورت جس کے پاس میں نے بلی دیکھی تھی اور ویٹر نے جسے ماننے سے انکار کردیا تھا واش روم کی طرف گئی تھی۔ تو واپس نہیں آئی تھی۔ اتنی دیر تک کسی کا واش روم میں رکنا ممکن نہیں تھا۔ اسی وقت عسکری نے کہا۔

''اس طرف ایک راہداری ہے' جو باہر لان میں نکلتی ہے۔''

میں نے چونک کر عسکری کو دیکھا۔ مجھے حیرت ہوئی تھی کہ اس نے میری سوچ کو کیسے پڑھ لیا۔

وہ بولا۔

''مجھے خوشی ہے کہ آپ نے بھی اس پر توجہ دی' لیکن کیا قصہ ہے مجھے نہیں معلوم۔'' عسکری پھر بولا۔

'وہ ایک عجیب عورت تھی' اس کی گود میں ایک خوبصورت بلی بیٹھی ہوئی تھی' جو بعد میں اس کی گود سے بھاگ کر باہر نکل گئی۔ لیکن یہاں موجود کسی شخص نے یا ہوٹل کی انتظامیہ نے اس بلی کو نہیں دیکھا' جس پر مجھے تعجب ہوا۔

''اوہ مشل۔ بلی تو ہم نے بھی اس کی گود میں نہیں دیکھی۔ مس نشاء ایک بات بتائیے آپ پہلے سے اسے جانتی ہیں یا آج ہی اسے دیکھا تھا۔ یا پھر چھوڑیئے۔ میں آپ کو اصل بات بتا دوں جس کی وجہ سے میں یہاں آپ کے پاس پہنچا۔ میں واش روم گیا تھا اور اس وقت میں واش روم میں ہی تھا جب میں نے باہر ایک آواز سنی۔ اس عورت کی آواز جسے ہم دونوں ہال میں دیکھ چکے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی۔

''ہاں۔ تم دونوں احتیاط سے اس کا تعاقب کرو اور اس کا گھر دیکھ کر آؤ۔ وہ میرے لئے انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ مجھے اس کے گھر کا پتہ چاہئے' لیکن خبردار اسے شک نہ ہو۔'' پھر میں نے واش روم سے باہر نکل کر انہیں دیکھا' عورت آگے بڑھ گئی تھی۔ میں نے اسے پہچان لیا اور وہ دونوں جنہیں آپ کا پیچھا کرنے کی ہدایت کی گئی تھی ہال میں واپس آگئے۔ بس آپ کا جو حلیہ اس عورت نے بتایا تھا میں نے اس کے تحت آپ کو ہوشیار کرنا مناسب سمجھا۔''

عسکری کے اس انکشاف سے ایک لمحہ کیلئے میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ خاص طور سے سیامی بلی اور عورت کا خوف سے عاری چہرہ مجھے روشاق کی یاد دلاتا تھا اور روشاق کے

بارے میں آپ کو علم ہے کہ وہ میرے لئے کیا حیثیت رکھتا تھا۔

کچھ دیر تک میں عسکری کے اس انکشاف سے چکرائی چکرائی رہی' پھر میں نے خود کو سنبھالا' نوجوان جوڑا بالکل صاف اور سادہ سی فطرت کا مالک لگتا تھا۔ مجھے ان کے انداز میں کوئی فریب نہیں محسوس ہوا تھا اور پھر وہ انوکھی عورت اور سیاہ بلی' لیکن لمحوں کے اندر مجھے فیصلہ کرنا تھا کہ آگے مجھے کیا کرنا چاہئے اور میں نے فیصلہ کرلیا اور میری کیفیت بحال ہوگئی۔

''آپ تنہا ہیں مس نشاء......؟'' عسکری نے سوال کیا۔

''جی۔تنہا ہی سمجھئے۔ میں مسکرا کر بولی۔

''آپ ہمارے اس انکشاف سے خوفزدہ تو نہیں ہیں۔''

''جی نہیں۔''

''لیکن وہ دونوں صورت سے کافی خطرناک معلوم ہوتے تھے۔''

''آپ دونوں بہت اچھے ہیں' میرے دوست بنیں گے۔'' میں نے عسکری کی بات کو نظرانداز کر کے کہا۔

''آپ جیسی بہادر لڑکی کا دوست بننا کون پسند نہیں کرے گا۔ ویسے اب تک اچانک ہی آپ بھی مجھے پراسرار لگنے لگی ہیں۔ یعنی ایک بھیانک سی۔ غیرملکی خاتون نے کچھ لوگوں کو آپ کے تعاقب پر لگایا ہے اور آپ کو ان کی ذرا بھی پروا نہیں ہے۔''

''میں تو خیر جو کچھ بھی ہوں لیکن آپ دونوں بہت اچھے ہیں۔ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔'' اس بار عسکری کے بجائے مشل جلدی سے بولی۔

''یہ تو ہماری خوش بختی ہے' نشاء جی آپ پلیز! میرا نمبر لے لیں اور مجھے اپنا نمبر ضرور بتا دیں۔''

''ہاں' ہاں لکھ لو۔'' میں نے خوش دلی سے کہا۔

میں نے مشل کا نمبر لیا اور اسے بھی اپنا نمبر بتا دیا' پھر کہا۔

''کبھی تم دونوں میرے گھر آؤ اور سنو مجھے اپنی شادی میں بلانا مت بھولنا۔''

''ارے ارے ہماری شادی تو ابھی بہت دور ہے' ہم تو جلدی جلدی آپ کے پاس آئیں گے۔'' پھر اس کے بعد حیرت انگیز طور پر عسکری اور مشل نے مجھ سے اس بارے میں نہیں پوچھا۔ میں نے جو دل میں فیصلہ کیا تھا وہ یہ تھا کہ اس پراسرار عورت کے بارے میں کسی طرح انکشاف ہوسکتا تھا کہ میرا تعاقب کرنے والے میرا گھر دیکھ لیں اور بات کسی نہ کسی شکل میں آگے بڑھے۔ اگر وہ روشاق جیسی نہ ہوتی اور اس کے پاس روشاق جیسی سیاہ بلی نہ ہوتی تو مجھے ان فضولیات سے کوئی دلچسپی نہ ہوتی۔ غرض یہ کہ ہمارے درمیان دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ مجھے اس نوجوان جوڑے سے مل کر دلی خوشی ہوئی' تو کم از کم دل بہلانے کیلئے کوئی تو ملا۔ پھر ہم لوگوں نے ایک

... سے اجازت طلب کی، میں باہر نکل آئی۔ پارکنگ لاٹ پر فیض بابا آرام سے گاڑی میں نیم ... تھے۔ انہوں نے مجھے دور سے آتے نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ جب قریب جا کر میں نے پچھلا دروازہ کھولا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ گئے۔

''معافی چاہتا ہوں نشاء بیٹا......''

''کس بات کی فیض بابا'' میں نے دروازہ بند کرتے ہوئے پوچھا۔

''آپ کے دروازہ کھولنے پر میں نیچے نہیں اترا۔''

''چلئے۔''

''گھر ہی چلوں بیٹے۔''

''ہاں۔''

راستے میں ہر طرح سے پیچھے دیکھنے کی کوشش کی اور یہ اندازہ لگانے لگی کہ کوئی میرا تعاقب کر رہا ہے یا نہیں، مگر مجھے گھر کے گیٹ سے اندر داخل ہونے تک ایسا کوئی سراغ نہ ملا۔ تاہم میں اپنے کمرے میں آگئی اور ضروریات سے فراغت حاصل کر کے اپنے بیڈ پر پہنچ گئی۔ سوچیں تو تنہائی کا سب سے بڑا سہارا ہوتی ہیں۔ زندگی میں پتہ نہیں غم تھے یا نہیں، لیکن اب پاپا کا خیال ایک غم کی شکل ہی اختیار کر گیا تھا۔ میں تو زندہ ہوں پاپا پتہ نہیں کس حال میں ہوں گے۔ وہ بھی تو میرے بارے میں سوچ رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ ممتا تھیں، جن کا اب خیال بھی نہیں آتا تھا۔ وہ ہی ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا، پلکوں پر بوجھ سے آپڑا تھا۔ غالباً نیند آنے والی تھی۔

اچانک ہی تکیے کے پاس رکھے فون پر وائبریشن ہوئی، میں نے فون اٹھا لیا۔ ایک لمحے میں پتہ چل گیا کہ مشل کا فون ہے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ دوستی کا یہ طریقہ بھی ہوتا ہے۔

''ہیلو مشل۔''

''ہیلو نشاء۔ سوری! عسکری سے بات کرو۔'' دوسرے لمحے عسکری کی آواز سنائی دی۔

''نشاء جی کچھ گستاخیاں کی ہیں۔ آپ نے تو ان دونوں پر توجہ ہی نہیں دی تھی، جنہیں آپ کا تعاقب کرنا تھا۔ ہمارے دل میں تجسس تھا اور دوستی کا رشتہ بھی تھا۔ یہ خیال تھا ہم دونوں کو کہ کہیں راستے میں آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ ہم نے بھی آپ کا تعاقب کیا۔ وہ دونوں گرے کلر کی ایک کار میں بڑی ہوشیاری سے آپ کا پیچھا کرتے ہوئے آپ کی کوٹھی تک گئے، پھر جب آپ کی کار کوٹھی میں داخل ہوگئی تو وہ پورے دس منٹ تک وہاں رکے اور پھر واپس چل پڑے۔ اس وقت مشل نے ایک کارآمد مشورہ دیا، اس نے کہا کہ کیوں نہ ان کا پیچھا کرتے ہوئے نیو لائن سوسائٹی تک پہنچیں جہاں ان کی کار کا بنگلہ نمبر چھ بارہ میں داخل ہوگئی۔ ہم نے بھی وہاں انتظار کیا اور جب یہ اندازہ ہوگیا کہ وہ وہاں سے واپس آگئے اور اب آپ کو اطلاع دے رہے ہیں۔

''اوہ مائی گاڈ۔'' آپ لوگوں نے اتنی تکلیف اٹھائی میرے لئے۔''

''دوستی جو ہوئی ہے اب آپ ہمیں مزید خدمت بتایئے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اس کاوش کا شکریہ۔ یہ اطلاع میرے لئے کارآمد ہے۔ آپ کیلئے مزید ہدایت ہے کہ مشل کو اس کے گھر چھوڑ دیئے اور آپ جا کر آرام سے اپنے گھر سو جایئے۔ شب بخیر۔'' میں نے مزید کچھ سنے بغیر فون آف کر دیا اور بہت دیر تک میرے ذہن میں وہ پراسرار عورت چکراتی رہی' پھر میں نے سوچا کہ میں کوئی بزدل لڑکی نہیں ہوں۔ مجھے نیو لائن سوسائٹی کے ان مکینوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئے۔

بس یہ سوچتے سوچتے سو گئی تھی۔ دوسری صبح پتہ نہیں کیوں طبیعت ہشاش بشاش تھی' گھر کے ملازمین پاپا کی گمشدگی پر اپنے دکھ کا اظہار کرنے کیلئے بہت سنجیدہ رہنے لگے تھے۔ میں ضروریات سے فراغت حاصل کر کے سوچ میں ڈوب گئی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ذہن میں اسراق کے واقعات چکرا رہے تھے۔ میں نے لباس تبدیل کیا اور تیار ہو کر باہر نکل آئی۔

فیض بابا گاڑی صاف کر رہے تھے۔ مجھے تیار دیکھ کر بولے۔

''کہیں جا رہی ہیں نشاء بیٹی۔ میں ذرا کپڑے بدل آؤں۔''

''نہیں فیض بابا' آپ بس چابی مجھے دے دیجئے۔''

''میں چلوں نشاء بیٹی۔'' فیض بابا نے کہا۔

''چابی۔'' میں نے ہاتھ پھیلا کر سرد لہجے میں کہا اور فیض بابا نے خاموشی سے چابی میرے حوالے کر دی۔ میں نے گاڑی سٹارٹ کی اور چل پڑی۔ بس ایک دیوانگی ہی تھی اور سوچ کی وحشت پر غور بھی نہیں کیا تھا کہ اجنبی جگہ میرے ساتھ کیا واقعات پیش آ سکتے ہیں۔ نیو لائن کا علاقہ شہر سے کافی دور ایک پوش علاقہ تھا۔ کافی لمبا سفر طے کر کے آخر کار میں نیو لائن سوسائٹی پہنچ گئی اور پھر کوٹھی نمبر چھ سو بارہ تلاش کرنے میں زیادہ وقت نہ لگا۔ میں اس کے جائے وقوعہ کا جائزہ لیتی رہی' بالکل ہی الگ تھلگ اور ذرا عجیب سی طرز تعمیر کا نمونہ تھی۔ گاڑی ایک طرف کھڑی کر کے میں نیچے اتری اور پھر کوٹھی کے گیٹ کے پاس پہنچ گئی' لمحوں کے اندر یہ اندازہ ہو گیا کہ کوٹھی ویران پڑی ہے۔ بس اس کے بعد یہی کہا جا سکتا ہے کہ میرے وجود میں ایک پراسرار عمل کا آغاز ہو گیا ہے۔ میں نے کوٹھی کا سرسری نگاہ سے جائزہ لیا۔ پوری عمارت سنسان محسوس ہوتی تھی۔ میں آگے قدم بڑھاتی ہوئی کوٹھی کے بڑے دروازے پر پہنچ گئی۔ پرانے طرز کا دروازہ تھا' لیکن میں نے اسے ہاتھ سے دبایا تو وہ کھل گیا۔ دروازے کے دوسری طرف بہت بڑا ہال تھا۔ اوپر کے حصے میں قدیم طرز کے روشن دان بنے ہوئے تھے' جس سے تیز روشنی اندر آ رہی تھی اور اس روشنی میں صاف شفاف ہال کا منظر عجیب تھا۔ باہر سے اس قدر ویران اور بدنما نظر آنے والی عمارت کا یہ ہال اتنا صاف ستھرا ہوگا سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا' لیکن جس چیز نے مجھے سخت حیران کر دیا وہ یہ تھی کہ یہاں انتہائی قدیم مصری

او اا ات لی سجاوٹ تھی۔ منقش دیواریں سونے کے برتن' اہراموں کے ماڈل' ایک دروازے پر سرخ
، ہ الک رہا تھا۔ ہر طرف ایک ہولناک سناٹا طاری تھا۔ ایک پراسرار سکوت چھایا ہوا تھا۔
خاصی دیر انتظار کیا اور میرے اندر ایک جھنجھلاہٹ سی پیدا ہوگئی۔
''کوئی ہے۔ یہاں کوئی ہے......؟''
میری آواز کی بازگشت ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ اچانک سرخ پردے میں جنبش ہوئی اور پھر دو
ید برف جیسے ہاتھ نمودار ہوئے۔ ان ہاتھوں نے پردہ ہٹایا اور جو کوئی ان سے نمودار ہوا اسے دیکھ
ر میرے دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوگئی۔ میری آنکھیں ساکت ہوگئیں' وہی عورت وہی روح جیسی
ل والی عورت میرے سامنے تھی۔ میں نے اب اسے قریب سے دیکھا تھا۔ یہ چہرہ عام انسانی
چہروں سے بالکل الگ تھا۔ اس پر برف جیسی سفیدی تھی۔ نقوش بے حد حسین تھے' لیکن چہرے میں
زندگی نہیں تھی۔ بس یوں جیسے پتھر سے تراش دیا گیا ہو۔ بے تحاشہ حسین نیلاہٹیں لئے ہوئے
آنکھیں لیکن بے نور ان میں زندگی کے ستارے نہیں تھے۔ غیر معمولی طور پر لمبی سفید گردن' لمبے لمبے
بال ہاتھ سیدھے لٹکے ہوئے بدن پر سرخ اور گہرے رنگ کا لبادہ پہنے وہ مجھے دیکھ رہی تھی' لیکن یوں
لگتا تھا جیسے مجھے نہ دیکھ رہی ہو۔

پھر وہ آگے بڑھی اور یہاں بھی مجھے عجیب سا احساس ہوا۔ اس کے پاؤں لمبے لبادے سے
ڈھکے ہوئے' لیکن لبادہ کتنا ہی ڈھیلا یوں نہ چلتے ہوئے گھٹنے کچھ مڑتے ہیں۔ پاؤں اٹھتے ہوئے جو
محسوس ہوتے ہیں' مگر مجھے یہ پاؤں اٹھتے ہوئے محسوس نہیں ہو رہے تھے۔

وہ جیسے پھسلتی ہوئی میرے پاس آرہی تھی جوں جوں وہ قریب آتی گئی مجھے ایک پراسرار سی
ٹھنڈک کا شدید احساس ہوا۔ میرے بدن میں ہلکی سی کپکپی دوڑ گئی' مگر میں اسے خوف کا نام نہیں
دے سکتی تھی۔ پھر اس کے منہ سے ایک کھرکھراتی سی آواز نکلی۔

''نزائلہ......؟''

میرے ذہن میں ایک زوردار چھناکہ سا ہوا اور مجھے کار چوک کے کھنڈرات میں ملنے والی وہ
کتاب یاد آگئی جس میں اناطوق کی کہانی درج تھی۔ شہزادہ سبوعہ کی محبوبہ نزائلہ اور پھر تابوت میں
ملنے والی لاش جو میری لاش تھی۔ آہ پراسرار عورت جو روشاق جیسی تھی۔ مجھے نزائلہ کے نام سے پکار
رہی تھی' میں نے اپنی ذہنی قوتوں کو آواز دی' یہ سارے کا سارا گورکھ دھندا میری سمجھ میں نہیں آرہا
تھا' لیکن میں اسے سمجھنا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

''کون ہو تم......؟''

''میں کون ہوں۔ تمہیں یہ جاننے کی ضرورت نہیں۔ مجھے وہ کتاب چاہئے جو تمہارے باپ
نے کہیں پوشیدہ کر دی ہے۔''

''کون سی کتاب۔'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

''اناطوق کی وہ خفیہ کتاب جس میں اس نے مصر کے ایک اہرام کی کہانی لکھی ہے۔ وہ قدیم اہرام جس میں مصر کی ایک خفیہ تاریخ چھپی ہوئی ہے۔''

''وہ کتاب میرے پاپا کے پاس؟'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں اور میرے پاپا کہاں ہیں۔'' میں نے پھر کہا اور عورت دانت پیسنے لگی۔

''وہ چوہا ہی تو غائب ہوگیا ہے۔ کون سے بل میں جا چھپا ہے۔ یہی تو پتہ نہیں چل رہا' لیکن ہم سمجھتے ہیں اس نے خود کو تاریخ کے پردوں میں چھپالیا ہے۔ یہی تو نہیں معلوم ہے کہ اس نے تاریخ مصر کے کون سے دور میں پناہ لی ہے' لیکن کب تک چھپا رہے گا۔ ہم اسے تلاش کریں گے۔'' اچانک اس کی آنکھوں کی نیلاہٹیں سرخیوں میں بدل گئیں۔ اس نے شرارے برساتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر غرا کر بولی۔

''ہمیں وہ کتاب بھی مل جائے گی اور تمہارا باپ بھی۔ لیکن تاریخ کے بعد سے راز ابھی کھلنے نہیں چاہئے۔ جاؤ یہاں سے چلی جاؤ۔ ہم تمہیں تاریخ کا قیدی نہیں بنانا چاہتے۔ جاؤ نکل جاؤ یہاں سے۔''

''سنو عورت تم جو کوئی بھی ہو مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔ مجھے میرے پاپا کے بارے میں بتاؤ۔''

''میرے ہاتھوں اپنی موت کو آواز نہ دو۔ میں تمہیں تاریخ کے ہر صفحے سے مٹا دوں گی۔ جاؤ چلی جاؤ یہاں سے۔ میری تم سے دوسری ملاقات کہیں اور ہوگی۔'' دفعتاً میرے ذہن میں آگ جل اٹھی۔ میں نے دانت کچکچا کر کہا۔

''اگر میرا تاریخ سے کوئی تعلق ہے تو بوڑھی ٹطامہ تو مجھے نہیں مٹا سکے گی۔''

''میں کیا کر سکوں گی اور کیا نہیں کر سکوں گی۔ اسے مجھ پر چھوڑ دے۔''

''ٹھیک ہے تو نے مجھے اب اس بات پر آمادہ کر ہی دیا ہے تو میں دیکھوں گی۔''

میں نے اب وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا اور واپسی کیلئے پلٹ پڑی۔ برق رفتاری سے کار چلاتی ہوئی آخرکار میں گھر واپس آگئی' پھر وہ رات میرے لئے بہت سی سوچوں کی رات تھی۔ اب میں غور کر کے ان تمام واقعات کا تجزیہ کر رہی تھی۔ میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ مجھے اپنا رویہ بدلنا چاہئے۔ گھر کے ملازموں کے ساتھ میں بہت خشک ہوگئی تھی جبکہ پاپا کی زندگی میں' میں ان سب سے خوب گھلی ملی رہتی تھی۔ اس کے علاوہ میری تنہائی مجھے ڈس رہی تھی۔ کوئی ایسا ہو جس سے دل کی باتوں کو تو کہہ سکوں۔ ملازموں میں سب میرے لئے ہمدرد اور وفادار تھے' لیکن وہ اس سطح کے لوگ نہیں تھے کہ انہیں راز دار بنا سکوں۔

میری سوچیں نہ جانے کیا کیا ہوتی رہیں اور پھر مجھے نیند آگئی۔ دوسری صبح حیرت انگیز طور پر خوشگوار تھی۔ دن نکھرا نکھرا محسوس ہو رہا تھا۔ ناشتے کی میز پر میں نے آیا ندیمہ سے کہا۔

''آیا جی آپ نے بہت دن سے مجھے انڈوں کا حلوا نہیں کھلایا۔''

''میری جان آپ پر قربان نشاء بیٹی۔ آپ ان دنوں ٹھیک سے ناشتہ بھی کب کر رہی ہیں۔''

''ہاں پاپا کیلئے پریشان تھی لیکن اب......'' میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''لیکن کیا......؟ ندیمہ نے پراضطراب لہجے میں کہا اور میں مسکرا دی۔

''بتاؤ نشاء بیٹی......''

''میرا دل کہتا ہے پاپا زندہ ہیں۔''

''ان شاء اللہ۔'' ندیمہ نے پرخلوص لہجے میں کہا' پھر بولی۔''کوئی نشان ملا ہے۔''

''نہیں کوئی خاص نہیں۔''

''بیٹے ایک بات کہوں۔''

''ہاں کہیے۔''

''میرے مالک زندہ ہیں۔'' ندیمہ کے لہجے میں کوئی ایسی بات تھی کہ میں چونک پڑی' میں نے اسے غور سے دیکھ کر کہا۔

''آپ کچھ عجیب سے انداز میں بات کر رہی ہیں ندیمہ۔''

''ہاں نشاء بیٹی میری خوشخبری سنانے سے پہلے تم نے بڑے عجیب انداز میں میرے مالک کی زندگی پر اعتماد کا اظہار کیا ہے۔''

''خوشخبری......؟'' میں نے چونک کر ندیمہ کو دیکھا۔

''ہاں۔''

''آپ کو اس طرح توقف اختیار کرنا چاہئے۔ آیا ندیمہ۔''

''آپ ناشتہ کر لیں بیٹی۔''

''بات کیا ہے؟ مجھے بتائیں۔'' میری آواز میں غراہٹ پیدا ہو گئی۔

''وہ بیٹی تمہیں معلوم ہے کہ میں بڑی باقاعدگی سے لائبریری کی صفائی کرتی ہوں۔ آج صبح بھی میں جب لائبریری میں داخل ہوئی تو وہاں مالک کے سگار کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔''

''کیا......؟'' میں اچھل پڑی۔

''الماری کے تیسرے خانے میں صاحب کے سگار کے ڈبے رکھے ہوتے ہیں۔ میں نے ایک ڈبے کو کھول کر دیکھا۔ اسے تازہ تازہ کھولا گیا تھا اور اس میں سے ایک سگار کم تھا اور اس سے پہلے بھی میں سگار کے ڈبے دیکھ چکی تھی' اس ڈبے میں سگار پورے تھے اور وہ پیک تھے۔ تب میں ایش ٹرے کو تلاش کرنے لگی اور صاحب کی مخصوص ایش ٹرے میں ان کا بجھا ہوا سگار موجود تھا۔''

''اوہ میرے خدا۔'' میں جلدی سے اٹھ گئی اور دروازے کی جانب لپکی۔

''نشاء بی بی...... نشاء بی بی ناشتہ...... ناشتہ۔'' ندیمہ کی آواز میرے کانوں میں گونجتی رہ گئی

تھی۔ میں برق رفتاری سے لائبریری کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔

ندیمہ کا کہنا درست تھا پاپا سگار بہت کم پیتے تھے' بس اس وقت پیتے تھے جب تاریخ کی کوئی گتھی الجھ جاتی تھی اور یہ سگار عام سگار نہیں تھے بلکہ پاپا انہیں باقاعدہ امپورٹ کیا کرتے تھے۔

پاپا کے سگار کی خوشبو نے مجھے بے اختیار کردیا۔ میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور میرے منہ سے درد بھرے انداز میں نکلا۔

''پاپا...... پاپا...... کہاں ہیں آپ۔ پاپا میرے سامنے آئیں میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ پاپا مجھ سے گریز نہ کریں۔ میں مر رہی ہوں آپ کیلئے۔ ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ دیں۔ آجائیں پاپا میرے سامنے آئیں۔''

میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے پاپا ابھی اسی الماری کے پیچھے سے مسکراتے ہوئے نکل آئیں گے۔ پھر میں خود بھی ہر کونے کھدرے میں جھانکنے لگی۔ اچانک دروازے پر آہٹ ہوئی اور میں نے وحشت زدہ انداز میں پلٹ کر دیکھا' لیکن وہ پاپا نہیں آئے ندیمہ تھی۔ اندر آگئی اور بولی۔

''میں نے غلط تو نہیں کہا تھا نشاء بیٹی' ابھی تک سگار کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔

''ہاں یہ پاپا ہی کے سگار کی خوشبو ہے۔ آؤ بیٹھو۔''

''آپ نے ناشتہ نہیں کیا۔''

''کرلوں گی۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا پاپا یہاں آئے تھے......؟''

''میں کیسے بتا سکتی ہوں۔ بس سگار کی یہ خوشبو۔''

''کاش پاپا یہاں موجود ہوں۔ چلو ناشتہ کرلو۔''

ناشتے کے بعد میں لائبریری میں آگئی' لائبریری میں ابھی تک ہلکی ہلکی خوشبو پھیل ہوئی تھی لیکن کہیں بھی مجھے پاپا کی موجودگی کے آثار نہیں مل رہے تھے۔ پھر میری نگاہیں کتابوں میں بھٹکنے لگیں۔ وہ کون سی کتاب ہے جو وہ پراسرار عورت حاصل کرنا چاہتی ہے' مگر مجھے کوئی اندازہ نہیں ہوسکا۔ البتہ میرے ذہن میں کچھ اور سوچیں جاگزیں ہوئی تھیں اور ان کے تحت میں نے دو افراد کو طلب کرلیا۔ ان میں سے ایک رزاق خان تھا جو ریٹائر حوالدار تھا اور فوج سے اپنی خدمات ختم کر کے ہمارے ہاں ملازم ہوگیا تھا۔ بہت بہادر اور نیک انسان تھا۔ دوسرا شہباز خان تھا' ایک سزا یافتہ شخص جس نے کسی کو شدید زخمی کردیا تھا' لیکن پاپا نے اسے بڑی عزت و آبرو کے ساتھ اپنے ہاں ملازم رکھ لیا تھا۔ میں نے ان دونوں کو طلب کرلیا۔

''خان بابا آپ سے ایک کام آن پڑا ہے۔''

''جان مانگو خدا کی قسم دے گا۔''

''نہیں خان بابا مجھے آپ کی زندگی چاہئے۔''

''حاضر چھوٹا صاحب۔''

''اور شہباز بھائی آپ کو بھی تکلیف دوں گی۔''

''آپ حکم کرو بہن صاحب۔''

''شہباز بھائی پاپا کسی کی دشمنی کا شکار ہو گئے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون لوگ ہیں وہ پاپا کی لائبریری سے کوئی چیز چرانا چاہتے ہیں۔ آپ دونوں کو لائبریری کی نگرانی کرنا ہوگی۔ میں گیٹ پر کسی اور کی ڈیوٹی لگا دوں گی۔''

''اوہ پناہ خدایا۔ ابھی آپ ہمارا وفاداری دیکھو۔ ٹکڑے اڑا دیں گے خانہ خراب کے۔''

''آپ فکر نہ کریں نشاء بی بی۔ ہم ہوشیار رہیں گے۔''

ان دونوں کی یہ ڈیوٹی لگا کر میں نے انہیں بتایا کہ انہیں کہاں پوشیدہ رہ کر لائبریری کی نگرانی کرنی ہے۔ البتہ ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا تھا' وہ یہ کہ لائبریری کے سامنے والے حصے میں روشنی رکھوں۔ کہیں خدانخواستہ یہ لوگ پاپا ہی کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ میں نے اس کا بندوبست کیا اور مطمئن ہو گئی۔

رات کو نجانے کب تک نیند نہیں آئی تھی' پھر سو گئی۔ اس وقت رات کے پونے تین بجے تھے جب اچانک بندوق کی خوفناک گرج ابھری۔ یہ رزاق خان کی بندوق کی آواز تھی۔ میں اچھل کر بستر پر بیٹھ گئی' بس ایک لمحے ذہن کو سنبھالا اور پھر بدن پر گاؤن ڈال کر مردانہ وار باہر نکل آئی۔ دوسرے ملازمین بھی اس انوکھی بات پر حیران ہو کر باہر نکل آئے تھے۔ میں رکے بغیر لائبریری کی طرف بھاگی۔ میں نے رازق خان کو دیکھا جو اپنی رائفل سنبھالے سینہ تانے کھڑا تھا' مجھے دیکھتے ہی بولا۔

''چور کا بچہ۔ خدائی خوار۔ ہم نے چھوٹی صاحب اس کا دونوں ٹانگوں کا خانہ خراب کر دیا اور اس کا دوسرا ساتھی اس کو کندھے پر اٹھا کر بھاگ گیا۔ ابھی شہباز خان اس کا پیچھے گیا ہے۔ دو منٹ میں دونوں پکڑا جائے گا۔ ادھر دیکھو چھوٹا صاحب۔ یہ کتنا خون پڑا۔''

میں نے زمین پر پڑے خون کے دھبوں کو دیکھا کافی خون تھا۔ اس کے ساتھ ہی خون کے دھبوں کی ایک لکیر بیرونی حصے کی جانب چلی گئی تھی' جہاں سے وہ فرار ہوئے تھے۔ میرے ذہن میں اچانک عسکری اور مشل آ گئے۔ عسکری نے ایسے دو افراد کے بارے میں بتایا تھا جنہیں اس پراسرار عورت نے میرا گھر دیکھنے کیلئے آمادہ کیا تھا۔ شاید یہ وہی دونوں ہیں۔

بہر طور میرا اندازہ ٹھیک تھا۔ تھوڑی دیر میں شہباز خان واپس آ گیا۔

وہ بری طرح ہانپ رہا تھا' پھولے ہوئے سانس کے ساتھ اس نے کہا۔ ''کم بخت انسان تھے یا بھوت وہ اپنے زخمی ساتھی کو لے کر بھاگ رہا تھا' لیکن اتنی رفتار سے کہ توبہ۔ پھر وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔''

''جاؤ تم لوگ آرام کرو۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''چھوٹی بیگم صاحب۔'' رازق خان نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔

''ہاں بولو۔''

''آپ ناراض ہو گیا؟''

''کیوں؟''

''وہ نکل گیا''

''تو پھر......؟''

''ہم اس کو پیٹ میں گولی نہیں مارا۔''

مجھے رازق خان کے انداز پر ہنسی آ گئی۔ میں نے کہا۔

''ارے بابا۔ ٹانگیں تو توڑ دیں تم نے اس کی۔ پیٹ پھاڑنے سے ہمیں کیا مل جاتا۔ جاؤ شہباز خان تم بھی آرام کرو۔ جاؤ شاباش۔'' میں نے کہا اور وہ دونوں سر جھکا کر واپس چلے گئے۔ میں انہیں جاتے دیکھتی رہی' پھر اچانک مجھے خیال آیا کہ میں شہباز سے کہہ کر خون کے یہ دھبے تو صاف کرا لیتی۔ میں قریب آ کر خون کے یہ دھبے دیکھنے لگی۔ اس سے کم سے کم یہ بات تو ثابت ہوئی تھی کہ وہ دونوں مافوق الفطرت نہیں تھے۔ خیر میں نے تو نہیں دیکھا بھی نہیں تھا۔

''اب کیا کروں۔'' آہستہ آہستہ چلتی ہوئی لائبریری میں داخل ہو گئی' لائٹ جلائی اور ایک کرسی پر بیٹھ گئی' میرے چاروں طرف دنیا کی پراسرار کتابیں مسکرا رہی تھیں۔ ان میں کائنات کا علم چھپا ہوا تھا۔ کروڑوں کردار کتابوں کے صفحات میں سو رہے تھے۔ مختلف شخصیات کے حامل جن کی کہانیاں لازوال تھیں کتابوں میں دفن کیا انوکھا خیال تھا' دنیا کے ہر ملک میں موت کے بعد انسانوں کی تدفین کیلئے قبرستان ہوتے ہیں' لوگ اپنی اپنی رسومات کے تحت اپنے مرنے والوں کی تدفین کرتے ہیں' لیکن کتابیں زندہ مدفن ہوتی ہیں' جن میں موت کے بعد بھی وہ کردار اپنے عمل کے ساتھ چلتے پھرتے رہتے ہیں۔

''پاپا خدا آپ کو لمبی عمر دے۔ زیادتی کر رہے میرے ساتھ' پہلے تو آپ نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ ہمیشہ مجھے اپنے اعتماد میں رکھا' یہ کون سی مصلحت ہے کہ آپ اس طرح روپوش ہیں۔ میں بے چین اور بے سہارا ہوں۔ کیا آپ کو اندازہ نہیں ہے۔''

دیر تک پاپا سے باتیں کرتی رہی' پھر اس کتاب کا خیال آیا' جس کیلئے یہ ہنگامہ آرائی ہوئی تھی اور میری نظریں پھر اطراف میں بھٹکنے لگیں۔ کون سی کتاب ہے وہ آخر۔ کیا ہے اس میں۔ بہت دیر تک میری نگاہیں بھٹکتی رہیں' پھر اکتا کر وہاں سے نکل آئی۔ گھر کے نوکر جو رازق خان کی بندوق کی گرج دار آواز سے جاگ کر باہر نکل آئے تھے۔ ان میں سے کچھ تو خوفزدہ تھے' کچھ میرے خوف سے میرے پاس نہیں آئے تھے' لیکن اب وہ سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔ ہر جگہ

تاریکی پھیل گئی تھی۔ ایک کمرہ روشن نظر آ رہا تھا' میں اس کے سامنے سے گزری تو مجھے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ کمرہ ندیمہ بیگم کا تھا۔ کس سے باتیں کر رہی تھیں مجھے اندازہ نہیں ہو سکا اور شاید میں اپنی فطرت کے مطابق اس بات پر غور بھی نہ کرتی' لیکن میرے کانوں میں اپنا نام پڑا تھا تو میرے قدم رک گئے۔ ایک آواز ندیمہ بیگم کی تھی اور دوسری فیض بابا کی۔ ندیمہ بیگم کہہ رہی تھیں۔

''میں تو اب ان واقعات سے خوفزدہ ہو گئی ہوں' خدا نہ کرے کچھ اونچ نیچ ہو گئی اور مالک نے آ کر مجھ سے سوال کیا تو میں کیا جواب دوں گی۔

''مگر ندیمہ بیگم ہم اپنا فرض کیسے چھوڑ سکتے ہیں واقعات بے شک سمجھ نہ آنے والے ہیں' مگر صاحب نے ہم دونوں پر ہی اعتماد کیا تھا۔ ندیمہ بیگم یہ بات صرف تمہیں معلوم ہے یا مجھے کہ جو بی بی صاحب نشاء بیٹی کی ماں کہی جاتی تھی وہ ان کی ماں نہیں تھی۔''

مجھے یوں لگا جیسے میرے دماغ میں کوئی چیز پھٹی ہو۔ دماغ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہو۔ ایسی شدید چمک دماغ اور آنکھوں میں ہوئی تھی کہ پورا ماحول تاریک ہو گیا تھا۔ یوں لگا تھا کہ جیسے برین ہیمبرج ہو گیا ہو۔ گرنے سے بچنے کیلئے دیوار کا سہارا لیا۔ شکر تھا کہ دروازے میں ہاتھ نہیں لگے ورنہ ان لوگوں کو پتہ چل جاتا۔ دل چاہا کہ زمین پر لمبی لمبی لیٹ جاؤں۔ پورے بدن میں جیسے سیال آتش پگھل رہا تھا' سارا وجود پھنک رہا تھا۔ یہاں گر پڑی تو خواہ مخواہ تماشہ بنے گا۔ نجانے کس طرح قدم اٹھاتی ہوئی اپنی خواب گاہ تک آئی۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی اور پھر فرش پر بیٹھتی چلی گئی' میرا دل چاہ رہا تھا کہ برف کی سلوں پر لیٹ جاؤں' اتنی آگ لگ رہی تھی سارے وجود میں کہ الفاظ بیان نہیں کر سکتی' پھر مجھے اپنے واش روم کا خیال آیا' جس میں پاپا نے ایک خاٹ کولنگ پلانٹ لگایا تھا' یعنی اگر کبھی ٹھنڈے پانی سے نہانے کو دل چاہے تو اسے کنٹرولڈ ٹمپریچر پر لایا جا سکتا ہے۔ دروازے کی چٹخنی لگائی۔ واش روم میں داخل ہوئی اور واٹر ٹمپریچر کو خاصا نیچے لے آئی' پھر لباس اتار کر شاور کے نیچے بیٹھ گئی۔ چاروں طرف سے سرد پانی کی پھواریں میرے بدن کا احاطہ کرنے لگیں۔ مجھے اندازہ نہیں رہا کہ کب تک اس یخ پانی سے نہاتی رہی' پھر جب بدن کی کپکپاہٹ ہونٹوں سے سسکیوں کی شکل اختیار کر کے نکلنے لگی تو مجھے ہوش آیا۔ شاور بند کر کے لباس تبدیل کیا اور کمرے میں آ گئی۔

''آہ میری زندگی اس قدر پراسرار کیوں ہے؟ کون ہوں میں؟'' وہ عورت میری ماں نہیں تھی' جس نے مجھے ہمیشہ ماں کا پیار دیا تھا۔ تو پھر کون تھی وہ؟ اور تمہیں سب کچھ معلوم تھا' آیا ندیمہ اور بابا فیض زندہ نہیں چھوڑوں گی تم دونوں کو' صبح ہونے دو۔''

✣✣✣

ساری رات جیسے آگ میں جلتی رہی تھی' محسوس ہوتا تھا کہ میرا بدن شعلوں کی لپیٹ میں ہے۔ دماغ پھنکتا رہا تھا اور آنکھوں کے آگے تاریکیاں پھیلتی رہی تھیں۔ تشنج سے بار بار میرے ہاتھوں کی مٹھیاں بند ہو جاتی تھیں۔ اس عالم میں صبح ہوئی اور ایک بار پھر غسل خانے میں جا گھسی۔ برف جیسے ٹھنڈے پانی کے نیچے نجانے کتنی دیر تک بیٹھی رہی' پھر لباس تبدیل کر کے باہر نکل آئی۔ ملازمہ بیڈ ٹی کے ساتھ موجود تھی۔ میں نے بڑے پرسکون انداز میں اسے دیکھا اور بولی۔

''چائے ادھر رکھ دو۔''

ملازمہ نے چائے ایک طرف رکھی اور میں بستر پر آ کر بیٹھ گئی' اتنی گرم چائے شاید میں نے زندگی میں کبھی نہیں پی تھی۔ بس اندر شدید اینٹھن ہو رہی تھی' لباس تبدیل کیا' پھر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بال سیٹ کئے اور اپنے آپ کو بالکل پرسکون کر لیا' ناشتے کا وقت قریب آ رہا تھا' چنانچہ ناشتے کے کمرے میں پہنچ گئی' فیض بابا اور آپا ندیمہ نے ناشتے کے کمرے میں میرا استقبال کیا' یہ روز کا معمول تھا۔ وہ میرے ہر عمل کی نگرانی کرتے تھے۔ میں نے بھرپور طریقے سے ناشتہ کیا اور پھر ان دونوں کی طرف دیکھ کر بولی۔

''فیض بابا آپ دونوں نے ناشتہ نہیں کیا؟''

''ہاں بیٹے! بس آپ نے ناشتہ کر لیا' اب ہم بھی کر لیں گے۔''

''کتنے اچھے ہیں آپ دونوں' کتنا خیال رکھتے ہیں میرا' میں سوچتی ہوں کہ پتہ نہیں میں آپ کی اس محبت کا جواب دے پاتی ہوں یا نہیں۔''

''کیسی باتیں کر رہی ہیں بیٹا! آپ بہت اچھی ہیں اور جتنا ہمارا خیال رکھتی ہیں ہم تو اس کا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتے۔''

''جایئے ناشتہ کیجئے۔'' میں نے کہا اور اس کے بعد ناشتے کے کمرے سے اٹھ کر لائبریری میں آ بیٹھی' ہو سکتا ہے لائبریری میں اب پاپا کے سگار کی خوشبو نہ ہو' لیکن مجھے لگ رہا تھا کہ جیسے سگار کی بھینی بھینی خوشبو کمرے میں پھیل ہوئی ہے۔ اپنے احساس کی تصدیق یا نفی کیلئے اٹھی' سگار کا ڈبہ نکالا' لیکن اس میں سے وہی ایک سگار کم تھا جو میں نے پہلے دیکھا تھا' اس کا مقصد ہے کہ پاپا دوسری

رات اس لائبریری میں نہیں آئے۔ میں کافی دیر تک لائبریری میں بیٹھی رہی۔ یہ اندازہ لگا رہی تھی کہ فیض بابا اور آپا ندیمہ ناشتہ کر چکے ہوں گے یا نہیں' اب ذرا کچھ سکون سا محسوس ہونے لگا تھا' میں نے خود ہی اپنے بارے میں کچھ فیصلے کئے تھے۔

بڑی عجیب وغریب زندگی تھی میری۔ پاپا غائب ہو چکے تھے' ماں لاپتہ کون تھی کیا تھی یہ تک نہیں معلوم تھا مجھے' پھر میں اپنے اوپر شرافت کے اتنے سارے لبادے کیوں پہنے رہوں۔ زندگی سے کیوں نہ لطف اٹھاؤں' اپنی مرضی مزاج کے مطابق عمر بہت کچھ طلب کرتی ہے' مجھے وشال اور عسکری یاد آ گئے' کتنے خوش تھے دونوں' مجھے بھی کسی سے محبت ہونی چاہئے۔ کسی سے پیار ہونا چاہئے' کسی ایسے شخص سے جو مجھے ساتھ لے کر کسی اچھے سے ہوٹل میں جا کر بیٹھے' میٹھی میٹھی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہے' آخر میں کیوں اتنی پارسا بنی ہوئی ہوں۔ کون سرپرست ہے میرا اور کیا سرپرستی کر رہا ہے۔ ذہن میں سینکڑوں باغی خیالات آنے لگے' پھر جب کافی وقت گزر گیا تو میں نے گھنٹی بجا کر ملازمہ کو طلب کیا۔

"فیض بابا اور آپا ندیمہ کو یہاں بھیج دو۔" میں نے ملازمہ کو حکم دیا' کچھ دیر کے بعد فیض بابا اور آپا ندیمہ لائبریری میں داخل ہو گئے۔

میں سرد نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی' پھر میں نے فیض بابا سے کہا۔ "دروازہ بند کر دیجئے۔"

"جی بیٹا۔" فیض بابا نے کہا اور دروازہ بند کر کے واپس آ گئے تو میں بولی۔

"بیٹھ جایئے۔"

"جی۔"

"آپ لوگ پاگل ہیں' بہرے ہیں یا اندھے ہیں' میں نے آپ سے کہا کہ بیٹھ جایئے۔ کیا قیمت ہے میرے لہجے اور الفاظ کی۔"

میرا لہجہ انتہائی تلخ تھا۔ دونوں خاموشی سے کرسیوں پر بیٹھ گئے' میں خونی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھی اور دونوں نروس ہوتے جا رہے تھے۔

"ہاں فیض بابا تو پاپا زندہ ہیں؟"

"جی بیٹے' میں سمجھا نہیں۔" فیض بابا سہمے ہوئے لہجے میں بولے۔

"آپ دونوں کا یہی خیال ہے نا کہ پاپا زندہ ہیں۔"

"ہاں بیٹی پورے اعتماد کے ساتھ ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں۔"

"اس اعتماد کی وجہ۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"نن...... نہیں...... بس ہلکے ہلکے شواہد ہیں جو اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صاحب زندہ ہیں اور کسی مصلحت کے تحت پوشیدہ ہیں۔"

"کیا مصلحت ہو سکتی ہے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''بیٹا' ہم آپ کے خادم ہیں' بس اندازے ہی لگا سکتے ہیں کسی بات کے' یہ کیسے کہیں کہ کیا مصلحت ہوسکتی ہے' ویسے صاحب کی پوری زندگی ہی پراسرار ہے' وہ مہم جو رہے ہیں اور انہیں دنیا کے عجائبات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا بڑا شوق رہا ہے' اس لحاظ سے ان کی شخصیت بھی پراسرار ہی رہی ہے۔''

''آیا ندیمہ میری ماں کون تھی؟'' میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور آیا ندیمہ کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ یوں لگا جیسے وہ کرسی سے گرتے گرتے بچی ہو' فیض بابا کا چہرہ بھی دھواں دھواں ہو گیا تھا۔

''تم لوگ اپنے آپ کو ملازم کہتے ہو' لیکن تم نے کبھی بھی میرا مالک بننے سے گریز نہیں کیا' کون سی وفاداری ہے تمہارے اندر جواب دو گے۔''

''وہ بی بی میری بات......''

''بکومت۔'' میں نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ پھر بولی۔ ''میری ماں کون تھی...... کون تھی وہ؟ اور وہ عورت کون تھی جس نے مجھے ماں کی حیثیت سے پروان چڑھایا' مجھے جواب دو۔''

''آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔''

''کھڑے ہو جاؤ۔'' میں نے خونی لہجے میں کہا اور دونوں گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔

''دو منٹ سے زیادہ اس کمرے میں نہ رہو اور پانچ منٹ کے اندر اندر اس کوٹھی سے باہر نکل جاؤ اور سنو' اگر تم دونوں اس شہر میں نظر آئے تو خدا کی قسم کسی کرائے کے قاتل کو حاصل کر کے تمہارے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے کرا دوں گی' کیا سمجھا ہے تم نے مجھے۔ تم ملازم ہو یا میرے ماں باپ' کون ہوں میں تمہاری؟ میرا نمک کھاتے ہو' میرے ٹکڑوں پر پلتے ہو اور مجھ پر اپنا اثر قائم کرنے کی کوشش کرتے ہو' میں نے تم سے سوال کیا ہے کہ میری ماں کون تھی اور تم دونوں جانتے ہو کہ وہ کون تھی اور اس کے بعد مجھ سے گریز کر رہے ہو؟''

''چھوٹی بی بی! آپ ٹھیک کہتی ہیں ہم اس قابل نہیں ہیں کہ آپ کے سامنے رہیں' آپ کے قدموں میں رہیں' لیکن ایک بات سمجھ لیجئے' صاحب نے ہمیں اس وقت کیلئے آپکی ذمہ داری سونپی ہے جب تک کہ صاحب واپس آ کر آپ کے سر پر ہاتھ نہ رکھ دیں' آپ بے شک کرائے کے قاتلوں سے ہمارے جسموں کے ٹکڑے کرا سکتی ہیں' اس وقت ہماری روح کو تو اطمینان ہوگا کہ ہم نے اپنے مالک کے حکم کی تعمیل کی' آپ کوٹھی سے نکال دیں گی' وہ جو اس حویلی کے سامنے نیم کا درخت ہے نا ہم اس کے نیچے ڈیرہ جما کر بیٹھ جائیں گے' آپ کی روٹی نہیں کھائیں گے' محنت مزدوری کریں گے' بھیک مانگیں گے لیکن وہ کام نہیں کریں گے جو ہمارے صاحب کے حکم کے خلاف ہو' جا رہے ہیں ہم لوگ' کر لیجئے آپ جو آپ کا دل چاہے' ہمیں ٹکڑے کرانے کی ضرورت پیش آئے تو قاتلوں سے کہہ دیجئے' کہ ہم نیم کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔''

''اور تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ میری ماں کون تھی؟ چلو یہی بتا دو کہ اس کا نام پوشیدہ رکھنے کیلئے

''ایسا کیوں کہا گیا تھا؟''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے' بس صاحب نہیں چاہتے تھے کہ آپ کو یہ علم ہو کہ جو خاتون ہمارے صاحب کی بیگم ہیں وہ یہ محسوس کریں کہ تم انہیں ماں نہیں سمجھتیں۔''

''بیگم۔'' میں اچھل پڑی۔

''فیض بابا اس بات کو چھپانے کی اب کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔''

''ایک دن پہلے بھی میرا دل چاہا کہ میں بی بی صاحبہ کو بتا دوں کہ عظمیٰ بیگم ان کی ماں نہیں تھیں' وہ مر چکی ہیں' ان کی ذات کو خوامخواہ کیوں ملوث کیا جائے۔''

''عظمیٰ بیگم میری ماں نہیں تھیں۔'' میں نے پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا۔

''ہاں' میں بتاتا ہوں آپ کو۔'' فیض بابا نے کہا اور میری نگاہیں فیض بابا کی طرف اٹھ گئیں۔

''صاحب نے محبت کی شادی کی تھی' ان کی پہلی بیگم صاحبہ کا نام حارثہ تھا۔ حارثہ بیگم بہت خوبصورت تھیں اور بہت نازک تھیں' صاحب ان کو بہت چاہتے تھے' ایک دن وہ بیمار ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے چٹ پٹ ہو گئیں' ان کا انتقال ہو گیا اور صاحب بہت دل شکستہ ہو گئے' کیونکہ صاحب ایک مہم جو فطرت کے انسان ہیں اور ان کا زیادہ وقت ملک سے باہر ہی گزرتا تھا۔ حارثہ بیگم کے انتقال کے بعد وہ گھر سے بالکل ہی بیگانہ ہو گئے اور اپنی مصروفیات میں لگ گئے' عظمیٰ بیگم ان کے دور کی رشتے دار کی بیٹی تھیں' ان رشتے دار کا انتقال ہو گیا اور عظمیٰ بیگم بے سہارا رہ گئیں' وہ صاحب جن کا نام عظیم بیگ تھا' وصیت کر گئے تھے کہ دانش صاحب ان کی بیٹی کو ازراہ انسانیت اپنے گھر میں رکھ لیں اور اسے لاوارث نہ چھوڑیں' صاحب بہت رحم دل اور اچھے انسان ہیں' انہوں نے اپنے رشتے دار کی اس وصیت پر عمل کیا اور ویسے بھی ماشاء اللہ اس عظیم الشان کوٹھی میں کسی ایک فرد کا رہنا مشکل کام نہیں تھا' یہ تو بہت بڑی جگہ ہے۔

خیر عظمیٰ بیگم یہاں آ گئیں اور ان کی بڑی عزت و توقیر کی گئی' صاحب نے سب کو حکم دیا کہ انہیں عزت و احترام سے رکھا جائے اور خود مہم پر چلے گئے۔ اس بار جب وہ مہم سے واپس لوٹے تو ان کی گود میں ایک ننھی سی بچی تھی' بہت خوبصورت' بہت پیاری' وہ آپ تھیں۔ وہ آپ کو کہیں سے لے کر آئے تھے' یہ راز آج تک نہیں کھل سکا کہ وہ آپ کو کہاں سے لائے تھے' لیکن جب آپ یہاں آ گئیں تو آپ کو آپا ندیمہ کے حوالے کر دیا گیا۔ لیکن چند ہی روز میں عظمیٰ بیگم نے آپ کو اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کے بعد اس طرح آپ کی پرورش کی' پھر صاحب نے عظمیٰ بیگم سے نکاح کر لیا۔ اس طرح عظمیٰ بیگم آپ کی نگران بن گئیں اور انہیں آپ کی ماں کا درجہ بھی حاصل ہو گیا۔ بس یہ ہے کہانی' اس وقت آپ آٹھ سال کی تھیں' جب عظمیٰ بیگم کا انتقال ہو گیا اور ایک بار آپ پھر تنہا رہ گئیں۔ یہ ہے آپ کی پوری کہانی' ہمیں اس سے زیادہ اور کوئی معلومات حاصل نہیں کہ صاحب آپ کو کہاں سے لائے تھے اور آپ کے ماں باپ کون ہیں؟''

مجھے چکر آ رہے تھے' دل جیسے الٹ رہا تھا' تھوڑی دیر کے بعد میری طبیعت کافی خراب ہوگئی اور میں نیم بے ہوشی کی کیفیت کا شکار ہوگئی' فیض بابا نے ڈاکٹر کو بلا لیا' ڈاکٹر احسان ہمارے فیملی ڈاکٹر تھے' انہوں نے مجھے چند انجکشن دیئے اور فیض بابا سے کہا کہ میرے ذہن پر کوئی بوجھ نہ رہنے دیا جائے۔ خیر اس بوجھ کو تو میں اب کبھی نہیں ہٹا سکتی تھی' اس کا مطلب ہے کہ اگر عظمٰی بیگم میری ماما نہیں تھیں تو ہارون دانش بھی میرے پاپا نہیں تھے۔

آہ یہ کیا ہوا' ماں تو چھنی تھی' باپ بھی چھن گیا' میں اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتی رہی۔ دل چاہ رہا تھا کہ خودکشی کرلوں' بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہے' نہ ماں کا پتہ نہ باپ کا' کون ہوں' میں کیا ہوں' کہاں سے لائے تھے ہارون دانش مجھے۔

اوہ میرے خدا! میری زندگی سے یہ پراسرار واقعات کیوں لپٹ گئے ہیں۔ فیض بابا اور آیا ندیمہ بہت افسردہ تھے' میں نے انہی پتھریلی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اور آپ دونوں یہ بات اچھی طرح جانتے ہی کہ کسی سے اس کی شناخت اور شخصیت چھن جائے تو اس کے پاس کیا رہ جاتا ہے' اس وقت میں ایسا ہی ایک وجود ہوں' میں نے آپ سے بہت تلخ اور سرد رویہ اختیار کیا ہے' اصولی بات تو اب یہ ہے کہ نہ تو یہ میرے باپ کا گھر ہے اور نہ میری ماں کا' میں کہیں بھی چلی جاؤں' کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے غلط کیا' لیکن بہرطور میں نے آپ سے بھی یہی کہا ہے اور اپنے آپ سے بھی یہی کہہ رہی ہوں' یہاں رہنے یا نہ رہنے کا فیصلہ آپ کریں گے۔''

دونوں خاموشی سے چلے گئے اور اس کے بعد میں انگاروں پر لوٹتی رہی تھی۔ یہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ کرنا کیا چاہئے' عجیب وغریب صورتحال تھی اور کچھ سمجھ میں نہیں رہا تھا کہ کیا کروں' کیا نہ کروں۔ پھر میں نے یہ سوچا کہ زندگی ایک بار ملتی ہے اور ختم ہوجاتی ہے' اگر میں اپنے آپ کو اس طرح سلگاتی رہی تو جل کر کوئلہ ہوجاؤں گی' بہتر یہ ہے کہ خود کو وقت کے دھارے پر چھوڑ دیا جائے۔

ہارون دانش جنہیں اب پاپا کہنے کو دل نہیں چاہتا تھا' ایک بار مجھے مل جائیں تو میں ان سے یہ پوچھوں کہ میری کوئی شناخت ہے یا نہیں اور اگر ہے تو میرا آغاز کہاں سے ہوتا ہے؟

بہرحال اس دن گھر سے باہر نکلنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا اور ایک عجیب سی بے چینی دل و دماغ پر مسلط تھی' سوچا کہ گاڑی لے کر کہیں نکل جاؤں' لباس تبدیل کرکے باہر نکلی کہ کوٹھی کے دروازے سے ایک شخص کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت فیض بابا اور رازق خان اس سے بات کر رہے تھے۔ نجانے کون تھا۔ میں آگے بڑھی تو فیض بابا نے میری طرف دیکھا۔

''یہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں بیٹا۔'' فیض بابا نے کہا۔

میں نے اس شخص کو دیکھا اور بولی۔ ''جی فرمایئے۔''

''اگر آپ مصروف ہیں تو میں اس وقت آپ کو تکلیف نہیں دوں گا۔ ورنہ میں آپ سے ایک

بہت ضروری بات کرنے کیلئے آیا ہوں۔''

''میری مصروفیت یہ ہے کہ میں باہر جا رہی ہوں' اگر آپ میرے ساتھ چلنا چاہیں تو باہر چلئے یا گھر میں ہی کچھ بات کرنی ہے۔''

''نہیں نہیں یہ تو بہت اچھا ہوگا کہ ہم کہیں کھلی فضا میں بیٹھ کر باتیں کریں۔''

''آیئے۔'' میں نے اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''میری کار باہر موجود ہے۔ میں اس میں چل رہا ہوں' آپ میرے ساتھ آیئے۔'' یہ کہہ کر وہ واپسی کیلئے مڑ گیا۔ میں اپنی کار کی جانب بڑھی تو فیض بابا میرے پاس آ گئے۔

''بیٹا ڈرائیونگ میں کروں۔''

''نہیں۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا اور اپنی کار میں بیٹھ کر اسے سٹارٹ کر دیا' پھر تیز رفتاری سے اسے گیٹ تک لائی' چوکیدار نے بوکھلا کر گیٹ کھول دیا تھا' میں کار باہر نکال لائی اور اس کے بعد میں نے اس نیلی سوک کو دیکھا جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر وہی عمر رسیدہ آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے گاڑی آگے بڑھائی تو وہ میرے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ پتہ نہیں کون تھا وہ شخص! غرضیکہ فیصلہ اسے کرنا پڑا' وہ سوک ایک خوبصورت ہوٹل کی پارکنگ میں داخل ہوگئی۔ اس شخص نے نیچے اتر کر گاڑی لاک کی اور میرے پاس پہنچ گیا۔

''میرا نام احمر جنیدی ہے' میں اسی ہوٹل میں مقیم ہوں' اگر آپ مجھے تھوڑا سا وقت دیں۔''

''ہوں...... آیئے۔'' میں نے گردن ہلا دی۔ لفٹ نے ہمیں نویں منزل پر اتار دیا۔ اس نے نویں منزل کے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگیا' یہاں کے ہوٹلوں سے مجھے بہت زیادہ شناسائی نہیں تھی' لیکن بہرحال وہ کافی خوبصورت ہوٹل تھا اور اس کا کمرہ بھی اتنا ہی شاندار تھا۔

''کیا تم مجھے لباس تبدیل کرنے کی اجازت دو گی؟''

''کیوں اس لباس میں بیٹھ کر مجھ سے بات نہیں کر سکتے؟''

''ہاں...... کیوں نہیں' میں یہ سوچ رہا تھا کہ ذرا آرام سے بیٹھ کر بات کی جائے۔''

''نہیں آپ مجھ سے بات کریں۔'' عمر رسیدہ آدمی مسکرایا' پھر بولا۔

''بہت آتش مزاج ہو' میری بیٹی کی طرح' بہرحال میں تم سے جو بات کرنا چاہتا ہوں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔''

''آپ اصل بات کریں اور وقت ضائع نہ کریں۔''

''ایک منٹ۔'' اس نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر انٹرکام ریسیور اٹھایا' پھر روم سروس کو فون کر کے مشروب طلب کر لیا اور پھر بولا۔

''میرا تعلق لیبیا سے ہے' اپنا نام میں تمہیں بتا چکا ہوں احمر جنیدی۔''

''پھر آگے بولئے۔''

''میں تم سے خصوصی طور پر روشاق کا تذکرہ کروں گا۔'' وہ بولا اور میں ایک دم سے سنبھل گئی' میں نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا' بے شک یہ شخص لیبیا کا باشندہ ہوگا لیکن اس کے اندر کوئی خاص بات نہیں تھی۔

وہ کہنے لگا۔''میں لیبیا میں تاجر ہوں' ایڈونچر میری زندگی ہے' بیٹے بیٹیاں ہیں جنہوں نے میرا بنایا ہوا کاروبار سنبھالا ہوا ہے اور میں اس وقت بالکل آزاد زندگی گزار رہا ہوں۔''

''روشاق کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں اور کیا بتانا چاہتے ہیں؟'' میں نے اصل بات پر آتے ہوئے کہا۔

''روشاق ایک پراسرار شخصیت کا نام ہے' تھوڑے عرصہ پہلے وہ لیبیا میں آ کر مجھ سے ملا تھا' وہ یہ بات جانتا تھا کہ میں ایڈونچر پسند ہوں اور مجھے نوادرات سے بہت دلچسپی ہے۔ لیبیا میں میرے پاس ایک ایسی محفوظ جگہ ہے جہاں نوادرات کے اعلیٰ ترین ذخیرہ موجود ہیں اور لوگ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں' میں ذرا مختلف مزاج کا انسان ہوں اور کچھ عرصہ پہلے لیبیا کے جو حالات تھے ان سے متاثر ہوگیا ہوں' لیکن بہت کم اور اب وہاں پر کیفیت اور ہے' لیبیا کے حالات میں نمایاں تبدیلی ہوئی ہے اور اس سے مجھے بھی کچھ فائدہ ہوا ہے' خیر میں کوئی سیاسی گفتگو نہیں کرنا چاہتا' میں کہنا چاہتا تھا کہ روشاق ہی کے حوالے سے میری معلومات میں ایک اور نام کا اضافہ ہوا اور وہ نام تھا ہارون دانش۔ روشاق ہی نے مجھے ہارون دانش کے بارے میں تفصیلات بتائی تھیں اور کہا تھا کہ ہارون دانش کو مصریات پر عبور حاصل ہے اور وہ انتہائی ماہر آدمی ہیں جنہیں آثار قدیمہ سے متعلق بہت سے تجربات ہیں اور وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ قدیم ترین زبانیں پڑھنے میں ان کا کوئی مدمقابل نہیں ہے۔

روشاق نے مجھے پیشکش کی کہ میں اس کے ساتھ ایک اہم میں شرکت کروں اور یہ مہم تیونس میں کارچوک کے پہاڑوں پر ایک اجنبی تہذیب کی تلاش کے سلسلے میں تھی' آشوانی تہذیب' جس کا دنیا میں تاریخ میں بہت بڑا مقام ہے۔ میں کچھ مصروف تھا اس وقت' روشاق کا ساتھ نہیں دے سکا' لیکن اس بدبخت روشاق نے اس وقت جب میں اسے اپنے نوادر خانے کی سیر کرا رہا تھا بڑی چالاکی سے میرے نوادر خانے سے ایک ایسی چیز چوری کرلی جو میرے لئے بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ اس وقت مجھے اس کا اندازہ نہیں ہوسکا' لیکن بعد میں مجھے پتہ چل گیا کہ وہ چور روشاق ہی تھا۔

روشاق کون ہے؟ اس کی تفصیل یقین کرو مجھے بھی نہیں معلوم' اس کے ساتھ جن لوگوں نے اس مہم میں شرکت کی ان میں سے ایک کا نام مائیکل جون اور دوسرے کا نام امیر حسنات تھا۔ بہرطور میں نے اپنی اس چیز کی تلاش کے سلسلے میں بہت کاوشیں کیں' لیکن پھر اس کے بعد کچھ ایسی مشکلات کا شکار ہوگیا جس کی وجہ سے میں اپنا کام جاری نہیں رکھ سکا اور مجھے پتہ چلا کہ یہ تین افراد کارچوک کے کھنڈرات میں آشوانی تہذیب کے سلسلے میں کام کرچکے ہیں' مجھے بہت زیادہ تفصیل نہیں معلوم

ہو ملی تھی، لیکن میں نے مائیکل جون، روشاق اور امیر الحسنات کی تلاش کی کوشش شروع کر دی اور وہ لوگ مجھے نہیں مل سکے، ایک نام ہارون دانش کا تھا جس کی تلاش میں میں یہاں آیا ہوں۔"

"وہ چیز کیا تھی......؟" میں نے پوچھا۔

"یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں بلکہ ابتداء ہی میں مجھے احساس ہو گیا تھا کہ روشاق ایک پراسرار شخصیت ہے، اس کے کچھ پراسرار ساتھی بھی جو بظاہر اس کے ساتھ نہیں ہوتے تھے، لیکن اس کا ان سے رابطہ رہتا تھا، میں نے اس سے اس کے بارے میں سوالات کئے تو وہ جھنجھلا گیا۔ اس بار اس نے مجھ سے ایک کتاب کے بارے میں پوچھا تھا جو قلمی کتاب تھی اور زمانہ قدیم کے کسی مؤرخ نے لکھی تھی۔ تاریخ مصر پر تھی اور ایک اہرام سے بوسیدہ حالت میں دستیاب ہوئی تھی۔ روشاق اس کتاب کی تلاش میں تھا اور جب میں نے اسے اپنے اس نوادر خانے میں آنے کی دعوت دی تو اس نے بڑی خوشی سے نوادر خانے کی تلاش کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس کتاب جو کاغذ پر نہیں بلکہ خاص قسم کے چمڑے کی جھلی پر لکھی گئی تھی میں نے بہترین طریقے سے مومی غلاف چڑھوا لیا تھا، اسطرح وہ محفوظ ہو گئی تھی اور جب میں نے روشاق کو اس کتاب کے بارے میں بتایا تو اس کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ اس نے وہ کتاب دیکھی اور بڑی عاجزی سے مجھ سے کہا کہ اگر میں مناسب سمجھوں تو کچھ وقت کیلئے یہ کتاب اسے قرض دے دوں، اس کیلئے میں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ میں یہ نوادرات دکھا تو سکتا ہوں، کسی کو دے نہیں سکتا۔"

روشاق بددل ہو گیا، لیکن اس نے مجھ سے دوسری درخواست کی اور کہا کہ "کم از کم اتنا تو میں کر سکتا ہوں کہ اپنی نوادرگاہ میں ہی اسے تین چار دن آنے کی اجازت دوں تاکہ یہیں بیٹھ کر وہ یہ کتاب پڑھ لے۔" میں نے اس کی یہ بات مان لی اور وہ میری نوادرگاہ میں آنے لگا، لیکن اسے آتے ہوئے غالباً تیسرا دن تھا کہ ایک دن جب وہ میری نوادرگاہ میں بیٹھا کتاب پڑھ رہا تھا تو تین چار پراسرار آدمی اندر داخل ہو گئے اور انہوں نے ہم دونوں پر حملہ کر دیا، روشاق کے بارے میں تو مجھے کچھ علم نہیں ہوا، لیکن میں بے ہوش ہو گیا اور جب مجھے ہوش آیا تو روشاق کتاب سمیت غائب تھا۔ پہلے تو میں یہی سمجھا کہ وہ کسی طرح ان حملہ آوروں کے ہتھے چڑھ گیا ہے، لیکن بعد میں مجھے ایک فون موصول ہوا جس پر مجھے بتایا گیا کہ روشاق نے نہایت چالاکی سے اپنے آدمیوں کے ذریعے وہ کتاب حاصل کر لی ہے اور اب وہ اس کے پاس ہے۔ مجھے شدید کوفت ہوئی، بے شک میں کتاب کی تحریر نہیں پڑھ سکا تھا لیکن میرے نوادر خانے میں تو ایسی بیشمار چیزیں موجود ہیں جن کی تاریخ میرے علم میں نہیں آسکی، لیکن وہ زبردست نوادرات میں شمار ہوتی ہیں۔ خیر سلسلہ چلتا رہا کہ ایک دن مجھے ایک بار فون موصول ہوا۔ وہ فون ایک بوڑھی عورت کی آواز میں تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ "میں اگر مناسب سمجھوں تو اسے اس کے ایک سوال کا جواب دوں۔" میں نے پوچھا کہ "آپ کون ہیں؟" تو اس نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا، کہنے لگی کہ "اگر میں ایک بہت بھاری رقم کے عوض

سے کتاب فراہم کردوں تو وہ میرا احسان بھی مانے گی اور مجھے اس کتاب کی نقد ادائیگی بھی کردے گی۔" میں نے پوچھا کہ "کون سی کتاب ہے؟" تو اس نے اسی کتاب کے بارے میں بتایا جسے روشاق لے اڑا تھا۔

میں نے اس سے کہا کہ "اگر وہ مناسب سمجھے تو مجھ سے ملاقات کرے، مجھے بتائے کہ وہ کتاب کیا ہے؟" لیکن اس نے کہا کہ "مجھے اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے، وہ کتاب جو میرے اس نوادرخانے سے چرائی گئی ہے ایک نقلی کتاب ہے اور مجھ جیسا ذہین آدمی یقینی طور پر اس کتاب کی اہمیت سے واقف ہوگا اور میں نے اس کی نقل تیار کروا کے اپنے نوادرخانے میں رکھوا دی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اتنا ذہین نہیں ہوں، میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا البتہ مجھے حیرت ہوئی، غرضیکہ اس عورت کے کئی فون آئے، آخرکار میں نے اس سے پوچھا کہ اس کتاب میں آخر ایسی کیا بات ہے تو اس نے کہا کہ اس کتاب میں مصر کی تاریخ کا ایک ایسا باب چھپا ہوا ہے جس کے بارے میں ابھی تک دنیا کے کسی مؤرخ کو نہیں معلوم ہوسکا ہے اور اگر اس کی حقیقت معلوم ہوجائے تو ایک اتنا بڑا خزانہ حاصل ہوسکتا ہے کہ اس سے ایک شہر بسایا جاسکے اور کچھ لوگ یہی کوشش کررہے ہیں کہ اس کتاب کے ذریعے انہیں یہ سب کچھ معلوم ہوجائے۔"

احمر جنیدی مجھے یہ تفصیل بتا رہا تھا اور نجانے کیوں میرے ذہن میں ایک جھلاہٹ سی پیدا ہوتی جارہی تھی، کوئی خفیہ آواز مجھ سے کہہ رہی تھی کہ احمر جنیدی جھوٹ بول رہا ہے، وہ جو کچھ بتا رہا ہے وہ سچ نہیں ہے، اس کے پس پردہ کچھ اور ہی ہے، میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو مجھے اور محسوس ہوا کہ وہ مجھ سے نگاہیں چرا رہا ہے، تاہم میں نے اس پر کوئی اظہار نہیں کیا اور اس سے کہا کہ مجھے اس کتاب کے بارے میں کچھ نہیں معلوم، البتہ یہ سوال میں نے اس سے ضرور کیا۔

"احمر جنیدی تمہیں ہارون دانش کے بارے میں مزید کوئی تفصیل معلوم ہے تو مجھے بتاؤ۔"

"صرف اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ وہ عظیم محقق ہیں اور شاید دنیا میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے، مجھے یہ بھی علم ہوا کہ شاید وہ کتاب ہارون دانش کے پاس موجود ہے۔"

"یہ علم آپ کو کہاں سے ہوا؟"

"آج تک مجھے خفیہ طور پر فون آتے رہتے ہیں، جن میں مجھ سے اس کتاب کے بارے میں پوچھا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ نقلی کتاب تو میں نے اپنے نوادرخانے میں بنوا کر رکھ دی تھی، لیکن اصل کتاب کہاں ہے؟"

"تو پھر آپ یہاں کیوں آئے تھے، میرا مطلب ہے میری کوٹھی میں مجھ سے ملنے کیلئے؟"

"ہارون دانش کی تلاش میں، میں نے کہا تا بڑی مشکل سے مجھے ہارون دانش کے بارے میں معلوم ہوسکا ہے، مائیکل جون اور امیر الحسنات کے بارے میں بھی میں نے معلومات حاصل کی تھیں، لیکن مجھے ان میں سے کسی کا پتہ نہیں چل سکا۔"

''کیسے معلومات کی تھیں تم نے؟'' اچانک ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔

''میں نے ان کے ملکوں میں جا کر ان کے بارے میں تفصیلات معلوم کی تھیں' وہ اتنے بے خبر لوگ نہیں تھے' امیر الحسنات کا تعلق تو مصر سے ہے اور مائیکل جون انگلینڈ میں رہتا تھا' مجھے ان کے گھروں کا تو پتہ چل گیا' لیکن ان کے اہل خاندان نے مجھے بتایا کہ وہ مہم جوئی پر گئے تھے' غالباً تیونس کا پروگرام تھا ان کا اور ان کے ساتھ دو اور دانشور شامل تھے' یعنی ہارون دانش اور باقی ان کے اپنے۔''

میں نے ایک گہری سانس لی' اس سے مجھے ایک بات کا تو علم ہوا' وہ یہ کہ بے شک میرے پاپا تیونس سے غائب ہو گئے تھے لیکن امیر الحسنات اور مائیکل جون بھی اپنے اپنے وطن واپس نہیں پہنچے وہ کہاں گئے ایک نیا انکشاف تھا' اب میں سوچنے لگی کہ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔

''بے بی! اگر مناسب سمجھو تو مجھ سے تعاون کرو اور ایک بات میں تمہیں بتا دوں کسی بھی طور میں تمہارے حق میں نقصان دہ ثابت نہیں ہوں گا اور اگر میری ملاقات ہارون دانش سے ہو جائے تو یقینی طور پر میں انہیں اپنے ساتھ تعاون پر آمادہ کر لوں گا۔''

میں نے آنکھیں بند کر کے گردن جھکا لی' جو انوکھے اور ناقابل یقین واقعات میری زندگی میں داخل ہو گئے تھے انہوں نے میرے سوچنے سمجھنے کی ساری قوتیں چھین لی تھیں اور میں حتمی طور پر یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ کس پر بھروسہ کروں اور کس پر نہ کروں' اس شخص نے مجھے جو تفصیل بتائی ہے وہ بے حد سنسنی خیز ہے' میں نے اس سے سوال کیا۔

''اچھا یہ بتاؤ میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟''

''کچھ نہیں! بس میری ملاقات تم سے وہاں ہو گئی' اس بات کا البتہ مجھے علم ہو گیا تھا کہ ہارون دانش بھی تیونس کی مہم سے واپس نہیں پہنچے ہیں' لیکن پھر بھی مجھے کچھ خفیہ آوازوں نے بتایا کہ ہارون دانش یہیں اپنے شہر میں موجود ہیں۔''

''کیا مطلب؟'' میں حیرت سے اچھل پڑی۔

''ہاں......''

''اور آپ نے ان خفیہ آوازوں کے بارے میں معلومات کرنے کے بجائے مجھ تک پہنچنا مناسب اور ضروری سمجھا۔''

''نہیں۔ میں صرف ہارون دانش کو تلاش کر رہا تھا' یہ سوچ کر کہ اگر کسی طرح میری ان سے ملاقات ہو جائے تو میں انہیں بتاؤں کہ وہ کتنے بڑے نقصان سے دوچار ہو چکے ہیں۔''

''ہوں۔'' ایک دم میرے اندر یہ خیال پیدا ہوا کہ احمر جنیدی سے تعاون کرنا چاہئے' میں نے اس سے کہا۔

''احمر جنیدی مجھے ایک بات کا جواب دو' وہ کتاب جو تمہارے نوادر خانے میں شامل تھی اور

بقول تمہارے ایک نقلی کتاب تھی' کیا تمہیں اسے پڑھنے کا موقع ملا۔"

''نہیں بے بی! میں اس زبان کو نہیں پڑھ سکا۔"

''تو پھر تم نے یہ کیسے سوچا کہ اس کی دوسری نقل تیار کرلی جائے؟"

''نہیں کوئی نقل تیار نہیں کی تھی میں نے' وہ اصلی ہی کتاب تھی جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ ایک مہم کے دوران مجھے دستیاب ہوئی تھی۔"

ایک بار پھر مجھے احمر جنیدی کی آنکھوں میں ایسے آثار نظر آئے جیسے وہ جھوٹ بول رہا ہو' اصل میں آنکھیں بڑی خوفناک چیز ہوتی ہیں' اگر انہیں پڑھنے کی صلاحیت حاصل کرلی جائے تو یہ دعوے سے کہا جاسکتا ہے کہ انسان بہت سی باتوں سے آشنا ہوسکتا ہے۔ تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

''احمر جنیدی' کارچوک کے پہاڑوں میں آشوانی تہذیب کی تلاش کیلئے میں بھی ان تینوں افراد کے ساتھ تھی جن میں سے ایک کا نام مائیکل جون' دوسرے کا امیرالحسنات اور تیسرا روشاق تھا' میں تمہیں روشاق کا حلیہ بتاؤں۔" میں نے کہا اور احمر جنیدی کی آنکھوں میں دلچسپی کے تاثرات پیدا ہوگئے۔

''اچھا! کیا واقعی تم بھی اس مہم میں شریک تھیں......؟"

''ہاں اپنے پاپا کے ساتھ۔" میں نے جواب دیا' نجانے کیوں میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس شخص پر اپنے دل کی تمام باتیں واضح کردوں' ہوسکتا ہے مجھے کوئی ایسی بات معلوم ہوجائے جو میرے لئے کارآمد ہو' میں نے اس سے کہا۔

''روشاق ایک عجیب وغریب شکل کا مالک تھا' اس کا چہرہ یوں لگتا تھا جیسے اس کے اندر خون کا ایک قطرہ بھی نہ ہو۔ بڑی عجیب وغریب شکل تھی۔" میں اپنی بساط بھر روشاق کے حلیے کا نقشہ کھینچتی رہی اور احمر جنیدی بہت دلچسپی سے یہ تمام باتیں سنتا رہا' پھر اس نے کہا۔

''خدا کی قسم...... خدا کی قسم! بالکل صحیح شکل بتائی ہے تم نے۔"

''اور بھی کچھ بتانا چاہتی ہوں تمہیں۔" میں نے کہا اور وہ دلچسپی سے میری صورت دیکھنے لگا۔

''مجھے کچھ اور پراسرار واقعات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔" یہ کہنے کے بعد میں نے اسے ہوٹل کے بارے میں تفصیل' اس عورت کے بارے میں اور دوسری تمام باتیں جو پیش آئی تھیں بتائیں تو وہ تعجب سے انہیں سنتا رہا' پھر اس نے کہا۔

''جگہ کا نام کیا بتایا تم نے؟"

''کون سی جگہ......؟"

''نہیں میرا مطلب ہے یہاں۔"

''نیو لائن سوسائٹی۔ یہ ایک نواحی علاقہ ہے' خال خال مکانات بنے ہوئے ہیں' انہی گھروں کی

ایک کوٹھی میں میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔‘‘

’’کیا تم...... کیا تم...... کیا تم دوبارہ میرے ساتھ وہاں جا سکتی ہو؟‘‘

’’ہزار بار جا سکتی ہوں مجھے کسی چیز سے خوف محسوس نہیں ہوتا‘ لیکن اس کے بعد جو ہوا وہ بڑا تعجب خیز تھا۔‘‘ میں نے اپنے گھر لائبریری‘ ان دونوں کا واقعہ‘ ان میں سے ایک کے زخمی ہو جانے کی پوری تفصیل احمر جنیدی کو بتائی اور احمر جنیدی پریشانی سے ہاتھ ملنے لگا۔

’’اتنا کچھ اتنا کچھ ہو چکا ہے اور تمہارے پاپا......‘‘

’’میرے پاپا بھی یہیں سے غائب ہو گئے تھے اور آج تک ان کا پتہ نہیں چل سکا۔‘‘ میں نے جواب دیا‘ نجانے کیوں ایک بات میں نے محسوس کی تھی کہ دوران گفتگو میں نے اس کتاب کے بارے میں اور اس لاش کے بارے میں کہنا چاہا جو ہمیں کارچوک کے پہاڑی علاقوں میں غار میں ملی تھی‘ لیکن ایسے موقع پر میری زبان خود بخود بند ہو جاتی تھی۔ مجھے لگتا تھا جیسے کسی نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا ہو‘ کوشش کے باوجود میں احمر جنیدی کو وہ بات نہ بتا سکی کہ تابوت میں ملنے والی لاش میری اپنی تھی اور اس کے بعد وہ غائب ہو گئی تھی۔ بس صرف اتنی سی بات ہوئی تھی اور اس کے علاوہ میں نے احمر جنیدی کو ساری تفصیل بتا دی تھی۔ اس میں میری ماں کا بھی ذکر نہیں تھا۔

احمر جنیدی کہنے لگا۔ ’’بے بی! اگر تم مجھ سے تعاون کرو تو میں تمہارے پاپا کی تلاش میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔‘‘

’’دیکھو احمر جنیدی! مجھے اس وقت کسی بھی چیز سے دلچسپی نہیں ہے‘ بس میں چاہتی ہوں کہ میرے پاپا مجھے مل جائیں۔‘‘

’’تو پھر کیوں نہ تم مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دو‘ میں تمہاری لائبریری میں اس کتاب کو تلاش کروں جس کیلئے اس عورت نے یہ کوشش کی تھی۔‘‘

’’مجھے سوچنے کا موقع دیجئے مسٹر جنیدی‘ آپ اسی ہوٹل میں مقیم ہیں نا؟‘‘

’’ہاں......‘‘

’’میں سوچ کر آپ کو جواب دوں گی‘ حالانکہ مجھے کسی سے کوئی مشورہ نہیں کرنا‘ میں اپنے گھر میں جو چاہوں کر سکتی ہوں‘ باقی سب میرے ملازم ہیں۔ لیکن پھر بھی میں تھوڑا سا سوچنا چاہتی ہوں۔‘‘

’’ٹھیک ہے بی بی آج کل پرسوں جس وقت بھی تم مناسب سمجھو مجھے اس بارے میں اطلاع دینا‘ میں تمہارے گھر پر آ کر تم سے ملوں گا۔‘‘

’’تو اب مجھے اجازت دیجئے مسٹر احمر جنیدی۔‘‘ میں نے کہا اور وہ کھڑا ہو گیا۔

’’میری پیاری بیٹی‘ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ تمہارے برابر میری ایک بیٹی بھی ہے‘ شوخ و شنگ تمہاری طرح تیز مزاج۔‘‘

''چھوڑیئے' میں فضول قسم کے رشتوں کو تسلیم نہیں کرتی' میرے ذہن میں ایک بات ہے کہ رشتے ہوتے ہیں یا پھر نہیں ہوتے۔''

احمر جنیدی پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا اور اس کے بعد وہ مجھے نیچے چھوڑنے آیا۔ میں نے اپنی کار سٹارٹ کی اور وہاں سے واپس چل پڑی۔ راستے طے ہوتے رہے اور میرے ذہن میں مختلف خیالات آتے رہے۔ کبھی کبھی تو اپنے آپ پر ہنسی بھی آنے لگتی تھی' دنیا کتنے آرام سے زندگی گزارتی ہے' سڑکوں پر چلتے پھرتے لوگ' انہیں زندگی کی بہت ساری مشکلیں ہوتی ہوں گی' لیکن ایسی مشکل نہیں جس کا کوئی سر پاؤں ہی نہ ہو۔ گھر واپس آنے کے بعد میں اپنی آرام گاہ میں جا بیٹھی' نئے نئے کردار مل رہے تھے۔ نیو لائن کی عمارت میں وہ خوفناک عورت جو میرے لئے زندگی کا انوکھا تجربہ تھی۔ اس سے پہلے تیونس میں پیش آنے والے واقعات' ایک میں ہی تھی جو اس دنیا سے اجنبی تھی' آخر کیوں؟ آخر کیوں......؟

اس واقعات کے بعد آیا ندیمہ اور فیض بابا سے بھی کچھ تلخی سی ہوگئی تھی۔ یہ دونوں مجھ سے کھنچے کھنچے سے رہنے لگے تھے' لیکن مجھے ان کی پروا نہیں تھی' میں تو ایک عجیب ہی عذاب سے گزر رہی تھی اور اس عذاب کے موجب میرے ماں باپ تھے۔ پہلے تو باپ ہی گم ہوا تھا' اب اس کے بعد ماں کی کہانی بھی ایک عجیب ہی شکل اختیار کرگئی تھی۔ جیسا کہ مجھے بتایا گیا تھا کہ میں اس عورت کی اولاد نہیں تھی جسے آٹھ سال تک میں نے اپنی ماں سمجھا اور جس نے واقعی ایک ماں ہی جیسا کردار نبھایا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ میری اصل ماں کون تھی؟ کوئی بھی نہیں جانتا تھا' ظاہر ہے یہ بات میرے باپ کو ہی معلوم ہوسکتی تھی جو مجھے نجانے کہاں سے لائے تھے اور یہ بھی کیا کہا جا سکتا ہے کہ ہارون دانش میرے باپ تھے بھی یا نہیں۔

کیا مزے کی بات ہے دو ہی صورتیں ہیں' یا تو ان تمام چیزوں کو بھلا کر زندگی کا لطف اٹھاؤں' بے پناہ دولت ہے' ہارون دانش صاحب اگر زندہ ہیں اور خود مجھ سے آکر ملتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں بھی اپنی زندگی آرام سے بسر کروں' بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ بعض اوقات لوگوں کو دیکھ کر میرے دل میں یہ تصور پیدا ہوتا تھا کہ میں بھی کسی سے محبت کروں' کسی کے ساتھ زندگی کا لطف اٹھاؤں' فیصلہ کرنا بہت مشکل کام تھا۔

احمر جنیدی جو ایک عجیب وغریب کردار تھا۔ میں رات کو بستر پر لیٹ کر اس کی باتیں یاد کرنے لگی' وہ یہاں آکر لائبریری میں اس کتاب کو تلاش کرنا چاہتا تھا' کیسی عجیب بات تھی' کتاب اس طرح درمیان میں آئی تھی کہ بس سمجھ میں ہی نہیں آتا تھا کہ اصل کتاب کون سی ہے؟ یا کتابوں کا یہ چکر کیا چلا ہوا ہے' انہی سوچوں میں تھی۔ رات کا نجانے کون سا پہر تھا' نیم غنودگی کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی کہ مجھے یوں لگا جیسے میرے کمرے کے دروازے کے پاس کوئی موجود ہو۔ گہری گہری سانسوں کی آوازیں' ہلکی سی سرسراہٹ' دل تو چاہا کہ ایک دم سے اٹھ کر باہر بھاگوں' دیکھوں کہ کون

میرے کمرے کی سن گن لے رہا ہے۔ لیکن پھر عقل نے تھوڑا سا سنبھالا دیا۔ کچھ خطرناک حالات بھی ہو سکتے ہیں۔ البتہ مجھے خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے' میں بے آواز اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور جھکی جھکی اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچی' صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ کوئی ہے' چند لمحے دروازے کے پاس کھڑی رہی اور پھر میں نے بالکل بے آواز دروازہ کھولا۔ میں نے ایک سایہ سا دیکھا جو تھوڑے فاصلے پر جا رہا تھا' انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی بھی میرے دروازے سے اندر جھانک رہا ہو' اب کہیں اور جا رہا ہے اور وہ جگہ جہاں سایہ جا رہا تھا' پاپا کی لائبریری کے علاوہ اور کوئی جگہ نہیں تھی' پھر وہی چکر' میں نے سوچا اور پھر خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ میں نے محسوس کیا کہ لائبریری میں چٹ کی آواز کے ساتھ روشنی ہوئی ہے' میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا کروں' بس ایک اندھا جنون پیدا ہو گیا تھا' حالانکہ میری زندگی کو خطرہ بھی لاحق ہو سکتا تھا' لیکن میں ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر لائبریری کی جانب چل پڑی اور کچھ لمحوں کے بعد دروازے سے اندر پہنچ گئی۔

میں تقریباً دس منٹ تک دروازے کے باہر ساکت و جامد کھڑی رہی' جس طرح لائبریری میں داخل ہونے والا میرے کمرے میں جا کر میری سن گن لیتا رہا اسی طرح میں نے بھی وہیں کھڑے ہو کر جائزہ لیا' دس منٹ بہت ہوتے ہیں اس کے بعد میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور دوسرے ہی لمحے میں نے لائبریری کے دروازے پر دباؤ ڈالا' لائبریری کا دروازہ اندر سے بند نہیں کیا گیا تھا۔ غالباً جو شخص بھی اندر داخل ہوا تھا اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ کوئی اس طرح اس کے پیچھے پیچھے بھی آ سکتا ہے۔

میں برق رفتاری سے اندر داخل ہو گئی' میرا چہرہ بگڑا ہوا تھا' خوف بے شک دل میں تھا لیکن ساتھ ساتھ ایک جنون بھی تھا' کمرے میں روشنی ہو رہی تھی' لیکن پوری لائبریری خالی پڑی ہوئی تھی' کوئی نہیں تھا وہاں' لیکن جو چیز میں نے فوراً ہی محسوس کی وہ پاپا کے سگار کی خوشبو تھی۔

''پاپا......'' میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور سب سے پہلے میں نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔

''آپ کو میرے سامنے آنا پڑے گا پاپا' سمجھے آپ' آپ کو میرے سامنے آنا پڑے گا۔ ورنہ میں اس ساری لائبریری میں آگ لگا دوں گی' خاکستر کر دوں گی اسے۔'' میں نے اسے غرائے ہوئے لہجے میں کہا' سگار کی بو کمرے میں پھیلی ہوئی تھی اور صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ کوئی چند لمحے پہلے یہاں بیٹھا ہوا سگار پی رہا تھا' دفعتاً ہی میری نگاہیں ایک طرف اٹھیں اور میں نے اس کرسی کی طرف دیکھا جو ایک چھوٹی سی سینٹر ٹیبل کے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔ سینٹر ٹیبل پر رکھی ہوئی ایش ٹرے میں آدھا جلا ہوا سگار رکھا ہوا تھا۔ میں آگے بڑھی اور میں نے سگار اٹھا لیا' مجھے یوں لگا جیسے میں نے پاپا کی انگلیوں کو چھو لیا ہو۔ میرے اندر بھی گداز پیدا ہونے لگا' میری آواز رندھ گئی' میں نے آہستہ سے کہا۔

''پاپا! اگر دنیا سے گمشدہ ہیں تو مجھ سے چھپنے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں؟ کیا میں آپ کی

اولاد نہیں ہوں' کہاں ہیں آپ پاپا؟ کہاں ہیں آپ؟" میرے حلق سے سسکیاں نکلنے لگیں' پھر میں نے لائبریری کا گوشہ گوشہ چھان مارا' لیکن کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں پاپا خود کو گمشدہ کر سکتے' آدھا جلا ہوا سگار' کمرے میں پھیلی ہوئی سگار کی خوشبو' یہ تمام چیزیں بتا رہی تھیں کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے پاپا یہاں موجود تھے' وہ نئے دروازے سے اندر جھانک رہے تھے۔ "یہ کیا بات ہے' آخر کیا ہوا۔ پاپا آپ کو کیا ہوا؟" بتایئے تو سہی' بتایئے تو سہی پاپا' آپ کو خدا کا واسطہ بتایئے تو سہی۔" میری ہچکیاں اور سسکیاں نہ رک سکیں۔

میں روتی رہی' کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ پھر میں سیدھی ہوئی اور سوچنے لگی کہ دروازہ اندر سے بند ہے' آدھا جلا ہوا سگار ملا ہے' پاپا کہیں بھی نہیں ہیں' ہاں یہ بات ہو سکتی ہے کہ اس لائبریری میں کوئی ایسا پوشیدہ تہ خانہ ہو جس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا ہو' سوائے پاپا کے اور پاپا وہاں پوشیدہ ہوں' "مگر یہ غلط ہے' اس کا تو صرف ایک ہی مقصد ہو سکتا ہے کہ میں آپ کی بیٹی نہیں ہوں اور آپ کو میری کسی بھی بات سے کوئی مطلب نہیں ہے' میں روتی رہوں یا ہنستی رہوں' آپ کو اس سے کوئی غرض نہیں پاپا' ٹھیک ہے آپ کی مرضی' کیا کہہ سکتی ہوں اور کیا نہیں کہہ سکتی' یہاں جو کچھ ہو رہا ہے وہ میری سمجھ سے باہر ہے۔" غرضیکہ میں کافی دیر تک لائبریری میں رہی اور اس کے بعد وہاں سے نکل آئی۔ اپنے کمرے میں گئی اور بستر پر لیٹ گئی' لیکن لیٹنے کے ساتھ ہی ایک بار پھر میرا دل بھر آیا اور میں سسکیاں لے کر رونے لگی' میری سسکیاں کمرے میں پھیل رہی تھیں' لیکن مجھے خاموش کرانے والا کوئی نہیں تھا۔ اس طرح روتے روتے نیند آ گئی تھی۔

دوسری صبح معمولات میں کوئی خاص فرق نہیں آیا تھا' جب سے آیا ندیمہ اور فیض بابا سے میری کھٹ پٹ ہوئی تھی' حالات مزید خراب ہو گئے تھے' وہ لوگ مجھ سے زیادہ تر الجھتے نہیں تھے اور اب ان کے انداز میں بھی ایک بیگانگی سی پائی جاتی تھی' گیارہ بارہ بجے کا وقت تھا کہ مجھے احمر جنیدی کی کال موصول ہوئی۔

"ہیلو بے بی!" ان کی آواز ابھری۔

"جی مسٹر جنیدی۔"

"تم نے کوئی جواب نہیں دیا مجھے؟"

"کیسا جواب؟"

"کیا تم آج مجھے اپنی لائبریری میں دعوت دے سکتی ہو؟"

میں نے کچھ دیر سوچا' پھر کہا۔ "ٹھیک ہے مسٹر جنیدی آپ آ جایئے۔"

"تم دیکھو گی تمہیں اس سے فائدہ ہی ہو گا۔"

"مجھے فائدہ ہو گا یا نقصان ہو گا آپ آ جایئے۔" میں نے کہا' میں نے مسٹر جنیدی کو رات ساڑھے نو بجے کا ٹائم دے دیا تھا' کھانے وغیرہ کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ بس ایک بیگانگی ہر

وقت سوار رہتی تھی۔ مسٹر جنیدی وقت کے بہت پابند نکلے' ساڑھے نو بجے آ گئے۔ ان کے چہرے پر ایک دبا دبا سا جوش پھیلا ہوا تھا' انہوں نے مجھ سے ملاقات کی اور بولے۔

''مستقل تمہارے بارے میں سوچتا رہا ہوں۔''

''جی! میں آپ سے یہ نہیں پوچھوں گی کہ آپ کیا سوچتے رہے ہیں۔''

''کوئی ایسی اہم بات نہیں' بس تمہاری شخصیت' مجھے ایک ایسی بات محسوس ہوئی ہے بے بی کہ دل چاہتا ہے تم سے کہہ دوں۔''

''کیا......؟''

''تم نے مجھے جو تفصیلات بتائی ہیں وہ نامکمل تھیں۔'' احمر جنیدی نے کہا اور میں چونک کر ان کی صورت دیکھنے لگی۔ مجھے یاد آ گیا تھا کہ میں نے انہیں بہت سی ایسی باتیں نہیں بتائی تھیں جن کا تعلق تیونس اور کار چوک کے پہاڑی علاقوں سے تھا' وہاں جو واقعات پیش آئے تھے وہ اتنے اجنبی اور حیران کن تھے کہ میں خود بھی پر غور کرتا تو مجھے یوں لگتا جیسے ان واقعات سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے' وہ میں نہیں تھی جس کی شخصیت میں اتنی پراسراریت تھی' میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو مسٹر جنیدی کہنے لگے۔

''اب مجھے اپنی لائبریری میں لے چلو۔''

''آپ کیا پئیں گے؟''

''اگر پلوا سکتی ہو تو کافی پلوا دو' لیکن لائبریری میں۔''

''بیٹھیے' کچھ دیر' لے کر چلتی ہوں آپ کو لائبریری میں۔''

''بی بی! میں سمجھتا ہوں کہ ضائع ہونے والا ہر لمحہ ہمارے لئے بہتر نہیں ہوگا۔'' میں نے ایک ملازمہ سے کافی بنانے کیلئے کہا اور پھر اسے ہدایت کی یہ کافی لائبریری میں پہنچا دے اور اس کے بعد میں احمر جنیدی کو لے کر لائبریری میں چل پڑی۔ احمر جنیدی آتے ہوئے کوٹھی کا جائزہ لیتا رہا' پھر اس نے کہا۔

''بہت ہی خوبصورت کوٹھی ہے' ایک خاص طرز تعمیر رکھنے والی' بہت شاندار' بہت عجیب۔'' میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اسے لے کر لائبریری پہنچ گئی اور احمر جنیدی سحر زدہ ہو گیا۔ اسے امید نہیں تھی کہ پاپا کی لائبریری اتنی شاندار ہوگی' وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے چاروں طرف نظر آنے والی کتابوں کو دیکھتا رہا' میں نے محسوس کیا تھا کہ اس وقت لائبریری میں سگار کی بو بالکل نہیں ہے' احمر جنیدی تھوڑی دیر تک لائبریری کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کے بعد پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''بہت بڑا آدمی ہے' بہت بڑا آدمی ہے ہارون دانش! یہ کتابیں میں نہیں جانتا تھا کہ ایسی کتابیں کون سے ملک کے کون سے نواب' لارڈ یا ڈیوک کے پاس ہوں گی' بے بی! میں بہت

متاثر ہوا ہوں' واقعی اس میں کوئی شک نہیں' بہت بڑی بات ہے کیا میں ان کتابوں کو قریب سے دیکھ سکتا ہوں......؟''

''ہاں! ظاہر ہے آپ آئے ہی اس لئے ہیں۔'' میں نے جواب دیا اسی وقت ملازمہ کافی لے کر آ گئی اور میں نے احمر جنیدی سے کہا۔ ''آپ کافی پی لیں اس کے بعد اطمینان سے۔''

''ہاں ہاں بالکل بالکل یہ کتاب دیکھ سکتا ہوں۔'' احمر جنیدی نے انگلی سے ایک کتاب کی جانب اشارہ کیا اور میں نے اسے اجازت دے دی۔ اس نے بڑے اہتمام اور احترام سے کتاب نکالی اور سینٹر ٹیبل کے پاس آ گیا۔ میں بیٹھ گئی ملازم نے کافی بنا کر ہم دونوں کے سامنے رکھی اور احمر جنیدی کتاب کے صفحات کھول کر دیکھتا رہا' ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ بے خود ہو گیا ہو۔ خود کلامی کے سے انداز میں اس نے کتاب کی تحریر پڑھنا شروع کر دی۔

''حیات بعد الموت' قدیم مصری عقیدے کا اہم پہلو ہے اور اسی پہلو کو مدنگاہ رکھا جائے تو عالیشان مقبرے' حنوط شدہ اجسام اور عظیم الشان اہرام نگاہوں کے سامنے آتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ جسم ایک شئی ہے جسے ''کا'' کہنا مناسب ہے اور یہ دنیاوی زندگی گزار کر مر جانے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے' چنانچہ اجسام کا حنوط کر دینا بہتر ہے کہ وہ ہیئت برقرار رکھیں۔ ''کا'' کی اصلیت قائم رہنی چاہئے اور ''آغوسرے'' (سورج دیوتا) سب سے پہلا بادشاہ' ازل کا دیوتا' غریب کا وزیر جو ناپاک نذر قبول نہیں کرتا اور جو زمین کے فیصلے کرتا ہے' اصل میں ''فے'' تنکیری علامت ہے اور ''رع'' سورج کہتے ہیں' اس طرح بادشاہ کا لقب ''فارغ'' ہوتا ہے' یعنی یہی لفظ عبرانی زبان میں فارعوا اور عربی زبان میں فرعون بنا۔''

وہ پڑھتا رہا۔ ''ہیروڈوٹس۔'' کا نام تھیوسی ڈوڈا کا' اے آرمین کی کتاب (قدیم مصریوں کا ادب) لیسٹڈ کی کتاب' یہ تمام کتابیں شناسا تھیں اور ان میں پاپا کے ذہن کی تمام توتیں شامل تھیں۔ احمر جنیدی کو کافی پینے کا ہوش بھی باقی نہ رہا اور وہ کتاب کے اوراق میں گم ہو گیا' میں بھی خاموش بیٹھی صورتحال کا جائزہ لے رہی تھی کہ اچانک ہی کچھ ہوا۔

کتاب احمر جنیدی کے ہاتھ سے اچھل گئی اور ساتھ ہی میں نے ایک خوفناک غراہٹ سنی' یہ بلی کی غراہٹ تھی' مجھے یوں لگا جیسے بلی کتاب میں سے نمودار ہوئی ہو اور پھر میں نے اسے اس کی مکمل جسامت میں برآمد ہوتے ہوئے دیکھا اور اس نے احمر جنیدی کے گلے کا نرخرہ اپنے دانتوں میں دبا لیا۔ بلی خونخوار انداز میں غرا رہی تھی۔

احمر جنیدی کی کرسی الٹ گئی' میں اچھل کر پیچھے ہٹ گئی' کافی کی دونوں پیالیاں میز پر سے الٹ کر نیچے گری تھیں۔ احمر جنیدی بری طرح تڑپ رہا تھا' وہ اپنے آپ کو بلی کی گرفت سے آزاد کرانے کی کوشش کر رہا تھا' یہ وہی سیاہ بلی تھی جسے پہلے میں نے روشاق اور اس کے بعد روشاق نما عورت کے پاس دیکھا تھا' اس وقت یہ ہولناک بلی احمر جنیدی کا نرخرہ ادھیڑ رہی تھی اور احمر جنیدی کی

آنکھیں باہر نکل پڑی تھیں۔ اس کے دونوں ہاتھ بلی کو کھینچ رہے تھے اور پھر میں نے وہ بھیانک منظر دیکھا جس میں احمر جنیدی کا نرخرہ سانس کی نالی کے ساتھ باہر نکل آیا تھا' مگر بلی اسے نہیں چھوڑ رہی تھی۔

پھر اچانک ہی کچھ ہوا اور احمر جنیدی نے بلی اٹھا کر دیوار پر دے ماری اور خود دروازے کی جانب بھاگا' وہ چیختا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا' اس کی چیخیں بڑی عجیب سی تھیں' اتنی ہولناک ایسی بھیانک کہ میں نے ایسی چیخیں پہلے کبھی نہیں سنی تھیں۔ میں خود بھی اس کے پیچھے باہر نکل آئی۔ احمر جنیدی اندھوں کی طرح ادھر سے ادھر بھاگ رہا تھا' دیوار سے ٹکرا رہا تھا۔ اس کی دھاڑیں یوں لگ رہا تھا جیسے کسی لاؤڈ سپیکر پر چیخ رہا ہو۔ گھر کے سارے ملازم باہر نکل آئے تھے اور حیرانی سے اپنی جگہ کھڑے کانپ رہے تھے' احمر جنیدی کو باہر نکلنے کا راستہ مل گیا۔ وہ دوڑتا ہوا پہلے کوٹھی کے لان اور پھر گیٹ کے باہر نکل آیا۔

وہ اب بھی چیخ رہا تھا' میں دوسرے ملازموں کے ساتھ اس کے پیچھے بالکل اضطراری طور پر دوڑ پڑی تھی اور خود بھی گیٹ سے باہر نکل آئی تھی' عین اسی وقت جب احمر جنیدی گیٹ سے باہر نکلا ایک پولیس پٹرول وین ادھر سے نمودار ہوئی' اس کی ہیڈ لائٹس احمر جنیدی پر پڑیں۔ وہ اب بھی اندھوں کی طرح بھاگ رہا تھا' پولیس وین کی رفتار تیز ہوگئی اور وہ اس کے قریب پہنچ گئے' لیکن اس سے پہلے کہ پولیس والے رک کر نیچے اترتے احمر جنیدی پھر زمین پر گر گیا تھا' تھوڑی دیر تک وہ ہاتھ پاؤں مارتا رہا' اس کے بعد سرد ہوگیا' میں اور گھر کے دوسرے ملازم جن میں فیض بابا' آیا ندیمہ وغیرہ بھی شامل تھے' اپنی کوٹھی کے گیٹ پر کھڑے ہوئے یہ تمام واقعہ دیکھ رہے تھے' کسی کی سمجھ میں کوئی بات آ ہی نہیں رہی تھی' ہاں اتنا ضرور جانتے تھے کہ احمر جنیدی میرا مہمان ہے جو مجھ سے ملنے کیلئے آیا ہے۔ لیکن یہ چیخ کیوں رہا ہے' اسے کیا ہوا ہے اس کے بارے میں کسی کو کچھ پتہ نہیں تھا۔ پولیس والے نیچے کود آئے تھے۔ انہوں نے احمر جنیدی پر جھک کر اس کا جائزہ لیا تھا اور پھر وہ سیدھے ہوگئے تھے' ان سب کی نگاہیں ہمارے دروازے کی جانب اٹھی ہوئی تھیں' میرا خود بدن آہستہ آہستہ کانپ رہا تھا' ملازمین بھی دہشت زدہ تھے' پھر ایک اے ایس آئی ہماری جانب بڑھ آیا' عظیم الشان کوٹھی تھی اور بہترین علاقہ تھا۔ عام طور سے پولیس افسران بھی فوری طور پر کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے تھے جو کسی کی توہین کے مترادف ہوتا' اے ایس آئی نے نہایت نرم لہجے میں پوچھا۔

''معاف کیجئے گا! یہ کوٹھی جناب ہارون دانش صاحب کی ہے' کیا یہ شخص اس کوٹھی سے نکل کر باہر آیا ہے؟'' کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تو اے ایس آئی نے کہا۔

''آپ لوگ ذرا مجھے اندر جانے کا راستہ دے سکتے ہیں؟''

''سر! خون کی یہ لکیر اسی گیٹ سے باہر آ رہی ہے' تم لوگوں کے پیروں سے خون کے یہ دھبے مٹ نہ جائیں۔''

''ہٹ جایئے براہ کرم آپ لوگ ہٹ جایئے۔ پولیس کے ساتھ تعاون کیجئے۔'' اے ایس آئی نے کہا اور پھر اپنے حوالدار سے بولا۔ ''تم انچارج صاحب کو فون کرو' پاشا صاحب کو کوٹھی کا حوالہ دے کر بتاؤ یہاں کوئی واردات ہوگئی ہے' معاف کیجئے آپ میں سے کون ذمہ دار شخصیت کا مالک ہے۔''

''یہ نشاء بی بی ہیں' ہماری چھوٹے سرکار ہارون دانش صاحب کی صاحب زادی۔''

اے ایس آئی نے مجھے سلام کیا اور کہا۔ ''محترمہ! ہم نے اپنی آنکھوں سے اس شخص کو آپ کی کوٹھی سے باہر بھاگتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ مر چکا ہے' آپ پولیس کی ذمہ داری سمجھتی ہیں' ہم سے تعاون کیجئے' آپ لوگ فوراً ادھر ادھر ہٹ جایئے۔ خون کی یہ لکیر اندر سے آرہی ہے' ہم اس کا اندر تک جائزہ لینا چاہتے ہیں' میں معافی چاہتا ہوں آپ کو زحمت دی جائے گی' آپ براہ کرم ادھر ادھر ہٹ جایئے۔'' سب انسپکٹر نے نرم لہجے میں کہا اور اس کا ساتھی حوالدار ایس ایچ او سے بات کر رہا تھا' اس نے چند لمحوں کے بعد کہا۔

''جمال پاشا صاحب آنے والے ہیں۔''

''تمام لوگ یہیں رکیں اور سنیئے' بابا صاحب آپ سے بات کر رہا ہوں۔'' اے ایس آئی نے فیض بابا سے کہا۔

''جی فرمایئے۔''

''اندر اور بھی ملازمین موجود ہیں۔'' فیض بابا نے ایک نگاہ باہر موجود لوگوں پر ڈالی' پھر بولے۔

''نہیں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔''

''انہیں یہیں روکئے' اس کے علاوہ اور کوئی اندر ہے تو براہ کرم ہمیں بتایئے' ہم پولیس والوں کو احتیاط سے وہاں بھیج دیتے ہیں' آپ لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا' اطمینان رکھئے گا۔''

''نہیں اندر اور کوئی نہیں ہے' میں نے ہمت کر کے کہا۔

بہرحال اے ایس آئی کارروائی کرتا رہا' پولیس وین سڑک سے چل کر ہماری کوٹھی کے گیٹ کی دیوار کے پاس آکھڑی ہوئی تھی اور احمر جنیدی کے گرد نشانات لگوا دیئے تھے تاکہ کوئی وہاں تک جانے کی کوشش نہ کرے۔ سڑک پر سے گزرتی ہوئی کاروں کو بھی تیزی سے آگے بڑھایا جاتا رہا تھا' گزرنے والی کاریں رکتی تھیں اور صورتحال کا جائزہ لینے کی کوشش کرتی تھیں' لیکن پولیس والے انہیں آگے بڑھا دیتے تھے' پھر ایک اور پولیس جیپ پہنچ گئی' ہم ابھی گیٹ پر ہی موجود تھے' خود میں بھی بری طرح نروس تھی۔

پولیس کی جیپ سے ایک باوردی انسپکٹر نیچے اترا' میں نے مدھم روشنی میں اسے دیکھا' دیکھنے کے قابل شخصیت تھی۔ بھرے بھرے بدن کا مالک' قد تقریباً چھ فٹ دو انچ' وردی میں انتہائی شاندار

لگ رہا تھا۔ ایک لمحے کیلئے اس پر سے نگاہ نہیں ہٹتی تھی۔ دودھ جیسا چمکتا ہوا سفید چہرہ انتہائی دلکش الفاظ بڑی بڑی کالی آنکھیں' جنہیں دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے وجود کی گہرائیوں میں اتر جائیں گی۔ بہت ہی دلکش نقوش تھے اس کے' میں بھی اسے دیکھتی رہ گئی' انسپکٹر نے سب سے پہلے پولیس والوں کو ہٹا کر زمین پر پڑی ہوئی احمر جنیدی کی لاش دیکھی' اس کے ساتھ ہی کچھ فوٹوگرافر وغیرہ بھی آئے تھے جنہوں نے مصنوعی لائٹوں سے لاش کے گرد گھیرا ڈال لیا اور جنیدی کی لاش تیز روشنی میں چمکنے لگی' فوٹوگرافر تصویریں بنانے لگے اور اس کے بعد انسپکٹر آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر گیٹ کے پاس پہنچ گیا۔

''یہ تمام لوگ اسی کوٹھی میں رہتے ہیں۔'' اس نے ملازموں کی جانب اشارہ کر کے اے ایس آئی سے پوچھا۔

''جی سر! یہ سب یہاں کے ملازمین وغیرہ ہیں۔''

''اچھا اچھا! یہ تو ہارون دانش صاحب کی کوٹھی ہے نا۔'' انسپکٹر کو جیسے کچھ یاد آ گیا' مجھے تھوڑی سی حیرت ہوئی میرے پاپا اتنے مشہور آدمی تھے کہ عام لوگ بھی انہیں فوراً جان جاتے تھے' پھر اس نے میری طرف نگاہیں اٹھائیں اور بولا۔

''محترمہ آپ۔''

''جی انسپکٹر' میرا نام نشاء ہے اور میں ہارون دانش کی بیٹی ہوں۔''

''اوہو! مجھے جمال پاشا کہتے ہیں۔ مختصر سی تفصیل مجھے معلوم ہے' لیکن مزید تفصیل جاننا چاہتا ہوں' ہاں سنو احمد حسن تم نے کیا کیا کارروائی کی ہے۔''

''سر! ہم لوگ ابھی اندر نہیں داخل ہوئے اور میں صرف آپ کی آمد کا انتظار کر رہا تھا تاکہ آپ براہ راست معلومات حاصل کریں۔''

''ہوں۔''

''سر! یہ شخص اندر سے دوڑتا باہر نکلا تھا' بری طرح سے دوڑ رہا تھا' تھوڑے فاصلے پر جا کر گر پڑا اور اس کی موت واقع ہو گئی۔ یہ خون اس کی گردن سے نکلا ہے' اس کا نرخرہ اس طرح باہر کھینچ لیا گیا ہے کہ یقین نہ آئے کہ کس طرح یہ کارروائی کی گئی ہے' بس یوں لگتا ہے جیسے کسی بہت ہی وحشی درندے نے اس کی گردن پر حملہ کر کے اس کا نرخرہ چبا ڈالا ہو' یہ خون کے دھبے......''

''ہوں...... لائٹس منگوا لو۔ ان لکیروں کے سہارے آگے کا سفر کریں گے۔'' انسپکٹر نے کہا۔ پولیس موبائل سارے انتظامات کے ساتھ آئی تھی' چنانچہ خاص قسم کی لائٹیں نکلوائی گئیں اور اس کے بعد انہیں روشن کر لیا گیا اور انسپکٹر جمال پاشا نے مجھ سے پوچھا۔

''محترمہ! کیا آپ ہمیں کوٹھی میں داخل کی اجازت دیں گی؟ دیکھئے پولیس کے فرائض ایسے ہی ہوتے ہیں' آپ براہ کرم ہماری مدد کیجئے گا۔''

''ہاں ہاں کیوں نہیں! میں نے اپنے حواس پر قابو پا کر کہا' لیکن اس وقت میرا دماغ بڑی برق رفتاری سے کام کر رہا تھا' میں جانتی تھی کہ اگر میں نے احمر جنیدی سے واقفیت کا اظہار کیا اور اس بات کا اظہار کیا کہ وہ میرے ہی ایما پر یہاں آیا تھا تو پھر مجھے ایک ایسی کہانی پولیس آفیسر کو بتانی پڑے گی جو خود میرے لئے ابھی نا قابل فہم تھی' برق رفتار ذہن نے آگے کے سلسلے میں کچھ مؤثر فیصلے کئے اور میں ان معاملات کی نوک پلک کا جائزہ لینے گی' ادھر پولیس آفیسر اپنے کام میں مصروف تھا اور میں اس کی کارکردگی دیکھ رہی تھی۔

ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ آج تک میں نے کبھی پولیس پر غور نہیں کیا تھا' نوبت ہی نہیں آئی تھی' لیکن محکمہ پولیس میں ایسے ایسے خوبصورت جوان بھی موجود ہیں' اس کا مجھے پہلی بار اندازہ ہو رہا تھا۔ انسپکٹر جمال پاشا شکل وصورت سے کوئی شہزادہ ہی نظر آتا تھا' پھر اس کی کارکردگی کا انداز اپنے کام میں اس کی محویت بھی قابل غور تھی' وہ بڑی خوش اسلوبی سے اپنے کام کر رہا تھا اور خون کے دھبوں کے سہارے وہ کوٹھی میں داخل ہوا اور پھر لائبریری تک پہنچ گیا۔

''یہاں سے ان دھبوں کا آغاز ہوا ہے' اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس کمرے کا جائزہ بھی لے لوں؟''

''ہاں آپ نے ابھی میرے پاپا کا نام لیا تھا' یعنی ہارون دانش تو یقیناً تھوڑا بہت آپ ان کے بارے میں جانتے بھی ہوں گے یہ پاپا کی لائبریری ہے۔''

''اوہ! میرے خدا! خیر اب میں آپ سے جو کچھ کہوں گا وہ آپ کو حیران کن لگے گا' جناب ہارون دانش صاحب کے بارے میں مجھے کسی نے کچھ بتایا تھا' لیکن اس وقت یہ باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے' چلو احمد حسن اندر داخل ہو' لائٹس اندر لے چلو ویسے تو یہاں اندر روشنی ہے' محترمہ آپ براہ کرم یہاں آیئے۔'' اس نے پر احترام لہجے میں مجھ سے کہا اور میں انسپکٹر کے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔

''اوہ! یہاں دیکھ یہاں بھی خون موجود ہے' اس کا مطلب ہے کہ ہلاک ہونے والا شخص یہاں سے نکل کر بھاگا ہے' لیکن کچھ عجیب سی کیفیت ہے یہاں کی' آپ اس بو کا جائزہ لے رہی ہیں جو یہاں اس کمرے میں ہلکی ہلکی پھیلی ہوئی ہے۔''

میں نے گہری سانس لی اور کہا۔ ''ہاں مجھے احساس ہو رہا ہے۔''

''خیر! تو ہمیں رات کے اس حصے میں مکمل کارروائی کرنے میں وقت پیش آئے گی' دن کی روشنی میں بھی ہم آپ کو تکلیف دیں گے' ویسے وہ شخص یہاں کیوں آیا تھا' آپ بتا سکتی ہیں۔''

''یہیں کھڑے کھڑے......''

''نہیں' یہ تمام چیزیں تو دیکھ لی گئی ہیں ہم لوگ کہاں بیٹھ سکتے ہیں تھوڑی دیر کیلئے؟''

''آیئے میرے ڈرائنگ روم میں۔''

''ہوں۔ احمد حسن فی الحال اس کمرے کو سیل کردو' پولیس لاک ہے تمہارے پاس؟''

''جی سر!'' اے ایس آئی نے جواب دیا۔

''چلو تمام کارروائی کرو' معاف کیجئے گا اس کمرے میں کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے جس کی آپ کو فوری ضرورت پیش آئے۔''

''نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔ اب پولیس کی کارروائی سے مجھے دلچسپی محسوس ہو رہی تھی اور ویسے بھی میں اپنے آئندہ بیان کیلئے لائحہ عمل مرتب کر چکی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ کچھ ایسے واقعات تو پولیس کو ضرور بتانے چاہئیں' جن کے بارے میں اگر ملازمین سے چھان بین کی جائے اور ملازمین جواب دیں تو میرے اور ملازمین کے بیان میں کوئی تضاد واقع نہ ہو۔ چنانچہ اس کیلئے میں نے ایک خوبصورت تاویل پیش کر لی تھی' میں انسپکٹر جمال پاشا کو لئے ہوئے ڈرائنگ روم میں آ گئی' میں نے اس سے کہا۔

''آپ کچھ پئیں گے۔''

وہ ایک دم مسکرا دیا' پھر بولا۔ ''آپ مجھے ان پولیس والوں میں سے نہ سمجھیں جنہیں ہر حالت میں کھانے پینے کا شوق ہوتا ہے' لیکن اگر بطور مہمان آپ کچھ پلوا دیں تو آپ کا شکرگزار ہوں گا۔''

آیا ندیمہ ہی سامنے تھی' میں نے اس سے کافی بنانے کیلئے کہا اور ایک لمحہ کے اندر اندر میرے دل میں ایک خیال آیا' میں اسے کوئی مشروب بھی پلا سکتی تھی۔ کافی کیلئے میں نے اسی لئے کہا تھا کہ کچھ دیر کافی بنانے میں صرف ہو اور کچھ دیر پینے میں اور اس دوران مجھے اپنے پسندیدہ آفیسر کے ساتھ تھوڑی دیر گزارنے کا موقع مل جائے۔ اس احساس کو میں نے دل ہی دل میں محسوس کیا تھا۔ پولیس آفیسر میرے ڈرائنگ روم کو دیکھ رہا تھا' اس نے کہا۔

''بہت باذوق لوگ ہیں آپ اور یہاں کی جو سجاوٹ میں دیکھ رہا ہوں' اس کا ایک خاص انداز ہے' میں آپ کو اپنے بارے میں بتاؤں گا' لیکن دوسری ملاقات پر اور یقیناً آپ مجھے دوسری ملاقات سے منع نہیں کریں گی۔''

''کیوں۔'' میں نے شرارت آمیز لہجے میں پوچھا اور وہ ایک دم مسکرا دیا۔

''میرا مطلب ہے ظاہر ہے اس سلسلے میں مجھے تحقیق تو کرنی ہی ہوگی اور تحقیق کیلئے مجھے آپ کے پاس بھی آنا ہوگا۔''

''جی...... جی......'' میں نے کہا۔

''بات ایک قتل کی ہی کہی جا سکتی ہے' لیکن عجیب وغریب قتل کیا' آپ اس بات کی نشاندہی کر سکیں گی کہ اس شخص کو کون سے جانور نے اس طرح زخمی کیا ہے؟''

''نہیں آپ یقین کریں میں کچھ بھی نہیں جانتی۔''

''اس شخص کو بھی نہیں جو آپ کی کوٹھی سے نکل کر بھاگا تھا؟''

''جی نہیں! پچھلے کچھ عرصے سے میں عجیب وغریب حالات کا شکار ہوں' جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ میرے والد ہارون دانش ماہر آثار قدیمہ ہیں اور ایک آرکیالوجسٹ کی حیثیت سے وہ مختلف ملکوں میں جاتے رہتے ہیں' کچھ عرصے قبل میں بھی ان کے ساتھ تیونس گئی تھی جہاں انہیں کچھ کام کرنا تھا۔ یہ واقعات وہاں سے واپسی کے بعد ہی پیش آئے ہیں اور بڑی پراسرار حیثیت کے حامل ہیں۔ لیکن میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔''

''اور یہ شخص......؟''

'اسے بھی نہیں جانتی۔ پچھلے دنوں سے کچھ لوگ ہمارے گھر میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں' میں تو انہیں ڈاکو ہی سمجھی تھی' آپ کو علم ہے جمال پاشا صاحب کہ آج کل حالات کس طرح کے جا رہے ہیں' جب مجھے محسوس ہوا کہ کچھ پراسرار لوگ میری کوٹھی میں داخل ہونے لگے ہیں تو میں نے اپنے دو ملازموں کو ہدایت کی کہ وہ ذرا ہوشیار رہیں اور ایسا ہی ہوا' چند روز پہلے بھی یہاں کچھ افراد نے داخل ہونے کی کوشش کی تھی' میرے ملازموں نے ان پر گولی چلائی' لیکن وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔''

''اوہو! تو آپ کو فوری طور پر پولیس سے رابطہ کرنا چاہئے تھا۔''

''اصل میں میرے پاپا اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں' وہ ملک سے کہیں باہر گئے ہوئے ہیں' میں ان معاملات سے بالکل نابلد ہوں اور باقی میرے ملازمین ہیں۔''

''تب تو واقعی بڑی حیران کن بات ہے اور یہ شخص' یہ آپ کیلئے بالکل اجنبی ہے۔''

''ہاں بالکل! میں اسے نہیں جانتی اور یہ بھی مجھے نہیں معلوم کہ وہ کب اور کس طرح میری کوٹھی میں داخل ہوا اور پھر اس کے ساتھ یہ سب کیا ہوا' میں تو خود دنگ رہ گئی ہوں۔'' میں نے کہا' پولیس آفیسر کی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ ایک لمحے کیلئے میرا ذہن بھٹک سا گیا' کتنی خوبصورت آنکھیں تھیں اس کی' ویسے یہ حقیقت ہے کہ مردانہ وجاہت بھی اپنا ایک مقام رکھتی ہے' صرف مرد ہی خواتین کے حسن سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ بعض مردانہ چہرے بھی ایسے ہوتے ہیں جو ہر ذہن پر اثرانداز ہوں اور انسپکٹر جمال پاشا ایسے ہی لوگوں میں سے ایک تھا۔

وہ جس انداز سے مجھے دیکھ رہا تھا اس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ میری باتوں میں جھوٹ یا سچ تلاش کر رہا ہے۔ بہرطور وہ مجھ سے معلومات حاصل کرتا رہا اور میں نے اسے یہ احساس دلایا کہ یہ ساری باتیں جو ہو رہی ہیں میرے لئے اجنبی ہیں۔ اس دوران اے ایس آئی اس کے پاس آیا اور بولا۔

''سر! تمام تصویریں وغیرہ بنالی گئی ہیں۔''

''لاش اٹھوا کر لے جاؤ' دو افراد کی ڈیوٹی یہاں پر رہے گی اور لائبریری لاک کر دی؟''

''جی سر! اسے لاک کر دیا گیا ہے۔''

''انسپکٹر ایک بات مجھے بتایئے۔ میں اکثر لائبریری میں جا کر بیٹھتی ہوں' یہ کب تک لاک رہے گی؟''

''نہیں۔آپ کے مشاغل میں کوئی دخل اندازی نہیں ہوگی۔لیکن بس دن میں گیارہ بارہ بجے تک ہم اسے کھول دیں گے' کچھ ضروری کام دن کی روشنی میں کرنے ہوں گے۔اس کے بعد بالکل صحیح ہے۔ ہاں لاش اٹھوالی جائے۔'' انسپکٹر نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا اس کے بعد کافی آ گئی اور وہ کہنے لگا۔

''مس نشاء! آپ بالکل نہ گھبرائیں۔ یہ میرا کارڈ رکھ لیجئے گا ذرا بھی آپ کو کوئی احساس ہو تو آپ مجھے اطلاع کر دیجئے گا' ہم اپنی ڈیوٹی سے غافل نہیں رہیں گے اور پھر آپ لوگ بہت بڑے لوگ ہیں۔''

''انسپکٹر! کیا سارے کام بڑے ہی لوگوں کیلئے کئے جاتے ہیں۔''

''میں جانتا تھا کہ آپ یہی سوال کرنے والی ہوں گی' خیر سوری! میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم خصوصی توجہ دیں گے آپ پر' یہاں آپ کی کوٹھی کے گیٹ پر دو آدمیوں کا پہرہ رہے گا۔ باقی اگر آپ کچھ اور بتانا چاہیں تو کل دن کی روشنی میں' آپ معروف تو نہیں ہوں گی دن میں......؟''

''نہیں مجھے کیا کرنا ہوتا ہے۔'' میں نے جواب دیا' انسپکٹر نے کافی پی اور اس کے بعد میرا شکریہ ادا کر کے رخصت ہو گیا۔ پولیس کے دو افراد باہر ڈیوٹی پر تعینات ہو گئے تھے۔ جاتے ہوئے انسپکٹر نے مجھ سے کہا تھا کہ کل دن کی روشنی تک کیلئے خون کے ان دھبوں وغیرہ کی صفائی نہ کرائی جائے اور اس کے بعد وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔ ملازمین سب مستعد تھے' فیض بابا کے چہرے پر بہت سے سوالات نظر آ رہے تھے' لیکن وہ مجھ سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکے اور میں اپنی خوابگاہ میں پہنچ گئی۔

احمر جنیدی کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا اس کا میرے فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا۔ ایک انسان کی زندگی چلی گئی' احمر جنیدی خود بھی بہت پراسرار آدمی تھا' اس کے ساتھ یہ سب کچھ کیسے ہوا' یہ بڑے تعجب کی بات تھی اور وہ خونخوار بلی' اوہ! کیا خوفناک بات تھی۔

وہ بلی روشاق کے پاس دیکھی گئی تھی' ایک عجیب وغریب کردار تھا اس بلی کا بھی اور روشاق وہ تو انسان معلوم ہی نہیں ہوتا تھا اور پھر وہ عورت جو مجھے وہاں اس مکان میں ملی تھی' احمر جنیدی نے اس کے بارے میں بہت سی باتیں کی تھیں' مجھ سے اور وہ میرے ساتھ وہ مکان بھی دیکھنا چاہتا تھا' لیکن یہ سب کچھ رہ گیا تھا۔ نجانے کیوں مجھے احمر جنیدی کی موت کا تھوڑا سا افسوس بھی تھا' وہ سارے کردار ختم ہوتے جا رہے تھے جو مجھے اس سلسلے میں کوئی مدد فراہم کر سکتے تھے۔

گھڑی کی سوئی گھوم پھر کر پھر انسپکٹر جمال پاشا پر آ گئی' کیا حسین شخصیت ہے' گفتگو کرنے کا انداز کتنا دلکش ہے اور ایک دوسرا احساس اسی وقت دل میں پیدا ہوا۔

''کیا اس شخص سے دوستی بڑھائی جا سکتی ہے۔ میں تو اس وقت ایک کٹی ہوئی پتنگ کی مانند تھی' کوئی بھی ہاتھ بڑھا کر مجھے پکڑ لے کوئی بات جو میری سمجھ میں آ رہی ہو اور پھر جہاں تک پاپا کا کردار ہے' وہ بھی بڑا مشکوک ہو گیا تھا' پتہ نہیں یہ سب کچھ کیا ہے اور آگے چل کر کیا ہو گا۔ لیکن بہر حال میں نے ایک فیصلہ ضرور کر لیا تھا کہ خود جمال پاشا کو اس بارے میں پوری تفصیل کبھی نہیں بتاؤں گی۔''

رات کے کسی حصے میں نیند آ گئی اور صبح حیرت انگیز طور پر سوتی رہی۔ آپا ندیمہ ہی نے مجھے آ کر جگایا تھا۔

''گیارہ بج چکے ہیں نشاء بی بی' میں آپ کو بالکل نہ جگاتی' لیکن پولیس آفیسر آ گیا ہے' پولیس والے اجازت لے کر یہاں کارروائی کر رہے ہیں۔''

''اوہ! میرے کپڑے نکال دو آپا ندیمہ' میں غسل کر کے آتی ہوں۔'' میں نے کہا۔ آپا ندیمہ نے میرے لئے لباس نکالا اور میں واش روم میں چلی گئی' خوب اچھی طرح نہائی' رات کی کسل ابھی تک ذہن پر طاری تھی' آنکھوں میں گلابی ڈورے کھنچے ہوئے تھے۔ بہر حال تھوڑے بہت سنوار کر میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو میں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا' جمال پاشا شلوار قمیض میں ملبوس بیٹھا ہوا تھا' کہیں سے بھی پولیس آفیسر نظر نہیں آتا تھا بلکہ شلوار قمیض میں تو اس کی شخصیت اور بھی نکھر گئی تھی۔ بہت خوبصورت رنگ پہنا ہوا تھا اور بڑا دلکش نظر آ رہا تھا۔

''ہیلو نشاء صاحبہ!'' اس نے کھڑے ہو کر استقبال کیا۔

''ہیلو سر! آپ تو لگ ہی نہیں رہا کہ پولیس والے ہیں۔''

''اصل میں پولیس کی وردی میں بار بار آنا اچھا نہیں لگتا' میں نے سوچا کہ آپ یہ سمجھیں گی پولیس تحقیقات کیلئے آئی ہے' اس وقت پولیس تحقیقات کیلئے نہیں آئی بلکہ میں ذاتی طور پر بھی آپ سے رات کے واقعات کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔''

''جی' آپ یہ بتائیے ناشتہ کر لیا آپ نے؟''

''صبح ساڑھے سات بجے' میں صبح جلدی اٹھنے کا عادی ہوں' ورزش کرتا ہوں' پھر ناشتہ کرتا ہوں۔''

''لگ رہا ہے آپ کے چہرے کی تازگی اور جسامت سے۔''

''اور یقیناً آپ نے ناشتہ نہیں کیا ہو گا' آپ کی آنکھیں بوجھل ہو رہی ہیں' لگتا ہے آپ کو نیند بھی نہیں آئی ہو گی۔''

''آ گئی تھی لیکن تقریباً صبح کے وقت آپ خود سوچئے آفیسر' ایسے واقعات کسی کے گھر میں ہوں اور وہ آرام کی نیند سو جائے۔''

''بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔'' جمال پاشا نے اعتراف کیا اور پھر بولا۔ ''یہ تو ذرا سی گڑبڑ ہو گئی' اگر میں آپ سے درخواست کروں کہ آپ ناشتہ کر لیں تو۔''

''آپ درخواست نہ کیجئے' اس لئے کہ میں صبح کو صرف چائے یا کافی پیتی ہوں۔ ناشتہ نہیں کرتی۔''

''اچھا' ٹھیک ہے پھر چائے یا کافی میں یاد رکھئے گا۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرا دی' پھر بولا۔

''رات کے واقعات واقعی بڑے عجیب ہیں اور اس سے بھی زیادہ عجیب ایک خبر ہے آپ کیلئے جو آپ کو بہت حیران کر دے گی۔''

''کیا مطلب؟'' میں نے چونک کر کہا۔

''اس شخص کی لاش سرد خانے سے غائب ہو گئی ہے' جسے ہم نے یہاں سے اٹھایا تھا۔

''کیا کوئی لاش چرا کر لے گیا۔''

''جی نہیں۔ لاش نہیں چرا لے گیا' بلکہ لاش خود بخود اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔''

''ازراہ مذاق کہہ رہے ہیں آپ؟'' میں نے حیرانی سے کہا۔

''نہیں آپ یقین کریں بڑے دلچسپ اور عجیب و غریب واقعات ہیں۔ ایسے واقعات جن کا میں نے زندگی میں بہت بار تعین کیا تھا اور خواہش کی تھی کہ کبھی مجھے بھی زندگی میں ایسے پراسرار واقعات کا سامنا کرنا پڑے۔''

''اچھا..... مگر کیوں اور ذرا براہ کرم مجھے تفصیل تو بتایئے۔''

''ہسپتال کے سرد خانے میں لاش پہنچا دی گئی تھی۔ طے یہ کیا گیا تھا کہ آج دن میں اس کا پوسٹ مارٹم پولیس کی نگرانی میں کرایا جائے گا اور اس کے بعد یہ معلوم کیا جائے گا کہ وہ ہے کون؟ پتہ نہیں کہاں سے تعلق ہے کوئی بات نہیں پتہ چل سکی' حیرانی کی بات ہے عجیب و غریب سی شخصیت تھی تو میں آپ سے عرض کر رہا تھا کہ سرد خانے کی نگرانی کی ضرورت نہیں پیش آتی' لیکن اس کے باہر دو افراد ڈیوٹی دیتے ہیں اور یہ لوگ خاصے مستعد رہتے ہیں' ان کا کہنا ہے کہ کوئی ساڑھے چار یا پانچ بجے کا وقت ہوگا جب اچانک ہی سرد خانے کا دروازہ کھلا' دروازہ کھولنے والا کوئی بھی نہیں ہوتا' چونکہ یہی دونوں دروازہ کھولتے ہیں اور بند کرتے ہیں' یہ حیرانی سے دروازہ کھولنے والے کو دیکھتے رہے۔ تب انہوں نے رات کو لائی جانے والی لاش کو دیکھا' جس نے اپنی گردن پر ایک پٹی باندھ رکھی تھی اور اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے سامنے سے گزرا اور باہر نکل گیا۔ وہ اس قدر دنگ رہ گئے تھے کہ انہوں نے اس کا تعاقب بھی نہیں کیا اور پھر پتہ نہیں چل سکا کہ کیا ہوا.....؟''

میں صحیح معنوں میں دنگ رہ گئی تھی' کیا احمر جنیدی زندہ تھا' میں نے اس کی تصدیق جمال پاشا ہی سے کی۔

''لیکن پاشا صاحب آپ نے اسے لاش کیوں کہا' کیا آپ کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ مر چکا ہے۔''

''ہاں نشاء جی! ہم نے بھی وہیں دیکھ لیا تھا اور ہمیں اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ زندہ نہیں ہے اور اس کے بعد جب اس کی لاش وہاں چلی گئی تو ڈاکٹر نے پہلے معائنہ کرنے کے بعد ہمیں سرٹیفکیٹ دے دیا کہ وہ مر چکا ہے۔''

''پھر یہ کیا ہوا؟''

''جو کچھ بھی ہوا انتہائی دلکش اور دلچسپ ہے' کمال کی بات ہے' ایسا کیسے ہوگیا' ویسے ایک بات بتائیے آپ' آپ کو یہ اندازہ نہیں ہوا کہ آپ کی لائبریری میں کوئی ایسا جانور گھس گیا ہو جس نے اسے چیر پھاڑ دیا ہو۔''

''نہیں مجھے اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہے۔''

''آپ چائے پی لیں' اس کے بعد ہم لائبریری کا جائزہ لیں گے۔'' انسپکٹر جمال پاشا نے کہا۔

وہ جو کچھ بھی باتیں کر رہا تھا' وہ اپنی جگہ تھیں' لیکن مجھے واقعی بڑی حیرت ہوئی تھی اور یہ سوچ کر تھوڑا سا عجیب سا احساس بھی ہوا تھا کہ احمر جنیدی زندہ ہے اور اگر احمر جنیدی زندہ ہے تو وہ دوبارہ مجھ سے ملاقات ضرور کرے گا' لیکن وہ زندہ کیسے بچ گیا؟ جو حالت بلی نے اس کی کردی تھی اس سے تو ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کہ وہ زندہ بچ جائے گا' لیکن بہرحال تمام کے تمام واقعات ہی پراسرار تھے۔

چائے آگئی جمال پاشا نے میرے ساتھ چائے اور پھر ایک دو ہلکے بسکٹ لئے اور پھر بولا۔

''تو پھر لائبریری چلیں؟''

''جی آیئے۔'' میں نے کہا اور اس کے بعد میں اور وہ لائبریری کی جانب چل پڑے۔ لائبریری کے دروازے پر ایک پولیس والا تعینات تھا۔

پاشا کو دیکھ کر پولیس کانسٹیبل نے سیلوٹ کیا۔ پاشا نے آگے بڑھ کر لائبریری کے دروازے کی سیل توڑی' پھر دروازہ کھول کر مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا۔

''شکریہ...... آیئے۔'' میں نے کہا۔

''آپ کی اجازت ہے؟'' پاشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جی...... آیئے۔'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ ایک عجیب احساس ہو رہا تھا۔ پاشا پولیس آفیسر تھا اور صرف اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہا تھا۔ لیکن اس کی موجودگی میں ایک سرشاری کا سا احساس ہو رہا تھا۔ شاید اس کی وجہ اور کسی ساتھی کی قربت کی خواہش ہو۔ پاشا لائبریری میں آکر دنگ رہ گیا۔''

''مائی گاڈ......'' اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیوں......؟'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''آپ یقین کریں مس نشاء' کتاب میری بڑی کمزوری ہے۔ میرے لئے تو یہ بہت ہی بڑا خزانہ ہے۔ اسے قریب سے دیکھ سکتا ہوں۔

''کیوں نہیں......'' ویسے مجھے تعجب ہوا۔

''کس بات پر......؟''

''آپ پولیس آفیسر ہیں......اور دلچسپی کتاب میں۔''

''اوہ! اس دردناک داستان کو نہ چھیڑیئے۔ آنسو نکل آئیں گے۔'' پاشا نے مسخرے انداز میں کہا اور ریک کے قریب پہنچ گیا' پھر اس کے منہ سے چیختی آواز نکلی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ اب وہ پاگلوں کی طرح کتابوں کو جھانکتا پھر رہا تھا۔

''پاشا صاحب......'' میں نے اسے پکارا۔

''خدا کی قسم۔ میرے خواب میں محل تھا۔

''کیا......!''

''یہ کہ مصر' شہر میں آباد ہے۔''

''اچھی کہی آپ نے' مصر آپ کے شہر میں آباد ہے۔''

وہ پوری لائبریری کو کھنگال رہا تھا۔ اپنی آمد کے اصل مقصد کو وہ بھول گیا تھا۔ لگتا تھا جیسے اسے مصریات سے کافی دلچسپی تھی' پھر وہ اس وقت چونکا جب میں اس کے قریب آئی۔ اس نے چونک کر دیکھا اور بولا۔

''ہیلو......ہاں......اوہ ہاں۔ میں مصروف ہوں کوئی خاص بات ہو تو بتاؤ۔''

نہیں۔ کوئی وقت نہیں بتا سکتا۔ اوکے! اس نے سیل بند کیا اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔

''آپ میری وجہ سے پریشان تو نہیں ہیں۔''

''کیوں......؟''

''زیادہ دیر تک رکنا چاہتا ہوں۔''

''کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ...... ویسے آپ کو مصریات سے کافی دلچسپی معلوم ہوتی ہے؟''

''مصر میری روح میں رچا بسا ہوا ہے۔ میں تین بار وہاں جا چکا ہوں اور یقین کریں کہ وہاں سے واپسی کو دل نہیں چاہتا۔''

''ارے! کمال ہے۔''

''اس لائبریری کو دیکھ کر میری روح سرشار ہو گئی ہے۔ ہارون دانش ایک مشہور شخصیت ہیں۔ لیکن وہ اتنے بڑے آدمی ہوں گے مجھے نہیں معلوم تھا۔ ورنہ میں ان سے پہلے ہی مل لیا ہوتا۔ ویسے کیا وہ......؟''

''آپ کے پاس کتنا وقت ہے؟'' میں نے کہا۔

''جی......!''

''میں آپ کو بہت کچھ بتانا چاہتی ہوں۔ ویسے بھی آپ قانون کے محافظ ہیں۔''

''میرے پاس بہت وقت ہے۔'' وہ بولا۔

''یہیں بیٹھیں گے......''

''اگر کوئی حرج نہ ہو......''

''ٹھیک ہے......''

''اب کچھ نہیں پلیز!......''

''او کے۔ آپ کو شاید یہ بات نہیں معلوم کہ پاپا گم ہو گئے ہیں اور میں ان کیلئے سخت پریشان ہوں۔'' میں نے کہا اور وہ چونک پڑا۔

''گم ہو گئے ہیں؟''

''جی......!''

''کب...... کہاں...... کیسے......؟ اس نے حیرانی سے کہا۔

''میں آپ کو وہی بتانا چاہتی ہوں۔''

''بتایئے پلیز......! میں تو بہت جذباتی ہو گیا ہوں۔ اس نے کہا اور میں سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر میں نے جیسے خواب کے عالم میں اسے اپنی کہانی سنانی شروع کر دی۔ یہ حقیقت ہے کہ میں نے پورے ہوش و حواس کے عالم میں کہانی کا آغاز کیا تھا' لیکن پھر یوں لگا جیسے میری زبان' میرے دماغ پر کسی نے قبضہ کر لیا ہو اور میں کسی غیر مرئی قوت کے زیر اثر آ گئی ہوں۔''

میں نے اسے بتایا۔

''میری زندگی عجیب ہے پاشا صاحب...... پاپا کے بارے میں تو آپ کو معلوم ہے کہ وہ ایک مانے ہوئے آرکیالوجسٹ ہیں۔ میری ماں کا انتقال اس وقت ہوا جب میں کوئی آٹھ سال کی تھی۔

میں نے اپنی بعد کی زندگی' پاپا کے ساتھ تیونس جانے کی کہانی' وہاں پاپا کی گمشدگی' اپنی واپسی اور پھر یہاں پیش آنے والے تمام واقعات بتائے۔ لیکن میری زبان سے یہ نہیں نکلا کہ سفید تابوت میں لیٹی ہوئی لڑکی میں ہی تھی۔ یا میں نے عالم بے ہوشی میں خود کو کن حالات میں پایا تھا۔

پاشا جیسے پتھر ہو گیا تھا۔

میرے خاموش ہونے کے بعد بھی وہ دیر تک یونہی آنکھیں پھاڑے بیٹھا رہا...... تب میں نے اسے ٹوکا۔

''پاشا صاحب......''

''ایں......'' وہ چونک پڑا۔

''کیا ہوا......؟''

''کچھ نہیں......'' وہ مضمحل لہجے میں بولا۔

''آپ عجیب سے ہو گئے۔''

''کیا یہ کہانی ایسی ہے کہ انسان اپنے ہوش وحواس قائم رکھ سکے؟''

''یہ میری کہانی ہے......'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں......''

''اور میں ہوش وحواس میں ہوں۔''

''آپ کی بات اور ہے۔''

''کیوں......''

''آپ خود زمانہ قدیم کی کوئی روح ہیں۔ یہ بات اس نے ازراہ مذاق کہی تھی' لیکن میرے دل کو ایک دھکا سا لگا تھا' اس نے کہا' یہ سب کچھ تو بہت عجیب سا ہو گیا۔''

''کیسے......؟''

''بڑی پراسرار کہانی بن جاتی ہے اور ہمارے سامنے کئی انوکھے دور سامنے آجاتے ہیں اور پھر یہ رات کے پراسرار واقعات کے ساتھ اور پراسرار ہو جاتا ہے۔ قابل تحقیق آپ اجازت دیں تو میں ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے یہ پورے واقعات نوٹ کرلوں۔''

''آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں بخوشی کریں' ظاہر ہے آپ رات کیلئے خوفناک واقعات کی تحقیقات بھی تو کر رہے ہیں۔'' میں نے کہا اور وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا' پھر بولا۔

''کوئی کاغذ یا قلم مل سکتا ہے......؟''

''یہاں اس کی کیا کمی ہے۔'' میں نے کہا اور پاپا کا ایک لیٹر پیڈ اور ایک خوبصورت بال پوائنٹ نکال کر اسے دے دیا۔ وہ لیٹر پیڈ پر لکھی ہوئی تحریر پڑھنے لگا' پھر پرعقیدت انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔

''بڑی شخصیت تھی' کاش میں پہلے ان سے مل لیا ہوتا۔''

''کیوں...... میں یہ سوال اس لئے کر رہی ہوں کہ آپ دو بار اس بات کا اظہار کر چکے ہیں کہ آپ کو مصریات سے دلچسپی ہے۔''

''بتاؤں گا تفصیل سے پہلے اپنے ذہن میں آپ کی سنائی ہوئی کہانی سے منسلک اہم پوائنٹس نوٹ کرلوں' نمبر ون' میرے اپنے خیال میں یہ بات قابل غور ہے کہ وہ خاتون آپ کی والدہ نہیں تھیں جنہیں آپ آٹھ سال تک اپنی ماں سمجھتی رہیں۔''

اس نے کاغذ پر کچھ نوٹ کیا اور میں حیرانی سے اس کی شکل دیکھتی رہی' پھر میں نے کہا۔

''یہ بات آپ کو زیادہ اہم محسوس ہوئی۔''

''بہت اہم ہے' بڑی انوکھی حیثیت کی حامل' خیر...... نمبر دو یہ کہ آپ اپنے پاپا کے ساتھ کار چوک کی پہاڑیوں پر آشوانی تہذیب کے بارے میں تحقیقات کیلئے گئیں اور وہاں انتہائی پراسرار اور انوکھے واقعات پیش آئے۔ مصر کے ایک امیر الحسنات اور مائیکل جون جن کا تعلق لندن سے تھا آپ کے ساتھ تھے اور تیسری شخصیت مسٹر روشاق کی تھی' جن کا کردار اس پوری کہانی میں سب سے زیادہ پراسرار ہے اور یہ نہیں پتہ چلا سکا صحیح طور پر کہ خود مسٹر روشاق کا تعلق کہاں سے تھا۔''

''جی......'' میں نے ایک پولیس والے کی چھان بین سے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

''مائیکل جون اور امیر الحسنات کے ایڈریس وغیرہ' میرا مطلب ہے کوئی ایسی چیز جس سے یہ پتہ چل سکے کہ لندن میں ان کا قیام کہاں تھا اور امیر الحسنات مصر میں کہاں رہتے تھے۔''

''شاید پاپا کے کاغذات سے ان باتوں کا پتہ چل جائے' کیونکہ ان کے درمیان کافی عرصے تک خط کتابت رہی ہے۔''

''کاش! آپ مجھے اس لائبریری میں ان تینوں حضرات کے پتے تلاش کرنے کی اجازت دیں۔''

''آپ ایک پولیس آفیسر ہیں جناب اور یہاں برائے تحقیقات آئے ہیں۔ آپ پورے گھر کی تلاشی لے سکتے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''آپ کس قدر مہربان خاتون ہیں۔ مم...... میرا مطلب ہے صاحبزادی ہیں' کیا میں نے صحیح الفاظ استعمال کئے۔'' وہ گڑبڑا کر بولا اور میں ہنس پڑی۔

''جی...... جی...... جی......''

''اچھا...... تو آپ کی اجازت سے میں ابھی کچھ دیر کے بعد ان لوگوں کے پتے تلاش کروں گا۔ اس کے بعد رہ جاتی ہیں وہ خاتون جنہوں نے آپ کی تلاش میں دو افراد کو یہاں بھیجا تھا اور ان میں سے ایک کو آپ کے آدمی نے زخمی کر دیا تھا اور دوسرا اس کا زخمی بدن اٹھا کر بھاگ گیا تھا اور آپ نے جو جگہ بتائی ہے وہ نیولائن کی ایک کوٹھی ہے۔'' اس نے پرخیال انداز میں کہا اور یہ پوائنٹس بھی نوٹ کرنے لگا' پھر اس نے اٹھ کر ان چیزوں کی تلاش لینا شروع کر دی' جہاں سے پاپا کے خط کتابت کا پتہ چل سکتا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ خوشی سے چیخا۔

''آہا...... مجھے یہ دونوں پتے مل گئے۔ ویری گڈ...... ویری گڈ...... یہ پتے ایک کاغذ پر لکھے ہوئے تھے اور یہ تحریر پاپا ہی کے ہاتھ کی تھی' میں نے اس سے کہا۔

''آپ ان پتوں کو میرے پاس بھی کہیں نوٹ کر دیں۔''

''میں انہیں اپنے پاس نوٹ کر لیتا ہوں' اصل کاغذ آپ ہی کے پاس رہے گا۔'' اس نے کہا اور وہ پتے نوٹ کرنے لگا' پھر اس نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

''بہت وقت لے لیا میں نے آپ کا' بڑی گستاخی کی ہے' لیکن انتہائی حیرت ناک بات ہے'

میں آپ کو بتا نہیں سکتا کہ میں اس وقت ذہنی طور پر اپنے آپ کو کیا محسوس کر رہا ہوں۔''
''کیا؟'' میں نے سوال کیا' لیکن اس نے میرے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا' پھر بولا۔
''تو پھر اجازت؟''
''ارے واہ ایسے ہی اجازت' یہاں تو آپ نے سب کچھ معلوم کرلیا اور آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے اپنے بارے میں بھی بتائیں گے' کیونکہ آپ نے مصریات سے جس قدر دلچسپی کا اظہار کیا ہے وہ میرے لئے بھی دلچسپی کا باعث ہے۔'' وہ مسکرا کر مجھے دیکھنے' پھر بولا۔ ''میں تو ایسے ہی کہہ رہا تھا' اس خیال کے تحت کہ شاید آپ مجھے روک لیں۔''
میں اس کے ان الفاظ پر ہنس پڑی تھی' پھر میں نے کہا۔ ''میں ملازموں کو ہدایت دے دیتی ہوں' آپ اپنی پسند کی ڈش بتایئے' آپ کھانا کھا کر جائیں گے۔''
''بھئی دیکھیئے ہم پولیس والے جو ہیں نا' میرا مطلب ہے کہ ہم کھانے پینے کے تو بہت شوقین ہوتے ہیں' آپ اپنی پسند سے جو کچھ بھی کھلا دیں گی خوشی سے کھالیں گے۔''
مجھے پھر ہنسی آگئی' بڑا دلچسپ آدمی تھا' دلچسپ بھی اور دلکش بھی' میں نے بہرطور آیا ندیمہ کو بلایا اور اسے خصوصی طور پر کھانے کی ہدایت کی کہ ایک مہمان بھی ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوں گے۔ ندیمہ خاموش ہو کر گردن ہلا کر باہر نکل گئی تھی۔
''تو پھر آیئے اس بوجھل ماحول سے باہر نکلیں۔'' میں نے اسے پیشکش کی۔
''جیسا آپ کا حکم۔'' وہ بولا اور میں اسے لئے ہوئے ڈرائنگ روم میں آگئی۔ لائبریری کا دروازہ باہر سے بند کردیا گیا تھا اور اسے لاک کردیا گیا تھا' ڈرائنگ روم میں آکر اس نے خوشگوار حیرت سے چاروں طرف دیکھا اور بولا۔
''بہت خوبصورت ڈرائنگ روم ہے' آپ نے اسے بھی مصر کا نمونہ بنا کر رکھا ہے۔''
''ہاں میں نے کہا نا پاپا کو مصریات سے بہت دلچسپی تھی۔''
''خدا کی قسم! مصر اب بھی ایک انوکھی جگہ ہے' دنیا بہت جدید ہوگئی' خود مصر بھی کسی سے پیچھے نہیں ہے' لیکن اس نے اپنی پراسرار روایات کو اسی طرح قائم رکھا ہے یا پھر یہ کہا جائے کہ فرعون کی ارواح نے مصر میں بہت بڑی تبدیلیاں نہیں پیدا ہونے دیں۔ کم از کم میں یہی محسوس کرتا ہوں۔''
میں نے پھر کوئی جواب نہیں دیا' جب مصر کے بارے میں ایسی کوئی پراسرار بات آتی تھی تو میرے ذہن سے کچھ عجیب سی لہریں گزر جاتی تھیں' پتہ نہیں کیوں۔
''اور اب مجھ پر واجب ہے کہ میں آپ کو اپنے بارے میں بتاؤں' تو آپ یہ تو جان چکی ہیں کہ میرا نام جمال پاشا ہے' میرے والد صاحب کا نام سید کمال پاشا ہے۔ شاید آپ نے یہ نام سنا ہو محکمہ پولیس میں ایڈیشنل ڈی آئی جی ہیں اور شہر کے سب سے خطرناک پولیس والے مانے جاتے ہیں' جن کے پاس کسی جرائم پیشہ شخص کیلئے معافی نہیں ہے اور کسی بے گناہ کو کبھی مشکل میں گرفتار نہیں

ہونے دیتے' آپ یقین کرو انہوں نے اپنا ایک ذاتی سیل قائم کر رکھا ہے جو تین افراد پر مشتمل ہے' ان تین افراد کو وہ اپنی جیب سے تنخواہ ادا کرتے ہیں اور ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ذرا بھی کہیں مشکوک حالت میں پھنسا ہے تو اس کے بارے میں وہ مکمل تحقیقات کر کے یہ بتائیں کہ وہ مجرم ہے یا نہیں' اور اس طرح سے انہوں نے کافی افراد کو مشکلات سے نکالا ہے' یہ ایک اچھی بات ہے' لیکن اولاد کے سلسلے میں بہت سخت ہیں۔ ہم تین بھائی اور دو بہنیں ہیں اور سب سے زیادہ زیرِ عتاب میں ہی رہتا ہوں' میں دراصل ابتدا ہی سے مختلف مزاج کا حامل رہا ہوں اور اب یہ بات کرنے میں مجھے عار نہیں ہے کہ مصریات میرے لئے بہت عجیب وغریب کیفیت رکھتی ہیں' مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں وہیں کے کسی اہرام سے تعلق رکھتا ہوں' خیر تو مطلب کہنے کا یہ تھا کہ اس طرح زندگی گزاری اور سب سے زیادہ والد صاحب کے زیرِ عتاب رہا' بڑی بڑی مشکلات سے گزرنا پڑا مجھے' کئی بار گھر سے نکالا جا چکا ہوں' ایک مرتبہ نکالا گیا تو سیدھا مصر جا پہنچا اور وہاں کافی وقت گزارا اپنے شوق کی تکمیل کی' لیکن پھر وہاں کے ایک بہت بڑے پولیس آفیسر نے مجھے دریافت کر لیا اور بڑی عزت و آبرو کے ساتھ مجھے وطن واپس پہنچا دیا گیا۔ یہاں آ کر میں نے کافی توبہ توبہ کی اور ایک بار پھر مجھے گھر میں جگہ مل گئی۔

لیکن جناب والد صاحب کی خواہش تھی کہ جس طرح میرے دوسرے بڑے بھائیوں کو محکمہ پولیس میں اعلیٰ ترین اعزازات مل چکے ہیں مجھے بھی محکمہ پولیس ہی میں کوئی اعلیٰ جگہ تلاش کرنی چاہئے۔ خیر! دوسری بار پھر ایسا ہی ایک حادثہ ہوا میرے ساتھ اور وہ حادثہ مجھے پھر دوسری بار مصر لے گیا۔ چنانچہ جو کمی رہ گئی تھی وہ میں نے پوری کی اور تیسری بار بھی ایسے ہی حالات کا شکار ہوا' لیکن پھر والدہ صاحبہ نے خصوصی طور پر مجھ سے رو رو کر کہا کہ وہ میرا دودھ نہیں بخشیں گی' اگر میں نے ابا جان کے حکم سے انحراف کیا۔

چنانچہ آج کل اس دودھ کے چکر میں یہ پولیس آفیسری کر رہا ہوں۔ لیکن آپ یقین کریں کہ چوتھی بار بھی مجھے بھاگنا ہے اور لازمی طور پر بھاگنا ہے' ارے واہ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی' اس بار تو بھاگنے کیلئے اتنا خوبصورت موقع ملا ہے کہ واہ واہ۔"

"کیا مطلب؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ بڑا دلچسپ انداز بیان تھا اس کا۔

"میرا مطلب ہے کہ اب دیکھیں نا یہ واقعات پیش آ گئے ہیں' میں اب کس طرح اطمینان سے بیٹھ سکتا ہوں۔ بہت سے کام ہیں میرے' مثلاً یہ کہ اب میں خاتون کو تلاش کروں جو نیو لائن کی کوٹھی میں آپ سے ملی تھیں۔" اس نے کہا اور میں پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔

☩☩☩

میں کچھ دیر سوچتی رہی' پھر میں نے کہا۔ ''آپ انہیں تلاش کریں گے۔''
''ہاں نہ صرف انہیں بلکہ مسٹر احمر جنیدی بھی میری تلاش کا مرکز ہوں گے۔''
''ایک بات کہوں؟''
''ہاں ہاں فرمایئے۔''
''کیا آپ میرے پاپا کے سلسلے میں میری مدد نہیں کر سکتے؟''
''خدا کی قسم توقع کر رہا تھا کہ جلدی سے آپ مجھ سے یہ جملہ کہیں اور میں فوراً اپنی پیشکش کردوں۔''
''دیکھیں' میں پاپا کو تلاش کرنا چاہتی ہوں۔''
''میں دل و جان سے حاضر ہوں اور آپ کی اجازت چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ مل کر کام کروں' ویسے ایک بات بتایئے' ان کے بعد میرا مطلب ہے آپ کے پاپا کے بعد آپ کی باگ ڈور کس کے ہاتھ میں ہے' یعنی آپ کو کون میرے ساتھ مصروف رہنے سے روک سکتا ہے۔'' اس نے بے باکی سے کہا اور میری آنکھوں میں مسرت کی لہریں دوڑ گئیں' یہ ساری باتیں وہ ہو رہی تھیں جنہیں میں دل و جان سے چاہتی تھی' میں نے کہا۔
''کوئی نہیں میں بالکل آزاد ہوں۔ کسی کی مجال نہیں جو میرے معاملات میں قدم اڑا سکے اور اب' اب تو میری کیفیت ہی دوسری ہوگئی ہے' آپ خود میری بات کو سمجھ رہے ہوں گے۔''
''ہاں کسی حد تک' مثلاً یہ کہ اب یہ بات بھی مشکوک ہوگئی ہے کہ معاف کیجئے گا ہارون دانش صاحب آپ کے پاپا ہیں بھی یا نہیں۔''
''اگر وہ میرے پاپا نہ نکلے تو آپ یقین کریں کہ میرا اس دنیا میں رہنے کو دل نہیں چاہے گا۔''
''خدا نہ کرے ایسا ہو۔''
''تو پھر آپ میرا ساتھ دیجئے گا۔''
''میرے لئے کوئی مشکل نہیں ہے' آج ہی سے ٹلا مار جاتا ہوں۔''
''ٹلا'' میں نے حیرت سے کہا۔

''میرا مطلب ہے ڈیوٹی سے گول ہوجاتا ہوں' میرے پاس ایسے بہت سے ٹھکانے ہیں جہاں میں چھپ سکتا ہوں۔ مثلاً ایک فلیٹ جو میری اپنی ملکیت ہے اور معاف کیجئے گا رشوت میں مجھے ملا تھا' کسی کو اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم' تو میں وہاں غائب ہوجاتا ہوں' تھوڑے دن تک تلاشی ہوگی' محکماتی کارروائی ہوگی اور اس کے بعد بس ٹائیں ٹائیں فش۔''

''آپ ایسا نہ کریں تو بہتر ہے۔''

''کیوں۔''

''ابھی تو کوئی ایسی بات بھی نہیں ہے جس کے تحت ہمیں کوئی پروگرام بنانا پڑ جائے۔''

''ہوں' میں سمجھ رہا ہوں' سمجھ رہا ہوں۔ بات قابل غور ہے' اچھا چلئے ٹھیک ہے بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر نشاء صاحبہ' اچھا اب یہ بتائیے کہ مجھے وہاں کل لے جا رہی ہیں۔''

''کہاں؟''

''میرا مطلب نیو لائن کی اس کوٹھی میں جہاں اس پراسرار عورت سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی' میرا مطلب ہے کہ بعد میں......''

''یہ آپ پر منحصر ہے۔''

''تو پھر' وہ جو کہتے ہیں نا کہ کل کرے سو آج کر اور آج کرے سو اب' ہمیں فوری طور پر نیو لائن سوسائٹی کی اس کوٹھی میں جانا چاہئے تاکہ ہماری تحقیقات آگے بڑھیں۔''

''کب جائیں گے آپ؟''

''میں نے کہا نا کہ کل کرے سو آج کر اور آج کرے سو اب۔''

''یعنی آج ہی۔''

''ہاں بالکل' ویسے بھی میں سادہ لباس میں ہوں۔''

میں چند لمحات سوچتی رہی' پھر میں نے اس سے اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔ آیا ندیمہ میرا مزاج جانتی تھی۔ میں نے اگر اس سے کسی مہمان کے بارے میں کہا تھا تو اس کا مقصد تھا کہ بہترین کھانے ہونے چاہئیں اور یہی اس نے کیا بھی۔ درحقیقت کھانے کی میز اتنی خوبصورت نظر آ رہی تھی کہ انسان کی بھوک خود بخود جاگ اٹھے۔ جمال پاشا نے تعریف کے پل باندھ دیئے تھے' مجھے بھی خوشی ہو رہی تھی' کھانے کے بعد اس نے کہا۔

''تو محترمہ نشاء دانش اب ہمیں نیو لائن کی اس کوٹھی تک جانے کا انتظام کرنا چاہئے۔''

''جیسا آپ پسند کریں۔''

میں نے کہا اور اس کے بعد میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا' مجھے درحقیقت بہت خوشی ہو رہی تھی اس کا ساتھ دینے میں' میری اپنی پسند کا آدمی مجھے ملا تھا' میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ میرے دل میں اس کا عشق جاگ اٹھا تھا' لیکن جو حالات گزر رہے تھے اور جس طرح میں اپنے آپ کو تنہا محسوس کر

رہی تھی' اس میں مجھے کسی اچھے ساتھی کی ضرورت تھی اور جمال پاشا اسی انداز کا شخص نظر آ رہا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اسے خود بھی مصریات سے بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ باہر اس کی کار کھڑی ہوئی تھی جو اچھی خاصی کار تھی۔ ظاہر ہے ڈی آئی جی کا بیٹا تھا۔ میں نے اس سے کار کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔

''سچ بتاؤں' رشوت کی ہے۔''

''آپ بہت بڑے راشی ہیں' اونچے ہاتھ مارتے ہیں' فلیٹ' کار۔''

''قسم لیں گی مجھ سے اس بات کی کہ میں نے بڑے دھڑلے سے یہ رشوت لی تھی' صرف اس لئے کہ قبلہ والد صاحب کو پتہ چل جائے اور وہ مجھے خود محکمہ پولیس سے نجات دلا دیں' لیکن ایسا نہیں ہوسکا۔''

میں ہنستی رہی تھی' اسی کی کار میں بیٹھی تھی اور ہماری کار برق رفتاری سے نیو لائن سوسائٹی کی جانب جا رہی تھی۔

ایک عجیب سا احساس' عجیب سی خوشی میرے اندر ابھر رہی تھی۔ یہ شاید جمال پاشا کی قربت کی جگہ تھی جو سونا پن میرے اندر سما گیا تھا۔ خاص طور سے اس انکشاف کے بعد کہ وہ عورت میری ماں نہیں تھی۔ بعد پاپا۔ میرے دل و جان مشکوک تھے کہ وہ میرے پاپا ہیں کہ نہیں۔ وہ جمال پاشا کی وجہ سے ختم ہوگیا تھا۔

میری نظریں جمال پاشا کی طرف اٹھ گئیں جو بڑے انہاک سے کار ڈرائیو کر رہا تھا' کتنا خوبصورت' کتنا سمارٹ' اس وقت جمال پاشا نے بھی گردن گھما کر مجھے دیکھا اور شوخ لہجے میں بولا۔

''ہیلو......!''

میں ایک دم جھینپ گئی' لیکن میں نے اظہار نہ ہونے دیا اور بولی۔

''جی......!''

''بہت خاموش ہیں مس نشاء' کیا سوچ رہی ہیں؟''

''آپ کے بارے میں۔''

میں نے فوراً کہا۔

''میرا بھی خیال ہے' کیونکہ آپ نے اچانک مجھے دیکھا تھا۔'' کچھ نہ کچھ بات تو بنانی ہی تھی' چنانچہ میں نے جلدی سے کہا۔

''آپ مجھے ایک بات بتائیں۔''

''جی......!''

''کیا واقعی آپ مصریات سے متاثر ہیں؟''

''ہاں مس نشاء۔ واقعی' کچھ عجیب سی کیفیت ہے میری' بچپن سے میں یہ پراسرار خواب دیکھتا

آیا ہوں، جن میں اہرامین مصر مرکز رہے ہیں، آپ کو اپنے گھر لے چلوں گا، میں نے بھی ایک لائبریری بنا رکھی ہے، بلکہ یہاں سے فلیٹ پر چلیں گے۔ بس تمہیں کچھ دکھاؤں گا۔ چلو گی میرے ساتھ میرے فلیٹ پر......؟"

"کیوں نہیں......؟"

"شکریہ! وہ بولا اور میں خاموش ہوگئی۔ کچھ دیر کے بعد وہ نیو لائن میں داخل ہوگئی۔ اس کے بعد میں اپنے پاپا کے بارے میں بتانے لگی اور ہم اس اجاڑ ویران کوٹھی کے پاس پہنچ گئے۔ پاشا نے کار ایک طرف کھڑی کی اور ہم اس کوٹھی میں داخل ہوگئے پاشا ایک بے باک اور ذہین پولیس آفیسر تھا۔ وہ زیادہ باریک بینی سے اس پراسرار کوٹھی کا جائزہ لینے لگا۔ ہم اندر داخل ہوتے چلے گئے اور اس وقت ہم اس عظیم الشان سے ہال میں داخل ہوکر اس کا جائزہ لے رہے تھے کہ اچانک ہماری نگاہ ایک دروازے پر پڑی جس میں ہلکی سی جنبش ہوئی تھی۔ میرے اندر سے سرسری آواز نکلی۔

"پاشا......!"

"ہوں۔"

وہ بے خیالی کے انداز میں بولا۔

"وہ ادھر......" میں نے اشارہ کیا اور پاشا نے چونک کر ادھر دیکھا، پھر اس کے اندر سے آواز آئی۔

"اوہ! مائی گاڈ......"

"یہ کیا ہے پاشا......؟"

"یہ دروازہ اچانک نمودار ہوا ہے۔"

"کیا مطلب......؟"

"میں نے اس ہال میں داخل ہوکر اس کا بھرپور جائزہ لیا تھا۔"

"تو پھر......؟"

"اس وقت یہ دروازہ نہیں تھا۔ پاشا نے کہا۔ اس دوران دروازے کے دونوں پٹ پورے کھل گئے تھے۔ ہم اس سے کسی کے نمودار ہونے کا انتظار کرتے رہے، لیکن کوئی نہیں آیا تو پاشا نے کہا۔ تم خوفزدہ ہو نشاء۔"

"نہیں۔"

اس نے سختی سے کہا۔

"آؤ۔ پاشا نے اس دوران دوسری طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں نے اپنا دل سخت کرلیا تھا، خوف بامعنی چیز لئے خاص طور سے ایسے حالات میں جب کوئی بات سمجھ میں نہ آرہی ہو۔"

ہم اس دروازے سے اندر داخل ہوگئے۔

دوسری طرف اس ہال سے بڑا ہال نظر آیا تھا' جس میں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس روشنی میں جو کچھ ہمیں نظر آیا تھا وہ بے حد سنسنی خیز تھا۔ یہ ایک قدیم مصری طرز کا تابوت تھا جو کوئی بیس گز کے فاصلے پر رکھا ہوا تھا۔ ہال میں ٹھنڈک پھیلی ہوئی تھی جو غیر معمولی تھی۔ پاشا کچھ دیر جائزہ لیتا رہا' پھر آگے بڑھا اور ہم اس تابوت کے پاس پہنچ گئے۔

''آئیڈیل!''

پاشا کے منہ سے آواز نکلی۔

''بہت پرانا ہے۔''

''ہاں۔''

قدیم مصر میں فراعین کیلئے ایسے ہی تابوت بنائے جاتے تھے۔

''مجھے معلوم ہے۔''

''ارے! سوری۔ تم سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔''

''پاپا کی لائبریری میں......''

''ہاں ایک اور بات۔ ایک بات تم نے محسوس کی نشاء۔

''کیا......!''

''ہال میں وہ دروازہ پہلے نہیں دیکھا۔''

''ممکن ہے ہم نے دیکھا ہے؟''

''چلو مان لیا' مگر دوسری بات تمہارے ذہن سے نکل گئی۔''

''کیا!''

''بند دروازہ کس نے کھولا تھا؟ خیر آؤ دیکھیں اس تابوت میں کون ہے۔ پاشا جھکا ہی تھا کہ اچانک ایک انتہائی لرزہ خیز چیخ ابھری اور ساتھ ہی کسی کے دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ ہم نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا تو مجھے وہی بڑھیا نظر آئی جسے میں پہلے بھی دیکھ چکی تھی۔ وہ قہر و غضب میں ڈوبی ہماری طرف آ رہی تھی' پھر اس کی آواز سنائی دی۔

''رک جاؤ......رک جاؤ......اسے مت کھولو' رک جاؤ۔''

وہ قریب آ گئی۔ اس کا چہرہ سفید تھا۔ بال روئی کے گالوں جیسے تھے اور ہوا میں لہرا رہے تھے۔ سیاہ رنگ کا چوغہ تھا' جو جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ چہرہ بالکل ڈھانچہ نما تھا اور کھال ہڈیوں سے لپٹی ہوئی تھی۔ آنکھیں پھٹی پھٹی تھیں۔ اس کی بھیانک آواز پھر ابھری۔

''کیا کر رہے ہو بدنصیب انسانو۔ تم ہزاروں سال سے سوئے ہوئے سوخانی آطوس کی نیند میں خلل انداز ہو رہے ہو۔ اسے ابدی نیند سے جگا رہے ہو' لعنت ہو۔''

''کون ہے تو......؟'' پاشا غرایا۔

''موت ہوں تمہاری۔ سوخانی آطوس کی محافظ ہوں' جبر وقہر کے دیوتا کی حفاظت کر رہی ہوں' میں یہ بدبخت پھر یہاں آ گئی۔ کیوں میں نے تجھے منع کیا تھا۔ اس بار وہ مجھ سے مخاطب ہو کر بولی اور چند قدم آگے بڑھ آئی۔ میں تجھے فنا کر دوں گی۔ اس نے کہا' پھر اس کے اندر بلی کی سی چیخ اور غراہٹ نکلی اور اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔''

میں نے اسے جھکائی دی اور وہ دور تک دوڑی چلی گئی۔ اسی دوران پاشا نے ریوالور نکال لیا جو سادہ لباس میں ہونے کے باوجود اس کے پاس موجود تھا۔

''پیچھے ہٹ منحوس بڑھیا ورنہ ختم کر دوں گا۔'' بڑھیا نے دانت پیس کر مجھ پر دوسرا حملہ کیا۔ اس بار پاشا نے اس پر فائر کر دیا۔ اس نے جان بوجھ کر بڑھیا کو نشانہ نہیں بنایا تھا ورنہ وہ شکار ہو جاتی۔ گولی اس کے سر کے پاس سے گزر گئی تھی۔

فائر کا دھماکہ اس بار کسی بم کے دھماکے سے کم نہیں تھا۔ بڑھیا ٹھٹک گئی۔ اب وہ مجھ پر حملہ کرنے کیلئے پینترے بدل رہی تھی۔ پاشا نے دوسرا فائر کیا۔ اس بار اس کا ردعمل کچھ اور ہی ہوا تھا۔ اچانک پورے ہال میں سرخ روشنی پھیل گئی۔ سرخ روشنی جو بے حد تیز تھی' اس کے ساتھ ہی تیز تپش ابھرنے لگی' یوں لگ رہا تھا جیسے آگ لگ گئی۔

''آؤ نشاء! پاشا نے میرا ہاتھ پکڑا اور تیزی سے باہر جانے والے راستے کی طرف دوڑ پڑا۔ اس وقت ہمارا باہر نکل جانا ہی مناسب تھا۔ ہم دروازے سے نکل کر دوسرے ہال میں پہنچے وہ بھی سرخ دھوئیں سے بھرتا جا رہا تھا۔ چنانچہ یہاں سے بھی باہر نکلنا پڑا' پھر پاشا اپنی کار تک آ گیا اور پھر اس عمارت سے دور نکل آئے۔ ہم نے پلٹ کر دیکھا عمارت سے شعلے بلند ہو رہے تھے۔

'مائی گاڈ! پاشا نے کار روکتے ہوئے کہا۔ پھر اس عمارت کو دیکھتے رہے۔ پاشا نے کہا۔ ''اب یہاں رکنا بیکار ہے فلیٹ پر چلیں۔''

''چلو......'' میں نے نڈھال لہجے میں کہا۔ پاشا نے کار آگے بڑھا دی۔ میں خاموش بیٹھی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ایک خوبصورت پروجیکٹ میں داخل ہو گئی۔ اس پروجیکٹ میں دوسری منزل پر پاشا کا فلیٹ تھا۔ بے حد خوبصورت تھا اور کمال کا آراستہ تھا۔

''ویری گڈ۔ رشوت اتنی خوبصورت ہوتی ہے۔'' میں نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

''جی نہیں۔ اسے میں نے ڈیکوریٹ کیا ہے۔''

''بیٹھئے۔ میں ذرا احمد حسن سے کچھ بات کر لوں۔ ایس آئی ہے۔'' پاشا نے کہا' پھر موبائل فون پر اس نے اپنے ماتحت سے رابطہ کیا۔

''ہاں احمد حسن' نیو لائن سوسائٹی بنگلہ نمبر 612 کے بارے میں مجھے مکمل معلومات سے آگاہ کرو' ابھی تھوڑی دیر پہلے اس میں آگ لگ گئی ہے۔''

اپنے ماتحت کو ہدایات دینے کے بعد اس نے کہیں اور فون کیا اور کھانے پینے کی اشیاء کی ایک

نئی فہرست بتا کر آرڈر نوٹ کرا دیا۔

''ارے۔ اتنی ساری چیزیں۔'' میں نے کہا۔

''آپ ٹھیک ہیں نشاء؟''

''ہاں...... کیوں۔''

''بڑے عجیب حالات پیش آئے۔ یہ وہی عورت تھی جسے آپ پہلے دیکھ چکی تھیں نشاء۔''

''ہاں۔ وہی تھی۔''

''نشاء! میں آپ کو بہت کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ اب تک جو میں نے آپ کو بتایا ہے وہ غلط نہیں تھا۔ مصر میرے اعصاب پر ہمیشہ سوار رہا ہے۔ مجھے لگتا ہے جیسے میرے اندر قدیم مصر کی کوئی روح ہو۔ میں نے کچھ عجیب وغریب حالات میں ایک کتاب کا قلمی مسودہ پایا تھا جو یوں لگتا ہے جیسے میری ہی کہانی ہے۔''

''اور وہ کیا......؟''

''ایک قریب المرگ بوڑھے نے مجھے وہ مسودہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ میری امانت ہے جسے وہ میرے حوالے کر کے خوشی محسوس کر رہا ہے اور پھر دوسرے دن اخبار میں اس لاوارث بوڑھے کی لاش ملنے کی خبر اس کی تصویر کے ساتھ تھی۔''

''حیرت انگیز۔'' میں نے کہا۔

''میں تمہیں وہ مسودہ دکھاتا ہوں۔ اس قلمی تحریر کو پاشا نے بڑی نفاست سے جلد کروایا تھا۔ میں نے اسے پرکھنا شروع کیا۔

✣✣✣

دربار مصر میں یکلخت سناٹا چھا گیا۔ فرعون وقت کی آمد کا اعلان ہوا تھا اور اہل دربار کی گردنیں جھک گئی تھیں۔ وہ سانس بھی احتیاط سے لے رہے تھے۔

کچھ دیر کے بعد نوجوان فرعون اخناطوس باختنا سی رموزش اپنے پورے شاہانہ جاہ وجلال کے ساتھ دربار میں داخل ہوا۔ وسیع وعریض دربار میں قطار در قطار کھڑے ہوئے امراء اور رؤسا اور عہدیدار اس کے اٹھتے ہوئے ہر قدم کے ساتھ سجدہ ریز ہونے لگے اور ان کی زبانوں سے یا امیزو ترک یا آروانفاک کی گونج ابھرنے لگی تھی۔

بادشاہ ایک ایک قدم اٹھاتا ہوا شان وتمکنت کے ساتھ تخت کی طرف بڑھ رہا تھا' یہاں تک کہ وہ تخت تک پہنچ گیا۔ تخت کے پاس کھڑے ہو کر اس نے سجدہ ریز درباریوں پر ایک حقارت آمیز نگاہ دوڑائی اور پھر تخت پر بیٹھ کر اپنے سونے کے عصاء کو زور سے فرش پر مارا اور تمام درباری یہ آواز سن کر سجدے سے اٹھ گئے۔ پھر ایک آواز ابھری۔

''سی راز ازموزش۔''

''اخت باراں۔''
''درسموات۔''
''صبح کا ستارا۔''
''شانِ دریافت۔''
''تقدیس ہو تیری۔''
''تقدیس ہو تیری۔''
''تقدیس ہو تیری۔''

ان آوازوں سے اظہار ہوتا تھا کہ یہ مصنوعی ہیں۔ ان میں سے کسی آواز میں سچائی نہیں تھی' کیونکہ فرعون اخناطوس بہت ظالم اور بدمزاج انسان تھا۔ اسے ہر لمحہ کوئی نیا حکم نافذ کرنے کی عادت تھی اور وہ ظلم کرنے کے نئے نئے بہانے تلاش کرتا تھا۔ درباری ہر لمحے منتظر رہتے تھے کہ اب کون بدنصیب ہوگا جس کے تباہی کے احکامات جاری ہوں گے۔ تبھی افناطوس کی آواز ابھری۔

''اسانس......!''

''رب اخناطوس......!'' ایک ادھیڑ عمر شخص نے رکوع کی طرح جھکتے ہوئے کہا۔ یہ شخص وزیر خزانہ تھا۔

''تو جانتا ہے کہ شاہی خزانے کی عمارت کتنی شکستہ ہو گئی ہے۔''

''آقا کی عمیق نگاہیں آسمانوں سے باخبر ہیں۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ آج کے دربار میں درخواست گزار ہو۔''

''تو اس بارے میں کیا خیال رکھتا ہے۔''

''غلام اپنی حقیر رائے پیش کرنا چاہتا ہے۔''

''پیش کر۔''

''ناچیز کے خیال میں شاہی خزانے کیلئے نئی عمارت تعمیر کی جانی چاہئے۔ جو بے حد مضبوط اور انتہائی محفوظ ہو۔''

فرعون نے کسی قدر تعریفی لہجے میں کہا۔ تو نے ہمارے دل کی بات کہہ دی۔ ہم حکم دیتے ہیں کہ فوری طور پر شاہی خزانے کی نئی عمارت کی تعمیر کا کام شروع کر دیا جائے اور عمارت ایسی ہو کہ ایک بھی اس کی مثال نہ ملے۔

''رب اخناطوس کے حکم کی تعمیل ہو گی۔''

''اور ایک بات غور سے سن۔''

''ارشاد عالی۔''

''آج سے چاند سورج کا شمار کر لے۔ عمارت نوے چاند اور نوے سورج کے وقت میں مکمل

ہو جائے۔ تاخیر کا ایک سورج برداشت نہیں ہوگا۔"

بہت کم وقت تھا۔ کہیں بادشاہ کے احکامات اسی طرح جان لیوا ہوتے تھے اور وزیر خزانہ میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ دم مار سکتا۔ اگر اس بارے میں ایک لفظ بھی منہ سے نکالتا تو موت کے لمحات فوراً قریب آجاتے۔ زندگی کی کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔

اس نے گردن خم کردی۔

"کوئی مجرم ہے۔ فرعون کے دل میں خون کی پیاس جاگی۔"

"رب اخناطوس کی مملکت میں کسی کو جرم کرنے کی ہمت کہاں۔ اسے اپنی بدترین موت کا پتہ ہوتا ہے۔" ایک اور نے جواب دیا۔

اخناطوس کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

"یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ قتل قاتلوں کے پیالوں میں خون سے تر نہ ہو تو پیالے بدنما لگتے ہیں۔ اس کا انتظام تو ہونا چاہئے۔ وہ پاستاں کے باغی کہاں گئے۔"

"سزا پا چکے ہیں رب آساس۔"

"قید کی سراب۔"

"تمہیں...... موت کی۔"

"زماکس......" بادشاہ نے کسی اور کو آواز دی۔

"رب اخناطوس......!"

"مجرم تلاش کئے جائیں۔ ہماری آنکھیں بہت سارا سرخ خون دیکھنا چاہتی ہیں۔"

"حکم اخناطوس۔"

ایک وسیع و عریض عمارت کی تعمیر کیلئے تین ماہ کی مدت اگرچہ بہت کم تھی، لیکن بادشاہ کے آگے دم مارنے کی اسامن میں جرأت نہ تھی جبکہ وہ یہ بات جانتا تھا کہ اگر تین ماہ سے ایک دن بھی زائد ہوگیا تو فرعون کا شاہی اعصاء اس کی کھوپڑی کو پاش پاش کردے گا۔ تعمیر شروع ہوگئی، سینکڑوں مستری مزدور اور کاریگر کام پر لگا دیئے گئے، دن رات کام ہونے لگا، تپتی دھوپ میں بھی مزدوروں کو چین سے نہ بیٹھنے دیا جاتا، جبکہ اس وقت سو دروازوں کے قدیم شہر میثب پر آفتاب کی حرارت کے پراثر سحر سے خواب غفلت کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ بازاروں، گلیوں اور مکانوں کے باہر قبرستان کی سی خاموشی چھا جاتی۔ عبادت گاہوں اور سرکاری عمارتوں کے میناروں اور برجیوں سے آگ کے شعلے بلند ہوتے محسوس ہوتے اور یوں لگتا گویا عیش و عشرت کے قہقہوں اور مسکراہٹ کی ضیاپاشیوں کے اس زندہ و رقصاں شہر پر کسی نے موت کا جادو کردیا ہے، لیکن عمارت کی تعمیر میں حصہ لینے والے افراد اس قیامت خیزی کے عالم میں بھی اپنے کام میں مصروف نظر آتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر ایک روز کی تاخیر بھی ہوگئی تو فرعون وزیر خزانہ سمیت سب کو قتل کرادے گا۔

یہ جان کا خوف تھا یا معماروں کی لگن کہ معینہ مدت میں شاہی محل کے شاہی خزانے کی عمارت تعمیر ہوگئی۔ اس دوران بیشمار مزدور شدید مشقت و اذیت کی تاب نہ لاکر لقمہ اجل بن گئے تھے۔ اسامن نے اس روز اطمینان کی سانس لی تھی کہ اس کی اور اس کے ساتھیوں کی جانیں بچ گئی تھیں۔ اگرچہ یہ عین ممکن تھا کہ فرعون کو کوئی چیز ناپسند آتی تو وہ اپنے اعصاء سے اسامن کی گردن توڑ دیتا۔ بہرکیف اس نے شدید دشواریوں کے بعد یہ مضبوط قلعہ تعمیر کرایا تھا اور اسے ایک مثالی عمارت بنانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

اگلی صبح فرعون اپنے ایک سو جنگی جرنیلوں اور ایک ہزار حبشی غلاموں کے ساتھ معائنہ کی غرض سے عمارت میں داخل ہوا۔ اسامن ہر ہر قدم پر کورنش بجالایا اور فرعون کے قدموں میں مؤدب کھڑا ہوگیا۔ فرعون نے اسامن کے اس انکسار کو بے پروائی اور بے نیازی کی نظر سے دیکھا اور بولا۔

''ہمیں پوری عمارت دکھا۔''

اسامن عمارت کے مختلف حصے دکھانے لگا۔ بیشمار تہہ خانے' غلام گردشیں اور سنگی آہنی دیواروں والے کمرے تھے' جو مضبوط ہونے کے علاوہ فن تعمیر کا اعلیٰ شاہکار تھے۔ فرعون نے اس عالیشان عمارت کے ہر کمرے اور ہر حصے کو دیکھا اور اطمینان کا اظہار کیا' پھر اسامن سے کہنے لگا۔

''ہم تجھ سے خوش ہیں کہ تو نے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا' تمام مزدوروں کو انعام و اکرام سے نوازا جائے اور تو بھی اپنے لئے جو انعام چاہے منتخب کرلے۔''

اسامن کو انعام نہیں اپنے سر کی ضرورت تھی' جس کی سلامتی فرعون کی پسندیدگی کے نتیجے میں یقینی ہوگئی تھی' اس کی خوف سے دھندلائی ہوئی آنکھوں میں زندگی کی چمک نمودار ہوئی' جان بچ جانے کی خوشی میں اس نے جھک کر بادشاہ کے [illegible] کو بوسہ دیا اور کہنے لگا۔

''غلام پر پہلے ہی نوازشوں کی بارش ہے' خود کو کسی انعام کا مستحق نہیں سمجھتا' بلکہ اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہے کہ حضور کی خواہش کے مطابق عمارت کی تعمیر مکمل ہوئی۔''

فرعون نے اس کی خوشامد اور مدح سرائی کا کوئی جواب نہیں دیا اور کچھ دیر وہاں ٹھہر کر اپنے محل میں واپس چلا گیا' اسی روز وزیراعظم کو اپنے حضور میں طلب کیا اور کہنے لگا۔

''ہماری بات توجہ سے سن' شہر میں یہ منادی کرادے کہ ہمارے سوا خزانے کی نئی عمارت میں کوئی داخل نہیں ہوگا' شاہی خاندان کا کوئی فرد حتیٰ کہ ہمارا بیٹا اور مستقبل کا تاجدار بھی اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کا بھی یہی حشر ہوگا۔''

وزیراعظم نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔ ''حضور ظل آفتاب نے ابھی شادی بھی نہیں کی' ولی عہد کیسا؟''

فرعون نے شعلہ بار آنکھوں سے وزیراعظم کو دیکھا اور سونے کا بھاری بھرکم عصاء سنبھال کر بولا۔ ''تو ہمارے فرمان کا معنی و مفہوم تلاش کرنے کی جسارت نہ کر اور ہمارا حکم بستیوں اور قریوں

میں مشتہر کر۔'' وزیراعظم کانپ کر رہ گیا۔

فرعون نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''ہمارے فرمان کا دوسرا حصہ بھی سن' پانچ سو سپاہیوں کو خزانے کی محافظت پر مامور کر دیا جائے جو باری باری عمارت کے ہر حصے میں گشت کرتے ہوئے پہرہ دیں۔ ان کے پاس زہر میں بجھے ہوئے تیر اور نیزے بھی ہونے چاہئیں اور وہ سب وحشی اور بے رحم ہوں۔ انہیں رات کیلئے مشعلیں دی جائیں اور سب کے پاس ایک ایک ناقوس ہوتا کہ کوئی شخص عمارت میں قدم رکھے تو تمام محافظوں اور سپہ سالار کو ناقوس بجا کر مطلع کیا جائے۔''

وزیراعظم تین بار جھکا' گویا حکم کی تعمیل کیلئے رخصتی کی اجازت چاہتا ہوں۔ فرعون نے عصاء اٹھا کر جانے کی اجازت مرحمت کی اور وزیراعظم الٹے قدموں دربار سے نکل گیا۔ فرعون' وزیر خزانہ سے مخاطب ہوا۔

''ہم تجھے ایک ذمہ داری سونپتے ہیں' آج سے تو خزانے کے محافظوں کا نگران اعلیٰ بھی ہوگا اور خزانے کی حفاظت کی تمام تر ذمہ داری تجھ پر ہوگی' اس مقصد کیلئے خزانے کی عمارت کی دیوار سے ملحق لیکن باہر کی جانب اپنی رہائشگاہ کیلئے ایک مکان تعمیر کرا لے تا کہ ہر وقت ہر بات تیرے علم میں رہے۔''

اسامن نے اظہار تشکر کے طور پر سرزمین پر ٹیک دیا' لیکن دل میں سخت سراسیمہ تھا کہ موت نے اس کے گرد حلقہ مزید تنگ کر دیا ہے' نامعلوم کس وقت کوئی کوتاہی' کوئی غلطی سرزد ہو جائے اور فرعون کے عتاب کا نشانہ بننا پڑ جائے کہ اس کے ظلم و بربریت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا' موت کا اشارہ اس کے لبوں پر کھیلتا تھا' اس کا کوئی وزنی عصاء جو ٹھوس سونے کا تھا' اچانک حرکت میں آجایا کرتا تھا۔

دن بھر کی آتش گری کے بعد جب سورج مغرب کے گوشوں کی طرف بڑھا اور سائے لمبے ہو گئے تو زندہ دلان مصر ف زرق برق پوشاکیں پہنے اور ان پر نفیس عطر ملے لونڈیوں اور غلاموں کے جلو میں بازاروں اور قہوہ خانوں کی طرف چل پڑے۔ انہوں نے جگہ جگہ شاہی نقیبوں کو اعلان کرتے سنا اور انگشت بدنداں رہ گئے۔ ہر چہرے پر حیرت تھی اور ہر آنکھ میں تجسس تھا' لوگوں کو یقین نہیں آرہا تھا' مگر اعلانچی واضح الفاظ میں چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے۔

''اعلان...... اعلان...... اعلان......'' سپیر بندگان' سورج چاند ستاروں کے فرمانروا اور بادلوں بجلیوں کے کردگار فرعون اخناطوس شہنشاہ مصر نے ملک حبش کے بادشاہ شاہ زرقون کی بیٹی کو اپنی ملکہ بنانے کا فیصلہ فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ ایک ہفتہ تک معبدوں میں دعائیں مانگی جائیں اور عبادت میں شاہ مصر کے ساتھ ملکہ مصر کا نام بھی شامل کیا جائے۔''

اس ہوشربا اعلان سے بیشمار حسین دوشیزاؤں کے گلنار چہرے زرد پڑ گئے اور کئی متکبر امراء کے دل حسرت و یاس سے سینے میں دھڑکنے لگے' جو اپنی بیٹیوں کو ملکہ مصر بنانے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ فرعون کے فیصلے سے ان کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی اور امیدوں نے دم توڑ دیا' کسے

خیال تھا کہ افناطوس جیسا خودسر بادشاہ ایک حبشی کی بیٹی کو اپنی ملکہ بنانا منظور کرے گا۔

دوسری جانب جب رات کو ماہ تمام بلند ہوا تو شاہ زرقون کی بیٹی شہزادی شیرانہ سہیلیوں اور کنیزوں کے جھرمٹ میں حسب معمول نیل کے کنارے پر پہنچی۔ اس نے ساتھ دریاؤں کے پانی سے کھیلتی ہوئی چاندنی میں غسل کیا' سولہ سنگھار کر کے رقص و سرود کی محفل سے لطف اندوز اسی وقت وہ بہت خوش تھی اور اپنے شاندار مستقبل کو اپنے پاؤں میں پڑا دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

''ملکہ مصر!'' کتنے خوبصورت الفاظ تھے جن کا تصور بھی اس کی اپنی ہستی سے کہیں زیادہ حسین و دلفریب تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ جب میں شاہی محل میں فصیل پر کھڑی ہو کر فخر و انبساط لے اپنی وسیع سلطنت پر نظر ڈالوں تو شاید آسمان بھی میری قسمت پر رشک کر رہے ہوں گے' آنکھیں احساس وغرور سے بدمست ہو کر مسکرا رہی ہوں گی' اور فرعون میرے شانے پر سر لٹکائے میری زلفوں سے نکلتی ہوئی مہک سے مدہوش ہو رہا ہو گا اور بے خود ہو جائے گا۔

شہزادی ان خوش آئندہ تصورات میں غرق تھی کہ ایک کنیز حاضر ہوئی اور گھبرائے ہوئے لہجے میں عرض کیا۔

''شہزادی! رب ارض وسماء تیری زندگی کو سدا بہاروں سے ہمکنار اور تیرے سر پر رنج والم کا سایہ تک نہ پڑنے دے' کنیز مزرک نیل کے کنارے تیرے لئے پانی لینے گئی تھی' مگر وہاں مصر کے ایک بیٹے سے راز و نیاز میں مصروف ہے اور اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں ہے کہ تو یہاں اس کا انتظار کر رہی ہے۔''

شہزادی شیرانہ اپنی کنیز کی اس گستاخی پر چراغ پا ہو گئی' اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ ایک حقیر کنیز اس کے احکامات کی یوں توہین کر سکتی ہے اور وہ بے چین ہو گئی۔ اس کے غرور تمکنت کو اس خبر سے اتنا صدمہ پہنچا کہ اس کا چہرہ غیظ وغضب سے سرخ ہو گیا اور اس نے ایک ہتھیار بند سپاہی کو حکم دیا۔

''باکون تو ابھی جا اور اس بدبخت کو بالوں سے گھسیٹتا ہوا میرے سامنے لا' میں اس کیلئے ایسی سزا تجویز کروں گی کہ دوسروں کیلئے مثال بن جائے۔''

سپاہی نے تعظیم میں گردن جھکائی اور حکم کی تعمیل کیلئے نیل کے ساحل کی طرف چل پڑا جو اس مقام سے کچھ زیادہ دور نہیں تھا۔ اس نے کنیز مزرک کو دور ہی سے دیکھا جو سحر انگیز چاندنی میں نیل کے کنارے ریت پر بیٹھی ہوئی ایک مصری نوجوان کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھی' سپاہی ہر چند کہ حبشی تھا' سفاک' بے رحم اور ہر قسم کے جذبات سے عاری۔ اسے یوں محسوس ہوا گویا نیل کی ریت پر دو پری زاد بیٹھے حسن وعشق کے نغمے سنا رہے ہوں۔ اسے یہ نظارہ بڑا دلکش اور سحر طراز معلوم ہوا' اس کی آنکھیں اس راحت بخش اور دلآویز منظر کو دیکھنا اور دیکھتے رہنا چاہتی تھیں' مگر وہ غلام تھا اور اس کی ملکہ ایک مغرور شہزادی تھی' جس نے اسے مزرک کو بالوں سے پکڑ کر اپنے حضور پیش کرنے کا حکم دیا

تھا اس لئے حبشی سپاہی نے منظر کی خوبصورتی کو اپنی آنکھوں میں سیاہ کرلیا اور دل کی آواز پر پیٹ کی طلب کو ترجیح دے کر آگے بڑھا اور بولا۔

''مزرک تو یہاں کیا کر رہی ہے؟''

مزرک گھبرا گئی اور اس کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا' مگر مصری نوجوان خوفزدہ نہیں تھا وہ ہنس رہا تھا' اسے غلام سپاہی کے غصے اور لڑکی کی گھبراہٹ کی کوئی پروا نہیں تھی۔ سپاہی اس کی دیدہ دلیری پر جھلا گیا اور کڑے لہجے میں بولا۔

''تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟''

مصری نوجوان نے تمسخر اڑانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''جہاں تک میرے ہونے کا تعلق ہے اور تیری بینائی کمزور نہیں ہے تو میری نیست و بود کے بارے میں خود مشاہدہ کرلے' رہا میرے کہیں سے آنے کا سوال تو میں اسی نیل کا بیٹا ہوں' اسی مٹی کا خمیر ہوں۔''

سپاہی کو غصہ آ گیا' دو قدم آگے بڑھ کر بولا۔ ''تو عاقبت نااندیش بھی ہے اور زندگی سے بیزار بھی معلوم ہوتا ہے جو شہزادی شیرانہ کی لونڈی کے فرائض منصبی میں دخل انداز ہو رہا ہے۔''

مصری نوجوان سینہ تان کر بولا۔ ''مقدس نیل کے رواں پانی کی قسم' مجھے تیری مغرور اور متکبر شہزادی کی اتنی پروا بھی نہیں ہے جتنی اس نیل کے لامتناہی پانی کو ریت کے ایک ذرے کی ہوسکتی ہے۔''

حبشی غلام نے اپنی آقازادی کی شان میں ایسے گستاخانہ اور ہتک آمیز الفاظ آج تک نہ سنے تھے۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ جوش وفاداری میں ترکش سے تیر نکالا اور چلے پر چڑھانا چاہتا تھا کہ مصری نوجوان برق کی سی تیزی سے لپکا اور اس کے ہاتھوں سے تیر کمان چھین کر نیل کے گہرے پانی میں پھینک دیئے۔ پھر سپاہی کی بے بسی پر قہقہہ مار کر اس کا مذاق اڑانے لگا۔

حبشی سپاہی پہلے اس کی جسارت پر حیران ہوا' پھر طیش میں آ گیا اور ایک لمحہ ضائع کئے بغیر مصری نوجوان پر جھپٹ پڑا' نوجوان بھی غافل نہیں تھا' دونوں بڑھ بڑھ کر ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے اور ایک دوسرے کو ختم کرنے کی ترکیبیں کرنے لگے۔ دونوں زخمی شیر کی طرح مشتعل تھے' برابر کی ٹکر تھی اور لڑائی کا جلد فیصلہ ہوتا نظر نہ آتا تھا۔ حسین مہ جبین مزرک کچھ فاصلہ پر کھڑی اس خوفناک لڑائی کا منظر دیکھ رہی تھی' وہ حبشی سپاہی کی تباہی اور مصری نوجوان کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ لڑائی تھی کہ طول پکڑتی جا رہی تھی' تاہم حبشی سپاہی کسی قدر مغلوب دکھائی دینے لگا تھا۔

اس مبازرت میں پورے دو گھنٹے گزر گئے۔ ادھر شہزادی شیرانہ بے چین تھی' غلام کی تاخیر پر وہ برافروختہ ہوگئی اور غیظ و غضب لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا' آخر وہ خود خیمے سے روانہ ہوگئی' جب وہ ساحل پر پہنچی تو یہ دیکھ کر اس کے غم و غصے کی انتہا نہ رہی کہ اس کا وفادار سپاہی ریت پر مردہ پڑا تھا اور

اس کی کنیز مزرک کا کہیں پتہ نہ تھا۔ البتہ دور نیل کے گہرے پانی میں ایک کشتی جاتی ہوئی نظر آئی جس میں ایک مرد اور ایک عورت سوار تھے۔ شہزادی کو کوئی شبہ نہ رہا کہ وہ مزرک اور اس کا مصری محبوب ہی تھے' چنانچہ اس نے غضبناک ہوکر سپاہیوں کو تیر چلانے کا حکم دیا' مگر کشتی تیروں کی زد سے دور نکل چکی تھی۔ حبشی سپاہیوں کے تمام ترکش خالی ہوگئے' لیکن کوئی تیر کشتی کے قریب نہ پہنچ سکا۔

مزرک اپنے مصری محبوب کے سامنے ڈھال بنی کھڑی تھی' جس کا جسم پسینے سے شرابور تھا اور وہ پوری قوت سے پتوار چلا رہا تھا' وہ اپنی محبوبہ کو لے کر جلد از جلد اس علاقے سے نکل جانا چاہتا تھا۔

فرعون کا وزیر خزانہ اسامن حیرت سے اس پری چہرہ کو دیکھ رہا تھا جس کا نام مزرک بتایا گیا تھا' اسے جو حسن و جمال میں یکتا نظر آئی تھی' پھر اس نے قریب بیٹھے ہوئے اپنے اکلوتے بیٹے کو دیکھا اور متردد لہجے میں کہنے لگا۔

''جان سے زیادہ میکال' یہ تو نے اچھا نہیں کیا' اگر فرعون کو اس بات کا پتا چل گیا تو غضب ہوجائے گا' قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ تجھے شاید معلوم نہیں کہ شہزادی شیرانہ فرعون کی ہونے والی ملکہ ہے' اگر اسے پتہ چل گیا کہ تو اس کی منگیتر کی کنیز کو لے آیا ہے تو وہ ہمارے پورے خاندان کو اذیت خانے میں موت کے پیروں تلے پیس دے گا۔ شکنجے میں کسوا دے گا اور قہقہے لگائے گا۔ تو نے عاقبت نااندیشی کا ثبوت دیا ہے اور بیٹھے بٹھائے فرعون کے غیض و غضب کو دعوت دی ہے۔''

میکال نے ادب سے عرض کیا۔ ''پدر محترم! مجھے معلوم نہ تھا کہ مزرک شیرانہ کی کنیز ہے جو ملکہ مصر بننے والی ہے' تو یہ ممکن نہیں رہا کہ مزرک کو واپس کردوں وہ ظالم شہزادی جو فطرت میں فرعون سے کم نہیں ہے اسے ہلاک کردے گی' میں اپنے ہاتھوں سے مزرک کو موت کے حوالے نہیں کرسکتا۔ اپنی محبت کو نظروں کے سامنے مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتا کہ مزرک میرا عشق ہے' میری آرزو ہے۔ میں اس پر اپنی زندگی قربان کردوں۔ یہ بزدلی بھی ہوگی اور بے وفائی بھی۔''

اسامن بیٹے کی بات سن کر فکرمند ہوگیا اور بولا۔ ''جان پدر! میں تیرے جذبات کو سمجھتا ہوں اور مزرک کو بھی پسند کرتا ہوں' مگر...... مگر تو نے بڑی کٹھن راہ اختیار کی ہے' بڑی مشکل پیدا کردی ہے' خیر اگر تو محبت میں ثابت قدم ہے اور اس لڑکی سے شادی کرنے کا تہیہ کرچکا ہے تو یہ احتیاط برتنی ہوگی کہ اس کی یہاں موجودگی کا کسی کو پتہ نہ چلے اور اس کی بہتر صورت یہ ہوگی کہ اسے کبھی گھر سے باہر نہ لے جایا جائے۔''

میکال عقیدت سے باپ کے سامنے جھکا اور پرمسرت لہجے میں بولا۔ ''آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی' مزرک کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے کی ہر ممکن سعی کروں گا' وہ زندگی بھر اسی مکان میں رہے گی کہ میری محبت سے بڑھ کر اس کو کوئی شے عزیز نہیں ہے۔''

اسامن نے اطمینان کی سانس لی' اگرچہ کلی طور پر اس کی فکر دور نہیں ہوئی تھی' لیکن اکلوتے بیٹے کی خواہش کا احترام بھی اس پر لازم تھا' اسی روز وہ دربار میں پہنچا تو شہنشاہ مصر بہت خوش نظر آتا

تھا۔ اس نے کاہنوں اور شاہی نجومیوں کو طلب کیا اور حکم دیا کہ وہ شاہ حبش کی بیٹی سے شادی کیلئے مبارک و مقدس ساعت کا تعین کریں۔ نجومی اپنے کام میں مصروف ہو گئے اور زائچہ وغیرہ تیار کرنے لگے۔ اسی وقت ایک غلام نے حاضر ہو کر فرعون کو اطلاع دی کہ شاہ حبش زرقون کا قاصد پیغام لے کر آیا ہے اور باز یابی کی اجازت چاہتا ہے۔ فرعون نے قاصد کو فوراً پیش کرنے کا حکم دیا' اس کے ساتھ عزت و توقیر سے پیش آیا اور آنے کا مقصد دریافت کیا۔ قاصد نے دست بستہ عرض کیا۔

''غلام شہنشاہ مصر کی خدمت میں شاہ زرقون کا یہ پیغام لایا ہے کہ مصر کے ایک نوجوان نے شہزادی شیرانہ کی کنیز کو اغوا کر لیا ہے' میرا آقا نہ صرف کنیز کی باز یابی چاہتا ہے بلکہ اس کی خواہش ہے کہ مجرم کو بھی اس کے حوالے کیا جائے تاکہ شہزادی شیرانہ اپنے ہاتھ سے اس گستاخ کو عبرتناک سزا دے۔''

فرعون غیظ و غضب سے دیوانہ ہو گیا اور اپنا طلائی عصاء لے کر طیش کے عالم میں اٹھ کھڑا ہوا' اس نے شعلہ فشاں نظروں سے وزیر اعظم کی طرف دیکھا اور پوری قوت سے چیخ کر بولا۔

''مصر کا چپہ چپہ چھان مارا جائے اور شہزادی کی کنیز اور اس گستاخ نوجوان کو گرفتار کر کے حبش کے سپرد کر دیا جائے کہ ہماری ہونے والی ملکہ جس طرح چاہے اسے سزا دے اور اپنے دل کی حسرت نکالے' یہ منادی کرا دی جائے کہ جو اس معاملے میں دخل دے گا یا مجرموں کو پناہ دینے کی کوشش کرے گا اس کے خاندان کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔''

اسامن فرعون کا غصہ دیکھ کر اور اس کا فرمان سن کر اندر ہی اندر کانپ گیا کہ کنیز مزرک خود اس کے گھر میں موجود تھی اور اس کا بیٹا بھی اس کا مجرم تھا۔ یہ وہی نو تعمیر مکان تھا جو شاہی خزانے کے باہر عمارت کی دیوار سے ملحق تھا۔ بہر کیف اس نے اپنی اندرونی کیفیت کا اظہار نہیں ہونے دیا' مگر سخت مضطرب تھا اور جانتا تھا کہ اس کی اس کے بیٹے کی اور پورے خاندان کی زندگیاں تلوار کی دھار پر رکھی ہوئی ہیں' شاہی مخبر مزرک اور اس کے عاشق کی تلاش میں چاروں طرف پھیل گئے' ان کے ساتھ جاسوس کتے بھی تھے' جو قدم قدم پر ان دونوں کی بو سونگھتے پھر رہے تھے۔ اسامن کی زبانی میکال اور مزرک کو بھی ان حالات کا پتہ چل گیا تھا' مگر محبت کے متوالے ہر خطرے سے بے نیاز اور بے پروا تھے۔ وہ ایک دوسرے کی ذات میں گم تھے' انہیں فرعون کا غصہ متاثر نہ کر سکا تھا۔ نہ شاہ حبش کی مصیبت دل پر طاری تھی' ان کا عشق سچا تھا' محبت لازوال تھی اور وہ دنیا کی ہر وقت سے ٹکرانے کا عزم رکھتے تھے۔

اس شب بھی ماہ کامل آسمان کی وسط میں پوری آب و تاب سے جگمگا رہا تھا اور کائنات کی ہر شے خوبصورت چاندنی میں غسل کرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس سحر انگیز ماحول میں میکال اور مزرک باغ کے ایک خوبصورت گوشے میں بیٹھے تھے۔ میکال اپنی محبوبہ سے کہہ رہا تھا۔

''جان میکال! یہ تیرا غلام کتنا خوش بخت ہے کہ تجھ جیسی حسین و مہ جبین کا قرب اسے میسر

ہے۔ قسم اس ماہ انجم کی میں فرعون کا تخت بھی تیری خاطر ٹھکرا دوں گا' ہفت اقلیم کو لات مار دوں گا اور تیری ایک جنبش پر زندگی لٹا دینے کو محبت کی معراج سمجھوں گا۔''

مزرک اپنے محبوب کی زبان سے یہ کلمات سن کر مسرور و بے خود ہوگئی۔ نگاہیں شرم سے جھکا کر بولی۔

''میری زندگی کے مختار' میری محبت کے آفتاب' میرے جذبات و خیالات بھی تجھ سے مختلف نہیں ہیں۔ میں بھی تجھے اتنا ہی چاہتی ہوں کہ آج تک کسی عورت نے کسی مرد کو اتنا نہ چاہا ہوگا' میں بھی تیری خاطر ہر دکھ اٹھانے کو تیار ہوں اور ہر نعمت ٹھکرانے کو آمادہ ہوں۔''

میکال نے پرشوق نظروں سے طیونس کی طرف دیکھا' ان نظروں سے جن میں محبت کی شدت تھی' وہ ایک ادائے دلبرانہ کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی اور پھولوں کی کیاریوں پر اپنے سفید کبوتروں جیسے برہنہ پاؤں رکھتی ہوئی اس سے دور چلی گئی۔ میکال نے اپنی محبوبہ دلنواز کی چال پر پریوں کو رقصاں دیکھا' ایسا رقص جو مصر کی بڑی سے بڑی رقاصہ کے پاؤں کو بھی نصیب نہ ہوا' وہ سوچنے لگا پھول نکہت ہے اور رنگ ہے' مطر مزرک نکہت' رنگ' موسیقی اور رقص ان چار لطافتوں کا مجموعہ ہے' وہ اس کی نظر میں پھول سے بھی بڑھ گئی تھی اور جب محبوبہ چاندنی رات میں پھولوں کے تختے میں کھڑی ہو اور اپنے محبوب کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکراتی ہو' کوئی غیر قریب نہ ہو اور چہار جانب پراسرار خاموشی ہو تو اس کے چاہنے والے کے دل پر کیا گزرتی ہے' اس حقیقت سے میکال ہی واقف تھا' وہ سرشار ہوگیا' کیف و مستی میں ڈوب کر رہ گیا اور اس کے قدم محبوبہ کی طرف بڑھے۔

مزرک شوخ ہرن کی طرح کلیلیں بھرتی ہوئی سامنے کی سمت بھاگنے لگی' جدھر شاہی خزانے کی عمارت کی دیوار تھی' میکال بھی قہقہہ مار کر اسے پکڑنے کیلئے دوڑا' مزرک اور تیز بھاگتی ہوئی خزانے کی دیوار کے قریب پہنچ گئی۔ میکال بھی قریب پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ وہ اچھل کر دیوار پر چڑھ گئی اور اس کی طرف یوں دیکھنے لگی جیسے کہہ رہی ہو اب پکڑو تو جانوں...... میں اس سے بھی اوپر چلی جاؤں گی' آسمان کی بلندیوں پر۔ میکال کا خون خشک ہوگیا' وہ جانتا تھا کہ خزانے کی عمارت کی دیوار پر چڑھنے یا اس میں داخل ہونے کا انجام کیا ہوسکتا ہے' اگر وہ دوسری جانب اتر گئی تو موت کے آہنی چنگل سے بچنا ناممکن ہوجائے گا' اس نے چیخ کر کہا۔

''مزرک...... خدا کیلئے نیچے اتر آ...... تو نہیں جانتی کہ اس کی سزا کتنی اذیت ناک ہوگی۔ انجانے میں تو وہ کام کر بیٹھی ہے جو تجھے نہیں کرنا چاہئے تھا۔ کسی کو بھی نہیں کرنا چاہئے کہ موت ایسا کرنے والے کا مقدر بن جاتی ہے۔''

مزرک نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی بلکہ یہ سمجھی کہ میکال اسے خوفزدہ کر کے اتارنا چاہتا ہے' وہ شوخی پر آمادہ تھی اور میکال کو پریشان کرنے کا تہیہ کر چکی تھی' چنانچہ میکال جونہی اسے پکڑنے کی غرض سے دیوار کی طرف بڑھا وہ دوسری جانب خزانے کی عمارت میں کود گئی اور یہ سوچ

کر خوش ہونے لگی کہ اس نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا۔ میکال اس کی تلاش میں خوب پریشان ہوگا اور وہ لطف اٹھائے گی۔ میکال کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے وہ منظر دیکھا تھا جسے دیکھنے کا تصور بھی وہ نہیں کر سکتا تھا۔ مزرک خود موت کی آغوش میں جانے کیلئے آمادہ ہوگئی تھی' اس نے سوچا کہ اگر وہ بھی مزرک کے تعاقب میں خزانے کی عمارت میں کود پڑے تو موت اس کا دامن بھی تھام لے گی اور مزرک کے ساتھ وہ بھی بے موت مارا جائے گا۔

صورتحال انتہائی نازک ہوگئی تھی میکال نے ایک بار پھر غور کیا اور بالآخر فیصلہ کر لیا کہ اسے بھی دوسری جانب کو کود جانا چاہئے۔ مزرک کو فرعون کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا انتہائی درجے کی خودغرضی اور بزدلی ہوگی' اسے کسی طور پر واپس لانا چاہئے اور اگر وہ پکڑا گیا تو دونوں شانہ بشانہ موت کو لبیک کہیں گے۔ مرنے اور جینے کا لطف اسی حال میں ہے کہ جب محبوب پہلو میں ہو۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد اس نے ایک لمحے کی دیر نہیں لگائی اور خود بھی خزانے کی عمارت میں کود گیا۔

مزرک جسے ابھی تک معلوم نہ تھا کہ اس نے کیا غضب کر دیا ہے' فصیل کے نیچے چھپی ہوئی میکال کی آمد کا انتظار کر رہی تھی اور اپنی شرارت پر خوب ہنس رہی تھی' اس معصوم بچے کی طرح جو سانپ سے کھیلتا ہے اور یہ نہیں جانتا ہے کہ موت سے کھیل رہا ہے' مزرک بھی موت کی گود میں بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ اسی اثناء میں میکال اسے تلاش کرتا ہوا ہانپتا کانپتا اس کے قریب پہنچا' مزرک اسے دیکھ کر ٹھٹھہ مار کر ہنسی اور میکال کو ستانے کی خاطر پھر بھاگنا چاہا' مگر میکال نے لپک کر اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا' مزرک اپنے محبوب کو دہشت زدہ پا کر چونک گئی۔ اس نے میکال کو اس عالم میں کبھی نہ دیکھا تھا' اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور وہ گھبرا گھبرا کر اطراف میں دیکھ رہا تھا۔ مزرک بھی سہم گئی' اسے احساس ہو کہ کوئی بہت غلط بات ہوگئی ہے' اس نے اشاروں میں پوچھا کہ ''کیا بات ہوگئی ہے اتنے خوفزدہ کیوں ہو؟''

میکال سرگوشی میں بولا۔ ''تو نے غضب کر دیا ہے پگلی' مجھے ہی سب کچھ بتا دینا چاہئے تھا' اگر پکڑے گئے تو فرعون ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا' اس عمارت میں داخل ہونے کی سزا موت ہے۔''

''کیوں......؟'' مزرک نے حیران ہو کر پوچھا۔

میکال نے آہستہ سے جواب دیا۔ ''یہاں صرف فرعون داخل ہو سکتا ہے' اس کے علاوہ پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا' خیر تفصیلات تو بعد میں بتاؤں گا' اب یہاں سے نکلنے کی سبیل کرتے ہیں۔''

مگر ہوا یہ کہ ابھی وہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکے تھے کہ ایک سپاہی ہاتھ میں مشعل لئے بھاگتا ہوا ان کے قریب آیا۔ اس نے ان دونوں کو دیکھا اور بغل میں دبا ہوا ناقوس بجا دیا اور اس کے ساتھ ہی عمارت کے مختلف گوشوں میں پہرہ دیتے ہوئے پانچ سو سپاہیوں نے اپنا اپنا ناقوس بجا کر ایک دوسرے کو اس بات کی اطلاع دے دی کہ موت کا متلاشی کوئی شخص خزانے کی عمارت میں گھس آیا ہے۔''

ذرا دیر بعد میکال اور مزرک پانچ سو سپاہیوں کے حلقے میں تھے' جن کے بائیں ہاتھ میں مشعلیں روشن تھیں اور دائیں ہاتھ میں تلواریں برہنہ تھیں۔ ایک سپاہی انہیں قتل کرنے کیلئے آگے بڑھا' مگر ان کے سردار نے اسے روک دیا اور بولا۔

''نہیں ان مجرموں کو گرفتار کرلو' انہیں عالم پناہ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔''

سپاہیوں نے حکم کی تعمیل کی ان کے ہاتھ پشت کی جانب باندھے اور دونوں کو ایک کوٹھری میں قید کردیا۔ وزیر خزانہ اسامن نے اپنے بیٹے میکال اور اس کی محبوب مزرک کی گرفتاری کی خبر سنی تو حواس باختہ ہوگیا' مگر کچھ نہ کرسکتا تھا' جانتا تھا کہ دونوں کی گردنیں اڑا دی جائیں گی۔ فرعون کے غیض وغضب سے کوئی نہیں بچ سکتا تھا۔

اگلی صبح میکال اور مزرک کو فرعون کے حضور پیش کیا گیا' فرعون کے قہر وغضب کی انتہا نہ رہی' لیکن اس سے پہلے کہ وہ ان دونوں کے قتل کے احکام صادر کرتا اسامن اس کے قدموں میں گر گیا اور گڑگڑا کر بیٹے کی جان بخشی کی التجا کرنے لگا۔

فرعون رحم کرنے کے بجائے مشتعل ہوگیا اور گرج کر بولا۔ ''اسامن! تیرا بیٹا اور اس حال میں' یقیناً تو یہ نہ کہے گا کہ میکال اس اطلاع سے بے خبر تھا اور ہمارے فرمان کے بارے میں اسے کوئی علم نہ تھا۔''

اسامن کے بجائے میکال نے جواب دیا۔ ''اے پیکر و جاہو جلال! میں دروغ گوئی سے نفرت کرتا ہوں اور یہ نفرت ہر جگہ میرے سینے میں موجود رہتی ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی پروا نہیں ہے' مگر میں پاسبان نیل سے ایک حقیقت عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اگر اس گزارش کو ایک موت کی آغوش میں جانے والے کی آخری خواہش سمجھ کر پورا کیا جائے گا۔''

فرعون حیران ہوکر اپنی تیز نگاہیں میکال کے چہرے پر جما کر بولا۔ ''تو کیا کہنا چاہتا ہے بیان کر۔'' میکال عاجزی سے بولا۔ ''میں مصر کا بیٹا ہوں۔ میں نے شاہی فرمان سنا تھا۔ اس کے تقدس سے بھی واقف تھا۔ اس لئے مجرم ہوں اور موت کی سزا قبول کرنے کیلئے تیار ہوں' مگر یہ لڑکی بے قصور ہے۔''

فرعون نے پہلی بار مزرک کی طرف دیکھا اور اس کے چہرے پر ایک اجنبی تاثر نظر آیا۔ وہ دیر تک اسے دیکھتا رہا' پھر جیسے چونک کر بولا۔

''یہ بے گناہ تو نہیں ہے' کیونکہ اس نے بھی ہمارا فرمان سنا ہوگا۔'' جواب میں میکال نے پھر عاجزی سے عرض کیا۔

''اے بجلیوں' بادلوں اور ہواؤں کے حکمران' یہ لڑکی اس وقت یہاں موجود نہیں تھی' جب شاہی خزانے کے فرمان کی منادی کرائی جارہی تھی۔''

فرعون کے انداز میں ناگواری ابھر آئی۔ اس نے کہا۔ ''کیا تو سچ کہہ رہا ہے۔''

''کس کی مجال ہے جو دروغ سے کام لے۔''

''مگر یہ لڑکی کون ہے؟''

''عالی مرتبت! یہ لڑکی شہزادی شیرانہ کی وہی کنیز ہے جس کی آپ کو تلاش ہے۔ یہ اسے چھوڑ کر چلی آئی ہے' کیونکہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ میں بھی اسے چاہتا ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کیلئے ہیں اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ موت بھی ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی' ہماری محبت لازوال ہے۔''

فرعون ان الفاظ پر بری طرح بھڑک اٹھا۔ عصا تھام کر غصے سے کانپتا ہوا کھڑا ہو گیا اور آتشیں لہجے میں بولا۔ ''تو ہمارا بھی مجرم ہے اور ہماری ملکہ کا بھی' تجھے عبرتناک سزا ملنی چاہئے۔'' یہ کہہ کر وہ قید خانے کے داروغہ کی طرف رخ کر کے خونخوار لہجے میں بولا۔ ''اسے اذیت گاہ کے سنگ اجل تلے پیس دیا جائے اور اس کی لاش کا ملغوبہ ایک صندوقچی میں رکھ کر شہزادی شیرانہ کے حضور بھیج دیا جائے۔

فرعون کا حکم سن کر مزرک لرز گئی۔ وہ چیخ مار کر اس کے قدموں میں گر گئی اور ہچکیاں لے لے کر روتے ہوئے کہنے لگی۔

''اے بحر و بر کے شہنشاہ! اسے معاف کر دیجئے۔ یہ بے گناہ ہے۔ اس نے کوئی قصور نہیں کیا ہے' قصوروار میں ہوں۔ میں خود شہزادی شیرانہ کے پاس سے بھاگ آئی تھی اور میں نے خود شاہی خزانے میں اترنے کی جرأت کی تھی۔ تاجدار مصر! اسے معاف کر دیجئے۔ اس نے میری محبت میں یہ جھوٹے الزامات اپنے سر لئے ہیں۔ یہ بے قصور ہے۔''

اہل دربار کا خیال تھا کہ کنیز کی اس گستاخی پر چراغ پا ہو کر فرعون اپنے عصا سے اس کا سر کچل دے گا' لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور مزرک کو گہری نگاہوں سے دیکھ کر محافظوں سے بولا۔ ''اس لڑکی کو شاہی مہمان خانے میں رکھا جائے اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے' لیکن اس کو سخت پہرے میں رکھا جائے اور باہر نہ نکلنے دیا جائے۔ ہم اس کا فیصلہ کل کریں گے۔''

اہل دربار دنگ رہ گئے۔ ناقابل تحقیق بات تھی' سنگ دل بادشاہ نے اس سے پہلے ایسی رعایت کبھی نہیں دی تھی۔ یہ انوکھا عمل تھا' بادشاہ کے تکبر میں پہلی بار دراڑ نمودار ہوئی تھی۔ اسی وقت بادشاہ نے دربار برخاست کر دیا اور اٹھ کر خواب گاہ میں چلا گیا۔

خواب گاہ میں پہنچ کر وہ بے چینی سے ٹہلنے لگا' آج اس پر ایسی کیفیت طاری تھی جیسی پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی وہ خود پر غصے سے کھول رہا تھا۔ مزرک کا چہرہ اس کے دل و دماغ پر حاوی ہو رہا تھا۔ وہ اس کے خیال کو دل اور آنکھوں سے جھٹکنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن یہ ممکن نہیں ہو پا رہا تھا۔ اس کے ذہن سے ایک ایک خیال گزر رہا ہے۔

''میں بادشاہ وقت ہوں۔''

''فرعون مصر ہوں۔''

''میری ایک جنبش ابرو پر قتل عام ہو جاتا ہے۔''

''انسانوں کے سر میرے قدموں کیلئے ہیں۔''

''پھر میں اس مقید لڑکی کے تصور سے بے چین کیوں ہوا جا رہا ہوں۔''

''کیوں......؟''

''آخر کیوں......؟''

اس کی نظریں میز کی طرف اٹھ گئیں' جہاں شراب کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ آگے بڑھ کر اس نے اپنے لئے جام ارغوانی بھر کر اسے ہونٹوں سے لگا لیا' لیکن جلن کم نہ ہوئی' پھر اس نے سوال کیا۔

''کیا مجھے عشق ہو گیا ہے؟''

''ایک کنیز سے؟''

''میں جو فرعون وقت ہوں؟''

بے چین ہو کر اس نے تالی بجائی۔ فوراً کنیزیں اور غلام خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ سب فرعون کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے اور وہ خوشی سے ہنس پڑا۔

میں ان سب میں بڑا ہوا۔ اتنا ہی عظیم ہوں...... ''رقص و موسیقی کا انتظام کیا جائے۔'' حکم کی دیر تھی محفل طرب بچ گئی۔ رقاصاؤں نے جان کی بازی لگا دی' لیکن ہر چہرہ مزرک کا چہرہ تھا۔ وہ بلوریں جام میں جھک رہی تھی۔ وہ ہر آئینے میں نظر آ رہی تھی۔

''بند کرو یہ سب بند کرو......'' وہ چیخا اور کائنات ساکت ہو گئی۔ ''جاؤ...... سب یہاں سے چلے جاؤ۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔'' کس کی مجال تھی کہ وہ دیر کرتے۔ سب کے سب باہر نکل گئے' وہ در و دیوار کو گھورتا رہا اور اسے کسی پل چین نہیں آ رہا تھا۔ تب اس نے اپنی خواب گاہ کے باہر قدم رکھا اور مہمان خانے کی طرف چل پڑا جہاں مزرک مقید تھی۔

پہریدار فرعون کو اس طرح دیکھ کر لرز گئے اور زمین بوس ہو گئے۔ فرعون کی آواز پر وہ اٹھے اور گردنیں جھکا کر دست بستہ ہو گئے۔ وہ پریشان تھے آخر فرعون کو اس طرح آنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

''قفل کھولو۔ فرعون نے حکم دیا اور قید خانے کے سردار نے فوراً تعمیل کی۔'' تم سب یہیں رکو......'' فرعون نے کہا اور خود اندر داخل ہو گیا۔

مہمان خانے کے زریں چھپر کٹ میں مزرک بے خبر سو رہی تھی۔ اس کا حسن حریری پردوں کے پیچھے دمک رہا تھا' فرعون اسے محویت کے عالم میں دیکھنے لگا۔ اس وقت وہ اپنی ذات کو فراموش کر بیٹھا تھا۔ اس نے ایک ہی نگاہ میں حسن و رعنائی کی کائنات دیکھ لی تھی یا شاید اس کی نگاہوں کی

تپش تھی کہ مزرک بیدار ہوگئی۔
پہلے تو اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ پھر فرعون کو پہچان کر وہ سٹپٹا گئی۔ فرعون بھی یکا یک ہوش میں آ گیا۔ اسے اپنی عظمت اور بے وقعتی کا احساس ہوا اور وہ سنبھل گیا۔ کہنے کیلئے کچھ نہ تھا۔ وہ واپس مڑا اور مہمان خانے سے باہر آ گیا۔
لیکن مزرک کو جس عالم میں دیکھا تھا اس نے ایک بار پھر وجود کو خاکستر کر دیا تھا۔ آہ کس قدر حسین ہے وہ۔ کس قدر دلکش، مگر میں فرعون ہوں۔ خداوند وقت، کوئی انسان مجھے اپنے حسن کی گرفت میں نہیں لے سکتا، کوئی نہیں۔
اس پر جنون طاری ہوگیا۔ وہ اپنے وجود کو نوچنے لگا۔ ''میں فرعون ہوں۔ میں کسی کے عشق میں گرفتار نہیں ہوسکتا۔ ہر اس چیز کو فنا ہوجانا چاہئے جو میری خدائی کی عظمت میں دخل انداز ہو۔ خادمو خادمو۔'' وہ حلق پھاڑ کر چیخا اور خدام اندر آ کر سجدہ ریز ہوگئے۔
''طہماس کو بلاؤ۔''
طہماس جلاد تھا۔ لمحوں میں حاضر ہوگیا۔
''عالی مرتبت۔'' اس نے کہا۔
''وہ خوبصورت لڑکی جو شاہی مہمان خانے میں محبوس ہے اسے ابھی قتل کر دو، اس کا سر کاٹ کر ابھی ہمارے سامنے پیش کرو۔''
''حکم خداوندی......'' جلاد نے گردن جھکائی اور واپسی کیلئے پلٹا۔
اسی لمحے نیلگوں خلا سے ایک معصوم بچہ پھولوں کا تیر کمان لئے بادشاہ کے دل کو نشانہ بنا رہا تھا۔ اس نے صحیح نشانہ لے کر تیر چھوڑا اور بادشاہ کے سینے میں کرب کی ایک لہر اٹھی۔ اس نے حسن بے مثال کو شاکی نظروں سے اپنی طرف دیکھا۔ کیا محبت یہ انعام دیتی ہے، تبھی اس کی ڈوبتی آواز ابھری۔
''جلاد۔''
شاہی جلاد کے قدم رک گئے۔ اس نے حیرت سے بادشاہ کی اجنبی آواز سنی۔
''نہیں اسے قتل نہیں کرنا۔''
''جو حکم خداوند۔''
''اسے ہمارے پاس لے آ۔ اسے ہم خود قتل کریں گے۔''
''جو حکم خداوند۔ جلاد جھکا اور باہر نکل گیا۔ فرعون ایک نئی کیفیت سے دوچار ہو رہا تھا۔ وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ انانیت اور خود آرائی فرش پر گرے شیشے کی طرح چکنا چور ہوگئی تھی۔ وہ اپنے آپ کیلئے اجنبی ہوگیا تھا۔
پھر جب مزرک جلاد کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تو فرعون مبہوت ہوگیا۔ مزرک اب پہلے

سے بھی زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ عورت رات کے پہلے حصے میں کچھ اور ہوتی ہے' دوسرے میں کچھ اور' پہلے حصے میں وہ اوائل شب کی تھکن کا شکار ہوتی ہے اور آخر شب میں سحر کی ناز کی حسن میں اضافہ کر دیتی ہے۔ اس وقت بکھرے بال خشک لب کچھ اور ہی کہہ رہے تھے۔

وہ سمجھ نہیں پائی تھی کہ اس طرح شب میں اس کی طلبی کیا معنی رکھتی ہے۔ فرعون نے اسے نگاہ بھر کر دیکھا تو وہ بلک کر رو پڑی اور بولی۔

''اے شاہ ذی وقار۔ میری تقدیر کے سنگار لے تیری جنبش ابرو کے تابع ہیں۔''

''مزرک تو۔ تو کیا کہنا چاہتی ہے؟''

''میکال......''

''ہاں......''

''ہمیں ایک بات بتا۔''

''جی شاہ زمن۔''

''تو اس سے محبت کرتی ہے؟''

''وہ میری حیات ہے۔ اس کے بغیر صرف میرے لئے موت ہے۔''

فرعون کی پیشانی پر بل پڑے گئے۔ وہ کرخت نگاہوں سے مزرک کو دیکھ کر بولا۔ ''مجھے بتا...... محبت کیا ہوتی ہے اور مزرک کی آنکھیں بند ہوگئیں' چشم تصور میں محبت کے دریچے کھل گئے اور اس کی خوابناک آواز ابھری۔

''محبت مچلتی آرزو ہے۔''

''بہاروں کی شگفتگی ہے۔''

کائنات کی حقیقت ہے۔ زندگی کی فلکیت ہے۔ آسمان کی وسعت ہے۔ سمندر کی بیکرانی ہے۔ سنو ے درد ہے' آتش ہے۔ فنا ہے۔''

فرعون کے چہرے پر حیرت پھیل گئی' اس نے حیرانی کے عالم میں کہا۔ ''محبت فنا ہے' میں تیری بات سمجھا نہیں۔''

مزرک نے اسی انداز میں جواب دیا۔ ''محبت نفرتوں کی موت ہے' ظلم و استبداد کی موت ہے' غرور و تمکنت کی موت ہے' جاہ و حشمت کی موت ہے۔''

فرعون کے دل پر مزرک کے الفاظ نشتر کی طرح لگے۔ ایسے کھرے لہجے میں اس سے بات کرنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی تھی' مگر فرعون دل کے ہاتھوں مجبور تھا' وہ مزرک کے قتل کا حکم صادر نہیں کر سکتا تھا' دھیمے لہجے میں بولا۔

''سن! اگر میں یہ کہوں کہ تو مجھ سے محبت کر؟''

مزرک کانپ گئی۔ خوفزدہ لہجے میں بولی۔ ''شاہ کوہ و دمن! محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے' محبت

اس پودے کی مانند ہے جو صحرا میں خود بخود اگ آتا ہے۔“
فرعون ایک دم جلال میں آ گیا“ چیخ کر بولا۔“ نادان لڑکی تو ہماری محبت سے انکار کر رہی ہے' ایک عظیم الشان سلطنت کے تاجدار کی محبت سے۔؟“
مزرک سہم کر رہ گئی اور بولی۔“ کنیز اس جرأت پر نادم ہے' مگر اے عظمت صحرا مجھ پر رحم کر' میں تیرے مقام اور تیری شان کے قابل نہیں ہوں۔ میں تیری محبت کا بار نہ اٹھا سکوں گی۔ تو ایک فرمان رواں ہے' دانائی اور حکمت میں یکتا ہے' میں ایک حقیر کنیز ہوں۔ میرا پیشہ خدمت گزاری ہے' تخت آرائی نہیں' مجھے نہیں معلوم کہ بادشاہوں کی خوشنودی کس طرح حاصل کی جاتی ہے' میں آداب شاہی سے واقف نہیں ہوں' تیرا دل مجھ سے خوش نہیں ہوگا۔ مجھ پر رحم کر میں کسی بھی طرح اس اعزاز کے قابل نہیں ہوں۔“
فرعون کے چہرے پر ایک لمحے کیلئے غیض وغضب کے آثار نمودار ہوئے۔ لیکن جلد ہی اس کی کیفیت بدل گئی اور وہ رنجیدہ و بے بس دکھائی دینے لگا' وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔
“جان فرعون! تو نے میرے جذبات میں ایک عجیب تلاطم برپا کر دیا ہے' میری شخصیت بدل کر رکھ دی ہے' میں جو فرعون ہوں' کوہ غضب ہوں' سیل آتش ہوں' لوگ مجھ سے کانپتے' تھرتھراتے اور دور بھاگتے ہیں' میرے سامنے زمین بوس ہو جاتے ہیں اور میرے اشارے پر اپنا خون بہانا زندگی کی تابانی تصور کرتے ہیں' مگر تو نے میری خودی' میرے جاہ وجلال اور میری عظمت کے مینار کو ڈھا دیا ہے اور مجھے ایک عام آدمی بنا دیا ہے' میں محبت کو فضول' بے مقصد اور دماغ کا خلل قیاس کرتا تھا' لیکن آج خود میرے دل میں عشق کی آگ بھڑک اٹھی ہے اور اس کی محرک تو ہے۔ میں چٹان کی طرح مضبوط ہونے کے باوجود اپنی اس کمزوری کا اعتراف کرتا ہوں کہ جب سے پہلی بار تجھے دیکھا ہے مجھے سکون نصیب نہیں ہوا' رات بھر نیند نہیں آئی ہے۔ ہر وقت تیرا حسین سراپا نگاہوں کے سامنے رقصاں رہا۔ اگر اسی کا نام محبت ہے تو مجھے اعتراف ہے کہ میں تجھ سے محبت کرنے لگا ہوں اور سوچتا ہوں کہ تیرے بغیر اب تک کیسے مکمل اور مطمئن تھا۔ میرے محل میں ماہ جبینوں کی کمی نہیں ہے' وہ رقصاں وخنداں اور جیتی جاگتی تصویریں جو خود کو عورتیں سمجھتی ہیں جب میرے پاس آتی ہیں یا درست الفاظ میں' میں جب بھی انہیں اپنے قریب آنے کی اجازت دیتا ہوں تو مجھ پر اتنا ہی اثر ہوتا ہے جتنا کہ ایک پتھر کی دیوار پر' ہوسکتا ہے کہ کسی نے میرے دل کو چھونے کی کوشش نہیں کی' نہ میں نے کسی کو اس قابل سمجھا۔ لیکن اے غلام نسل کی حسینہ تو نے وہ کر ڈالا جس کی کوئی جرأت نہیں کر سکا' تو نے میرے وجود کو ہلا ڈالا ہے۔
میرے دل میں محبت کی شمع روشن کر دی ہے' وہ محبت جو میں تجھ سے کرنے لگا ہوں یا ہو گئی ہے اور جس کی تو نے ابھی ابھی تعریف کی ہے۔ اے حسینہ! لوگ مجھے آسمانی مخلوق سمجھتے ہیں اور اپنے بارے میں خود میرا بھی یہی خیال تھا کہ میں اس دنیا فانی کے مرجانے والے انسانوں سے بلند و بالا

ہوں۔ طاقتور اور باعظمت ہوں اور خدا کہلوانے کا حق رکھتا ہوں' مگر تو سامنے آئی تو پتہ چلا کہ میں خودفریبی میں مبتلا تھا' کچھ نہیں ہوں میں بلکہ محبت ہی سب کچھ ہے جو آسمانوں میں رہتی ہے اور زمین والوں پر اپنا دامن پھیلائے رکھتی ہے' میں محبت کا نام سنتا تھا اور ہنستا تھا' سمجھ نہ سکتا تھا کہ وہ کیا شے ہے اور اس کے دام فریب میں پھنس کر لوگ کس طرح دنیا سے بیگانہ ہوجاتے ہیں' مگر تجھے دیکھ کر میرا دل شق ہوگیا اور اس میں تو اور تیری محبت سا گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ میں بھی اس زمین پر بسنے والا ایک مرد ہوں۔ میرے سینے میں بھی دل ہے اور اس سینے میں ایک حسینہ کا عشق موجزن ہے۔ پس تو فخر کرتی ہے۔ مجھے زندگی میں پہلی بار علم ہوا کہ دنیا میں کوئی ایسی ہستی موجود ہے جو مجھ سے بالاتر ہے اور اس پر حکومت کرنے کے بجائے اس کا غلام بننا مجھے زیادہ مرغوب ہوگا۔ میں اسے بھولا ہوں نہ بھول سکتا ہوں' بھولنا بھی نہیں چاہتا کہ وہ ہستی مجھے بیقرار اور مضطرب کردینے کی قدرت رکھتی ہے۔ مزرک میں طاقتور تھا تو نے مجھے بے بس کردیا ہے۔ میں خدائی کا دعویٰ کرتا تھا تو نے انسان بنا دیا ہے' میں تاج وتخت کا مالک تھا تو نے سب کچھ چھین لیا ہے' اب میں باہر کی دنیا کیلئے طاقت ہوں' عظمت ہوں' قہر ہوں' مگر تیرے لئے ہی محبت کا بھکاری ہوں' مجھ پر حکومت کر اور مجھے اپنی مرضی کا غلام بنا کر اس بات کا شدت سے خواہشمند ہوں' آج سے میں تیری سلطنت ہوں اور تو اس عظیم سلطنت کا فرماں رواں۔''

فرعون جس نے اس سے قبل کبھی اتنی لمبی تقریر نہیں کی تھی' جو زیادہ بولنے کا عادی نہ تھا اور اپنے احکام کی تعمیل کیلئے صرف ایک آدھ لفظ بولنا یا آنکھ سے اشارہ کردینا سمجھتا تھا اس وقت ایک عام آدمی کی طرح بولے جا رہا تھا' کوئی بھی عورت اپنی اس فتح پر نازاں ہوتی کہ اس نے دنیا کے مغرور ترین سر کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کردیا تھا' مگر مزرک کا دل پہلے ہی محبت آشنا تھا اور وہاں میکال نسائیت کی اس پرشکوہ اور ناقابل فہم فتح پر اسے ذرا بھی خوشی نہ ہوئی۔

وہ فرش پر دو زانو ہوگئی اور درد بھری آواز میں کہنے لگی۔ ''اے مصر کے تاجدار! اے برق و شرر کے پیای' میں حقیر ہوں کم ذات ہوں تیرے لئے دنیا کی حسین سے حسین لڑکیاں موجود ہیں' پھر کیوں میری طرف اپنی محبت کا ہاتھ بڑھاتا ہے' مجھ میں تو کوئی بھی امتیاز کی بات نہیں ہے' غلام نسل کی بے مایہ لڑکی ہوں' تیرے انتخاب پر لوگ حیران رہ جائیں گے اور چہ مگوئیاں کریں گے۔

فرعون جذبات سے مغلوب لہجے میں بولا۔ ''مزرک! فرعون کو کسی کی پروا نہیں ہے' وہ کسی کی پسند اور خواہش کا پابند نہیں ہے' جو ایسا کرے گا اپنی جان سے جائے گا کہ فرعون کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے اور اس کی محبت بھی اٹل ہے۔''

مزرک نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔ ''اور اگر میرے دل میں فرعون کیلئے صرف عزت ہو' صرف عظمت ہو تب......؟''

فرعون کے چہرے کا رنگ بدل گیا' تاہم ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''فرعون کی بے پناہ

محبت تجھے اس سے پیار کرنا سکھا دے گی۔ ہم نے تجھے ملکہ بنانے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے۔"

مزرک کانپ گئی' مگر جرأت کر کے بولی۔ "آقا! اگر دل میرے بس میں نہ ہو تو؟"

فرعون کا چہرہ ایک بار پھر غصے سے تمتما اٹھا۔ اس بات کا وہ تصور بھی نہ کرسکتا تھا کہ کوئی اس کی خواہش اور حکم سے سرتابی کا حوصلہ کرے۔ اس نے پوری قوت سے زمین پر پاؤں مارا اور گرج کر بولا۔

"میں جانتا ہوں تو میکال سے محبت کرتی ہے جو میری قید میں ہے اور موت سے اس کا فاصلہ زیادہ نہیں ہے' میں آج ہی اس کے قتل کا حکم صادر کرسکتا ہوں' اس کے بعد تجھ پر صرف میرا حق ہوگا اور تو میرے مقابلے میں کسی دوسرے کا نام زبان پر نہیں لائے گی۔"

مزرک کا چہرہ زرد پڑ گیا' وہ روتے ہوئے بولی۔ "رحم...... شہنشاہ رحم' میکال کا جرم اتنا سنگین نہیں ہے' اس نے بس محبت ہی تو کی ہے' اس کی جان بخش دے آقا' وہ بے گناہ ہے۔"

فرعون غصے سے کانپتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا' اس کے اندر کا فرعون جو کچھ دیر قبل ایک عورت کے سامنے گڑگڑا رہا تھا محبت کی بھیک مانگ رہا تھا' سو چکا تھا' اب قہر و غضب میں ڈوبا ہوا تھا' جبروت دوبارہ جاگ پڑا' اس نے مزرک کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"اگر تو اپنے محبوب کی جان بخشی چاہتی ہے تو میری محبت کا اقرار کر اور مجھ سے شادی کیلئے رضامند ہو جا اور نہ تیرا انکار میکال کی موت کا حکم بن سکتا ہے' اذیت خانے کا بھاری پتھر اسے لمحہ بھر میں پیس کر رکھ دے گا اور وہ بڑی بھیانک موت ہوگی تو دیکھے گی تو لرز جائے گی اور میں تجھے موت کا وہ دلچسپ منظر ضرور دکھاؤں گا کہ تو اپنی آنکھوں سے اسے مرتا ہوا دیکھے اور تجھے صبر آ جائے۔"

مزرک نے خوف سے جھرجھری لی اور اس کا چہرہ فق ہو گیا' دفعتاً اس کے چہرے پر ہمت و عزم کی جھلک نمودار ہوئی اور وہ بے خوفی سے کہنے لگی۔

"شہنشاہ مصر! تو بااختیار ہے' تو سب کچھ کرسکتا ہے' میں بھی بہت کچھ کرسکتی ہوں' مگر ایک عورت خواہش پسند اور جذبات کے خلاف جبری محبت نہیں کرسکتی' میں پھر التجا کرتی ہوں کہ رحم اور انصاف سے کام لو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو کہ میں میکال سے محبت کرتی ہوں اور اس کی محبت کو دل سے نکال نہیں سکتی۔"

فرعون مزرک کی ہٹ دھری پر آگ بگولا ہو گیا' چیخ کر بولا۔ "تجھے ایسا کرنا ہوگا مزرک' تجھے ایسا کرنا ہوگا' میں فرعون ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہوں اور جس چیز کو پسند کرلیتا ہوں اس سے دست کش نہیں ہوا کرتا۔" اس نے تالی بجائی اور چند پہریدار اندر داخل ہوئے اور اس نے حکم دیا۔ "اس ضدی لڑکی کو میکال کے برابر والے قید خانے میں بند کردو' ہم کل اس کی نظروں کے سامنے میکال کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔"

مزرک چیخی چلائی' گریہ زاری کی' مگر پہریداروں نے ایک نہ سنی اور اسے کھینچتے ہوئے

قید خانے کی طرف لے گئے' فرعون محل کی فصیل پر جا چڑھا اور اپنی آنکھوں سے مزرک کو قید خانے کی طرف جاتا ہوا دیکھتا رہا' اس کے اندر نرم خو اور زخم خوردہ فرعون پھر سے بیدا ہوگیا تھا' مزرک کو اس عالم میں دیکھ کر اس کے دل پر چوٹ لگی اور آنکھیں اشک آلود ہوگئیں' اس نے چاہا کہ پہریداروں کو منع کردے' مگر کوشش کے باوجود ایسا نہ کرسکا' جب وہ اپنی خواب گاہ میں واپس آیا تو بے حد افسردہ اور نڈھال تھا' وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ ایک معمولی عورت کے عشق میں اس کی یہ کیفیت ہوجائے گی اور وہ اتنا مجبور ہوجائے گا۔

رات گزرتی رہی اور فرعون بے چینی سے اپنی خواب گاہ میں ٹہل رہا تھا' وہ اپنے کئے پر نادم و متاسف تھا۔ یہ سوچ کر اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا تھا کہ نازک اندام مزرک پر قید میں کیا گزر رہی ہوگی۔ وہ سوچتا رہا اور کڑھتا رہا اور اپنے بال نوچتا رہا' جب صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو اس نے عصاء اٹھایا اور محل سے نکل کر قید خانے کی طرف چل دیا۔

رات کے اس حصے میں فرعون کو قید خانے کے پھاٹک پر دیکھ کر پہریدار کا خون خشک ہوگیا اور وہ دہشت کے مارے زمین پر گر پڑا' فرعون نے اسے اٹھنے کا اشارہ کیا اور آہستہ سے بولا۔

''آج جو لڑکی یہاں قید کی گئی ہے اس کا نام مزرک ہے' مجھے اس کی کوٹھری میں پہنچا دے۔''

پہریدار نے حکم کی تعمیل کی اور فرعون کو اس کی کوٹھری میں لے گیا' جہاں مزرک دیوار سے ٹیک لگائے حسرت و یاس کی تصویر بنی بیٹھی تھی' وہ پلک جھپکائے بغیر خلا میں گھور رہی تھی' چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اور یوں بے حس و حرکت تھی گویا اس کے جسم اور روح کے درمیان رابطہ کٹ گیا ہو۔

فرعون اپنی عزیز ترین ہستی کو اس دردناک کیفیت میں دیکھ کر تڑپ اٹھا' وہ آگے بڑھا اور اپنے رتبے کی پروا کئے بغیر اس کے دونوں ہاتھ تھام کر بولا۔

''مزرک تو اندازہ نہیں لگا سکتی کہ تجھے اس عالم میں دیکھ کر مجھے کتنا دکھ ہوا ہے' میرے خیال میں تو نے فیصلہ کرلیا ہوگا اور فیصلہ یقیناً میرے حق میں ہوا ہوگا۔ اب تو اپنی زبان سے کہہ دے تاکہ میں تجھے عزت و احترام سے محل میں لے جاؤں اور تیرے محبوب میکال کو معاف کردوں۔''

مزرک نے فرعون کی جانب کوئی توجہ نہ دی اور نہ ہی اس کا ادب و احترام ملحوظ خاطر رکھا' بس بت بنی خلا میں گھورتی رہی' جب فرعون نے دوسری مرتبہ اپنے الفاظ دہرائے تو اسے جیسے ہوش آگیا' اس کے ہونٹوں میں جنبش پیدا ہوئی' وہ مدہم لہجے میں کہنے لگی۔

''اے عظیم المرتبت بادشاہ! حیرت ہے کہ تو ایک غلام لڑکی کا فیصلہ جاننے کیلئے اتنا بے چین مضطرب ہے' بہرکیف میں نے فیصلہ کرلیا ہے میں اپنے محبوب سے بے وفائی نہیں کرسکتی' میں میکال کی امانت ہوں' اسے ٹھکرا کر کسی اور کو دل میں جگہ دینے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ میں میکال کی ہی ہوں' تو عظیم ہے' بادشاہ ہے اور مجھ سے محبت کرتا ہے' سو میری ایک خواہش پوری کر اور اتنا کرم کر کہ مجھے بھی میکال کی ساتھ بڑے پتھر تلے پیس دے تاکہ محبت کے متوالے ایک ساتھ ختم ہوجائیں اور

طالب و مطلوب کا خون ایک دوسرے سے مل جائے' یہ ملاپ یہ وصال بڑا عجیب ہوگا۔''
فرعون سٹپٹا گیا...... اس کا غیظ و غضب پھر عود کر آیا۔ وہ غصے سے بولا۔ ''مزرک تو میری مہربانیوں کو پکارنے کے بجائے قہر و جلال کو دعوت دے رہی ہے' اگر تو کوئی فیصلہ کر چکی ہے تو میں بھی فیصلہ کر چکا ہوں۔ میکال کو تیری نظروں کے سامنے اذیت ناک موت مارا جائے گا' تو اپنی آنکھوں سے اس کی بے بسی دیکھے گی اور کانوں سے اس کی چیخ و پکار سنے گی۔'' یہ کہہ کر اس نے قید خانے کے منتظم کو بلا کر حکم دیا کہ میکال پر سنگ اجل گرا دیا جائے۔ مزرک کی کوٹھری کی درمیانی کھڑکی کھول دی جائے تاکہ مزرک اپنی آنکھوں سے اپنے محبوب کی ہلاکت کا تماشہ دیکھے۔

سنگ اجل منوں وزنی ایک پتھر تھا جو بھاری زنجیروں سے بندھا ہوا تھا اور کمرے کی چھت سے لٹکتا رہتا تھا' وہ زنجیریں ایک بہت بڑے چرخے سے لپٹی ہوئی تھیں' جسے چند جلاد اس طرح گھماتے تھے کہ چھت سے لٹکا ہوا پتھر چیونٹی کی رفتار سے فرش کی جانب آتا تھا اور دہشت ناک موت ساعت بہ ساعت مقید شخص کی طرف بڑھتی رہتی تھی۔ یہاں تک کہ پتھر فرش سے لگ کر اسے پیس ڈالتا تھا۔ وہ بڑی ہیبت ناک موت تھی اور فرعون نے اپنے رقیب کیلئے بھیانک موت کا انتخاب کیا تھا۔ فرعون کا خیال تھا کہ پتھر کو اپنی جانب آتا دیکھ کر میکال ہولناک چیخیں مارنے لگے گا اور موت کے خوف سے گھبرا کر مزرک کو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کر دے گا تاکہ وہ فرعون کی بات مان لے' مگر ایسا نہیں ہوا۔ بہادر میکال کے پائے استقلال میں ذرا لغزش نہیں آئی' نہ اس کے چہرے پر خوف و دہشت کی جھلک دکھائی دی۔ وہ چٹان کی مانند کمرے کے وسط میں کھڑا تھا اور پتھر لحہ بہ لحہ اس کے سر کے نزدیک ہوتا جا رہا تھا۔

مزرک کھڑکی میں کھڑی زخمی پرندے کی طرح تڑپ رہی تھی۔ وہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اور اس کی نظریں اس جیم کوہ آسا اور ہر چیز کو پیس کر سرمہ بنا دینے والے پتھر پر جمی ہوئی تھیں' جو آہستہ آہستہ فرش کی جانب بڑھ رہا تھا' مزرک نے اس پتھر کی شکل میں اپنے عاشق جانباز کی دردناک موت کو اس کی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا اور اس قیامت بکف نظارے کی تاب نہ لاتے ہوئے آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر پیچھے ہٹ گئی۔

فرعون گہری نظروں سے مزرک کی کیفیت کا جائزہ لے رہا تھا اور اس وقت کا منتظر تھا کہ مزرک گڑگڑا کر اپنے محبوب کی جان بخشی کی التجا کرے اور اس کی ملکہ بننا قبول کرے' مگر مزرک خاموش تھی' اس کی آنکھوں میں اشک بھی نہ تھے۔ دل دھڑک رہا تھا' سر چکرا رہا تھا' آنکھوں کے سامنے اندھیرا دکھائی دیتا تھا اور زبان بار بار تالو سے چمٹ جاتی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ زمین اور آسمان سب الٹ جانے کو ہیں اور قیامت برپا ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

سنگ اجل چھت پر اور فرش کے بیچ میں آدھا پہنچ گیا تھا' اس نے کمرے کی نصف دیواروں کو نگل لیا تھا اور بے گناہ میکال پر موت کا سایہ ڈال رہا تھا' مزرک نے دوسری بار وہ منظر دیکھا جسے

ایک بار بھی دیکھنا نہ چاہتی تھی' اس کے جسم میں کپکپی پیدا ہوگئی' چہرہ سفید پڑ گیا اور اس کے اندر ایک چیخ گونجی۔

''نہیں میں اپنے محبوب کو مرنے نہ دوں گی' ایسی موت جس کا تصور ہی لوگوں کے خون سرد کرنے کی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے میں اسے بچا سکتی ہوں۔ میں اسے بچالوں گی۔ فرعون میری زبان سے محبت کا ایک لفظ سننے کو بے تاب ہے' میں اسے میکال کی جان بخشی کا حکم دوں گی اور وہ اس کی تعمیل کرے گا' مگر اس کا انجام بڑا ہولناک ہوگا۔ میکال بچ ضرور جائے گا پر میرے اور اس کے درمیان ایک وسیع سمندر اور ایک ناقابل عبور صحرا حائل ہوجائے گا' میری محبت جو میکال کی امانت ہے اس پر فرعون کا قبضہ ہوجائے گا' اس وقت میکال کے دل پر کیا بیتے گی' خود میرا کیا حال ہوگا۔ میں یہ سب کچھ برداشت کرسکوں گی' میکال اس صدمے سے جانبر ہوسکے گا؟''

منتشر خیالات کے ہجوم میں مزرک نے ایک بار پھر عقوبت گاہ کی طرف دیکھا اور جیسے ہزاروں بچھوؤں نے ایک ساتھ کاٹ کھایا ہو' سنگ اجل میکال کے جسم سے چند انچ کے فاصلے پر رہ گیا تھا اور ہر لمحہ جو گزر رہا تھا ہر ثانیہ جو دنیا کے کھاتے سے کم ہو رہا تھا اسے عذاب ناک موت کی شکل میں میکال کے نزدیک لا رہا تھا۔ معاً مزرک نے ایک فلک شگاف چیخ ماری اور دوڑ کر فرعون کے قدموں میں لپٹ گئی اور دلدوز لہجے میں بلک بلک کر کہنے لگی۔

''روک دے' میکال کی طرف بڑھتی ہوئی موت کے قدم روک دے' میں تیری خواہش کے آگے سر ڈالتی ہوں۔ تیری یہ شرط ماننے کیلئے تیار ہوں' تجھ سے شادی پر آمادہ ہوں تو میکال کی جان بخش دے۔''

فرعون کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ دوڑ گئی' اس نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور پتھر اوپر کی جانب واپس جانے لگا۔ مزرک نے اطمینان کی سانس لی اور آہ بھر کر کہنے لگی۔

''میں ہار گئی ہوں شاہ مصر اور تو جیت گیا ہے' تیری جیت نے دو ارمان بھرے دلوں کا خون کردیا ہے اور شاید دیوتاؤں کی بھی یہی مرضی تھی کہ وہ بے رحم ہیں۔ ظلم و بربریت کا تماشہ دیکھنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ وہ سنتے ہیں' قہقہے لگاتے ہیں اور آسمانوں کی سیر کرتے ہیں۔''

فرعون نے محبت سے مزرک کا ہاتھ تھام لیا اور کہنے لگا۔ ''جان فرعون! رنجور نہ ہو' میں تجھے عزت وعظمت' شوکت بہت کچھ دوں گا' تو سلطنت مصر پر حکومت کرے گی اور میرے دل پر بھی صرف تیری حکومت ہوگی۔''

مزرک نے بھیگی ہوئی پلکیں اٹھائیں اور بولی۔ ''مجھے نہیں چاہئے شاہ مصر! میں تم سے صرف ایک شرط پوری کرنے کا وعدہ چاہتی ہوں۔''

فرعون نے خندہ پیشانی سے کہا۔ ''کیسی شرط' بیان کر' میں تیری خوشی پر مصر کی حکومت قربان کرسکتا ہوں۔''

مزرک نے جواب دیا۔ ''میری صرف اتنی خواہش ہے کہ جب تک تو میرا دل نہ جیت لے میرے قریب آنے کی کوشش نہ کرنا۔''

''تیری خواہش پوری کی جائے گی' مجھے یقین ہے بہت جلد میں تیرے دل کو اپنی محبت سے آشنا کردوں گا۔ ورنہ تجھ سے کوئی واسطہ نہ رکھوں گا۔'' فرعون نے کہا اور پھر وہ مزرک کو ساتھ لے کر محل کی طرف روانہ ہوگیا۔

شاہی محل میں شادی کی تیاریاں پورے جوش وخروش سے شروع ہوگئیں۔ فرعون کی جانب سے فرمان جاری ہوا کہ ہر گھر میں چراغاں کیا جائے' شہنائیاں بجائی جائیں اور شادی کے گیت گائے جائیں۔ اگرچہ رعیت اس سے خوش نہیں تھی لیکن لوگ اس کی مسرت وشادمانی کا ساتھ دینے پر مجبور تھے کہ جو ایسا نہ کرتے موت کا نشانہ بنتے' چنانچہ پورے ملک میں شادی کا ہنگامہ شروع ہوگیا۔ لوگ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر خوشی کا اظہار کررہے تھے کہ بادشاہ کی خوشنودی حاصل ہو اور انعام واکرام سے نوازے جائیں۔ جس شام فرعون کی شادی تھی اسی روز قاعدے کے مطابق اس نے دربار خاص لگایا اور امراء' وزراء اور دیگر عمائدین گزاریں اور تحائف پیش کئے۔ دربار جاری تھا کہ ایک غلام نے شاہ زرقون کے قاصد کے آمد کی اطلاع کی۔ بادشاہ دل میں کھٹک گیا' تاہم اس نے قاصد کو طلب کیا۔ قاصد نے آداب شاہی کی ادائیگی کے بعد فرعون کی خدمت میں شاہ زرقون کا خط پیش کیا۔

فرعون نے شاہی کاتب سے خط پڑھنے کیلئے کہا۔ کاتب نے خط رسم کے مطابق فرعون کے قدموں سے مس کیا' پھر اسے پڑھنے لگا۔

''شاہ مصر کو معلوم ہو کہ ہماری ایک کنیز جس کا نام مزرک ہے اس کے قبضے میں ہے۔ شاہ زرقون اس کی فوری واپسی چاہتا ہے اور اس بات کی یاددہانی کرا دینا چاہتا ہے کہ اس نے ہماری بیٹی شیرانہ سے شادی کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ مگر اب فرعون اس معمولی کنیز سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات شاہی وقار کے منافی ہے' اس لئے شاہ مصر کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ وہ فوراً کنیز مزرک کو واپس کردے اور شہزادی شیرانہ سے شادی کا وعدہ وفا کرے۔ بصورت دیگر نتائج کا خود ذمہ دار ہوگا۔

فرعون یہ دھمکی آمیز خط سن کر غیظ وغضب سے بھر گیا اور گرج کر قاصد سے بولا۔ ''اس گستاخ اور سیاہ رو بادشاہ سے کہہ دے کہ مزرک واپس نہیں جائے گی۔ ہم نے اس سے شادی کا فیصلہ کرلیا ہے اور اس کی بیٹی شیرانہ سے شادی کا ارادہ ملتوی کردیا ہے۔''

قاصد نے دست بستہ عرض کیا۔

''مجھے زبانی پیغام بھی دیا گیا ہے جسے عرض کرنا چاہتا ہوں۔''

''وہ کیا ہے بیان کرے۔'' فرعون نے غصے سے کہا۔

''شاہ زرقون نے کہا کہ اگر یہ بات نہ مانی گئی تو میدان جنگ کی تیاری کی جائے تا کہ طاقت

سے یہ فیصلہ منوایا جائے۔''

فرعون غصے سے دیوانہ ہوگیا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا عصا قاصد کے سر پردے مارا اور قاصد کا سر کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا۔ وہ فوراً ہلاک ہوگیا تھا۔ تب فرعون نے درباریوں کو مخاطب کر کے کہا۔ ''اس گستاخانہ خط کا یہی جواب تھا۔ قاصد کی لاش کو ہماری طرف سے شاہ زرقون کو تحفے کے طور پر پیش کردی جائے اور شادی کی تیاریاں جاری رکھی جائیں۔ اگر اس نے حملہ کرنے کی جرأت کی تو اسے اس کی فوجوں سمیت نیل میں غرق کردیا جائے گا۔''

اسی شام مزرک کی شادی فرعون سے ہوگئی۔ فرعون خوشی سے پاگل ہو رہا تھا اور مزرک کا غم لامحدود تھا۔ اس کا محبوب بچھڑ گیا تھا' لیکن اس نے اپنے وجود کی قربانی دے کر اپنے میکال کی جان بچالی تھی۔

فرعون حجلہ عروسی میں داخل ہوا تو مزرک دلہن بنی چھپر کھٹ پر بیٹھی تھی۔ فرعون اس کے قریب آ گیا تو وہ گھبرا کر سمٹ گئی' پھر بولی۔

''شاہوں کے شاہ نے تو مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا۔''

''کون سا وعدہ۔'' فرعون نے انجان بن کر پوچھا۔

''ایک معاہدہ ہوا تھا ہمارے درمیان۔''

''معاہدہ......؟''

''ہاں......آپ بھول گئے؟''

''مجھے یاد دلاؤ۔''

''آپ نے کہا تھا کہ جب تک میری رضا نہ ہوگی تو آپ مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھیں گے۔''

فرعون اداس ہوگیا۔ پھر بولا۔ ''تو تجھے میری قربت گوارہ نہیں۔''

''معاہدہ تو معاہدہ ہوتا ہے۔''

''میرے صبر کا امتحان لینا چاہتی ہے۔ ہم ایک دوسرے کے شریک زندگی بن گئے ہیں تو اس معاہدے کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔''

''میری نظر میں ہے۔ ہاں اگر تو عہد شکنی پر آمادہ ہے تو تجھے اختیار ہے' مگر اس طرح تو میری محبت نہ حاصل کر سکے گا۔''

''میں تیرا التفات چاہتا ہوں۔''

''تو وقت کا انتظار کر۔''

''یہ انتظار کتنا طویل ہوگا؟''

''انتظار کی کوئی مدت نہیں ہوتی۔''

''اوہ! اوہ!'' بادشاہ کرب سے بولا۔ اس نے اپنے وعدے یاد کئے اور پھر دل شکستہ کرے

سے باہر نکل آیا۔ وہ مزرک سے سچی محبت کرتا تھا اور اپنے وعدے کو نبھانا چاہتا تھا۔

دوسرے دن شاہی رسم کے مطابق فرعون مزرک کو شاہی لباس میں آراستہ کر کے محل کی فصیل پر لے گیا جہاں نیچے ہزاروں افراد اپنی ملکہ کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے جمع تھے۔ مزرک نے نقاب اٹھایا تو لوگ عقیدت سے زمین بوس ہو گئے۔

لیکن مزرک خوش نہ تھی۔ پہلے وہ صرف ایک کنیز تھی اور اب ملکہ مصر' اتنا قیمتی لباس پہنے ہوئے تھی کہ نگاہ نہ رکے' مگر وہ حسرت سے اس قید خانے کی طرف دیکھ رہی تھی جہاں اس کا محبوب قید تھا۔

وقت گزرنے لگا' مگر فرعون اپنی ملکہ کا التفات نہ حاصل کر سکا' وہ دن رات میکال کی فرقت کی آگ میں سلگتی رہتی جس کا فرعون کو احساس تھا لیکن وہ بھی اپنا قول نبھانا جانتا تھا اور اس وقت کا منتظر تھا جب مزرک کے دل سے میکال کا خیال نکل جائے۔ وہ سب کچھ کر سکتا تھا لیکن اپنی محبت میں کسی کی شرکت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

✣✣✣

شہنشاہ حبشہ زرقون بن زیان کے دربار میں جب مصر بھیجے جانے والے قاصد کی لاش پہنچی اور اسے معلوم ہوا کہ فرعون مصر نے نہ صرف اس کی بیٹی شیرانہ سے شادی سے انکار کر دیا ہے بلکہ مزرک کو واپس نہ کرنے اور قاصد کو ہلاک کرنے کا جرم بھی کیا ہے تو اس کے سارے وجود میں آتش بھڑک اٹھی۔ اس نے کھڑے ہو کر اعلان کیا۔

''قسم ہے خاکستر کر دینے والی آگ کی۔ اخناطوس باخت کو اس عمل کی اتنی بڑی سزا دوں گا کہ اس کی نسلیں یاد رکھیں گی۔'' اس کے مشیر خاص نے اس سے سوال کیا۔

''عالی نسب کے کیا ارادے ہیں؟''

''ہم تخت مصر کو کھنڈر بنا دیں گے۔'' زرقون نے پرجوش لہجے میں کہا۔

''فرعون کی فوجی قوت بہت زیادہ ہے۔''

''ہاں میں جانتا ہوں' لیکن جب بادشاہ قوت کے نشے سے مغلوب ہو کر عقل و دانش کھو بیٹھتے ہیں تو انہیں زیر کرنا مشکل نہیں ہوتا۔''

''میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔''

''مشیر خاص تو بول کیا مشورہ ہے تیرا؟''

''طول و عرض حبش میں کئی وحشی قبائل بکھرے ہوئے ہیں۔ یہ لوٹ مار کر کے زندگی گزارتے ہیں۔ دہشت خیزی قتل و غارت گری ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ انہیں لوٹ مار کی ترغیب دے کہ اپنے ساتھ ملایا جا سکتا ہے۔''

شہنشاہ حبش نے اس تجویز کو بہت پسند کیا۔ انتقام کی آگ میں جھلستے ہوئے اس نے وحشی قبائل کا لشکر جمع کیا اور مصر کی طرف کوچ کر دیا۔

ظالم' بے رحم' خود پسند' مغرور فرعون مصر کو جب معلوم ہوا کہ حبش کی فوجیں مصر کی سرحدوں کے قریب پہنچ رہی ہیں تو اس نے اپنی افواج کو تیاری کا حکم دے دیا۔ وہ خود بھی اس جنگ میں براہ راست حصہ لینے کیلئے تیار ہو گیا اور آخری وقت میں زرہ بکتر سے لیس ہو کر سب سے پہلے مزرک سے رخصت ہونے پہنچ گیا۔

مزرک اسے دیکھ کر احترام سے کھڑی ہوگئی۔

''کیا کسی جنگ کی تیاری ہے؟''

''ہاں۔'' شاہ حبش نے مصر پر حملہ کردیا ہے۔

''اوہ۔'' مزرک نے آہستہ سے کہا۔

''اس کی وجہ تمہیں معلوم ہے ملکہ مصر......؟''

''ہاں...... جانتی ہوں......'' مزرک نے سوچ زدہ لہجے میں کہا اور فرعون چونک پڑا۔

''کیا جانتی ہو......؟''

''زرقون نے مجھے طلب کیا ہوگا۔''

''صحیح سوچا تم نے' ایسا ہی ہے۔''

''اگر مجھے اس کے حوالے کردیا جائے تو جنگ کے شعلے سرد پڑ سکتے ہیں۔'' مزرک نے کہا تو فرعون تڑپ گیا۔

''یہ کیا کہا تم نے ملکہ مصر......''

''میں غلام زادی ہوں' صرف ایک کنیز جو جنگ کے شعلے بجھانے میں کام آجائے تو اس کی خوش بختی ہوگی۔''

''تم اب غلام زادی نہیں بلکہ ملکہ مصر ہو۔ ہاں جنگ پر جانے سے پہلے میں اپنی ایک خواہش پوری کرنے کی آرزو رکھتا ہوں۔''

''خواہش......؟'' مزرک نے کہا۔

''ہاں۔ جنگوں میں زندگی کی ہار جیت ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے میں زرقون کے ہاتھوں مارا جاؤں۔ بس ایک آرزو ہے دل میں جس کے بعد میں بخوشی موت کو گلے لگا سکتا ہوں۔''

''کیا......؟'' مزرک نے بے اختیار پوچھا۔

فرعون نے اسے پیار بھری نگاروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''صرف اتنا کہہ دو کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے۔ میں آتش بن جاؤں گا اور پھر کوئی مجھے شکست نہیں دے سکتا۔''

مزرک کا چہرہ بجھی ہوئی قندیل بن گیا۔ یہ الفاظ میکال کی نفی ہوتے۔ اسے موت کی قیمت پر بھی یہ گوارہ نہ تھا۔ اب تک فرعون نے اس کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ ناقابل یقین تھا۔ فرعون نے جبر و قہر کی علامت تھا۔ لیکن مزرک کے ساتھ اس کا سلوک بے حد پیار بھرا تھا۔ لیکن مزرک دل کے ہاتھوں مجبور تھی۔ یہ الفاظ میکال کیلئے تھے' صرف میکال کیلئے۔

فرعون نے اسے دیکھا اس کے حسرت زدہ چہرے اور اشک بار آنکھوں نے اس کا دل شیشے کی طرح فرعون کے سامنے رکھ دیا اور شاید مصر کی تاریخ نے پہلی بار کسی نے فرعون کی آنکھوں میں آنسوؤں کا دیدار کیا۔

لیکن فرعون نے جلدی سے آنسو خشک کر لئے اور بولا۔

''دستور جنگ یہ ہے کہ بادشاہ جنگ پر جانے سے پہلے اپنی ملکہ سے اس کی خواہش پوچھتا ہے۔ تیرے دل میں کوئی خواہش ہے تو مجھے بتا......''

جواب میں مزرک آنسو بہاتی اس کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ فرعون نے کہا۔

''ملکہ مصر...... اپنی خواہش بتا۔''

مزرک نے اسے دیکھا' پھر بولی۔

''میرے دل میں کوئی خواہش نہیں ہے آقا۔''

''ایک بار پھر کہتا ہوں جو کچھ تیرے دل میں ہے کہہ دے۔''

''کوئی خواہش نہیں ہے میرے دل میں۔''

''سچ کہتی ہے؟''

''ہاں......''

''میں چاہتا ہوں تو جھوٹ نہ بولے۔ تیرے دل کی خواہش تیری آنکھوں سے جھانک رہی ہے۔'' فرعون کے ان الفاظ پر اس نے گھبرا کر دیکھا تو فرعون پھر بولا۔ ''وہ خواہش جسے کہنے کی ہمت تیرے اندر نہیں ہے' مگر میں اسے پورا کرنے کی ہمت رکھتا ہوں۔''

یہ کہہ کر فرعون مصر نے کاغذ کے ایک پرزے پر لکھا۔ داروغہ قید خانہ۔ میکال کو فوراً باعزت رہا کر دے' فوری طور پر۔ یہ کہہ کر اس نے اس کاغذ پر اپنی انگشتری سے مہر لگائی اور پھر ایک محافظ کو طلب کر کے رقعہ اسے دیتے ہوئے کہا۔ ''اس کاغذ پر تحریر یہ ہے کہ میکال کو فوراً رہا کر دیا جائے۔'' ان الفاظ کو کہتے ہوئے اس کے لہجے میں صدیوں کا ٹھہراؤ اور آسمان کی بلندی تھی۔

مزرک سکتے میں رہ گئی تھی۔ بے اختیار اس کا دل چاہا کہ فرعون کے پیروں کو چوم لے۔ لیکن فرعون مڑ کر واپس نکل گیا۔

مزرک کو ایک نیا تجربہ ہوا تھا۔ اس کے دل میں بے اختیار خواہش مچلی تھی کہ وہ فرعون کو روک لے۔ اس کے سینے سے لگ جائے۔ لیکن اس کے ہونٹ سل گئے۔

میدان جنگ میں دونوں فوجوں کا سامنا ہوا۔ زرقون انتہائی خونخوار قبائل کا لشکر لایا تھا جو بہتے خون کے رسیا تھے تو دوسری طرف فرعون بھی اپنے بہترین سپاہ کو لے کر آیا تھا۔ خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ گردنیں شانوں سے جدا ہو کر زمین بوس ہونے لگیں۔ میدان جنگ لاشوں سے بھر گیا۔ یہ جنگ کئی دن جاری رہی اور کوئی ہار ماننے کیلئے تیار نہ ہوا۔

پھر ایک صبح زرقون کی فوج کا ایک سالار میدان جنگ میں آیا اور اس نے باآواز بلند کہا۔

''ہمارے بادشاہ کا مصر سے جنگ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ یہ جنگ صرف ایک معمولی کنیز کیلئے لڑی جا رہی ہے۔ اگر اب بھی وہ کنیز ہمارے حوالے کر دی جائے تو ہم جنگ نہ کر کے

واپس لوٹ جائیں گے۔"

فرعون نے یہ سنا تو قہر و غضب سے بولا۔ "اخناطوس' خناس بے حمیت زرقون کے اس مطالبے کو لعنت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ اس کنیز کیلئے نہیں بلکہ اپنی بیٹی شیرانہ کے ٹھکرائے جانے کی جنگ لڑ رہا ہے۔ وہ جسے ایک معمولی کنیز کا نام دیتا ہے' جس کے قدموں میں ہزار سورماؤں کی قربانی دی جا سکتی ہے۔"

جب یہ جواب زرقون نے سنا تو وہ شدت غضب میں گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے لے آیا اور نیزہ لہرا کر بولا۔ "اگر تو اتنا ہی بہادر ہے تو سپاہیوں کو کٹوانے کے بجائے خود آگے آ اور فیصلہ کر۔ سپاہیوں کے بل پر جنگ کرنا بہادری نہیں ہوتی۔"

فرعون نے اس للکار کو قبول کیا اور فوجوں کو جنگ کرنے سے روک کر دونوں ایک دوسرے کے مقابل آ گئے۔ دونوں ہی بہترین جنگ جو تھے۔ وہ جنگ دیکھنے میں آئی کہ دیکھنے والے دانتوں میں انگلیاں دبا کر رہ گئے۔ کوئی بھی پسپا نہیں ہو رہا تھا۔ وقت تھا کہ پر لگا کر دوڑ رہا تھا' سورج خوب بلند ہو رہا تھا۔

اچانک فرعون نے ایک عجیب کھیل کھیلا۔ اس نے تلوار اور ڈھال زمین پر پھینکی اور زرقون کے گھوڑے پر چھلانگ لگا دی۔ یہ حملہ عجیب تھا۔ زرقون زمین پر گر پڑا' لیکن اس کے باوجود وہ فرعون کے حملوں سے بچا اور اس نے گھبرا کر فوجوں کو لڑنے کا اشارہ کر دیا۔ حبشی تلواریں سونت کر فرعون پر جھپٹے' لیکن فرعون نے وہ جنگ لڑی کے دیکھنے والے سکتے میں آ گئے۔ اس نے دشمنوں کو کاٹ کر پھینک دیا اور وہ ان کے نرغے سے صاف نکل گیا' لیکن ایک حبشی قبائلی نے اچانک اس پر پشت سے وار کیا اور تلوار فرعون کی پشت سے آر پار کر دی۔ فرعون جو دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا اس وار سے پست ہو گیا اور گھوڑا لے کر دریائے نیل کی طرف سرپٹ ہو گیا۔ یہ گویا مصری افواج کی شکست تھی۔ چنانچہ مصری فوجوں نے پسپائی اختیار کی اور قلعہ بند ہو گئیں۔

خود زرقون بھی کافی زخمی ہو گیا تھا' لیکن اس کے باوجود نے قاصدوں کا ایک وفد قلعہ مصر بھیجا جسے چھان پھٹک کے بعد اندر آنے کی اجازت دے دی گئی۔ وفد کے سربراہ نے کہا۔

"شاہ حبش نے فاتح ہونے کے باوجود مصر کی عوام کے خلاف کوئی عمل نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ شاہ مصر مر گیا ہے لیکن تنازع برقرار ہے۔ اہل مصر ہماری کنیز مزرک کو ہمارے حوالے کر دے۔ محاصرہ ختم کر کے واپس چلے جائیں گے۔ بصورت دیگر جنگ جاری رہے گی۔

امراء وزراء آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ ملکہ مصر دشمن کے حوالے کر دی جائے' اس سے زیادہ شرم کی کوئی بات نہیں تھی' تاہم مشورہ کے بعد بڑے وزیر نے کہا۔

"اس بات کا فیصلہ ملکہ مصر کرے گی۔ کیونکہ بادشاہ کی موت کے بعد وہی مصر کی حکمران ہے۔"

ابھی یہ الفاظ ختم ہی کئے تھے کہ مزرک شاہی پوشاک میں تاج مصر سر پر رکھے ہوئے نمودار ہوئی اور سب اس کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔

''میں یہ فیصلہ مصر کے مشورے سے کرنا چاہتی ہوں۔ انہیں فصیل کے نیچے جمع ہونے کی ہدایت کی جائے اور اس حکم پر عمل ہوا' خلقت مصر فصیل کے نیچے جمع ہو گئی' جب ان لوگوں کو حقیقت معلوم ہوئی تو سب شور مچانے لگے اور بولے۔''

''ہمیں ملکہ کی ضرورت نہیں ہے۔''

''ایک عورت کی خاطر اپنے لاکھوں سپاہی نہیں کٹوا سکتے۔''

''ہم لڑنا نہیں چاہتے۔''

''ایک کنیز کیلئے ہمیں خونریزی منظور نہیں۔''

''ملکہ کو زرقون کے حوالے کر دو۔''

تبھی مزرک فصیل میں آئی اور مدہم لہجے میں بولی۔ ''مصر کے بیٹو۔ میں تمہارے جذبات سمجھتی ہوں۔ ان کی قدر کرتی ہوں' میں نے دل سے چاہا تھا کہ جنگ نہ ہو...... میں نے فرعون اعظم کو مشورہ دیا تھا کہ مجھے زرقون کے حوالے کر دیں' مگر وہ تیار نہیں ہوئے اور یوں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ بہر حال میں خود کو شاہ حبش کے حوالے کرنے کو تیار ہوں اور جانتی ہوں کہ یہی میرا مقدر ہے۔''

مزرک نے سر جھکا لیا اور پھر وہ فصیل سے نیچے آ گئی اور زرقون کے ایلچیوں کے روبرو کھڑی ہوئی ماحول پر سوگوار سناٹا چھا گیا...... سب جانتے تھے کہ اس حسین ملکہ کا انجام کیا ہوگا۔ زرقون اسے بدترین سزا دے گا۔

ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا کہ دفعتاً ایک نوجوان مجمع کو چیرتا ہوا آیا اور ایک مقام پر کھڑا ہو گیا۔ اس کا جسم زخموں سے چور تھا اور صاف ظاہر تھا کہ وہ بھی زرقون کی فوجوں سے جنگ کرتا رہا ہو۔

یہ میکال تھا جو آزادی ملتے ہی خود فوجوں میں جا شامل ہوا تھا اور زرقون کی فوجوں کے خلاف اس نے مصر کیلئے بھرپور جنگ کی تھی۔ اس کی گرجدار آواز ابھری۔

''مصر کے غیور بیٹو! تمہیں اندازہ ہے کہ تم اپنی زندگی کیلئے مصر کی روایتوں کو پامال کر رہے ہو۔ آنے والی نسلیں تمہیں کیا کہیں گی کہ تم دشمن کے سامنے سر جھکا رہے ہو۔ یہ عورت جو پہلے بے شک کنیز تھی لیکن اب ملکہ مصر ہے۔ تمہارے بادشاہ کی بیوی' تمہاری عزت' تم اپنی عزت دشمن کے حوالے کرنے کو تیار ہو۔ تمہیں یہ ذلت گوارہ ہے' بولو۔ تمہیں یہ ذلت گوارہ ہے۔''

یہ الفاظ نہیں تھے آگ تھی' جو ہر دل میں سرایت کر گئی۔ بجلی تھی جو سینے میں کوند گئی اور مجمع کا نظریہ بدل گیا۔

''نہیں...... ہم ملکہ کو دشمن کے حوالے نہیں کریں گے۔''

''ہم اپنی ماں کو دوسروں کو نہیں دیں گے۔''

''ہم مصر کے بیٹے ہیں۔''

''مزرک! ہماری ماں ہے۔''

''ایلچیوں کو آگے آنے دو۔''

''ہم زرقون سے جنگ کریں گے۔''

''نہیں...... قاصد بے قصور ہوتے ہیں۔ انہیں یہ پیغام دے دو کہ ہماری تلواریں اب غیرت کی جنگ لڑیں گی۔ ہم جنگ کیلئے تیار ہیں۔''

ایلچی چلے گئے۔ مجمع جوش کے ساتھ منتشر ہوگیا...... تب مزرک کی نگاہ' میکال سے ملی۔ دونوں کے دل جھڑکنے لگے۔ لیکن مزرک اب بدل چکی تھی' وہ مصر کی ملکہ تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اب تک کنواری تھی اور آج بھی میکال کے قدموں کی خاک تھی' لیکن یہ موقع ایسا تھا کہ وہ اسے قریب بلانے پر مجبور تھی۔

بڑے وزیر نے میکال سے کہا۔

''اے نیل کے بیٹے۔ میں تیری جرأت' تیری عظمت کو سلام کرتا ہوں۔ تو نے مصر کی لاج رکھ لی۔ میں آنے والے وقت کیلئے تجھ سے مشورہ چاہتا ہوں۔ اب بتا ہم کیا کریں۔''

''اپنی قوت کو مجتمع کر کے بھرپور حملہ۔''

''تو کیا زرقون؟''

''ہاں۔ اس کے ایلچیوں نے اسے صورتحال سے آگاہ کر دیا ہوگا۔ اب وہ دوبارہ حملہ کرنے کیلئے تیاری کر رہا ہوگا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھل جائے ہم اس پر حملہ کریں گے۔''

''ٹھیک ہے۔'' وزیر نے تائید کی اور دوسری صبح قلعہ کے دروازے کھول دیئے گئے' مصر کی فوجیں بڑی جوش کی مانند باہر نکلیں اور خونخوار شیروں کی طرح زرقون کی فوجوں پر ٹوٹ پڑیں۔ وحشی قبائل نے اب بھی بڑی جوانمردی سے مقابلہ' لیکن میکال موت کا فرشتہ بنا ہوا تھا۔ اس کا جوش' ولولہ مصر کی فوجوں کا حوصلہ بڑھا رہا تھا اور سب اس کی جنگ دیکھ کر انگشت بدنداں تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شام ہونے تک زرقون کی فوجوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور مصریوں کو شاندار فتح نصیب ہوئی۔

سارے مصر میں جشن کا سماں تھا۔ کوئی مصری گھر کے اندر نہیں تھا۔ پھر بڑا وزیر' مزرک اور میکال کو ایک کمرے میں لے گیا۔ اس نے میکال سے کہا۔ ''میکال' تو نے مصر میں ایک نئی تاریخ رقم کی ہے جسے دنیا کبھی نہیں بھول سکے گی۔ میں اپنی ایک خواہش کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔''

''حکم دیں وزیراعظم......'' میکال نے ادب سے کہا۔

''یہ بات میں خلوت میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تیرا اور مزرک کا عندیہ لے لوں۔ اس کے بعد اہل مصر کے سامنے اپنی تجویز رکھوں۔''

''میں ہمہ تن گوش ہوں۔''

''جیسا کہ میں نے کہا کہ تو نے اور تیری اولوالعزمی نے اہل مصر کو ہاری ہوئی جنگ جتائی ہے اور تو نے ہمیں سرخرو کیا ہے تو میری تجویز یہ ہے کہ تو مصر کے تاج و تخت کو قبول کر۔''

میکال حیرت سے چونک پڑا۔

''میں۔'' بمشکل اس نے کہا۔

''ہاں......''

''لیکن میں...... میں اس قابل نہیں ہوں۔ یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔''

''بے شک ہے۔لیکن......''

''کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں معزز بزرگ......''

''ہاں...... بول......''

''اگر میری کاوش کو قابل انعام سمجھا گیا ہے تو مجھے ایک انمول انعام سے نوازا جائے۔''

''انمول انعام......؟''

''جی......''

''اپنی خواہش بیان کر۔''

''میری محبت مجھے مل جائے۔'' میکال نے کہا۔

''تیری محبت......؟''

''جی......''

وہ کون ہے......؟'' وزیر کچھ کچھ سمجھ گیا تھا۔

تبھی میکال نے پیار بھری نگاہوں سے مزرک کو دیکھا۔وزیر نے کہا۔

''تیری محبت کون ہے......؟''

''مزرک......'' میکال نے کہا اور وزیر مسکرا دیا۔اس نے میکال کی پشت پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''شیر دل نوجوان۔تو وزیر زادہ ہے۔امور سلطنت سے واقف اور مزرک آج بھی ہماری ملکہ ہے وہ اگر قبول کرلے تو کسے انکار ہوگا۔اس کے علاوہ فرعون کا انتخاب بھی ملکہ ہی کرے گی۔وہ جسے بادشاہ اور شوہر منتخب کرے۔''

''اس کا جواب تو مزرک ہی دے سکتی ہے۔''

''ہاں......لیکن بھرے دربار میں۔پورے اہل مصر کے سامنے اور اس کیلئے میں ایک مبارک دن کا انتخاب کروں گا۔''

فتح کی مسرت سے سرشار اہل مصر خود بھی منتظر تھے کہ جلد ہی فرعون کا انتخاب ہو۔وہ بڑے وزیر کے اعلان کا انتظار کر رہے تھے۔آخر وزیر نے شہر میں منادی کرا دی کہ فلاں دن فرعون کا انتخاب ہوگا۔

یہ تاریخی دن قریب آ گیا اور آخر مصر کی خلقت اس عظیم الشان میدان میں جمع ہوئی' جس کے ایک سرے سے دوسرا سرا نظر نہیں آیا تھا۔ سروں کا سمندر تھا جو موجزن تھا' ان کے علاوہ اکابرین سلطنت اور عمائدین شہر بھی اپنی جگہیں سنبھالے ہوئے تھے۔ ہر چہرہ پر تجسس اور خوشی سے سرشار تھا اور سب سوچ رہے تھے کہ ان کا بادشاہ کون ہوگا۔

''ایک...... ایک بزرگ کاہن نے تقریب کا آغاز کیا۔

''فاتحین مصر اور دانشور۔'' قانون کے مطابق نئے فرعون کے انتخاب سے پہلے سابق فرعون کے اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا۔ اگر وہ نیک ثابت ہوا تو اس کے حق میں دعائیں پیش کی جائیں گی اور اگر بد ہوا تو اس کیلئے کلمہ بد ادا کئے جائیں گے۔ یہی دستور مصر ہے' جو صدیوں سے رائج ہے۔''

''بالکل ٹھیک'' مجمع نے تائید کی۔

اس وقت غلغلہ بلند ہوا اور ملکہ مصر دوشیزائیوں کے جلو میں وارد ہوئی اور تمام اکابرین سجدے میں گر گئے' پھر ملکہ مصر کرسی پر بیٹھی تو سب سیدھے ہو گئے۔ مغنیوں نے ملکہ کی شان میں مدح سرائی شروع کر دی اور دعائیہ گیت گائے۔ ملکہ کے برابر دوسری مرصع کرسی بھی رکھی گئی تھی جو نئے فرعون کیلئے تھی۔

کچھ لمحوں کے بعد بڑا وزیر کھڑا ہوا اور اس نے آغاز کیا۔

''مصر کے خوش نصیب لوگو! میری خوش نصیبی ہے کہ نئے فرعون کے انتخاب میں' مجھے ملکہ کی مدد کرنے کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔ فرعون کا انتخاب ملکہ کی فراست پر ہے کہ وہ جسے چاہے فرعون مصر منتخب کرے اور جسے چاہے شوہر ہونے کا اعزاز عطا کرے۔ لیکن اس سے قبل سابق فرعون...... اخناطوس باخناس کے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ اس کے ستائے ہوئے اور مظالم کا شکار لوگ اس کے حق میں بددعائیں کریں گے جس کے ساتھ اس نے اچھا سلوک کیا وہ اس کیلئے دعا کریں گے۔ اب وہ آگے آئیں جن کے ساتھ ظلم ہوا۔''

''تب بیشمار تباہ حال عورتیں سامنے آئیں اور لوگ انہیں دیکھنے لگے۔

''تم کون ہو......؟'' وزیر نے کمال نرمی سے پوچھا۔

''ہم وہ بدنصیب ہیں جن کے شوہروں نے خزانے کی نئی عمارت بنائی تھی۔''

''اچھا...... پھر......؟''

''عمارت کی تکمیل کے بعد ان سب کو فرعون نے تیل میں غرق کر دیا۔''

''انہیں ہلاک کر دیا گیا۔''

''ہاں......'' عورتوں نے روتے ہوئے کہا۔

''کیوں......؟''

ان کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے بڑی جانفشانی سے خزانے کی عمارت کی تعمیر کی تھی۔''

''لیکن بادشاہ نے ان کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟''

''اس لئے کہ وہ خفیہ تہ خانوں کے راستے جانتے تھے۔'' عورتوں نے کہا اور زاروقطار رونے لگیں۔ ہر طرف سے آہ وزاری کی آوازیں ابھرنے لگیں۔

ان کے خاموش ہونے کے بعد وزیر نے کہا۔

''اور کوئی ستم رسیدہ......؟''

''مجمع میں انتشار ہوا اور بہت سے مفلوک الحال بچے سامنے آئے۔ ان کے ساتھ ایک عمر رسیدہ باریش بوڑھا تھا جو بے حد ضعیف تھا۔

''یہ کون ہیں محترم بزرگ......؟''

''یہ وہ بچے ہیں جن کے سرپرستوں کے سر فرعون نے قلم کرا کر انہیں یتیم کر دیا۔''

''کیوں......''

''کیونکہ وہ مصر کے دولت مند ترین لوگ تھے۔''

''یہ کیا بات ہوئی۔''

''فرعون نے اپنے خزانے بھرنے کیلئے ان سے ان کی دولت مانگی تھی۔''

''ہوں...... پھر؟''

''اور انہوں نے اسے اپنی دولت دینے سے پس و پیش کیا تھا۔ چنانچہ انہیں تہہ و تیغ کر دیا تھا۔ ایسے ایسے دلدوز واقعات سننے کو ملے تھے کہ ہر آنکھ اشکبار ہوگئی۔ بڑے وزیر نے گھبرا کر مزرک کو دیکھا' پھر بولا۔

''بس بس...... یہ ثابت ہوگیا کہ فرعون کے مظالم کی فہرست بہت طویل ہے۔ خوشی کے اس موقع پر غم کی یہ داستانیں کلیجہ چیرتی ہیں۔ لگتا ہے مصر کا ہر شخص فرعون کے ظلم کی چکی میں پس چکا ہے اور اس کیلئے ہر طرف سے کلمہ بدسنائی دے رہا ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ کوئی ایسا بھی ہے جو اس کے حق میں کلمہ خیر کہنا چاہتا ہو۔''

''ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ بہت دیر گزر گئی۔ کوئی کچھ نہ بولا تو...... وزیر نے کہا۔

''گویا اس کے بارے میں کوئی اچھا لفظ دینے کیلئے تیار نہیں؟''

وزیر کے اس بات پر بھی خاموشی چھائی رہی۔ تب وزیر نے کہا۔

''تب میں یہی کہوں گا کہ لعنت ہو اس شخص پر......''

''ٹھہرو...... رک جاؤ...... اچانک مزرک اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی اور چاروں طرف سے حیرت کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ ہر آنکھ ملکہ کی نگراں ہوگئی۔

''مصر کے لوگو! میں فرعون کے حق میں ہوں......''

لیکن اچانک مجمع میں شور بلند ہوگیا۔

''نہیں ملکہ فرعون۔ تم اس کی بیوی تھیں، تم جو بھی کہو گی اسے تسلیم نہیں کیا جائے گا۔''

''وہ غلط ہوگا۔''

''وہ جانبداری ہوگی۔''

''ہم اسے نہیں مانیں گے۔''

''وہ ظالم تھا۔''

''وہ بدکار تھا۔''

''اس نے سب کی آہیں لی ہیں۔''

''لیکن اس نے میرے ساتھ بھلائی کی۔ اس نے مجھے کوئی دکھ نہیں دیا۔ اس نے اس کے بدلے میرے محبوب کو آزاد کر دیا۔'' مزرک نے کہا۔ لیکن اس کی آواز لوگوں کے شور میں دب گئی، جو اتنے مظلوموں کی داستانیں سن کر سخت غضبناک ہو گئے تھے۔

بڑے وزیر نے بمشکل انہیں خاموش کیا اور بولا۔ ''لوگ ٹھیک کہتے ہیں۔ ملکہ فرعون کے حق میں کلمہ خیر نہیں کہہ سکتیں اور کوئی ہے جو فرعون کے حق میں کلمہ خیر کہنے کو تیار ہو۔''

''کوئی جواب نہیں ملا، تو بڑے وزیر نے اس بزرگ سے کہا جو مقدس کاہن تھا۔ ''آپ فرعون کے بارے میں روایت کے مطابق کم بد کہیں۔'' بزرگ کاہن نے کھڑے ہو کر کہا۔

''تو...... فرعون ظالم تھا۔''

''ہاں...... وہ تھا۔'' مجمع نے تائید کی۔

''بے انصاف تھا۔''

''اس نے آسمانی طاقتوں کو جھٹلایا۔''

''ان کے غضب کو دعوت دی۔''

''اس کا برا حال ہوا۔''

''اس کی لاش تک کا پتہ نہیں اور اگر لاش مل بھی گئی تو اسے دریائے نیل میں پھینک دیا جائے گا اور وہ مچھلیوں کا خوراک بن جائے گا۔''

''اسے ملعون قرار دیا جاتا ہے۔''

''مصر کی تاریخ میں اسے بدنما باب کہا جائے گا۔''

''اس کی روح ہمیشہ بے تاب اور مضطرب رہے گی۔''

فرعون سے نفرت کرنے والے، کاہن کی آواز پر لبیک کہہ رہے تھے۔ لیکن مزرک کی آنکھوں میں آنسو تھے، وہ فرعون کی مرہون منت تھی۔

بڑے وزیر نے اسے دیکھا اور بولا۔ ''اے مصر کی حسین ملکہ، غیبی ہاتھوں نے تجھے پتھر سے گوہر بنا دیا۔ خود پر قابو رکھ اور اس کیلئے آنسو نہ بہا، جس نے ہر شخص پر ظلم کیا۔ تیار ہو جا کہ اب تو

مصر کا نیا فرمانروا منتخب کرے گی اور یہ معمولی کام نہیں ہے جو تجھے سرانجام دینا ہے۔ اٹھ جا اور اپنا فرض انجام دے۔

''مزرک کھڑی ہوگئی۔ اس پر گھبراہٹ طاری تھی۔ دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ پھر اس نے ہجوم کی طرف دیکھا اور سریلی آواز میں بولی۔

''مصر کے بہادر بیٹو۔ مجھے بتاؤ تمہیں ہاری ہوئی جنگ کس نے جتائی۔ کس نے تمہارے ناموس کو یعنی مجھے بدترین وقت سے بچایا......؟''

''بہادر میکال نے۔'' مجمع نے پرجوش لہجے میں کہا۔

''مزرک ایک دم خوش ہوگئی۔ اس نے کہا۔ ''تو پھر کیوں نہ میں اسے بھی فرعون منتخب کروں۔''

مجمع ایک دم مسرت سے چیخ اٹھا۔ ''ملکہ مصر! مقدس طاقتیں تجھے سلامت رکھیں۔ تو نے مصر کو بہترین فرمانروا دیا ہے۔''

''شادیانے بجنے لگے۔ فضا میکال زندہ باد' مزرک زندہ باد کے نعروں سے گونجنے لگی۔ بڑے وزیر نے تاج پوشی کی رسم ادا کی اور جشن برپا ہوگیا۔

''اس منور اور روشن رات کو میکال اور مزرک محل کے جھروکے سے باہر کی مسرور ریت کے روشن اور رنگین ماحول کا نظارہ کر رہے تھے۔ انہیں گزرے ہوئے وقت کا ایک ایک لمحہ یاد آ رہا تھا' دونوں تجدید محبت کر رہے تھے۔ مزرک کہہ رہی تھی۔

''ہماری محبت لازوال تھی۔ ہمارا ساتھ اب کبھی نہ چھوٹے گا۔''

ادھر یہ گفتگو جاری تھی اور پھر محل کی ڈیوڑھی میں ہزاروں لوگ نادر اور بہترین کھانے سے لطف اندوز ہو رہے تھے جس کا انتظام شاہی حرم میں کیا گیا تھا۔ سب خوش تھے انہیں لوگوں میں ایک شخص داخل ہوا۔ اس کے جسم پر جگہ جگہ زخم تھے' جن پر کھیاں بھنک رہی تھیں' کپڑے پھٹے ہوئے اور نہایت غلیظ تھے۔

پہریداروں نے نفرت سے ناک سکوڑ کر اسے روک دیا۔

''کون ہے تو...... کہاں گھسا چلا آ رہا ہے......؟''

''نو وارد کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔ مشکل سے اس نے اپنی حالت پر قابو پایا اور بولا۔

''تو مجھے نہیں جانتا۔''

''نہیں...... تو بھوکا ہے۔ تو یہ لے اور بیٹھ جا۔ کھانا کھا لے۔''

''آنے والے کے چہرے پر شدید کرب کے آثار پیدا ہوگئے۔ اس نے لرزتی آواز میں کہا۔ ''بدبخت غور سے دیکھ مجھے۔ غور سے دیکھ۔''

''کون ہے تو؟ آخر کون ہے؟''

''میں مصر کا فرعون۔ اخناطوس یا خناس ہوں۔''

''دھت تیرے کی۔ نشے میں ہے شاید۔'' پہریدار نے ناک سکوڑ کر کہا۔

''میں نشے میں نہیں ہوں۔'' لیکن۔ نووارد بولا۔ پہریدار نے چیخ کر اوروں سے کہا۔

''ذرا دیکھو۔ یہ فرعون اخناطوس۔''

''بہت سے منچلے اس کے پاس جمع ہو کر اس کا مذاق اڑانے لگے۔ ایک فقیر نے اس کے پیٹ میں لکڑی چبھو کر کہا۔ ''شہنشاہ اعظم تیرا تاج کہاں ہے؟''

نووارد نے جواب میں اس پر ایسی حسرت بھری نگاہ ڈالی' جو پتھر میں سوراخ کر سکتی تھی۔ منہ سے کچھ نہ کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔

ایک دوسرے فقیر نے اپنا پیالہ اس کے سر پر الٹ دیا اور قہقہہ لگا کر بولا۔ ''یہ ہے اس کا تاج۔ نووارد نے سر پر رکھے پیالے کو ہاتھ سے چھوا۔ اس کے رخساروں پر پیالے کا شور بابہہ رہا تھا۔

اسی وقت بڑا وزیر باہر آیا۔ نووارد اسے دیکھ کر دیوانہ وار آگے بڑھا اور بڑے وزیر پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ وہ نووارد کو دیکھ کر پتھرا گیا تھا۔ اس نے اخناطوس کو پہچان لیا تھا' تب ہی اس کی آواز ابھری۔

''فرعون معظم......!''

ہاں...... میں ہی ہوں' مگر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ کوئی مجھے نہیں پہچان رہا۔ یہ جشن کیسا برپا ہے۔''

''بڑے وزیر نے تاسف اور ندامت سے کہا۔ ''سب کچھ ہو چکا ہے فرعون معظم۔ آپ کی موت کا تعین کر لیا گیا تھا' چنانچہ ملکہ مصر نے مصر کے دستور کے مطابق نئے فرعون کا انتخاب کر لیا۔

''نیا فرعون......؟'' اخناطوس نے کرب سے کہا۔

''ہاں......''

''کسے نیا فرعون بنایا گیا......؟''

''میکال...... وزیر خزانہ کے بیٹے کو......''

''آہ...... یہ کیا کیا تم لوگوں نے...... اتنی جلدی کیوں کی۔ میری موت کا تعین کیوں کر لیا۔ میری تو لاش بھی نہیں دیکھی تھی تم نے۔''

''فرعون اعظم۔'' بڑے وزیر نے لاچاری سے کہا۔

''میں تو بس زخمی ہوا تھا۔ میرا وفادار گھوڑا مجھے نیل کے کنارے لے گیا تھا۔ میں بہت وقت بے ہوش رہا اور جب ہوش آیا تو یہاں چل پڑا' لیکن تم سب نے یہ کیا کر ڈالا۔ میری مزرک کہاں ہے؟''

''وہ میکال کی بیوی بن گئی ہے۔''

''آہ۔ نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔ اہل مصراب بھی مجھے اپنا بادشاہ مان لیں گے۔''

''ایسا کبھی نہیں ہوا' نہ ہوسکتا ہے اور پھر انہوں نے تجھے ملعون و مردود قرار دے دیا ہے تو اب بادشاہ نہیں بن سکتا۔''

''مگر مزرک میری بیوی ہے۔ بے شک مجھے مصر کی سلطنت واپس نہ ملے مگر میری مزرک تو مجھے مل جائے۔''

بڑا وزیر سوچنے لگا اور پھر بولا۔ ''ہاں۔ مصریوں کے قانون میں اس کی گنجائش ہے وہ تیری جائز بیوی ہے اور تو اس کا شوہر زندہ ہے۔''

اخناطوس خوشی سے جھوم اٹھا۔ ''بس بس۔ مجھے کچھ اور نہیں چاہئے۔ مزرک مجھے مل جائے۔ میری مزرک مجھے مل جائے۔ وہ میری بیوی ہے۔''

بڑا وزیر اخناطوس کو محل میں لے آیا' پھر اس جگہ جہاں میکال اور مزرک۔ محبت بھری باتیں کر رہے تھے۔ مزرک نے اخناطوس کو دیکھا اور فوراً پہچان لیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ چراغ کی طرح بجھ کر میکال کے بازوؤں میں سمٹ گئی۔ اس کے دل کی حرکت رکنے لگی۔ ادھر اخناطوس مزرک کو دیکھتے ہی چیخا۔

''میری مزرک مجھے دے دو' یہ میری بیوی ہے۔''

میکال نے حیرت سے اخناطوس کو دیکھا' پھر وہ چیخا۔ ''کیا بکواس ہے۔ یہ مرد کہاں سے آیا اور یہ کیا کہہ رہا ہے......؟''

بڑے وزیر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''نہیں شاہ معظم۔ یہ جو کہہ رہا ہے ٹھیک کہہ رہا ہے۔ مزرک اس کی بیوی ہے اور مزرک کا شوہر زندہ ہے۔ وہ اس کی زندگی میں کسی دوسرے کی بیوی نہیں بن سکتی۔ مزرک کو اس کے حوالے کر دے۔''

دونوں بری طرح بدحواس ہوگئے۔ انہیں حالات کی سنگینی کا احساس ہوگیا تھا۔ میکال اپنی جگہ سے اٹھا' اس نے تاج اتار کر فرعون کے قدموں میں رکھ دیا اور بولا۔

''تیری سلطنت تجھے مبارک' لیکن مزرک میری ہے۔''

''ہرگز نہیں۔ میں مزرک پر سو سلطنتیں قربان کرسکتا ہوں' مجھے بس میری مزرک چاہئے۔''

''ہم دونوں ایک دوسرے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اخناطوس۔'' مزرک کبھی تجھ سے محبت نہیں کرسکتی۔''

''باہر زبردست ہنگامہ برپا تھا۔ سب کو فرعون کی زندگی اور واپسی کا پتہ چل گیا تھا۔ ہر طرف ایک ہی سوال تھا۔

''اب کیا ہوگا؟''

تبھی' انہوں نے میکال اور مزرک کو باہر آتے دیکھا۔ انہیں پتا تھا کہ اخناطوس اب مصر کا فرعون نہیں رہا۔ میکال اور مزرک کو ساتھ آتے دیکھ کر وہ خوش ہوئے اور انہوں نے فرعون کی زندگی کے نعرے لگائے۔

لیکن اسی وقت میکال کی آواز ابھری۔

''اے مصر کے لوگو! اب میں فرعون نہیں رہا۔ فرعون' تمہارا پہلا حکمران اخناطوس ہے۔ مزرک میری ہے...... میں نے سلطنت واپس کر کے مزرک لے لی ہے۔''

مجمع غضبناک ہوگیا۔

''ہمارے لئے وہ مر چکا ہے۔''

''ہمارا فرعون میکال ہے۔''

''یہ ظالم ہم پر دوبار مسلط نہیں ہوسکتا۔''

''میکال تو نے ہم سے غداری کی۔''

''تو نے فرعون سے سودا کر کے مصر بیچ دیا۔''

''تو نے لمحوں میں ہماری خوشی لوٹ لی۔''

''تو نے اس ظالم کو پھر سے ہم پر مسلط کر دیا۔'' میکال نے آگے بڑھ کر کہا۔

''مزرک میری محبت ہے۔ ہم پیار کے مجرم ہیں۔ تم ہمیں سزا دے سکتے ہو۔''

''تجھے سزا ملے گی' تو ہمارا مجرم ہے۔''

''انہیں سنگسار کر دو۔''

''ہلاک کر دو انہیں۔'' مشتعل ہجوم بے قابو ہوگیا اور اچانک ہی ان پر سنگباری شروع ہوگئی' یہ سب اچانک ہوگیا۔ بے قابو مجمع کو شدید غم تھا کہ ایک جابر حکمران پھر ان پر مسلط ہوگیا اور وہ میکال کو اس کا ذمہ دار سمجھ رہے تھے۔ اتنی شدید سنگ باری ہو رہی تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے میکال لہولہان ہوگیا۔ مزرک بھی خون میں نہا گئی اور پھر دونوں زمین پر گر پڑے۔

اخناطوس جو محل کے دریچے سے یہ منظر دیکھ رہا تھا' دیوانوں کی طرح باہر بھاگا اور جب وہ باہر پہنچا تو دونوں دم توڑ چکے تھے۔ اخناطوس نے پاگلوں کی طرح مزرک کو پتھروں کے ڈھیر سے نکالا اور زار و قطار رونے لگا۔

روتے ہوئے اس نے کہا۔

''آہ! نیل کے بیٹو۔ یہ تم نے کیا کیا۔ گنہگار تو میں تھا' تم نے میری مزرک کو کیوں مار ڈالا' تم مجھ سے زیادہ ظالم ہو' سفاک ہو' آہ مجھے یہ سب نہیں چاہئے۔ مزرک کے پیچھے پیچھے جا رہا ہوں' میں جا رہا ہوں۔''

فرعون نے قمیض سے خنجر نکالا اور اپنے سینے میں گھونپ لیا۔
میرے حلق سے ایک چیخ نما آواز نکل گئی۔ مجھے یوں لگا جیسے اچانک میں آسمان سے نیچے گر پڑی۔ میرا سارا وجود بوجھل تھا۔ سب کچھ میرے سامنے ہو رہا تھا۔ مظلوم مزرک خون میں ڈوبی میرے سامنے پڑی تھی۔ اور...... اور۔
ایک چھنا کہ سا میرے ذہن میں ہوا۔ مسودے میں کسی چہرے کے نقوش نہیں تھے۔ کوئی تصویر نہیں تھی، لیکن چشم تصور سے میں نے مسودہ پڑھتے ہوئے جو نقوش دیکھے تھے وہ...... وہ...... پاشا کے نقوش تھے، چوڑا بالوں بھرا سینہ، بند و بالا قد...... روشن سیاہ آنکھیں، اختاطوس۔
میرے منہ سے نکلا اور پاشا چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ ''میرے خدا۔''
''پڑھ لیا......'' وہ بوجھل لہجے میں بولا۔
''ہاں......'' میں نے جواب دیا۔
''انوکھی کہانی ہے نا......؟'' اس نے سوال کیا اور میں پرخیال نظروں سے اسے دیکھنے لگی، پھر چونک کر بولی۔
''ہاں......''
''میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ مجھے یوں لگتا ہے جیسے یہ میری کہانی ہو۔''
''ہاں کہا تھا۔''
''جانتی ہو کیوں کہا تھا......؟''
''نہیں......'' میں نے کہا اور جمال پاشا کسی سوچ میں ڈوب گیا، پھر بولا۔
''نشاء پلیز! میری بات کا کوئی اور مطلب مت لینا۔ پتہ نہیں کیوں۔ کبھی کبھی یوں لگتا ہے جیسے کوئی غیر مرئی قوت مجھے تمہارے پاس لے آئی ہے اور کوئی انوکھی کشش، کوئی انوکھا رشتہ ہے میرے اور تمہارے درمیان مصر کے حوالے سے......''
عجیب الفاظ تھے پاشا کے۔ میں ان میں گم ہوگئی۔ کوشش کے باوجود میں اسے یہ نہیں بتا سکی تھی کہ میں خود ایک عجیب کردار سے منسلک ہوں، میری لاش ایک سنہری تابوت سے دستیاب ہو چکی ہے اور میں ایک کتاب میں نزائلہ کے نام سے پوشیدہ ہوں، مصر کے ایک قدم باب کی داستان کے طور پر......
پاشا کہہ رہا تھا۔
''اور میں تمہیں یہ بتاؤں کہ کچھ راتوں میں، انوکھے خواب نظر آتے ہیں۔ میرے سینے میں عجیب سی وحشت ہوتی ہے، یہ دیکھ کر میرے دل کے مقام پر جو خنجر کا نشان ہے یہ نشان میرے بچپن سے ہے۔'' اس نے اپنا لباس ہٹا کر مجھے خنجر کا وہ نشان دکھایا اور میں حیران رہ گئی۔
''یوں میں سوچتا ہوں کہ وہ یہ بوڑھا اوراق لے کر یہ کہتا ہوا کیوں آیا تھا کہ وہ میری امانت

ہیں۔ نشاء یہ کیسی انوکھی کہانی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ہمارے درمیان کوئی انوکھا رشتہ ہے۔ شاید مصر کا رشتہ۔''

میرے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی' پھر اچانک جیسے بم پھٹا۔ ہم دونوں اچھل پڑے' لیکن یہ ڈور بیل کی آواز تھی۔

پاشا پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا' پھر باہر چل پڑا' کچھ لمحوں کے بعد وہ دو افراد کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک ہوٹل کے آدمی تھے جو بہت سے پیکٹوں سے لدے پھدے آئے تھے۔ کھانا آیا تھا۔ ان کے جانے کے بعد پاشا برتن سجانے لگا۔ میں نے اس کی مدد کی تھی۔

ہم کھانے سے فارغ ہوئے تھے کہ پاشا کے موبائل پر اشارہ ہوا اور پاشا نے موبائل آن کر لیا' دوسری طرف پاشا کا ماتحت احمد حسن رہا تھا۔

''سر میں نیو لائن سے بول رہا ہوں۔''

''ہاں احمد حسن۔ بولو۔''

''سر وہ کوٹھی طویل عرصہ سے ویران پڑی ہے۔ چونکہ اس کے آس پاس اور کوئی عمارت نہیں ہے' اس لئے وہاں کی سرگرمیوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔''

''کیا لگی ہوئی آگ بجھ گئی......'' پاشا نے پوچھا۔

''آگ......'' احمد حسن نے سوال کیا۔

''وہاں آگ لگی تھی۔''

''نہیں سر۔''

''کیا......؟''

''وہاں بالکل آگ نہیں لگی۔''

''باہر سے تمہیں اندازہ نہیں ہو سکا ہوگا۔''

''میں اندر داخل ہوا تھا' پوری عمارت کا اندر سے جائزہ لیا ہے میں نے۔''

''آگ نہیں لگی......؟''

''بالکل نہیں۔ وہاں سوکھی ہوئی جھاڑیاں بکھری ہوئی ہیں' سب جوں کی توں ہیں۔''

''اوہ! پاشا کے ہونٹ سکڑ گئے۔ اس نے موبائل کا سپیکر کھول دیا تھا' اس لئے میں بھی اس کے اور ایس آئی کے درمیان ہونے والی باتیں سن رہی تھی۔ ایس آئی احمد حسن بولا۔

''میں نے کوٹھی کے بارے میں اور بھی معلومات حاصل کی ہیں۔''

''کیا......؟''

''یہ کوٹھی ماہر آرکیالوجسٹ جناب ہارون دانش کی کوٹھی ہے۔''

''کیا......؟'' ہم دونوں جیسے اچھل پڑے۔

''جی...... ہارون دانش...... وہ......''

''ہاں مجھے معلوم ہے......''

''اور کوئی حکم سر......؟''

''نہیں آرام کرو۔''

''او کے سر......''

فون بند کر کے پاشا مجھے دیکھنے لگا۔ میرا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ یہ انوکھا انکشاف ہوا تھا۔

''آپ کو اس کے بارے میں معلوم تھا مس نشاء۔''

''نہیں......'' میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔ پاشا خاموش ہو کر سوچنے لگا' پھر ایک دم ہنس پڑا۔ میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

''کیا ہو رہا ہے یہ......؟''

''پتہ نہیں......'' میں نے کہا۔

''میں کون ہوں نشاء۔ قدیم مصر کی تاریخ سے میرا کیا واسطہ ہے۔ میرے سینے پر زخم کا نشان کیوں ہے۔ میرے خوابوں میں مصر کیوں ہے۔ میں تم تک کیوں پہنچا ہوں؟ کسی کے پاس کوئی جواب ہے......؟''

میں خاموش رہی۔ طبیعت کچھ نڈھال تھی۔ کھانا وغیرہ کھا چکے تھے ہم دونوں میں نے کہا۔

''واپس چلیں پاشا؟''

''ہاں ہاں۔'' اس نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''ایک بات کہوں پاشا۔''

''ہاں......ضرور!''

''یہ کاغذات مجھے ادھار دے سکتے ہو......''

''کاغذات......''

''ہاں۔ یہ کہانی......''

''ہاں ہاں۔ رکھ لو۔ ایک درخواست کے ساتھ۔''

''بولو......''

''میری امانت کی حفاظت کرنا۔''

''میں تمہیں واپس کر دوں گی۔''

میں گھر آ گئی۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ آیا ندیمہ اور فیض بابا کے ساتھ میرا رویہ کافی خراب ہو چکا تھا' اب وہ ضرورتاً ہی میرے پاس آتے تھے۔ گھر میں ایک پراسرار اداسی فضا قائم ہو گئی تھی......

اس رات میں نے پوری رات جاگ کر اختناطوس میکال اور مزرک کی کہانی کئی بار پڑھی۔ ایک لمحہ نہیں سوئی تھی۔ پتہ نہیں ذہن کہاں کہاں بھٹک رہا تھا۔ اس کہانی کو کوئی اہمیت نہ دیتی' لیکن میری خود ایک کہانی بن گئی تھی۔ نزائلہ کی لاش میری ہمشکل تھی' اس کے بعد کے پراسرار واقعات' ڈیڈی کی گمشدگی' پھر میرے بارے میں پراسرار انکشافات اور پھر پاشا۔ بالکل اتفاقیہ ملاقات تھی۔ احمر جنیدی کا واقعہ۔

میرا ذہن ماؤف ہونے لگا تھا۔

دوسری صبح تیز بخار ہوگیا۔ اس وقت آیا ندیمہ کا ایک الگ کردار سامنے آیا' ملازمہ کے میرے بخار کا سن کر گویا ہوئی۔

''کیا بات ہے نشاء بی بی......؟''

''کچھ نہیں......''

''نشاء بی بی......'' اس کے لہجے میں بڑی عاجزی تھی' میں نے خونی نگاہوں سے اسے دیکھا' لیکن میں منہ سے کچھ نہ بولی تو اس نے پھر کہا۔

''اتنا دور کیوں ہوگئی ہیں ہم سے۔'' وہ بولی۔

''دیکھو آیا ندیمہ سب کچھ جانتی ہو تم' اتنی بے یارومددگار ہوں میں کہ اب کسی کو بھی اپنا نہیں کہہ سکتی۔ میرا تو پورا ماضی گم ہوگیا ہے' بس مجھے کسی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔''

''میں مرجاؤں گی تمہارے لئے نشاء بی بی تم دیکھ لینا۔'' آیا ندیمہ اس طرح کی باتیں کرتی رہی کہ میرا دل پسیج گیا میں نے کہا۔

''تم لوگ میرے نہیں ہو' میں نے کبھی تمہیں ملازم نہیں سمجھا آیا ندیمہ' لیکن لیکن جو کچھ تم لوگوں نے مجھ سے چھپایا اس نے مجھے تم سے بہت دور کردیا ہے' بہت دور' سمجھ رہی ہو نا میری بات۔''

آیا ندیمہ نے گردن جھکالی' پھر بولی۔ ''بدنصیبی ہماری یہ ہے کہ ہم آپ کے بھی نمک خوار ہیں اور دانش صاحب کے بھی' دعوے سے کہتی ہوں کہ میرے مالک زندہ ہیں' وہ آئیں گے نشاء بی بی اور جب وہ مجھ سے یہ سوال کریں گے کہ آیا ندیمہ میں نے تمہارے سپرد جو ذمہ داری کی تھی کیا تم نے اسے پورا کیا؟''

''چھوڑو آیا ندیمہ' چھوڑو ان باتوں کو۔'' میں نے کہا اور غصے سے اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ آیا ندیمہ میری خوشامدیں کرتی رہی' مگر میں اٹھ کر غسل خانے میں چلی گئی تھی۔ حالانکہ تیز بخار تھا' لیکن لباس اتار کر شاور کے نیچے بیٹھ گئی اور تقریباً پون گھنٹے تک نہاتی رہی' باہر آئی تو ناشتہ تیار تھا' نہانے سے ایک دم ذہن پر ایک خوشگوار سی کیفیت طاری ہوگئی تھی' ناشتہ کیا اور اس کے بعد پاشا کو فون کیا۔ پاشا کا موبائل بند تھا' دوسری طرف سے یہی جواب ملا کہ اس کے فون کی پاور آف ہے' شدید کوفت

ہوئی' اس کے بعد اس کے فلیٹ کے نمبر پر جو میں نے خصوصاً لے لیا تھا۔ اسے رنگ کیا' لیکن وہاں بھی کوئی جواب نہیں ملا اور اس کے بعد میں نے پولیس سٹیشن فون کیا' پاشا وہاں موجود نہیں تھا' لیکن احمد حسن نے فون ریسیو کیا۔

''جی......''

''آپ کون......؟''

''احمد میں نشاء دانش بول رہی ہوں۔''

''جی مس نشاء صاحبہ! حکم۔''

''پاشا کہاں ہیں؟''

''پتا نہیں' ابھی تک نہیں آئے' حالانکہ اس وقت وہ آجاتے ہیں' ان کا موبائل بھی بند ہے۔''

''ہاں میں نے وہاں بھی ٹرائی کی تھی' خیر جس وقت بھی وہ آجائیں ان سے کہیں کہ مجھ سے رابطہ کریں۔''

بخار غالباً ٹھنڈے پانی سے نہانے سے اتر گیا تھا' لیکن ذہن پر ایک بوجھ سا طاری تھا' میں خاموشی سے گھر ہی میں وقت گزارتی رہی' لیکن پاشا کا فون نہیں آیا' یہاں تک کہ پورا دن گزر گیا' شام ہوگئی' اب ذرا سی بے چینی ہوگئی تھی' پاشا کی زندگی سے متعلق میں نے جو کہانی سنی تھی وہ ناقابل یقین تھی' لیکن میرے علاوہ اس کہانی پر اور کون یقین کرسکتا تھا' کیونکہ میں خود بھی ایک کہانی تھی۔ کمال ہے یار' کس سے بات کروں کس سے نہ کروں' بس عجیب سا احساس تھا۔

رات' پھر دوسرا دن' تیسرا دن' چوتھا دن اور پانچواں دن' میں بوکھلا کر رہ گئی' ہر جگہ پاشا کو تلاش کرتی پھر رہی تھی' لیکن پاشا کا کہیں نام ونشان نہیں تھا' اس کے وہ الفاظ بھی یاد آگئے جو اس نے مجھ سے کہے تھے' اس نے کہا تھا کہ کیا میں ٹلا مار جاؤں' اگر وہ ٹلا مار بھی گیا ہے تو کم ازکم میرے علم میں تو ہونا چاہئے تھا کہ کہاں گیا ہے اور کہاں نہیں ہے' پریشانی کا یہ وقت بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ دس دن ہوگئے۔ احمد حسن کی زبانی مجھے پتہ چلا تھا کہ پاشا کے اہل خاندان بھی شدید پریشان ہیں' آئی جی صاحب نے اپنے تمام وسائل سے پاشا کو تلاش کیا ہے' پھر اس دن شدید ذہنی کوفت کے عالم میں تھی کہ ایک جانی پہچانی شکل مجھے اپنے گھر میں نظر آئی' یہ مشل تھی' وہی لڑکی جو عسکری کے ساتھ مجھے ملی تھی اور عسکری وہی تھا جس نے اس بوڑھی پراسرار عورت کی طرف میری نشاندہی کی تھی' مشل کو دیکھ کر دل خوش ہوگیا' اس نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولی۔

''جناب پہچان تو لیا ہوگا۔''

''کیسی بات کرتی ہو مشل' بس کچھ ایسی ہی مصروفیات تھیں جن کی وجہ سے تم سے نہ مل سکی۔''

''دیکھئے ہم کچھ نہیں کہیں گے' خیر سنائیں کیسی ہیں آپ اور یہ حلیہ کیا بنا رکھا ہے؟''

''بس کچھ طبیعت خراب تھی۔''

''خیریت......''

''ایسے ہی کچھ ذہنی الجھنیں ہیں۔''

''ذہنی الجھنیں' ویسے تو نیند نہ آنے کی وجوہات مختلف ہوتی ہیں' لیکن شعرائے کرام نے اس مرض کی تشخیص کچھ محبت وغیرہ کی شکل میں کی ہے' کوئی ایسی بات تو نہیں؟''

''نہیں ہماری ایسی تقدیر کہاں' بس ماضی یاد آ گیا تھا' تنہائی کے کرب نے نجانے کیا کیا خواہشیں کی تھیں' لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی' خیر چھوڑو' ایک بات بتاؤ۔''

''ہاں ہاں بولو۔''

''میں تمہیں کیسی لگی؟''

''جواب نثر میں دوں یا نظم میں۔'' مشل نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا' اچھی شوخ وشنگ لڑکی تھی۔ ہنسنا بولنا جانتی تھی میں نے کہا۔

''سنجیدگی سے۔''

''یقین کرو' بار بار ملنے کو دل چاہتا تھا' لیکن عسکری کہتے تھے کہ ذرا سی احتیاط کرو' اپنی عزت اپنے ہاتھ ہوتی ہے' خیر چھوڑو' سناؤ کیسی گزر رہی ہے؟''

''مشل تمہیں حیرت ہوگی' یہ سمجھ لو کہ محبتوں سے محروم ہوں' یوں لگتا ہے جیسے لوگ میرے قریب آنا چاہتے ہیں' لیکن کچھ سوچ کر مجھ سے دور ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ میری تنہائیوں نے ہمیشہ دوستوں کی طلب کی ہے' میں بداخلاق بھی نہیں ہوں' سب سے خلوص سے ملتی ہوں' لیکن میرے شناسا اچانک مجھ سے دور ہو جاتے ہیں بغیر کسی وجہ کے......''

''تعجب ہے اور یہ الفاظ میرے لئے اجنبی ہیں۔'' مشل نے کہا۔

''چلو ٹھیک ہے۔ کیا کہہ سکتی ہوں اور کیا نہیں کہہ سکتی۔''

وقت گزرتا رہا اور پھر مشل نے کہا۔ ''آؤ باہر نکلیں۔ تمہاری طبیعت مجھے خاصی الجھی ہوئی معلوم ہوتی ہے' چلو گھومیں گے' پھریں گے۔'' ہم لوگ تیار ہو کر باہر نکل آئے اور اس کے بعد تقریباً کئی گھنٹے ہماری کار سڑکوں پر دوڑتی رہی' پھر مشل نے کہا۔

''یار بھوک لگ رہی ہے کہیں کھانا تو کھلا دو۔''

''ہاں ہاں جہاں تم کہو۔''

''چلو پھر میں تمہیں ایک عمدہ سے ہوٹل کا پتہ بتاتی ہوں' وہاں کا کھانا لاجواب ہوتا ہے۔''

خوبصورت ہوٹل میں لذیذ کھانے کی لذتیں بے مثال تھیں' دل الٹا پڑ رہا تھا' پاشا کی گمشدگی نے سب کچھ تباہ کر دیا تھا' مجھے یوں لگا جیسے میرا دل اس کی جانب راغب ہو' لیکن ان سارے دنوں میں میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ تقدیر میں محبتیں نہیں تھیں' بلکہ اس بات کے امکانات ہیں کہ میں جس سے بھی پیار کروں گی وہ کسی نہ کسی مشکل میں گرفتار ہو جائے گا۔ کچھ دیر کے بعد مشل بولی۔

''میں نے اور عسکری نے تمہارے سلسلے میں کافی باتیں کی ہیں' لیکن جانتی ہو عسکری نے مجھے کیا ہدایت کی تھی' اس نے کہا تھا کہ نشاء سے اس بارے میں کچھ نہ کہنا' وہ سوچے گی کہ خوامخواہ ہم اس کے ذاتی معاملات کرید رہے ہیں۔''

''ارے نہیں' یہ صرف تمہارا خیال ہے' چلو اگر یہ بات ہے تو میں تم سے معافی چاہتی ہوں کہ اتنے دن تک تم سے ملنے کی خواہش کے باوجود تم سے نہ مل سکی۔''

''عسکری کا کیا حال ہے؟''

''ٹھیک ہے' تمہارے بارے میں بہت سی باتیں ہوتی ہیں۔ اصل میں ہم تمہاری طرف اس لئے نہیں پہنچے کہ تم نے ہم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔''

''چلو ٹھیک ہے اب تو آ گئیں۔''

''ہاں اور آتے رہیں گے' نہ صرف میں بلکہ عسکری بھی' ویسے ایک بات کہوں' مجھے تمہارے والدین پر تعجب ہوتا ہے' تم جیسی معصوم لڑکی کو انہوں نے ملازموں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔''

''مختصر الفاظ میں تمہیں اپنے بارے میں تفصیل بتا چکی تھی' لیکن پھر تفصیل بتا رہی ہوں' یہ آج کی بات نہیں ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''مشل میں نے کبھی اپنے ماں باپ کو نہیں دیکھا۔ پہلے بھی تمہیں یہ بات بتائی تھی۔''

''کبھی بھی' دونوں کو۔''

''ہاں۔'' اور اس کے بعد میرے دل کے آبلے پھوٹ پڑے' میں نے اسے مختصراً اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا اور وہ تصویر حیرت بن گئی۔ خاموش ہونے پر بھی وہ کچھ نہ بولی اور دیر تک اسی عالم میں بیٹھی رہی' پھر اس نے پانی کا ایک گلاس ہونٹوں سے لگا کر خالی کر دیا۔

''ناقابل یقین سی بات ہے' بھلا کون یقین کرے گا' مگر ایسا کیوں ہے۔''

''کاش مجھے معلوم ہوتا۔''

''تمہارے ملازموں کو ضرور معلوم ہوگا۔ مجھے تو یہ کوئی بڑی سازش معلوم ہوتی ہے' معاف کرنا بہت سے خیالات دل میں آتے ہیں' تمہاری کوٹھی اور تمہارے رہن سہن کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ تم لوگ بے پناہ دولت مند ہو' ہوسکتا ہے تمہارے خلاف کوئی سازش کی جا رہی ہو' کوئی تمہاری دولت پر قبضہ کرنا چاہتا ہو' تمہارے خاندان کا کوئی فرد بھی ہوسکتا ہے۔''

''میرے خاندان میں کوئی نہیں ہے۔''

''تمہارے والد کا کوئی بزنس پارٹنر' کوئی بھی ایسا شخص جو تمہاری دولت پر نگاہ رکھتا ہو۔''

''ساری باتیں اپنی جگہ پر ہیں' مگر میرے ماں باپ ہیں کہاں' اگر وہ مر چکے ہوتے تو صبر آ جاتا' آیا ندیمہ بتاتی ہے کہ میرے والد مجھے ایک دوسری عورت کی آغوش میں ڈال دیا تھا' مجھے یہ

بھی پتا چلا تھا کہ رات کی تنہائیوں میں اکثر وہ کوٹھی میں آ کر اپنی لائبریری میں آتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں، وہاں پر کوئی نشان کہیں نہیں ہے۔“

”خدا کی قسم، دماغ چکرا گیا، لیکن میں ایک بات جانتی ہوں کہ تمہارے دونوں ملازموں کو حقیقت ضرور معلوم ہے۔“

”ہوسکتا ہے، لیکن تمہیں انتہائی چالاکی سے یہ سب کچھ معلوم کرنا ہوگا، کیا سمجھیں؟“

میں سوچوں میں ڈوبی رہی اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ ”مشل، میرا ساتھ دو میں بڑی اکیلی ہوگئی ہوں، بہت اکیلی، خاص طور سے پاشا کے اس طرح گم ہوجانے سے تم یقین کرو میرے اعصاب کشیدہ ہوگئے ہیں، پاشا کہاں چلا گیا۔ بہت اچھا انسان تھا، یقین کرو وہ میرے دل کے قریب پہنچتا جارہا تھا، پتہ نہیں اس کے ساتھ کیا ہوا؟“

مشل خاموشی سے میرا چہرہ دیکھتی رہی، پھر شام تک وہ میرے ساتھ رہی، میں نے اس سے کہا کہ ”وہ مجھے اپنے ساتھ گھر لے چلے“ تو اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا ”یہ پروگرام کل تک کیلئے ملتوی کردیا جائے گا۔“

بات سمجھ میں آگئی تھی، پھر میں نے مشل کو ایک ایسی جگہ اتار دیا جہاں سے اسے ٹیکسی مل سکتی تھی اور اس کے بعد اپنے گھر روانہ ہوگئی، مشل سے بہت ساری باتیں ہوئی تھیں اس نے مجھے بہت سے مشورے دیئے تھے اور انہی مشوروں کے تحت میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ آیا ندیمہ اور فیض بابا کے ساتھ اپنا رویہ خراب نہیں کروں گی، کوٹھی میں وہی سناٹا چھایا ہوا تھا جو اس کی تقدیر کا ایک حصہ تھا، میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ کوٹھی میں واپس آؤں۔ پتہ نہیں کیا کیا خیالات دل میں آتے رہتے تھے۔

پاشا کی یاد اب ایک حسرت بن گئی تھی۔ میں نے دل میں سوچا تھا کہ جو وقت اس کے ساتھ گزرا کتنا عجیب تھا، میں نے اپنا جائزہ بھی لیا تھا، کیا میرے دل میں پاشا کیلئے کوئی نرم گوشہ پیدا ہوگیا تھا، بات کچھ سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ بہرطور وقت تو گزرنا ہی تھا۔

دوسرے دن کوئی ساڑھے دس بجے کا وقت ہوگا کہ میرے موبائل پر اشارہ موصول ہوا اور میں نے فون ریسیو کرلیا، کوئی اجنبی نمبر تھا۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”مس نشاء ہارون سے بات کرنی ہے۔“

”جی بول رہی ہوں۔ کون صاحب ہیں؟“

”میں عسکری ہوں۔“

”اوہو عسکری صاحب، کم از کم اتنا تو ہوا کہ بے چاری مشل نے باپ کو میرے بارے میں یاد دلا دیا۔“

”نہیں ایسی بات نہیں ہے، مشل نے آپ کو یہ بھی بتا دیا ہوگا کہ ہم لوگ آپ کے سلسلے میں احساس کمتری کا شکار ہوگئے تھے۔“

''بڑی فضول سی بات ہے' آپ فوراً میرے پاس آیئے۔ مجھے آپ سے کام ہے۔''

''آرہا ہوں۔'' عسکری کی آواز سنائی دی اور موبائل بند ہوگیا' میں خود حیران رہ گئی تھی' بس میں نے رواروی میں ہی یہ بات کہہ دی تھی' لیکن بہرحال تھوڑی دیر کے بعد عسکری آ گیا' بہت خوبصورت لباس میں ملبوس تھا' ویسے بھی اس کی شخصیت بہت ہی پیاری تھی۔

''آیئے۔'' میں نے کہا اور وہ بولا۔

''گھر کے ماحول میں ہمیشہ گھٹن ہوتی ہے اور پھر ہم آپ تو ویسے بھی باہر کی دنیا کے رسیا ہیں' آیئے آیئے۔''

میں عسکری کے ساتھ چل پڑی۔ عسکری بہت خوش نظر آرہا تھا' میں نے کہا۔

''اس وقت مشل نہیں ہے آپ کے ساتھ۔''

''نہیں...... کیوں' آپ کے خیال میں کیا مشل کے بغیر میں کسی سے نہیں مل سکتا۔''

''نہیں میرا یہ مقصد نہیں ہے' ویسے آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں۔ نظر بد سے بچانے کیلئے آپ نے ان کو سیاہ شیشوں سے ڈھک لیا ہے شاید۔''

''اوہ مس نشاء! ایسی باتیں نہ کریں کہ میں بھٹک جاؤں۔''

''گھر کا راستہ۔'' میں نے سوال کیا۔

''نہیں زندگی کا راستہ۔''

''کیا مطلب؟''

''آپ ناراض ہوجائیں گی۔''

''نہیں نہیں آپ بتایئے' کیا کہہ رہے ہیں آپ؟'' میں نے کہا اور وہ خاموشی سے سڑک پر دیکھنے لگا' مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا تھا' کافی دیر تک اسی طرح گزر گئے' پھر اس نے چوراہے سے کار ایک سمت موڑ دی اور مسکرا کر بولا۔

''دیکھئے نا راستہ بھٹک گیا۔''

''کیسے؟''

''گاڑی سیدھی گھر کی طرف جا رہی تھی جہاں مشل ہماری منتظر ہوگی' لیکن اب یہ ایک خوبصورت ریستوران کی طرف جارہی ہے' جہاں پہلے میں آپ کو بہترین کافی پلواؤں گا' اس کے بعد ہم گھر جائیں گے۔ آپ اس جرأت کا برا تو نہیں مانیں گی۔''

''نہیں۔'' میں نے ہنس کر کہا۔ کافی واقعی شاندار تھی' میں نے اس کے گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

''آپ واقعی بڑے عجیب سے انسان ہیں۔''

''اگر آپ کی اس اپنائیت نے میرے دل میں آپ کیلئے محبت پیدا کردی تو کیا ہوگا۔'' اس نے بے باکی سے کہا اور میں سکتے میں رہ گئی' پھر وہ بولا۔

''اصل میں' میں بہت جلد باز ہوں' جو دل میں آتا ہے منہ سے نکل جاتا ہے۔''

''جی جی۔''

''آپ برا مان گئیں۔''

''نہیں۔''

''تو میری بات کا جواب دیجئے گا۔''

''جلد بازی نہیں۔'' میں نے کہا اور مسکرا دی۔

''نہیں کروں گا' ریستوران نہ ہوتا تو کان پکڑ لیتا۔''

''کافی بہت عمدہ ہے' اٹھ جایئے۔ مشل ہمارا انتظار کر رہی ہوگی۔''

''ایک عرض کروں۔ خدا کے واسطے آپ یہ نہ بتایئے گا کہ ہم لوگوں نے یہ تھوڑا سا وقت ریستوران میں گزارا ہے۔''

''میں ذرا سی الجھ گئی تھی' میرے دل میں عسکری کیلئے کوئی ایسا جذبہ نہیں پیدا ہوا تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ مشل بہت اچھی طبیعت کی لڑکی تھی اور مجھے بتا چکی تھی کہ عسکری سے اس کی منگنی ہو چکی ہے' عسکری نے اچانک ہی یہ باتیں شروع کر دی تھیں' عام طور سے مرد اس طرح کی باتیں کر دیتے ہیں۔ آخر کار' کار خوبصورت بنگلے میں داخل ہو گئی' سامنے بڑے دروازے پر مشل ہمارا استقبال کرنے کیلئے تیار کھڑی ہوئی تھی اور اس نے بڑی محبت سے ہمارا استقبال کیا۔

''آیئے۔'' ہم اندر جا کر ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے اور خاطر مدارت ہونے لگی' پھر مشل بولی۔

''ایک بات بتاؤں آپ کو' میں نے عسکری کو ساری کہانی سنا دی ہے اور عسکری خود بھی بڑی الجھن کا شکار ہو گئے ہیں' ایک منٹ میں ابھی آئی۔''

وہ بولی اور اٹھ کر باہر نکل گئی' عسکری نے کہا۔ ''مس نشاء! ہر چیز ہو سکتی ہے' اس دن کی وہ پراسرار عورت جو آپ کے بارے میں منصوبہ بندی کر رہی تھی اور پھر بعد کے حالات جو آپ نے مشل کو اور مشل نے مجھے بتائے' ویسے میں آپ سے ایک بات کہوں کہ آپ بالکل بے فکر رہیں' میں آپ کے ساتھ ہوں۔ ایک ایک کو دیکھ لوں گا' کوئی آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا' یہ میرا فرض ہے۔''

''میں خاموشی سے گردن جھکا کر سوچ میں ڈوب گئی' اس دوران مشل واپس آ گئی تھی' اس نے کہا۔

''آپ کی اور عسکری کی باتیں ہوئیں۔ میں نے عسکری سے کہا کہ نشاء جتنی پیاری لڑکی ہے تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہے' ہم بلاوجہ اس سے ملنے سے گریز کر رہے تھے۔ وہ تو بہت ہی اچھی طبیعت کی مالک ہے' عسکری کہتے ہیں کہ وہ تمہاری بھرپور مدد کریں گے نشاء۔''

''بہت شکریہ' میں واقعی بڑی تنہائی محسوس کرتی ہوں۔''

''ایک بات بتائیے نشاء۔''

''ہاں پوچھئے۔''

''آپ کا اپنا کوئی بینک بیلنس ہے؟''

''میرا خیال ہے کروڑ روپے کے قریب تو میرا ذاتی بینک بیلنس ہے۔''

''یہ پیسے کتنے عرصے سے بینک میں پڑے ہوئے ہیں۔''

''آپ یقین کیجئے مجھے کبھی ضرورت ہی نہیں پیش آئی' پاپا نے انہیں میرے نام سے اکاؤنٹ میں جمع کر دیا تھا' آج تک اکاؤنٹ چیک نہیں کیا گیا۔''

''اور فیض بابا اخراجات کہاں سے پورے کرتے ہیں؟''

''میں نے کبھی پوچھا ہی نہیں۔''

''کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں گی کہ میں ان لوگوں سے تھوڑی بہت سی معلومات حاصل کروں۔''

''آپ چلیں ٹھیک ہے آپ کر لیجئے۔''

''اگر کوئی تلخ بات ہوئی تو۔''

''میں دیکھ لوں گی' میں آپ کو اختیار دیتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے مس نشاء' ذرا غور کیجئے انہوں نے آپ کو کتنا دنیا سے الگ تھلگ کر کے رکھا ہے۔ کسی سے آپ کا رابطہ نہیں ہونے دیا' آخر کیوں کس کے اشارے پر۔''

پورا دن مشل اور عسکری کے ساتھ گزارا' بڑی خوشی ہو رہی تھی ان دونوں کے ساتھ' بہت عمدہ سا کھانا پکایا تھا مشل نے' میں خود بھی اس کے ساتھ باورچی خانے میں گئی تھی اور میرے لئے یہ زندگی کا بڑا انوکھا تجربہ تھا' پھر دونوں مجھے میری کوٹھی تک چھوڑنے آئے تھے۔ گھر کے ملازمین کے چہروں پر بے چینی تھی' لیکن کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ کوئی مجھ سے کوئی سوالات کرے' میرے گھر میں آ کر وہ کافی دیر تک میرے ساتھ بیٹھے اور پھر چلے گئے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ سب کے چہروں پر سوالات ہیں لیکن مجھ سے کسی نے سوال نہیں کیا تھا۔

میں سوچتی رہی نجانے کیا کیا ذہن میں آ رہا تھا' مصر کے عجیب و غریب کردار' پاشا کے سینے کا وہ زخم جو سو فیصد کسی خنجر کا زخم معلوم ہوتا تھا' لیکن پاشا آخر گیا کہاں' بڑا پرعزم اور شاندار نوجوان تھا' پتہ نہیں کیوں مجھے بار بار یاد آ جاتا تھا۔ نجانے کتنی رات گزر گئی' دل زیادہ گھبرایا تو اٹھ کھڑی ہوئی' باہر نکلی اور بے اختیار لائبریری کی جانب چل پڑی' لائبریری بہت پرسکون جگہ تھی' میں نے روشنی کئے بغیر چاروں طرف دیکھا۔

لیکن اچانک مجھے یوں لگا جیسے کمرے میں روشنی ہو رہی ہے' ہر چیز تو نظر آ رہی تھی' کتابوں کے شلف' میزیں' یہ روشنی در و دیوار سے پھوٹ رہی تھیں۔ اس کے علاوہ تصاویر جو دیواروں پر کندہ

تھیں' نقوش میں فراعین مصر کے دربار دکھائے گئے تھے' ان درباروں میں مشعلیں بھی تھیں اور یہی مشعلیں سفید نقطوں کی شکل میں نظر آ رہی تھیں۔ ایک طرف پتھر کے بخوردان بنے ہوئے تھے' جن سے دھویں کی سفید لہریں اٹھ رہی تھیں' لائبریری میں پھیلی ہوئی خوشبو کا مرکز یہی بخوردان تھے' پھر دربار فرعون میں مجھے ایک نقاب پوش عورت نظر آئی۔ اس کا چہرہ نقاب میں پوشیدہ تھا' بس آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔ آہ میں قسم کھاتی ہوں کہ میں نے ان آنکھوں کو متحرک دیکھا تھا۔ مجھے یوں لگا تھا کہ جیسے میری آمد سے قبل اس دربار میں کوئی اہم کارروائی جاری ہو اور میری بے جا مداخلت پر سب خاموش ہو گئے ہوں' میری واپسی چاہتے ہوں' منتظر ہوں کہ میں چلی جاؤں تو ان کی کارروائی کا آغاز ہو سکے۔ چاروں طرف سے مجھے اسی طرح کے اشارے موصول ہو رہے تھے' چنانچہ میں اس وقت لائبریری میں نہ رک سکی اور باہر نکل آئی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں واقعی دربار فرعون میں پہنچ گئی ہوں' یہ سب کچھ فریب نہیں تھا' مضمحل قدموں سے کمرے میں واپس آ گئی' ہونٹ سوکھ گئے تھے' گلے میں پیاس سے پھانسیں پڑ رہی تھیں' بیڈ روم میں رکھے فریج سے پانی نکالا اور اس سے سینہ ٹھنڈا کرنے لگی' جانے کتنا پانی پی گئی تھی اور اس کے ساتھ بستر پر لیٹ گئی۔

دوسرے دن سخت اضمحلال کا شکار تھی' نجانے کیا ہو گیا تھا' آپا ندیمہ مجھ سے ناشتے کے بارے میں پوچھنے آئی تو میں نے کہا۔

''صرف چائے پیوں گی۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔''

''کیا بات ہے نشاء بیٹی؟''

''بس کچھ بھی نہیں ہے آپ اپنے کام سے کام رکھیں۔''

آپا ندیمہ نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر واپس چلی گئی' پھر وہ میری پسند کا ناشتہ لے آئی' لیکن وہیں رک گئی تھی۔

''کیا بات ہے؟''

''نشاء کچھ بات کر سکتی ہوں تم سے۔''

''جی جی کہیے کیا بات ہے؟''

''بیٹا! ہم سے آپ کا کوئی رشتہ تو نہیں ہے' لیکن کبھی کبھی رشتے خون سے بھی زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔''

''نہیں آپا ندیمہ مجھے تو دکھ یہ ہے کہ مجھ سے سارے رشتے کیوں چھین لئے گئے' تمہارے بچے تمہیں پیار کرتے ہیں نا' میں بھی ایک نامعلوم تصور سے پیار کرتی ہوں' جس کے نقوش تک نہیں پہچانتی میں' بقول تمہارے میں اپنی ماں کو نہیں جانتی' کچھ عرصے پہلے میں اپنے باپ کو جانتی تھی' کیا سمجھیں' لیکن تم نے مجھ سے وہ تصور بھی چھین لیا' کیوں آخر کیوں......؟''

''بیٹی! بس تم خود بتاؤ یہ کیسے کر سکتی تھی میں' میں تو خود شرمندہ ہوں کہ میرے منہ سے حقیقت نکل گئی۔''

اسی وقت ایک ملازمہ آئی اور بولی۔ ''عسکری صاحب آئے ہیں۔''

''اوہو کہاں ہیں۔''

''ہم نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے۔''

''ٹھیک ہے میں آرہی ہوں۔'' میں نے کہا اور تیزی سے بال وغیرہ کو سنوار کر ڈرائنگ روم کی طرف چل پڑی۔ اندر عسکری اور مشعل دونوں موجود تھے۔ ان لوگوں سے دوبارہ ملاقات ہوگئی تھی' لیکن مجھے ان کے مل جانے کی بے انتہا خوشی تھی' لیکن بہر حال وہ کھڑے ہو کر بولے۔

''ہیلو نشاء کیسی ہیں آپ؟''

''میں ٹھیک ہوں۔ لیکن اس سے پہلے کہ ہم ایک دوسرے کی صحت معلوم کریں' آؤ ناشتہ کریں۔''

''ارے تم نے ناشتہ نہیں کیا؟''

''نہیں' بس سوتی رہی ہوں' اصل میں رات کو دیر تک نیند نہیں آئی۔''

''ہم لوگ بھی تمہارے بارے میں سوچتے رہے اور ہمیں احساس ہوا کہ تم بہت زیادہ خطرات میں گھری ہوئی ہو' نجانے تمہارے گرد جال بننے والوں کا منصوبہ کیا ہے۔''

میرا دل ایک دم سے جیسے مٹھی میں جکڑ گیا' مجھے تو ایک بہت ہی مضبوط سہارا ملا تھا' جمال پاشا' جس کے بارے میں یہ سوچتے ہوئے انتہائی دکھ ہوتا تھا کہ وہ کہاں چلا گیا۔ میرے پاس وسائل ہی کیا تھے جو میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتی' بہر حال جو کچھ بھی تھا بہت ہی ایسے کردار زندگی میں آتے ہیں جو کبھی نہ بھلائے جانے کیلئے ہوتے ہیں اور خاص طور سے جمال پاشا جو مجھ سے اسی طرح متاثر تھا' جس طرح میں' ایسا کم ہی ہوتا ہے اور پھر کس طرح وہ مجھ تک پہنچ گیا اور پھر کہاں غائب ہو گیا۔

''کیا سوچنے لگیں؟''

''نہیں کوئی خاص بات نہیں' رات کو دیر تک جاگتے رہنے کی وجہ سے ذرا سا ذہن الجھا ہوا ہے۔''

''تو چلو تم ناشتہ کرو۔''

''نہیں بس کافی پیوں گی۔''

''بات اصل میں یہ ہے کہ وہ جو کہتے ہیں نا کہ بعض لوگ خدائی فوجدار بن جاتے ہیں' میں ایک بار پھر تمہاری اجازت چاہتا ہوں نشاء' اصل میں' میں ان لوگوں کو منظر عام پر لانا چاہتا ہوں جو تمہاری الجھنوں کا باعث بنے ہوئے ہیں' جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ تمہیں نقصان پہنچانے والے

تمہارے اردگرد موجود ہیں اور تم مجھے اجازت دے چکی ہو کہ میں تمہارے لئے جو کچھ کرسکتا ہوں کروں' اس لئے سب سے پہلے میں تمہارے ملازموں سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔''

ایک عجیب سا احساس دل سے گزر گیا تھا' یہ لوگ عمر بھر میری غلامی کرتے رہے ہیں' کبھی کسی نے سرکشی کا تصور نہیں کیا' میری سخت روی پر بھی سر نہیں اٹھایا' آج ایک اجنبی شخص ان سے میرے موضوع پر بات کرے گا' لیکن میں کیا کرتی' کچھ بھی نہیں رہا تھا میرے ہاتھ میں' ایک عجیب و غریب شخصیت اختیار کرگئی تھی' پہلے کم از کم یہ سہارا تھا کہ ماں اگر اس دنیا سے چلی گئی ہے تو باپ تو ہے' کتنے مان سے میں تیونس گئی تھی پاپا کے ساتھ' لیکن اس کے بعد سے جو حالات بگڑے تھے تو آج یوں لگتا تھا جیسے میں اس گھر کا فرد ہی نہ ہوں' ملازم اگر چاہتے تو میرے احکامات سے انکار بھی کرسکتے تھے' بہرحال سب کچھ عجیب سا تھا۔ عسکری کی خواہش پر ہم بڑے ہال نما کمرے میں پہنچ گئے' وہاں پہنچ کر میں نے ایک ملازمہ کو آواز دی اور اس سے کہا کہ سب لوگ اندر آجاؤ اور رفتہ رفتہ سب لوگ اندر آگئے۔ عسکری نے ان کا تعارف حاصل کیا' پھر سب سے پہلے اس نے آیا ندیمہ سے سوال کیا۔

''آپ کب سے یہاں آئی ہیں ندیمہ صاحبہ؟''

''عمر گزر گئی صاحب' جوان آئی تھی بوڑھی ہوگئی۔''

''آپ کے شوہر اور بچے بھی یہیں ہیں؟''

''جی......''

''شوہر کہیں اور نوکری کرتے ہیں؟''

''نہیں۔''

''گویا آپ کا سارا کنبہ یہیں پلتا ہے۔''

''خدا میرے مالک کو سلامت رکھے۔'' آیا ندیمہ نے کہا۔

''اور آپ فیض بابا ہیں؟''

''جی......''

آپ کو یہاں کتنا عرصہ گزر گیا۔''

''اس سے پہلے میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔'' فیض بابا کے لہجے میں شدید زہریلا پن تھا' عسکری چونک کر انہیں دیکھنے لگا' فیض بابا نے رکے بغیر کہا۔

''آپ کون ہیں' پہلے اپنا تعارف کرائیے۔''

''آپ صرف جواب دیں' کوئی سوال نہ کریں' کیا اتنا کافی نہیں ہے کہ مس نشاء میرے ساتھ ہیں۔''

''جی ہاں اتنا کافی تو ہے۔'' فیض بابا اسی انداز میں بولے۔

''کافی شاطر معلوم ہوتے ہیں' اصل میں مجھے بال کی کھال اتارنی ہے۔''

''مشکل ہوگا صاحب آپ کیلئے۔'' فیض بابا نے پتھریلے لہجے میں کہا۔

''میں آپ سے ایک بات کہوں' مجھے مکمل اختیارات حاصل ہیں۔''

''نہیں' آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے' آپ کو زیادہ سے زیادہ یہ رعایت دی جاتی ہے کہ دو چار باتیں کریں اور اس کے بعد یہاں سے چلے جائیں۔''

''آپ عسکری صاحب سے بدتمیزی کر رہے ہیں فیض بابا۔''

''ہاں بی بی جانتا ہوں' ایسا ہی کر رہا ہوں۔ ایک بات بتایئے ذرا۔'' فیض بابا نے کہا۔

''جی۔''

''یہ صاحب کس حیثیت سے اتنی معلومات حاصل کر رہے ہیں' ان کا اپنا شجرہ نسب کیا ہے؟''

''آپ بہت زیادہ بول رہے ہیں۔''

''ہاں مجھے بولنے دیجئے' پورا غور کر کے ہی میں یہ بات کر رہا ہوں۔''

''دیکھو میں بہت بڑا آدمی ہوں' تم لوگوں نے جو جال بن رکھا ہے اس کے بارے میں تم سے سوالات کر رہا ہوں اور تمہیں جواب دینا ضروری ہوگا۔''

''دیکھیں صاحب! میں آپ کو بات بتاؤں' ہارون دانش صاحب کا ایک وصیت نامہ ہے جس میں ہم سب لوگوں کو یہ طے کر دیا گیا ہے کہ کون کیا ہے اور کیا رہے گا۔ اس وصیت نامے میں میری جو حیثیت ہے اس کے تحت میں آپ کے کسی سوال کا جواب دینے کیلئے مجبور نہیں ہوں۔'' فیض بابا اس وقت بالکل مختلف شخصیت نظر آ رہے تھے۔

''تم یوں کیوں نہیں کہتے کہ تم دانش صاحب کی دولت پر عیش کر رہے ہو اور ان سب کو بھی عیش کرا رہے ہو' تم ایک سازشی انسان معلوم ہوتے ہو' مجھے شبہ ہے کہ تم نے ہارون دانش صاحب کو یا تو ہلاک کر دیا ہے یا کہیں قید کر رکھا ہے تاکہ ان کی دولت کو اپنے تصرف میں لاسکو۔''

''میں نے کہا نا آپ اس سلسلے میں قانون کا سہارا لیں' کیا سمجھ کر آپ یہ بات کر رہے ہیں' آؤ ندیمہ آؤ۔'' فیض بابا نے کہا اور آپا ندیمہ کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گئے' پھر دروازے پر رک کر دوسرے ملازموں سے بولے۔

''جاؤ تم لوگ اور اپنا اپنا کام کرو یہ میں کہہ رہا ہوں۔''

''اس وقت مجھے یہاں فیض بابا کی حیثیت معلوم ہوئی' تمام ملازمین ان کے پیچھے ہی پیچھے باہر نکل گئے تھے' میں خود بھی سکتے میں رہ گئی تھی' فیض بابا کو ایک انوکھے روپ میں دیکھا تھا' بہت ہی انوکھے روپ میں' ادھر عسکری ایک دم سے شرمندہ سا ہو گیا تھا' اس نے ایک گہری سانس لی اور گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''یہ آدمی کافی چالاک معلوم ہوتا ہے' میرے خیال کی تصدیق ہو گئی ہے۔''

''اس نے آپ کی توہین کی ہے۔ عسکری میں انہیں معاف نہیں کروں گی۔''

''نہیں نہیں' یہ سب آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے' اب میرا کام براہ راست شروع ہو گیا ہے' میں دیکھوں گا کہ کون کس کے بل پر اکڑ رہا ہے' بہت سے چالاک انسان ہے یہ بوڑھا سانپ' بظاہر کینچلی میں لپٹا ہوا' لیکن سخت زہریلا۔''

''ہم سب اس کمرے سے نکل آئے' میں ان لوگوں کو لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھی تو سامنے ہی لائبریری کا دروازہ نظر آیا۔

''وہ۔'' عسکری نے اشارہ کیا۔

''ہاں وہ لائبریری ہے' یہیں کے بارے میں میں نے تمہیں بتایا تھا عسکری کہ دو یا تین بار مجھے یہاں پاپا کے سگار کی خوشبو پھیلی ہوئی ملی اور سگار کے ڈبے سے سگار بھی کم تھے۔''

''دیکھ سکتا ہوں میں اسے۔''

''ہاں آجاؤ۔'' میں نے کہا اور ہم لوگ لائبریری کی جانب چل پڑے' مجھے فیض بابا پر شدید حیرانی ہو رہی تھی' کمال کی شخصیت نکلی تھی ان کے اندر سے' ہم لوگ کمرے میں داخل ہوئے' کمرے کے اندر کا ماحول جوں کا توں تھا' خاموشی سناٹا' عسکری لائبریری کے بڑے عظیم الشان کمرے میں داخل ہو کر رک گیا' اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور پھر جہاں رکا تھا وہیں ساکت کھڑا رہ گیا۔ البتہ مشل نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

''یہاں سے باہر نکلو' خدا کیلئے یہاں سے باہر نکلو' چلو جلدی سے' میں' میں جا رہی ہوں۔'' ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ جلدی سے باہر نکل گئی' مجبوراً مجھے اور عسکری کو بھی باہر نکلنا پڑا تھا۔

''یہ کیا بچپن ہے مشل۔''

عسکری نے باہر آ کر کہا۔

''اف خدایا' اف میرے خدایا' کیسا ماحول تھا اس جگہ کا۔ لگتا تھا قدیم مصر کے کسی مقبرے میں داخل ہو گئے ہیں ہم' میں نے مصری اہرامین کے بارے میں سنا ہے' وہاں کے ماحول کا تصور کیا ہے' دعوے سے کہتی ہوں کہ وہاں کا ماحول اس جگہ سے مختلف نہیں ہوگا۔ مجھے انتہائی ڈر لگ رہا تھا وہاں' اندر قدم رکھتے ہی مجھے یوں لگا جیسے جیسے.....''

مشل نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''ہاں مس نشاء اب بتایئے کہ کیا کیا جائے۔''

''آپ نے کیا اندازہ لگایا مسٹر عسکری؟''

''یہ بوڑھا ملازم بہت خطرناک آدمی ہے' اگر یہاں کوئی سازش ہو رہی ہے تو اس کا سرغنہ یہی شخص ہے' مجھے غور کرنے دو' بہت سے خیالات دل میں آتے ہیں' خدانخواستہ یہ امکانات بھی ہو سکتے ہیں کہ اس شخص نے تمہارے والد کو قتل کر دیا ہو' جس وصیت نامے کا اس نے تذکرہ کیا ہے' ہو سکتا ہے

اس نے طاقت کے ذریعے یہ وصیت نامہ حاصل کیا ہو اور اسے کہیں محفوظ کر دیا گیا ہو' ظاہر ہے وہ وصیت نامہ تمہارے لئے ہی ہوسکتا ہے' انہوں نے یہ سارا جال پھیلا کر تمہیں معطل کر دیا ہے اور اب مزے سے وہ اپنی فوج کے ساتھ تمہاری دولت پر عیش کر رہے ہیں' میں ایک بات بتاؤں وہ تمہیں بھی ختم کر دیتا' لیکن اس کے بعد تمہاری دولت پر قبضے کرنے کا کیا جواز ہوتا۔''

''فیض بابا......''

میرے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

''ہوں' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی شخصیت ہی کچھ اور ہو۔''

''میرا ذہن کام نہیں کر رہا عسکری۔''

میں نے چکراتے ہوئے کہا۔

''میں نے تم سے کہا نا اپنی ساری پریشانیوں کا ٹھیکہ مجھے دے دو' میری زندگی میں تمہارا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا' کیا سمجھیں؟''

بہت دیر تک ہم باتیں کرتے رہے' پھر میں نے آیا ندیمہ کو بلایا اور انہیں ہدایت کی کہ مہمانوں کے کھانے کا انتظام کیا جائے' آیا ندیمہ نے اپنا کام بخوبی سرانجام دیا تھا۔ بہترین کھانا بنایا گیا تھا' ڈرائنگ ٹیبل پر عسکری نے کہا۔

''یہ غور کرنا ہے کہ آج کے بعد ان لوگوں کا ردعمل کیا ہوگا' بہرحال تم فکر نہ کرنا' میں اب یہاں بھرپور نگاہ رکھوں گا۔''

''تقریباً شام کے چار بجے وہ لوگ چلے گئے' میں نے ان سے رکنے کیلئے کہا تھا کہ مگر عسکری کو کچھ اور کام بھی کرنے تھے اس نے کہا تھا کہ وہ رات کو مجھے فون کرے گا' ان کے جانے کے بعد میں اداس ہوگئی۔ پتہ نہیں جو کچھ ہوا تھا وہ ٹھیک تھا یا نہیں' ان لوگوں کے ساتھ تو میرا بچپن گزرا تھا' عسکری فیض بابا کے بارے میں جو کچھ کہہ رہا تھا میرا دل اسے قبول نہیں کر رہا تھا' فیض بابا اور آیا ندیمہ کے ماضی پر نگاہ دوڑاتی تو وہ ہمیشہ میرے وفادار ہی نظر آتے تھے۔ ساری زندگی گزاری تھی انہوں نے' وہ دنیا میں تنہا تھے' کبھی ان کا کوئی عزیز ان سے ملنے نہیں آیا' کبھی کوئی گھر آسکتا تھا' یا کبھی وہ خود کسی کے پاس چلے جاتے' انہوں نے کس لئے میری دولت پر قبضہ کیا ہوگا' کبھی ایک رات بھی انہوں نے گھر کے باہر نہیں گزاری تھی' بہرحال اس وقت اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان کے ساتھ سخت زیادتی ہوئی تھی' خاص طور سے فیض بابا کے ساتھ۔

کوٹھی کے ماحول میں ذرا برابر بھی تبدیلی نہیں ہوئی' میرے احکامات کی تعمیل معمول کے مطابق ہو رہی تھی' سب کے چہرے بے شکن تھے۔ رات کو وعدے کے مطابق عسکری کا فون آیا۔

''جی میڈم کیا ہو رہا ہے؟''

''بور ہو رہی ہوں بری طرح آپ لوگ اتنی جلدی چلے گئے' اس کے بعد چہرے پاس کرنے

کیلئے کچھ نہیں تھا۔"

"مجھے احساس ہے اور تم یقین کرو میں ذہنی طور پر شدید الجھا ہوا ہوں تمہارے لئے لیکن......"

"لیکن کیا......؟"

"یہ خیال بھی ہے کہ تم نے نجانے میرے بارے میں کیا تصور قائم کیا ہوگا؟"

"کچھ نہیں، میں اس قدر الجھی ہوئی بلکہ تمہیں کیا کہوں کہ بے سہارا ہوں کہ ذرا سا سہارا بھی میرے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔"

"میں ذرا سا سہارا نہیں ہوں نشاء میں، میں تو بہت آگے بڑھنا چاہتا ہوں، لیکن بہرحال ایک حد مقرر ہوتی ہے ہر انسان کی۔"

"آپ کی حد کس نے مقرر کی ہے۔"

میں نے بے خیالی کے لہجے میں کہا۔

"سوچ لو، یہ الفاظ بہت گہرے ہیں نشاء، یہ میری دنیا تہہ و بالا کر سکتے ہیں۔"

"پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہیں آپ، میں کیا کہوں آپ سے؟"

"کچھ نہیں، لیکن اب جو کچھ ہوگا نشاء ان الفاظ کی روشنی میں ہوگا سمجھیں، آپ مجھے الزام نہیں دیں گی۔"

"ٹھیک ہے نہیں دوں گی بابا۔"

اتنی دیر میں کیوں؟"

"میں وہیں آکر بتاؤں گا، خدا حافظ۔"

دوسرے دن ٹھیک بارہ بجے عسکری میرے پاس آگیا۔ براہ راست اندر گھستا چلا آیا تھا اور پھر اس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ نے لباس تبدیل نہیں کیا؟"

"مشعل کہاں ہے؟"

"وہ نہیں آئی۔"

"کیوں؟"

"باہر چلیں بتاؤں گا، آپ لباس تبدیل کر لیجئے۔"

"باہر جانا ہے؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے، میں آتی ہوں۔"

بہرحال میں نے لباس تبدیل کیا اور باہر آگئی۔

''مشل کو بتا کر آئے ہیں آپ؟''

''کیا مشل مشل لگا رکھی ہے؟''

''وہ آپ کی منگیتر ہے' برا نہیں مانے گی۔''

''عسکری خاموش ہو گیا' پھر اس نے کہا۔''میں اس سے بہانہ کر کے باہر نکلا ہوں' میں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ آپ کے پاس آیا ہوں۔''

''ٹھیک ہے' ہم کہاں چل رہے ہیں؟''

''ساحل پر۔''

''ایک بات کہوں آپ سے' مجھے بار بار مشل کا خیال آ رہا ہے' اگر اس نے گھر فون کیا یا چلی آئی تو ملازم اسے بتائیں گے کہ میں آپ کے ساتھ باہر نکلی ہوں۔''

''ہاں یہ تو ہے۔''

عسکری نے کہا اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

✣✣✣

میں اس کی نگاہوں کو نہ سمجھ سکی' البتہ کچھ سوچ کر میں نے کہا۔

''مگر میری رائے ہے کہ اسے ساتھ رکھا کریں۔''

''ہر رشتہ ایک الگ الگ ہوتا ہے نشاء ہر ایک کو یہ مقام نہیں دیا جا سکتا' خیر کچھ کر لیں گے' فی الحال اب تو چل ہی پڑے ہیں تو موڈ خراب نہ کریں۔''

کچھ دیر کے بعد ہم ساحل پر پہنچ گئے' ساحل کے ایک دور دراز حصے میں ٹہلتے ہوئے ہم ایسی جگہ پہنچے جہاں پر انسانی زندگی کا دور دور تک دخل نہیں تھا۔

''ایک بات پوچھوں نشاء؟'' عسکری بولا۔

''ہاں۔''

''تم نے میرے اوپر کچھ زیادہ اعتماد نہیں کر لیا؟''

''کیوں؟''

''انسان ہوں' جوان ہوں' بھٹک سکتا ہوں' ہو سکتا ہے تمہیں نقصان پہنچ جائے میرے ہاتھوں۔''

''نہیں عسکری یہ ممکن نہیں ہے' میں اتنا نرم نوالہ نہیں ہوں' معاف کرنا جو سوال تم نے کیا ہے اس کا اسی انداز میں جواب دے رہی ہوں۔''

''سنسان ساحل کتنے رومان انگیز ہوتے ہیں۔''

''شاید۔'' میرا ذہن بھٹکا بھٹکا سا ہو رہا تھا' ایک طرح سے ڈبل مائنڈڈ ہو گئی تھی۔ جمال پاشا بے شک ہوا کے ایک جھونکے کی مانند آیا تھا لیکن اس نے مجھ پر جو اثرات قائم کئے تھے وہ بہت گہرے تھے۔ اپنا تجزیہ کرنا اپنے آپ کو پڑھنا شاید ناممکن ہی ہوتا ہے' انسان اپنا محاسبہ کرتے ہوئے عام طور سے اپنے نازک پہلو بچا جاتا ہے' چاہے وہ اپنے آپ ہی کو جواب کیوں نہ دے رہا ہو' پاشا کی یاد اب ایک دکھ بن گئی تھی' میں دعوے سے اب بھی یہ بات نہیں کہہ سکتی کہ مجھے پاشا سے محبت ہو گئی تھی' اصل میں' میں جن کیفیات سے گزر رہی تھی ان میں کسی کی بھی قربت اگر وہ مجھے محبت اور پیار سے اپنے قریب بلائے میرے لئے اہمیت اختیار کر سکتی تھی' کہیں سے بھی پاشا کا کوئی پتہ

نہیں چلا اور ایسے وقت میں عسکری میرے پاس آ گیا تو میں عسکری سے ہی منسلک ہوگئی اور اس کے بعد عسکری نے جو رویہ اختیار کیا تھا وہ بھی میرے حق میں تھا۔

روز ہی وہ آ جاتا تھا اور ہم لوگ کہیں نہ کہیں نکل جاتے' حیرت ناک بات یہ تھی کہ میں نے یہ شہر جہاں میں پیدا ہو کر جوان ہوئی تھی عسکری کے ہمراہ ہی دیکھا تھا' کبھی اس کے واقعات میں قدیم عمارتوں اور کھنڈرات پر غور نہیں کیا تھا' کیا نہیں تھا یہاں' لیکن کون تھا جو مجھے میرے شہر سے روشناس کراتا' میرا تھا ہی کون' ہارون دانش کے ساتھ مصروف رہا کرتی تھی اور وہی لمحے میری زندگی بن گئے تھے۔ غرضیکہ کافی دن اسی طرح گزر گئے' گھر کے لوگ بھی نارمل تھے' فیض بابا مجھ سے کچھ اکھڑے اکھڑے سے رہا کرتے تھے' لیکن بدتمیزی کبھی نہیں تھی۔ بہر حال اس طرح سے وقت گزرتا رہا' پھر ایک دن ذرا کچھ تبدیلی رونما ہوئی' مجھے مشل کا فون موصول ہوا تھا۔

''ارے مشل تم۔''

''بھول گئیں مجھے۔'' مشل کے لہجے میں کچھ عجیب سی کیفیت تھی اور ایک دم مجھے احساس ہوا کہ یہ کیا ہو گیا۔ مشل اور عسکری مجھے ساتھ ساتھ ملے تھے' عسکری مشل کا منگیتر تھا لیکن اب وہ روزانہ ہی میرے پاس آ جاتا تھا اور ہم لوگ مشل کو اس طرح بھول گئے تھے جیسے اس کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ اس وقت اچانک ہی مجھے ایک جرم کا سا احسا ہوا تھا مشل نے کہا۔

''ہیلو۔ کیا بات ہے طبیعت ٹھیک ہے؟''

''ہاں مشل کہاں غائب ہو؟''

''نہیں۔ نہیں۔ نشاء تم یقین کرو کہ میرے خیالات جس طرح بھی بھٹک چکے ہوں لیکن پتہ نہیں کیوں تمہاری عزت میرے دل سے کم نہیں ہوئی' میں تمہارا اب بھی اسی طرح احترام کرتی ہوں' یہ نہیں کہوں گی کہ تم سے محبت کرتی ہوں۔''

''مشل کیا ہو گیا ہے؟''

''یہ تم سوچو' میرے علم میں ہر بات ہے' تم باقاعدہ عسکری سے ملتی ہو' عسکری صرف تمہارے ہی گیت گاتے ہیں' مجھے بالکل درمیان سے نکال دیا گیا ہے' میں تم سے مشورہ کرنا چاہتی ہوں نشاء' میں کیا کروں' کیا عسکری کو بھول جاؤں' تمہارے حق میں دستبردار ہو جاؤں جیسا تم کہو' ویسے میں تمہیں بتا دوں کہ تمہارا یہ عمل میرے لئے حیرت ناک ہے اور ظاہر ہے مجھے دکھ ہوا ہے اور کچھ نہیں کہوں گی' سوچنا ذرا غور کرنا۔'' یہ کہہ کر مشل نے فون بند کر دیا' میں ہیلو ہیلو ہی کہتی رہ گئی اور اس کے بعد میرا ذہن عجیب سے سناٹوں میں ڈوب گیا' میں نے واقعی پچھلے دنوں پر غور کیا تو مجھے لگا کہ عسکری کی قربت بے شک ایک دلچسپ عمل ہوتا ہے' لیکن کیا میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں' کیا میں مشل کے حق پر ڈاکہ ڈال رہی ہوں' دل نے فوراً جواب دیا کہ نہیں اسے صرف تنہائی دور کرنے کا عمل کہا جا سکتا ہے۔ محبت نہیں اور محبت تو شاید مجھے پاشا سے بھی نہیں ہوئی تھی' بس ایک کٹی پتنگ تھی' فضا میں

ڈول رہی تھی' کوئی بھی لنگر ڈال کر پکڑنے کی کوشش کرلے' میرا اپنا کوئی عمل نہیں تھا' سوچتی رہی' پھر کیا کیا جائے' کیا نہ کیا جائے۔

عسکری آج نہیں آیا تھا' لیکن دن کے کوئی ساڑھے گیارہ بجے کا وقت تھا جب فیض بابا نے مجھے کسی کے آنے کی اطلاع دی۔

''نشاء بی بی ایک صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں' کہتے ہیں آپ سے ملنا ضروری ہے۔''

''کون ہیں؟''

''بزرگ آدمی ہیں' غالباً ایک پاؤں سے معذور ہیں' خاص قسم کی بیساکھی بغل میں دبی ہوئی ہے۔''

''کون ہوسکتے ہیں' چلو بلاؤ ڈرائنگ روم میں بیٹھاؤ۔''

''میں نے انہیں بٹھا دیا ہے۔'' فیض بابا نے جواب دیا۔

میں تیار ہوگئی اور اس کے بعد میں ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی' جو صاحب بیٹھے ہوئے تھے وہ خاصے عمر رسیدہ تھے اور ان کی شخصیت انتہائی جاذب نگاہ تھی' اس طرح کے بزرگ بہت اچھے لگتے ہیں' میرے ذہن پر ایک اچھا اثر پڑا تھا' میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا اور پھر بولے۔

''آپ نشاء ہارون ہیں۔''

''جی ہاں۔ میں آپ سے ناواقف ہوں۔''

''احمر جنیدی کہتا تھا کہ اس نے تمہیں میرے بارے میں بتایا تھا' کیا تمہارے ذہن میں کسی عدنان ثنائی کا نام محفوظ ہے۔''

''عدنان ثنائی' انڈونیشیا۔'' میں نے کہا۔

''ہاں' بالکل انڈونیشیا۔''

''اوہو' آپ کب تشریف لائے' اور ذرا مجھے ایک بات بتائیے کیا آپ کو احمر جنیدی کے بارے میں علم ہے جو واقعات ان کے ساتھ پیش آئے ہیں میں اپنے ذہن پر قابو نہیں پاسکتی تھی۔'' میرے ان الفاظ پر عدنان ثنائی کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں بیدار ہوا بلکہ انہوں نے کہا۔

''مجھے کئی دن ہوگئے آئے ہوئے' دو تین دن سے تم سے ملنے کی کوشش کر رہا ہوں' لیکن تمہاری بے پناہ مصروفیات کی وجہ سے کامیاب نہیں ہوسکا۔ اس وقت یہ طے کرکے یہاں آیا تھا کہ اگر مسٹر عسکری یہاں آبھی جائیں تب بھی میں تم سے ملوں گا۔''

''اوہو...... آپ عسکری صاحب کو جانتے ہیں؟''

''ہاں...... میں جانتا ہوں۔''

''اوہ...... اب میں فوراً ہی یہ نہیں پوچھوں گی کہ آپ انہیں کیسے جانتے ہیں؟''

''دوسرا سوال تم نے احمر جنیدی کے بارے میں کیا تھا' احمر جنیدی کافی زخمی ہے' لیکن اب بہتر ہوتا جا رہا ہے' وہ میرے پاس محفوظ ہے' میں نے اسے محفوظ مقام پر رکھا ہے۔''

میرے ذہن میں ایک چھناکہ سا ہوا تھا۔ احمر جنیدی کے ساتھ جو پراسرار واقعات پیش آئے تھے وہ میرے علم میں تھے اور بعد کے واقعات بھی انتہائی حیرت ناک تھے' یعنی یہ کہ پاشا کے بقول احمر جنیدی کو مردہ تصور کر کے مردہ گھر پہنچا دیا گیا تھا' لیکن مردہ گھر سے ان کی لاش غائب ہوگئی اور اب میں دوسرے پراسرار آدمی کے ذریعے اس کی زندگی کی خبر سن رہی تھی' لیکن بہرحال احمر جنیدی کی زندگی کے بارے میں خبر سن کر مجھے خوشی ہوئی تھی' میں نے کہا۔

''براہ کرم' ذرا مجھے ان کے بارے میں بتایئے' کیا کیفیت ہے ان کی؟''

''سر اور بازو میں شدید زخم آئے ہیں' بہت ہی شدید زخمی ہوا تھا وہ' لیکن قدرت نے اسے نئی زندگی دے دی۔''

''ہوں' واقعی بڑی عجیب سی بات تھی۔''

''اس کے علاوہ میں آپ کو ایک بات اور بتانا چاہتا ہوں مس نشاء ہارون۔''

''جی۔ جی۔''

''ایک شخص احمر جنیدی کی موت کا خواہاں ہے' وہ اسے ہر قیمت پر قتل کر دینا چاہتا ہے اور اس کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے' میں آپ کو کچھ ایسی اہم باتیں بتانا چاہتا ہوں جو آپ کو ممکن ہے ناپسند آئیں' لیکن بہرحال میرا فرض ہے کہ میں اس کے بارے میں آپ کو بتا دوں۔''

''وہ کون ہے جو احمر جنیدی کو قتل کر دینا چاہتا ہے۔''

''سن سکیں گی آپ اس کا نام؟'' عدنان ثنائی نے پراسرار لہجے میں کہا اور میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''میں نے پوچھا تھا سن سکیں گی آپ اس کا نام؟''

''کیا وہ ایسا ہی کوئی نام ہے؟''

''ہاں۔''

''تو بتایئے نا۔''

''نادر عسکری۔'' عدنان ثنائی نے کہا اور میرا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ ایک لمحے تو میں اپنی سماعت کو یقین دلاتی رہی کہ عدنان ثنائی نے یہی نام لیا ہے' پھر مجھے غصہ آ گیا اور میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ پائی۔

''کیا بکواس کر رہے ہیں آپ' کیا نام لیا ہے آپ نے' اندازہ ہے آپ کو۔''

''ہاں مجھے اندازہ ہے' بہت عجیب و غریب کھیل ہوا ہے بی بی' بہت عجیب و غریب کھیل ہوا نہیں ہے بلکہ ہو رہا ہے' سمجھ رہی ہو نا تم' جو کچھ ہوا ہے وہ بہت ہی پریشان کن ہے' احمر جنیدی نے

مجھ سے انڈونیشیا سے رابطہ قائم کیا اور مجھے اس کی کہانی سن کر یہاں آنا پڑا' کیونکہ وہ میرا بہترین دوست ہے۔''

''لیکن آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ عسکری انہیں قتل کرنا چاہتا ہے۔''

''اس کے جواب میں کچھ تصویریں دیکھنا ہوں گی تمہیں پیش کرتا ہوں۔'' عدنان ثنائی نے بغلی جیب سے ایک لفافہ نکالا' اس میں تین تصویریں تھیں' اس نے یہ تصویریں سینٹر ٹیبل پر پھیلا دیں' مختلف زاویے سے ایک ہی وقت میں بنائی گئی تصویریں تھیں' تصویروں میں تین افراد کی شکلیں تھیں' جن میں ایک نادر عسکری' دوسرا جو تھا وہ ناقابل یقین تھا' ایک لمحے کیلئے میری آنکھیں بند ہوگئی تھیں اور سر بری طرح چکرا گیا تھا' اس چہرے کو میں نہیں بھول سکتی تھی' یہ روشاق تھا' روشاق ایک پراسرار اور عجیب وغریب کردار' جسے میں زندگی سے دور کا انسان سمجھتی تھی' اس تصویر میں بھی وہ خونخواہ بلی اس کی گود میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میری حالت خراب سے خراب تر ہونے لگی' دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے' یوں لگتا تھا جیسے سر پھٹ جائے گا' تصویریں میرے سامنے تھیں اور میں غور کر رہی تھی کہ وہ کسی قسم کی کیمرہ ٹرک سے پاک ہیں یا نہیں' تصویروں میں عسکری روشاق' عسکری۔ عسکری جو مجھے ہوٹل میں اپنی منگیتر کے ساتھ ملا تھا اور اس نے اس عورت کی نشاندہی کی تھی اور پھر اس کوٹھی کی' خدا کی پناہ' خدا کی پناہ وہ کوٹھی جو میرے باپ کی ملکیت نکلی' لیکن یہ بات بھی مشکوک ہوگئی تھی کہ ہارون دانش میرے باپ ہیں تا نہیں' روشاق' تیونس میں کارچوک کی پہاڑیاں مجھے یوں لگا جیسے میں بے ہوش ہوجاؤں گی' میرا دماغ ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

تبھی عدنان ثنائی کی آواز ابھری۔ ''اور تم اس شخص کو جانتی ہونا جس کا نام روشاق ہے' یقیناً تم نے اس شخص کو پہچان لیا ہے۔''

''لیکن یہ یہ سب کیا ہے' آپ کو علم ہے کہ عسکری سے میری ملاقات کس طرح ہوئی' میں تو خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی' بلکہ ایک طرح سے کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ اس نے میری بڑی رہنمائی کی تھی۔''

عدنان ثنائی کے چہرے پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی' پھر وہ بولے۔ ''مزید انکشافات کروں بے بی تو تم یقین نہیں کر پاؤ گی۔''

''جی۔ جی۔''

''راتوں کو اکثر عسکری تمہاری لائبریری میں پایا جاتا ہے' اگر یقین نہ آئے تو تجزیہ کرلو' اگر تم اپنے اعصاب پر قابو کرسکتی ہو تو' وہ تمہارے والد کی لائبریری میں کیا تلاش کر رہا ہے۔ یہ اللہ ہی جانتا ہے' لیکن میں تمہیں بتا دوں کہ وہ سو فیصدی روشاق کا آلہ کار ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس وقت جب اس کی تم سے اچانک ملاقات ہوئی تھی روشاق اس سے نہ ملا ہو۔''

''تو کیا' کیا روشاق یہاں موجود ہے' اگر وہ ہے تو میرے والد ہارون دانش.....'' میں جملہ

پورا کرتے کرتے رک گئی' میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ عسکری' عسکری' عسکری۔
عدنان ثنائی میرا چہرہ دیکھتے رہے' پھر انہوں نے کہا۔ ''میں تمہیں کچھ اور تفصیلات بھی بتانا چاہتا ہوں۔ بے بی براہ کرم نادانی سے کام نہ لینا' مجھ سے تعاون کرو' تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔''
میرے ذہن میں شدید جھنجلاہٹ پیدا ہوگئی' میں نے تلخی سے انہیں دیکھا اور بولی۔
''آپ......آخر آپ لوگ مجھ سے یہ فضول باتیں کرنے کیلئے کیوں چلے آتے ہیں' آپ سب نے مجھے لاوارث کیوں سمجھ لیا ہے' میری کوئی مرضی ہی نہیں ہے' جسے دیکھو نصیحتوں کا پلندہ اٹھائے آجاتا ہے' آپ بتائیے کیا تعاون کروں آپ سے' بتائیے آپ کیا چاہتے ہیں؟'' عدنان ثنائی کے چہرے کے عضلات سخت ہوگئے' وہ سرد نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے' پھر بولے۔
''احمر جنیدی نے مجھے تمہارے بارے میں تفصیل سے بتایا ہے' مجھے ایک بات کا جواب دو' آخر ہارون دانش تیونس سے اچانک کہاں غائب ہوگئے اور اس وقت وہ اس قدر پراسرار حالات میں زندگی کیوں بسر کررہے ہیں جبکہ تمہیں علم ہے کہ وہ زندہ ہیں۔''
''آہ میرے خدا' میرے خدا میرا دماغ پھٹ جائے گا۔''
''نہیں' میں نے خود تم سے کہا ہے کہ اپنے اعصاب پر قابو پانے کی کوشش کرو۔''
''مجھے میرے پاپا کے بارے بتائیے' آپ بتا سکتے ہیں۔''
''ہاں۔'' عدنان ثنائی نے کہا اور میرے پورے بدن میں سنسنی کی لہریں دوڑ گئیں' لیکن مجھے شدید غصہ آرہا تھا' میں نے کہا۔
''تو پھر بتائیے۔'' میری آواز میں شدید غراہٹ تھی' لیکن عدنان ثنائی نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا اور بولے۔
''ہارون دانش اپنی تحقیق کے جال میں الجھ گئے ہیں' فراعنہ کی پراسرار زمین کا ایسا کوئی راز' کوئی ایسی انوکھی تحقیق جو دنیا کو چونکا دے' حتمی بات نہیں کی جاسکتی' ہوسکتا ہے یہ مافوق الفطرت قوتوں کا کوئی کھیل ہو' اگر ایک بار ہارون دانش مل جائیں تو پتہ چل جائے کہ یہ کیا قصہ ہے' یوں لگتا ہے جیسے وہ کسی سے خوفزدہ ہوں' سخت خوفزدہ' کسی پر بھروسہ نہ کرتے ہوں' حالانکہ بات جب بس سے باہر ہوجائے تو کسی کا سہارا حاصل کرلینا اچھا ہوتا ہے۔''
''میں کیا کروں مجھے بتائیے میں کیا کروں۔''
''میں تمہارے والد کا نوادرخانہ دیکھنا چاہتا ہوں۔'' عدنان ثنائی نے کہا۔
''ہرگز نہیں بالکل نہیں' میری آپ سے کوئی شناسائی نہیں ہے' آپ لوگ' احمر جنیدی اس کے ساتھ جو کچھ ہوا میرے گھر میں ہی ہوا' کس سے اجازت لی تھی اس نے' کیا ہوا تھا وہ سب کچھ' میرے باپ کے نوادرخانے میں' کیا تعلق تھا ان کا اس سے' کیا یہ مجرمانہ کارروائی نہیں تھی؟''
''ہوسکتا ہے اس میں تمہارے لئے بہتری نکل آئے۔'' عدنان ثنائی نے کہا۔

''آپ سارے کے سارے میری بہتری کے خواہاں کیوں ہیں' میں نے آپ میں سے کس سے کب مدد مانگی ہے؟''

''ٹھیک ہے تمہاری مرضی ہے جو کچھ کرتا تمہارے تعاون سے ہی کر سکتا تھا' اس سے زیادہ اور کیا حق پہنچا ہے' اچھا اجازت دو۔''

''جا سکتے ہیں آپ۔'' میں نے کہا اور عدنان ثنائی اٹھ گئے' میں خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھی رہی' وہ بیساکھی لگاتے ہوئے دروازے تک گئے' پھر رک کر بولے۔

''کیا تمہیں ان تصویروں کی ضرورت ہے؟''

''لے سکتی ہوں انہیں؟''

''ہاں رکھ لو' میں سمجھتا ہوں تم بچی ہو' جذباتی ہوگئی ہو اور سنو' اگر اپنے ارادے میں کوئی لچک پیدا کر سکو تو میں ہوٹل الاسکا کے روم نمبر تین سو آٹھ میں ہوں' وہیں فون کر لینا اور اگر چاہو تو مجھ سے مل لینا اور سنو ہو سکتا ہے تمہاری ملاقات احمر جنیدی سے بھی ہو جائے۔'' یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گئے اور میں سکتے کے عالم میں بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔

ساری دنیا بری لگ رہی تھی' ہر شے سے نفرت کا احساس ہو رہا تھا' بس وہ تصویریں سامنے تھیں' عسکری' عسکری بھی فریب ہے' اتنا بڑا فریب' لیکن یہ ہوا کیسے' وہ تو ایک سادہ سے انسان کی حیثیت سے مجھ سے ملا تھا اور اس کے بعد وہ روشاق کے جال میں کیسے پھنس گیا' روشاق وہ بدروح جسے دیکھ کر کسی بدروح کا احساس ذہن میں ابھرتا تھا۔ دماغ درد سے پھٹا جا رہا تھا' دل پر گھبراہٹ طاری تھی' سکون نہیں ملے گا' ساری رات دیوانگی کا شکار رہوں گی' ابھی بات کروں اس سے' ابھی بات کروں اس کمینے سے۔ مشل کو فون کروں یا نہ کروں' جا کر ملتی ہوں ان سے۔ فون پر تو کوئی بھی کہانی سنائی جا سکتی ہے' چہرہ سامنے ہوگا تو سچ اور جھوٹ کا پتہ لگے گا۔ ڈرائنگ روم سے باہر نکل آئی' کار کی چابی فیض بابا کے پاس تھی' ان سے چابی مانگی تو انہوں نے ذرا تکلف سے مجھے چابی دے دی' کار میں بیٹھ کر کار سٹارٹ کی' فیض بابا گیٹ کے پاس موجود تھے' کار کے سامنے آ گئے' دونوں ہاتھ سیدھے کر کے بولے۔

''کیا وقت ہو رہا ہے اس کا اندازہ ہے؟''

''چوکیدار گیٹ کھولو۔'' میں نے غرا کر کہا اور چوکیدار نے جلدی سے گیٹ کھول دیا۔

''آپ ہٹ جایئے سامنے سے فیض بابا' مجھے جانا ہے۔''

''ارے کمال کی لڑکی ہو تم' کیا سمجھا ہے تم نے آخر مجھے۔'' فیض بابا نے گرج کر کہا اور میں نے کلچ چھوڑ دیا' گاڑی گیئر میں تھی' تیر کی طرح آگے بڑھی' فیض بابا اگر پھرتی سے اپنی جگہ سے ہٹ نہ جاتے تو یقیناً کار کی لپیٹ میں آ جاتے' پھر بھی میں نے عقب نما آئینے میں انہیں زمین پر گرتے ہوئے دیکھا۔ گاڑی سڑک پر آ کر فراٹے بھرنے لگی۔ بہت سنبھل کر گاڑی چلائی' دماغ کی بری

حالت تھی' بار بار تصویریں ذہن میں ابھر آتیں' کیا یہ سچ ہے' شاید جھوٹ ہو' عسکری کا ان تصویروں سے کوئی تعلق نہ ہو' یہ کوئی کیمرہ ٹرک ہو' عدنان ثنائی کوئی غلط انسان ہو جو میرے اور عسکری کے درمیان دیوار بنا چاہتا ہو' آخرکار عسکری کی رہائشگاہ تک پہنچی۔ گاڑی لاک کر کے اندر داخل ہوئی تھی کہ سامنے مشل نظر آ گئی۔ ناکافی روشنی میں اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ نہیں ہوسکا تھا' لیکن اتنا ضرور محسوس کرلیا کہ اس کے انداز میں تپاک نہیں تھا' وہ خاموش کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں آگے بڑھی اور بولی۔

''خیریت مشل' کیسے کھڑی ہوئی ہو۔ یہاں...... عسکری ہیں۔''

''نہیں آؤ اندر آجاؤ۔'' اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہوگئی' وہ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئی اور بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی بیٹھ گئی' تیز روشنی میں اس کا چہرہ صاف نظر آرہا تھا' اجڑا اجڑا اور بے رونق۔

''عسکری کہاں گئے ہیں؟''

''اب وہ مجھے بتا کر نہیں جاتے۔''

''کیا بات ہے مشل' کیسی لگ رہی ہو آج؟'' میں نے سوال کیا' مگر وہ کچھ نہیں بولی' میں انتظار کرتی رہی' پھر میں نے کہا۔

''کیا میں چلی جاؤں؟''

''نہیں بیٹھو' میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں نشاء۔''

''کہو۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''قصور تمہارا نہیں ہے میں جانتی ہوں' غلطی سراسر میری ہے۔'' وہ بجھے ہوئے لہجے میں بولی۔

''تم لوگ بہترین اداکار ہو میں تسلیم کرتی ہوں' اب نئے ڈائیلاگ کیا ہیں تمہارے یہ تو بتاؤ۔'' میرے لہجے اور الفاظ پر وہ سخت حیران ہوئی' پھر متعجب لہجے میں بولی۔

''کیا تمہیں کچھ معلوم ہوگیا ہے؟''

''کیا معلوم ہوگیا ہے؟'' میں نے سوال کیا اور وہ رو پڑی۔

''عسکری مجھے واپس دے دو نشاء' وہ میرا منگیتر ہے' میں اس سے محبت کرتی ہوں' میرا اس کے سوا دنیا میں کوئی نہیں ہے' بس غلطی ہوئی مجھ سے مجھے معاف کردو' میرے سر پر ایک اور بم پھٹا تھا' میں لرز کر رہ گئی' بڑے زور کا چکر آیا اور میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ دیر تک اسی کیفیت کا شکار رہی' پھر میرے منہ سے آواز نکلی۔

''مشل۔''

''ہاں' وہ میرے سگے تایا کا بیٹا ہے۔ ہماری منگنی بچپن میں ہوگئی تھی' میرے تایا عسکری کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے' عسکری کو میرے والدین نے پرورش کیا۔ پھر میری والدہ کا انتقال

ہوگیا' ہم دونوں ایک دوسرے کے سہارے ہی جی رہے تھے۔ عسکری تعلیم مکمل کر رہا تھا کہ اس کی والدہ کا بھی انتقال ہوگیا اور پھر میرے والد کا' وہ بہت ہی روشن ذہن کا مالک ہے' وہ زندگی کو کسی اونچے مقام پر دیکھنا چاہتا ہے' اس نے پرانا مکان بیچ کر یہ مکان خریدا اور کسی اعلیٰ ملازمت کی تلاش میں سرگرداں ہوگیا' لیکن ملازمت آسانی سے کہاں ملتی ہے' اس کی امیدیں ٹوٹتی رہیں' اس کے بعد وہ برے انداز میں سوچنے لگا' وہ ہر قیمت پر دولت کمانا چاہتا تھا' چاہے اس کے راستے غلط کیوں نہ ہوں اور وہ اس کیلئے سرگرداں رہا' پھر اس کے مطلب کے لوگ مل گئے' شاید ایسے لوگ جن کے ذریعے وہ دولت حاصل کرسکتا تھا۔ پرانا مکان فروخت کر کے نئے مکان کی خریداری اور اس پر ہونے والے دوسرے اخراجات کے بعد ہم لوگ اتنے پریشان ہوگئے تھے کہ کبھی کبھی ہمارے پاس کھانے کیلئے بھی پیسے نہ ہوتے تھے۔ وہ قرض ادھار لے کر کام چلا رہا تھا' لیکن لوگوں نے اسے کار خرید کر دی۔ سارے اخراجات پورے کردیئے اور اس کے بعد اس نے مجھے اپنے منصوبے میں شامل کرلیا۔ اس نے کہا کہ ایک شاندار مستقبل کے حصول کیلئے ہمیں مل کر کام کرنا ہوگا' وہ یہ کام تنہا نہیں کرسکتا تھا' تمہیں اندازہ ہوگیا ہوگا نشاء کہ میری مجبوریاں کیا تھیں' اس کی منگیتر ہوں میں' اس سے میری زندگی وابستہ ہے اور پھر اس کے سوا میرا اس دنیا میں اور کوئی نہیں ہے' پھر بھی میں بڑی مشکل سے راضی ہوئی تھی' کیونکہ اس وقت جب ہم تم سے پہلی بار ملے تھے تاسادہ لوح اور غریب سے لوگ تھے' لیکن اس کے بعد اچانک ہی سب کچھ ہوگیا' اس نے مجھے اپنا پورا منصوبہ کبھی نہیں بتایا' لیکن اس منصوبے کا مرکز اچانک تم بن گئی تھیں۔''

میں سر پکڑے ساری باتیں سن رہی تھی' میں نے کہا۔ ''مگر کار تو تمہارے پاس پہلے سے موجود تھی۔''

''ہماری اپنی نہیں تھی' بس آغاز اسی دن سے ہوا جب عسکری نے اس عورت کی باتیں سنیں اور اس کے بعد تمہاری مدد کی' بس یوں سمجھ لو کہ اس دن کے بعد سے کچھ لوگ اس کے پیچھے لگ گئے اور اسے آخر کار ٹریپ کرلیا گیا' لیکن اب جو صورتحال ہے وہ بڑی خطرناک ہو چکی ہے۔''

''وہ کیا؟'' میں نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''وہ تمہاری محبت میں گرفتار ہو چکا ہے۔''

''خوب......'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''یہ سچ ہے اس نے مجھ سے گریز کرنا شروع کردیا ہے' مجھ سے زیادہ اسے اور کون جانتا ہے' بچپن سے آج تک ساتھ رہی ہوں' اب وہ مجھ سے نہیں تم سے محبت کرتا ہے۔''

میرے ذہن میں ایک زہریلا سا احساس جاگا تھا' میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔ ''میرے خیال میں یہ الفاظ بھی تمہارے منصوبے ہی کا حصہ ہیں۔''

مشعل نے شکایت بھری نظروں سے مجھے دیکھا' پھر آہستہ سے بولی۔

''جو دل چاہے کہہ لو۔ میں نے تمہارے ساتھ کوئی ایثار نہیں کیا ہے بلکہ اپنا مستقبل بھی بچانا چاہتی ہوں۔'' آگے تمہیں اختیار ہے۔

''تمہارے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہئے۔'' میرا لہجہ اب بھی طنزیہ تھا۔

''تحقیق کرو اور اگر میری بات سچ نکلے تو اسے دھتکار دو۔ اپنے آپ سے دور کر کے اپنا تحفظ کرو۔

''اس سے کیا ہوگا۔''

''وہ مایوس اور بددل ہو جائے گا۔ پہلے وہ ایسا نہیں تھا' لیکن اب برے لوگوں کے جال میں پھنس گیا ہے' ناکامی اسے اس کی دنیا میں واپس لے آئے گی۔

''ایک بات کہوں مشل۔''

''ہاں' بولو۔''

''ممکن ہے تم جوش رقابت میں جھوٹ بول رہی ہو۔''

''میں نے کہا ہے کہ پہلے تحقیق کر لو' پھر فیصلہ کرنا۔''

''وہ لوگ کون ہیں جن کیلئے وہ کام کر رہا ہے۔''

''میں نہیں جانتی۔''

''کچھ تو روشنی ڈالو ان پر۔''

''وہ موبائل فون پر رابطہ رکھتے ہیں۔''

''اس وقت وہ کہاں ہے۔''

''میں نہیں جانتی۔''

''ٹھیک ہے۔ میں تمہارے اس انکشاف پر غور کروں گی۔ چلتی ہوں۔'' میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بیٹھو نشاء۔ پلیز۔'' وہ عاجزی سے بولی۔

''ہونہہ۔ میں نے نفرت سے ہونٹ سکوڑے اور باہر نکل آئی۔ پھر کار میں بیٹھ کر چل پڑی۔ ہوش و حواس ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ کار کیسے ڈرائیو کر رہی تھی کوئی اندازہ نہیں تھا۔ مشل کا کوئی قصور نہیں تھا' وہ محبت کی ماری تھی۔ لیکن عسکری...... اور پھر عدنان ثنائی کے انکشافات کی مکمل تصدیق ہو گئی تھی۔ عسکری فریبی' مکار ہے۔ بہت افسوس ہو رہا تھا۔ ایسے وقت میں جمال پاشا یاد آیا اور میرے منہ سے آہ نکل گئی۔

''آپ سب کو ایک کمرے میں بند کروں گی اور پھر پوری کوٹھی میں پٹرول چھڑک کر اس میں آگ لگا دوں گی۔ خود بھی باہر نہیں جاؤں گی اور یہیں جل مروں گی۔ سمجھے آپ فیض بابا اور شاید آپ کو اندازہ ہو کہ میں جو کہتی ہوں کر دکھاتی ہوں۔

''تم پاگل ہو چکی ہو۔''

''ہاں فیض بابا۔ میں پاگل ہو چکی ہوں۔''

''اس کے باوجود تمہیں کچھ انتظار کرنا ہوگا۔''

''کیسا انتظار۔''

''بدنصیبی ہے ہماری کہ ہم نمک حرام نہیں ہیں۔''

''کیا مطلب۔''

''دانش ہارون آجائیں تو ہم سب کچھ ختم کر کے لعنت بھیج دیں اس وفاداری پر۔ اور یہاں سے چلے جائیں۔ میں وہ لمحے کبھی نہ بھول سکوں گا جب تم نے میرے اوپر گاڑی چڑھا دی تھی۔

''تم بھی تو میرے ساتھ یہی سلوک کر رہے ہو فیض بابا۔ کتنا فرق آگیا ہے تمہاری زبان میں۔ کیا تم اسی طرح مجھے مخاطب کرتے تھے۔''

''اور تم نشاء بی بی۔'' فیض بابا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''وجہ ہے اس کی۔''

''کیا؟''

''تم مجھ سے جھوٹ بولتے رہے ہو۔''

''کیسا جھوٹ۔''

''کون جانے دانش ہارون۔'' اب دنیا میں ہیں یا نہیں۔ تم نے عسکری کے سامنے پاپا کے وکیل کا حوالہ دیا تھا' جس کے پاس پاپا کا وصیت نامہ موجود ہے۔

''ہاں۔'' دیا تھا۔

''کیا وہ سچ تھا......''

''بالکل سچ تھا۔''

''میں اس وکیل سے ملنا چاہتی ہوں۔''

''میں نے منع کر دیا ہے تمہیں۔''

''آخر کیوں۔''

''اس لئے کہ مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔''

''کس کی اجازت نہیں ہے۔''

'میرے مالک کی۔''

''میں تمہیں اسی مالک کی بیٹی کی حیثیت سے حکم دے رہی ہوں کہ مجھے وکیل کے بارے میں بتاؤ۔''

''یہ ممکن نہیں ہے۔''

''تب فیض بابا مجبوری ہے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ پولیس سٹیشن جاؤں اور آپ لوگوں کے

خلاف رپورٹ کروں۔ میں بتاؤں کہ آپ لوگ مجھے میری دولت اور میری جائیداد کے بارے میں اندھیرے میں رکھ رہے ہیں۔'' فیض بابا مجھے دیکھتے رہے' پھر بولے۔ ''ٹھیک ہے' تم ایسا ہی کرو۔ ہم گرفتار ہو جائیں اس طرح ہماری وفاداری کا بھرم تو قائم رہ جائے۔'' یہ کہہ کر فیض بابا باہر نکل گئے۔

دن کو گیارہ بجے عسکری آ گیا۔ میری خوابگاہ کے دروازے پر دستک دی اور کہا۔ ''میں اندر آ سکتا ہوں۔'' میں نے اس کی آواز پہچان لیا اور سخت لہجے میں کہا۔ ''ملازم سے کہو ڈرائنگ روم کھولے۔ وہاں جا کر بیٹھو میں آ رہی ہوں۔''

پتہ نہیں میرے لہجے اور الفاظ پر عسکری پر کیا ردعمل ہوا' لیکن دوبارہ اس کی آواز نہیں سنائی دی۔ میں نے واش روم میں جا کر حلیہ ٹھیک کیا' عسکری سے مجھے بے پناہ نفرت کا احساس ہو رہا تھا' بہرحال میں ڈرائنگ روم کی طرف چل پڑی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی' وہ صوفے پر بیٹھا ہوا تھا' مجھے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور ہکلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''نشاء کیا ہوا۔ یہ تم......'' لیکن میں نے اسے جملہ پورا نہ کرنے دیا۔

''مسٹر عسکری مجھے آپ کے فریب کا علم ہو گیا ہے اور اس طرح میرے اور آپ کے درمیان تمام رابطے ختم ہو گئے ہیں۔ مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے لفظوں میں احتیاط برتیں۔

''وہ جھاگ کی طرح آہستہ آہستہ بیٹھ گیا۔ اس نے گردن جھکا لی تھی۔ میں اس کے سامنے صوفے پر جا بیٹھی۔

''جی مسٹر عسکری۔''

''وہ سب کچھ سچ ہے' جو مشل نے آپ کو بتایا ہے لیکن نشاء اب میں آپ کو چاہتا ہوں۔ آپ یقین کیجئے نشاء اب میں دنیا میں کسی چیز کی پروا نہیں کرتا۔''

''زبردست۔ میرے بعد آپ کیسے جائیں گے۔''

''دیکھو نشاء میں خود کو مجرم مانتا ہوں' لیکن میرے دل میں اب صرف تمہارا پیار ہے۔ میں ہر چیز پر لعنت بھیجتا ہوں۔ کچھ نہیں چاہئے مجھے تمہارے پیار کے سوا اور یہ بھی تمہیں بتا دوں کہ تمہیں میری ضرورت ہے۔ تم بہت سے دشمنوں میں گھری ہوئی ہو۔ میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔''

''اور کوئی خاص بات۔''

''نشاء میری بات سنو۔ غلطی انسان سے ہی ہو جاتی ہے' مجھ سے بھی ہو گئی' بس ایک بار معاف کر دو۔''

''کس کیلئے کام کر رہے ہو عسکری۔ کون لوگ ہیں وہ اور کیا چاہتے ہیں۔'' میں نے بدستور طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

''ان کا سرغنہ ایک عجیب و غریب انسان ڈاکٹر روشاق ہے' وہ دانش ہارون صاحب کی تلاش میں ہے۔''

''کیا کہتا ہے وہ ان کے بارے میں۔''

''اسے کسی اہم کام کیلئے ان کی تلاش ہے' اس کا خیال ہے کہ تمہیں یا تمہارے نوکروں کو ان کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ لیکن کسی نہ کسی طرح تمہارے والد تمہارے اردگرد کہیں موجود ہیں اور وہ تم پر نگاہ رکھتے ہیں' روشاق نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہارے قریب ہونے کی کوشش کروں' تمہیں اپنی محبت کے جال میں پھانس کر ایسے ذرائع تلاش کروں جن سے اسے تمہارے والد کی تلاش میں آسانی ہو۔''

''وہ کیا کہتا ہے' دانش ہارون زندہ ہے۔''

''ہاں سو فیصدی۔ وہ دعوے سے یہ بات کہتا ہے۔''

''لیکن آپ کا خیال تو مختلف تھا۔ آپ میرے ملازموں پر شبہ کر رہے تھے۔''

''ڈرامہ تھا وہ سب۔ جو میں نے روشاق کیلئے کیا' وہ چاہتا تھا کہ اس طرح کوئی ایسا کردار سامنے آجائے جو تمہارے والد کے بارے میں جانتا ہو۔''

''آپ اس کی وفاداری سے منحرف کیسے ہو گئے مسٹر عسکری۔''

''اس لئے کہ میں تمہیں پورے خلوص سے چاہنے لگا ہوں۔''

''اور مشل کے بارے میں کیا سوچا آپ نے۔''

''ہم اسے تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ اس کے مستقبل کیلئے سب کچھ کریں گے۔''

''لیکن اس سے پہلے آپ اس سے چاہت کا اظہار کر کے رہیں گے۔''

''میں اسے اپنی ایک ذمہ داری سمجھتا ہوں۔''

''کیوں۔''

''اس لئے کہ اس کے باپ نے میری پرورش کی ہے۔ اس کے اچھے مستقبل کی ذمہ داری میں اب بھی پوری کروں گا۔''

''ٹھیک۔ میرے والد کی لائبریری سے آپ کیا کیا چرا کر لے جا چکے ہیں۔ میں نے سب سے کاری وار کیا اور عسکری سکتے میں رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ بات مجھے مشل نہیں بتا سکتی' کیونکہ اسے معلوم ہی نہیں تھا بمشکل تمام اس کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

''مم...... میں سمجھا نہیں۔'' میں ہنس پڑی۔

''یہ پہلا سوال ہے عسکری صاحب۔ ابھی تو آپ سے بہت سے سوالات کرنے ہیں۔ یہ فیصلہ کر لیجئے کیا آپ سچ بول سکتے ہیں۔''

''میں سمجھ گیا اس چور نے تم سے رابطہ کیا ہے' مگر تم نے اس سے یہ نہیں پوچھا نشاء کہ وہ خود یہاں کیا کر رہا تھا۔

''ایک سوال اور مسٹر عسکری۔ وہ چور یہاں جو کچھ بھی کر رہا تھا' لیکن مجھ سے محبت کا دعویٰ

کرنے والے عسکری صاحب یہاں کیا کر رہے تھے۔''
''میں نادانیوں کا شکار تھا اس وقت۔''
''خوب' خوب' کیا کیا لے گئے آپ یہاں سے۔ آپ نے بتایا نہیں۔''
''تمہارے والد کی تصویر اور کچھ کتابیں۔'' وہ گردن جھکا کر بولا۔
''کوئی قیمتی چیز تو ہاتھ نہیں لگی آپ کے۔ ویسے آپ بہت چالاک ہیں۔ عسکری صاحب۔''
''چچ...... چالاک......''
''میرے قریب آ کر آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ روشاق آپ کو جو بھی دے گا میری رفاقت اس سے لاکھ گنا زیادہ قیمتی ہے' چنانچہ مجھے اپنی محبت کے جال میں پھانس کر آپ زیادہ فائدے میں رہیں گے۔

چنانچہ مجھے اپنی محبت کے جال میں پھانس کر آپ روشاق سے معاوضہ وصول کرنے کے بجائے براہ راست میری دولت پر قبضہ کیوں نہ کریں۔ لیکن...... ناکام ہو گئے' آپ عسکری صاحب۔ ناکام ہو گئے۔''
''خدا کی قسم یہ بات نہیں ہے نشاء۔ میرے دل میں تمہاری محبت جاگ اٹھی ہے۔ اب تمہارے سوا مجھے کسی اور چیز کی طلب نہیں ہے۔ بھلا میں ان لوگوں سے تمہارا تحفظ کرنا چاہتا ہوں' سچ بول رہا ہوں میں۔''
''مجھے کسی باڈی گارڈ کی ضرورت نہیں ہے عسکری صاحب اور پھر اگر ہوتی بھی تو آپ جیسے مکار آدمی کی نہیں۔''
''میری بات سنو نشاء۔''
''میری طرف سے ایک تحفہ بھی قبول کرنا ہے۔''
''تحفہ؟''
''جی!''
''کیا تحفہ......'' وہ بدحواسی سے بولا اور میں نے تصویروں والا لفافہ نکال کر اس کے سامنے ڈال دیا۔
''یہ...... یہ کیا ہے۔''
''ملاحظہ فرمالیں......'' میں نے زہریلے لہجے میں کہا اور اس نے لفافے میں سے تصویریں نکال لیں۔ یہ تصویریں دیکھ کر اس کی حالت اور خراب ہو گئی۔
''یہ...... یہ کہاں سے آئیں۔'' وہ ہکلا کر بولا۔
''بکواس بند کریں۔'' میں نے نفرت سے کہا۔
''دیکھو نشاء۔''

''اس کے بعد بھی آپ یہاں موجود ہیں۔ آپ خود یہاں سے چلے جائیں گے یا میں ملازموں کو بلاؤں۔'' میں نے کہا۔

''میری بات سنو۔''

''اور اس کے بعد آپ کبھی یہاں نہیں آئیں گے' ورنہ ملازم آپ کو ماریں گے۔''

''او کے نشاء' ٹھیک ہے۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ اب میں تمہارا سایہ ہوں' کبھی تم سے دور نہیں رہوں گا اور ایسا بس اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر کروں گا۔''

''گیٹ آؤٹ۔'' میں نے ڈپٹ کر کہا اور وہ مرے مرے قدموں سے باہر نکل گیا۔ اس کے ساتھ یہ سلوک کر کے بڑی خوشی ہو رہی تھی۔ اپنے بارے میں آخر کار یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ اس دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔ تنہا پیدا ہوئی ہوں اور مجھے یہ تنہائیاں قبول کر لینی چاہئیں۔''

دو دن گزر گئے۔ وہی پہلے جیسا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ میں نے مشل یا عسکری سے پھر کوئی رابطہ نہیں کیا تھا' پھر اس دن فیض بابا اچانک میرے پاس آ گئے۔

''اے کے ہمدانی صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔''

''کون ہیں یہ۔''

''دانش ہارون صاحب کے وکیل۔''

''کون۔''

''وکیل صاحب۔'' میں نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے۔ فیض بابا نے کہا اور میں اچھل کر کھڑی ہو گئی' پھر جب ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ اے کے ہمدانی بڑی پروقار شخصیت کے مالک تھے۔ میرے سلام کا جواب البتہ انہوں نے بڑی سرد مہری سے دیا تھا اور بغیر کسی تمہید کے کہا۔

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ان دنوں بہت سرگرم ہو اور اپنے باپ کا راز جاننے کیلئے سرگرداں ہو۔''

ان الفاظ نے مجھے گرم کر دیا...... میں نے کہا۔ ''آپ اس بات پر مجھے سرزنش کرنے آئے ہیں۔''

''نہیں...... بلکہ تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ تم بہت جلد بازی کر رہی ہو۔ تمہاری جلد بازی بہت سے کام بگاڑ دے گی۔

''کون سے کام......'' میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

''تمہاری اصلیت تمہیں ضرور بتائی جائے گی۔ لیکن اس کیلئے کچھ وقت درکار ہے۔''

''میرے پاس وقت نہیں ہے۔''

''کیوں؟''

''آپ اپنے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔ اس لئے ''کیوں'' کہہ رہے ہیں۔ میں نے

تلخ لہجے میں کہا۔

''میں تمہاری بے باکی کی قدر کرتا ہوں' لیکن ہارون دانش کے وکیل کی حیثیت سے میری کچھ قانونی ذمہ داریاں ہیں۔''

''میں تو اس بارے میں کچھ نہیں جانتی۔''

''ہارون دانش سے میرے تیس سال سے تعلقات ہیں۔ میں ان کے مسائل سے واقف ہوں۔''

''میں اس کی تصدیق کیسے کروں۔''

''تم اس سلسلے میں اپنا کوئی وکیل کر کے میرے اوپر کیس کرسکتی ہو اور عدالت کے ذریعہ تصدیق کرسکتی ہو کہ میرا دعویٰ سچ ہے یا غلط۔

نہ جانے کیوں یہ لہجہ مجھے بہت اچھا لگا تھا۔ میرے انداز میں خود بخود تبدیلی پیدا ہوگئی اور اس نے مسکرا کر کہا۔

''آپ ناراض ہو گئے۔''

''نہیں۔ ایک بات ہم جانتے ہیں کہ بہت کم لوگ خود پر قابو پا سکتے ہیں اور بزرگوں کا احترام کرسکتے ہیں۔ لیکن وکالت کا شعبہ نوکری کے زمرے میں نہیں آتا۔''

''آپ کو معلوم نہیں ہے کہ مجھ پر کیا بیتی ہے' میں ذہنی طور پر بالکل ختم ہو چکی ہوں۔ کیا آپ پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا تھا کہ آپ میری خبر گیری کرتے۔''

''ہارون دانش نے فیض صاحب اور آپا ندیمہ کو تمہاری خبر گیری کیلئے مخصوص کیا تھا اور یہ دونوں بھروسے کے لوگ تھے۔ شاید تم ان سے غیر مطمئن ہو۔''

''میں کس سے اس بارے میں کہوں۔ کیا آپ سے؟ یا اپنے پاپا سے۔ کہاں ہیں وہ؟''

''افسوس تو یہ ہے کہ تم کسی پر بھروسہ نہیں کرتیں۔''

''میں کس پر بھروسہ کروں۔ میری آواز رندھ گئی۔''

''نشاء۔ مسٹر ہارون دانش کسی الجھن کا شکار ہیں' جس کے بارے میں مجھے بھی نہیں معلوم۔ لیکن وہ خیریت سے ہیں اور اپنی الجھنوں سے نجات حاصل کر کے تم سے ملتے اور تمہیں مطمئن کرتے' لیکن تم نے بہت سے کھیل بگاڑ دیئے ہیں۔''

''تو پھر کیا کروں۔''

''تمہیں انتظار کرنا ہوگا۔''

''کتنا؟''

''کوئی تعین نہیں کیا جاسکتا' لیکن ایک بات اب ذہن نشین کرلو تمہیں روکا جائے گا۔ کیونکہ تم نے اپنی احمقانہ حرکتوں سے خود کو بیشمار مشکلات میں گرفتار کرلیا ہے۔ تم بہت سی نگاہوں میں آ چکی

ہو۔"

"مجھے صرف ایک بات بتا دیجئے سر۔"

"سر نہیں۔ انکل کہنا پسند کرو گی؟"

"جی انکل۔ مجھے بس ایک بات بتا دیجئے۔ میرے پاپا زندہ ہیں۔"

"ہاں وہ زندہ ہیں۔"

"اور میری ماں۔"

"ان کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"مجھے ان سے ایک بار ملا دیں۔"

"بہت مشکل ہے۔"

"میں ہر مشکل سے گزرنے کیلئے تیار ہوں۔"

"بات تمہاری مشکل تو نہیں ہے۔"

"تو پھر......؟"

"ان کے بارے میں کسی کو نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں۔"

"آپ کو بھی نہیں......؟"

"میں واقعی نہیں جانتا۔"

"تو پھر آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں۔"

"آج غالباً اٹھارہ تاریخ ہے۔ اسی ماہ کی گیارہ تاریخ کو میری ان سے بات ہوئی تھی۔"

"میرے پاپا سے؟" میرے حلق سے جیسے چیخ سی نکل گئی۔

"ہاں۔"

"تو پھر آپ یہ بتائیے کہ وہ میرے پاپا ہیں بھی یا نہیں۔ انہیں میری حالت کا اندازہ نہیں ہے۔ تیونس میں وہ مجھ سے جس طرح بچھڑے تھے کیا یہ انہیں احساس نہیں ہے کہ میری ذہنی کیفیت کیا رہی ہوگی' یا پھر یہ ہی ہوسکتا ہے کہ میں ان کی اولاد ہی نہ ہوں۔"

"شاید ایسا نہیں ہے۔"

"تو پھر بتائیے انکل جب وہ آپ سے فون پر بات کر سکتے ہیں تو کیا مجھے فون نہیں کر سکتے۔ انہیں میری کوئی پروا نہیں ہے۔"

"تم ابھی کم عمر ہو' حالات کو سمجھ نہیں سکتیں' کچھ وقت اور گزر جانے دو' سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"میں بالکل تنہا رہ گئی ہوں انکل۔" میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"فیض بابا اور آپا ندیمہ مکمل طور پر قابل بھروسہ ہیں' انہیں غیر نہ سمجھو۔"

"میں تنہائی میں مر جاؤں گی۔"

"اچھا میں ایک کام کرتا ہوں' حالانکہ یہ ایک خطرناک کام ہے' لیکن مجبوری ہوگی۔ میں ایک خاتون کو تمہارے پاس بھیجوں گا' اس کا نام صوفیہ ہوگا' اسے اپنے پاس رکھ لینا' تمہاری تنہائی دور ہو جائے گی۔"

"اس کے علاوہ بیٹے میں تمہیں فون کرتا رہوں گا اور اب میں چلتا ہوں۔" اے کے ہمدانی نے کہا۔

"انکل آپ نے کچھ پیا بھی نہیں۔"

"تمہاری ڈانٹ پی ہے۔ کافی ہے۔" ہمدانی صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں انہیں چھوڑنے باہر تک آئی تھی۔ باہر ہمدانی صاحب کی خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی۔ باوردی ڈرائیور تھا' جس نے ادب سے پچھلا دروازہ کھولا تھا۔ ہمدانی صاحب کار میں بیٹھے اور میری طرف الوداعی ہاتھ ہلایا۔ ان کی کار لان پر پھیلے ہوئے درختوں کے پاس کھڑی تھی۔

اچانک ہی کسی درخت سے ایک بھیانک آواز کے ساتھ کسی جانور یا پرندے نے چھلانگ لگائی اور پچھلی سیٹ کے شیشوں سے ٹکرا کر نیچے گرا۔ تبھی میں نے اس بھیانک بلی کو دیکھا' جس نے درخت سے یقینی طور پر ہمدانی صاحب پر چھلانگ لگائی تھی۔ اگر شیشہ کھلا ہوتا تو ہمدانی صاحب کا جو حشر ہوتا وہ آسانی سے سمجھا جا سکتا تھا۔ بلی نیچے گری' اسی وقت کار سٹارٹ ہوئی تھی اور پھر فوراً وہ بلی اٹھ کر گیٹ کی جانب دوڑی' ایک بار پھر اس نے کار پر چھلانگ لگائی تھی' لیکن دوبارہ پھسل کر نیچے گر پڑی تھی' کار باہر نکل گئی' ساتھ ہی بلی بھی۔

میرا دل دھاڑ دھاڑ کر رہا تھا۔ بلی یقیناً ہمدانی صاحب کو چیر پھاڑ ڈالنا چاہتی تھی۔ وہ اتنی ہی خونخوار ہو رہی تھی۔ وہ بھی کار کے ساتھ باہر نکل گئی تھی۔ پیچھے فیض بابا کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے ہانپتے ہوئے فیض بابا کو اشارہ کیا اور بولی۔

"فیض بابا وہ...... وہ بلی......"

"ہاں میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔ اس کے علاوہ فیض بابا اور کچھ نہ کہہ سکے۔ مجھے دیر تک چکر آتے رہے تھے۔ حالات پر اسرار سے پر اسرار ہوتے جا رہے تھے۔ ہر چیز ایک معمہ تھی۔

باقی وقت سخت الجھن میں گزرا تھا۔ ہمدانی صاحب کی باتیں یاد آ رہی تھیں' وہ خونخوار بلی کس کے اشارے پر ان پر حملہ آور ہوئی تھی۔ پتہ نہیں خود ان کی کیفیت کیا تھی۔

آہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ میری ذات اس قدر معمہ کیوں ہے' رات کو پاپا کے کمرے میں پہنچ گئی۔ ہمدانی صاحب کے کچھ الفاظ میرے لئے بڑی ڈھارس کا باعث تھے' انہوں نے کہا تھا کہ پاپا نے چند ہی روز پہلے ان سے بات کی ہے۔

پاپا کی لائبریری میں وہ ہی پر اسرار خاموشی طاری تھی' پھر مجھے عسکری کا خیال آیا۔ کتنا برا

انسان نکلا وہ۔ چوری تک کرڈالی اس نے میرے گھر میں۔ میں لائبریری کا جائزہ لینے لگی۔ نجانے کون کون سی کتابیں چرا کر لے گیا ہے بدبخت۔ پھر کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا پائی تو لائبریری سے واپس آکر اپنے بیڈروم میں لیٹ گئی' رات کا وقت نیند آئی اندازہ نہ ہوسکا' پھر صبح ہوگئی' کوئی نئی بات نہ تھی' اس دن میں لیکن شام کو پانچ بجے کے قریب اچانک ہی فیض بابا میرے کمرے میں آئے' ان کے چہرے پر کوئی خاص بات تھی۔

''کیا بات ہے فیض بابا؟''

''بہت بری خبر ہے۔''

''کیا......؟''

''اے کے ہمدانی ہسپتال میں ہیں صوفیہ نامی کسی لڑکی نے مجھے یہ بات بتائی ہے۔''

''اوہ میرے خدا۔ انہیں کیا ہوا۔''

''صوفیہ کا کہنا ہے کہ انہیں رات کو اغوا کرلیا گیا تھا اور دوسرے وہ شدید زخمی حالت میں ایک ویران سے علاقے میں کسی کو ملے اور اس نے انہیں زندہ پاکر ہسپتال پہنچا دیا۔

''مائی گاڈ۔'' میں نے سر پکڑ لیا۔

''کیا حکم ہے بیٹا' ہسپتال چلو گی۔''

'جی۔''

''نیو ایج ہسپتال میں ہیں۔ صوفیہ تم سے رابطے کیلئے بے چین ہے۔''

''وہ کہاں ہے۔''

''شاید ہسپتال میں یا پہنچنے والی ہے۔''

''میں چینج کرلوں' آپ گاڑی نکالئے۔''

اس وقت میں نے کار چلانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میرے اعصاب کشیدہ تھے اور میرا دماغ خیالات کا مسکن بنا ہوا تھا۔ رہ رہ کر وہ خوفناک بلی میری نگاہوں میں آرہی تھی۔ جو روشاق کی ملکیت تھی۔ احمد جنیدی کو بھی اسی بلے نے زندگی سے محروم کرنے کی کوشش کی تھی اور اب ہمدانی صاحب پر بھی اس نے حملہ کیا' گویا وہ ہمدانی کی طاق میں تھی۔ روشاق مختلف شکلوں میں میرے آس پاس موجود تھا اور نجانے کیا کر رہا تھا۔

''آہ کیسا ہے یہ سب کچھ۔''

ہسپتال بہت ہی شاندار تھا' ہمیں اے کے ہمدانی کے بارے میں آسانی سے پتہ چل گیا۔ وسیع وعریض کمرے میں کئی افراد موجود تھے۔ یہ سب ہمدانی صاحب کے اہل خاندان تھے۔ انتہائی خوبصورت آنکھوں والی بھرے بدن کی ایک ستائیس اٹھائیس سالہ خاتون نے میرا استقبال کیا۔

''آپ نشاء ہارون ہیں؟''

''جی۔''

''میرا نام صوفیہ ہے۔ مجھے ہدایت کی گئی تھی کہ مجھے آپ کے ساتھ رہنا ہے۔''

''جی۔''

''ہمدانی صاحب پر بدترین تشدد کیا گیا ہے۔''

''تشدد......؟''

''جی ہاں۔''

''میں انہیں دیکھ سکتی ہوں۔''

''ہاں آیئے۔''

صوفیہ مجھے بستر کے پاس لے گئی۔ ہمدانی صاحب کے منہ پر بڑا سا ٹیپ چپکا ہوا تھا' جس کے نیچے روئی کا انبار تھا۔ ہاتھوں پر پٹیاں کسی ہوئی تھیں۔

چہرہ بری طرح جھلسا ہوا تھا۔ اوپری بدن برہنہ تھا اور ہر آنچ پر شدید زخموں کے نشانات تھے۔

صوفیہ نے لرزتی آواز میں کہا۔

''ان کی زبان کاٹ لی گئی ہے۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ دی گئی ہیں۔ پورا بدن آگ سے داغا گیا ہے اور پھر شاید مردہ سمجھ کر پھینکوا دیا گیا تھا۔''

''اوہ میرے خدا۔'' میری آواز رندھ گئی۔ بمشکل تمام میں نے کہا۔

''کچھ اور معلوم ہوسکا۔''

''نہیں۔ پولیس تفتیش کر رہی ہے۔ میری نگاہیں ہمدانی صاحب کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ ہوش میں تھے۔ مجھے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں بے چینی نمودار ہوگئی۔ انہوں نے جسم کو جنبش بھی دی تھی۔

میں پتھرائے ہوئے انداز میں انہیں دیکھتی رہی' صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ ہمدانی صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ اچانک انہوں نے پیر کو جنبش دی اور قریب کھڑے ہوئے ایک نوجوان کو ٹھوکر ماری۔ نوجوان جلدی سے ان پر جھک گیا۔

''کیا بات ہے تایا ابو کیا بات ہے؟''

''ہمدانی صاحب نوجوان کو دیکھنے لگے' ان کی نظریں نوجوان کے سینے پر تھیں اور وہ آنکھوں آنکھوں میں اس سے کچھ کہہ رہے تھے۔

''کوئی تکلیف ہے تایا ابو؟'' نوجوان نے پھر پوچھا اور ہمدانی صاحب نے پاؤں کو پھر جنبش دی' لیکن اسے زیادہ اونچا نہ اٹھا سکے۔ صوفیہ بھی ادھر ہی متوجہ ہوگئی تھی' پھر اس نے کہا۔ ''تم ہٹو صوفیہ ہٹو وہ خود ہمدانی صاحب پر جھک گئی اور بولی۔ ''کچھ کہنا چاہتے ہیں سر' مجھے آنکھوں سے بتایئے۔''

اوراس کے ان الفاظ پر ہمدانی صاحب کی نگاہیں پھر اسی نوجوان کی طرف اٹھ گئیں۔

صوفیہ نے ان کی نگاہوں کا زاویہ دیکھا' پھر سیدھی ہوکر نوجوان سے بولی۔ ''نسیم یہ قلم دو ذرا۔''

میں نے چونک کر نوجوان کو دیکھا۔ اس کی جیب میں ایک بال پوائنٹ لگا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے بال پوائنٹ نکال کر صوفیہ کو دے دیا۔ ہمدانی صاحب نے آنکھوں کو جنبش دی' پھر پاؤں ہلایا۔ صوفیہ نے قلم پاؤں کی طرف کیا تو ہمدانی صاحب نے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے قلم پکڑلیا۔

''اوہ۔ وہ کچھ لکھنا چاہتی ہیں۔''

''پاؤں سے۔'' نسیم نے حیرت سے کہا۔

''کوئی کاغذ دو پلیز۔'' صوفیہ بولی۔

دواؤں کا ایک پرچہ مل گیا تھا جسے چارٹ پیڈ پر لگا کر اسے ہمدانی صاحب کے پاؤں کے قریب کرلیا۔ ہمدانی صاحب ایک مشکل عمل کرنے لگے۔ سب ان کی مدد کررہے تھے۔ بمشکل تمام انہوں نے آڑے ترچھے لفظوں میں لکھا۔

''نشاء۔ اسٹمر ماؤسز ہیں۔''

بڑی مشکل سے نئی آڑی ترچھی لکیروں کی ترتیب کی گئی۔ نسیم نے حیران لہجے میں کہا۔ ''یہ کیا ہے۔ صوفیہ صاحبہ۔''

''یہ ان کیلئے ہے۔'' صوفیہ نے میری طرف اشارہ کیا' پھر وہ بولی۔ ''یہ پرچہ آپ اپنے پاس رکھیں۔ مس نشاء۔''

''مگر یہ کیا ہے۔ میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

کسی نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میری نگاہیں مسٹر ہمدانی کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ نہ جانے کیوں میرے دل کو بڑے دکھ کا احساس ہوا' ان کی یہ حالت میری وجہ سے ہوئی ہے۔ کتنی پروقار شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی باتیں مجھے یاد آنے لگیں۔ اسی وقت صوفیہ نے مجھے مخاطب کیا۔

''نشاء۔''

میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ بولی۔

''اب تم واپس جاؤ۔''

''صوفیہ صاحبہ۔''

''صرف صوفیہ۔'' صوفیہ نے کہا۔

''کیا۔ کیا انکل ٹھیک ہوجائیں گے۔''

''ہم اللہ سے یہی دعا کریں گے۔''

''میں اب کیا کروں صوفیہ۔''

''گھر واپس جاؤ۔ ہم فون پر رابطہ رکھیں گے۔''

''یہ پرچہ۔'' میں نے کہا۔

''اسے اپنے پاس محفوظ رکھو' لیکن سنو۔''

''ہوں۔''

''کیا لکھا ہے اس پر۔''

''اسمر ماؤسز ہیں۔''

''یاد رکھ سکو گی۔''

''کیا۔''

''جو لکھا ہے۔''

''ہاں۔ کیوں نہیں۔''

''تب پھر وہ سامنے واش روم ہے۔ اس کاغذ کو پرزے پرزے کر کے کموڈ میں بہادو۔ خطرہ بھی ٹل جائے گا۔''

''اوکے۔ میں نے صوفیہ کی بات سمجھ کر کہا اور اس کے کہنے پر عمل کیا۔ اس کے بعد میں واپس گھر چل پڑی تھی۔ فیض بابا کیلئے ایک بار پھر میرے دل میں نرم گوشہ پیدا ہو گیا تھا۔ ان کی مجھ سے کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے یہ بات محسوس کر کے خود ہی انہیں پوری تفصیل لفظ بہ لفظ بتا دی۔

''میں تم سے ایک بات کہوں نشاء بیٹا۔''

''جی فیض بابا۔''

''وہ بلی کوئی بدروح ہے۔ اس دن وہ وکیل صاحب پر حملہ آور ہوئی تھی۔''

میں نے فیض بابا کو کوئی جواب نہیں دیا۔ بلی کا سلسلہ بہت طویل تھا۔ روشاق خود ایک بدروح تھا' تیونس میں اس کے کردار کے بہت سے پہلو سامنے آئے تھے۔

یہ رات میرے لئے بڑی پریشانی کی رات تھی۔ کسی پل میں نہیں آیا تھا۔ دوسری صبح بھی بڑی بدرونق تھی۔ رہ رہ کر پاشا یاد آرہا تھا۔ بڑی ڈھارس تھی اس سے پہلے۔ دل بے اختیار اسے یاد کر رہا تھا اور پھر عسکری غدار۔ نامراد۔ فریبی۔

موبائل پر بیل ہوئی تو میں چونک پڑی۔ صوفیہ کا خیال آیا تھا' لیکن وہ مشل تھی۔ ''ہیلو نشاء۔''

''ہاں مشل۔ بولو کیا بات ہے۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔ تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔''

''سوری مشکل۔ میں تم سے نہیں ملنا چاہتی۔''

''بہت ضروری بات کرنی ہے۔''

''میں نے سوری کہا ہے۔''

''میں تمہاری احسان مند ہوں نشاء تم نے میرے لئے......''

''فون بند کردوں۔''

''پلیز نہیں...... میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ تم نے میرے لئے جو کچھ کیا ہے اس سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا' وہ مجھ سے دور ہٹ گیا ہے۔ وہ سچ مچ تم سے پیار کرنے لگا ہے۔''

''بہت گھٹیا ہو تم لوگ۔ سی کلاس۔ اپنی اوقات پر نگاہ رکھو۔ میں رحم دل ہوں ورنہ عسکری اپنی ضمانت تک نہیں کرا سکتا تھا۔''

''نشاء۔ میری بات تو سن لو۔''

''شٹ اپ۔ میں نے کہا اور فون بند کردیا۔ لیکن چند سیکنڈ بعد پھر بیل ہوئی۔ میں نے دانت پیس کر فون کو دیکھا' لیکن اس بار نمبر بدلا ہوا تھا۔ میں نے فون آن کیا تو دوسری طرف سے آواز آئی۔

''ہیلو مس نشاء۔''

''کون۔''

''صوفیہ ہوں۔''

''ہیلو صوفیہ صاحبہ۔''

''صرف صوفیہ۔'' وہ بولی۔

''فرمایئے۔''

''کچھ ہدایات دینی ہیں تمہیں۔''

''جی۔ بتایئے ویسے انکل......''

''سوری۔ پہلے وہ سن لو جو میں کہہ رہی ہوں۔''

''جی۔''

''میں تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔ ایک مستقل فورکی حیثیت سے۔'' آپ مجھے ملازمہ کا درجہ دیں گی اور میری رہائش دوسرے ملازموں کے ساتھ ہونی چاہیئے۔

''ٹھیک اور کچھ۔''

'فی الحال اتنا ہی۔ باقی سب بعد میں۔ فون بند کررہی ہوں۔''

''اوکے۔'' میں نے کہا اور دوسری طرف سے فون بند ہوگیا۔

میں گہری سانس لے کر صوفیہ کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس نے مجھے اے کے ہمدانی کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ پتہ نہیں ان کا کیا حال ہے اور صوفیہ اتنی جلد انہیں چھوڑ کر میرے پاس کیوں آنا چاہتی ہے۔''

پھر ایک خیال سے دل تھوڑا سا خون ہوا۔ ایک اچھی شخصیت کی قربت ہو جائے گی۔ کچھ تو تنہائی دور ہو گی۔ کسی خیال کے تحت آپا ندیمہ کو طلب کر لیا۔

''ایک خاتون کیلئے انتظام کرنا ہے۔''

''کون ہیں۔''

''جو میں کہہ رہی ہوں وہ سنو۔ آسمان پر اڑنے کی کوشش مت کرو۔'' میں نے کہا اور آپا ندیمہ کو صورتحال سمجھا دی۔ آپا ندیمہ نے میری خواہش کے مطابق ایک کوارٹر ٹھیک کر دیا۔ میں نے خود اس کا جائزہ لے لیا تھا۔

ٹھیک دو بجے صوفیہ بالکل بدلے ہوئے انداز میں آ گئی۔ سادہ سا سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ اپنی عمر سے کہیں زیادہ نظر آ رہی تھیں۔ انداز میں پھوہڑ پن تھا جبکہ ہسپتال میں وہ ایک خاص فیشن ایبل نظر آ رہی تھیں۔

تاہم وہ اپنے کوارٹر میں منتقل ہو گئی؛ پھر شام پانچ بجے وہ پھولوں کا ایک گلدستہ لئے ہوئے کمرے میں آ گئی۔ ''لو یہ کمرہ ہے یا کباڑ خانہ۔ یہ پھول کہاں لگاؤں۔''

''ہیلو۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''کیسا؟'' سب ٹھیک ہے نا۔''

''ہاں۔ کمال کا روپ بدلا ہے آپ نے۔''

''شکریہ۔'' وہ بولی۔

''میں انکل ہمدانی کیلئے مضطرب ہوں۔ آپ مجھے ان کے بارے میں بتائیے۔''

''انہیں لندن روانہ کر دیا گیا ہے۔''

''اوہ۔ حالت کیسی ہے۔''

''ابھی تشویشناک۔ خدا کرے ٹھیک ہو جائیں۔ ہاتھوں اور زبان سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گئے۔''

''خدا ان درندوں کو غارت کرے جنہوں نے ان کے ساتھ یہ سب کچھ کیا ہے۔ پولیس کو اس بارے میں اطلاع دی گئی ہے۔''

''ہاں۔ ان کے اہل خاندان نے رپورٹ کی ہے۔''

''میں بھی پولیس کو کچھ بتانا چاہتی ہوں۔'' میں نے کہا۔

''کیا؟''

''خاصی دہشت گردی ہو رہی ہے۔ اس کا پس منظر تو ہے۔ اس کے پیچھے کون ہے۔ اس کا پتہ تو چلنا چاہیے۔''

''اوہ۔'' صوفیہ نے گہری سانس لے کر کہا۔

''اور وہ روشاق کے سوا کوئی نہیں ہے۔''

''روشاق۔'' صوفیہ کے لہجے سے یہ واضح نہ ہوسکا کہ وہ روشاق کے بارے میں پہلے سے کچھ جانتی ہے۔

''سو فیصدی وہی مردود۔ میں نے پرزور لہجے میں کہا۔

''دروازہ بند کردو۔'' اچانک صوفیہ نے کہا۔

''ہاں۔ کیوں؟'' میں نے کہا۔''اس نے میرے جواب کا انتظار کئے بغیر اٹھ کر دروازہ بند کیا اور پھر میرے پاس آبیٹھی۔'' پھر بولی۔

''کون ہے روشاق؟''

''آپ کو میرے بارے میں کیا معلوم ہے۔''

''بہت مختصر۔ مجھے بتاؤ۔'' صوفیہ نے کہا اور میری زبان کھل گئی۔ دل کی بھڑاس تھی ورنہ ہر بات ہر ایک کیلئے نہیں ہوتی۔ میں نے صوفیہ کو پوری کہانی سنا دی۔ احمر جنیدی' عدنان ثنائی' عسکری اور روشاق کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔

''میرے خاموش ہونے کے بعد صوفیہ بہت دیر تک خاموش رہی' پھر بولی۔''سیامی بلی۔''

''کیا مطلب۔''

''نہیں۔ میں اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ کیا واقعی وہ کوئی بدروح ہوسکتی ہے۔ بیشتر مقامات پر وہ نمودار ہوتی رہی ہے۔ کہیں بلی کے روپ میں کوئی قدیم روح نہ ہو اور روشاق۔ اوہ میرے خدا۔''

''کیا ہم پولیس کو اس بارے میں اطلاع دیں۔''

''نہیں۔''

''کیوں؟''

''کوئی فائدہ نہیں ہوگا' یہ پولیس کیس ہے ہی نہیں۔ میں ایک فون کرلوں؟''

''ہاں۔ کیوں نہیں۔'' میں نے کہا اور صوفیہ اپنے موبائل پر کوئی نمبر پش کرنے لگی' پھر سیل کان سے لگا کر بولی۔

''صوفیہ...... ہاں شاہد۔ فیصل کہاں ہے۔ بات کراؤ۔ جی فیصل...... بہت سی تفصیلات سامنے آئی ہیں ہاں مختصر سنو۔ اس نے ضروری پوائنٹس فیصل نامی آدمی کو بتائے' پھر بولی۔''ہاں روشاق اور اس کا ٹریڈ مارک وہی دہشت ناک روح یعنی سیامی بلی ہے۔ تمہیں وہ خونخوار بلی کا خیال رکھنا ہے۔ اس کے علاوہ احمر جنیدی اور عدنان ثنائی کو بھی بیک کرنا ہے۔ میں تمہیں اس کے ہوٹل کے بارے میں بتاتی ہوں۔ صوفیہ نے مجھ سے عدنان ثنائی کے ہوٹل کا نام اور کمرہ پوچھا اور پھر مخاطب کو بتا دیا' پھر بولی۔'' کام ہوگیا۔ کیا پوزیشن ہے۔ گڈ ویری گڈ۔ اچھا ایک پتہ نوٹ کرو۔ وائی سٹریٹ' گھر نمبر

تیس۔ اس کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کرو۔ او کے۔"

فون بند کر کے وہ مجھ سے مخاطب ہوئی۔ "ہمدانی صاحب منزل پر پہنچ گئے۔ ان کی حالت بھی پہلے سے بہتر بتائی گئی ہے۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا۔

"بڑی مشکل سے انہیں یہاں سے نکالا گیا ہے۔ وہ لوگ انہیں مردہ سمجھ چکے تھے' ورنہ انہیں نہ چھوڑتے۔"

"ایک سوال کروں صوفیہ۔"

"ہوں۔"

"تم ان کی کون ہو؟"

"میں۔ صوفیہ نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔ پھر مزید کسی تمہید کے بولی۔ "تین افراد پر مشتمل تھا۔ میرا کنبہ۔ میرے ماں باپ اور میں۔ چار سال کیتھی میں جب والد صاحب ٹریفک کے حادثے میں ہلاک ہوئے' اس حادثے میں میری ماں اندھی ہوگئی۔ میرے والد ہمدانی صاحب کے پاس کلرکی کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیں سنبھال لیا۔ میری تعلیم و تربیت پہلے سے بہتر انداز میں ہوئی۔ والد صاحب شاید وہ کچھ نہ کر سکتے میرے لئے جو ہمدانی صاحب نے کیا۔ انہوں نے مجھے قانون کی تعلیم دلا کر وکیل بنا دیا۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے مجھے مارشل آرٹس کی تعلیم بھی دلائی اور میں بلیک بیلٹ ہوں۔ انہوں نے مجھے تمہارے بارے میں بہت سی ہدایات دی تھیں' لیکن افسوس وہ تمہارے دشمنوں کا شکار ہوئے۔"

"آپ نے ابھی کس سے رابطہ کیا تھا۔"

"ماں۔"

"یہ کون ہیں۔"

ہمدانی صاحب کے ساتھی۔ اصل میں ہمارا ایک طریق کار ہے ہم کیس لے کر صرف کورٹ میں پیش نہیں کھڑے ہوتے بلکہ جو کیس ہمارے پاس آتا ہے اس کی چھان بین کرتے ہیں کہ اصل قصہ کیا ہے' کون گنہگار ہے کون بے گناہ۔"

"گڈ۔ مجھے ایک سوال کا جواب اور دیں گی صوفیہ۔"

"ہاں۔ ضرور۔"

"انکل ہمدانی نے کیا کہا کہ میں تھوڑا سا وقت اور گزار لوں' مجھے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"اوہ۔ یہ کہا تھا انہوں نے؟"

"ہاں۔ لیکن کیوں؟"

"یقین کرو' میں نہیں جانتی۔ لیکن تم فکر مت کرو' سب معلوم ہو جائے گا۔"

''ایک بات پوچھوں صوفیہ۔''

''سو پوچھو۔''

''آپ نے ملازمین کے ساتھ کوارٹر میں رہنا کیوں پسند کیا۔''

''بہت سی وجوہات ہیں۔''

''آپ میرے پاس نہیں رہ سکتیں۔''

''تمہارے ساتھ ہی رہوں گی چندا لیکن مجھے ملازم ہی رہے اس طرح میں ہر طرف سے چوکنا رہنا چاہتی ہوں۔''

''اوکے۔'' میں نے کہا۔ صوفیہ میرے ساتھ ہی ہوتی تھی اور حالات پرسکون تھے۔ دوسرے دن صوفیہ کے ساتھی شاہد نے رپورٹ دی۔

''وائی سٹریٹ کے گھر نمبر تیس کے بارے میں معلومات حاصل ہوگئی ہیں۔ وہ گھر خالی ہے، وہاں ایک مالی کام کر رہا ہے، مالکان اس گھر میں آنے والے ہیں۔ شاہد کی اس رپورٹ کے بعد صوفیہ سوچ میں ڈوب گئی، پھر اس نے کہا۔

''کیا خیال ہے نشاء۔ وائی سٹریٹ کے اس گھر میں چلو گی۔''

''وہاں کیا ہے صوفیہ؟''

''اوہ کیا مسٹر ہمدانی نے تم سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔''

''مجھے یاد نہیں ہے۔''

''خیر۔ ہمیں وہیں چلنا ہے۔ تم خوف تو محسوس نہیں کرو گی۔''

''نہیں۔'' میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

صوفیہ برابر کام کر رہی تھی۔ اس کے ساتھی نمائندے تمام معلومات فراہم کر رہے تھے۔ عدنان ثنائی کے بارے میں رپورٹ موصول ہوئی۔

''میڈم اب وہ اس ہوٹل میں موجود نہیں ہیں۔ وہ کمرہ خالی ہو چکا ہے۔ اس میں وہ ایک اپاہج شخص کے ساتھ مقیم تھے۔'' یہ رپورٹ عدنان ثنائی کے بارے میں تھی۔

صوفیہ بہت ذہین تھی، مطلوبہ جگہ پہنچنے کیلئے اس نے بڑا سنسنی خیز طریقہ اختیار کیا تھا۔ ہم کئی گاڑیاں بدل کر وائی سٹریٹ کے اس گھر میں پہنچے تھے۔ قبول نامی کوچوان ہمارے ساتھ تھا۔ رپورٹ کے مطابق مالی وہاں موجود تھا، جس نے ہمیں سلام کیا تھا۔

''ہم اس گھر کے مالک ہیں مالی بابا۔'' کیسا کام ہو رہا ہے۔

''تابعدار ہیں بیگم صاحبہ۔ آپ دیکھ لیں، ہر چیز چمک رہی ہے۔''

''ہوں۔'' زمرد نے پرس سے سو روپے کا نوٹ نکال کر مالی کو دیا اور مالی نے پھر کئی سلام کر ڈالے۔

''اندر کی چابی ہے تمہارے پاس۔''

''جی بیگم صاحبہ۔ صفائی والی کام کر کے آتی ہے۔ یہ لیجئے۔'' مالی نے چابی نکال کر صوفیہ کو دے دی۔

''آؤ۔ صوفیہ نے کہا اور بڑے پر اعتماد قدموں سے اندر چل پڑی۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ صوفیہ ایک غیر معمولی خاتون ہے۔ بے خوف' نڈر' ہم لوگ اندر داخل' چونکہ دن کا وقت تھا اس لئے اندر خوب روشنی تھی۔ گھر بے حد خوبصورت اور صاف ستھرا تھا۔

میری نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اندر کمرے میں تین دروازے تھے۔ صوفیہ نے سوئچ آن کر کے روشنیاں جلائیں اور گہری نگاہوں سے چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کچھ لمحوں کے بعد ہم نے آگے کی جانب قدم اٹھا دیئے اور دوسرے کمرے میں داخل ہو گئے۔ یہ بھی کافی وسیع کمرہ تھا۔ کشادہ اور روشن بائیں سمت کی دیوار کے پاس دو تابوت نظر آئے' جنہیں دیکھ کر نہ صرف میں بلکہ صوفیہ بھی ایک لمحے کیلئے ساکت ہو گئی تھی۔ چند لمحات ہماری نگاہیں ان تابوتوں کا جائزہ لیتی رہیں۔ دونوں تابوتوں میں تالے پڑے ہوئے تھے۔ صوفیہ نے کہا۔

''انہیں کھولیں۔''

''نہیں۔'' میرے منہ سے سرد آواز نکلی اور صوفیہ مجھے عجیب وغریب سی نگاہوں سے دیکھنے لگی' پھر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گئی۔ ہم تیسرے کمرے میں داخل ہو گئے۔ شاید یہ آخری کمرہ تھا۔

''نشاء کیا تم خوفزدہ ہو گئی ہو۔''

''بالکل نہیں۔ میں کچھ سوچ رہی ہوں۔''

''کیا۔''

''یہی کہ ہمدانی صاحب نے اس جگہ کی نشاندہی کیوں کی ہے۔''

''ہاں۔ یقیناً یہاں کچھ ہے۔''

بظاہر تو کچھ نہیں آیا۔''

''سوائے ان تابوتوں کے۔''

''تمہارا مطلب ہے کہ ان تابوتوں میں کچھ ہے۔''

''شاید۔''

''پھر آؤ ٹرائی کرتے ہیں۔''

ہم دونوں واپس پلٹے اور دوبارہ اس کمرے کی جانب بڑھ گئے' جس میں تابوت رکھے ہوئے تھے' ہم ساتھ ساتھ ہی کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ میری نگاہیں تابوتوں کی طرف اٹھیں اور اچانک ہی میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ صوفیہ نے بھی اپنا ہاتھ ہونٹوں پر رکھ لیا تھا۔ ان میں سے ایک تابوت کا ڈھکن اٹھا ہوا تھا۔ وہ بڑا سا تالہ جو تابوت میں لٹک رہا تھا تابوت سے تھوڑے

فاصلے پر پڑا ہوا تھا۔

پسینہ آ گیا تھا' سارے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے اور جسم میں ٹھنڈی لہریں دوڑ رہی تھیں۔

''تابوت میں کون تھا۔ تالا کس نے کھولا؟'' ڈھکن کس نے کھولا۔ بدن جیسے منجمد ہو کر رہ گئے تھے اور شدید سردی لگنے لگی تھی۔ صوفیہ کی سرسراتی آواز ابھری۔

''دوسرے تابوت کا تالہ بند ہے۔''

''ہاں۔ چلیں یہاں سے چلتے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''ہرگز نہیں۔''

''تو پھر......''

''نشاء ہم یہ معلوم کر کے یہاں سے جائیں گے کہ اے کے ہمدانی صاحب نے ہمیں یہاں کیوں بھیجا تھا۔''

''ڈش تو پھر۔'' میں نے سوال کیا۔

''آؤ دیکھیں تابوت میں کیا ہے۔''

ایک لمحے کیلئے میں جھجکی اور پھر صوفیہ کے ساتھ آگے بڑھ گئی' ہم دونوں تابوت کے قریب پہنچ گئے۔ تابوت سے ایک عجیب سی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ اس کی تہہ میں گھاس بچھی ہوئی تھی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ ابھی ابھی کوئی تابوت سے باہر نکلا ہے۔ لیکن کون؟ صوفیہ نے دوسرے تابوت کی طرف دیکھا اور پھر اس کے قریب بیٹھ گئی۔

درحقیقت میں صوفیہ سے بہتر متاثر ہوگئی تھی' وہ مجھ سے کہیں زیادہ بہادر تھی جبکہ میری زندگی بڑے سنسنی خیز حالات سے گزری تھی۔ میں صوفیہ کو دیکھنے لگی' جو اب اس تالے کو ٹٹول رہی تھی' تالہ کھولنے کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں تھا' کچھ دیر تک صوفیہ اس تالے کو ٹٹولتی رہی' پھر اس نے مایوسی سے گردن ہلائی اور ادھر ادھر دیکھ کر بولی۔

''تالہ کھولنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن۔'' میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

''آؤ۔ ادھر چلتے ہیں۔'' ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے اور اس بغلی دروازے سے اندر داخل ہو گئے جسے ہم نے ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی ہمارے سانس بند ہونے لگے۔ ہمارا لہو خشک ہو گیا' جو کچھ ہم نے دیکھا ناقابل یقین تھا۔ ایسا کہ پورے وجود میں شدید تھرتھراہٹ پیدا ہو گئی۔

✣✣✣

وہ ایک انسانی وجود تھا۔ سفید کفن پہنے ہوئے۔ بالکل پتھرایا ہوا ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ بھی کفن میں چھپا ہوا تھا۔ میں تو خیر بہت عرصہ سے پراسرار حالات میں گھری ہوئی تھی اور بیشمار حیرت ناک واقعات سے گزر چکی تھی' لیکن سسٹر صوفیہ کیلئے یہ سب کچھ نیا تھا۔ اس کے جسم کی لرزشیں قابو میں نہیں آ رہی تھیں۔

''یہ...... یہ کوئی مجسمہ ہے۔'' صوفیہ کی آواز ابھری۔

اس سے پہلے کہ میں صوفیہ کی بات کا کوئی جواب دیتی اچانک مجسمے میں تحریک ہوئی اور پھر وہ آن کی آن میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم دونوں ہی اپنی چیخیں نہیں روک سکیں۔ ہم نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے اور دروازے کی طرف دوڑ لگانے کی کوشش کی' لیکن پاؤں جیسے پتھر کے ہو گئے تھے۔ سسٹر صوفیہ تو اپنے وزن تک کو نہ سنبھال سکی اور اگر میں اس کے وزن کو نہ سنبھالتی تو دونوں بری طرح نیچے گرتے۔

لیکن اس دوران کفن پوش بڑے پروقار انداز میں چلتا ہوا دروازے تک پہنچا اور اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اس کے اس عمل نے ہمیں اور حواس باختہ کر دیا۔ ہماری جان نکلی جا رہی تھی۔ کفن پوش چلتا ہوا واپس اپنی کرسی تک پہنچا' پھر بیٹھ گیا۔ پھر اس کی گونج دار آواز ابھری۔

''صوفے پر بیٹھ جاؤ۔'' اس آواز نے مزید دھماکہ کیا' تاہم مجھ سے پہلے سسٹر صوفیہ دھم سے قریب کے صوفے پر گر پڑی۔ اچانک ہی میری سماعت نے مجھے ایک عجیب سا احساس دلایا۔

یہ آواز! یہ آواز تو کچھ شناسا سی ہے۔ اس سے پہلے کہ میری سمجھ میں کچھ آتا آواز دوبارہ ابھری۔

''نشاء۔ میں دانش ہارون ہوں۔''

ہزار ایٹم بم پھٹ گئے' ہزاروں آتش فشاں پھٹ گئے تھے' سرخ دہکتا ہوا لاوا آسمان تک اچھل گیا تھا۔ شدید زلزلے جیسی کیفیت محسوس ہونے لگی۔ حالت بری طرح بگڑ گئی۔ سسٹر صوفیہ نے میری حالت دیکھ کر مجھے جھنجھوڑا۔

''نشاء۔ نشا۔ خود کو سنبھالو۔

میں خود کو کیا سنبھالتی۔ غشی سی طاری ہونے لگی تھی۔ میرے حلق سے بھینچی ہوئی آوازیں نکل رہی تھیں۔ ابو کہنا چاہتی تھی پاپا کہنا چاہتی تھی لیکن لفظوں کی تشکیل ہی نہ ہو پا رہی تھی۔ ہارون دانش کی گونج دار آواز دوبارہ ابھری۔

"مجھے اس کی کیفیت کا اندازہ تھا مس صوفیہ۔ کاش یہ مشکل لمحات ابھی نہ آتے۔ پلیز اسے سنبھالو۔"

"نشاء۔ نشاء۔" سسٹر صوفیہ کی آواز بمشکل نکلی۔ اس نے میرا سر اپنے سینے سے لگا کر مجھے بھینچ لیا' بڑا پر محبت لمس تھا' جس کا مجھے احساس ہوا اور مس صوفیہ سے میں لپٹ گئی۔ میں رونا چاہتی تھی' سسکیاں لینا چاہتی تھی لیکن کچھ نہیں ہو رہا تھا۔

"سر۔ سر۔ آپ۔" صوفیہ کی حالت بھی زیادہ بہتر نہیں تھی۔

"ہاں۔ میں دانش ہارون ہوں۔"

"سر آپ۔ انہیں۔ انہیں سنبھالیں۔" صوفیہ نے کہا۔

"نشاء۔ نشاء۔ خود کو سنبھالو بیٹی۔ غور کرو' کچھ وجوہات ہی تو ہیں جن کی بنا پر مجھے تم سے یہ عارضی دوری اختیار کرنی پڑی ہے۔ ورنہ' ورنہ میری جان۔ میں یہی تو چاہتا تھا۔ انہی لمحات سے تو میں بچ رہا تھا۔"

"سر آپ انہیں اپنا چہرہ دکھائیں۔ انہیں تسلی ہوگی۔" صوفیہ نے کہا' لیکن دوسری طرف خاموشی طاری رہی۔ میری حالت کچھ بہتر ہونے لگی تھی۔ کفن پوش کی آواز پھر ابھری۔

"ہمدانی نے یہ ٹھیک نہیں کیا۔ میں نے اسے منع کیا تھا' خود بھی مصیبت میں پڑا' مجھے بھی مشکل میں ڈال دیا۔"

"سر آپ کو ہمدانی صاحب کے بارے میں علم ہے۔"

"ہاں۔ بس کیا بتاؤں۔ اس نے خود ہی فیصلہ کر لیا۔ کاش نشاء تعاون کر لیتی۔ اس قدر بھاگ دوڑ نہ کرتی۔"

"سر۔ وہ......" صوفیہ نے کہنا چاہا' لیکن دانش ہارون نے بات کاٹ دی۔

"وہ غلطی مجھ سے بھی ہوئی تھی۔ میں بھی صحیح فیصلہ نہیں کر سکا' لیکن ہمدانی۔ خدا اسے زندگی دے۔"

"سر ان پر شدید تشدد کیا گیا ہے۔"

"ہاں۔ مجھے علم ہے بہت برا ہوا ہے۔ پتہ نہیں ہمدانی نے کیا سوچا تھا۔"

"سر۔ آپ پلیز! مس نشاء کے بارے میں سوچیں۔ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔"

"کاش۔ میں۔" دانش ہارون نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"مجھے ہدایت دیجئے سر' میں کیا کروں۔" صوفیہ نے پھر کہا۔ تب ہارون دانش نے کہا۔

''نشاء۔ مجھے تمہاری اس کیفیت کا اندازہ ہے' لیکن تمہیں علم ہے کہ تیونس میں کار چوک میں ہمیں کیا واقعات پیش آئے تھے۔ میں انہی واقعات کا شکار ہوں۔ تمہیں ہمدانی کے بارے میں پتہ چل چکا ہے۔ اس میں کوئی سپورشن مجھے بھی پیش آسکتی ہے۔ مجھے کچھ وقت دو۔ میں ان حالات پر قابو پانے کی کوششوں میں مصروف ہوں۔ بس تھوڑے دن اور۔''

میں کیا جواب دیتی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کفن پوش کو دیکھ رہی تھی جس کے بارے میں اب مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ میرا باپ ہے یا نہیں۔ میں تو بری طرح پریشان تھی' ایک عورت' جو میری ماں نہیں تھی لیکن جسے میں نے ماں سمجھا تھا پورے آٹھ سال تک میں جسے ماں سمجھتی رہی تھی اور ایک مرد جو میرا باپ تھا' لیکن۔

اس وقت سسٹر صوفیہ کی آواز ابھری۔

''سر میں تو واقعات سے قطعی لاعلم ہوں۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتی کہ اب مجھے میرے نام سے کیسے واقف ہیں؟''

''مس صوفیہ۔ اس بارے میں اتنا کہوں گا کہ اے کے ہمدانی میرا وکیل ہے۔ خدا اسے زندگی دے' وہ میرے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے اور میں اس کے بارے میں۔''

''سر۔ میں۔''

''ہاں میں آپ کی بات کا جواب دے رہا ہوں۔ ظاہر ہے اس کی وساطت سے میں آپ کے بارے میں بھی جانتا ہوں۔''

''سر۔ مس نشاء نے مجھے اپنے ماضی کے بارے میں بتایا ہے۔ میں معافی چاہتی ہوں' لیکن کچھ باتیں کئے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔''

''کہئے۔''

''یہ بچی بڑی محرومیوں کا شکار ہے۔ اس کا ماضی جو بھی ہو حال میں آپ اس کے سب کچھ ہیں۔ لیکن اس وقت بھی یہ آپ کی شفقت سے محروم ہے۔''

''آپ ٹھیک کہتی ہیں صوفیہ۔'' لیکن کفن پوش یہ بات کہہ کر خاموش ہوا تو سسٹر صوفیہ جواب سنبھل گئی تھیں' بولیں۔

''جی سر...... لیکن۔''

''جو کچھ ہے مس صوفیہ۔ وہ انسانی عقل سے بعید ہے۔ چند الفاظ میں اسے بیان نہیں کیا جا سکتا ہے نہ سمجھایا جا سکتا ہے۔''

''پھر بھی سر۔ نشاء کیلئے کیا کیا جائے۔''

''بس کچھ مصیبت۔ سارے معمے حل ہو جائیں گے۔''

''معاف کیجئے کتنی مصیبت۔ آپ جانتے ہیں بس اپنے لئے نہیں نشاء کیلئے یہ سوالات کر رہی

ہوں اور گستاخی کی معافی چاہتی ہوں۔''

''شاید چند ماہ۔ ہمدانی اگر جلد بازی نہ کرتا تو بہت سی مشکلات حل ہوجاتیں اور اگر نشاء۔ فیض بابا اور آپا ندیمہ سے تعاون کرلیتی تو مجھے آگے کے عمل میں آسانیاں ہوجاتیں۔

''وہ کیسے سر؟''

''اسے گھر سے باہر قدم نہیں نکالنا چاہئے تھا۔ کچھ لوگ میری تاک میں تھے۔ خیر جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے۔ میں نشاء سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

میں اس وقت کچھ عجیب سی کیفیت میں تھی۔ مجھے اس شخص پر غصہ آرہا تھا جو کچھ وقت پہلے تک میرا باپ تھا' لیکن اب ہر لمحہ سے بے نیاز میری کیفیات سے بے نیاز' صرف اپنی مشکلات بیان کر رہا تھا۔ کفن پوش کی آواز پھر ابھری۔

''اس کے علاوہ صوفیہ کچھ ذمہ داریاں' ہمدانی سے تمہارے تعلق کی بنیاد پر' میں تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔''

''جی سر۔''

''کیا تم ان مشکلات حالات میں نشاء کا ساتھ دے سکوگی۔''

''مجھے کیا کرنا ہوگا سر......''

''حالات کی سنگینی کا تمہیں اندازہ ہے۔''

''کافی حد تک۔''

''اور واقعات کی الجھنوں کا بھی۔''

''آپ مجھے بتایئے سر۔''

''تمہیں نشاء کے ساتھ سفر کرنا ہوگا۔''

''سفر......؟''

''ہاں۔ ایک طویل سفر۔''

''کہاں کا جناب؟'' صوفیہ نے کسی قدر دھیمے انداز میں پوچھا۔

مسٹر صوفیہ کے اس سوال پر کفن پوش تھوڑی دیر تک خاموش رہا' پھر اس کی آواز ابھری۔

''بے شک تمہارے لئے یہ ایک مشکل مرحلہ ہوگا مس صوفیہ' لیکن میں تمہیں اتنا بتادوں کہ خدا ہمدانی کو زندگی عطا فرمائے' جس اسے اس بات کا علم ہوگا کہ تم نے میرے لئے ایک مشکل کام کیا ہے تو اسے بے پناہ خوشی ہوگی' مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ہمدانی سے تمہارا رسمی تعلق نہیں بلکہ ایک طرح سے تم اسے باپ کا درجہ دیتی رہی ہو' کیا یہ سچ ہے؟''

''جی سر سو فیصدی' ایسا ہی ہے' ہماری ایک الگ کہانی ہے اور میں مسٹر ہمدانی کیلئے زندگی کی بازی لگا سکتی ہوں۔''

''شکریہ اور تمہیں بعد میں یہ اندازہ ہوگا کہ تم نے جو کچھ کیا ہے وہ ہمدانی کیلئے کس قدر مفید تھا۔''

''ہمیں کہاں جانا ہوگا سر؟'' صوفیہ نے سوال کیا۔

''سپین' سپین کے شہر وسکایا جس کے بارے میں تمہیں تمام تفصیلات فراہم کردی جائیں گی' تم یہ جانتی ہو کہ سپین جنوب مغربی یورپ میں واقع ہے' بحراوقیانوس میں دوسری مشہور جگہیں ہیں' تمہیں پہلے میڈرڈ اور اس کے بعد وہاں سے وسکایا جانا ہوگا' میں تم سے بلاتکلف یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا تم اس قدر مشکل برداشت کرسکتی ہو۔''

''جی سر میں کرسکتی ہوں۔'' صوفیہ نے جواب دیا۔

''اس کیلئے میں تمہارا شکر گزار ہوں صوفیہ' تمہیں وسکایا پہنچنے کے بعد ایک چھوٹے سے قصبے ریگن تک جانا ہوگا اور ریگن میں تمہاری ملاقات وسکن ڈیزل سے ہوگی' جواب وہاں زیتون کا بہت بڑا تاجر کہلاتا ہے' لیکن اس سے پہلے وہ ایک مشہور زمانہ ریسلر تھا جو امریکہ میں بڑی مقبول شخصیت کا مالک تھا' وہاں تمہیں میرا ایک پیغام اس کے حوالے کرنا ہوگا' صرف یہی ایک شخص ہے جو اے کے ہمدانی کا نعم البدل اور تمہارا رہنما ثابت ہوگا۔''

''سپین۔'' سسٹر صوفیہ نے پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں' میری مشکل کا وہی حل ہے۔'' دوسری طرف سے کسی قدر پریشان لہجے میں کہا گیا۔

''کیا نشاء میرے ساتھ جائے گی؟'' صوفیہ نے سوال کیا۔

''ہاں' ویسے میں تمہیں بتاؤں کہ وسکن ڈیزل اے کے ہمدانی کا نعم البدل ثابت ہوگا اور وہ اس کی جگہ لے لے گا۔''

''لیکن سر ہم اسے وسکایا میں کیسے تلاش کریں گے اور اس کا ہم سے تعارف کس طرح ہوگا؟'' صوفیہ نے سوال کیا۔

''اس کا میں مکمل انتظام کروں گا۔'' کفن پوش یعنی اپنے کہے ہوئے الفاظ کے مطابق دانش ہارون نے کہا اور میری قوت برداشت جواب دے گئی' میں چیخ پڑی۔

''کچھ نہیں کرنا مجھے کہیں نہیں جاؤں گی میں' جھوٹ ہے یہ سب فراڈ ہے' میں کچھ تسلیم نہیں کرتی' میری ماں کہاں ہے' تم کون ہو' کیا ثبوت ہے تمہارے پاس کہ تم میرے باپ ہو؟ کون سی مصلحت تمہیں اب بھی مجھ سے چھپائے ہوئے' بتاؤ کیوں روپوش ہوگئے تم' کیوں مجھے ایک غیر ملک میں بے یارومددگار چھوڑ دیا' تمہیں اندازہ تھا کہ میں کتنی دقتوں کے بعد یہاں پہنچی اور یہاں پہنچنے کے بعد مجھے کیسی کیسی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا' تمہاری مصلحت پوشی اب بھی جاری ہے' تم میرے باپ نہیں ہو' تم اس لئے اپنے آپ کو پردوں میں چھپائے ہوئے ہو کہ میں اپنے باپ کو پہچانتی ہوں' اس پردے کے پیچھے سے دانش ہارون کا چہرہ بھی برآمد نہیں ہوگا' جس کے بارے میں مجھے یہ پتہ

نہیں ہے کہ وہ میرا باپ ہے یا نہیں؟''

میرے اندر ایک طوفان برپا ہوگیا تھا' یہ تمام الفاظ ہیجان انگیز چیخوں اور سسکیوں کے انداز میں میرے منہ سے نکلے تھے' دیر تک میرے یہ الفاظ کمرے میں گونجتے رہے' پھر ان کی بازگشت ہوئی تو سفید کفن میں ملبوس وجود آہستہ آہستہ کرسی سے اٹھ گیا' بلندوبالا قدوقامت' چوڑے چکلے بدن کا مالک' ڈھیلے ڈھالے کفن میں کچھ نمایاں نہیں تھا' مگر بدن کی ہر جنبش محسوس کی جا سکتی تھی' اچانک ہی سفید کفن اس کے جسم سے علیحدہ ہوگیا' میری سلگتی آنکھیں وہ چہرہ برآمد نہیں ہوا' سفید چمکدار کپڑے کی پٹیوں سے بنا ہوا ایک انسانی پتلا آنکھوں کے سامنے تھا' بالکل ان مصری ممیوں کی مانند جو میں نے تصویروں میں دیکھی تھیں' میرا سانس بند ہوگیا۔

پھر پٹیوں میں لپٹے ہوئے ہاتھ اٹھے اور ان ہاتھوں نے سر کے پاس کوئی شے' ٹٹولی' کپڑے کی پٹی کا سرا ان ہاتھوں کو مل گیا تو ان ہاتھوں نے وہ پٹیاں کھولنا شروع کر دیں۔ کچھ دیر کے بعد زمین پر پٹیوں کے ڈھیر کے سوا اور کچھ نہیں رہا' پٹیوں کے اندر سے برآمد نہیں ہوا تھا' ان کا ڈھیر فرش پر پڑا ہوا تھا۔ میرے حلق سے ایک دہشت بھری چیخ نکلی اور میں صوفیہ سے لپٹ گئی' خود صوفیہ کا بدن بھی بری طرح تھر تھرا رہا تھا۔ کمرے کی فضا میں وحشت ناک سناٹا پھیلا ہوا تھا' صوفیہ بھی ہمت کھو بیٹھی تھی۔ اس نے مجھے بھینچ لیا تھا۔ کچھ دیر یونہی گزر گئی' پھر اچانک پٹیوں کے ڈھیر میں تحریک نمودار ہوئی اور وہ مخصوص انداز میں رول ہونے لگیں' نادیدہ ہاتھ دوبارہ انہیں انسانی پتلے کی شکل میں ترتیب دے رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پھر پہلے ہی جیسا پتلا تیار ہوگیا اور پھر وہ سفید کفن پہلے کی طرح اس پر منڈھ گیا۔ اس کے بعد وہی مانوس آواز ابھری۔

''ہاں نشاء میں خود اپنی ذہانت کا شکار ہوگیا ہوں' جو کچھ ہوا ہے اسے بتانے کیلئے دنیا کی کسی زبان میں الفاظ نہیں ہیں' وقت ہی ان حقیقتوں کا انکشاف کرے گا اور ابھی وقت نہیں آیا ہے' لیکن تم نے اپنی منزل کی جانب قدم اٹھالئیےہیں' تم کچھ عرصے میں اپنا راز پالوگی اور یہ لازمی امر ہے تم اس سے کتنا ہی گریز کرو کیا سمجھیں' میں بے شک تمہارا باپ ہوں' حالانکہ یہ لفظ کہتے ہوئے مجھے خود بھی شرمندگی ہوتی ہے' لیکن کیا کروں تقدیر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں' مجھ سے کہنے کی ضرورت نہیں اور صوفیہ تمہیں بھی' ہمدرد لڑکی! میری بیٹی سے عاون کرنے والے کسی طور گھاٹے میں نہیں رہیں گے' میں ان کے احسانات کبھی نہیں بھولوں گا' نشاء میرے دل کے ٹکڑے اپنے باپ کو خود سے منحرف نہ سمجھنا' اس ناکارہ شکل میں تمہارے سامنے کیا آتا' یہ تو بہتر وقت ہے کہ تم نے یہ سب کچھ برداشت کرلیا' اگر بالکل بچی ہوتیں تو تمہارا کیا حال ہوتا' جاؤ تقدیر بدلے گی' ضرور بدے گی اور وہ دن ضرور آجائے گا' وہ دن وہ دن۔'' آواز آخر میں سسکیوں میں تبدیل ہوگئی' صوفیہ اور میں آپس میں بری طرح لپٹے ہوئے تھے' لیکن مجھ سے پہلے صوفیہ ہی نے خود کو سنبھالا اور اس کی آواز بمشکل نکلی۔

''سر سر ہمیں کیا کرنا ہوگا؟''

''وسکن ڈیزل میرا گہرا دوست ہے' میں تمہیں اس کے نام تفصیلی خط لکھ کر دوں گا' تم میری بتائی ہوئی تفصیل کے مطابق سپین جاؤ گی اور وہاں وسکایا کے نواحی علاقے میں اس جگہ جا کر وسکن ڈیزل سے ملنا اور وہ خط اسے دے دینا' اس کے بعد تم یوں سمجھو کہ تمہارے آگے کے تمام معاملات وسکن ڈیزل سنبھالے گا۔ اس پر نہ تو کوئی شک کرنا اور نہ اس کی باتوں سے منحرف ہونا۔''

''سر آپ کو یقین ہے کہ وسکن ڈیزل ہماری پذیرائی کریں گے؟'' صوفیہ نے سوال کیا۔

''ہاں بیٹی' مجھے یقین ہے۔''

''ان سے ہمیں کیا معلومات حاصل ہوں گی؟''

''براہ کرم یہ سوالات مجھ سے نہ کرو' جاؤ بس اب جاؤ ہمارا ایک جگہ اکٹھے ہونا خطرناک بھی ہوسکتا ہے' یہ ذمہ داری ہمدانی پر تھی' لیکن لیکن خیر جاؤ بس اب چلی جاؤ' جاؤ بیٹی' خدا تمہارا نگہبان ہو' جاؤ براہ کرم جاؤ۔''

آواز میں ایک زور پیدا ہوگیا تو صوفیہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ''آؤ نشاء آ جاؤ میں نیم بے ہوشی کی سی کیفیت کا شکار تھی' کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا چاہتی ہوں' بالآخر ہم وہاں سے چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد سفر طے کر کے اپنے گھر پہنچ گئے' میں اپنے بستر پر لیٹ کر بلک بلک کر رونے لگی تھی' میرے حلق سے ہچکیاں نکل رہی تھیں۔

''کیا وہ واقعی میرے پاپا تھے سسٹر صوفیہ' کیا واقعی وہ میرے پاپا ہی تھے؟''

''حوصلہ کرو نشاء' تقدیر نے تمہیں ایک انوکھی آزمائش میں ڈالا ہے' اللہ پر بھروسہ رکھو' انشاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔''

''مگر کیا ہوگیا میرے پاپا کو' کیا ہوگیا انہیں' وہ تو شاندار صحت اور تندرستی کے مالک تھے' ان کا بدن کہاں گیا' وہ' وہ کچھ عجیب بھی لگ رہے تھے' تم بتاؤ پٹیوں کے ڈھیر میں کیا تھا' کون بول رہا تھا؟ آہ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا تھا' میں پاگل ہوجاؤں گی۔''

''اس کائنات میں نجانے کیا کیا راز بکھرے ہوئے ہیں' ہم کچھ بھی نہیں جانتے نشاء' واقعی ہم کچھ بھی نہیں جانتے۔''

''اور انہوں نے مجھے میری ماں کے بارے میں بھی کچھ نہیں بتایا۔''

''ہاں وہ کہہ رہے تھے کہ وقت خود بہت سے انکشافات کرے گا' میری رائے ہے نشاء کہ تم بھی حوصلے سے کام لو' ہم مجبور ہیں' وقت کا انتظار تو کرنا ہی ہوگا۔''

''آہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا' میرا سر پھٹا جا رہا ہے' کچھ بھی تو نہیں سمجھ پا رہی میں۔''

''میں تمہارے لئے کافی بنواتی ہوں' تمہیں سکون ملے گا' ابھی آ رہی ہوں میں۔'' یہ کہہ کر سسٹر صوفیہ باہر نکل گئیں اور میں سوچ میں ڈوبی رہی' میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے' کافی دیر کے بعد سسٹر صوفیہ واپس آئیں' پھر آپا ندیمہ کافی لے کر آ گئیں' صوفیہ نے اصرار کر کے مجھے کافی پلائی

تھی، لیکن کافی کا آخری گھونٹ پورا نہ لے پائی تھی کہ پلکیں جھپکنے لگیں، نجانے کیا ہو گیا تھا، بس ایک دم نیند آ ئی تھی۔

رات کو کسی وقت آنکھ کھلی تھی، لیکن حواس پوری طرح نہیں جاگے تھے، یقینی طور پر مسٹر صوفیہ نے کافی میں مجھے کوئی ایسی خواب آور چیز دی تھی جس سے مجھے نیند آ گئی تھی، البتہ جب میں جاگی تو میں نے مسز صوفیہ کو اپنے قریب ہی سوتے ہوئے دیکھا اور میں نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

صبح کو جاگی تو طبیعت بھاری تھی، اس وقت مسز صوفیہ میرے پاس موجود نہیں تھیں، البتہ باتھ روم سے پانی گرنے کی آوازیں آ رہی تھیں، اس کا مقصد ہے کہ وہ غسل کر رہی ہیں، کچھ ہی لمحوں کے بعد وہ غسل کر کے باہر نکلیں اور میرے سامنے آ گئیں۔ ان کا چہرہ بے حد نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔ خوبصورت خدوخال کی مالک تھیں، مجھے آنکھیں کھولے دیکھ کر مسکرائیں اور پھر پیار بھرے لہجے میں بولیں۔

''اٹھ جاؤ نشاء اٹھ جاؤ، نو بج رہے ہیں۔''

''مجھے نیند آ رہی ہے۔'' میں کسمسا کر بولی۔

''ارے بابا میرا دم نکل جائے گا، اٹھ جاؤ پلیز!'' صوفیہ نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا۔

''کیوں؟''

''تمہیں بھوک نہیں لگ رہی، میں تو بھوک سے مری جا رہی ہوں۔''

''ایں...... ہاں بھوک تو لگ رہی ہے مجھے بھی۔'' میں نے کہا اور جلدی سے اٹھ گئی، واقعی شدید بھوک لگ رہی تھی، گرتی پڑتی واش روم میں گئی اور ٹھنڈے پانی کی پھواروں سے گزرے ہوئے لمحات کا سفر کرنے لگی، اندازہ ہو گیا کہ ضرور صوفیہ نے کافی میں مجھے کوئی خواب آور دوا دے دی تھی۔ اس کا احساس بھی ہوا کہ اس وقت میرے لئے وہی بہتر تھا، خیر باہر نکلی تو ناشتہ لگا ہوا تھا، کوئی مزید بات کئے بغیر ہم لوگ ناشتے میں مصروف ہو گئے اور خوب ڈٹ کر ناشتہ کیا، چائے کی کئی پیالیاں پی کر سیر ہو گئے، پھر میں نے مسز صوفیہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ نے مجھے کافی میں کوئی خواب آور دوا دی تھی نا؟''

''ہاں ضروری تھا، تم بہت اپ سیٹ تھیں۔''

''اپ سیٹ تو میں اب بھی ہوں۔''

''میں نے تم سے رات کو بھی ایک بات کہی تھی کہ حوصلے سے کام لینا ہو گا۔''

''پھر بتایئے کہ اب ہمیں کیا کرنا ہو گا؟''

''نشاء اب میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں؟''

''جی پوچھئے۔''

''کیا تم سپین جاؤ گی؟''

عجیب سا سوال تھا' میں نے خوفزدہ نگاہوں سے صوفیہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کک...... کیا مطلب؟''

''تم یقین کرو میں بڑی کشمکش کا شکار ہوں' میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا کروں' ہمدانی صاحب نے مجھے بہت مختصراً تمہارے بارے میں بتایا تھا۔ البتہ یہ ضرور کہا تھا انہوں نے کہا کہ مجھے کچھ عرصہ تمہارے ساتھ رہنا ہوگا۔ تمہارے آس پاس سے باخبر رہنا ہوگا' انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ صرف کاروباری معاملہ نہیں ہے بلکہ دوستی کا تقاضا بھی ہے اور کیونکہ یہ بات ہمدانی صاحب نے کہی تھی اس لئے میرے لئے ایک بہت بڑا درجہ رکھتی ہے' اس لئے میں تیار ہوگئی' لیکن اب میں سخت پریشان ہوں نشاء۔''

''کک...... کیا مطلب ہے آپ کا صوفیہ......؟'' میں نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

''ہمدانی صاحب ہزاروں میل دور لندن کے ہسپتال میں پڑے ہوئے ہیں' مجھے آئندہ کیلئے ہدایات دینے والا کوئی نہیں ہے' یہاں بہت سے ایسے کیس پڑے ہوئے ہیں جنہیں اصولی طور پر اب مجھے دیکھنا چاہئے' نشاء مجھے تم سے بہت ہمدردی ہے' لیکن مجھے بتاؤ میں کیا کروں' اگر صرف یہاں رہنے کی بات ہوتی تو میں ہمدانی صاحب اور ان کے ساتھیوں سے رابطہ رکھتی اور کام چلتا رہتا' لیکن سپین جانے کا معاملہ بہت مشکل ہے۔

''صص...... صوفیہ...... مم میں۔'' میرے الفاظ پورے نہ ہوسکے' میرا دم گھٹ رہا تھا اور میرے چہرے پر خوف کے آثار ابھر آئے تھے۔

''کیا ہوا کیا ہوا؟'' صوفیہ نے سوال کیا۔

''کک...... کیا آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ کہ......''

''ہاں تم نے ٹھیک سمجھا اور سچ تو یہ ہے نشاء کہ میں بھی ڈر گئی ہوں' کیونکہ میں تو کچھ بھی نہیں جانتی' کچھ بھی نہیں' معلوم ہے مجھے' کیا کہوں میں تم سے کیا نہ کہوں۔

میں بہت پریشان ہوں نشاء۔ فیصلہ نہیں کر پا رہی کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔

''فیصلہ......! میں نے دہشت بھری آواز میں کہا۔

''ہاں۔ میں رات بھر نہیں سو سکی۔''

''کیوں؟ میں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''دراصل۔ ہمدانی صاحب وہاں لندن میں موت و زیست کی کشمکش کا شکار ہیں' ان کے ادھورے کیس محکمے دیکھتے ہیں اور...... اور اصولی طور پر مجھے ان کے ساتھ لندن میں ہونا چاہئے۔ ان کے دوسرے ماتحت بھی مجھ سے ہی ہدایات لیتے ہیں۔''

''آپ کیا کہنا چاہتی ہیں سسٹر صوفیہ۔''

''شاید۔ میں تمہارا ساتھ نہ دے سکوں۔ تمہارے ساتھ باہر نہ جا سکوں' یہاں کی بات اور تھی۔

میں نے صوفیہ کا مطلب سمجھ لیا۔ ٹھیک کہہ رہی تھیں' لیکن میں بے اختیار ہوگئی' میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے' پھر تو میں اس قدر بے اختیار روئی کہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی' میرے منہ سے نکل رہا تھا۔

''آپ بھی میرا ساتھ چھوڑ دیں گی سسٹر' میں مر جاؤں گی' کہیں نہیں جاؤں گی میں۔ نہیں جانا مجھے کہیں۔ نہیں جاؤں گی۔ نہیں جاؤں گی۔''

''ارے۔ ارے۔ نشاء میری جان۔ ارے۔ نہیں چھوڑوں گی تمہیں اکیلا۔ کبھی نہیں چھوڑوں گی۔ وعدہ۔ وعدہ نشاء کبھی نہیں جاؤں گی۔'' صوفیہ نے مجھے سینے سے لگا لیا۔ میرا دل پھٹا جا رہا تھا۔ ''سب میرا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ میں کہاں جاؤں۔ کس کو ساتھ رکھوں۔ کیا کروں میں' جمال پاشا بھی گم ہوگیا اور اور عسکری' نا قابل نفرت انسان۔''

صوفیہ دس دن بہت مصروف رہی۔ میں بے جان سی مسہری پر بیٹھی رہی تھی' کفن پوش وجود یاد آ رہا تھا۔ حسایت دانش ہارون جیسی تھی' آواز بھی سو فیصدی وہی تھی۔ وہ آواز۔ جو کبھی میرا سب سے بڑا سرمایہ تھی۔ میرے پاپا کی آواز تھی وہ' لیکن پاپا؟ کپڑے کا ڈھیر کیوں۔ انہیں مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔

پھر ذہن بھٹک گیا۔ وہ پراسرار گھر۔ اوہ' وہاں دو تابوت تھے۔ دونوں کے تالے بند تھے اور پھر ایک تابوت کھل گیا تھا' جو خالی تھا' کیا وہ پراسرار کفن وجود اس تابوت سے نکلا تھا۔ وہ میرے پاپا تھے۔ دوسرے تابوت میں کون تھا' کیا میری ماں؟''

دل بری طرح بے چین ہوگیا۔ سسٹر صوفیہ نظر آئیں تو میں نے کہا۔ ''سسٹر میری ایک بات سنیں' میرے دل میں آئی ہے۔''

''کیا......؟''

''سسٹر۔ اس دوسرے تابوت میں کون تھا۔''

''دوسرے تابوت میں۔''

''ہاں۔ وہاں دو تابوت تھے۔ ایک کا تالا کھل گیا تھا' دوسرا بند تھا۔ کیا اس میں بھی کوئی تھا۔

''تمہارے خیال میں کون؟''

''شاید میری ماں۔''

''کاش۔ میں بتا سکتی۔'' صوفیہ نے کہا اور میں خاموش ہوگئی۔ واقعی وہ بے چاری کیا بتا سکتی تھیں۔ اس رات بھی ہمیشہ کی طرح جاگتی رہی' پھر نہ جانے رات کے کون سے پہر آنکھ لگ گئی۔ جانے کتنی دیر سوئی تھی کہ کسی نے زور زور سے جھنجھوڑا' ہڑبڑا کر اٹھی تو آیا ندیمہ کا چہرہ نظر آیا۔ انہوں

نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔
میں نے گردن گھما کر صوفیہ کی طرف دیکھا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔
''کک...... کیا ہے۔''
''اٹھو...... آیا ندیمہ نے سرگوشی کی۔''
میں اٹھ گئی تو آیا ندیمہ نے مجھے باہر چلنے کا اشارہ کیا اور میں ان کے ساتھ باہر نکل آئی' پھر میں نے کہا۔ ''اب بتاؤ۔ کیا بات ہے۔''
''نشاء بی بی۔ ہم اب یہ گھر چھوڑ رہے ہیں۔''
''یہ بات بتانے کیلئے آپ نے مجھے آدھی رات کو جگایا ہے۔''
''ہم اب آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ میں نے ہارون صاحب سے کہہ دیا ہے۔''
''کس سے۔'' میں نے چونک کر کہا۔
''آیئے آپ ان سے مل لیں۔ دانش ہارون صاحب آئے ہیں۔''
میری جو کیفیت ہوئی تھی اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ''پاپا آئے ہیں۔ پاپا آئے ہیں۔'' بہت سے خیالات ایک دم دل میں آئے تھے۔ وہ بعید جسم کا وجود کیا فریب تھا' کیا اس کا میرے باپ ہونے کا دعویٰ غلط تھا' لیکن وہ آواز...... وہ حسایت۔ وہ سب کچھ تو پاپا جیسا تھا۔
لڑکھڑاتے قدموں سے پاپا کی لائبریری میں داخل ہوئی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی سگار کی مخصوص بو سنگھائی دی اور میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ لائبریری کے اس مخصوص جگہ میں جہاں کا ماحول نیم تاریک ہوتا تھا پاپا کی کرسی پر کوئی بیٹھا ہوا تھا۔ سگار کا سرخ سرا روشن تھا اور دھویں کی یکسر بلند ہو رہی تھی۔
''ٹھیک ہے ندیمہ بیگم۔ آپ جایئے۔'' پاپا کی مخصوص آواز ابھری۔
''میں کچھ کہنا چاہتی ہوں سر......'' ندیمہ نے ہچکچاتی ہوئی آواز میں کہا۔
''ہاں۔ کیا بات ہے؟''
''نشاء بی بی نے ہم پر اعتبار کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ان کا رویہ بے حد خراب ہو گیا ہے ہمارے ساتھ باہر کے لوگ ہم سے پولیس والوں کی طرح سوالات کرتے ہیں' ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔''
''انتظار۔''
''جی سر۔ ہم اب یہاں نہیں رہ سکیں گے۔''
''ہم سے تمہاری کیا مراد ہے۔''
''میں اور فیض بابا۔''
''ہوں...... کیا تمہیں یہ سوچنا زیب دیتا ہے ندیمہ۔ تم نے مشکل حالات میں میرا ساتھ دیا

ہے اور اب جب مشکل ترین حالات ہیں تم مجھے چھوڑنا چاہتی ہو۔"

"معافی چاہتے ہیں صاحب۔ انسان تو ہم بھی ہیں۔ ندیمہ رونے لگی۔"

"آپ اس گھر کے ستون ہیں اور ستونوں کے بغیر گھر قائم نہیں رہتے۔ میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں' بے فکر رہیں میں نشاء کو سمجھا دوں گا۔"

"آیا ندیمہ روتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ میں سرد نگاہوں سے پاپا کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اب بھی پراسراری کیفیت میں تھے۔ کچھ لمحوں کے بعد انہوں نے کہا۔"

"حالات پہلے بھی بہتر نہیں تھے نشاء۔ کچھ پراسرار کہانیاں میری ذات سے پہلے بھی منسلک تھیں' لیکن تیونس میں جو کچھ ہوا وہ میری توقع کے برعکس تھا۔ وہاں کے پراسرار حالات تم جانتی ہو' صورتحال اتنی بگڑ گئی کہ مجھے تم سے الگ ہونا پڑا۔"

"ایک بات کہوں پاپا۔"

"ہاں۔ بولو......"

"آپ واقعی میرے ابو ہیں۔"

"کیا مطلب......؟"

"بہت سے مطلب ہیں پاپا۔ مجھے اپنے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ میری ماں ایک نامعلوم شخصیت ہے اور آپ...... پاپا۔ اگر میں آپ کی بیٹی ہوئی تو آپ مجھے بے یارومددگار تیونس میں نہ چھوڑ دیتے' کچھ بھی ہوسکتا تھا میرے ساتھ۔ پاپا مجھے تو اپنے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم' میں کون ہوں' کیا ہوں اور اس کے بعد؟"

"تمہیں کچھ نہیں ہوتا نشاء۔ میں آج تک ایک لمحہ تم سے غافل نہیں رہا' تیونس سے یہاں آنے کے بعد بھی اور تیونس میں بھی' میں نے لمحہ لمحہ تم پر نگاہ رکھی ہے۔ اگر تمہیں کوئی خطرہ ہوتا تو میں ہر احتیاط بالائے طاق رکھ دیتا۔"

"میں نہیں مانتی پاپا۔ میں نہیں مانتی۔"

"ضد نہ کرو نشاء۔ میں تم سے بڑی توقع رکھتا ہوں۔ تم میری اس بہت بڑی مشکل میں میرا ساتھ دو' تمہارا تعاون ہی ہمیں زندگی دے گا۔"

"پاپا میں اب وہاں نہیں جاؤں گی۔ میں سپین نہیں جاؤں گی۔ میرے ان الفاظ پر دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی۔ پھر پاپا کی آواز ابھری۔

"میں تم سے تعاون کی توقع رکھتا تھا۔ یہ صرف میری زندگی کا نہیں تمہاری زندگی کا بھی سوال ہے۔ تاہم میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔"

"آپ مجھے میرے سوالوں کے جواب دیں پاپا۔"

"ہاں بولو۔"

''تیونس میں آپ نے مجھے کس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔''

''میں نے تمہیں نہیں چھوڑا تھا نشاء۔ میں لمحہ لمحہ تمہارے ساتھ تھا۔''

''کہاں تھے آپ اور پھر یہاں آنے کے بعد بھی آپ نے مجھ سے کوئی رابطہ نہیں قائم کیا۔ بس دوسرے لوگ مجھے آپ کا پتہ دیتے رہے۔''

''ٹھیک ہے نشاء۔ تم اگر میرا ساتھ نہیں دینا چاہتی ہو تو ٹھیک ہے۔''

''کتنے سوال ہیں میرے ذہن میں پاپا۔ کار چوک کے غاروں میں میری ہمشکل لاش' اور پھر اور پھر نہ جانے کیا کیا۔ مجھ سے پوچھیں پاپا۔ مجھ پر کیا بیت رہی ہے۔''

''کاش۔ میں تمہیں اپنی مجبوری سمجھا سکتا۔''

''یہ سب کیا ہو رہا ہے پاپا۔ یہ کیسی مجبوری ہے۔ میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔''

''یہ بھی تو نہیں ہو سکتا۔''

''آخر کیوں۔''

''تم نے میرے جسم کی حالت دیکھی تھی۔''

''ہاں پاپا...... وہ آپ ہی تھے نا۔''

''ہاں۔''

''مگر کیوں۔ آپ کو کیا ہوا ہے۔''

''ایک تاریخی سزا ہے یہ۔''

''تاریخی سزا۔''

''ہاں......''

''میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا پاپا۔''

''یہ بھی ایک بہت بڑی مجبوری ہے' لیکن میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہی کرو' ہاں اگر یہ التجا بھی تمہیں قبول نہ ہو تو ٹھیک ہے' جیسی تمہاری مرضی۔''

''گویا آپ مجھے یہ نہیں بتا سکتے کہ آپ کس مشکل میں گرفتار ہیں اور جس بے جسم کی آپ نے بات کی ہے اس کی وجہ کیا ہے' ایسا کیوں ہوا ہے پاپا؟''

''میں نے کہا نا نشاء ابھی تفصیل سے کچھ بتانا میرے لئے ممکن نہیں ہے' بس اتنا سمجھ لو کہ تاریخ کبھی نہیں بدلتی' جو تاریخ میں ہو چکا ہوتا ہے تو وہ پتھر کی لکیر ہوتا ہے اور لکیریں آسانی سے نہیں مٹ سکتیں۔''

''تو آپ میرے لئے کیا کہتے ہیں پاپا؟''

''بتا چکا ہوں کہ سپین کا سفر بہت ضروری ہے۔''

''مگر میں وہاں کیسے جاؤں گی' میں نے تو تنہا کبھی ایسا سفر نہیں کیا۔''

''صوفیہ جو تمہارے ساتھ ہے۔''

''مگر وہ تو مجھ سے بھی زیادہ ناواقف ہے پاپا۔''

''اس کے باوجود وہ تمہارا ساتھ دے گی۔''

''لیکن انہوں نے انکار کر دیا ہے۔''

''ہرگز نہیں' میں اس سے بات کروں گا۔'' دانش ہارون صاحب کی آواز سنائی دی اور میری آنکھوں میں آنسو نکل آئے۔

''اور مجھے کوئی تسلی نہیں دیں گے پاپا' میری تنہائی سے آپ کو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔'' میں نے آنسو بھرے لہجے میں کہا۔

''صرف اتنا کہوں گا بیٹا کہ عام باپ اپنی اولاد کو سینے سے لپٹا کر عملی طور پر اپنی شفقت کو پرسکون کر لیتے ہیں' لیکن میں اپنے وجود میں سالہا سال یہ پیار سمیٹے ہوئے بے بسی کی منزلوں سے گزر رہا ہوں۔ مجھ سے زیادہ بے بس اس کائنات میں کوئی دوسرا نہیں ہوگا۔''

''ٹھیک ہے پاپا میں وہی کروں گی جو آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں۔'' میں نے آخر کار ہتھیار ڈال دیئے' تب پاپا کے مخفی ہاتھ نے ایک لفافہ مجھے دیا اور کہنے لگے۔

''اس لفافے میں ڈیزل کیلئے ہدایات ہیں' بس تمہیں یہ لفافہ اسے دینا ہوگا۔''

''ٹھیک ہے۔' میں نے لفافہ پاپا سے لے لیا' تو وہ بولے۔

''ٹھیک ہے نشاء میں جا رہا ہوں' کیونکہ زیادہ دیر یہاں رکنا خطرناک ہو جائے گا۔''

''خدا حافظ۔'' میں نے کہا اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے' پھر چار قدم آگے بڑھے اور بولے ''خدا حافظ نشاء خدا حافظ۔'' اس کے بعد وہ باہر نکل گئے۔

میں حسرت بھری نظروں سے انہیں دیکھتی رہ گئی' کتنے شاندار لگ رہے تھے' اپنی چال ڈھال سے' مگر مجھے یہ بھی پتہ تھا کہ اس لباس کے پیچھے کچھ نہیں ہے۔ وہ صرف ایک دھوکہ' ایک خیال ہیں' ایک احساس اور کچھ نہیں' لیکن کیوں' میں نے تو اپنے پاپا کے ساتھ طویل وقت گزارا تھا' تیونس جانے سے پہلے وہ ایک ہنستے بولتے ہشاش بشاش آدمی تھے' لیکن یہ کیا ہو گیا' کیا ہوا ہے انہیں۔

دوسرا دن بڑا سنسان تھا' سخت بیزاری محسوس ہو رہی تھی' ویسے بھی دن کو گیارہ بجے کے قریب آنکھ کھلی تھی اور شدید حیرانی کا احساس ہوا تھا' صوفیہ کی غیر موجودگی نے چونکا دیا' اس احساس سے دل دہل گیا کہ وہ چلی تو نہیں گئیں' میں خوف زدہ ہو کر باہر نکل آئی اور کسی سے ٹکراتے ٹکراتے بچی' وہ صوفیہ ہی تھیں۔

''اتنی دیر تک سوتی رہی ہو تم' بھوک کے مارے دم نکل رہا ہے۔''

''ارے سسٹر آپ نے ناشتہ نہیں کیا؟''

''ناشتے کا نام لے کر میری بھوک کو نہ بھڑکاؤ' پلیز! جلدی کرو ناشتہ لگواؤ۔'' سسٹر صوفیہ نے خوشگوار لہجے میں کہا اور میں نے ان کی ہدایت کے مطابق عمل کیا' واقعی انہیں شدید بھوک لگ رہی تھی' بڑی بے صبری سے ناشتہ کر رہی تھیں' مجھے ہنسی آ گئی' لیکن انہوں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی' ناشتے سے فارغ ہو کر انہوں نے چائے کی پیالی ہونٹوں سے لگائی اور پھر ہونٹ خشک کر کے بولیں۔

''رات کو دانش صاحب آئے تھے؟''

''ارے' آپ کو کیسے معلوم ہوا؟''

''انہوں نے مجھے فون کیا تھا'' صوفیہ نے کہا اور میں چونک پڑی۔ وہ دوبارہ بولی ''اور ہمیں سپین جانا ہے' مجھے ایک بات بتاؤ نشاء' تمہارا پاسپورٹ تیار ہے کیا؟''

''پاسپورٹ تو ہے' ظاہر ہے میں اسی پاسپورٹ پر تیونس گئی تھی' لیکن اس کے بعد مجھے نہیں معلوم کہ اس کی کیا کیفیت ہے' تاہم اتنا ضرور کہہ سکتی ہوں کہ ابھی ایکسپائر نہیں ہوا۔''

''گڈ ویری گڈ' ہمیں سپین جانے کی تیاریاں کرنی ہیں۔''

''ایک بات پوچھوں سسٹر؟''

''ہاں...... پوچھو۔''

''آپ کیسے تیار ہو گئیں' پہلے تو آپ نے انکار کر دیا تھا؟''

''اول تو مجھے تم سے پیار ہو گیا ہے اور میں خود بھی اب تمہارا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی' دوسری بات یہ کہ دانش صاحب نے استاد محترم کا حوالہ دیا اور کہا کہ اگر ہمدانی صاحب بہتر حالت میں ہوتے تو اس سے بھی زیادہ اذیت برداشت کر کے ہر حالت میں ہمارا ساتھ دیتے' میں صرف ان کا نعم البدل بن جاؤں' خدا ان کو زندگی دے' جب انہیں اس بات کا علم ہو گا تو انہیں فخر ہو گا اور میں اور میں۔''

''ہاں بولیں بولیں۔'' میں نے کہا۔

''جس شخص نے مجھے کیچڑ سے اٹھا کر مخمل میں رکھ دیا اس کا کوئی بھی مشن میری زندگی کا مقصد ہے اور میں اس سے گریز نہیں کر سکتی' میری ہر سانس ہمدانی صاحب کی مقروض ہے نشاء' تم میرے جذبات کو نہیں سمجھ سکو گی۔''

''گویا آپ تیار ہیں میرے ساتھ جانے کیلئے؟''

''ہاں...... میں نے کسی کو بلایا ہے' وہ تمام فارم وغیرہ لے کر آئے گا' تمہاری تصویریں لے کر جائیگا اور ہم آگے کے کام کر لیں گے' میں نے یہ کام ان لوگوں کو سمجھا دیئے ہیں۔''

میں خاموش ہو گئی' اس کے بعد درمیان کے چند روز میں نے خاموش تماشائی کی حیثیت سے گزارے' بس سسٹر صوفیہ ہی مصروف تھیں۔ مجھے البتہ اس کا اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ تنہا نہیں ہیں' بہت سے لوگ ان کی ماتحتی میں کام کرتے تھے۔ ان لوگوں نے سارے کام مکمل کر لئے' آخر کار وہ وقت آ گیا جب ہمیں سپین روانہ ہونا تھا۔ ایک دن احتیاط سے ہم ایئر پورٹ پہنچے اور ایک فلائٹ ہمیں لے

کر سپین چل پڑی۔

اس وقت ساری دنیا اجنبی سی لگ رہی تھی' میں زندگی کے ان تمام ہنگاموں سے ناواقف تھی۔ میں نے آج تک جو کچھ کیا تھا وہ پاپا کے ساتھ ہی کیا تھا' ایک سہما سہما سا احساس میرے دل میں جاگزیں تھا' لیکن سسٹر صوفیہ اس وقت ایک عجیب وغریب شخصیت بن کر میرے سامنے آئی تھیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں تنہا نہیں ہوں' انہوں نے مجھے بتایا۔

''سپین کے بارے میں تمام ضروری معلومات میں نے حاصل کر لی ہیں۔'' میں نے اپنا دل بہلانے کیلئے پوچھا۔ ''مجھے بھی ذرا تھوڑی سی تفصیل بتایئے۔''

''ہاں ہاں کیوں نہیں' جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ سپین جنوب مغربی یورپ میں واقع ہے' اس کے مغرب میں بحراوقیانوس' شمال میں خلیج بسکے' جنوب اور مشرق میں بحر روم ہیں' فرانس اس کے شمال میں ہے اور پرتگال مغرب میں اس کے علاوہ بیلاک اور کینری جزائر اور دوسرے کئی جزائر اسی میں شامل ہیں۔''

''کیپٹل میڈرڈ ہے؟''

''ہاں...... میڈرڈ' بارسلونا' سویلے' زراغوزہ اور وسکایا وغیرہ' جس شخص کے بارے میں ہمیں بتایا گیا ہے وہ زیتون کا تاجر ہے' ویسے اور بھی بہت ساری صنعتی پیداوار وہاں ہیں' میں نے تمام تفصیلات معلوم کر لی ہیں' خوبصورت جگہ ہے' بہت سی قدیم روایات کی حامل۔''

''واقعی' آپ نے کافی کام کیا ہے سسٹر صوفیہ۔'' میں نے تعریفی لہجے میں کہا تو وہ مسکرادیں۔

''جانی تم نے میرے دل میں ایک عجیب سی جگہ بنالی ہے' میں اس بات کو تسلیم کرتی ہوں کہ ہمدانی صاحب نے مجھے تمہاری نگرانی کیلئے حکم دیا تھا' اب وہ حکم بھی میرے سر آنکھوں پر ہے' لیکن تمہاری اپنی شخصیت نے بھی مجھ پر اثر کیا ہے اور یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے اسی کی بنیاد پر ہو رہا ہے۔''

''شکریہ۔''

''میں نے سپین کے نقشے بھی حاصل کر لئے ہیں' ہمیں میڈرڈ میں اترنا ہوگا اور پھر وہاں سے وسکایا میں قیام کرنے کیلئے سفر کرنا ہوگا' وسکایا میں ویسے تو بہت ساری قیام گاہیں ہیں' لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ ہوٹل جیکارڈو اس سلسلے میں میں بہترین ہے اور دنیا بھر کے سیاح وہاں قیام کرنا پسند کرتے ہیں۔''

''اوہ کیا آپ نے وہاں سے رابطہ بھی قائم کر لیا؟''

''نہیں نہیں بالکل نہیں' میں نے کہا نا میں نے معلومات حاصل کی ہیں اور خود دانش ہارون صاحب نے جو خط تمہیں دیا ہے اس میں بھی کچھ ہدایات ہیں میرے لئے' میں نے ان سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔''

''آپ نے وہ خط پڑھ لیا جو میں نے آپ کو دیا تھا اور پاپا نے مجھے۔''

''ہاں پڑھ لیا ہے مجھے اس کی اجازت دی گئی تھی۔''

''فون پر؟''

''ہاں۔''

میں نے ایک گہری سانس لی اور فضائی سفر کے مسافروں کا جائزہ لینے لگی' طرح طرح کے لوگ تھے' دفعتاً میں نے سوال کیا۔

''ایک بات بتایئے سسٹر صوفیہ' آپ دنیا کے کون کون سے ملکوں میں جا چکی ہیں؟''

جواب میں صوفیہ ہنس پڑیں' پھر بولیں۔ ''کہاں کی بات کر رہی ہو ڈارلنگ' میں نے خوابوں میں بھی اپنے وطن سے باہر کی دنیا نہیں دیکھی۔''

''میرے خدا اس کے باوجود آپ اس قدر پر اعتماد ہیں۔''

جواب میں سسٹر صوفیہ مسکرا کر خاموش ہو گئیں' پھر میں نے کہا۔

''فون کروں گی میں انہیں اپنی آمد کی اطلاع دینے کیلئے۔''

''اوہو کیا فون نمبر بھی خط میں موجود ہے؟''

''خط میں نہیں تھا' لیکن ہارون دانش صاحب مجھے فون پر بتا چکے ہیں۔''

بہت سے سوالات کر چکی تھی میں صوفیہ سے' چنانچہ جہاز کی سیٹ سے سر لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ البتہ سسٹر صوفیہ کی پر اعتماد شخصیت نے مجھ پر عجیب سا اثر ڈالا تھا۔ انسان کو اسی قدر پر اعتماد ہونا چاہئے' یوں لگ رہا تھا جیسے سسٹر صوفیہ پہلی بار ملک سے باہر نہ جا رہی ہوں' بلکہ وہ عام طور سے دنیا کا سفر کرتی رہتی ہوں اور انہیں اندازہ ہو کہ باہر کی دنیا میں کیسے رہا جا سکتا ہے۔ تمام معاملات خواب کی مانند گزر رہے تھے' میں ان تمام جگہوں کے بارے میں سوچ رہی تھی' مجھے اب پہنچنا تھا اور اس کے بعد وہاں سے زندگی کا دوسرا سفر شروع ہو چکا تھا۔ پتہ نہیں پاپا وہاں مجھے بھیج کر کیا کرنا چاہتے تھے۔

آخر کار ہم میڈرڈ پہنچ گئے' یہاں بھی سسٹر صوفیہ کی پر اعتماد شخصیت نے مجھ پر بڑا اثر ڈالا تھا' ایک ٹیکسی نے ہمیں ہوٹل جیکارڈو پہنچا دیا اور جیکارڈو کی اٹھائیسویں منزل کی بڑی کھڑکی سے میں نے وسکایا کا شہر دیکھا' میڈرڈ میں ہم نے قیام نہیں کیا تھا بلکہ وہاں اترتے ہی ہم نے وسکایا کے سفر کی تیاری کر لی تھی۔ ابتدائی معمولات سے فارغ ہونے کے بعد سسٹر صوفیہ لباس وغیرہ تبدیل کر کے میرے سامنے آئیں تو میں نے انہیں غور سے دیکھا۔ خاصی پرکشش خاتون تھیں' کہنے لگیں۔

''اور تم نے تو پہلی بار ملک سے باہر قدم رکھا ہے۔''

''نہیں' میں پاپا کے ساتھ کئی ملکوں میں گئی ہوں' آخری بار میں تیونس گئی تھی۔''

''ارے ہاں...... تم نے مجھے بتایا تھا۔''

''ایک بات بتایئے سسٹر صوفیہ......؟''

''ہاں بولو۔''

''کیا وسکن ڈیزل ہمیں پہچان لیں گے؟''

''اول تو دانش ہارون صاحب کا خط ہمارے پاس موجود ہے اور پھر لازمی امر ہے کہ جب انہوں نے ہمیں وہاں بھیجا ہے تو ان سے رابطہ بھی کیا ہوگا۔''

''پاپا سے آپ کی بہت سی باتیں ہوئی تھیں۔'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں' میرے تیار ہونے کے بعد انہوں نے مجھے کچھ ضروری باتیں بتائی تھیں۔''

''اچھا یہ بتایئے' اب کیا کریں گی' کب انہیں فون کریں گی؟''

''بالکل پرسکون ہو جاؤ ڈارلنگ ایک نئی دنیا کا لطف لو' دیکھو اس ہوٹل کی اٹھائیسویں منزل سے اس کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے دنیا کتنی عجیب لگتی ہے۔ یہ سب کچھ جو نیچے ہو رہا ہے میں اور مختلف ذرائع سے ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں ان سب کی زندگی سے ایک کہانی منسلک ہوگی' لازمی طور پر ایک کہانی منسلک ہوگی اور یہ ان کی زندگی کی کہانی ہوگی' کیا سمجھیں' ہاں ایک بات میں تم سے کہوں' اگر چاہو تو ابھی مسٹر ڈیزل سے رابطہ قائم نہ کرو' بلکہ وسکایا کی زندگی دیکھو۔''

''بس پتہ نہیں میں کیوں خوفزدہ ہوں سسٹر صوفیہ؟''

''غیر فطری بات نہیں ہے جانی' اس کی وجہ میں جانتی ہوں' لیکن کوئی حرج نہیں ہے' اس بات کے امکانات ہیں کہ وسکن ڈیزل خود اس کا انتظام کریں۔ کیا سمجھیں؟''

''یہاں سے ہمیں لے جانے کا۔''

''ہاں...... تھوڑا سا انتظار کر لیتے ہیں۔''

بہرحال وقت گزرتا رہا' ہم نے ٹیکسی سے کچھ سیر بھی کی' ایک شاندار ملک تھا' ایک شاندار شہر تھا' کچھ وقت گزرا اور جب وسکن ڈیزل کی طرف سے کوئی رابطہ نہ ہوا تو ان نمبروں پر فون کیا' دوسری طرف سے کسی لڑکی نے کہا۔

''جی کون؟''

''مسٹر وسکن ڈیزل سے بات ہو سکے گی؟''

''اس وقت موجود نہیں ہیں' آپ میسج دے دیجئے۔''

''کب تک مل سکیں گے؟''

''ایک گھنٹہ کے بعد سے لے کر رات ایک بجے تک۔'' لڑکی کا جواب ملا۔

''پلیز! آپ انہیں میسج دے دیں کہ دانش ہارون کے نمائندے پہنچ گئے ہیں اور ان سے ملنا چاہتے ہیں۔''

''آپ کہاں ہیں میڈم؟''

''ہوٹل جیکارڈو۔'' صوفیہ نے اپنے کمرے کا نمبر بتایا اور شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ ٹھیک

ایک گھنٹہ کے بعد ہمارے کمرے کی بیل بجی تو صوفیہ نے لاپروائی کے انداز میں کہا۔

''کون ہے؟''

''ہم یہی سمجھتے تھے کہ ویٹر ہے' لیکن آنے والی شخصیت ویٹر کی نہیں تھی۔ غیر معمولی طور پر ایک قدآور شخص تھا' جس کے لمبے لمبے بال کندھوں تک آرہے تھے اور پورا بدن سٹیل سے بنا معلوم ہورہا تھا' مجھے یاد آگیا کہ وسکن ڈیزل ایک امریکی ریسلر تھا۔ ہوسکتا ہے وہ سپین میں آباد ہوگیا ہو' کیونکہ اس کے نقوش سپینش نہیں تھے۔ ایک انتہائی قیمتی سوٹ پہنے ہوئے تھا اور بہت ہی شاندار شخصیت کا مالک نظر آتا تھا۔ چہرے پر مخصوص سٹائل کی ہلکی سی ڈاڑھی بھی تھی۔ اس نے پراخلاق لہجے میں کہا۔

''میرا نام وسکن ڈیزل ہے اور یقیناً میں غلط کمرے میں نہیں آیا؟''

''یس سر' آپ بالکل صحیح کمرے میں تشریف لائے ہیں' براہ کرم اندر آیئے۔'' صوفیہ نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

''تم میں سے دانش ہارون کی بیٹی کون ہے؟'' ڈیزل نے دروازہ بند کر کے آگے قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ مس نشاء ہارون ہیں۔''

''ہیلو بے بی' میں تمہیں اپنا نام تو بتا ہی چکا ہوں اور مجھے علم ہے کہ تم بھی مجھے اچھی طرح جانتی ہو' بھلا کس کی مجال تھی کہ میرے علاوہ یہاں آسکتا' لیکن اس کے باوجود یہ تمہارے پاپا کا ٹیلی گرام ہے اسے دیکھو۔'' ڈیزل نے ٹیلی گرام میری طرف بڑھا دیا۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے مسٹر ڈیزل' آپ کی شخصیت آپ کی سچائی کا ثبوت ہے۔''

''پلیز! اسے دیکھو۔'' وسکن ڈیزل نے کسی قدر کرخت لہجے میں کہا اور میں نے ٹیلی گرام لے لیا' لکھا تھا۔

''ڈیزل' میری بیٹی نشاء تمہارے پاس آرہی ہے' تفصیلات وہی بتائے گی' مجھے تمہاری مدد درکار ہے۔ دانش ہارون۔'' میں نے ٹیلی گرام اس کی طرف واپس بڑھا دیا۔

''بیٹھ سکتا ہوں۔''

''براہ کرم تشریف رکھئے۔'' میں نے کہا اور وہ ایک صوفے پر دراز ہوگیا۔ ہم دونوں بھی اس کے سامنے بیٹھ گئے۔

''میں ویسے تو قصبہ ریگن میں رہتا ہوں' لیکن پچھلے دنوں میں نے وسکایا میں اپنا ایک بار بنایا ہے اور اپنی رہائشگاہ بھی اسی بار کے اوپری حصے میں رکھی ہے۔ اپنے دوست کی بیٹی کو میں اپنے ساتھ ہی رکھتا' لیکن بار اچھی جگہ نہیں ہوتی' وہاں سے بہت برے لوگ بھی آجاتے ہیں' اس لئے تمہیں یہاں جیکارڈو ہی میں قیام کرنا پڑے گا' لیکن بے بی معاف کرنا اس کے اخراجات میرے ذمے ہوں گے' ارے ہاں تم نے اپنا تعارف نہیں کرایا ڈیئر۔'' وسکن ڈیزل نے مسکرا کر صوفیہ کو دیکھتے

ہوئے کہا' لیکن صوفیہ سے پہلے میں ہی بول پڑی۔

''میری ساتھی میری دوست' پاپا نے انہیں میرے ساتھ ہی بھیجا ہے۔''

''موسٹ ویلکم' کیا تم نے وسکایا کا شہر دیکھا یا ابھی یہاں پہنچے ہو۔''

''نہیں ہمیں آئے ہوئے وقت گزر گیا اور ہم ٹیکسی کے ذریعے وسکایا کے بہت سے حصے دیکھ چکے ہیں۔'' صوفیہ نے کہا۔

''ویری گڈ...... ویری گڈ' پسند آیا ہمارا شہر۔''

''ہاں بہت اچھا ہے۔''

''اچھا کیا نام بتایا تم نے' نشاء' نشاء تمہارے پاس میرے لئے دانش ہارون کا کوئی پیغام ہے؟''

''جی یہ ایک لفافہ انہوں نے دیا ہے' سسٹر لفافہ دیجئے۔'' میں نے کہا اور صوفیہ نے وہ لفافہ نکال کر وسکن ڈیزل کو دے دیا' ڈیزل نے اس میں رکھے ہوئے ایک اور لفافے کو نکال لیا' اس پر پلاسٹک چڑھی ہوئی تھی' ساتھ میں ایک بڑا پرچہ رکھا ہوا تھا۔ ڈیزل نے اس لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر پرچے کو کھول لیا' پھر کئی منٹ تک وہ اس پرچے کی تحریر کو پڑھتا رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تغیرات صاف نوٹ کئے جا سکتے تھے' پرچے کو اس نے کئی بار پڑھا اور اس کے بعد اسے بند کر کے لفافے میں رکھتے ہوئے کہا۔

''اس کے بارے میں تمہیں نہیں بتا سکتا' کیونکہ یہ میرے اور میرے دوست کا معاملہ ہے اور میں اسے اپنے پاس رکھوں گا' تمہیں اعتراض تو نہیں ہے؟''

''نہیں سر۔'' میں نے کہا تو وہ انگلی اٹھا کر بولا۔

''سر...... نہیں...... انکل ڈیزل۔''

''جی۔''

''اس کے علاوہ میں یہاں سے جانے کے بعد تمہارے لئے کار بھیج دوں گا' ساتھ میں ایک شخص ہوگا جس کا نام ہوریش ہے' ہوریش تمہیں وسکایا کے مختلف مقامات کی سیر کرائے گا' فی الحال خوب گھومو' پھرو' جو بھی ضرورت ہو مجھے بتا سکتی ہو۔'' وہ اچانک اپنی جگہ سے اٹھا اور روم سروس کے ٹیلیفون کے پاس پہنچا' پھر اس نے روم سروس کو فون کر کے سپینش زبان میں کچھ ہدایات دیں اور واپس آ کر ہمارے سامنے بیٹھ گیا۔

''تمہارے ساتھ کافی کا ایک پیالہ پی کر میں چلا جاؤں گا' اس وقت تک میری جستجو مت کرنا جب تک میں تمہیں خود کال نہ کروں۔''

''جی سر۔''

''نہیں نہیں' میں پھر کہہ رہا ہوں کہ سر نہیں انکل' اچھا چلو چھوڑو' اگر تم مجھے انکل کہنے میں دقت

محسوس کرتی ہو تو نہ کہو۔"

تھوڑی دیر کے بعد کافی آ گئی' غضب کی کافی تھی' میں نے دوسری پیالی بھی پی اور اس کے بعد ڈیزل ہم سے رخصت ہو گیا۔ جب وہ دروازے سے باہر نکل گیا تو صوفیہ نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"میں اس شخص سے بہت متاثر ہوئی ہوں' کیا ہی شاندار پرسنالٹی ہے' زبردست۔"

میں نے مسکرا کر سسٹر صوفیہ کو دیکھا اور صوفیہ میری اس مسکراہٹ سے میرے اندر کی کیفیت کو سمجھ گئی اور بولی۔

"نہیں' اگر تم یہ سمجھ رہی ہو کہ میں اس کی مردانہ وجاہت سے متاثر ہوئی ہوں اور میرے ذہن میں کوئی خاص تصور پیدا ہوا ہے تو پلیز! تم میری بہت اچھی دوست ہو' کبھی تم سے کوئی بات چھپاؤں گی نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"اوہ!...... سوری۔" میں نے کہا اور صوفیہ نے آگے بڑھ کر میرا رخسار چوم لیا۔ میں نے جواب میں اس کی آنکھوں کو چومتے ہوئے کہا۔

"ایک بات میں آپ سے کہوں سسٹر صوفیہ' آپ کی شکل میں مجھے جو رشتہ ملا ہے اس نے میرے اندر ایک نئی زندگی پھونک دی ہے۔ آپ یقین کریں کہ میں رشتوں کو ترسی ہوئی ہوں' ہر طرف لپک کر آگے بڑھتی تھی' لیکن پتہ چلتا تھا کہ اس کے اندر کوئی اور چیز پل رہی ہے' میرے لئے محبت نہیں' بس کیا کہوں آپ سے۔"

پھر ہوریش آ گیا' اپنے ساتھ وہ ایک خوبصورت گاڑی لایا تھا اور اس کے بعد ہم نے وسکایا کی سیر کرنا شروع کر دی۔ وسکن ڈیزل نے ازراہ انکساری وسکایا کو ایک عام سا شہر کہا تھا جبکہ یہ تو انتہائی حسین شہر تھا' دن اس طرح گزرا کہ پتہ بھی نہیں چل سکا۔ رات کا کھانا ہم نے اپنے ہوٹل واپس آ کر کھایا تھا اور ہوریش کو جانے کی اجازت دے دی تھی' اس طرح سیر و سیاحت میں پانچ دن گزر گئے' ہوریش روز پہنچ جاتا تھا' چار دن تک ہم نے وسکایا گھوما اور تقریباً پورا شہر ہی دیکھ لیا۔ اس دوران مسٹر ڈیزل نے ہمیں فون بھی نہیں کیا تھا' پانچویں دن جب ہوریش آیا تو ہم نے اس سے معذرت کر لی۔

"آج ہم کہیں نہیں جائیں گے آرام کریں گے۔"

"ٹھیک ہے میڈم۔" ہوریش کار لے کر واپس چلا گیا' وہ دن ہم نے ہوٹل میں ہی گزارا تھا' چھٹے اور ساتویں دن بھی ڈیزل سے کوئی رابطہ نہیں ہوا' اس کے بارے میں ہم نے بہت سی باتیں کی تھیں' آٹھویں شام وہ ہمارے پاس آ گیا۔

"آج ہم ڈنر ساتھ کریں گے اور مجھے اندازہ ہے بی بی کہ اب وسکایا میں تمہارا دل نہیں لگ رہا ہوگا۔"

"آپ اپنے بارے میں بتایئے انکل' آپ ٹھیک ہیں؟" میں نے پوچھا اور وہ ہنس پڑا۔

''ہاں...... لیکن زیادہ ٹھیک اس وقت ہوجاؤں گا' جب تم میرے لئے کافی منگواؤ گی۔ کیا سمجھیں۔'' اس نے خوشگوار لہجے میں کہا اور مجھ سے پہلے سسٹر صوفیہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور روم سروس کوفون کر کے مقامی عمدہ کافی منگوانے لگیں جو واقعی اپنا جواب آپ تھی اور ہم لوگوں نے اتنی پی ڈالی تھی کہ اب ہمیں خطرہ ہوگیا تھا کہ ہمارا دوران خون نہ بڑھ جائے' کافی آ گئی اور ڈیزل نے کافی کے سپ لیتے ہوئے کہا۔

''اب تمہیں وہ تمام تفصیل بتاؤں گا جو میرے دل میں پوشیدہ ہے' کیا سمجھیں۔''

''جی' ہم بھی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔''

ڈیزل کچھ دیر خاموش رہا' جیسے کسی سوچ میں ڈوبا ہوا ہو'اور پھر اس نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

''ایڈمنڈ آرکوایڈی مور ایک نامور مہم جوگردانا جاتا ہے' تمہیں اس کا نام یاد ہوگیا' ذرا ٹیڑھا نام ہے' ایڈمنڈ آرکوایڈی مور' ہے نا ٹیڑھا۔''

ہم دونوں مسکرا دیئے' خیر ڈیزل نے کافی کا ایک بڑا سا گھونٹ لیا اور بولا۔

''ایڈمنڈ آرکوایڈی مور دنیا کے نامور مہم جو افراد میں سے ایک شمار کیا جاتا ہے۔ شمالی آسٹریلیا کے جنگلات میں ایک مہم کے دوران وہ مشکل میں پھنس گیا' میں بھی اس کے ساتھ تھا اور یہ بہت پرانی بات ہے' موت ہم سے چند قدم کے فاصلے پر تھی اور ہم ہنس رہے تھے کہ کیا دلچسپ موت تقدیر میں لکھی ہے' میں نے امریکہ کے رنگ میں ریسلنگ کی دنیا میں اپنا لوہا منوا لیا تھا' لیکن میرا بہترین مشغلہ مہم جوئی تھا اور میں نے دنیا کے مختلف ملکوں میں مہم سرانجام دی ہیں' بہرحال میں تم سے کہہ رہا تھا کہ ہم ہنس رہے تھے کہ کیا دلچسپ موت تقدیر میں لکھی ہے' لیکن ایڈی مور زندگی کا انتظار کر رہا تھا' وہ حیرت سے کہتا تھا کہ اس طرح ایک ایسے نجومی کی پیش گوئی غلط ثابت ہوگئی جس نے ساری زندگی کبھی کوئی غلط پیش گوئی نہیں کی' اسے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی موت کا اتنا افسوس نہیں تھا جتنا اس نجومی کی پیش گوئی غلط ہونے کا' وہ کہتا تھا کہ نجومی نے ایسی کوئی بات نہیں کہی کہ کسی مہم جوئی کے دوران اس کی موت واقع ہوگی اور واقعی نجومی کی پیش گوئی اس وقت صحیح ثابت ہوئی جب موت ہمیں اپنی طرف بلا رہی تھی اور کچھ لمحوں کی بات تھی کہ ہم اس کی آغوش میں پہنچ جاتے' پھر یوں ہوا کہ ایک تحقیقاتی پارٹی وہاں پہنچ گئی' اور اس نے ہم سب کی زندگی بچالی' یہ بھی ایک اہم بات تھی کہ ہمیں بچانے کیلئے اس پارٹی کو اپنی زندگی داؤ پر لگانی پڑی۔

صورتحال یہ تھی کہ اگر یہ لوگ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہوتے تو ہمارے ساتھ انہیں بھی زندگی کھونی پڑتی اور اس مددگار پارٹی کا سب سے بڑا رکن دانش ہارون تھا' دانش ہارون سے یہ ہمارا پہلا تعارف تھا' تمام تر معلومات کے بعد پتہ چلا کہ اس نے اہرامین مصر کے بارے میں ایسے نئے سراغ لگائے ہیں جو ابھی تک دنیا کے سامنے نہیں آئے اور ان دنوں میرے ذہن پر بھی مصر سوار تھا'

چنانچہ ہم لوگ جدا ہوگئے اور وقت گزرتا رہا' مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ دوبارہ میری دانش ہارون سے ملاقات ہوگی۔ نہ ہم لوگوں نے اس قسم کے وعدے کئے تھے جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ مصر میرا بھی پسندیدہ ملک ہے اور مجھے بھی اہرامین کے بارے میں خاصا تجسس تھا' دوسری بار بھی ہماری ملاقات ایسے ہی ہوئی' ان دنوں میں مصر میں تھا اور اہرامین پر کام کر رہا تھا کہ ایک صحرا میں پھر ہمارا ٹکراؤ ایک ایسے مقام پر ہوا جب ہم ریت کے طوفان میں گھرے ہوئے پانچ دن کے بھوکے پیاسے تھے اور اس عالم میں چونکہ ہمارے حواس معطل ہوگئے تھے اور کچھ ہی وقت جا رہا تھا کہ ہم ریت کی گہرائیوں میں دفن ہوجاتے' ہم بے ہوش ہوگئے' اس کے بعد ایک نخلستان میں ہمیں ہوش آیا اور اس بار بھی ہماری زندگی دانش ہارون کی مرہون منت تھی' ایک ایسے شخص نے جس نے دو بار ہمیں موت کے جبڑوں سے نکال لیا ہو' جتنی بھی اس سے محبت اور اس کا احسان تسلیم نہ کیا جاتا انتہائی کم ظرفی کی بات تھی۔

خیر اس دوسرے واقعہ کے بعد کوئی دو سال بعد کی بات ہے کہ ایک شام میڈرڈ کے ایک پارک میں جب میں جاگنگ کر رہا تھا کہ کسی نے مجھے میرے نام سے پکارا' میں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا' کوئی نہ تھا' مجھے حیرت ہوئی کہ یہ آواز کہاں سے میرے کانوں میں ابھری ہے' تبھی وہ آواز دوبارہ ابھری۔

''یہ میں ہوں وسکن ڈیزل' اگر تمہیں یاد ہو میرا نام دانش ہارون ہے۔''

آواز بالکل میرے قریب سے آئی تھی' میں شدت حیرت سے دیوانہ ہونے لگا' میں نے کہا۔

''مگر تم کہاں ہو یار؟''

''تمہارے بالکل نزدیک۔''

''نظر کیوں نہیں آ رہے؟'' میں نے تعجب سے سوال کیا۔

''تم نے پہچان لیا یہ بتاؤ؟''

''ہاں ہاں تمہاری آواز کو میں زندگی دینے والے فرشتے کا نام دیتا ہوں' مگر یہ کیا اسرار ہے' تم نگاہوں سے گم ہوجانے کا کوئی عمل دریافت کر چکے ہو کیا؟ میں تمہاری حیران کن صلاحیتوں کا دل سے معترف ہوں' تم سب کچھ کر سکتے ہو۔''

''نہیں میرے دوست' میں ایک حادثے ایک المیے کا شکار ہوگیا ہوں۔''

''ارے کب کہاں کیسے؟'' میں نے تعجب سے کہا۔

''بیکار ہے مجھ سے میرے بارے میں نہ پوچھو دوست بس تمہیں دیکھا پہچان لیا اور دل چاہا کہ تم سے باتیں کروں' یہ بتاؤ تم خیریت سے تو ہو۔ کسی نئی مہم میں کسی مشکل کا شکار تو نہیں ہوئے۔''

''اگر میں حیران نہ ہوتا تو تمہاری اس بات پر بہت ہنستا اور کہتا کہ دوست مجھے یقین ہے کہ اگر تیسری بار بھی میں کسی مشکل کا شکار ہوں گا تو تم وہاں پہنچ جاؤ گے' لیکن براہ کرم مجھے بتاؤ کہ یہ سب

کیا ہے اور تم کہاں ہو۔'' میں نے حیرانی سے کہا۔

''ویسے اس گفتگو کی طوالت بھی بے معنی ہے بے بی...... بہت سی باتیں ہوئیں اور پھر وہ چلا گیا۔ بعد میں مجھے صرف اس کی نئی کتابوں سے ہی اس کے زندہ ہونے کا پتہ چلتا رہا' مصریات پر اس نے جو کچھ لکھا وہ دنیا بھر میں سب سے انوکھا ہے' میرے دل میں اس کیلئے تجسس تھا کہ اس کا وہ المیہ درست ہوا یا نہیں' اب اس کی حقیقت کھلی ہے۔''

''آپ کو اس المیے کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں؟'' صوفیہ نے پوچھا۔

''بہت کچھ۔'' وسکن ڈیزل نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

''آپ ہمارے لئے کیا کر سکتے ہیں انکل۔''

''زندگی تک دے سکتا ہوں۔''

''تھینک یو انکل...... تھینک یو ویری مچ۔''

''اس نے مجھ پر بھروسہ کیا ہے' اپنا کوئی کام مجھے دے کر اعزاز بخشا ہے مجھے' ہارون دانش نے اپنی ایک کتاب میں میرے بارے میں بڑے اچھے الفاظ میں لکھا تھا' میری کاوشوں کو سراہا تھا اور مجھے عام محققوں پر فوقیت دی تھی اور اس وقت اس نے اس کا عملی ثبوت دیا ہے میں اس کا شکرگزار ہوں۔''

''انکل کیا آپ کو ابو کی مشکل معلوم ہو چکی ہے' آپ جانتے ہیں کہ ان کی پراسرار زندگی کا راز کیا ہے؟''

''نہیں...... ہارون نے مجھے جو تفصیلات بتائی ہیں وہ اپنی اس مشکل کے حل کے تلاش کے سلسلے میں اس کی وجوہات نہیں بتائیں۔ تمہیں میرے ساتھ مل کر کاوش کرنی ہوگی۔''

''میری ماں کے بارے میں کچھ پتہ چل سکتا ہے انکل۔'' میں نے حسرت بھرے لہجے میں کہا اور وسکن ڈیزل تاسف سے مسکرایا' پھر بولا۔

''جب ساری کہانی منظر عام پر آئے گی تو اس میں وہ تمام کردار ہوں گے جن کا اس کہانی سے تعلق ہے' سنو بے بی جو تفصیلات ہارون نے لکھی ہیں اور جو ذمہ داری اس نے مجھے سونپی ہے اس کی تکمیل کیلئے ہمیں بہت سی کاوشیں کرنی ہیں' چند اہم افراد کو اکٹھا کرنا ہے' ان میں پہلا نام ابو حامدی کا ہے' یہ الجزائر کا باشندہ ہے اور الجزائر کے شہر عنابہ میں اس سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ مصریات پر اس نے بھی بہت کام کیا ہے اور بڑا نام رکھتا ہے' ہمیں الجزائر چلنا ہوگا' میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مس صوفیہ بھی اس مشن میں ہمارے ساتھ رہیں گی۔''

''ہاں وسکن ڈیزل' میں ہر لمحہ نشاء کی ساتھی ہوں' مجھ سے ہٹ کر کوئی بات نہ سوچی جائے۔'' سسٹر صوفیہ نے کہا۔

''بس پھر تم لوگ سفر کیلئے تیار رہو میں تیاریاں مکمل کئے لیتا ہوں۔''

''مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں ہوسکا انکل۔'' میں نے کہا اور وسکن ڈیزل نے کسی قدر تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھا' پھر بولے۔

''اچھے اچھوں کو معلوم نہیں ہوسکتا بے بی' مصری تہذیب کے چھ ہزار سال ملوث ہیں اس داستان میں۔ تاریخ الجھ گئی ہے اسے سلجھانا ہے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے اس کیلئے۔ اور تم...... تم ایک معمولی سے آدمی سے اس کا حل چاہتی ہو' چلتا ہوں تیاریاں مکمل کر کے آؤں گا۔'' وسکن ڈیزل چلا گیا' میں غمزدہ سی ہوگئی تھی۔ سسٹر صوفیہ نے کہا۔

''کیا بات ہے ہنی اب پریشانی کس بات کی ہے' جس سمت قدم بڑھائے ہیں ادھر چلنا ہوگا۔''

''میں اس تاریخ میں الجھ گئی ہوں سسٹر صوفیہ۔'' میں نے افسردگی سے کہا۔

وسکن ڈیزل اس لحاظ سے عجوبہ تھا کہ اچانک ہی نازل ہوجاتا تھا اور پھر ایک دم انکشاف کرتا تھا۔

''رات کو ساڑھے دس بجے ہم میڈرڈ چل رہے ہیں' وہاں سے الجزائر کا سفر اختیار کرنا ہوگا۔''

ہمارے ہاتھ پاؤں پھول گئے' لیکن تیاریاں تو کرنی ہی تھیں اور پھر وسکا یا سے میڈرڈ پہنچ گئے' وسکن ڈیزل بھی ساتھ تھا۔ میڈرڈ میں ایک مناسب ہوٹل میں قیام کیا گیا تھا' وسکن ڈیزل نے اپنے لئے الگ کمرہ لیا تھا اور میں اور سسٹر صوفیہ دوسرے کمرے میں تھے۔ وسکن ڈیزل فریش ہونے کے بعد ہمارے پاس آگیا' کافی پی گئی اور پھر اس نے کہا۔

''میڈرڈ میں تمہیں تنہا گھومنا پھرنا ہوگا' میں کچھ کام کروں گا' یہاں کے بازار خوبصورت ہیں' تمہیں خریداری کا لطف آئے گا۔''

سسٹر صوفیہ بھی تیار ہوگئیں اور ہم ایک دن آرام کرنے کے بعد سیاحوں کی مانند میڈرڈ کی سڑکوں پر نکل آئے۔ اجنبی ماحول' اجنبی لوگ' ہم بازاروں کی سیر کرتے رہے۔ اس وقت ہم ایک خوبصورت سٹور سے باہر نکلے تھے کہ اچانک میرا سانس رک گیا۔ سٹور کے سامنے کے فٹ پاتھ پر عسکری کھڑا ہوا تھا۔ ایک خوبصورت پینٹ اور جیکٹ پہنے ہوئے' لیکن شیو بڑھی ہوئی تھی' اس وقت آنکھوں پر مخصوص چشمہ بھی نہیں تھا۔ ایک دم آگے بڑھ آیا اور مضمحل لہجے میں بولا۔

''ہیلو نشاء۔'' میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ سسٹر صوفیہ سے بولا۔ ''ہیلو میڈم۔''

''ہیلو...... کون ہو تم؟'' سسٹر صوفیہ نے کہا۔

''میرا نام عسکری ہے۔''

''سمجھ گئی' تم سپین کیسے آئے؟''

''نشاء میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''جو کچھ کہنا چاہتے ہو میرے سامنے کہو' مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔''

سسٹر صوفیہ نے کہا۔

''وہ سامنے کیفے ہیں' اگر آپ لوگ......''

''بالکل نہیں۔'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔

''نشاء...... میں تم سے کہتا تھا کہ میں تمہارا اسیر بن چکا ہوں' تمہیں اپنے دل سے نکالنا اب میرے لئے ممکن نہیں رہا ہے' میں تمہارے پیچھے پیچھے سپین تک آ گیا ہوں' دیر میں پتہ چلا کہ تم یہاں آ رہی ہو' جس طرح بھی بن پڑا تیاریاں کیں' میڈرڈ کے چپے چپے میں کتنے دن سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں' آج مل سکی ہو نشاء...... تم جو کچھ بھی کر رہی ہو اس میں مجھے اپنا ساتھی بنا لو' اس کے صلے میں' میں تم سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔''

''چلئے سسٹر...... آپ یہ فضول بکواس سننے کیلئے کیوں رک گئیں' آیئے پلیز! میں نے کہا اور آگے قدم بڑھا دیئے۔

''نشاء میں ہینی بال کے کمرہ نمبر دو سو چالیس میں ٹھہرا ہوا ہوں' نشاء میرے بارے میں غور کرنا' تمہیں میری ضرورت ہے پلیز! نشاء دیکھو میں......''

میں نے سامنے سے گزرتی ہوئی ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا اور ٹیکسی رک گئی' میں اور سسٹر صوفیہ فوراً اس میں بیٹھ گئے تھے۔ راستے میں صوفیہ نے ہمارے ہوٹل کا نام ڈرائیور کو بتا دیا تھا' راستے میں خاموشی رہی تھی۔ طبیعت پر بھاری پن طاری ہو گیا تھا۔ ہوٹل آ کر عجیب سی الجھن کا شکار ہو گئی۔ سسٹر صوفیہ کو میں نے عسکری کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ وہ بھی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے کہا۔

''میرے خیال میں تمہیں اس سے بات کرنی چاہئے تھی' اس کا اتنا طویل سفر کر کے یہاں چلے آنا معمولی بات نہیں ہے۔''

''سسٹر وہ روشاق کیلئے کام کرتا ہے۔''

''ہو سکتا ہے اب ایسا نہ ہو اور اگر ایسا ہے بھی تو یہ ایک اچھا موقع ہے دشمن کو قریب سے دیکھا جا سکتا ہے' ویسے میرا اندازہ ہے کہ اب ایسا نہیں ہے' وہ بس تمہاری محبت کی دیوانگی کا شکار ہے۔''

''مشعل اس کی منگیتر ہے اور سسٹر میرے دل میں اب اس کیلئے ذرہ برابر بھی جگہ نہیں ہے' میں کسی کے حق پر ڈاکہ نہیں ڈال سکتی۔''

''اس کے قریب جا کر تم اسے مشعل کی طرف مائل کر سکتی ہو۔''

''کیا ہمارے پاس ان فضولیات کیلئے وقت ہے؟''

''میں تمہیں کسی عمل کیلئے مجبور نہیں کروں گی' بس میری رائے ہے کہ ایک بار اس کے دل کو اندر سے ٹٹول لو اور یہیں سے واپس روانہ کر دو' ہو سکتا ہے وہ الجزائر تک ہمارا پیچھا کرے۔''

میں سوچ میں ڈوب گئی' پھر میں نے سسٹر سے اتفاق کر لیا' دونوں ہی باتیں کارآمد تھیں' اگر

واقعی عسکری میرے سلسلے میں جنونی ہوگیا ہے تو اسے سمجھاؤں اور اگر کوئی اور بات ہے تو کتنا چھپے گا۔

شام کو پانچ بجے ہم باہر نکل آئے۔ ہوٹل بینی بال تلاش کرنے میں زیادہ دقت نہ ہوئی' نچلے درجے کا لیکن خوبصورت خوبصورت ہوٹل تھا۔ روم نمبر دوسو چالیس کے بارے میں معلومات حاصل کرکے ہم آگے بڑھے ہی تھے کہ اچانک اس کمرے کا دروازہ کھلا اور اس سے کوئی باہر نکل آیا۔ میرے حلق سے ایک آواز سی نکل گئی' میں نے سسٹر صوفیہ کا شانہ دبوچ لیا تھا' میرے قدم جم گئے تھے' بمشکل میرے حلق سے آواز نکلی۔

''سسٹر...... وہ...... وہ روشاق ہے۔''

سسٹر صوفیہ کو ایک لمحے میں میری کیفیت کا احساس ہوگیا تھا' اس کے علاوہ روشاق کا نام بھی ان کیلئے اجنبی نہیں تھا' خوش قسمتی تھی کہ ہم جہاں کھڑے تھے وہیں اوپر جانے والی سیڑھیاں تھیں اور لفٹ انہی سیڑھیوں کے سامنے تھی۔ صوفیہ نے نہایت پھرتی کا مظاہرہ کیا اور میرا بازو پکڑ کر کھینچ لیا' اس کے بعد ہم سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے۔ روشاق لفٹ ہی کی طرف آرہا تھا' قدرے محفوظ جگہ پہنچ کر ہم رکے' اب روشاق لفٹ کے پاس کھڑا انتظار کررہا تھا' پھر وہ لفٹ میں داخل ہوگیا۔

میرے وجود میں جہنم سلگ رہا تھا' سسٹر سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں' پھر انہوں نے کہا۔

''عسکری کا یہی کمرہ ہے نا' کمرہ نمبر دوسو چالیس؟''

''ہاں۔''

''اس کا مطلب ہے کہ روشاق اسی سے ملنے آیا تھا۔''

''بالکل۔'' میں نے سختی سے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

''اب کیا ارادہ ہے؟''

''وہ روشاق کی نمائندگی کررہا ہے' سسٹر' وہ مجھے مسلسل فریب دے رہا ہے' میرے خیال میں اب اس سے ملنا بیکار ہے۔''

''ہوں...... آؤ چلتے ہیں' نہیں نیچے نہیں چند سیڑھیاں اور چڑھ لو' ہم دوسری منزل سے لفٹ لے لیں گے۔''

تھوڑی دیر بعد ہم اپنے ہوٹل واپس پہنچ گئے۔ سسٹر صوفیہ نے صوفے پر دراز ہوکر مسکراتے ہوئے کہا۔

''مجھے تم سے اختلاف ہے ڈارلنگ۔''

''کیا سسٹر؟''

''یقیناً اب بھی تم اس سے محبت کرتی ہو۔''

''شاید ایسا ہو سسٹر' لیکن اس کی ایک وجہ ہے۔''

''وہ کیا ہے؟''

''سسٹر میں اپنی تنہائیوں سے اکتائی ہوئی تھی' میرے خیال میں ان حالات میں کیا کسی سے بھی محبت ہوسکتی تھی مجھے؟''

''ہاں میں یہ مانتی ہوں۔''

''اگر آپ یہ مانتی ہیں سسٹر تو اب یہ مان لیجئے کہ میں اب اس سے شدید نفرت کرتی ہوں۔''

''ہوں' خیر چھوڑو یہ بتاؤ کیا کریں' کمبخت روشاق نجانے کیسے یہ راز پا گیا' اس کا تو یہی مطلب ہوا کہ وہ نہایت ہوشیاری سے ہم پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔''

''اتفاق سے مسٹر وسکن ڈیزل سے روشاق وغیرہ کے بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی' مسٹر ڈیزل کا ہوشیار ہوجانا بے حد ضروری ہے' ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح ہمدانی کو نقصان پہنچ گیا ہے اس طرح مسٹر ڈیزل بھی اس کا شکار ہوسکتے ہیں۔''

''اوہ سسٹر! بالکل ٹھیک کہا آپ نے' میرا ذہن اس سمت نہیں گیا تھا۔'' میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

''ڈیزل کو فوراً پوری تفصیل بتانا ہوگی۔'' سسٹر نے کہا۔

رات کو وسکن ڈیزل سے ملاقات ہوگئی۔ ''کل گیارہ بجے ہماری فلائٹ ہے۔'' اس نے بتایا۔

''آپ کو ایک اہم واقعہ کی اطلاع دینی ہے انکل ڈیزل۔''

وسکن ڈیزل نے سوالیہ نگاہوں سے ہمیں دیکھا تو سسٹر صوفیہ نے اسے پوری کہانی سنا دی اور آخر میں روشاق کے بارے میں بتا دیا۔ وسکن ڈیزل کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا' کافی دیر کے بعد اس نے کہا۔

''کل رات گیارہ بجے ہماری فلائٹ ہے' دس بجے ہم ہوٹل سے نکلیں گے' میں اگر دن میں نہ ملوں تو تم سے تو تم لوگ تیار رہنا۔'' وسکن ڈیزل کا لہجہ پراعتماد تھا' اس نے اس کہانی پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا' پھر وہ چلا گیا اور ہم لوگ تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔

دوسرے دن صبح کوئی ساڑھے دس بجے کا وقت تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی' دروازہ اندر سے بند تھا۔ سسٹر نے دروازہ کھولا اور پھر آنے والے سے بات کرنے لگیں' پھر انہوں نے اندر رخ کر کے کہا۔

''مسٹر عسکری ہیں نشاء۔'' میں اچھل کر کھڑی ہوئی اور اس کے بعد میں دروازے پر آگئی۔

''یہ خاتون مجھے اندر آنے سے روک رہی ہیں نشاء۔'' عسکری نے کہا۔

''کیا بات ہے؟'' میں نے غرا کر پوچھا۔

''مجھے تم سے کچھ کام ہے۔''

''چلے جاؤ یہاں سے' جاؤ میں نے تم سے دوبارہ ملاقات کیلئے منع کیا تھا' لیکن تم...... جاؤ میں اپنی زبان گندی نہیں کرنا چاہتی۔''

''نشاء تم یہاں بھی خطرات میں گھری ہوئی ہو' میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں اور جو کچھ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں وہ تمہارے لئے......''

''سسٹر انہیں دروازے سے باہر دھکا دے کر دروازہ بند کر دیجئے اور اگر یہ دوبارہ بیل بجائے تو ہوٹل مینجمنٹ کو فون کر کے بتاؤ کہ ایک آوارہ انسان ہمارے کمرے میں گھسنے کی کوشش کر رہا ہے۔'' میں نے اس کی پوری بات بھی نہیں سنی تھی۔

''نشاء میری بات سن لو۔'' عسکری نے کہا' لیکن سسٹر صوفیہ نے دروازہ بند کر دیا تھا' میں واپس آ کر اپنی جگہ بیٹھ گئی' دیر تک ہم نے کوئی بات نہیں کی' اس کے بعد دروازے پر دستک نہیں ہوئی تھی' رات کو دس بجے مسٹر وسکن ڈیزل ہمارے پاس آ گئے۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے مطمئن لہجے میں کہا۔

''تم لوگ ٹھیک ہو نا؟''

''عسکری آیا تھا۔'' میں نے کہا۔

''صبح ساڑھے دس بجے۔''

''ہاں۔''

''مجھے معلوم ہے تم لوگ پریشان تو نہیں ہو۔''

''نہیں...... لیکن احتیاط ضروری ہے۔'' میں نے کہا اور وسکن ڈیزل ہنسنے لگا۔

''ہاں احتیاط ضروری ہے لیکن تم بہت بداخلاق لڑکی ہو' مجھ سے میری پسندیدہ کافی کے بارے میں کبھی نہیں پوچھتیں۔''

کافی پینے کے بعد ہم کمرے سے باہر نکل آئے' ایک ٹیکسی میں سامان رکھا گیا اور ٹیکسی ایئرپورٹ چل پڑی' راستہ خاموشی سے طے ہوا تھا' ایئرپورٹ پر ضروری کارروائی ہوئی اور ہم اس طرف چل پڑے جہاں ہمیں رن وے پر لے جانے کیلئے گاڑی موجود تھی' لیکن جونہی ہم گاڑی کے قریب پہنچے ایک کیٹرنگ وین ہمارے عقب میں آ گئی اور دوسرے لمحے وسکن ڈیزل نے ہمیں غڑاپ سے کیٹرنگ وین میں داخل کر لیا اور پلک جھپکتے وہ خود بھی وین میں آ گئے اور وین آگے بڑھ گئی۔ گاڑی میں بیٹھے لوگ ہمیں دیکھتے رہ گئے تھے۔

ہم دونوں بوکھلا گئے تھے اور اس بوکھلاہٹ میں کچھ بول بھی نہ سکے' وین رن وے کے ایک ایسے حصے میں جا کر رکی جہاں تاریکی تھی' اس تاریکی میں ایک اور گاڑی کھڑی ہوئی تھی' وسکن ڈیزل نے ہم سے اترنے کیلئے کہا اور ہم احمقوں کی طرح یہاں اتر گئے۔ وین آگے بڑھ گئی' اس گاڑی کا سٹیئرنگ خود وسکن ڈیزل نے سنبھالا تھا' وین ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے کہا۔

''لوگ یہ بھول گئے کہ یہ سپین ہے میرا وطن۔''

''انکل ڈیزل۔''

''میں ان لوگوں کو اور بھی نقصان پہنچا سکتا تھا' لیکن کیا کروں وہ حکومت سپین کے مہمان تھے' رعایت کردی ہے میں نے ان کے ساتھ۔

''لیکن انکل......''

''ہاں بے بی' کچھ لوگ مسلسل ہمارے ساتھ لگے ہوئے تھے' اب وہ الجزائر پہنچ جائیں گے اور ہم ایک ہفتے بعد اس سفر کا آغاز کریں گے' وہ بھی سمندری جہاز سے جبکہ اب یہ لوگ صرف یہ جانتے ہیں کہ ہم اس فلائٹ سے الجزائر روانہ ہو گئے ہیں' یقیناً وہ کوئی دوسری فلائٹ پکڑیں گے۔''

''اوہ! انکل آپ نے اس طرح انہیں ڈاج دیا ہے' لیکن یہ تو بہت مشکل کام تھا۔''

''میڈرڈ میں یہ میرے لئے ممکن تھا' میں نے ہوٹل میں کمرے بک کرا لئے ہیں' ہمارا سامان ایئرپورٹ سے وہیں پہنچ جائے گا۔''

بالآخر ہم لوگ ہوٹل پہنچ گئے' وسکن ڈیزل کی اس چالاکی پر مجھے ہنسی آرہی تھی' خوب دھوکہ دیا تھا اس نے ان لوگوں کو۔ بعد میں' میں نے وسکن ڈیزل سے اس سمندری سفر کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔

''اس جہاز کا نام مارشل ہے اور اس کا کپتان روڈ رگس ہے۔ دراصل تم لوگوں کے اس انکشاف کے بعد کہ وہ لوگ تمہارا پیچھا کرتے ہوئے سپین تک آگئے ہیں' میں تشویش کا شکار ہو گیا تھا' اس کے بعد یہ سفر بالکل غیر مناسب تھا' لیکن میں ان لوگوں کو یہی ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ ہم سپین سے چل پڑے ہیں' لیکن اب ہم بالکل نئے انداز سے الجزائر پہنچیں گے اور اپنے ارادے کی تکمیل کریں گے۔'' وسکن ڈیزل نے عجیب سے انداز میں کہا۔ اس کی آنکھوں کی چمک اور تیز ہو گئی تھی۔

✣✣✣

وسکن ڈیزل کے جانے کے بعد میں اور صوفیہ دیر تک اس کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ صوفیہ نے کہا۔

''بے حد ذہین انسان ہے۔ میں ایک بات جانتی ہوں' قدرت نے ہر انسان کیلئے انتظام کیا ہے' ہم لوگ ان حالات کا سامنا کیسے کر سکتے تھے۔

''ایک بات بڑی دلچسپ ہے مسٹر۔ وہ یہ کہ آپ بڑی مشکل کا شکار ہو گئیں میری وجہ سے۔''

''ایسے نہ کہو...... میرے سرپرست' میرے استاد نے تمہارے لئے زندگی کی بازی لگا دی اور پھر میں تو اب تمہاری محبت میں گرفتار ہو گئی ہوں۔''

''میں ہنس کر خاموش ہو گئی تھی۔ وقت گزرنے لگا۔ دل پر ایک خوف طاری تھا' اس لئے ہوٹل سے کیا کمرے سے باہر بھی نہیں نکلے۔ البتہ وسکن ڈیزل جب ہمارے پاس آئے تو انہوں نے کہا۔

''تم لوگوں نے اپنے آپ کو قیدی کیوں بنا لیا ہے بے بی۔''

''بس احتیاطاً انکل۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے' تم آرام سے میڈرڈ کی سیر کر سکتی ہو' اس سے مجھے یہ فائدہ بھی ہوگا کہ میں اندازہ لگا سکوں گا کہ کوئی تمہاری نگرانی تو نہیں کر رہا۔''

''آپ کا قیام کہاں ہے انکل۔''

''تم سے دور نہیں ہوں۔ تمہاری نگرانی بھی کر رہا ہوں' مطمئن رہو۔''

ہم نے وسکن ڈیزل کی ہدایت پر عمل کیا اور دوسرے دن سے آوارہ گردی شروع کر دی۔ حسین موسم' حسین مناظر میں خوب دل لگ گیا تھا۔ پھر کئی دن کے بعد مسٹر ڈیزل کا فون موصول ہوا۔

''کہونشاء ٹھیک ہو۔''

''جی انکل۔''

''کل شام سات بجے مارشل روانہ ہو رہا ہے۔ کل ٹھیک چار بجے تم ہوٹل چھوڑ دو گی۔ میں نے سارے انتظامات کر لئے ہیں۔''

سمندری سفر کا تصور ہی انوکھا تھا۔ میں اور صوفیہ دیر تک اس بارے میں باتیں کرتے رہے۔ دوسرے دن چار بجے ہم تیار تھے اور ڈیزل کی طرف سے کسی اطلاع کا انتظار کر رہے تھے کہ انکل ڈیزل خود ہی آ گئے۔ ضروری کارروائیوں سے گزر کر آخرکار ہم نے سمندر کے سینے پر ہچکولے کھاتی عمارت میں قدم رکھا۔ سمندر کے سینے پر آباد اس چھوٹے سے شہر کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ ہر چیز حیران کن تھی۔ ہمیں برابر برابر کے دو کیبن دیئے گئے تھے صوفیہ بھی اس جہاز کی خوبصورتی سے بے حد متاثر تھی۔

ہمارے کیبن بھی فائیو سٹار ہوٹل کے پرآسائش کمروں جیسے تھے۔ صوفیہ میرے ہی کیبن میں تھی۔ سات بجے جہاز نے لنگر اٹھا دیئے۔ شروع شروع میں طبیعت متلانے لگی۔ ایک سرونٹ نے ہمیں خوب صورت ریپر میں گولیاں پیش کرتے ہوئے کہا۔

''آپ یہ گولیاں چوس لیجئے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ویسے میرا نام جم پارلو ہے۔ آپ صرف مجھے جم کہہ سکتی ہیں۔ میں آپ کو سفر کے دوران سرو کروں گا۔ گولیوں نے واقعی بہت سکون دیا تھا۔ ہم پھر اس سفر کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ مسز صوفیہ نے کہا۔

''ایک بات بتاؤ نشاء۔ تمہیں پامسٹری سے کوئی دلچسپی رہی ہے۔''

''اتفاق سے نہیں..... کیوں.....؟''

''ایک بار ایسے میں ایک سڑک پامسٹ نے میرا ہاتھ دیکھ کر کہا تھا کہ میں زندگی میں سمندری سفر ضرور کروں گی۔'' میں ہنس کر خاموش ہو گئی۔

''پتہ نہیں..... یہ سب کیا ہے؟'' میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ پتہ نہیں کیا بجا تھا جب انکل وسکن ہمارے کیبن میں آ گئے۔

''کیا ہے بھئی۔ تم لوگ آخر اتنی خوفزدہ کیوں ہو وہاں عرشے پر دن نکلا ہوا ہے۔ جہاز کے سارے مسافر سفر کی پہلی رات کا جشن منا رہے ہیں اور تم دونوں خوفزدہ چوہوں کی طرح چھپی بیٹھی ہو۔''

''ہم کیا کریں انکل۔'' میں نے پوچھا۔

''چلو..... میرے ساتھ آؤ۔'' ہم دونوں ان کے ساتھ چل پڑے۔ واقعی زبردست ماحول تھا۔ اتنی تیز روشنی جل رہی تھی کہ واقعی دن نکلا محسوس ہو رہا تھا۔ ہر طرف لوگ بکھرے نظر آ رہے تھے۔ عرشہ کی ریلنگ کے ساتھ بہت سے لوگ ٹکے ہوئے سمندر کو دیکھ رہے تھے۔ جگہ جگہ اوپن ریستوران بنے ہوئے تھے' جن میں رنگین کرسیاں اور میزیں بچھی ہوئی تھیں۔ ہم دونوں انکل ڈیزل کے ساتھ بہت دور نکل آئے۔ وہ ہمیں جہاز کے مختلف حصے دکھا رہے تھے اور ان کے بارے میں بتا رہے تھے' یہ سب کچھ مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا' مسز صوفیہ کے چہرے سے بھی یہی اندازہ ہوتا تھا کہ مارشل کا یہ سفر انہیں بہت پسند آیا۔ ریلنگ کے پاس آ کر سمندر دیکھا' تاحد نگاہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا

سمندر جو آخر کار تاریک آسمان سے جا ملتا تھا' میں نے متاثر لہجے میں کہا۔

''ہم زمین سے بہت دور نکل آئے ہیں انکل۔''

''ہاں بہت دور......'' وسکن ڈیزل نے پرخیال لہجے میں کہا' پھر ہم ان رنگین کرسیوں پر آ بیٹھے اور ویٹر نے مینیو سامنے رکھ دیا' اس میں حلال گوشت کی ڈشز الگ تھیں' جن کے سامنے مسلمان باورچیوں کے نام بھی لکھے ہوئے تھے۔ وہی کھانے منگوائے گئے رات بارہ بجے عرشہ خالی ہونے لگا۔ کلب میں رونق ہو رہی تھی۔

''نہیں بے بی' کلب ٹھیک جگہ نہیں ہے' میرے خیال میں اب تم لوگ آرام کرو' چلو واپس چلتے ہیں۔'' اور ہم اپنے کیبن میں واپس آ گئے' اپنے بستر پر لیٹ کر میں نے سسٹر صوفیہ سے کہا۔

''کیا آپ کو یقین آتا ہے کہ ہم زمین اور خشکی سے دور پانی کے سینے پر ہیں اور ہمارے ہر طرف پانی ہی پانی ہے۔''

''سمندر' اس کائنات کی ایک انوکھی روایت۔''

ہم دیر تک سمندر کے بارے میں باتیں کرتے رہے' پھر سو گئے اور صبح ہی آنکھ کھلی' چند لمحوں کے بعد ہمارے اٹینڈنٹ نے کیبن کے دروازے پر دستک دی اور اندر آ کر ہمیں صبح کا سلام کیا۔

''ہیلو جم۔''

''ہیلو میڈم' میں آپ کو یہ اطلاع دینے کیلئے آیا تھا کہ عظیم ریسلر مسٹر وسکن ڈیزل روڈرگس کے ساتھ برج پر موجود ہیں اور آپ کیلئے ہدایت دے گئے ہیں کہ آپ چاہیں تو باہر نکل آئیں۔''

ہم لوگ ضروری تیاریوں کے بعد باہر آ گئے' عرشے پر پہنچے' ناشتہ کیا' مسٹر ڈیزل کا کوئی پتہ نہیں تھا' ناشتے کے بعد ہم ریلنگ کے پاس کھڑے سمندر پر لہروں کو دیکھتے رہے' اب سمندر سے وحشت نہیں ہو رہی تھی' چنانچہ ہم جہاز کا جائزہ لینے لگے۔ یقین نہیں آتا تھا کہ سمندر نے ایک پورے شہر کو اپنے سر پر اٹھایا ہوا ہے۔ ایک رواں دواں شہر کو دن اچھا ہی گزرا تھا' کافی لوگ سمندر سے لطف لے رہے تھے' خود جہاز پر اتنی تفریحات موجود تھیں کہ سچی بات یہ ہے کہ خوب دل لگ رہا تھا۔ شام ہوئی سورج ڈوبنے کا منظر بھی بے مثال تھا۔ رات کو پھر دیر تک عرشے پر چہل قدمی ہوتی رہی' انکل ڈیزل بھی کئی بار ہمارے پاس آئے تھے اور ہماری خیریت پوچھی تھی۔

ادھر ہمارا اٹینڈینٹ جم بھی دلچسپ آدمی تھا اور ہم اس سے جہاز کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے تھے' وہ ہمیں ملکوں ملکوں کی کہانیاں سناتا رہا تھا' آج کا دن کافی پرسکون گزرا تھا۔ لیکن رات پرسکون نہیں تھی' کوئی دو بجے کا وقت تھا میں سوئی ہوئی تھی کہ ایک انوکھی کھڑبڑاہٹ سنائی دی تھی اور بے مقصد ہی آنکھ کھل گئی' لیکن آنکھ بے مقصد ہی نہیں کھلی تھی' کیبن کے ایک روشن دان میں دو چراغ جل رہے تھے۔ ہلکی نیلی روشنی لئے' انتہائی بھیانک چراغ جو متحرک تھے اور ادھر ادھر ہل رہے تھے۔ میں نے آنکھیں بھینچ کر غور کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ دو آنکھیں ہیں جو ہمیں دیکھ

رہی ہیں' پھر چراغوں میں تحریک ہوئی اور وہ تھوڑے سے آگے آئے' تبھی میرے بدن میں شدید کپکپی دوڑ گئی۔

وہ بلی تھی' وہی منحوس بلی جو ایک طویل عرصے سے میرا تعاقب کر رہی تھی۔ میرے ذہن میں فوراً ہی روشاق کا خیال آیا اور میرے بدن نے ٹھنڈا پسینہ چھوڑ دیا' یہ وہم نہیں تھا' وہم یہ پتہ نہیں کیوں اسی وقت سسٹر صوفیہ بھی جاگ گئی۔ میرے دہشت زدہ چہرے کو دیکھ کر اس نے میری نگاہوں کا تعاقب کیا' بلی روشن دان سے اندر آ گئی تھی اور کیبن کی دیوار پے پنجے جما جما کر نیچے اتر رہی تھی' اسے دیکھ کر سسٹر صوفیہ کے حلق سے ایک دہشت بھری چیخ نکل گئی اور ایک حیرت انگیز منظر نگاہوں کے سامنے آ گیا' دیوار پر پنجے جما کر نیچے اترتی ہوئی بلی دیوار ہی پر واپس پلٹی اور ایک دم سے روشن دان میں داخل ہو کر غڑاپ سے باہر نکل گئی۔ سسٹر صوفیہ اپنی جگہ لیٹی کانپ رہی تھی اور میں اپنی جگہ...... بلی غائب ہو گئی تھی' صوفیہ نے بھنچی بھنچی آواز میں مجھے پکارا۔

''نن......نن......نن......نشاء۔نشاء......''

''ہاں میں جاگ رہی ہوں سسٹر۔''

''بب...... بب...... بلی۔''

''ہاں...... بلی......''

''تم نے اسے دیکھا؟'' سسٹر صوفیہ بستر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی۔ میں بھی اٹھ گئی تھی' پورا دن جیسے اینٹھ رہا تھا' ایک عجیب سا خوف دل میں جاگزیں تھا' میں نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

''اس کا مقصد ہے کہ روشاق بھی جہاز پر موجود ہے' روشاق کی شکل میں یا اس بھیانک عورت کی شکل میں۔''

بہت بری حالت ہو گئی تھی ہماری' صوفیہ بھی بری طرح متاثر تھی۔ اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔''اب کیا ہو گا نشاء؟''

''پتہ نہیں کیا ہو گا' پتہ نہیں۔'' میں نے زچ لہجے میں کہا۔ صوفیہ بھی نروس تھی' عقل و ہوش ساتھ چھوڑتے محسوس ہو رہے تھے۔ بلی کی یہاں موجودگی بہت برے خیالات کو جنم دیتی تھی' پھر بھلا باقی رات نیند کہاں سے آتی' طبیعت بری طرح گری گری تھی' کیبن سے نکل بھاگنے کو دل چاہ رہا تھا' روشنی خوب ہو گئی اور ناشتے کا وقت ہو گیا تو ہم دونوں تیاریوں کے بعد باہر نکل آئے۔ عرشے پر پہنچے ہی تھے کہ وسکن ڈیزل ہمارے پاس آتے ہوئے نظر آئے۔

''ہیلو بے بی کیا بات ہے' کل جیسی تازگی تمہارے چہرے پر نہیں ہے' آؤ ناشتہ کرتے ہیں۔''

''جی انکل۔''

''اوپن ایئر ریستوران جگہ جگہ موجود تھے جہاں جہاز کے مسافروں کیلئے ہر طرح کے انتظامات موجود تھے۔ ناشتہ ہمارے سامنے آ گیا اور ڈیزل نے کہا۔

''ہاں بھئی' کیا بات ہے' طبیعت ٹھیک ہے تم لوگوں کی' غالباً جہاز پر کچھ طبیعت خراب ہو رہی ہے۔''

''نہیں انکل! ایک بہت بھیانک بات ہوئی ہے۔''

انکل ڈیزل کا ہاتھ ناشتہ کرتے کرتے رک گیا' وہ بولے۔ ''کیا مطلب؟''

''انکل رات کو وہ خوفناک بلی جو روشاق کا ٹریڈ مارک ہے اور اس کے پاس ہی نظر آتی رہی ہے' میں نے آپ کو تفصیل بتائی تھی' وہ رات کو ہمارے کیبن میں جھانک رہی تھی' پھر وہ روشن دان سے نیچے اتر آئی......'' میں نے پوری تفصیل انکل کو بتائی اور انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے صوفیہ کی طرف دیکھا' صوفیہ نے فوراً ہی تائید میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... میں نے بھی اپنی آنکھوں سے یہ پورا منظر دیکھا ہے۔''

''اوہ اس کا مقصد ہے کہ یہ وہم نہیں ہے' میں نے تو یہ سوچا تھا کہ شاید نشاء کے ذہن پر بلی اور وشاق کا خوف سوار ہے تو اسے وہم ہو' لیکن تم بھی اس کی تصدیق کر رہی ہو۔''

''سو فیصدی' سو فیصدی' میں نے بلی کو اچھی طرح دیکھا تھا۔''

انکل ڈیزل سوچ میں ڈوب گئے' پھر انہوں نے کہا۔ ''اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ میری ساری کوششیں حماقت ثابت ہوئیں' روشاق ہمارے فریب میں نہیں آیا' وہ کامیابی سے ہمارا تعاقب کر رہا ہے' لیکن مجھے ایک بات بتاؤ' کیا وہ بلی کسی اور کی نہیں ہوسکتی۔''

''نہیں انکل' اس کا میری زندگی سے بہت گہرا تعلق رہا ہے' میں اچھی طرح پہچانتی ہوں اسے......''

''بڑی تشویش کی بات ہے' لیکن تم لوگ فکر نہ کرو' میں نے تمہاری تمام فکریں اپنے ذمے لے لی ہیں' میں اسے تلاش کرتا ہوں۔''

''فرض کیجئے انکل' وہ جہاز پر ایک مسافر کی حیثیت سے موجود ملتا ہے تو آپ اس کا کیا بگاڑ لیں گے؟''

''بالکل ٹھیک سوال کیا تم نے' بالکل ٹھیک سوال کیا' اس سلسلے میں مجھے روڈرگس کا سہارا لینا پڑے گا' میں اسے بتاؤں گا کہ وہ ایک پراسرار آدمی ہے' ایک ہولناک مجرم جو مارشل پر ہم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔''

''ہم لوگوں کے ذہنوں پر تو ایک اور خوف ایسا ہوا ہے انکل۔'' میں نے کہا۔

''کیا؟''

''میں نے آپ کو اے کے ہمدانی صاحب کے بارے میں بتایا ہے کہ ان کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا۔ خدانخواستہ کہیں وہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔''

وسکن ڈیزل نے پوری سنجیدگی سے یہ بات سنی اور بولے۔ ''ہاں اس بات کے امکانات ہیں'

لیکن بہر حال میں کوشش کروں گا اور اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ روڈرگس کو کس طرح روشاق کے خلاف آمادہ کیا جا سکے گا' اگر وہ جہاز پر موجود ہے تو' روڈرگس صرف اتنا جانتا ہے کہ ہم اس کے جہاز میں الجزائر جا رہے ہیں' اس نے ہمیں ہر طرح کی مراعات کی پیشکش کر دی ہے' بس اسے کسی طرح کی جھوٹی سچی کہانیاں سنانی ہوں گی' یہ ایک بہت بڑا پوائنٹ ہے کہ روشاق اگر قانونی طور پر اس جہاز کا مسافر ہے تو ہم اسے کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں' جب تک کہ وہ کوئی جرم نہ کر ڈالے۔"

"انکل میں بہت نروس ہو گئی ہوں۔"

"نہیں بے بی نہیں' میں نے بار بار تم سے یہ بات کہی ہے کہ جو ذمہ داری ہارون دانش نے میرے سپرد کی ہے اب وہ تمہاری نہیں میری ذمہ داری ہے اور میں اسے پورا کروں گا' ہاں اگر تم بہت زیادہ پریشان رہیں تو یہ بات میرے لئے پریشانی کا باعث ہو جائے گی۔ میں ایک بار پھر تم سے کہتا ہوں کہ بے فکر رہو' تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"انکل! ہم خود سے زیادہ آپ کیلئے پریشان ہیں۔"

"نہیں بے بی تمہاری سوچ غلط ہے' اگر تمہارے ذہن میں ہمدانی کا خیال ہے تو ان کا معاملہ دوسرا تھا' تمہاری کہانی یہ ہے کہ روشاق کو ہارون دانش کی تلاش ہے اور اے کے ہمدانی ان کے بارے میں جانتے تھے' ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ معلوم کرنے کیلئے اس نے ان پر انتہائی تشدد کر ڈالا تھا' میری طرف سے بے فکر رہو' بیشمار پراسرار طاقتیں میرا تحفظ کرتی ہیں' او کے....." وسکن ڈیزل نے ناشتے سے فراغت حاصل کی اور کھڑے ہو کر بولے۔

"مجھے اگر کوئی چیز پریشان کرے گی تو وہ ہے صرف تمہارا خوف' تمہاری بے سکونی' بس یہ اضطراب ہے مجھے۔"

"نہیں انکل ہم آپ پر بھروسہ کرتے ہیں۔"

"او کے ڈیئر' اب میں روشاق کی تلاش کیلئے کیپٹن روڈرگس کو شیشے میں اتارتا ہوں' البتہ تم بھی جہاز کے مسافروں پر نگاہ رکھنا ہوسکتا ہے وہ تمہیں نظر آ جائے۔" یہ کہنے کے بعد انکل وسکن ڈیزل وہاں سے چلے گئے' ہم دیر تک کچھ نہیں بول سکے تھے' بمشکل تمام ہمارے حواس درست ہوئے تو صوفیہ نے کہا۔

"ایک بات بتاؤ نشاء' اگر روشاق ہمارے تمام پروگرام سے واقف رہا ہے اور اس جہاز تک آ گیا ہے تو کیا اس بات کے امکانات ہیں کہ عسکری جو اس کیلئے کام کر رہا تھا اس کے ساتھ ہو۔"

میں نے حیرت زدہ نگاہوں سے سسٹر صوفیہ کو دیکھا' ابھی تک مجھے اس کا خیال نہیں آیا تھا' لیکن صوفیہ نے ایک عجیب بات کی طرف نشاندہی کی تھی' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ممکن ہے۔"

"خیر' میں وسکن ڈیزل کے اس خیال سے متفق ہوں کہ ہمیں ہمت سے کام لینا ہے' تم جانتی

ہو کہ کوئی لالچ مجھے یہاں تک نہیں لایا' میں تمہاری محبت میں گرفتار ہو گئی ہوں' چنانچہ جو کچھ میں کہوں اسے مان لینا۔''

''ہاں ہاں کیوں نہیں' کیوں نہیں۔''

''میں تم سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اگر عسکری مل جائے تو تھوڑی سی اداکاری کر کے اس کا ساتھ قبول کر لینا۔''

''کیا؟'' میں نے تعجب سے کہا۔

''ہاں جانی' مصلحت۔'' اب تک وہ تمہیں بیوقوف بنا تا رہا ہے' اب تم اسے بیوقوف بناؤ گی۔''

''لیکن اس سے کیا فائدہ ہوگا؟''

''بعض اوقات حالات کا رخ اس طرح بدلتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا' ممکن ہے ہم اسے روشاق کے خلاف ہی استعمال کر ڈالیں' ممکن ہے وہی ہمارے لئے روشاق کے خلاف جاسوس بن جائے۔'' صوفیہ نے کہا اور میں سوچ میں ڈوب گئی' مجھے اس شخص سے بے پناہ نفرت ہو گئی تھی' یہ نفرت محبت میں نہیں بدل سکتی تھی' مشعل کا چہرہ میری نگاہوں میں آ جاتا تھا' وہ اسے چاہتی تھی' اس کمینے دھوکے باز کو' لیکن لیکن لیکن......

''کیا سوچنے لگیں؟'' صوفیہ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

''کوئی خاص بات نہیں......''

''یہ صرف ایک مفروضہ ہے' ہوسکتا ہے وہ جہاز پر نہ ہو' لیکن اگر وہ نظر آ جائے تو اس کے ذریعے ہم روشاق کو بہت سے دھوکے دے سکتے ہیں۔''

''میں سمجھ رہی ہوں' اگر وہ یہاں ہوا تو میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گی۔''

''مسٹر ڈیزل بھی یہی چاہتے ہیں' ہمیں ہمت سے کام لینا ہوگا۔''

بہرطور میری زندگی تو اب یہی رہ گئی تھی' کیا کروں اور کیا نہ کروں' تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے' اس کے بعد پورا دن کوئی واقعہ نہیں پیش آیا تھا۔ دوپہر کے بعد موسم بھی ابرآلود ہو گیا' آسمان پر گھٹائیں چھانے لگیں اور جہاز کے خلاصی بارش سے بچاؤ کے انتظامات میں مصروف ہو گئے' لیکن رات تک بارش نہیں ہوئی البتہ آسمان بدستور گہرے بادلوں سے ڈھکا رہا تھا' جم ہمارے پاس آیا اور اس نے انکل کا پیغام دیا۔ رات کے کھانے کیلئے انہوں نے ہمیں ایک شیلک میں بلوا لیا تھا' وہ مطمئن نظر آ رہے تھے۔

''ہیلو انکل۔ کوئی خاص بات۔'' صوفیہ نے فوراً پوچھا۔

''بے حد خاص۔'' مسٹر وسکن ڈیزل نے کہا اور ہم دونوں چوکنے ہو گئے' سسٹر صوفیہ نے سوالیہ انداز میں وسکن ڈیزل کو دیکھا تو اس نے ایک ملازم کی طرف اشارہ کر دیا اور اسے کھانے کا آرڈر دینے لگے' کھانے کے دوران خاموشی طاری رہی تھی' پھر کافی پیتے ہوئے مسٹر ڈیزل نے کہا۔

''روشاق جہاز پر موجود نہیں ہے۔''

''اوہو' کیسے اندازا ہوا؟''

''روڈرگس ایک دلچسپ آدمی ہے' بہت ہی وہمی اور توہم پرست' میں نے اسے اس بلی کی کہانی سنائی جو ایک پراسرار روح کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کے پس منظر میں ایک شخص ہے' روحوں کا رکھوالا اور روڈرگس اب اس شدید خوف کا شکار ہو گیا ہے کہ کہیں کوئی مصیبت نازل نہ ہو جائے۔''

وسکن ڈیزل مسکرا دیئے۔

''روشاق کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل سکا۔''

''نہیں مسافروں میں اس نام کا کوئی مسافر نہیں ہے۔''

''مجھے ایک بات یاد آئی ہے انکل۔'' اچانک ہی میں نے کہا اور وسکن ڈیزل میری جانب متوجہ ہو گئے' ایک لمحہ سوچنے کے بعد میں نے انہیں عدنان ثنائی کے بارے میں بتایا اور ان کی تحقیق کا تذکرہ کیا' وسکن ڈیزل گہری سوچ میں ڈوب گئے' پھر انہوں نے کہا۔

''واقعہ واقعی سنسنی خیز ہے' کیا کہا جا سکتا ہے کہ آگے کے حالات کیا ہوں' صورتحال شدید پراسرار ہو گئی ہے' خیر روشاق کا تو کوئی سراغ نہیں ملا' لیکن میں نے جب پراسرار روح اور بلی کی کہانی سنائی تو اس کے جواب میں بیوقوف کپتان نے مجھے ایک اور کہانی سنا دی اور یہ کہانی واقعی قابل ذکر ہے' جہاز میں البرونوس نامی ایک شخص سفر کر رہا ہے جو ماریطانیہ تک جا رہا ہے' اس کے ساتھ دو تابوت ہیں جنہیں وہ ماریطانیہ لے جا رہا ہے۔''

''تابوت'' میں نے چونک کر کہا۔

''ہاں مصری طرز کے تابوت' جن میں ممیاں ہیں۔''

''او مائی گاڈ' کیا کیپٹن روڈرگس نے وہ تابوت کھول کر دیکھے ہیں؟'' میں نے کہا۔

''ہاں پوری چھان بین کی گئی ہے ان کی' منشیات اور ہتھیار وغیرہ کے سلسلے میں ان کی پوری تلاش لی گئی ہے' کیونکہ اس کے بغیر انہیں جہاز میں جگہ نہیں دی جا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ اسے سپین گورنمنٹ نے این او سی جاری کیا ہے' خیر یہ بات اپنی جگہ ہے لیکن میں نے روڈرگس کو تیار کر لیا ہے کہ کسی بھی مناسب وقت وہ مجھے ان تابوتوں کی ممیاں دکھائے' میں تمہیں بھی ساتھ رکھوں گا۔''

''آپ نے میرے ذہن میں شدید تجسس پیدا کر دیا ہے انکل' آپ نے البرونوس کو دیکھا ہے۔''

''ہاں ایک پستہ قامت سنکی سا آدمی ہے' تمہیں بھی دکھاؤں گا' ویسے روشاق کا پورا حلیہ مجھے بتاؤ' تم نے تو اسے اچھی طرح دیکھا ہے نا۔''

''بہت اچھی طرح' وہ تیونس میں ہمارے ساتھ تھا بلکہ ہمارے ساتھ ہی تیونس تک گیا تھا۔''

''مجھے اس کا حلیہ بتاؤ۔'' وسکن ڈیزل نے کہا اور میں نے اسے روشاق کا سارا حلیہ بتا دیا'

وسکن ڈیزل سوچتے رہے' پھر انہوں نے کہا۔

''نہیں وہ کسی بھی طرح البرونوس نہیں ہوسکتا' ویسے اس کا تعلق اٹلی سے ہے' وہ ایک پستہ قامت اٹالین آدمی ہے' ایسے ہی میرے ذہن میں خیال آیا تھا کہ ممکن ہے روشاق بدلے ہوئے نام سے سفر کر رہا ہو۔''

''میں نے بھی یہ سوچا تھا انکل ڈیزل' آپ کو اس کا اندازہ کیسے ہوا؟''

انکل وسکن ڈیزل کسی سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے' پھر انہوں نے کہا۔

''تم نے فوراً سوال کیا تھا کہ کیا میں نے ابرونوس کو دیکھا ہے۔

''جی انکل۔''

''اس بات کے امکانات ہیں کہ روشاق نام بدل کر سفر کر رہا ہو۔

''یہ بھی ہوسکتا ہے انکل۔''

ہمیں جہاز کے ہر مسافر پر نگاہ رکھنی ہوگی' لیکن یہ ایک ناممکن سی بات ہے۔ ہم کسی بھی طرح ہر مسافر کا جائزہ نہیں لے سکتے۔''

بات ٹھیک تھی۔ اس مسئلے کا کوئی حل نہیں نکل سکا۔ وسکن ڈیزل چلے گئے۔ آسمان پر بدستور گہرے بادلوں کا راج تھا۔ ہلکی بوندا باندی ہونے لگی تو موسم بے حد خوبصورت ہوگیا۔ اس موسم سے متاثر نہ ہونا ایک غیر انسانی عمل ہوتا۔ ہم عرشے کے ایک پرسکون گوشے کی طرف چل پڑے۔ لوگ اس موسم سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ہمارے سامنے بیکراں سمندر تھا' جہاز کے عملے کو شاید بارش کی توقع تھی' یہ لوگ موسموں کے باہر ہوتے ہیں' چنانچہ وہ کھلی ہوئی روشنیوں کو مشینی کور سے ڈھکنے میں معروف تھے۔ ہم سے کچھ فاصلے پر ایک شخص آ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ سیاہ لباس میں ملبوس تھا اور اس کا رخ دوسری طرف تھا۔ کوئی خاص بات نہیں تھی' لیکن اچانک اس نے رخ بدلا تو میری نظر اتفاقیہ طور پر اس کی طرف اٹھ گئی۔ دوسرے لمحے میرا بدن تھرا گیا۔ سارے بدن میں شدید سنسنی دوڑ گئی۔ وہ عسکری تھا۔ اب وہ براہ راست میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے خود کو چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''غضب کا موسم ہے نشاء۔ سمندری سفر کے بارے میں سنا تھا کہ وہ بہت دلکش ہوتا ہے۔ لوگ تو ہنی مون کیلئے یہ سفر کرتے ہیں۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو صوفیہ نے چونک کر مجھے دیکھا اور آواز دی۔ ''نشاء۔ کہاں ہو تم۔''

''سسٹر......'' میں نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

''کیا ہوا جان۔''

''عسکری۔'' میرے منہ سے نکلا۔

''ایں۔'' صوفیہ نے بے اختیار کہا اور پھر عسکری کو دیکھا' پھر بولیں۔ ''یہ عسکری ہے۔''

''ہاں۔''

''پورے وثوق سے کہہ رہی ہو۔''

''سو فیصدی۔''

''میری ہدایت یاد ہے۔''

''ہاں۔' میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔ ابھی میں نے یہ جملے پورے ہی کئے تھے کہ دفعتاً عسکری نے اپنی جگہ چھوڑ دی وہ سیدھا ہماری طرف آ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔

''میں جانتا ہوں کہ آپ جہاز پر میری موجودگی سے واقف ہیں اور مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ آپ مجھ سے کبھی مخاطب نہیں ہوں گی۔''

''آپ واقعی جینئس ہیں مسٹر عسکری۔''

''آپ مجھے چند منٹ دے سکیں گی۔''

''جی فرمایئے۔''

''تھوڑی دیر کیلئے تنہائی چاہتا ہوں۔''

''کہاں جانا ہے؟''

''اس طرف۔''

''جاؤ نشاء سن لو۔ صوفیہ نے کہا اور میں عسکری کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ چند گز کے فاصلے پر جا کر ہم رک گئے۔ وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔

''میں نے تم سے کہا تھا نشاء کے میں سائے کی طرح تمہارے ساتھ رہوں گا۔ میں زندگی کی بازی لگا کر تمہاری حفاظت کروں گا۔''

''شکریہ' شکریہ مسٹر عسکری۔ ہاں یہ تو بتائیں آپ کا آقا روشاق بھی جہاز پر موجود ہے یا نہیں۔ کیا آپ بتانا پسند کریں گے؟''

''ہاں وہ جہاز پر ہی ہے۔''

''ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ آپ اس کی پناہ میں رہ کر میری حفاظت کر رہے ہیں۔''

''اب میں تم سے کوئی التجا نہیں کروں گا نشاء۔ اگر تم پسند کرو تو تھوڑی سنجیدگی سے میری بات سن لو۔''

''کیا تمہارے آقا کی طرف سے میرے لئے کوئی پیغام ہے۔''

''وہ میرا آقا نہیں ہے۔ تم کیوں مجھے ذلیل کر رہی ہو..... '' وہ جھلا کر بولا۔ پھر سنبھل کر کہنے لگا۔ ''غلطی انسان سے ہو سکتی ہے۔ میں مالی پریشانیوں کا شکار ہو کر اس کا ساتھی بن گیا تھا' مگر مجھے

بہت جلد اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔ میں تم سے محبت کرنے لگا تھا۔ خیر مجھے اندازہ ہے کہ میں تمہارا اعتماد کھو چکا ہوں۔ لیکن اب میں تمہارے التفات کیلئے نہیں بلکہ اپنا کفارہ ادا کرنے کیلئے سب کچھ کر رہا ہوں۔ میں تم سے مخاطب نہ ہوتا۔''

عسکری کیلئے میرے دل میں زہر ہی زہر تھا' لیکن صوفیہ نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا اس کا بھی خیال رکھنا تھا۔ چنانچہ میں خاموش رہی۔ وہ کہنے لگا۔ ''روشاق تمہیں کوئی جسمانی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔''

''خوشخبری ہے میرے لئے۔ پھر وہ کیا چاہتا ہے؟''

''یقین کرو۔ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ اس تمام کارروائی کا پس منظر بے حد پراسرار ہے۔ وہ تمہارے توسط سے ہارون دانش تک پہنچنا چاہتا ہے۔

''لیکن کیوں؟''

''خدا کی قسم میرے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم۔''

''اور اب تم اس کیلئے کیا کر رہے ہو۔'' میرے اس سوال پر وہ مجھے شکایت آمیز نظروں سے دیکھنے لگا' پھر بولا۔

''تم اچانک سپین چلی آئی تھیں۔ میں نے بڑی مشکل سے یہ سب معلوم کیا۔ مجھے صرف تمہاری حفاظت مقصد تھی۔ میری مالی حالت ٹھیک نہیں رہا ہے' لیکن...... روشاق مجھے میڈرڈ میں ہی ملا تھا۔ اس نے مجھے پیشکش کی کہ میں اس کیلئے کام کرتا رہوں۔ وہ میری مالی کفالت کرے گا۔ میں نے صرف تمہارا قرب حاصل کرنے کیلئے اس کی یہ پیشکش منظور کرلی۔ وہ شیطانی دماغ رکھتا ہے' اسے علم تھا کہ آگے کے سفر کیلئے تم نے اسے ڈاج دینے کی کوشش کی ہے اور اس نے تمہارا کامیاب تعاقب کیا اور تمہارے سفر کے بارے میں معلوم کرلیا۔ اس طرح وہ مجھے لے کر اس جہاز پر آ گیا۔''

''اوہ۔ وہ واقعی شیطان ہے' ایک بات بتاؤ گے۔''

''پوچھو۔''

''کیا روشاق وسکن ڈیزل کو بھی ہلاک کر دے گا۔''

''نہیں۔ ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے اس کا۔''

''جہاز پر وہ کہاں ہے۔''

''کیبن نمبر سات سو میں۔ وہ حارث سلامہ کے نام سے مقیم ہے۔''

''تنہا ہے۔''

''نہیں۔ جہاز پر اس کے بہت سے ساتھی ہیں جو اس کیلئے کام کر رہے ہیں۔''

''ایک بات اور بتاؤ۔ اس کی پراسرار بلی اس کے پاس ہے۔''

''نہیں۔ وہ کہیں اور ہے' لیکن جہاز پر ہی ہے۔ میں نے اسے دوبارہ اس کے پاس دیکھا

ہے۔ پھر وہ نظر نہیں آئی۔''
''ایک بات اور بتادو عسکری۔ کیا وہ تمہیں کبھی عورت کے روپ میں نظر آیا۔''
''کبھی نہیں۔ اب میں تم سے ایک بات پوچھوں۔''
''ہاں پوچھو۔''
''البرونوس کون ہے۔''
میرا چونکنا فطری تھا۔ میں نے عسکری کو دیکھا تو اس نے کہا۔''روشاق کی پوری توجہ ابرونوس پر ہے' جو دو تابوت لے کر سفر کر رہا ہے۔ روشاق کا خیال ہے کہ وہ وسکن ڈیزل کا آدمی ہے۔ میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ ممکن ہے وہ روشاق کا شکار ہو جائے۔''
میں تشویش سے ہونٹ سکوڑ کر خاموش ہوگئی۔
''روشاق ان تابوتوں میں بہت دلچسپی لے رہا ہے۔ خیر۔ میں تو ہر طرف نگاہ رکھ رہا ہوں۔ صرف تمہارے لئے نشاء۔ میں اپنی کوتاہی کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں' کیونکہ میں تم سے سچی محبت کرتا ہوں اور اس کا کوئی صلہ نہیں چاہتا۔''
''تم نے مشل کے بارے میں نہیں سوچا عسکری۔''
''ہاں نشاء۔ انسان محبت میں بے حد خود غرض ہو جاتا ہے۔''
''وہ تم سے محبت کرتی ہے۔''
''میں بھی تو تم سے محبت کرتا ہوں۔ چلو چھوڑو۔ میں چلتا ہوں۔ اگر تم اجازت دوگی تو تم سے ملتا رہوں گا' کیونکہ روشاق بھی یہی چاہتا ہے۔ خدا حافظ۔'' وہ واپس پلٹ گیا۔ تب سسٹر صوفیہ میرے پاس آگئیں۔
''آؤ چلیں۔'' انہوں نے کہا اور ہم اپنے کیبن جانے کیلئے چل پڑے۔
دوسری صبح جاگے تو شدید بارش ہو رہی تھی۔ عرشے پر پہنچے تو سارا ماحول جل تھل ہو رہا تھا۔ انکل ڈیزل جیسے پہلے سے منتظر تھے۔ کینوس کی چھتیں کھل گئی تھیں۔ ایک ریستوران میں بہترین کافی کے سپ لیتے ہوئے میں نے کہا۔''انکل آپ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔''
''ہاں ضرور۔''
میں نے انہیں روشاق اور عسکری کی پوری کہانی سنا دی۔ ان کے چہرے پر فکر کے آثار ابھر آئے۔ وہ کافی دیر خاموش رہ کر بولے۔
''ہمیں کسی بھی طرح البرونوس کو دوست بنانا ہوگا۔''
''وہ خطرے میں ہے۔''
''اس سے تعارف حاصل کرنا ضروری ہے۔''
''بتایئے کیا کیا جائے۔''

کچھ لمحے سوچنے کے بعد ڈیزل نے کہا۔ ''آؤ برج پر چلتے ہیں۔ ہم برج پر پہنچے تو روڈ رگس بہت پریشان نظر آیا۔ اس نے ہمارے سلام کا جواب دیا' پھر بولا۔

''میں بہت پریشان ہوں۔''

''کیا ہوا؟''

''بادلوں کا رنگ دیکھ رہے ہو۔ وہ آسمان پر ساکت ہیں۔ جیسے ہواؤں کا انتظار کر رہے ہوں۔ سمندر پر چھائے ہوئے ایسے بادل طوفان کا پیش خیمہ ہوتے ہیں اور ان بادلوں کے نیچے سمندری سفر پرسکون نہیں رہتا۔''

''کیا تم نے کوئی خواب دیکھ لیا ہے؟''

''شادی جاگتی آنکھوں کا خواب' میں نے دیکھا کہ میں جہاز پر سفر کر رہا ہوں اور برج پر کھڑا دوربین سے سمندر میں دیکھ رہا ہوں کہ اچانک سمندر کے پانی کا ایک حصہ کھولنے لگا اور پھر اس سے ایک آتش فشاں نے منہ نکال کر جھانکا اور بلند ہوتا چلا گیا' بس اس خواب نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔''

''یار کیا فضول باتیں کر رہے ہو۔ سچ بتاؤ۔'' وسکن ڈیزل نے پریشان لہجے میں کہا۔

''ویسے ایک بات کی پیش گوئی میں کرتا ہوں مائی ڈیئر کپتان' اس جہاز پر کم از کم ایک شخصیت ایسی ضرور ہے جو انتہائی پراسرار اور خوفناک کہی جا سکتی ہے۔'' روڈ رگس نے برا سا منہ بنایا اور بولا۔

''تمہاری انہی دل دہلا دینے والی باتوں نے میرے ذہن کو خراب کیا ہے' میں نے تو ابھی تک پورے جہاز پر کوئی بلی نہیں دیکھی اور نہ بلی والا۔''

''مگر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس پراسرار بلی کا مالک روشاق ہے' ایک انوکھا انسان اور وہ تمہارے جہاز پر موجود ہے' معہ اس منحوس بلی کے۔''

''بکواس...... میرا اسٹاف مستعد ہے اور کسی نے پورے جہاز پر نہ کوئی بلی دیکھی اور اس نام کا کوئی شخص بھی نہیں۔'' روڈ رگس نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ واقعی کافی پریشان نظر آ رہا تھا' وسکن ڈیزل کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے' پھر انہوں نے کہا۔

''تو پھر سنو مائی ڈیئر' میں تمہیں اپنی تحقیق بتاتا ہوں' جس شخص کا نام میں نے روشاق لیا ہے وہ فرضی نام سے سفر کر رہا ہے اور کیبن نمبر سات سو میں مقیم ہے' اس کا نام حارث سلامہ ہے۔''

کیپٹن روڈ رگس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور وسکن ڈیزل سے مختصر الفاظ میں روشاق کے بارے میں بتانے لگا' کپتان روڈ رگس تھوڑی دیر تک تو کچھ سوچتا رہا' پھر بولا۔

''اگر اس نے حارث سلامہ کے نام سے پاسپورٹ حاصل کر لیا ہے اور اسی پاسپورٹ پر یہ سفر کر رہا ہے تو ہم زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ الجزائر میں امیگریشن کے حکام کو اس کی نشاندہی کر دیں۔ اسے جہاز پر کوئی نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔''

''اور اگر وہ البرونوس کو کوئی نقصان پہنچا دے تو۔''

''جہاز پر اگر اس نے معمولی سا جرم بھی کیا تو میں اسے گرفتار کر سکتا ہوں' ہمارے پاس باقاعدہ قید خانہ ہے بلکہ قیدی بھی ہیں۔''

''قیدی۔''

''ہمارے نہیں بلکہ سپین حکومت کے قیدی' جن کی تعداد آٹھ ہے اور سپین افسر انہیں گرفتار کر کے الجزائر لے جا رہے ہیں۔ جہاں شاید انہیں موت کی سزا دے دی جائے' تو میں کہہ رہا تھا کہ اگر وہ البرونوس کو نقصان پہنچائے گا تو میں اسے گرفتار کر لوں گا۔ یہ تو بہتر ہوا کہ اس کی نشاندہی ہو گئی' ہمیں مجرم نہیں تلاش کرنا پڑے گا۔''

''اور اگر البرونوس کو نقصان پہنچ گیا تو؟''

''بھلا اس کی پیش بندی کیسے کی جا سکتی ہے' تم اگر چاہو تو میں البرونوس کے تحفظ کا بندوبست کر دوں۔''

''نہیں' اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' وسکن ڈیزل نے پرخیال لہجے میں کہا' پھر بولا۔

''اور ان تابوتوں کو دکھانے کے بارے میں تم نے کیا سوچا؟''

''تابوت جہاز کی نچلی تہہ میں مال خانے میں محفوظ ہیں' آج رات کو ان کا جائزہ لے لیا جائے گا' ویسے ایک بار البرونوس اجازت لے کر میرے دو آدمیوں کے ساتھ وہاں جا چکا ہے۔''

''رات کو کس وقت چلو گے؟''

''گیارہ بجے کا وقت مناسب رہے گا' گیارہ بجے کے بعد مال خانے پر پہرہ لگ جاتا ہے اور کوئی وہاں نہیں جا سکتا۔''

آخر کار میں صوفیہ اور وسکن ڈیزل کیپٹن کے پاس سے واپس آ گئے' آسمان کی وہی کیفیت تھی' صوفیہ نے کہا۔

''کالے بادل پہلے بھی دیکھے ہیں' مگر اتنے گہرے سیاہ بادل نہیں دیکھے' ممکن ہے سمندر پر ان کی سیاہی زیادہ محسوس ہوتی ہو۔''

''ہاں ممکن ہے۔'' میں نے لاپروائی سے کہا۔ مجھے ان کالے بادلوں سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوا تھا' البتہ شام کو میں نے صوفیہ سے کہا۔

''کیا خیال ہے سسٹر' کیا کیبن نمبر سات سو کو تلاش کیا جائے؟''

''کیوں؟'' صوفیہ نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''ہم خود روشاق سے ملیں' میں تمہیں مختصر تفصیل بتا چکی ہوں' تیونس ہم ساتھ ہی گئے تھے' دو کردار اور تھے جن کا اب نام و نشان نہیں ہے۔''

''مگر اس سے فائدہ کیا ہوگا؟''

''ہوسکتا ہے وہ ہمارے اس طرح سامنے آجانے سے خوفزدہ ہوجائے۔''

''نہیں نشاء نہیں۔ اپنے آپ کو خطرے کے منہ تک لے جانا مناسب نہیں ہے۔''

''یونہی دل میں خیال آیا تھا۔''

''اس کے برعکس میں ایک اور تجویز پیش کروں' اگر اس طرح ملنا ہے تو پھر البرونوس سے کیوں نہ ملا جائے۔''

عجیب سی بات تھی' میں چونک کر سسٹر صوفیہ کو دیکھنے لگی' پھر میں نے کہا۔

''لیکن نہ تو ہم اسے پہچانتے ہیں اور نہ اس کے کیبن کا نمبر معلوم ہے' پھر یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کس قسم کا انسان ہے' نہیں سسٹر ایسا کوئی قدم اٹھانا مناسب نہیں ہے جس سے خطرہ پیدا ہو' ہمیں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہنا۔''

''او کے او کے' میں کب منع کرتی ہوں؟''

''باتوں کا ذخیرہ ختم ہوچکا تھا' کوئی نیا موضوع بھی نہیں تھا' دل پر ہمیشہ ایک بوجھ سا طاری رہتا تھا' انوکھے حالات میں وقت گزر رہا تھا۔

''کیبن میں گھسے گھسے کیا کریں' چلو عرشے پر ہی چلتے ہیں۔''

سسٹر صوفیہ کو عرشے سے واقعی کافی دلچسپی ہوگئی تھی۔ دلچسپی تو مجھے بھی تھی' بڑا عجیب سا محسوس ہوتا تھا' ہر طرف بیکراں سمندر اوپر کھلا آسمان' بس یوں لگتا تھا جیسے ایک انوکھی دنیا ہو' کسی سیارے پر آنکلے ہوں' ہم بہرحال عرشے پر آگئے' آسمان کا وہی عالم تھا' کالی گھٹائیں تلی کھڑی تھیں' ماحول بے حد بوجھل ہو رہا تھا' رات کی بارش کے بعد پورا دن بارش نہیں ہوئی تھی' لیکن اس وقت سماں کچھ اور تھا' ابھی ہم عرشے پر ہی تھے کہ اچانک آسمان سے پانی کی دھاریں پھوٹ پڑیں' عرشے پر موجود مسافروں میں ہلچل مچ گئی' لوگ بری طرح نیچے بھاگنے لگے' ہم دونوں نے ایک محفوظ جگہ پناہ لے لی' ویسے بھی مارشل انتہائی خوبصورت جہاز تھا' راہداریوں اور برآمدوں میں قالین بچھے ہوئے تھے۔ دوسرے درجے کے کیبنوں کے ساتھ لائبریری تھی' جس میں لاتعداد کتابیں سجی ہوئی تھیں۔

بار روم اور کھیلوں کیلئے وسیع کمرے تھے' عرشے پر حسین پب بنے ہوئے تھے' جن کی کیفیت بڑی خوشنما تھی' تمام فرسٹ کلاس کیبن ایئر کنڈیشنڈ تھے' ایک طرف جہاز کے اعلیٰ افسروں کے اور انجینئروں کے کیبن تھے' انہی کیبنوں کے اوپری حصے میں روڈرگس کا وہ کیبن تھا جسے ہم اندر سے دیکھ چکے تھے' بارش کی وجہ سے عملے کے افراد نے ایسی چیزوں پر خوشنما پھول دار ترپال ڈھک دیئے تھے' جن کو پانی سے نقصان پہنچ سکتا تھا' جگہ جگہ مسافروں کیلئے خصوصی ہدایات درج تھیں' کھلے سمندر میں یہ اہتمام بھی بہت عجیب لگتا تھا۔ خاص طور سے اس وقت جب سمندر دیکھا جائے تو پھر تو یہ سارا اہتمام ناقابل یقین محسوس ہوتا تھا' بارش طوفانی جھکڑوں کے ساتھ شروع ہوئی تھی' اس لئے شاید زیادہ خطرناک تصور کی گئی تھی۔ جہاز کا لاؤڈ سپیکر چیخ اٹھا۔

''براہ کرم عرشے پر کوئی مسافر موجود نہ رہے' سب لوگ نیچے چلے جائیں۔''

''چلو' واقعی اوہ میرے خدا' ذرا سمندر دیکھو۔'' صوفیہ نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا اور میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا' دھواں دھار بارش کے ساتھ چاروں طرف سمندر ابلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا' دیوہیکل لہریں جہاز کی طرف لپکتی محسوس ہو رہی تھیں' یوں لگتا تھا جیسے کوئی خوفناک عفریت جہاز کو نگل لینا چاہتا ہو' میں بھی سہم گئی اور سسٹر صوفیہ کے ساتھ اپنے کیبن میں واپس آ گئی۔

''خدا کی پناہ کیسا ہولناک منظر ہے' دل لرز رہا ہے۔'' میں نے کہا اور ایک دم خاموش ہو گئی' جہاز کو کئی زوردار جھٹکے لگے تھے' وہ ان مہیب لہروں کے نرغے میں ہچکولے کھانے لگا تھا' پھر بڑی عجیب سی آوازیں سنائی دینے لگیں' ایسا لگا جیسے گولیاں چل رہی ہوں' ہمارے کیبن میں شیشے لگے ہوئے تھے' لیکن ان کے دوسری طرف گھپ اندھیرا تھا' البتہ بارش کا ہولناک شور اور بادلوں کی گرج صاف سنائی دے رہی تھی' میں نے خوفزدہ لہجے میں سسٹر صوفیہ کو پکارا۔

''نہیں ڈیئر ڈرو نہیں' ہم تنہا نہیں ہیں' بیشمار لوگ ہیں' اگر تم کہو تو میں مسٹر وسکن ڈیزل کو بلا لاؤں؟''

''کیا وہ اپنے کیبن میں ہیں؟''

''پتہ نہیں۔''

''ارے دیکھو ذرا کیبن کس بری طرح ہل رہا ہے۔ کیا آپ کھڑی ہو سکتی ہیں صوفیہ۔''

''کوشش کرتی ہوں۔'' صوفیہ نے کہا اور پھر وہ کسی نہ کسی طرح باہر نکل گئی۔ میں بستر سے چمٹی ہوئی انتظار کرتی رہی' کچھ دیر کے بعد سسٹر صوفیہ گرتی پڑتی اندر آ گئی۔ ''وسکن ڈیزل اپنے کیبن میں نہیں ہے۔'' صوفیہ نے کہا میں نے کوئی جواب نہیں دیا' رفتہ رفتہ ہچکولوں میں کمی آنے لگی' شور بھی کم ہو گیا تھا' پھر طوفان ٹل گیا' ایک کیبن کا دروازہ کھلا اور وسکن ڈیزل کیبن میں داخل ہو گئے' وہ مسکرا رہے تھے۔

''ہیلو بہادر لڑکیو! کیسا ایڈونچر ہے یہ؟''

''آپ اسے ایڈونچر کہہ رہے ہیں انکل' ہم نیم مردہ ہو گئے ہیں۔''

''اوہ نہیں بے بی' سمندری سفر میں ایسے معمولی طوفان آتے رہتے ہیں۔'' وسکن ڈیزل نے لاپروائی سے کہا۔

''یہ معمولی طوفان تھا۔''

''بالکل معمولی' روڈرگس کہتا ہے کہ ایسے طوفان بالکل بے ضرر ہوتے ہیں۔''

''خدا کی پناہ' ہمیں کیا معلوم' ہماری تو جان ہی نکل گئی تھی۔''

''تم نے کھانا کھا لیا۔''

''خاک' اندر کا نظام تو الٹ پلٹ ہو گیا ہے' ایسے میں کھانے کا ہوش کسے ہو سکتا ہے۔''

''میں کھانا منگواتا ہوں۔''

''نہیں انکل اس وقت کچھ نہیں کھا سکوں گی' کم از کم میں کچھ نہیں کھا سکوں گی' سسٹر اگر آپ کھانا چاہیں۔''

''نہیں بھئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

لیکن وسکن ڈیزل نے ہمارے ہی کیبن میں کھانا منگوایا اور خوب ڈٹ کر کھایا' ان کے اس اطمینان سے ہمیں بھی ڈھارس ہوئی تھی' وسکن ڈیزل کافی دیر تک ہمارے پاس بیٹھے رہے' پھر ہمیں تسلی دیتے ہوئے اٹھ گئے۔

''اب تم لوگ آرام سے سو جاؤ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔''

''اوکے مسٹر ڈیزل۔'' صوفیہ نے کہا اور کیبن کا دروازہ بند کرلیا۔ ہم دونوں بستروں پر جا لیٹے' وسکن ڈیزل کی ان تسلیوں کے بعد طبیعت کافی پرسکون ہوگئی تھی اور کچھ دیر خاموشی طاری رہی تو نیند آگئی۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ اچانک ہی جہاز کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور میں جاگ گئی' کانوں میں زبردست گڑگڑاہٹ ابھر رہی تھی۔ کیبن میں نجانے کیوں اندھیرا پھیل گیا۔ پھر یوں لگا جیسے باہر لوگ چیخ چلا رہے ہوں۔ ذہن صحیح طور سے کام نہیں کر رہا تھا۔ میں بستر پر لیٹی ذہن کو نیند کی گرفت سے آزاد کرنے کی کوشش کرنے لگی' اچانک یوں محسوس ہوا جیسے بستر فضا میں معلق ہو رہا ہو' پھر وہ اسی تیزی سے نیچے آیا اور میرے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ میں بستر سے نیچے آگری' اسی وقت صوفیہ کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''نہیں...... نہیں میری جان نشاء ڈرو نہیں' یہ طوفان لگ رہا ہے۔''

ابھی انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ ایک اور خوفناک جھٹکا لگا اور میں وہاں سے بھی اچھل کر نجانے کہاں جا گری۔ کیبن زیادہ بڑا نہیں تھا' اس لئے میرا بدن صوفیہ کے بدن کو چھونے لگا اور میں اس سے چمٹ گئی۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے سس...... سسٹر......؟''

''حوصلہ رکھو نشاء حوصلہ رکھو۔''

''کیا جہاز تباہ ہو جائے گا؟'' میری دہشت بھری آواز ابھری۔

''کیسی باتیں کر رہی ہو' بس معمولی سا طوفان ہے' مسٹر ڈیزل بتا نہیں رہے تھے کہ معمولی سا طوفان ہے۔''

''نہیں سسٹر مجھے تو یوں لگا تھا جیسے وہ ہمیں جھوٹی تسلیاں دے رہے ہوں۔ یہ طوفان ضرور جہاز کو تباہ کردے گا' یہ دوبارہ کیوں آگیا۔''

''نشاء ایسی باتیں مت کرو پلیز۔'' صوفیہ کا چہرہ بھی خوف میں ڈوبا ہوا تھا' کیبن کے بند

دروازے کے دوسری طرف انسانی چیخیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں' میں نے سسٹر کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''میرا دم گھٹ رہا ہے سسٹر' میری سانس بند ہوتی جا رہی ہے' باہر چلئے خدا کیلئے باہر چلئے۔''

وہ ایک لمحے تک تو کچھ نہ بولیں' پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔ ''جہاز کو جھٹکے لگ رہے ہیں اور پھر یہ اندھیرا' کہیں ہم زخمی نہ ہو جائیں' اچھا ٹھہرو' مسٹر ڈیزل کے کیبن میں چلتے ہیں' لیکن ذرا مضبوطی سے قدم جما کر چلنا' اوہ میرے خدا' یہ جھٹکے کس قدر خوفناک ہیں' آؤ ذرا مضبوطی سے میرا ہاتھ پکڑ لو۔''

ہم نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کیبن کے دروازے سے باہر نکل آئے۔ لیکن دروازہ کھلتے ہی انسانی شور سے کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ مسافر شدید افراتفری کا شکار تھے اور اندھیرے میں ایک دوسرے سے الجھتے پھر رہے تھے' ٹکرا ٹکرا کر گر رہے تھے۔ اوپر نیچے بھاگتے پھر رہے تھے' ہم لوگ کیبن کی دیوار سے ٹک گئے۔ وسکن ڈیزل کے کیبن کا فاصلہ ہی کتنا تھا' کھسکتے کھسکتے دروازے تک پہنچے' لیکن ان کے کیبن کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ صوفیہ نے انہیں کئی آوازیں دیں' لیکن ان کی آواز سنائی نہ دی' اس کا مطلب تھا کہ وہ کیبن میں نہیں تھے' انسانوں کی بھاگ دوڑ سے بچنے کیلئے ہم نے انہی کے کیبن میں پناہ لی اور اس کے بعد ہماری وہاں سے باہر نکلنے کی ہمت نہ ہوئی۔ رات کا بقیہ حصہ ہم نے انکل ڈیزل کے کیبن میں ہی انتظار کرتے ہوئے گزارا' یہ طوفان تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہا' پھر رفتہ رفتہ سکون چھاتا چلا گیا' لیکن جہاز کے مسافر نجانے کیوں دیوانوں کی طرح بھاگتے دوڑتے پھر رہے تھے اور اس کان پڑے شور میں دل مسلسل الٹتا رہا تھا' یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہونے لگی اور اس ہولناک سیاہ رات کے ٹل جانے کا احساس جاگ اٹھا۔ اب بھاگ دوڑ بھی تھم گئی تھی' لیکن انسانی شور اور چیزوں کے گرنے پڑنے کی آوازیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں' میں نے ایک بار پھر صوفیہ کو باہر نکل کر صورتحال کا جائزہ لینے کیلئے مجبور کیا اور وہ تیار ہو گئیں۔

ہمارے اعصاب کشیدہ تھے' نجانے کس طرح ہم عرشے پر پہنچ گئے۔ وہاں ایک قیامت برپا تھی۔ مرد عورتیں نوجوان سب یہاں موجود تھے' بعض عورتیں بچوں کو سینے سے لپٹائے رو رہی تھیں۔ مرد حواس باختہ کھڑے ہوئے تھے' ان سب کے چہروں پر موت کی زردی پھیلی ہوئی تھی۔ خلاصی ادھر سے ادھر بھاگے بھاگے پھر رہے تھے۔ عرشے پر ہر چیز ٹوٹی پھوٹی پڑی تھی' کچھ لوگ ریلنگ سے جھانک رہے تھے' بعد میں پتہ چلا کہ رات کو اپنے کیبنوں سے باہر نکل کر عرشے سے صورتحال کا جائزہ لینے والے بہت سے افراد سمندر میں گر گئے ہیں۔ ہینگر پر لٹکی ہوئی موٹر بوٹس بھی سمندر کے اندر جا پڑی ہیں۔ نجانے کس طرح بچتے بچاتے ہم دونوں بھی آہنی کٹہرے کے پاس پہنچ گئے' وہاں سے سمندر کو دیکھا تو چکر آ گیا' انسانی لباس پانی پر تیر رہے تھے' جگہ جگہ پانی کے بگولوں میں انسانی لہو کی سرخ لکیریں نظر آ رہی تھیں' چھوٹی بڑی آدم خور مچھلیاں انسانی گوشت کھانے میں مصروف تھیں'

ان میں شارک مچھلیاں بھی تھیں' میں نے دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر رخ تبدیل کر لیا' مسز صوفیہ نے دہشت زدہ لہجے میں کہا۔

''آؤ نشاء چلو' آؤ چلو کیبن میں واپس چلیں۔ نجانے مسٹر ڈیزل کہاں غائب ہو گئے ہیں اور پھر ٹھیک ہی تو ہے وہ کہاں تک ہمارا تحفظ کریں گے۔''

''آہ...... کتنے لوگ موت کے گھاٹ اتر گئے۔ میرے خدا وہ خونخوار مچھلیاں ان کے جبڑے کتنے بھیانک تھے۔ میرے خدا ناتواں انسانی جسم۔'' میرے بدن پر شدید کپکپی طاری تھی' اسی وقت ایک آواز سنائی دی۔ ''نشاء تم خیریت سے تو ہو۔''

اس شناسا آواز کو سن کر میں چونکی' میں نے گردن گھما کر دیکھا' عسکری تھا' اس نے سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی' جس میں خون کا دھبہ نمایاں تھا۔ وہ میرے بالکل قریب آ گیا۔ میرے بجائے مسز صوفیہ نے کہا۔

''انہیں سنبھالئے مسٹر عسکری' براہ کرم انہیں سنبھالئے' یہ بہت خوفزدہ ہیں۔''

''نہیں نشاء ہولناک طوفان گزر گیا ہے' اس نے جو تباہ کاریاں کرنی تھیں وہ کر چکا ہے' اب سمندر پرسکون ہے۔'' عسکری نے کہا۔

''آپ زخمی ہو گئے ہیں مسٹر عسکری۔'' صوفیہ بولی۔

''ہاں افسوس' میں پچھلی شام جب پہلا طوفانی جھٹکا آیا تھا ایک چھوٹے سے حادثے کا شکار ہو گیا' مجھے بے ہوشی کے عالم میں جہاز کے ہسپتال میں رکھا گیا تھا' ورنہ طوفان کے دوران میں نشاء کی خبر لینے ضرور آتا۔''

''اب تو طوفان نہیں آئے گا۔'' میں نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''سمندر کے ماہر یہی کہتے ہیں' ویسے بھی دیکھئے آسمان پر نیلاہٹیں نمایاں ہیں۔''

''اللہ کا شکر ہے۔'' صوفیہ نے کہا۔

''لیکن طوفان نے جہاز کو بے حد نقصان پہنچایا ہے' ٹھیک طور پر معلومات نہیں حاصل ہو سکیں' پتہ چلا ہے کہ جہاز کے انجنوں کو نقصان پہنچا ہے۔''

''اوہو...... کیا جہاز رک گیا ہے؟'' صوفیہ نے چونک کر پوچھا۔

''رات ہی کو اس کے انجن بند ہو گئے تھے' آپ نے محسوس نہیں کیا؟''

''غور نہیں کیا تھا۔''

''جہاز کھلے سمندر میں لنگر انداز کر دیا گیا ہے۔''

''اب کیا ہو گا؟'' میری رندھی ہوئی آواز ابھری۔

''نشاء خود کو سنبھالے رکھئے' آپ دیکھ رہی ہیں کتنے مسافر ہیں جہاز پر' ویسے بہتر ہو گا کہ آپ اپنے کیبن میں آرام کریں' میں کچھ دیر کے بعد وہیں آپ کے پاس آؤں گا' میڈم آپ انہیں لے

جائیں' یہاں بڑے دلدوز مناظر بکھرے پڑے ہیں' مس نشاء ان کی تاب نہ لاسکیں گی' پلیز جایئے۔ مس نشاء میں کچھ دیر کے بعد آپ کے کیبن میں آؤں گا۔'' وہ آگے بڑھ گیا' میں اسے دیکھتی رہی' صوفیہ نے کہا۔

''اس کا دم غنیمت ہے' ہمیں اس کی ضرورت ہے' آؤ کیبن میں چلیں۔''

''نہیں سسٹر وہاں جا کر کیا کریں گے' نجانے انکل ڈیزل کہاں گئے؟ کہیں وہ بھی لوگ اپنے اپنے ساتھیوں کو تلاش کر رہے تھے' آہستہ آہستہ دل کو قرار آنے لگا۔ خوف کا مرحلہ گزر چکا تھا' تھکن ہوگئی' دل و دماغ پریشان تھے' کیبن ہی کی طرف چل پڑے' وہاں پہنچے تو عسکری موجود تھا' بسکٹ' پنیر' خشک خوراک کے بہت سے ڈبے ڈرائی فروٹس کافی تعداد میں لے آیا تھا اور وہاں بیٹھا ہمارا انتظار کر رہا تھا۔

''ارے یہ کیا ہے؟'' سسٹر صوفیہ نے اس انبار کو دیکھ کر حیرت سے کہا۔

''ضرورت کی چیزیں ہیں۔''

''کہاں سے لائے؟''

''سٹور میں گھس گیا تھا خاموشی سے' مجھے اندازہ ہے کہ اب بہت سی مشکلات پیدا ہو جائیں گی' یہ کولڈ ڈرنک کے ڈبے ہیں' آپ دونوں ان میں سے اشیاء منتخب کر کے ناشتہ کر لیجئے۔''

''کیا مشکلات پیدا ہو جائیں گی؟'' میں نے پوچھا۔

''جس قدر ٹوٹ پھوٹ ہوئی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے سنبھالنے میں بہت وقت لگ جائے گا۔ ہوسکتا ہے جہاز کا عملہ مسافروں کو صحیح طور پر خوراک نہ مہیا کر سکے' آپ لوگ یہ اشیاء محفوظ کر لیجئے۔''

''شکریہ عسکری' تم نے جس طرح اپنائیت کا ثبوت دیا ہے ہم اسے فراموش نہیں کر سکتے' نشاء چلو کچھ کھا لو یہ ضروری ہے۔''

میں خاموش رہی' حالانکہ جو مناظر دیکھ کر آئی تھی اس کے بعد کھانے پینے کا ہوش کسے رہتا ہے' لیکن یہ بھی جانتی تھی کہ بھوکی نہ رہ سکوں گی' البتہ اس وقت میں نے نرمی سے کام لیا اور اس نرمی میں کوئی فریب نہیں تھا' میں نے عسکری کو بھی اپنے ساتھ شریک ہونے کی دعوت دی' بسکٹوں کے چند ڈبے کھولے اور انہیں کولڈ ڈرنک کے ساتھ معدے میں اتار لیا۔ صوفیہ نے عسکری کی ہدایت پر عمل کیا تھا اور بچی ہوئی اشیاء کو احتیاط سے کیبن کے ایک محفوظ حصے میں سٹور کر دیا۔ عسکری کچھ دیر کے بعد باہر چلا گیا۔ صوفیہ اپنے بستر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی اور مجھے دیکھتی رہی۔ میرے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی' وہ بھی مسکرا دی۔

''کیا سوچ رہی ہیں سسٹر؟''

''کوئی خاص بات نہیں۔''

''پھر بھی۔''

''بس انہی حالات کے بارے میں......'' صوفیہ نے جواب دیا۔

''بس کیا کہوں اور کیا نہ کہوں' آپ یقین کریں کہ میں آپ سے بھی شرمندہ ہوں' اچھی خاصی زندگی گزار رہی تھیں آپ' میرے لئے زندگی کو مصیبت میں ڈال دیا۔'' میری آنکھوں میں آنسو آگئے اور سسٹر صوفیہ جلدی سے اٹھ کر میرے پاس آگئیں۔

''میری محبت کی توہین مت کرو۔''

''نہیں سسٹر' یہ سچ ہے میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں۔''

''پاگل ہو فضول باتیں کر رہی ہو' چلو آؤ باہر چلتے ہیں۔''

''ہمت نہیں پڑ رہی سسٹر' پتہ نہیں کتنے مسافر موت کا شکار ہو گئے۔''

''چلو پھر لیٹ جاؤ' تھوڑی دیر سونے کی کوشش کرو' وقت بھی کٹ جائے گا اور پھر اس کے بعد دیکھیں گے کہ آگے کیا ہوتا ہے' جب انسان کے بس میں حالات نہ رہیں تو پھر غمزدہ اور فکرمند ہونے سے کیا حاصل' بیشمار مسافر ہیں جو سب کا حال سو ہمارا۔''

انہوں نے زبردستی مجھے لٹا دیا' لیکن بھلا نیند کسے آسکتی تھی' نجانے کیا کیا سوچتی رہی' پھر غنودگی طاری تھی کہ کسی کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی اور میں اٹھ کر بیٹھ گئی' سسٹر صوفیہ جو سر پکڑے ہوئے بیٹھی تھیں میرے اٹھنے پر چونکیں اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگیں' تب میں نے دیکھا کہ کچھ اور اشیاء سامنے میز پر رکھی ہوئی ہیں۔

''عسکری لے کر آیا تھا' ویسے میں تم سے ایک بات کہوں' اس سے نرم رویہ ہی رکھو' بعض اوقات دشمن بھی کام آجاتا ہے۔''

''سمندر کے سینے پر کتنا وقت گزار سکتے ہیں ہم' اس کے بعد تو مرنا ہی ہوگا۔''

''خدا نہ کرے' کیسی باتیں کرتی ہو نشاء' کیا تمہارے خیال میں انسان نہیں ہوں' مجھ سے ایسی باتیں کر کے مجھے خوفزدہ کر دیتی ہو' ہم ایک دوسرے کو ڈھارس دے کر ہی زندہ رہ سکتے ہیں۔''

''ابھی ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ کیبن کا دروازہ کھول کر وسکن ڈیزل اندر آگئے' چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا اور سخت پریشان اور افسردہ کہنے لگے۔

''یہ نہ سمجھنا بچیو کہ میں تمہیں نظر انداز کئے ہوئے ہوں' ہم بہت بڑی بدنصیبی کا شکار ہو گئے ہیں۔ طوفان واقعی ہولناک نہیں تھا' لیکن اس کے نقصانات غیر متوقع ہوئے ہیں۔

''جہاز کے انجن ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں انکل۔''

''انجن تو خیر خراب ہوئے ہی ہیں لیکن اس سے ہولناک بات یہ ہے کہ چاروں بڑے انجینئر ہلاک ہو گئے ہیں۔''

''کیا؟'' صوفیہ کے حلق سے آواز نکلی۔

''ہاں وہی بڑے انجینئر تھے' کچھ ایسے ہلاک ہوئے کہ اوہ! مائی گاڈ۔''

''تو اب ان انجنوں کو ٹھیک کرنے والا کوئی نہیں ہے۔'' میں نے لرزتی آواز میں پوچھا۔ لیکن انکل ڈیزل نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''اب کیا ہوگا انکل؟''

''خدا جانے۔''

''ہم سب تو سمندر میں قیدی بن گئے۔ کیا ہمیں اسی جہاز پر دم توڑنا ہوگا؟''

''کیپٹن روڈرگس کیا کہتے ہیں؟''

''روڈرگس۔'' وسکن ڈیزل نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''روڈرگس بھی اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ وہ طوفان سے بچاؤ کے انتظامات کرتے ہوئے ایک بلند جگہ سے سر کے بل گرا اور ہلاک ہوگیا۔ میرا دوست روڈرگس۔''

''مارشل ایک عظیم الشان مسافر بردار جہاز تھا' جس پر لاتعداد انسان سفر کر رہے تھے' طوفان کا شکار ہوکر کھلے سمندر میں لاوارث ہوگیا تھا' اس کا کپتان مر چکا تھا' انجن خراب ہوگئے تھے۔ انجینئر بھی زندہ نہیں تھے اور وہ لوگ کسی نامعلوم مقام پر لوہے کی زنجیروں میں بندھے ہوئے لنگروں کے سہارے پر قائم تھا' کوئی اور طوفان سے بآسانی ان لنگروں کی قید سے آزاد کر کے موجوں کے دوش پر بے لگام کرسکتا تھا' لیکن ایک اور حقیقت کا انکشاف بھی ہوا' اس وقت سے جب سے میں آشنائی کے دشت میں داخل ہوئی تھی' پراسرار اور ناقابل یقین واقعات نے اس طرح حملے کئے تھے کہ عقل سے رشتہ ٹوٹ گیا تھا' سوچوں کی حد ختم ہوگئی تھی۔ میں اخبار پڑھتی تھی' ہر طرح کے حادثے کی خبریں ہوا کرتی تھیں' لیکن ایسے کئی واقعہ کے بارے میں میں نے کبھی نہیں پڑھا تھا' وسکن ڈیزل نے کہا۔

''روڈرگس کی موت نے اس وقت ایک شدید ذہنی بحران سے دوچار کردیا ہے' بیشمار مرد' عورتیں' بچے موت کے جال میں گرفتار ہوگئے ہیں' ابھی سب زندہ ہیں لیکن کیفیت ایسی پیدا ہوگئی ہے کہ ان کی موت یقینی ہے۔''

''کیا جہاز کے تمام مسافروں کو کپتان کی موت کا علم ہوچکا ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''بالکل نہیں' صرف چند لوگ جانتے ہیں جن میں سیکنڈ انجینئر اور ریڈی افسران شامل ہیں۔ روڈرگس کی لاش کو اس کے کیبن میں پوشیدہ کردیا گیا ہے۔''

''مم..... مگر پتہ تو چل ہی جائے گا۔'' میں نے کہا۔

''ظاہر ہے' لیکن یہ بھی سوچا جارہا ہے کہ اس سے مسافر خوفزدہ ہوجائیں گے اور ان کا نجانے کیا رد عمل ہو۔''

''چھپانا بھی تو مناسب نہیں ہوگا۔''

''ہاں کتنی دیر چھپایا جاسکتا ہے؟'' وسکن ڈیزل نے متاثر کن لہجے میں کہا۔ سسٹر صوفیہ بالکل

خاموش تھیں، ان کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے اور ان کے چہرے پر موت جیسی زردی طاری تھی، وسکن ڈیزل نے کہا۔

''میں بہت زیادہ مذہبی انسان نہیں ہوں، لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ جب انسان بے بسی کی آخری منزل میں داخل ہوجاتا ہے تو پھر معجزے ضرور ظہور پذیر ہوتے ہیں، ہر انسان کی موت کا طریقہ رقم ہوتا ہے'' ممکن ہے اس جہاز میں کچھ ایسے لوگ موجود ہوں جن کی تقدیر میں سمندری موت نہ ہو، قدرت ان کیلئے کوئی سامان ضرور کرے گی اور کون جانے کس کے وسیلے سے زندگی مل جائے، اس لئے میری رائے ہے کہ مایوس نہ ہونا بلکہ تقدیر کے لکھے کا انتظار کرنا، میں باہر جا رہا ہوں، بہتر ہے کہ تم لوگ بھی کیبن میں قید نہ رہو، آرام سے گھومو پھرو، اس وقت سب اپنی اپنی مشکل کا شکار ہیں، کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا او کے۔'' یہ کہہ کر وسکن ڈیزل باہر چلے گئے، میں نے ایک بار پھر شرمندہ نگاہوں سے سسٹر صوفیہ کو دیکھا اور پکارا۔

''سسٹر صوفیہ؟''

''آ...... آں...... ہاں...... بولو۔'' وہ جیسے چونک سی پڑی۔

''میں کیا بولوں آپ سے؟''

انہوں نے جلدی سے آنکھیں خشک کیں اور زبردستی مسکرا کر بولیں۔ ''پاگل ہوگئی ہو، سب ٹھیک ہوجائے گا، دیکھو انسانی ذہن کتنا پراسرار ہے، حالانکہ وسکن ڈیزل نے روڈرگس کو بلی کی نحوست کی کہانی صرف اس لئے سنائی تھی کہ وہ روشاق کے خلاف ہوجائے اور اس بلی کو ہلاک کرنے پر آمادہ ہوجائے، لیکن تمہیں اس کا خواب یاد ہے۔''

''ہاں۔''

''مجھے اس کی موت کا بے حد افسوس ہے، خیر نجانے کون کون مرگیا، چھوڑو اس تبصرے کو آؤ باہر چلیں، یہاں رہ کر تو بس یہی احساسات ہمیں خوفزدہ کرتے رہیں گے۔''

''چلئے۔'' میں نے کہا۔

''حلیہ تو ٹھیک کرلو، عجیب ہو رہی ہو۔'' سسٹر صوفیہ نے خود میرے بال سنوارے، اپنا حلیہ درست کیا اور ہم کیبن سے باہر نکل آئے، باہر کا منظر وہی تھا، مرد، عورتیں، بچے بدحواس ہو رہے تھے۔ جہاز کے عملے کے لوگوں کو ہر جگہ گھیر لیا تھا، لوگ ان سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے، جگہ جگہ لوگ جمع تھے، رونے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں، ایک جگہ بہت سے نوجوان کھڑے ہوئے شور مچا رہے تھے۔

''وہ گوشہ خالی ہے سسٹر وہاں چلیں۔'' میں نے عرشے کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کرکے کہا اور سسٹر نے مجھے دیکھ کر کہا۔

''وہاں سے سمندر نظر آئے گا۔''

''تو پھر۔''

''مجھ سے انسانی زندگی کا یہ انجام نہیں دیکھا جاتا۔'' سسٹر صوفیہ نے کہا۔

''آیئے سسٹر' پتہ نہیں آئندہ نجانے کیا کیا دیکھنا پڑے' آیئے۔'' میں نے کہا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اس خالی حصے کی جانب چل پڑی' واقعی سمندر اتنا ہی ہولناک ہو رہا تھا کہ اسے دیکھنا بہت مشکل کام تھا۔ خونخوار مچھلیاں بھیانک جبڑے کھولے بھوکی نظروں سے اوپر دیکھ رہی تھیں' نوجوان مسلسل شور مچا رہے تھے' کچھ دیر کے بعد لاؤڈ سپیکر پر آواز ابھری۔

''براہ کرم خاموش ہوجایئے' براہ کرم خاموش ہوجایئے۔'' نوجوان خاموش ہوگئے' آواز پھر ابھری۔

''میں سیکنڈ آفیسر بول رہا ہوں' طوفانی توڑ پھوڑ میں کپتان روڈرگس زخمی ہوگئے ہیں' آپ لوگوں کو بے شک شدید مشکلات سے گزرنا پڑ رہا ہے' لیکن اس مشکل وقت میں جہاز کے عملے کو آپ کا تعاون درکار ہے' ہمارا سب سے پہلا مسئلہ خوراک ہے' عملے کے افراد کچن میں پہنچ گئے' چند لمحوں میں آپ کو کھانا فراہم کردیا جائے گا' ہم سب کو زندگی بچانے کیلئے ایک دوسرے سے تعاون کرنا ہوگا۔ براہ کرم عدم تعاون سے گریز کیجئے۔'' لاؤڈ سپیکر خاموش ہوگیا۔

''انہوں نے کپتان کی موت کا اعلان نہیں کیا۔'' سسٹر صوفیہ نے کہا۔

''مصلحتاً۔'' میں نے جواب دیا۔ ہم دونوں وہیں کھڑے رہے' ہمارے سامنے ہی لوگوں کو کھانا پیش کیا گیا۔

بھوک زندگی کا ایک اہم مسئلہ ہے' لوگ پریشان تھے' لیکن بھوکے بھی تھے' کافی حد تک امن قائم ہوگیا' مارشل پرسکون سمندر میں اپنا وقار برقرار رکھنے میں مصروف تھا' شام ہوگئی اور سمندر پر اندھیرے اترنے لگے۔ رات کے کھانے کے بعد مسافروں سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنی اپنی آرام گاہوں میں چلے جائیں' عملے کے لوگ مارشل کو قابل سفر بنانے میں مصروف ہیں۔ خستہ حال مسافروں نے اس ہدایت پر عمل کیا۔ ہم لوگ بھی اپنے کیبن میں آگئے' کوئی دس بجے وسکن ڈیزل نے کیبن کے دروازے پر دستک دی اور اندر آگئے' انہوں نے ہمیں دیکھ کر کہا۔

''تم لوگ پہلے کی نسبت پرسکون ہو۔''

''کر بھی کیا سکتے ہیں مسٹر ڈیزل۔'' صوفیہ بولی۔

''حوصلہ قائم رکھو' تماشائی بن جاؤ' یوں سمجھ لو کہ تم ایک سنسنی خیز فلم دیکھ رہی ہو۔''

''اور پھر خود بھی اس فلم کا ایک کردار بن جائیں۔''

''ہاں...... جب موت تمہارے قریب آئے تو اسے بھی دلچسپی سے دیکھو اور مر جاؤ۔'' وسکن ڈیزل نے کسی قدر بے رحمی سے کہا' ان کے لہجے میں کسی قدر ناخوشگواری تھی جسے ہم دونوں نے محسوس کیا' پھر میں نے کہا۔

''یہ لوگ کپتان کی موت کو چھپا رہے ہیں۔''

''ضروری ہے ورنہ لوگ وحشت زدہ ہوجائیں گے۔ ابھی کچھ اور وقت اس کی موت کو چھپائے رکھنا مناسب ہوگا۔''

''لیکن فائدہ انکل؟''

''کسی قدر سکون سے اس مشکل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔'' وسکن ڈیزل نے کہا' پھر مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولے۔

''میں عموماً تمہارے سامنے دل دہلا دینے والے انکشافات کرتا ہوں' ایک اور انکشاف ہے تمہارے لئے' سننا پسند کروگی۔''

''کیا؟'' میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی' صوفیہ تھکی تھکی نظر آرہی تھیں اور ان کے چہرے پر بیزاری کے آثار تھے۔

''میں جہاز کے مال خانے میں اترا تھا' اس جگہ کپتان کے کہنے کے مطابق وہ تابوت تھے جنہیں البرونوس نے بک کرایا تھا' تابوت وہیں تھے لیکن......''

''لیکن کیا؟''

''تابوتوں کے پاس البرونوس کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ نیلی لاش' اتنی نیلی جیسے نیلی روشنائی ہوتی ہے' ہاتھ پاؤں چہرہ سب ایک جیسا' وہ کہیں سے زخمی نہیں تھا' لیکن مر چکا تھا اور اس سے دو فٹ کے فاصلے پر کپڑے کی مومی پٹیوں کے دو ڈھیر پڑے ہوئے تھے' الگ الگ پٹیوں کے انبار۔''

صوفیہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی تھیں' انہوں نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔''اور وہ تابوت۔''

''تابوت اپنی جگہ پر ہیں۔''

''کیا وہ کھلے ہوئے تھے؟''

''ہاں دونوں کے ڈھکن کھلے ہوئے تھے' ان میں تالے بھی پڑے ہوئے تھے' کیونکہ ان کے نزدیک کھلے ہوئے تالے نظر آرہے تھے۔''

''انکل ہم آپ کو' آپ کو بتا چکے ہیں کہ......''

''ہاں مجھے یاد ہے۔''

''کیا آپ کے خیال میں؟''

''نہیں' اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''انکل میں ان تابوتوں کو پہچانتی ہوں' میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔'' میں نے کہا۔

''نہیں بے بی سوری' اس وقت ممکن نہیں۔''

''کیوں انکل؟''

''مسافروں کو ادھر جانے کی اجازت نہیں ہے' اس وقت کوئی ہمیں راہداری سے باہر نہیں

جانے دے گا۔''

''لیکن انکل۔''

''ستائیس مسافروں کی لاشیں ٹھکانے لگانی ہیں جہاز کے عملے کو' اس کے علاوہ روڈرگس کی لاش بھی' ظاہر ہے ان جسموں کو مچھلیاں کھائیں گی اور یہ منظر ہر لحاظ سے ہولناک ہوگا' مگر اس کے سوا اور کچھ ممکن بھی تو نہیں ہے۔''

سسٹر صوفیہ نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے' اس کا بدن ہولے ہولے کپکپا رہا تھا' میں نے کہا۔

''کیا البرونوس کی لاش بھی عملے کے علم میں آ گئی ہے؟''

''ہاں سیکنڈ آفیسر کو پتہ چل چکا ہے۔''

''لیکن اس کی موت کا کچھ پتہ چلا کیسے ہوئی؟''

''اس وقت کوئی اس کے بارے میں سوچنے کو تیار نہیں ہے۔'' میں خاموش ہوگئی۔

کچھ دیر کے بعد وسکن ڈیزل چلے گئے' میں نے کہا۔

''کیا یہ وہی تابوت ہو سکتے ہیں سسٹر صوفیہ' وہ بھی دو تھے اور ان میں تالے پڑے ہوئے تھے اور پٹیوں کے ڈھیر' میرا بڑا دل چاہ رہا ہے' میں دیکھنا چاہوں۔''

صوفیہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی تھی' لیکن میرے ذہن میں نجانے کیا کیا چل رہا تھا۔ کار چوک کی پہاڑیوں کے اندر غاروں میں وہ تابوت بھی یاد آ رہا تھا' جس میں خود میری اپنی لاش پڑی ہوئی تھی اور پھر وہ دو تابوت جنہیں دیکھنے کیلئے میں' میں نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں۔ دوسری صبح بھی جہاز کے مسافروں کے شور سے ہی آنکھ کھلی تھی' صوفیہ بھی جاگ گئی تھی' شور کافی بلند تھا۔

''شاید کوئی نئی بات ہوگئی۔''

''شاید۔''

''کیا ہو سکتا ہے جہاز تو پرسکون ہے۔''

''باہر چلیں۔'' سسٹر صوفیہ نے پوچھا۔

''چلئے یہاں بھی کیا کریں گے اور اگر موقع ملا تو ہم وہ تابوت بھی دیکھ لیں گے۔''

''منہ ہاتھ دھو لو' میری رائے ہے کہ تھوڑا سا کھا پی بھی لیا جائے' زندہ رہنے کیلئے ضروری ہے۔'' میں نے گردن ہلا دی۔ باتھ روم سے باہر نکلی تو عسکری پر نگاہ پڑی' سامنے ہی کافی کے برتن سجے ہوئے تھے' صوفیہ نے ناشتہ لگا لیا۔

''ہیلو نشاء۔'' وہ بولا۔

''ہیلو کیسے ہو؟''

''آؤ ناشتہ کر لو۔'' اس نے کہا اور میں اس کے قریب بیٹھ گئی۔

''کافی کہاں سے ہاتھ لگ گئی؟''

''خود بنا کر لایا ہوں جانے کیسی بنی ہے۔'' وہ پھیکی سی مسکراہٹ سے بولا۔

''سوری عسکری تمہیں ہماری وجہ سے۔ آؤ ناشتہ کرو' یہ باہر شور کیوں ہو رہا ہے' کوئی خاص وجہ ہے' کیا کیپٹن روڈرگس کی موت کا اعلان کر دیا گیا ہے؟''

''اس سے بھی زیادہ سنگین صورتحال پیدا ہو گئی ہے۔'' عسکری ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''کیا؟'' ہم دونوں کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

''رات کو جہاز پر مسافروں کیلئے کرفیو لگا دیا گیا تھا' مسافروں کو کیبنوں میں بند کر کے جہاز کا سیکنڈ آفیسر پورے عملے کے ساتھ کئی لائف بوٹس لے کر فرار ہو گیا۔''

''اوہ مائی گاڈ۔'' صوفیہ کے منہ سے نکلا۔ ''گویا اب جہاز سمندر کے بیچوں بیچ بے یارومددگار ہے۔''

''چند خلاصی جو کسی خاص وجہ سے فرار نہیں ہو سکے' لوگوں کے ہاتھ لگ گئے ہیں' انہوں نے انہیں مار مار کر ادھ موا کر دیا ہے۔'' عسکری نے بتایا اور ہم پر مردنی چھا گئی۔ صوفیہ بولی۔ ''ظاہر ہے وہ لوگ مارشل سے مایوس ہو گئے تھے' مسافروں کا دباؤ بھی انہیں ہی برداشت کرنا پڑ رہا تھا' اس لئے وہ جہاز چھوڑ کر فرار ہو گئے۔'' عسکری نے جواب نہیں دیا اور خاموشی سے گھبراہٹ ہونے لگی تو میں نے کہا۔

''چلئے سسٹر صوفیہ باہر چلتے ہیں۔''

عسکری بھی ہمارے عرشے پر آ گیا تھا۔ اس وقت عرشے پر قیامت برپا تھی' عورتیں چیخ چیخ کر رو رہی تھیں' ہر شخص کچھ نہ کچھ کہہ رہا تھا' ہم سہمے ہوئے ایک گوشے کھڑے ہو گئے' اچانک ہی جہاز کے سپیکر تھرتھرائے اور پھر ایک آواز ابھری۔

''براہ کرم خاموش ہو جایئے' خاموشی اختیار کیجئے' براہ کرم خاموش ہو جایئے' میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں' براہ کرم خاموش ہو کر میری بات سن لیجئے۔''

''بہت بار یہ درخواست سنی گئی' اس کے بعد لوگ خاموش ہو گئے۔ بولنے والے نے کہا۔

''میں بھی آپ ہی کی طرح ایک عمر رسیدہ مسافر ہوں' برٹش فوج کا ریٹائرڈ میجر ہوں' میرا نام ہینڈرک واسکوڈی ہے' آپ مجھے واسکوڈی کے نام سے مخاطب کر سکتے ہیں' زندگی میں لاتعداد حادثات سے گزر چکا ہوں۔ خدا کیلئے جو کچھ میں کہوں غور سے سنئے۔ مارشل انوکھے حادثے کا شکار ہو چکا ہے۔ اس کا کیپٹن روڈرگس مر چکا ہے' اس کی لاش اس کے کیبن میں موجود ہے' جہاز کے وہ انجینئر بھی مر چکے ہیں جو اس کے تباہ شدہ انجنوں کو درست کر سکتے تھے اور اس کے بعد جہاز کے دوسرے افسر یہ محسوس کر کے کہ جہاز کو سنبھالنا اب ان کے بس کی بات نہیں ہے مجرمانہ طور پر اپنی ذمہ داریوں سے روگردانی کرتے ہوئے لائف بوٹس لے کر فرار ہو گئے ہیں' گویا اب اس وقت اس

جہاز کا سرپرست کوئی نہیں ہے' جو بیچارے خلاصی باقی رہ گئے ہیں ان کے دل میں ایک ہی جذبہ تھا کہ وہ مسافروں کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے بلکہ ان کے ساتھ ہی فنا ہوجائیں گے' لیکن آپ لوگوں نے جوش جذبات میں ان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ مارشل کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں' ہمیں ان لمحات میں ان کی اشد ضرورت تھی' ہم نے انہیں ان کے نیک جذبوں کے صلے میں زخم دیئے ہیں' دوستو! بعض اوقات زندگی اس طرح موت کے چنگل میں پھنس جاتی ہے' اب اگر ہم جی چھوڑ کر ایک دوسرے کو نوچنا اور بھنبھوڑنا شروع کردیں تو ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ ہم آخری سانس تک زندگی کی جدوجہد کرنا چاہتے ہیں' لیکن اس کیلئے نظم وضبط ضروری ہے۔ آپ لوگ سمجھداری سے کام لیجئے' اتنی افراتفری کا مظاہرہ کرنے کے بجائے خدا سے زندگی مانگئے اور اپنے طور پر جدوجہد کیجئے' اگر آپ لوگ مجھ سے اتفاق کریں تو میں آئندہ کیلئے ایک لائحہ عمل پیش کرنا چاہتا ہوں۔ براہ کرم مجھے ہاتھ اٹھا کر اجازت دیں' اگر آپ لوگ اجازت دیں گے تو میں آگے بات کروں گا ورنہ خاموش ہوجاؤں گا۔''

تقریباً تمام ہاتھ بلند ہوگئے تھے۔ تب سپیکر سے آواز ابھری۔ ''بے حد شکریہ۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ نوجوان ٹولیاں بنا کر مختلف ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ سب سے پہلے ہمیں جہاز پر خوراک کے ذخائر کا جائزہ لینا ہے۔ اس کی ذمہ داری نوجوانوں کی ایک ٹولی کو سنبھالنی ہوگی۔ کچھ نوجوان کچن کی ذمہ داری سنبھالیں گے' کچھ سے جہاز کی صفائی کا کام لیں گے اور آپ لوگوں میں کچھ ڈاکٹر بھی ہوں گے' جہاز پر ڈسپنسری موجود ہے وہ اپنی ڈیوٹی سنبھالیں گے۔ ہم لوگوں میں اگر کچھ انجینئر ہوں تو وہ انجن روم میں اپنے کام سرانجام دیں۔ اگر تقدیر ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہوگئی تو یقیناً ہم زندگی تلاش کرلیں گے۔ آپ لوگوں کو ایک دوسرے سے بھرپور تعاون کرنا ہوگا۔ آپ مجھے اپنی رائے دیں۔''

جواب میں ہر طرف سے تائیدی شور ابھرنے لگا۔

''اب میں کچھ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہر شعبہ سے متعلق لوگوں کو بلا کر ان سے ان کی تجاویز لیں اور ان کی خدمات کا تعین کریں۔ میں خود بھی آپ کے درمیان آتا ہوں۔ وہ ایک شاندار شخصیت کا مالک فوجی تھا۔ اسے بہت احترام دیا گیا۔ ایک گوشے میں میز کرسیاں لگائی گئیں' ایک بپ سے اٹھایا گیا تھا۔ ایک بہترین ماحول بن گیا تھا۔ صوفیہ نے کہا۔

''جو کچھ ہو رہا ہے ہم اسے زندگی تو نہیں کہہ سکتے۔ کم بخت جہاز کے عملے نے کیسی غداری کی ہے۔'' میں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ کام شروع ہوگیا۔ میجر کی ہدایت کے مطابق ٹولیاں بننا شروع ہوگئی تھیں اور لوگ اپنے اپنے بارے میں بتانے لگے۔ گیارہ ڈاکٹر تھے جن میں پانچ خواتین تھیں' یہ سب مغربی ملکوں سے تعلق رکھتے تھے۔ بہت سی خواتین نے خود کو نرسوں کی حیثیت سے پیش کردیا تھا۔ جہاز پر بیشمار کچن تھے' جن میں خاص اشیاء تھیں' اس طرح سمندر کی آبادی میں جہاز ایک انسانی

جزیرہ بن گیا تھا۔ جہاں سب ایک دوسرے کے ہمدرد تھے' مخلص تھے۔ ماحول بے حد خوبصورت ہوگیا تھا۔ ہر طرف سے تجاویز موصول ہورہی تھیں۔ ایس او ایس سگنلنگ کا بندوبست کیا گیا تاکہ اگر کوئی جہاز کے قریب سے گزرے تو مدد حاصل ہوسکے۔ یہ تجویز پوری سنجیدگی سے سنی جارہی تھی' ایک شخص جو بڑی اچھی شخصیت کا مالک تھا اپنا تعارف کراتے ہوئے بولا۔

''میرا نام ساون اوگلے ہے۔ آپ لوگوں سے اپنا تعارف کرانا چاہتا ہوں اور ایک بے حد کام کی بات بتانا چاہتا ہوں۔''

یہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے' تب اس نے کہا۔ ''میرا تعلق فرانسیسی پولیس سے ہے اور سی ایٹ ڈیپارٹمنٹ سے میرا تعلق ہے جو بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ممکن ہے آپ لوگوں نے کبھی اوترے گارساں کا نام سنا ہو جو کئی ملکوں کے سمندروں میں ایک ہیبت ناک عفریت کی حیثیت رکھتا تھا' وہ نہ صرف بحری قذاق تھا بلکہ ایک دہشت گرد کی حیثیت سے بھی مشہور تھا۔ بیشمار انسانوں کا قاتل' کوئی چودہ سال تک اس نے بحری قذاقی کی۔ لاتعداد جہاز لوٹے۔ الجزائر میں اس نے خوفناک دہشت گردی کی اور ایک سو ساٹھ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حکومت الجزائر نے فرانس کے اشتراک سے پرتگال سے درخواست کی تھی کہ اس کو گرفتار کیا جائے۔ یہ ذمہ داری مجھے سونپی گئی اور میں نے اس کے گرد جال بچھا کر اسے گرفتار کرلیا۔ اس کے ساتھ تو دوسرے افراد جو اس کے خاص ساتھی تھے پکڑے گئے اور یہ سارے کے سارے بہترین جہاز راں اور بہترین شپ انجینئر ہیں' کیونکہ ساری زندگی سمندروں سے کھیلتے رہے ہیں۔ خود کارساں انتہائی شاندار کپتان اور انجینئر ہے۔

'آپ کیا کہنا چاہتے ہیں جناب اوگلے۔'' ایک شخص نے پوچھا۔

''ویسے بتا رہا ہوں۔ جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ میں نے کارساں اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کیا ہے اور اب میں اسے حکومت الجزائر کے حوالے کرنے کیلئے لے جارہا تھا۔

''اس جہاز سے۔''

''ہاں۔''

''گویا آپ کہنا چاہتے ہیں کہ......

''ہاں۔ وہ سب اس جہاز پر قیدیوں کی حیثیت سے لے جائے جارہے تھے۔''

''وہ کہاں ہیں۔''

''جہاز کے قید خانے میں بند ہیں اور اس وقت ہم ان سے جہاز کی درستگی کا کام لے سکتے ہیں۔''

یہ اتنا پرکشش اور انوکھا انکشاف تھا' جس نے سمندر کے قیدیوں کو خوشی سے دیوانہ کردیا۔ ہر شخص اپنی زبان بولنے لگا۔ سارن اوگلے سے فرمائش کی جانے لگی کہ فوراً اس کام کو سرانجام دے۔

انکشاف تو زندگی کی روشنی دکھاتا ہے۔

''ہم انہیں پیشکش کریں گے کہ اگر وہ خود بھی زندگی چاہتے ہیں تو یہ کام سرانجام دیں ورنہ ہمارے ساتھ انہیں بھی مرنا ہوگا۔''

سارن اوگلے ہیرو بن گیا تھا۔ اس کی شخصیت بھی شاندار تھی اور وہ بے حد سخت گیر انسان معلوم تھا۔ اس نے پھر کہا۔ ''یہ زندگی کی طرف ایک قدم ہے' لیکن میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ کارساں شیطان زادہ ہے۔ یہ لوگ بدترین قاتل' خطرناک دہشت گرد اور خطرناک شیطان صفت ہیں۔ ہم انہیں آزادی نہیں دے سکتے بلکہ ان پر تشدد کر کے ہی ہم ان سے کام لیں گے۔ انہیں آزادی دینا پورے مسافروں کیلئے خطرناک ہوگا۔

دوسری حکومت میں بھی وہ ہمارے لئے خطرناک ہوں گے۔

اس کیلئے میں اپنی خدمات پیش کرتا ہوں۔

''ٹھیک ہے یہ حق آپ کو دیا جا سکتا ہے۔آپ ان سے کب بات کریں گے؟''

''فوراً۔ میرے ساتھ میری ایجنسی کے بیس افراد موجود ہیں جو انہیں کنٹرول کر رہے ہیں۔ میں انہی کے ذریعے انہیں قابو کروں گا۔

''مجھے اعتراض ہے سر۔'' ایک شخص نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ ''میں برٹش عدلیہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ اس وقت جبکہ جہاز مصیبت میں گھرا ہوا ہے اور یہ شخص موت کا انتظار کر رہا ہے' دنیا کے کسی ملک کا قانون کسی کو حراست میں رکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔

اس وقت ایک دوسرے شخص نے کہا۔ ''میں بھی بیرسٹر ہوں' بیشک ان لمحات میں یہ شخص آزاد ہے۔ لیکن ان حالات کا اپنا قانون ہے اور خطرناک لوگوں کو قانون کا تحفظ دے کر باقی لوگوں کو عذاب میں گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔''

''گویا آپ چاہتے ہیں۔''

''ہاں۔ ان سے کام لینے کیلئے ان پر تشدد غیر مناسب ہوگا۔''

''بالکل۔''

''آپ کے فیصلے پر مجھے اعتراض نہیں۔''

''یہ بحث جاری تھی کہ اچانک مجھے احساس ہوا کہ کوئی میرے قریب آ کھڑا ہوا ہے۔ میں نے پلٹ کر دیکھا' وہ عسکری تھا۔ ''آپ ٹھیک ہیں نشاء۔''

''ہاں شکریہ۔''

''خود کو پرسکون رکھیں۔ ہو سکتا ہے تقدیر ہمیں زندگی دے دے۔''

''جی۔''

''آپ اب تک ناراض ہیں۔''

''ناراض؟''

''جی۔'' اس کے اداس لہجے میں کہا۔

''براہ کرم مجھ سے یہ سوال نہ کریں جس کے جواب سے آپ کی دل آزاری نہ ہو۔ ان لمحات میں کسی ذاتی احساس کو نمایاں کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ آپ نے خاص طور سے جہاز پر جس طرح ہمارا ساتھ دیا ہے اس کا شکریہ نہیں ادا کیا جا سکتا۔''

عسکری ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

دوسری طرف فرانسیسی ایجنسی کے افراد اپنے افسر کی سرکردگی میں قیدیوں کو اوپر لانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ اسی وقت میرے دل میں ایک خیال آیا۔ مجھے وہ پراسرار شخص البرونوس یاد آیا جو دو تابوت لے کر الجزائر جا رہا تھا۔ یہ تابوت بھی تو جہاز کے نچلے حصے میں تھے۔ مجھے اس پراسرار گھر کے وہ تابوت یاد تھے جن سے میری زندگی کے گہرے راز وابستہ تھے۔

بے ختیار میرا دل چاہا کہ جس طرح بھی ممکن ہو میں ان تابوتوں کے بارے میں جاننے کی کوشش کروں۔ میں نے ایک لمحہ سوچا' پھر عسکری سے بولی۔

''کیا تم ایک کام کر سکتے ہو۔''

''دل سے بتاؤ۔''

''تمہیں البرونوس کے بارے میں معلوم ہے جو پراسرار طور پر مر چکا ہے اور وہ جو دو تابوت لے کر جا رہا تھا۔''

''ہاں۔ میں جانتا ہوں۔''

''میں وہ تابوت دیکھنا چاہتی ہوں۔'' میں نے کہا اور عسکری حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ سسٹر صوفیہ بھی میری اس انوکھی فرمائش پر دنگ رہ گئی۔

❖❖❖

ابھی عسکری حیران نگاہوں سے مجھے دیکھ ہی رہا تھا کہ صوفیہ نے پلٹ کر میری کلائی پکڑ لی۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ بولی۔

''سوری نشاء...... ذرا میرے ساتھ آؤ۔''

''کہاں۔'' میں نے حیرانی سے پوچھا تو صوفیہ نے کہا۔

''میں واش روم جانا چاہتی ہوں۔''

اسی وقت عسکری دو قدم آگے بڑھا اور بولا۔نہیں میڈم' خدا کیلئے انہیں مجھ سے انحراف پر مجبور نہ کریں' اگر ہو سکے تو یقین کر لیں کہ میں دوست ہوں۔''

عسکری نے جس انداز سے یہ الفاظ کہے اس سے صوفیہ شرمندہ سی ہوگئی' پھر اس نے کہا۔

''اوکے میں چلتی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ پلٹی اور واپس چل پڑی۔

تب عسکری نے کہا۔''اصل میں ہمارے راستے میں دوسری بہت بڑی رکاوٹیں بھی ہیں' ہم اگر تم سچ سمجھ لو تو تمہیں یقین دلا رہا ہوں کہ میں تو خیر برا ہوں' لیکن ہمارے راستے میں بہت سارے طریقے سے رکاوٹیں ڈالنے کی کوششیں کی گئی ہیں' اسی طرح سے میڈم صوفیہ تمہیں تفصیل بتانے سے روکنا چاہتی تھیں' لیکن نشاء براہ کرم مجھے یہ بتاؤ روشاق کو یہ بات نہیں معلوم' میں اسے یہ اطلاع دوں گا' اس طرح تمہارے مفاد میں میرا کام جاری رہ سکتا ہے' یہ بے حد ضروری ہے نشاء...... یہ بے حد ضروری ہے۔''

''میں ان تابوتوں کو دیکھنا چاہتی ہوں۔'' میں نے ضدی لہجے میں کہا۔

''تم چاہو تو میں تمہیں وہاں لے جا سکتا ہوں' یہ کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے لیکن مجھے اس بات کا جواب دو' پلیز مجھے اس بات کا جواب دو کہ کیا کیا...... وہ واقعی مر گیا' میری مراد...... میری مراد البرونوس سے ہے؟''

''ہاں اس کی لاش تابوتوں کے پاس پائی گئی ہے اور اس کا رنگ موت کے بعد گہرا نیلا ہو چکا تھا۔''

''کیا اب بھی وہ لاش وہیں موجود ہے؟''

''یہ میں نہیں جانتی۔''

''ٹھیک ہے آؤ چلیں، مگر تمہیں ان تابوتوں سے کیا دلچسپی ہے؟'' اس نے پوچھا اور میرے چہرے پر ناخوشگواری کی لکیریں پھیل گئیں۔

''یہ بھی بتانا ہوگا۔'' میں نے تلخ لہجے میں سوال کیا۔

''نہیں جو کچھ نہ بتانا چاہو وہ مت بتانا' اس کے بارے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' عسکری نے خلوص سے کہا اور ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے' پھر جب ہم نیچے جانے لگے تو فرانسیسی پولیس کے چند افراد نے ہمیں روک دیا۔

''نہیں آپ! آگے نہیں جا سکتے۔''

''کیوں؟'' عسکری نے سوال کیا۔

''آگے خطرہ ہے' کیونکہ مسٹر واسکوڈی قیدیوں کو نکال کر لا رہا ہے' ان کی ہدایت ہے کہ راستے محفوظ رکھے جائیں' خصوصاً خواتین کیلئے' پلیز...... آپ لوگ فوراً راستہ خالی کر دیجئے۔'' عسکری نے میری جانب دیکھا اور ہمیں بادل نخواستہ واپس پلٹنا پڑا' تھوڑا سا پیچھے آنے کے بعد اس نے کہا۔

''خیر ہم بعد میں وہاں ضرور جائیں گے۔'' میں نے کوئی جواب نہیں دیا' ہم دونوں واپس اسی جگہ آ گئے جہاں پر جہاز کے دوسرے مسافر جمع ہو رہے تھے' صوفیہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی' میں نے عسکری سے کہا۔

''روشاق ابھی تک نظر نہیں آیا وہ کہاں ہے؟''

''شاید ان لوگوں میں نہیں ہے۔'' عسکری نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا وہ اپنے کیبن سے کبھی باہر نہیں آتا؟'' میں نے سوال کیا تو عسکری عجیب سے انداز میں شانے ہلا کر بولا۔

''یقین کرو نشاء' مجھے تو وہ کوئی بری روح معلوم ہوتا ہے' اتنے واقعات پیش آ گئے' جہاز کے ہر مسافر پر قیامت گزر گئی' لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوا' میں نے جب بھی اسے دیکھا اپنے کیبن میں ہی دیکھا۔ اس کے چہرے پر گہرا سکون پھیلا ہوا نظر آتا ہے اور وہ غیر مطمئن نہیں لگتا۔''

''اس کے پاس ایک خونخوار سی بلی رہتی ہے' کیا وہ اس وقت بھی اس کے پاس موجود ہے۔''

''یقین کرو میں نے نہیں دیکھی ابھی تک۔''

''مطلب یہ کہ جب بھی تم اس سے ملے ہو تو وہ خونخوار بلی روشاق کے پاس موجود نہیں تھی؟''

''لیکن وہ کہاں ہے' یہ صرف روشاق ہی جانتا ہے۔''

میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ وہ بلی ان تمام معاملات میں ایک نمایاں کردار رکھتی تھی' کچھ دیر کے بعد لوگ اس راستے سے ہٹنے لگے جو نیچے سے اوپر آتا تھا' فرانسیسی پولیس کے سپاہی قیدیوں کو لے کر اوپر آ رہے تھے۔ لوہے کی بیڑیوں کی کھنک گونج رہی تھی' میں اور تھوڑا سا

پیچھے ہٹی اور عسکری کے ساتھ ایک بلند جگہ جا کھڑی ہوئی۔ وہاں سے میں نے ان آٹھ قیدیوں کو دیکھا۔ جینز کے موٹے لباس میں ملبوس تھے۔ انسانی شکل میں جانور نظر آرہے تھے' داڑھیاں بڑھی ہوئیں' آنکھیں وحشت زدہ' بدن قوی ہیکل جنہیں دیکھ کر ہیبت طاری ہوتی تھی' فرانسیسی سپاہی ہاتھوں میں چابک سنبھالے ہوئے تھے' وہ مجمع کے درمیان سے گزرتے ہوئے اس جگہ تک آ گئے جہاں ان کیلئے انتظام کیا گیا تھا۔

لوگ انہیں دیکھ کر دم بخود رہ گئے تھے' پھر انہیں ایک قطار میں کھڑا کر دیا گیا' اس کے بعد ہینڈرک واسکوڈی نے ایک شخص کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ یہ انتہائی دیوقامت آدمی تھا۔ واسکوڈی بولا۔

''یہ گارساں ہے۔''

'ڈان وان اوٹربیلجی گارساں۔'' قوی ہیکل نے پورا نام بتایا' پھر مجمع کی طرف دیکھ کر مسکرا کر بولا۔

''فرانس کا بوڑھا کانسٹیبل ہمیشہ میرا پورا نام لینے سے کتراتا ہے' کیونکہ میرے خوف سے اس کی جان نکلتی ہے۔''

عقب میں کھڑے ایک فرانسیسی نے طیش میں آ کر شڑاک کی آواز کے ساتھ ایک زور دار چابک اس پر رسید کیا' لیکن وہ منظر بھی قابل دید تھا کہ گارساں کے بدن میں جنبش بھی نہیں ہوئی' وہ اسی طرح مضحکہ خیز نگاہوں سے واسکوڈی کو دیکھتا رہا جبکہ واسکوڈی کسی قدر نروس ہو گیا تھا۔ برطانوی نژاد پولیس آفیسر نے آگے بڑھ کر کہا۔

''یہ تم کیا کر رہے ہو مسٹر واسکوڈی' کیا اس طرح دوستانہ فضا میں بات ہو سکتی ہے۔'' فرانسیسی افسر نے گھبرا کر اپنے افسر اعلیٰ کو دیکھا' پھر اپنے ساتھیوں سے بولا۔

''گارساں کی بکواس پر کان نہ دھرو' بکنے دو جو وہ بکتا ہے۔'' اس کے بعد اس نے گارساں سے کہا۔

''مائی ڈیئر گارساں تمہیں علم ہے کہ مارشل سمندری طوفان کا شکار ہو گیا ہے' یہ تمام لوگ......'' واسکوڈی نے چاروں طرف بکھرے ہوئے لوگوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''یہ تمام لوگ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں' اس وقت ہم میں سے کوئی کسی کا دشمن نہیں ہے' سب کو ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت ہے' تمہیں بھی ہم سب کا ساتھ دینا ہو گا' کیا سمجھے؟''

گارساں نے دو تین بار سر کو مضحکہ خیز انداز میں جنبش دی' واسکوڈی کو تمسخرانہ نگاہوں سے دیکھا' پھر اس کے حلق سے قہقہہ ابل پڑا' پھر اس کا دوسرا ساتھی بھی ہنسنے لگا' پھر دوسرا' پھر تیسرا اور اس کے بعد وہ آٹھوں پاگلوں کی طرح پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنسنے لگے' ہینڈرک واسکوڈی کا چہرہ سرخ ہوتا جا رہا

تھا' وہ لوگ مسلسل ہنسے جارہے تھے' انداز بالکل پاگلوں جیسا تھا اور سارا مجمع خاموش تھا' فرانسیسی افسر کو سخت طیش آرہا تھا' جس کا اظہار اس کے چہرے سے ہوتا تھا' اس کے ساتھی چمڑے کے ہنٹروں پر اپنی گرفت سخت کرچکے تھے اور منتظر تھے کہ واسکوڈی کا اشارہ ملے تو وہ ان کی کھال اتار کر پھینک دیں' لیکن واسکوڈی نے کوئی اشارہ نہیں کیا' وہ خاموشی سے اس تمسخرانہ ہنسی کو دیکھتا رہا' یہاں تک کہ ہنسنے والے خود تھک گئے' پھر گارساں نے انگلی اٹھا کر ہینڈرک واسکوڈی کی طرف دیکھا اور مجمع کی طرف اشارہ کرکے بولا۔

''فرنچ کانسٹیبل بہت مسخرہ ہے' دلچسپ باتیں کرتا ہے' کہتا ہے کہ یہاں کوئی کسی کا دشمن نہیں ہے' میرے دوست کو دیکھو جس نے ہمیں بیڑیوں میں جکڑ رکھا ہے' اس کے ساتھ رنگروٹ ہاتھوں میں کوڑے لئے ہوئے ہیں' جو ہم پر برسانے کیلئے تیار ہیں اور یہ کہتا ہے کہ اسے ہماری مدد درکار ہے' تم لوگوں کو ہنسی نہیں آتی اس بات پر۔''

''اور اس احمقانہ فرمائش پر سب سے پہلے میں احتجاج کرتا ہوں۔'' ایک عجیب سی آواز ابھری اور مجمع کے ساتھ ساتھ ہماری بھی نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں' میرے پورے بدن کو ایک شدید جھٹکا لگا تھا' وہ روشاق تھا۔ نجانے کس وقت وہ مجمع میں آکر شامل ہوگیا تھا' میرے بدن میں چنگاریاں دوڑنے لگیں' روشاق نے پھر کہا۔

''ان لوگوں کو مدد کے قابل سمجھا گیا ہے تو انہیں بھی جہاز کے معزز مہمانوں کا درجہ دیا جائے۔''

روشاق اس وقت بہت عجیب نظر آرہا تھا' اس نے پادریوں جیسا جبہ پہنا ہوا تھا' سر پر عجیب سی ٹوپی پہنی ہوئی تھی' یہاں تک کہ گارساں کی نگاہیں بھی اس کی جانب اٹھ گئیں اور وہ بدستور تمسخرانہ انداز میں بولا۔

''معاف کرنا نیک دل انسان' اگر تم پادری ہو تو میں تمہیں مقدس باپ نہیں کہہ سکتا' کیونکہ عظیم گارساں کا ایک ہی باپ تھا اور اس نے ایک ہی نر پیدا کیا' یعنی گارساں' ہاں میں تمہیں چچا کہہ سکتا ہوں تو میرے مقدس چچا' میرے مقدمے کی پیروی کرو۔''

''اس پورے سمندری سفر میں یہ پہلی بار اپنے کیبن سے باہر نکلا ہے۔'' عسکری نے میرے کان کے پاس سرگوشی کی۔ ''تم اسے پہچانتے ہونا یہی روشاق ہے نا؟''

''ہاں ہاں۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

برطانوی نژاد مجسٹریٹ نے کہا۔ ''میں برٹش قانون داں ہوں' لیکن اس وقت میں عالمی قانون کی بات کرتا ہوں' ایسے لمحات میں جب کوئی کسی کی زندگی کی ضمانت نہ دے سکے' کوئی کسی کو قید نہیں رکھ سکتا۔ پہلے قیدیوں کو آزاد کیا جائے' اس کے بعد ان سے دوسری گفتگو کی جائے۔''

''دوسرا چچا بھی ٹھیک کہتا ہے' بیڑیوں سے آزادی کے ساتھ ہمیں شریفانہ لباس بھی دیئے

جائیں اور حلیہ ٹھیک کرنے کی اجازت بھی دی جائے‘ اس سے قبل ہم کچھ بھی نہیں سنیں گے۔“

”یہ ناممکن ہے‘ نہ میں برٹش لاء کو مانتا ہوں‘ نہ کسی عالمی قانون کو‘ میں انہیں آزادی نہیں دے سکتا۔“ ہینڈرک واسکوڈی نے مستحکم لہجے میں کہا۔

”فرانسیسیوں نے انیس سو تینتالیس میں صرف جرمنی کے قانون کو مانا تھا اور آج تک وہاں کی عورتیں اس قانون سے محبت کرتی ہیں۔“ گارساں نے بدستور مذاق اڑانے والے لہجے میں ایک شدید طنز کیا۔

”میں تمہارے بدن کی کھال اتار دوں گا‘ پرتگالی کتے‘ ورنہ تو زبان بند رکھ۔“ ہینڈرک نے دانت پیس کر کہا اور گارساں پھر ہنس پڑا۔

”ہمیں سزائے موت کیلئے الجزائر لے جایا جا رہا ہے‘ وہاں جا کر ہمیں موت کا شکار ہونا پڑے گا‘ یہ موت ہمیں مارشل جہاز پر آجائے یا کسی سیارے پر‘ ہمیں کیا فکر ہوسکتی ہے‘ فرنچ رنگروٹ ہمیں یہاں گولی ماردیں یا کہیں اور لے جا کر‘ ہاں جہاز کے دوسرے مسافر بھی اس کے ہاتھوں موت قبول کرنے کو تیار ہوں تو دوسری بات ہے۔“

”لے چلو ان کتوں کو قید خانے میں واپس لے چلو۔ بند کرو سب حرامیوں کو۔“ چلو ہینڈرک واسکوڈی اب بالکل ہی بے قابو ہو گیا تھا‘ اس نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی اور وہ قیدیوں کو کوڑوں سے ہانکنے لگے‘ مجمع خاموش تھا‘ کچھ دیر کے بعد وہ سب نگاہوں سے اوجھل ہوگئے‘ ہر شخص کسی اور کے بولنے کا منتظر تھا‘ ان میں سب سے پہلے برٹش فوج کے ریٹائرڈ میجر نے ابتداء کی۔

”فرانسیسی افسر نے اس وقت مارشل پر فرانسیسی قانون نافذ کر دیا ہے‘ ہم اس قانون کو نہیں مانتے‘ ہم مختلف ملکوں کے باشندے ہیں‘ ایک شخص کی ضد نے سارے جہاز کے مسافروں کی زندگی خطرے میں ڈال دی ہے‘ ہوسکتا ہے بحری قزاق ہم سب کی زندگی بچانے میں کامیاب ہوجائیں‘ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک تجربے کار ملاح ہوں۔“

”ہینڈرک واسکوڈی بے جا ضد کر رہا ہے۔“ یہ آواز روشاق کی تھی۔

”اسے قیدیوں کو آزادی دینا ہوگی۔“ دوسری آواز۔

”ورنہ ہم اسے آزاد کرائیں گے۔“

”تو پھر دیر کیوں کر رہے ہو تم لوگ؟“ روشاق نے کہا اور جہاز کے تمام مسافر شور مچانے لگے۔

”مسٹر واسکوڈی ضد نہ کرو‘ قیدیوں کو آزادی دو‘ مسٹر واسکوڈی‘ مسٹر واسکوڈی۔“ اچانک ہی انکل ڈیزل سسٹر صوفیہ کے ساتھ کسی طرف سے نکل کر ہمارے قریب آگئے اور مجھ سے بولے۔

”نشاء یہاں سے ہٹ جاؤ‘ ہنگامے کا خطرہ ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔“

انہوں نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک طرف کھینچنے لگے۔

''ذرا اس معاملے کا فیصلہ تو دیکھ لینے دیں انکل' میں کیبن میں نہیں جاؤں گی۔'' نجانے کیوں مجھے ضد چڑھ گئی۔

''میں تمہیں کیبن میں نہیں لے جا رہا' یہ جگہ غیر محفوظ ہے اس طرف آ جاؤ۔'' انکل ڈیزل کے ساتھ ہم ایک محفوظ گوشے میں جا کھڑے ہوئے' عسکری البتہ وہیں رہ گیا تھا' انکل ڈیزل کی وجہ سے اس نے ہمارے ساتھ آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''صورتحال بے حد سنگین ہوگئی ہے' فرانسیسی پولیس آفیسر ایک طرح سے درست کہہ رہا ہے' بحری قزاق گارساں شیطان صفت ہے' نجانے اس کی آزادی دوسرے کون سے گل کھلائے۔''

''وہ بعد کی باتیں ہیں انکل' سمندر میں یہ جہاز کب تک ڈول سکتا ہے' کوئی تحریک تو ہو؟'' میں نے کہا' انکل ڈیزل نے کوئی جواب نہیں دیا' کافی دیر تک وہ خاموش رہے' پھر اچانک بول پڑے۔

''روشاق کو دیکھا ہے؟''

''ہاں اب وہ کھل کر سامنے آ گیا ہے۔''

''اور اس نے گارساں کی حمایت کر کے خود کو اس کے سامنے کر لیا ہے۔ یہ بات بہت تشویشناک ہے' کیا تم اس کی گہرائیوں پر غور نہیں کر رہیں۔'' میں نے حیران نگاہوں سے ادھر دیکھا' اسی وقت صوفیہ نے پوچھا۔

''کیوں مسٹر وسکن آپ کو یہ خطرہ کیوں محسوس ہو رہا ہے؟''

''دو شیطان اکٹھے ہو جائیں تو کیا نہیں ہو سکتا' روشاق نے چالاکی سے نمودار ہو کر اس وقت صورتحال اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کی ہے۔'' وسکن ڈیزل نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔ اسی وقت واسکوڈی اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس نکل آیا' وہ کڑی نگاہوں سے شور مچانے والوں کو دیکھنے لگا' پھر اس کی دھاڑتی ہوئی آواز ابھری۔

''خاموش ہو جاؤ' پہلے میری بات سنو' میری بات سن لو' خاموش ہو جاؤ' میں تمہیں بتاؤں وہ خونخوار قاتل اور مکمل جرائم پیشہ انسان ہے' اس کی آزادی خطرناک ہو سکتی ہے۔''

''ان حالات میں ہر خطرہ مول لیا جا سکتا ہے۔'' برٹش مجسٹریٹ نے کہا۔

''مجھے چند گھنٹے درکار ہیں' میں اس پر تشدد کر کے اس جہاز کی درستگی کیلئے مجبور کروں گا۔'' واسکوڈی بولا۔

''ہمیں سمندر میں لاوارث کھڑے کسی جہاز پر موجود لوگوں پر تشدد کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔'' اس بار روشاق نے منمناتی آواز میں کہا۔

''میں اس بارے میں کچھ نہیں سنوں گا' مجھے سختی پر مجبور مت کرو۔'' واسکوڈی نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تمہیں سختی کرنے کا کوئی حق بھی نہیں ہے' ہم فرانسیسی پولیس کے محکوم بھی نہیں ہیں۔'' مسافر بپھر گئے۔

''ہم سب قیدیوں کو آزاد کرائیں گے۔'' ایک گروہ نے کہا اور ہینڈرک واسکوڈی نے اپنا پستول نکال لیا' اس کے تمام ساتھی بھی ہتھیار سنبھال کر کھڑے ہو گئے۔ لیکن زندگی اور موت کی کشمکش سے اکتائے ہوئے اور ویران سمندر کے بیچوں بیچ کھڑے ہوئے لوگ خوفزدہ نہ ہوئے' بلکہ پورے جہاز میں بکھر کر انہوں نے لکڑیوں کے کنڈے' فولادی زنجیریں اور جو کچھ بھی ان کے ہاتھ آیا اٹھا لیا۔ وہ خونی نگاہوں سے واسکوڈی کو دیکھ رہے تھے' اسی وقت برٹش آفیسر نے کہا۔

''سنو سنو میری بات سنو' ایک منٹ' ایک منٹ' کوئی تشدد کسی پر نہ کیا جائے' مائی ڈیئر واسکوڈی تم بے گناہ انسانوں کی جان سے کھیل کر کوئی دانشمندی کا ثبوت نہیں دے رہے' ان میں سے کتنوں کو ہلاک کرو گے جو باقی بچیں گے تمہیں مار ڈالیں گے' کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس سے' موت دونوں طرف سے ہمارے سمت آرہی ہے' تم اسے اور قریب نہ لاؤ۔''

واسکوڈی خاموشی سے تیار کھڑے نوجوانوں کو دیکھتا رہا' پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر اپنا پستول واپس پیٹی میں لگا لیا اور اپنے آدمیوں کو بھی ہتھیار استعمال نہ کرنے کا اشارہ کیا' پھر نفرت بھرے لہجے میں بولا۔

''جہنم میں جاؤ' جو کچھ کرو گے خود بھگتو گے۔'' اس نے قید خانے کی لمبی چابیوں کا گچھا نکالا کر پھینکا تو روشاق نے جھپٹا مار کر اسے لپک لیا۔ اسی وقت وسکن ڈیزل نے آہستہ سے کہا۔

''اس کا منصوبہ مکمل ہے' وہ اپنے پورے پورے نمبر بنانا چاہتا ہے' ویسے تم لوگ میری بھی بات سن لو' اگر جہاز بچ بھی گیا تو ہم الجزائر نہیں جا سکیں گے۔''

''کیا مطلب؟'' صوفیہ نے پھٹی پھٹی آواز میں کہا۔

''بہت معمولی سی بات ہے جو ان میں سے کسی نے نہیں سوچی' کیا گارساں اسے اپنے پھانسی گھر لے جائے گا' وہ الجزائر کا مجرم ہے اور وہاں اسے سزائے موت کیلئے لے جایا جا رہا تھا۔''

''اوہ مائی گاڈ' ہاں یہ تو ٹھیک کہہ رہے ہیں انکل' میرے خدا' پھر کیا ہوگا' یہ بات تو دوسروں کو بھی سوچنی چاہئے۔'' صوفیہ نے کہا' وسکن ڈیزل نے کوئی جواب نہیں دیا' اسی وقت ہم نے روشاق کی آواز سنی۔

''کچھ جوانوں کو میرے ساتھ آنا چاہئے' ان کی خواہشوں کی تکمیل کر کے ہی ہم اس مشکل سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔''

کون تھا جو اس وقت قید خانے تک جانا پسند نہیں کرتا' عسکری روشاق کے بالکل قریب تھا' ہم وہیں انتظار کرتے رہے' کچھ دیر کے بعد ہی گارساں اور اس کے ساتھی بیڑیوں سے آزاد ہو کر سینہ تانے ہوئے باہر آگئے۔ نوجوانوں کا ہجوم انہیں گھیرے میں لئے ہوئے تھا' اس موقع پر واسکوڈی اور

اس کے ساتھی وہاں سے ہٹ گئے تھے' گارساں نے کہا۔

''ہمارے لئے فوراً خوراک' لباس اور شیو وغیرہ کا سامان فراہم کیا جائے۔''

اس وقت گارساں جہاز کا ہیرو بن گیا تھا اور اسے ہر چیز پیش کی جا سکتی تھی' چنانچہ ہر شخص حسب استطاعت اس کی ناز برداری میں مصروف ہو گیا۔ کافی لوگ کیبنوں میں چلے گئے تھے' اسی وقت ڈیزل کی آواز ابھری۔

''تم یہیں رکو گی بے بی۔''

''انکل میرا وہ کام کر دیں۔'' میں نے لجاجت سے کہا۔

''کیا؟''

''وہ جگہ دکھا دیں جہاں تابوت رکھے ہوئے ہیں۔''

ڈیزل نے اس وقت ایک لمحے کیلئے کچھ سوچا' نہایت مناسب وقت تھا' سب لوگ گارساں میں الجھے ہوئے تھے' کسی کو کسی کی فکر نہیں تھی' چنانچہ ڈیزل نے کہا۔

''آؤ میرے ساتھ۔''

اور میں چل پڑی' صوفیہ بھی خاموشی سے ہمارے ساتھ چل پڑی تھی' جس جگہ وسکن ڈیزل ہمیں لے کر پہنچے وہ جہاز کا سب سے پراسرار گوشہ تھا' چاروں طرف برے بڑے کارٹن فولادی صندوق اور دوسرا سامان' سامان جن پر بڑے بڑے ٹیگ لگے ہوئے تھے رکھا ہوا تھا۔ وہیں پر دونوں تابوت بھی تھے' انہیں دیکھ کر میرا دل بند ہونے لگا' سو فیصد وہی تابوت تھے جنہیں میں کامیج میں دیکھ چکی تھی' کپڑے کی پٹیاں بھی وہی تھیں' نجانے کیوں حلق میں گولا سا بن گیا' میں حسرت سے ان تابوتوں کو دیکھتی رہی' میری پیاسی آنکھیں وہ انسانی وجود تلاش کر رہی تھیں جو میرا نام نہاد باپ تھا۔ وہ تھا یا نہیں یہ بعد کی بات ہے' لیکن میں نے اسے باپ ہی کی صورت میں دیکھا اور محسوس کیا تھا۔ میرے اس انداز پر ڈیزل نے چونک کر مجھے دیکھا اور بولے۔

''پہچانا تم نے۔''

''یہ تو وہی ہیں نشاء۔'' صوفیہ بے اختیار بول پڑی۔

''میرا بھی یہی خیال تھا' لیکن سسٹر صوفیہ۔''

''ہاں بولو۔''

''وہ شخص کون تھا' کون تھا وہ؟''

''کس کی بات کر رہی ہو؟''

''البرونوس' میں البرونوس کے بارے میں کہہ رہی ہوں۔'' میں نے کہا اور چند لمحات تک خاموشی طاری رہی' اچانک ہی وسکن ڈیزل کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا' اس بات کو ہم دونوں نے محسوس کیا تھا۔ وسکن ڈیزل کچھ لمحے خاموش رہے' پھر ان کی پراسرار آواز ابھری' ایسی ہولناک آواز

جسے سن کر بدن کا ہر رونگٹا تھرا جائے۔ انہوں نے بھاری لہجے میں کہا۔

''ہارون دانش' میرے دوست اگر تم آس پاس موجود ہو تو مجھ سے رجوع کرو' یہاں کوئی اجنبی نہیں ہے' تمہارا ہر راز راز رہے گا' ان حالات میں مجھے تمہاری مزید ہدایات کی ضرورت ہے' میں بعض فیصلے کرنے سے قاصر ہوں۔''

سارا ماحول تھرا رہا تھا' بڑی شدید لرزش محسوس ہو رہی تھی' وہ پراسرار الفاظ بڑے سنسنی خیز تھے' ان کی ادائیگی کے بعد وسکن ڈیزل خاموش ہو کر انتظار کرتے رہے' پھر انہوں نے دوبارہ کہا۔

''اور اگر یہ اس وقت مناسب نہ ہو اور تم کچھ بولنا مناسب نہ سمجھو' تو کسی بھی وقت میں تمہارا انتظار کروں گا' سمجھے میں تمہارا انتظار کروں گا۔''

پھر وسکن ڈیزل ہماری جانب پلٹے اور بولے۔ ''آؤ بے بی چلیں۔''

''میں کچھ دیر یہاں رہنا چاہتی ہوں انکل' تنہا بالکل تنہا۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''نہیں بے بی یہ مناسب نہیں ہوگا۔''

''میں یہاں رکوں گی انکل۔''

''بالکل نہیں بے بی میں کسی طور اس کی اجازت نہیں دوں گا' مجھے یقین ہے کہ تم میرے ساتھ تعاون کرو گی۔'' وسکن ڈیزل نے سخت لہجے میں کہا اور میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر خاموش ہوگئی' ہم وہاں سے نکل آئے' ادھر برٹش مجسٹریٹ کے متعین کردہ افراد خوراک تقسیم کر رہے تھے' عسکری ہمیں تلاش کرتا پھر رہا تھا' اس نے ہمارے قریب آ کر کہا۔

''آپ لوگوں کا کھانا میں نے آپ کے کیبن میں پہنچا دیا ہے' گرم ہے بعد میں خراب ہو جائے گا۔''

''شکریہ نوجوان...... آؤ بے بی۔'' وسکن ڈیزل نے آگے قدم بڑھا دیئے۔

ہمیں بھی ان کے ساتھ جانا پڑا' کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد وسکن ڈیزل نے کہا۔

''کسی طرح کی ضد اس وقت مناسب نہیں ہوگی' جو کچھ کہاز پر چل رہا ہے تم لوگ اچھی طرح جانتی ہو' ذرا سی لغزش ہماری زندگیوں کا خاتمہ کر سکتی ہے' میں جا رہا ہوں خیال رکھنا پلیز۔''

ڈیزل چلے گئے' کیبن میں میں اور صوفیہ رہ گئے تھے' تھوڑی دیر تک خاموشی رہی' پھر صوفیہ نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔

''آؤ کچھ آرام کر لیں نشاء۔''

''آپ یہ بتایئے کیا ہمیں اپنی زندگی کا یقین ہے' کیا تا حد نگاہ بکھرا ہوا سمندر آخرکار ہمیں نگل نہیں لے گا' ہم یہیں اس جہاز پر مر جائیں گے سسٹر اب اور کچھ نہیں ہو سکتا' میں مایوس ہو گئی ہوں زندگی سے' لیکن میں مرنے سے قبل اپنے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔ چاہے کیسے ہی ہو'

چاہے یہ بات مجھے روشاق ہی سے کیوں نہ معلوم کرنی پڑے۔''

''روشاق۔'' صوفیہ دہشت سے بولی۔

''ہاں وہی مکروہ انسان' کوئی تو مجھے میرے بارے میں بتائے' میں تو اس سے رجوع کرنا چاہتی ہوں۔''

''یہ تمہاری زیادتی ہوگی نشاء۔'' صوفیہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیوں آخر کیوں؟''

ذرا ماضی کے واقعات پر نگاہ ڈالو' تمہیں اندازہ ہوگا کہ روشاق کا کردار مسلسل مجرمانہ رہا ہے' وہ چوروں کی طرح معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے' اس نے ہمارے قریب بکھرے ہوئے لوگوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے تمہیں اس کا علم ہے' تمہیں معلوم ہے اے کے ہمدانی میرے لئے باپ جیسی شخصیت رکھتے تھے' وہ اس کے ہاتھوں موت کے گڑھے تک پہنچ گئے۔ اس کے بعد وسکن ڈیزل نے ہمارا ساتھ دیا۔

''ہاں میں جانتی ہوں یہ سب کچھ ہے۔''

''اور میں بھی تو تمہاری بہتری کیلئے اپنی پرعیش زندگی چھوڑ کر اس پانی کے جہنم میں موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہوں' میں یہ سب کیوں کر رہی ہوں تم جانتی ہو نا' روشاق کے بارے میں تم جانتی ہو اس کا ایک ہی مقصد ہے تمہاری آڑ میں ہارون دانش تک پہنچنا' اگر اسے سب کچھ معلوم ہو گیا تو نجانے کیا ہو' عسکری اسی کا آلہ کار ہے' کیا تم چاہتی ہو کہ وہ ہو جائے جو ہارون دانش نہیں چاہتے۔''

''ابو۔'' میرے حلق سے سسکی نکلی۔

صوفیہ نے پھر کہا۔ ''وہ اگر چاہتے تو تمہیں روشاق سے رجوع کرنے کیلئے کہہ سکتے تھے' تمہیں اس سفر کیلئے انہوں نے کیوں آمادہ کیا؟''

''مسٹر صوفیہ میری قوت برداشت کہاں تک میرا ساتھ دے سکتی ہے۔'' میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

''معاف کرنا نشاء میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ میں تو ایک غیر متعلق شخصیت ہوں' جن کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وسکن ڈیزل جو صرف دوستی نبھا رہے ہیں سب کچھ برداشت کر رہے ہیں' یہ سب کچھ تو تمہارے لئے ہی ہو رہا ہے نا' صرف تمہارے لئے۔'' مسٹر صوفیہ نے کہا اور میں خاموش ہو گئی۔

آہ میں کسی کو کیا بتاتی کہ میری زندگی کن حالات کا شکار ہے' تیونس میں کارچوک کی پہاڑیوں میں میرے ساتھ جو واقعات پیش آئے' میں جو ایک قطعی غیر متعلق شخصیت بن کر خود اپنی ہی نگاہوں میں آئی' میں کیا ہوں' کیا تھی مستقبل میں کیا ہوں گی مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ نہ ماں علم میں تھی' نہ باپ

کا کوئی پتہ تھا' کتنی الجھی ہوئی زندگی تھی میری۔ صوفیہ کو یہ سب کچھ نہیں معلوم تھا' بہرحال میں نے اس کی باتوں پر غور کیا' کم از کم یہاں تو وہ سچ کہہ رہی تھی' کوئی نہ کوئی جواب دینا ضروری تھا' چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔

''سوری! سوری سسٹر۔''

''ہم عسکری پر بالکل بھروسہ نہیں کرسکتے نشاء ڈارلنگ۔'' میں نے تمہیں بس اتنا نرم ہونے کیلئے کہا تھا جتنا ضروری ہے اور جتنا ہمارے کام آرہا ہے' اس سے زیادہ کسی بھی مشکل میں اسے بتانا خطرناک ہوگا' کیا تم نے اسے تابوتوں کی کہانی سنا دی ہے' میرا مطلب ہے وہ کہانی جو۔''

''نہیں بالکل نہیں' بس وہی بتایا تھا میں نے اسے جو آپ کے سامنے بتایا تھا۔''

''اس نے خود بھی کوئی تفصیل نہیں پوچھی۔''

''موقع نہیں ملا' کیونکہ ہم جہاز کے تہہ خانے تک نہیں جاسکے تھے۔''

''اوہ یہ اچھا ہی ہوا' اسے بالکل کچھ نہیں بتانا۔''

''ایک بات میرے دل میں بری طرح چبھ رہی ہے سسٹر اس سے پوچھوں۔''

''ہاں بولو۔''

''کیا اس دوسرے تابوت میں میری ماں بھی ہوسکتی ہے' اس گھر میں بھی اس جیسے دو تابوت تھے' ایک کھلا تھا' دوسرا بند تھا' کھلے ہوئے تابوت کی کہانی تمہیں معلوم ہوچکی ہے' لیکن اب دونوں تابوت کھلے ہوئے ہیں۔''

سسٹر صوفیہ نے پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ انہیں میرے اس سوال کا پوری طرح احساس ہوگیا تھا' میرے لہجے میں جو حسرت بسی ہوئی تھی وہ اس کے ذہن تک پہنچ گئی تھی' لیکن وہ میرے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دے سکیں' کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد انہوں نے کہا۔

''اتنا ہی کہوں گی نشاء ڈارلنگ کہ وقت کا انتظار کرو' وقت خود مناسب انکشاف کردے گا' یہ ہوشربا واقعات انسانی عقل سے بعید ہیں' بھلا مجھ جیسی معمولی سی عورت اس پر کیا روشنی ڈال سکتی ہے۔''

میں خاموش ہوگئی تھی' شام کے ساڑھے چار بجے ہم پھر باہر نکل آئے' کیبن میں گھسے گھسے طبیعت بوجھل ہوگئی تھی' باہر نہ عسکری نظر آیا نہ وسکن ڈیزل' لیکن سسٹر صوفیہ نے ایک اور شخص کو روک کر پوچھا۔

''کیا گارساں نے کوئی جواب دیا؟''

''شام کو پانچ بجے وہ جہاز کے لوگوں سے میٹنگ کرے گا' ابھی آرام کر رہا ہے۔'' اس شخص نے کہا۔

صوفیہ خاموش ہوگئی' اس کے بعد ہم لوگ جہاز پر گھومتے پھرے' اس شخص نے جس نے اپنے

آپ کو برٹش مجسٹریٹ بتایا تھا کافی انتظامات کر لئے تھے' عرشہ صاف و شفاف تھا' طوفان سے ہونے والی ٹوٹ پھوٹ درست کر دی گئی تھی' پھر ہمیں وہ جگہ معلوم ہوئی جہاں گارساں میٹنگ کرنے والا تھا' مجھے اور سسٹر صوفیہ کو بھی اس میٹنگ سے دلچسپی تھی' وسکن ڈیزل کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا' ہم نے پہلے ہی ایک بہتر جگہ قبضے میں کر لی۔ پھر کیبن خالی ہونے لگے اور پانچ بجے گارسا اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں آ گیا' گارساں کی عمر کوئی پچاس سال کے قریب ہوگی۔ حلیہ درست کرنے کے بعد یہ لوگ اور خوفناک نظر آنے لگے تھے۔ ان کے سر کے بال بہت لمبے اور شانوں پر بکھرے ہوئے تھے' ٹھوریاں صاف کر لی گئی تھیں' لیکن ایک مخصوص انداز سب کے چہروں پر نظر آ رہے تھے' پھر اس کی آواز ابھری۔

''میں چاہتا ہوں کہ جس مقصد کے تحت مجھے آزادی دی گئی ہے اسے بیان کرنے کیلئے آپ لوگ ایک نمائندہ منتخب کر لیں' وہ مجھے تفصیل بتائے اور اگر چاہے تو مشورے کیلئے کچھ لوگوں کو ساتھ رکھ سکتا ہے۔''

برٹش مجسٹریٹ ہی کو بات کرنے کیلئے منتخب کیا گیا' چند اور افراد بھی اس کے ساتھ تھے جو عمر رسیدہ تھے اور مشیروں کی حیثیت سے اس کے ساتھی بنے' اچانک ہی صوفیہ نے ایک طرف اشارہ کیا اور بولی۔

''دیکھو نشاء ادھر دیکھو۔''

میں نے صوفیہ کے اشارے پر دیکھا تو روشاق نظر آیا' لیکن اس وقت پہلی بار میں نے اس منحوس بلی کو اس کے شانے پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ انتہائی خوفناک شکل کی بلی تھی' بس کیا بتاؤں لگتا تھا جیسے یہ چہرہ بلی کا نہیں بلکہ کسی عورت کا چہرہ ہو' ایک عجیب و غریب شکل تھی اس کی' بہت سے لوگ شاید اسی لئے اس کی جانب متوجہ تھے۔ پھر شاید گارساں نے بھی اسے دیکھ لیا اور وہ زور سے چیخا۔

''مقدس چچا...... کیا تم میرے مشیر کی حیثیت سے میرا ساتھ دو گے؟''

''بے فکر رہو بھتیجے' میں یہیں سے تمہارے مفادات کی نگرانی کر رہا ہوں۔'' روشاق نے بھی چیخ کر جواب دیا اور گارساں نے قہقہہ لگا کر کہا۔

''ٹھیک ہے اپنے دشمن سے ہوشیار رہنا۔'' برٹش مجسٹریٹ نے کہا۔

''الجزائر کی طرف سفر کرتے ہوئے مارشل جس حادثے کا شکار ہوا ہے تمہیں اس کا علم ہے گارساں' جہاز کے انجن خراب ہو گئے ہیں' انجینئر حادثے کا شکار ہو کر مر چکے ہیں' کیپٹن روڈرگس بھی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے اور دوسرے ذمہ دار افراد کشتیاں لے کر فرار ہو گئے ہیں' اس وقت جہاز سمندر میں لاوارث ہے۔ کیونکہ تمہیں بہترین جہازراں ہونے کا فخر حاصل ہے اس لئے جہاز کے سینکڑوں مسافروں کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔''

''معزز بزرگ! میں سب کی مدد کرنے کیلئے تیار ہوں' لیکن سمندر کے قانون کے مطابق اور

یقیناً تم میں سے کسی نہ کسی کو سمندر کا بین الاقوامی قانون معلوم ہوگا' اگر نہیں معلوم تو عمر رسیدہ خلاصیوں سے پوچھو یا قانون کے کسی ماہر سے جو واقعی قانون داں ہو۔''

''اپنی بات کی خود وضاحت کرو مائی ڈیئر گارساں۔'' برٹش مجسٹریٹ نے کہا۔

''دنیا بھر کی جہازراں کمپنیوں اور ممالک نے اس قانون پر دستخط کئے ہیں' جنیوا میں اس کا مسودہ پیش کیا گیا اور اسے متفقہ طور پر منظور کرلیا گیا۔ قانون یہ ہے کہ کھلے سمندر میں اگر کوئی جہاز کپتان کے کنٹرول میں نہ رہے اور وہ سفر جاری رکھنے سے بے بسی کا اظہار کردے تو ہر وہ شخص جو جہاز کو بچا لینے کا دعویٰ کرے اور اسے بچا لے اس جہاز اور اس پر موجودہ سازوسامان کا مالک بن جاتا ہے' اس پر موجود ہر شے اس کی ملکیت ہوتی ہے' اس ملکیت کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا' اگر یہ سمندری قانون آپ لوگوں کو منظور ہو تو میں پورے خلوص سے ان زندگیوں کو بچانے کی کوشش کرسکتا ہوں۔''

مسافر سناٹے میں رہ گئے تھے' ایک لمحے میں انہیں اپنے قیمتی سازوسامان دوسرے کی ملکیت میں چلے جانے کا احساس ہوگیا تھا' ایک شخص نے برٹش مجسٹریٹ سے کہا۔

''ہاں یہ سمندروں کا بین الاقوامی قانون ہے' میں جانتا ہوں۔''

''مسافروں کو خود اس کا فیصلہ کرنا پڑے گا۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ برٹش مجسٹریٹ بھی بالکل اسی انداز میں سوچ رہا تھا' اس نے کہا۔

''یہ سمندر کا قانون ہے یا نہیں میں نہیں جانتا' لیکن ایک شخص جو اس وقت متوقع سمندری موت کو ٹالنے کی اہلیت رکھتا ہے یہ قیمت دینے کا فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔''

''میں اپنے خاندان کو بچانے کیلئے اپنا سب کچھ دینے کیلئے تیار ہوں۔'' ایک معمر شخص نے کہا اور پھر بہت سے اس کے ہم آواز ہوگئے' پھر چاروں طرف سے آمادگی کا اظہار ہونے لگا اور اس کے بعد شاید ہی کوئی ایسا رہا ہو جو زندگی خریدنے کیلئے تیار نہ ہو' گارساں نے کہا۔

''سب خاموش ہوجائیں اور صرف وہ شخص بولے جسے اس بات پر اعتراض ہو۔''

کوئی نہیں بولا تھا' چالاک بحری قزاق مسکرایا اور بولا۔

''تو شرط مکمل ہوگئی' مارشل اب میری ملکیت قرار پاچکا ہے' اب دوسری بات اول تو میں جہاز کا کپتان قرار پایا' دوئم اس کا مالک' اب اس پر موجود ہر شے ہر چیز میری ملکیت ہے اور اس پر صرف میرا تصرف ہے' کپتان کا حکم جہاز پر ایک حکمران کا حکم ہوتا ہے اور یہ حکم ماننا ہر ایک پر فرض' آپ لوگ میرا حکم مانیں گے۔'' ''کیوں نہیں گارساں؟'' مجسٹریٹ نے کہا۔

''تو پھر سب سے پہلے جہاز پر جتنے آتشیں ہتھیار اور غیر آتشیں ہتھیار ہیں وہ میرے حوالے کردیئے جائیں' ان میں فرانسیسی سپاہیوں کے ہتھیار بھی شامل ہیں۔'' گارساں بولا اور واسکوڈی بگڑ گیا۔

''یہ بکواس ہے میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔''

''تو کیا تم مجھے بیوقوف سمجھتے ہو' بوڑھے کانسٹیبل' ابھی یہ سب کچھ زبانی ہے' نہ میں نے جہاز کا انجن دیکھے ہیں اور نہ کپتان کا لباس پہنا' تم مجھے دوبارہ بیڑیاں لگا سکتے ہو' ہم تعرض نہیں کریں گے' لیکن پھر کیا کرو گے' زیادہ سے زیادہ یہ کہ مجھے اس جہاز پر پھانسی دے دو' ایسا کرلو اگر تمہیں یہ اختیار دے دیا جائے۔''

پیچھے سے روشاق نے چیخ کر کہا۔ ''فرانسیسی افسر مسلسل مارشل پر فرانس کا قانون لاگو کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے' اگر یہ سینکڑوں انسانوں کی زندگیاں ختم کرنے پر آمادہ ہے تو اس پر حملہ کرو اور اسے بے بس کردو۔ ہم اسے دوسروں کی زندگی سے کھیلنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔''

غالباً واسکوڈی نے غصے میں آکر اپنا پستول نکالا تھا' میں صحیح طریقے سے نہیں دیکھ سکی تھی' لیکن میرے ساتھ بیشتر انسانوں نے روشاق کے کندھے سے خونخوار بلی کو چھلانگ لگا کر واسکوڈی کی جانب دوڑتے ہوئے دیکھا اور دوسرے لمحے وہ اس کے کندھے پر چڑھ گئی' اس نے واسکوڈی کا نرخرہ اپنے دانتوں میں دبا لیا تھا۔ واسکوڈی پستول نکالنا بھول گیا' بلی کو اپنے نرخرے سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگا' لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بلی نے اس کا نرخرہ چبا ڈالا۔ بمشکل تمام واسکوڈی اسے اپنے گلے سے کھینچنے میں کامیاب ہوا تھا' لیکن بلی نے پھر اپنا رخ بدلا اور اس بار اس نے اس کے دائیں گال پر حملہ کیا تھا' میں نے بھی دیکھا اور دیکھنے والوں نے بھی کہ اس نے واسکوڈی کا داہنا گال بری طرح چیر کر پھینک دیا تھا اور پھر اس کے دانت واسکوڈی کی آنکھ میں گڑ گئے اور واسکوڈی کی ہیبت ناک چیخیں گونجنے لگیں۔

لوگ سکتے میں رہ گئے تھے' واسکوڈی پستول کا لاک بھی نہیں کھول سکا تھا اور اسے پھینک کر بولی کو اپنے چہرے سے ہٹانے کیلئے کوششیں کرنے لگا تھا۔ لیکن بلی اپنا کام کر چکی تھی' واسکوڈی کی آنکھ کی جگہ اب ایک خون اگلتا غار سا نظر آرہا تھا۔ کمزور دل کی عورتیں چیخیں مارنے لگیں' واسکوڈی زمین پر گر کر بری طرح تڑپنے لگا۔ ہر طرف افراتفری پھیل گئی تھی' بلی نے ایک چھلانگ لگائی ایک بلند جگہ چڑھی اور اس کے بعد مزید اوپر اور آخرکار وہ جہاز کے سب سے اوپری حصے میں چلی گئی اور لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔

بلی جہاں جہاں سے گزری تھی وہاں نیچے موجود لوگوں کے لباس سے خون کے قطرے ٹپکے تھے' گویا واسکوڈی کی آنکھ اب بھی اس نے اپنے دانتوں میں دبائی ہوئی تھی' ایک لمحے کیلئے گارساں بھی ششدر نظر آیا تھا اور اس کے بعد اس کی نگاہیں روشاق کی طرف اٹھ گئی تھیں۔ پھر چند لمحوں کے بعد شاید وہ سنبھلا اور گرجدار آواز میں بولا۔

''میں کسی کو اس شخص کی عیادت کیلئے وقت نہیں دے سکتا' فیصلہ کرو اور عمل کرو۔ وہ نوجوان جو مجھے اختیار دے کر اس کام کیلئے اجازت دینا چاہتے ہیں فوراً عمل کریں۔ پہلے مرحلے کے طور پر سارے ہتھیار ایک جگہ جمع کردیئے جائیں اور اس کے بعد میں اپنے کام کا آغاز کروں گا۔''

سمندر کے قیدی گارساں کو ناخدا مان چکے تھے' وہ سب کے سب واسکوڈی کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔ پورے جہاز پر یہی لوگ ہتھیاروں سے مسلح تھے' دیکھتے ہی دیکھتے ان کے ہتھیار چھین لئے گئے' میں نے عسکری کو بھی انہی لوگوں کے ساتھ مصروف دیکھا تھا' البتہ وسکن ڈیزل کو بھی ہم نے دیکھا جو تین افراد کے ساتھ واسکوڈی کو اٹھا کر جہاز کے ایک سائیڈ پر لے جا رہا تھا' یہ تینوں افراد ڈاکٹر تھے' میں جانتی تھی' مجمع تقریباً منتشر ہوگیا تھا اور اب جہاز پر گارساں کی حکومت قائم ہوگئی تھی' حالات بتا رہے تھے کہ کچھ لوگوں کے علاوہ کوئی بھی اس کا مخالف نہیں رہا ہے' صوفیہ نے آہستہ سے کہا۔

''اسے دیکھو' روشاق کا ہرکارہ کس طرح گارساں کیلئے مصروف عمل ہے۔'' صوفیہ کا اشارہ عسکری کی طرف تھا' میں تھوڑی دیر تک خاموش رہی' پھر میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

''پلیز سسٹر صوفیہ کیبن میں چلئے' میں تھک گئی ہوں۔'' صوفیہ نے میرا کانپتا ہوا بازو پکڑا اور میرے ساتھ کیبن کی جانب چل پڑی' کیبن میں داخل ہوکر میں اپنے بستر پر لیٹ گئی تھی' سسٹر صوفیہ بھی ایک گوشے میں پڑے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئیں۔ ان کی نگاہیں میرا جائزہ لے رہی تھیں' پھر وہ آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھیں اور میرے قریب آ کر بیٹھ گئیں' انہوں نے محبت سے میرے بالوں میں انگلیاں ڈال دیں۔

''وہی زندگی اپنائے رہتیں تو کیا حرج تھا' کتنی پریشان ہو' چہرہ مرجھا گیا ہے۔''

''بہت عجیب لگتا ہے سسٹر بہت ہی عجیب لگتا ہے' کاش بس اتنا پتہ چلتا کہ میرے ماں باپ مرچکے ہیں یا زندہ ہیں' کوئی مجھے یہ بتا دیتا۔''

''مگر تمہاری زندگی تو پرعیش تھی' آرام سے جی رہی تھیں' بہت سے لوگ یتیم خانوں میں پرورش پاتے ہیں' ان کے ماں باپ یا ماں یا باپ انہیں بہت چھوٹی سی عمر میں یتیم خانے میں داخل کرا دیتے ہیں' وہاں رہ کر وہ صرف یتیم خانے کے متولی سے واقف ہوتے ہیں۔ نہ ان کے ہاں ماں کا تذکرہ ہوتا ہے نہ باپ کا۔''

''مگر میں کسی یتیم خانے میں نہیں پلی سسٹر' میرا مسئلہ تو کچھ اور ہی ہے۔''

''مگر تمہاری زندگی تو بہتر تھی۔''

''نہیں...... نہیں تھی' اتنی یکسانیت تھی میری زندگی میں کہ اعصاب چٹخنے لگے تھے' ملازم کوٹھی اور بس' نہ کوئی دوست نہ شناسا' تنہا بالکل تنہا اور سسٹر یہ بات پہلے نہیں تھی' بس میں آپ کو کیا بتاؤں' کیا بتاؤں میں آپ کو' بڑے عجیب سے حالات تھے۔ میری زندگی پر نجانے کیسے کیسے واقعات چسپاں ہیں' سسٹر ماں کے بارے میں پتہ چلا کہ جس عورت نے آٹھ سال تک مجھے ماں کی محبت دی وہ میری ماں نہیں تھی' پھر باپ کی شخصیت بھی مشکوک ہوگئی اور میں آپ کو صرف دو لفظوں میں یہ بتا سکتی ہوں کہ میں خود بھی اپنی شخصیت سے ناواقف ہوں' میں کون ہوں' کیا ہوں' ماضی سے میرا کیا

تعلق ہے' اتنے واقعات ہیں کہ آپ سنیں گی تو دنگ رہ جائیں گی' جب بھی میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کو اپنے بارے میں وہ تفصیل بتاؤں نجانے کیوں میری زبان بند ہو جاتی ہے...... میرا خیال ہے موت بھی میری مشکل کا حل نہیں ہے۔''

''خود کو سنبھالے رکھو نشاء اپنے اعصاب پر قابو رکھو' اگر ہم زندگی بچا کر لے جانے میں کامیاب ہو گئے تو تم سے تمہارے بارے میں پوچھوں گی اور یقین کرو مجھ سے زیادہ بہتر تمہارا اور کوئی ساتھ نہیں ہو گا' کیا سمجھیں' تم دیکھو اس وقت لوگوں کی کیا حالت ہے انہیں دیکھ کر ڈھارس ہوتی ہے' مائیں ہیں چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔''

''خدا کی قسم سسٹر یوں لگتا ہے جیسے یہ سب کچھ صرف میری وجہ سے ہوا ہے' اتنے سارے لوگ صرف میری وجہ سے اس عذاب کا شکار ہوئے ہیں۔'' میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

''نہیں یہ صرف تمہارا احساس ہے۔''

''میں آپ سے بھی شرمندہ ہوں' کاش آپ سے اپنے ساتھ رہنے کی ضد نہ کرتی۔''

''اب اس خیال کو دل سے نکال دو' ہم سب تقدیر کے محکوم ہیں' یہ سب میرے لئے بھی تھا' یوں نہ ہوتا تو کسی اور طرح ہوتا' مجھے اب کوئی احساس نہیں ہے اور تم خود کو بالکل مجرم نہ تصور کرو۔'' صوفیہ نے کہا۔

بہر حال میں خاموش ہو گئی' وقت گزرتا رہا' اوپر نجانے کیا کچھ ہو رہا تھا۔ رات کو بہت سی باتیں سوچتی رہی' یہ سب کچھ جو شروع ہوا تھا اس کے بارے میں علم نہیں تھا کہ اس کا اختتام کہاں ہو گا۔ میں بہت الجھن کا شکار تھی' وسکن ڈیزل نے کہا تھا کہ الجزائر میں ایک شخص ابو حامدی سے ملاقات ہو گی' اس کے بعد کیا ہو گا اس کا کوئی علم نہیں تھا۔ بس کٹی پتنگ کی طرح ڈولتی پھر رہی تھی اور اب یہ لمحات آ گئے تھے' اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاز پر بڑے بڑے دلدوز مناظر بکھرے ہوئے تھے۔ بیشمار افراد ہوں گے جو بن ماں باپ کے ہوں' زندگی کے وسائل سے بھی محروم ہوں' لیکن زندگی سے بیزار رہے ہوں' میں بھی اگر اپنی ان تنہائیوں کو دوسری شکل دے دیتی تو کوئی مسئلہ نہیں تھا' کوئی کمی بھی نہیں تھی زندگی میں ہر ضرورت پوری ہو جاتی تھی' لیکن بس کیا کہتی اپنے آپ کو' کار چوک میں تابوت میں میں اپنے آپ کو ملی تھی اور میں اپنے آپ کو نہیں جانتی تھی کہ میں کیا ہوں' ذہن پر منوں بوجھ آ پڑا تھا۔ میں نے گردن گھما کر سسٹر صوفیہ کی طرف دیکھا وہ شاید سونے کی کوشش کر رہی تھیں' میں نے بھی آنکھیں بند کر لیں اور اس کے بعد مجھے نیند لانے میں کامیابی حاصل ہو گئی۔

گزرنے والی رات کے بعد پھر وہی صبح اور صبح کے ساتھ ساتھ ایک انوکھے ماحول' ایک اجنبی کیفیت کا وہی انداز' ظاہر ہے کیبن میں وقت نہیں گزارا جا سکتا تھا' پڑے پڑے طبیعت پر شدید بوجھ آ پڑتا تھا۔ صوفیہ بھی میری طرح الجھنوں کا شکار تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو بہلانے کی کوشش کر رہے تھے' لیکن حال اندر سے بالکل مختلف تھا۔ خیر باہر آئے' ماحول کچھ بدلا بدلا سا محسوس ہوا۔

تمام کیبن آباد ہوگئے تھے جبکہ اس دوران زیادہ تر لوگ عرشے پر ہی نظر آیا کرتے تھے۔ لیکن ایک ہی رات میں کافی باقاعدگی پیدا ہوگئی تھی' غالباً اس لئے کہ لوگوں کو زندگی کی امید بندھ گئی تھی۔

کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوسکی' کچھ لوگ عرشے کی صفائی میں مصروف تھے' یہ سب کے سب خلاصی بھی تھے اور جہاز کے مسافر بھی' البتہ تھوڑی دیر کے بعد دور سے انکل ڈیزل آتے ہوئے نظر آئے' وہ ہماری ہی طرف آرہے تھے' ایک لمحے کے اندر میں نے فیصلہ کیا کہ انکل ڈیزل سے خوشگوار موڈ میں بات چیت کروں' وہ قریب آئے تو میں نے مسکرا کر کہا۔

''یوں لگتا ہے انکل جیسے آپ نے اپنے کیبن میں رہتے ہی نہ ہوں' کبھی بھی آپ مجھے اپنے کیبن میں نظر نہیں آئے۔''

میرے ان الفاظ پر انکل ڈیزل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' بولے۔

''ہاں ذمہ داریاں ایک جگہ قدم نہیں لگانے دیتیں' میں جہاز کے پورے ماحول سے واقفیت حاصل کرتا رہتا ہوں۔''

'اس بے چارے شریف آدمی کا کیا ہوا انکل' میری مراد واسکوڈی سے ہے؟''

''بہت بری حالت ہے بے چارے کی' ایک آنکھ سے محروم ہوگیا ہے' نرخرہ بھی خاصا چبا لیا گیا ہے' وہ تو اتفاق کی بات یہ ہے کہ جہاز پر چند اچھے ڈاکٹر موجود ہیں' البتہ یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ بچ نہیں پائے گا' کیونکہ جہاز پر اب اتنے آلات بھی نہیں ہیں کہ اس کے نرخرے کا علاج ہوسکے' ڈاکٹروں کو جو کچھ حاصل ہوسکا ہے وہ اس کا علاج کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

''کسی کی طرف سے کوئی مداخلت تو نہیں ہوئی انکل؟'' میں نے سوال کیا اور ڈیزل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' اس نے تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اچھا سوچتی ہو' نہیں کسی طرف سے کوئی مداخلت نہیں کی گئی اس کے علاج کے سلسلے میں۔''

''اور وہ خوفناک شخص میری مراد گارساں سے ہے۔''

''بڑا عجیب تاثر دیا ہے اس نے' دیکھنے میں ایک خونخوار وحشی نظر آتا ہے' لیکن ایک منتظم اور حکمران قسم کا انسان ہے' بہت ہی ذہانت سے اس نے احکامات نافذ کئے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جہاز کے تقریباً ہی نوجوان مسافر اس سے بھرپور تعاون کر رہے ہیں اور اسے اپنے کاموں میں کوئی دقت نہیں ہو رہی' وہ دیکھو وہاں ناشتے کا بندوبست کیا گیا ہے' احکامات کے مطابق ناشتہ یا کھانا کیبنوں میں نہیں پہنچایا جائے گا بلکہ یہاں آ کر ہر شخص اپنے لئے کھانا حاصل کرسکتا ہے اور کھا سکتا ہے' اس طرح اس نے حکم دیا ہے کہ جو جہاں ہے اور جس جگہ ہے وہاں اپنے اپنے حصے کی صفائی ستھرائی کرانی ہوگی' ایسے ہی احکامات اس کی جانب سے نافذ کئے گئے ہیں اور اب وہ پراطمینان انداز میں جہاز کے انجن روم میں موجود ہے' پورے جہاز میں اسلحہ نام کی جو چیز ملی ہے اسے کپتان کے کیبن میں منتقل کرکے اس نے اپنے دو مسلح آدمیوں کی نگرانی وہاں لگا دی ہے' اس

سلسلے میں اس نے کسی دوسرے پر اعتبار نہیں کیا' اس سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کس قسم کا انسان ہے۔''

''اور انکل' روشاق! وہ تو کھل کر سامنے آ گیا ہے۔''

''روشاق۔'' ڈیزل نے ہونٹ بھینچ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ''میں اس شخص کو بہت پہلے سے نہیں جانتا' میرا مطلب ہے کہ میرا اور اس کا شعبہ یکساں ہے' لیکن میری اس سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی' مجھے عجیب سا احساس ہو رہا ہے اور مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ بے حد شاطر اور بہت ہی تبدیل شدہ انسان ہے' ہم صرف اسے ایک آثار قدیمہ کا ماہر یا مصریات پر اتھارٹی نہیں کہہ سکتے' اس کی ذات میں کچھ ایسی انوکھی قوتیں پوشیدہ ہیں جو ناقابل یقین سی ہیں' میرا خیال ہے ابتدا ہی میں اس نے یہ بھانپ لیا تھا کہ گارساں جہاز پر برتری حاصل کر لے گا' چنانچہ وہ اپنے عمل سے گارساں کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا' خصوصاً اس بلی کا وہ عمل گارساں جیسے لوگوں کو متوجہ کرنے کیلئے بہت اہم تھا اور اب یہ کیفیت ہے کہ روشاق گارساں کی ناک کا بال بنا ہوا ہے۔'' وسکن ڈیزل کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی' اس نے پھر کہا۔

''ہمیں پورے اعتماد کے ساتھ حالات کا انتظار کرنا ہوگا۔''

''ٹھیک ہے انکل میں مستعد ہوں۔'' میں نے کہا اور سسٹر صوفیہ نے چونک کر مجھے دیکھا' غالباً وہ میرے اس نئے موڈ سے حیران ہوئی تھیں' غرض یہ کہ جہاز کے اصولوں کے مطابق پہلے ہم نے اپنے لئے ناشتہ حاصل کیا اور ناشتے سے فارغ ہو کر اپنے کیبن کی طرف چل پڑے۔ کیبن کی صفائی کی خیر سگالی کے طور پر سوچا کہ انکل ڈیزل کے کیبن کی بھی صفائی کر دی جائے لیکن وہاں وہ خود مصروف ملے' تقریباً ان کے کیبن کی صفائی مکمل ہو چکی تھی' ہمیں دیکھ کر مسکرائے اور بولے۔

''اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مصروفیت بہت سے وسوسوں کا علاج ہوتی ہے' تم لوگ بھی مصروفیت میں خود کو بہلا سکتی ہو۔''

''اب کیا کریں انکل' آپ نے تو اپنا کیبن خود ہی صاف کر لیا ہے۔''

''کام بہت سے ہیں' اگر کوئی کام نہ ہو تو جہاز کے ہسپتال میں جا کر نرسنگ کرو' سب سے عمدہ کام ہے۔''

''ارے واہ! زبردست......'' یہ مشورہ مجھے بہت اچھا لگا تھا' وسکن ڈیزل ہمیں خود ہسپتال لے کر چلے گئے۔ ہم اس ہسپتال کو دیکھ کر حیران رہ گئے' بہت سے بستر تھے یہاں سب کے سب بھرے ہوئے تھے' کوئی شدید بخار کے عالم میں ہذیان بک رہا تھا' کوئی زخموں سے کراہ رہا تھا۔ کچھ اس طوفان کی زد میں تھے اور طوفان کے بعد پیدا ہونے والے بحران کے زخمی' ایک بستر پر ہم نے واسکوڈی کو بھی دیکھا' بے ہوش پڑا ہوا تھا' یہ بھی شکر تھا کہ گارساں نے اس سلسلے میں کوئی انتقامی طرز عمل نہیں اختیار کیا تھا' ڈاکٹروں کو اس کا علاج کرنے کی کھلی آزادی تھی اور وہ زیادہ تر اسی پر

مصروف تھے' دوپہر کو عسکری ہمیں تلاش کرتا ہوا آ گیا۔

''دو گھنٹے سے مسلسل تلاش کر رہا ہوں تمہیں' انتہائی مجبور ہو کر انکل ڈیزل سے پوچھنا پڑا تب پتہ چلا کہ تم یہاں ہو' ویسے اچھا مشغلہ ہے جاری رکھو۔''

''تم کیا کر رہے ہو؟'' میں نے طنز سے مسکرا کر پوچھا۔

''بہت سے کام ہیں ویسے مجھے روشاق کی وجہ سے خاص آدمی سمجھا جانے لگا ہے۔'' ''خاص آدمی تو تم ہو۔'' میں نے بدستور اسی انداز میں کہا اور عسکری ہنس پڑا' پھر وہ صوفیہ سے بولا۔''

''نشاء نے اس دوران بہت کچھ سیکھا ہے خاتون صوفیہ' دنیا داری' دنیا سے آزادی' دنیا سازی' مجھ سے نفرت کے باوجود میرے ساتھ گفتگو میں تھوڑی سی لچک اور میں یہ محسوس کرتا رہا ہوں' لیکن خاتون صوفیہ آپ گواہ رہیں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں' اگر وقت آئے اور میں نشاء پر زندگی قربان کر دوں تو انہیں یہ ضرور یاد دلا دیں کہ یہ میں نے کہا تھا اور خاتون صوفیہ اس کیلئے میں جس رنگ میں نظر آؤں جس کے ساتھ نظر آؤں یہ میری مجبوری ہوگی۔'' میں نے یا صوفیہ نے کوئی جواب نہیں دیا' کچھ دیر کے بعد وہ پھر بولا۔

''گارساں کے ساتھ بہترین انجینئر ہیں' انجن ٹھیک ہو جائیں گے' لیکن کمپاس ٹوٹ گئے ہیں اور گارساں کا خیال ہے کہ طوفانی لہریں جہاز کو عام سمندری روٹ سے دور ہٹا لائی ہیں۔ کمپاس کی غیر موجودگی میں جہاز اپنی مرضی سے روٹ پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ اس کا صرف یہ حل ہوگا کہ سمندر میں آگے بڑھتے ہوئے کسی اور جہاز کو تلاش کیا جائے گا' اگر ایسا ہو گیا تو کام بن جائے گا اور......'' وہ خاموش ہوا تو صوفیہ نے سوال کیا۔

''اور اگر نہ ہوا تو؟''

''نہیں خاتون صوفیہ ایسا ضرور ہو جائے گا' اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ سینکڑوں مسافروں کو لے کر سفر کرنے والے جہاز میں ایمرجنسی کیلئے خوراک اور ایندھن کے ذخائر بہت ہی اطمینان بخش ہیں' اس لئے کچھ وقت بے شک لگ جائے گا لیکن کچھ نہ کچھ ضرور ہو جائے گا۔'' اس کے بعد سب خاموش ہو گئے تھے۔

دن گزر گیا' کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا تھا' مغرب کا وقت ہوا تھا' اچانک جہاز میں تھرتھراہٹ ہوئی اور ہلکی ہلکی آوازیں بلند ہونے لگیں' مختلف مشاغل میں مصروف مسافر چونک چونک کر ساکت ہو گئے' سب اس تبدیلی کے بارے میں جاننا چاہتے تھے' پھر چند نوجوان خوشی سے ناچتے ہوئے اوپر آئے' وہ چیخ رہے تھے۔

''انجن ٹھیک ہو گئے' جہاز روانگی کے قابل ہو گیا' گریٹ کیپٹن گارساں نے سینکڑوں انسانوں کی زندگی بچا لی' آپ سب کو مبارک ہو۔''

ہر طرف خوشیاں بکھر گئیں' چہروں کی رونقیں لوٹ آئیں' ہر طرف زندگی بکھر گئی' عرشہ پر جگہ

جگہ رقص ہونے لگے۔

''مائی گاڈ۔'' صوفیہ نے ایک اطمینان بھری سانس لی۔

پھر کپتان گارساں کی طرف سے نئے احکامات صادر ہونے لگے۔ جہاز کے ہوابان اور بیرونی حصے ٹھیک کئے جانے تھے' یہ کام جہاز کے اصل خلاصی کر رہے تھے اور نوجوان ان کی بھرپور معاونت کر رہے تھے۔ رات تک یہ ہنگامی کارروائی جاری رہی' پھر ڈنر کا وقت ہوگیا اور ڈنر کے بعد اعلان ہوگیا کہ عزت مآب جناب گارساں جہاز کے انجنوں کی درستگی سے مطمئن ہوگئے ہیں اور جہاز اب کسی بھی وقت لنگر اٹھا دے گا۔

مسافر اس وقت کیبنوں میں نہیں گئے تھے وہ زندگی کا جشن منا رہے تھے۔ ہم لوگ بھی عرشہ پر تھے' مگر میرے دل میں ایک خیال آیا اس وقت سب لوگ اپنی خوشیوں میں مگن ہیں' کیوں نہ میں مال خانے میں موجود ان تابوتوں کو دوبارہ دیکھوں...... ممکن ہے' ممکن ہے۔''

''یہ خیال اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ میں خود کو باز نہ رکھ سکی۔ لیکن میں تنہا جانا چاہتی تھی' بالکل تنہا۔ سسٹر صوفیہ کو ڈاج دینے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور موقع ملتے ہی میں نے جہاز کے نچلے حصے کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ مجھے راستہ یاد تھا' پہلے جب آئی تھی تو میں نے اسے ذہن نشین کرنے کی کوشش نہیں کی تھی' لیکن اب سب کچھ یاد آ گیا تھا۔

مال خانہ چونکہ رات میں استعمال نہیں ہوتا تھا اس لئے اس وقت یہاں روشنی نہیں ہوتی تھی' البتہ وہ جگہ جہاں تابوت رکھے ہوئے تھے میں نے جگہ دیکھی تھی' چونکہ اس سے جذباتی وابستگی تھی' چنانچہ مجھے وہاں لگے ہوئے روشنی کے بلب بھی یاد تھے اور انہیں روشن کرنے کے سوئچ بھی دیکھے تھے۔ چنانچہ اندھیرے میں ایک ایک قدم سنبھل سنبھل کر چلنے لگی' مال خانے میں نہ جانے کیا کیا بھرا ہوا تھا' بار بار ٹھوکر لگ رہی تھی' اس وقت اس طرف کسی کے آنے کا خطرہ نہیں تھا' لوگ جشن میں مصروف تھے' چنانچہ کوئی مداخلت نہیں ہوئی' گھٹا ٹوپ اندھیرے کے باوجود میں بالکل صحیح جگہ پہنچ گئی' گہرا سناٹا' گہری خاموشی' اتنی کہ مجھے اپنے سانسوں کی آواز تک سنائی دے رہی تھی۔ ذرا سی جنبش آواز بن جاتی تھی۔ اس وقت میری حسیات بھی تیز کام کر رہی تھیں۔ اچانک ایک عجیب سے احساس سے میرے قدم رک گئے' مجھے اپنے سانسوں کی آواز میں کچھ تبدیلی سی لگی۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ اس آواز میں ایک اور آواز بھی شامل ہوگئی ہے' ایک غیر مانوس آواز جیسے میرے علاوہ بھی یہاں اور کوئی موجود ہے۔

تصدیق کیلئے میں نے اچانک سانس روک لی۔ اس کے باوجود مجھے سانسوں کی آواز سنائی دی' لیکن پھر یک دم خاموشی ہوگئی' جیسے کسی کو میرے سانس روکنے کا احساس ہوگیا۔ پوری طرح غور کرنے لگی' ممکن ہے یہ تنہائی کا خوف ہو جو وہم بن گیا ہے۔

میں نے یادداشت پر زور دے کر سوئچ تلاش کئے اور وہ مجھے مل گئے۔ چٹ کی آواز کے

ساتھ ایک بلب روشن ہوگیا۔ روشنی وسیع و عریض مال خانے میں پھیل گئی' میں نے سانس روک کر ان تابوتوں کو تلاش کیا اور وہ مجھے نظر آ گئے' لیکن وہ بند تھے' میرا دل دھاڑ دھاڑ کرنے لگا۔ میں نے آنکھیں زور سے بھینچ کر کھولیں' لیکن جو کچھ میں نے دیکھا وہی تھا۔ تابوت بند تھے' لیکن اب ان میں تالے نہیں لگے ہوئے تھے نہ ہی وہ تالے کہیں آس پاس نظر آ رہے تھے۔ میں دل مضبوط کر کے آگے بڑھی اور تابوتوں کے پاس پہنچ گئی' پھر میں نے کپکپاتے ہاتھوں سے ایک تابوت کا ڈھکن کھول دیا۔

ساری جان آنکھوں میں سمٹ آئی تھی۔ شاید اس وقت میری آنکھیں کچھ دیکھ سکیں' کیا اس کا تعین مجھے خود نہیں تھا' بس ایک احساس تھا۔ لیکن' تابوت خالی تھا۔ اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔

بے اختیار دل سے ایک آہ نکل گئی۔ ایک مایوسی سی دل میں اتر گئی' چند لمحے ایک حیرت کے سے عالم میں گزرے' پھر کسی موہوم سی امید پر دوسرا تابوت کھولا۔ لیکن' وہ بھی خالی تھا' شاید کسی نے یہ خالی تابوت بند کر دیئے تھے۔ میری آنکھیں بھر آئیں' یک جذباتی تاثر کے تحت میں ان تابوتوں میں جھانکتی رہی' پھر میری رندھی آواز ابھری۔

''اور آپ جانتے ہیں کہ یہ تابوت میرے لئے اجنبی نہیں ہیں' کبھی نہیں سوچا کہ آپ میرے پاپا نہیں ہیں' کار چوک کے تحقیقاتی عمل میں' میں بھی کھو گئی' آپ بھی کھو گئے' مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ اس سنہری تابوت میں کون تھی وہ جو بھی تھی' کون مجھے بتائے گا۔ ایک آپ ہی تو تھے جو مجھے میری شناخت دے سکتے تھے' یہ بتا سکتے تھے کہ میری تاریخ کہاں کھو گئی ہے۔ میں کون ہوں' میری ماں کون تھی۔ تاریخ کے پردوں میں کیا چھپا ہوا ہے' نزائلہ سے میرا کیا رشتہ ہے' پاپا آج کون ہے' آپ کو احساس نہیں ہے کہ میں سب سے اجنبی ہوگئی ہوں۔ سب کچھ چھن گیا مجھ سے۔ پاپا آپ بھی مجھ سے چھن گئے۔ آپ کون ہیں' دیکھئے میں کتنی لاوارث ہوگئی ہوں' پاپا مجھے ڈر لگ رہا ہے' میں سمندر کے بیچوں بیچ زندگی کیلئے ترس رہی ہوں' پا...... پا......' پاپا۔ میری سسکیاں ابھرنے لگیں۔

لیکن اچانک کچھ ہوا' کچھ عجیب۔ سامنے رکھے کارٹنوں میں سے ایک چھوٹا سا کارٹن اپنی جگہ سے لڑھک گیا۔ شاید کسی نے گرتے ہوئے کارٹن کو سنبھالا' لیکن وہ نہ سنبھل سکا اور کارٹنوں کی ایک قطار گر گئی اور اس کے عقب میں ایک انسانی سایہ نظر آیا جو ساکت تھا۔

میری سانس جیسے رکنے لگی' وہاں تاریکی تھی جہاں سایہ نظر آ رہا تھا۔ میرے حلق سے بے اختیار رندھی ہوئی آواز نکلی۔

''پاپا۔''

کوئی جواب نہیں ملا' تو میرے اندر ایک عجیب سا غصہ جاگ اٹھا۔ میرے بدن میں شدید گرمی پیدا ہوگئی' میں آپے بڑھ کر دوبارہ سوئچ بورڈ کے پاس پہنچی اور وہاں جتنے سوئچ لگے تھے سب آن کر دیئے تاکہ خوب روشنی پھیل جائے اور میں ابو کو دیکھ سکوں' میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی

تھیں، ہزاروں شکوے دل میں ابھر آئے تھے، نہ جانے کیا کیا کہنے کو دل چاہنے لگا تھا، آنکھوں کے سامنے آنسوؤں کی دیوار آ کھڑی ہوئی تھی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ پاپا اس وقت کسی مشکل میں ہیں۔ بمشکل میں نے دیکھا کہ اس وقت وہ بے نقش نہیں ہیں نہ ہی پٹیوں کا کوئی ڈھیر ہے۔ یہ تو ایک باقاعدہ چہرہ تھا، لیکن یہ چہرہ یہ چہرہ مرے پاپا کا نہیں تھا، یہ چہرہ اجنبی نہیں تھا، یہ...... یہ روشاق تھا، ہاں یہ منحوس چہرہ روشاق کا تھا۔

وہ پتھر کے مجسمے کی طرح ساکت کھڑا تھا۔

کچھ لمحے اس طرح گزر گئے۔ میرا جسم ساکت تھا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، لیکن بصارت جیسے ختم ہوگئی تھی، بس دماغ کی آنکھوں سے میں روشاق کو دیکھ رہی تھی، چند لمحات اس طرح گزر گئے، پھر اچانک روشاق کے بدن میں تحریک ہوئی اور وہ چند قدم آگے بڑھ آیا، پھر اس کی آواز ابھری۔

''نشاء۔ میں تمہارے تعاقب میں یہاں تک آیا ہوں۔ تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے بات کرنا پسند کروگی۔''

میرے لب جیسے ایک دوسرے سے چپک گئے تھے۔ میں ابھی تک ہوش و حواس بحال نہیں کرسکی تھی، ہارون دانش کے بجائے یہ منحوس چہرہ دیکھ کر میرے دل کو شدید دھچکا لگا تھا۔ روشاق خاموش کھڑا تھا۔ وہ میرے جواب کا انتظار کرتا رہا، پھر بولا۔

''میرے بارے میں تمہارے ذہن کو اس قدر زہر آلود کردیا گیا ہے کہ اسے صاف کرنا ایک مشکل کام ہے جبکہ ابھی وہ وقت نہیں رہا کہ تم جان سکو کہ میرا تمہارا رشتہ سب سے قدیم ہے، آشور کی مندر کا بڑا پجاری جو جانتا ہے وہ کوئی نہیں جانتا جبکہ تاریخ کے بیشمار کردار ہمارے درمیان خلا پیدا کرنے کی سر توڑ کوششیں کرتے رہے ہیں، جن میں سب سے پیش پیش احمد جنیدی ہے سمجھیں تم۔ غور کرو احمد جنیدی پر غور کرو۔''

میرے ذہن میں چرخیاں سی چلنے لگیں۔ احمد جنیدی کے بارے میں سب کچھ سوچنے لگی۔ وقت کی کہانی وقت ہی بیان کرتا ہے۔ صد افسوس ہمیں وقت کا انتظار کرنا ہوگا۔

دفعتاً جیسے میری زبان کے تالے کھل گئے۔ بے اختیار میرا دل چاہا کہ اس منحوس شخص سے باتیں کرکے کچھ اور معلوم کروں۔ چنانچہ میں نے کہا۔ ''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر روشاق۔''

''یہ کہ وقت نے اس کہانی کو وقت سے پہلے آگے بڑھا دیا ہے، جس کو وقت پر منظر عام پر آنا تھا۔''

''کہانی۔''

''ہاں۔ اناطوق کی تحریر کردہ کہانی، سبوعہ نابلوس، نزائلہ کی کہانی، آشوانی مندر کی سب سے خوبصورت پجارن کی کہانی۔''

''ایک بات بتاؤ گے روشاق۔''

''ہاں۔ پوچھو! شاید تمہارا دل میری طرف سے صاف ہو جائے۔''

''تم لوگ آستوانی مذہب کی تلاش میں تیونس گئے تھے۔''

''ہاں۔''

''مائیکل جون اور امیر الحسنات بھی تمہارے ساتھ تھے۔''

''ہاں' بالکل۔''

''وہ دونوں کہاں گئے۔''

''ان کا تاریخ مصر سے کوئی تعلق نہیں تھا۔''

''پھر وہ کیوں وہاں گئے تھے؟''

''خزانوں کی تلاش میں۔''

''کیا کارچوک کی پہاڑیوں میں کوئی خزانہ موجود تھا۔''

''دونوں بیوقوف اسے زروجواہر کا خزانہ سمجھتے تھے' لیکن وہاں جو خزانہ مدفون تھا وہ تاریخ مصر کے کچھ گم گشتہ باب تھے۔''

''وہ دونوں اس بات کو نہیں جانتے تھے۔''

''نہیں۔''

''اور...... اور پاپا......؟''

''ہارون دانش تو اس خزانے کی چابی تھے۔ ہم دونوں اصلیت سے واقف تھے اور بس۔''

''پھر کیا ہوا۔''

''وہی جو ہوتا ہے۔''

''یعنی؟''

''انسان کی فطری خودغرضی' ہم دو آشنا' ایک دوسرے سے منحرف ہو گئے' میں دانش ہارون کے ساتھ مل کر تاریخ کے ایک عقدے کو حل کرنا چاہتا تھا' لیکن ہارون دانش کے دل میں بے ایمانی آ گئی' خاص طور سے اس لاش کو دیکھ کر جو...... تمہاری ہم شکل تھی۔''

''کیوں......؟''

''اس سوال کا جواب ممکن نہیں ہے بے بی۔''

''تم اس لاش کو لے کر غائب ہو گئے۔''

''مجبوری تھی۔ ہارون دانش بھی یہی کرتے' تم نے بہت سے سوالات کر لئے۔ میں جس حد تک تمہیں بتا سکتا تھا بتا دیا۔''

''مگر میں کچھ اور پوچھنا چاہتی ہوں۔''

''بتا سکا تو ضرور بتاؤں گا۔''

''میں کون ہوں۔ میرے ماں باپ کون تھے۔ وہ لاش میری ہمشکل کیوں تھی' میری شخصیت ایک پراسرار سحر میں کیوں لپٹی ہوئی ہے۔''

روشاق ہنس پڑا' پھر بولا۔ ''اس کے بعد اور کیا رہ جاتا ہے۔ افسوس میں ان میں سے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ ہاں تم چاہو تو میں وقت کے سفر میں تمہاری مدد کرسکتا ہوں۔''

میں طنزیہ انداز میں ہنسی' پھر میں نے کہا۔ ''آپ صرف میری مدد کیلئے میرا تعاقب کر رہے ہیں اس جہاز پر میری وجہ سے موجود ہیں۔''

''ان میں کوئی شک نہیں ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں' لیکن اس میں میرا مفاد بھی ہے۔''

''وہ خوفناک بلی آپ کی ملکیت ہے؟''

''بلی۔'' وہ عجیب سے لہجے میں بولا'' تم اسے بلی کہہ دو' لیکن وہ ایک عظیم کردار ہے جو ہمارے ساتھ تاریخ کی اہم ترین سچائیوں کی کھوج میں میرا ساتھ دے رہی ہے' وہ سچائیاں جو تاریخ کے اوراق میں گم ہوگئی ہیں۔''

''واہ! بڑے انوکھے کردار ہیں تمہارے ساتھ۔ یہ کردار کس...... کا ہے جس نے احمر جنیدی کو موت سے ہمکنار کرنے میں کسر نہیں چھوڑی تھی۔''

''وہ ایک وارننگ تھی' اس کیلئے کیونکہ وہ بہت بلند پرواز کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔''

''اور اسی عظیم کردار نے میرے ایک ملازم کو زخمی کر دیا تھا۔''

''وہ مجبوری تھی۔''

''اور۔ اور آخر میں آپ نے اے کے ہمدانی کو زندہ درگور کر دیا۔''

''رب آسوس کی قسم۔ ڈوبتے چاند کی راتوں کی قسم۔ سب سے آخر میں ڈوبنے والے ستارے کی قسم ہمدانی کے ساتھ یہ سلوک میں نے نہیں کیا تھا۔''

''تو پھر......''

''یہ احمر جنیدی نے کیا تھا۔ وہ تمہارا ذہن میرے خلاف کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے جبکہ تم میرے سب سے قریب ہو۔'' روشاق کی آواز غضبناک ہوگئی اور میرے ذہن میں شدید سنسنی ہونے لگی۔ بڑا حیرتناک انکشاف تھا' لیکن اس سے زیادہ سنسنی خیز وہ قسمیں تھیں جو روشاق نے کھائی تھیں' میرا ذہن بھٹک گیا' مجھے اپنے چاروں طرف گھنٹے اور ناقوس بجنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ان کے درمیان ایک آواز بلند ہو رہی تھی۔

''تقدیس ہو رب آسوس کی۔''

''ڈوبتے چاند کی مقدس راتوں کی۔''

''محافظ ستارے کی جو روشنی کیلئے قربانی دیتا ہے۔''

''تقدیس ہو' تقدیس ہو' تقدیس ہو۔''

ایک عجیب سی گونج پیدا ہوگئی تھی' اس دوران میری نگاہیں روشاق کی طرف اٹھ گئیں' جو بڑے پراسرار انداز میں مستعد ہو رہا تھا جیسے میری کیفیت کو سمجھ رہا ہو۔ میں ایک جھٹکے سے اس سحر سے نکل آئی' پھر میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے کہا۔

''وہ کتابیں کہاں ہیں۔''

''سو فیصدی احمر جنیدی کے قبضے میں ہیں۔'' میں تم سے آخری بات کہنا چاہتا ہوں بے بی۔''

''ہاں۔ کہو۔'' میں اب پوری طرح سنبھل گئی تھی۔

''دیکھو' کبھی کبھی وہ سب سے بڑا دوست ثابت ہوتا ہے جسے سب سے بڑا دشمن سمجھا جاتا ہے۔ میں تمہیں پیشکش کرتا ہوں کہ مجھ پر بھروسہ کرو' مجھ سے تعاون کرو' میں تمہیں تمہاری منزل تک پہنچاؤں گا' لیکن تمہیں پورے خلوص سے مجھے تسلیم کرنا ہوگا۔''

بڑی انوکھی پیشکش تھی' سب سے بڑے دشمن کی' اس شخص نے تو ساری مشکلات پیدا کی تھیں' اس کی باتوں پر یقین کیسے کیا جا سکتا ہے جبکہ یہی ساری مصیبتوں کی جڑ تھا' کیسے کیسے انوکھے انکشاف کئے تھے اس نے۔ سب سے زیادہ سنسنی خیز یہ کہ ہمدانی صاحب کا وہ حشر احمر جنیدی نے کیا ہے' احمر جنیدی کے بارے میں خواب میں بھی یہ نہیں سوچا جا سکتا تھا۔

''یہی تو افسوس ہے بی بی۔'' ان لوگوں کو تمہارے سلسلے میں مجھ پر برتری حاصل ہوگئی ہے۔ روشاق نے کہا اور میں بھونچکی رہ گئی۔ ''انہوں نے تمہیں ٹریپ کرلیا ہے' انہوں نے تمہیں یقین دلا دیا ہے کہ میں تمہارا دشمن ہوں۔''

پراسرار روشاق میری سوچوں سے واقف ہو رہا تھا' اس نے پھر مجھ پر بم مارا اور بولا۔

''یہ صرف چہرہ شناسی ہے' قوت مشاہدہ ہے' خیر میں نے تمہیں سوچنے کی دعوت دے دی ہے' فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔ یہاں ایک بات ضرور کہوں گا فیصلہ اپنی ذات سے کرنا ہے' خاص طور سے وسکن ڈیزل کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ میرے سلسلے میں اس سے مشورہ کروگی تو وہ تمہارا ذہن اور بھٹکا دے گا۔ اگر فیصلہ میرے حق میں کرو تو مجھ سے میرے کیبن میں ملنا۔ نمبر تمہیں بتائے دے رہا ہوں' جہاں میں دوسرے نام سے مقیم ہوں اور اگر دل میری پیشکش کو قبول نہ کرے تو کوئی بات نہیں۔ وقت خود سارے فیصلے کرے گا' میں چلتا ہوں اور جاتے جاتے تمہیں ایک خوشخبری سنا دوں۔''

''خوشخبری۔''

''ہاں۔ شاید تمہیں احمر جنیدی کے بارے میں معلوم ہو۔''

''کیا......!''

''یہی کہ وہ بھی جہاز پر موجود ہے۔''

''کیا...... میں اچھل پڑی۔''

''ہاں۔ کیبن نمبر نو سو بیس میں وہ عدنان ثنائی کے ساتھ موجود ہے۔ چلتا ہوں۔'' وہ وہاں سے

آگے بڑھ گیا' لیکن میں بری طرح چکرائی ہوئی تھی۔ میرے خدا یہ سب کیا ہے' مسٹر ڈیزل تو اچھی دانست میں بڑی رازداری سے یہ سفر کر رہے تھے اور اپنی سوچ کے مطابق انہوں نے سب کو ڈاج دے دیا تھا' لیکن یہاں تو سب اس جہاز میں جمع ہو گئے تھے اور حیرت کی بات ہے کہ اب تک سب اپنے آپ کو ایک دوسرے سے چھپائے ہوئے تھے۔ اس ہنگامے میں جبکہ سب موت و زیست کی کشمکش کا شکار تھے وہ سامنے نہیں آئے تھے۔

ایک بار پھر میری نظریں ان تابوتوں کی طرف اٹھ گئیں اور بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔ ''پاپا' کیا سچ مچ آپ بھی میرے پاپا نہیں ہیں۔ اگر آج میرے پاپا ہوتے تو مجھے اس طرح مشکلات میں میرا ساتھ نہ چھوڑتے۔ کچھ تو بتایئے میں کیا کروں۔ میں نے تو ہوش سنبھالنے کے بعد آپ کو ہی اپنا پاپا سمجھا ہے' کچھ تو میری مدد کریں' اتنا ہی بتا دیں کہ میں کون ہوں' آپ تو میرے ماضی کو بھی مجھ سے چھین رہے ہیں پاپا۔ میرے سامنے کوئی راستہ نہیں ہے' ماں باپ تو زندگی کے رہبر ہوتے ہیں' لیکن نہ میری ماں ہے اور نہ آپ میرے پاپا۔''

میں کسی جذبات عمل کا انتظار کرتی رہی' پھر مایوس ہو کر میں نے روشنیاں بجھا دیں اور وہاں سے واپسی کیلئے قدم اٹھا دیئے' دل میں آرزو تھی کہ کوئی آواز دے' کوئی پکارے۔ ''رک جاؤ نشاء' رکو' میری بات سنو' تم تنہا نہیں ہو' میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

لیکن کوئی آواز نہیں سنائی دی اور میں باہر نکل آئی۔

خود کو زندگی کے جھوٹ کا احساس دلانے والے مسلسل مصروف تھے' انہیں موت کے اندھیروں میں زندگی کا فریب نظر آ رہا تھا' وہ زندگی کی خوشی سے سرشار تھے۔ سارے وجود پر ایک اضمحلال' ایک تھکن کا احساس طاری تھا' صوفیہ کہ جانے کہاں تھی' اس لئے سیدھی اپنے کیبن کی طرف چل پڑی' یہ خیال بھی تھا کہ شاید صوفیہ کیبن میں چلی گئی ہو' لیکن وہ نہیں تھی۔

بستر پر دراز ہو گئی' سارا کیبن ہل رہا تھا' ایک عجیب سی گھبراہٹ دل پر طاری تھی' جس وقت پاپا کے ساتھ ان کے ریسرچ ورک میں ساتھ ہوتی تھی ایک طمانیت' ایک اعتماد زندگی پر تھا' ماں نہیں تھی' آیا ندیمہ تھیں جنہوں نے کبھی ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دی تھی' لیکن اب میرا کوئی پرسان حال نہیں تھا۔

روشاق نے میرے ماضی کے بارے میں ہر سوال ٹال دیا تھا۔ وہ انوکھی مخلوق تھا اور انتہائی پراسرار اور عجیب۔ اس کے علاوہ اس نے احمر جنیدی کے بارے میں جو انکشافات کئے تھے کیا وہ سچ تھے۔ احمر جنیدی کی حرکات بھی کافی مشکوک تھیں۔ وہ چوروں کی طرح پاپا کی لائبریری میں داخل ہوا تھا' میرے بارے میں اس نے کافی چھان بین کی تھی اور کیا واقعی انکل ہمدانی کو احمر جنیدی نے اس حال کو پہنچایا تھا۔ کیا احمر جنیدی یہ عمل کر سکتے ہیں اور پھر یہ بھی کہ کیا وہ سچ مچ مارشل پر موجود ہے۔ وہ بھی اور عدنان ثنائی بھی۔ میرے خدا' حالات آگے پراسرار بھی ہو سکتے ہیں' انکل ڈیزل تک کو یہ پتہ

نہیں چل سکا کہ وہ ان سب کے ہاتھوں بری طرح بیوقوف بنے ہیں اور اپنے عمل میں بری طرح ناکام رہے ہیں۔

اچانک ہی کیبن کے دروازے پر آہٹ ابھری اور میں نے چونک کر ادھر دیکھا' صوفیہ اندر داخل ہوئی تھی۔

''اوہ! خدا کا شکر ہے' تم یہاں موجود ہو۔'' انہوں نے کہا۔

''کیوں سسٹر۔''

''ارے بابا میرا تو خون خشک ہو گیا تھا۔''

''آیئے بیٹھیے۔ آپ واقعی پریشان نظر آ رہی ہیں۔'' میں نے کہا اور وہ تھکی تھکی بیٹھ گئیں۔

''بار بار کیبن کے چکر لگا چکی ہوں' عرشے کے آخری کونے تک آنکھیں پھاڑ چکی ہوں' کہاں چلی گئی تھیں تم۔''

''آپ باہر تو نہیں جائیں گی۔''

''کیوں......؟''

''ایسے ہی پوچھ رہی ہوں۔''

''کیا کروں گی باہر جا کر' لوگ شراب پی کر بدمست ہو رہے ہیں۔''

''ہاں' زندگی ایسی ہی چیز ہے۔''

''مگر تم کہاں جا چھپی تھی؟'' وہ اپنے بستر پر دراز ہو گئیں اور میں انہیں دیکھنے لگیں' ان سے کچھ چھپانا دانشمندی نہیں تھی' کیونکہ وہ میری وجہ سے خوار ہو رہی تھیں۔''

''میں جہاز کے مال خانے میں گئی تھی۔''

''کہاں؟ صوفیہ کے شاید میرے الفاظ ٹھیک نہیں سنے تھے۔

''جہاز کے تہہ خانے میں۔''

''تہہ خانے میں؟''

''ہاں۔ جہاں وہ تابوت رکھے ہوئے ہیں۔''

''کیا!!'' صوفیہ بے اختیار اپنی تھکن بھول کر اچھل کر بستر پر بیٹھ گئی۔

''ہاں' میں وہاں گئی تھی' اپنے پاپا کی تلاش میں۔''

''تو پھر۔'' صوفیہ کی آنکھیں پھٹی رہ گئی تھیں۔

''پاپا نہیں ملے' لیکن۔''

''جلدی بولو۔''

''وہاں مجھے روشاق مل گیا جبکہ دونوں تابوت خالی تھے۔''

صوفیہ کے حلق سے سسکی جیسی آواز نکلی تھی' میں نے صوفیہ کو اپنے اور روشاق کے درمیان ہونے

والی باتیں صوفیہ کو بتائیں' احمر جنیدی کے بارے میں بتایا تو سسٹر صوفیہ کا چہرہ کاغذ کی طرح سفید ہو گیا' کچھ لمحے خاموش رہ کر اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

''کیا ضروری ہے کہ وہ سچ بول رہا ہو اور دوسری بات یہ کہ ہم نے جہاز کے سارے مسافروں کو دیکھا ہے' وہ کیوں نہیں نظر آیا جبکہ خود روشاق بھی خود کو نہیں چھپا سکا۔''

''اس نے مجھے اس کے کیبن کا نمبر بھی بتایا ہے اور عدنان ثنائی کے بارے میں بھی جو اس کیبن میں اس کے ساتھ ہیں۔ عدنان ثنائی کی تفصیل بھی آپ کو بتا چکی ہوں۔''

''میرے خدا۔'' صوفیہ نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ کچھ دیر اسی طرح بیٹھی رہی' پھر چونک کر بولی۔ ''کیا عسکری نے بھی اسے نہیں دیکھا۔''

''میں نہیں کہہ سکتی۔''

''وہ لمحے لمحے ہمیں باخبر رکھ رہا ہے' ہوسکتا ہے اسے معلوم نہ ہو۔ ویسے نشاء تم بتاؤ' کیا احمر جنیدی ہمدانی صاحب کے ساتھ یہ درندگی کرسکتا ہے' کیا وہ اس طرح کا انسان ہے تم نے تو اسے دیکھا ہے۔''

''میں کیا کہوں سسٹر۔ انحراف کرتی ہوں مجھے انسان شناسی نہیں آتی۔''

''میرا خیال ہے روشاق ہمیں فریب دے رہا ہے۔''

''ہوسکتا ہے۔''

''مگر اب کیا کریں۔''

''میرے ذہن میں کچھ نہیں آرہا۔'' میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور صوفیہ سوچ میں ڈوب گئی' پھر بولی۔

''نیو لائن کے پراسرار بنگلے میں جو کچھ ہوا اور اس کے بعد ہمیں سپین جانے کا مشورہ دیا گیا۔ اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔''

''میں بالکل مطمئن ہوں سسٹر۔''

''ایک بات پوچھوں نشاء...... برا تو نہیں مانو گی۔''

''نہیں۔''

''اب تک جو کچھ ہوا ہے تمہارے خیال میں وہ سب نیک نیتی پر مبنی ہے۔''

''یعنی۔''

''تمہیں یقین ہے کہ وہ ہارون دانش ہی تھے۔''

''کون......؟''

''جو ہمیں نیو لائن میں ملے تھے۔''

''وہاں سسٹر۔''

''سنو نشاء۔ کبھی کبھی دل کے فیصلے عقل کے فیصلوں پر سبقت لے جاتے ہیں' میں اس سے منحرف نہیں ہوں۔ اگر ہارون دانش صاحب نے تمہیں سپین بھیجا اور وسکن ڈیزل پر بھروسہ کیا تو ہمارے نئے انکل ڈیزل ہی سب سے بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ فرض کرو اگر احمر جنیدی شاطر ہے اور کوئی گہرا کھیل' کھیل رہا ہے تو دانش صاحب تمہیں روشاق کا سہارا لینے کیلئے بھی کہہ سکتے تھے۔''

میں کچھ لمحے صوفیہ کی بات سمجھنے کی کوشش کرتی رہی' پھر ایک دم بات سمجھ میں آ گئی' صوفیہ بے دور کی کوڑی لائی تھی۔ میرے ذہن سے ایک بوجھ ہٹ گیا' واقعی ایسا ہو سکتا ہے۔

''لیکن اس کے باوجود ہمیں ایک گوشہ خالی رکھنا ضروری ہے۔''

''وہ کیا؟''

''ممکن ہے احمر جنیدی یہاں موجود ہو' میرے خیال میں اب ہمیں سب سے پہلا کام یہ کرنا ہے کہ یہ ساری باتیں انکل ڈیزل کو بتا دیں۔''

''بات خطرناک نہ ہو جائے۔''

''ہم جن خطرات سے گھرے ہوئے ہیں وہ کم ہیں کیا' ایک اور خطرہ پیش آنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ویسے میں ایک پیش گوئی کروں۔''

''ہوں۔''

''روشاق اب تمہارے اردگرد چکرائے گا' وہ بے دھڑک تم سے ملاقاتیں کرے گا۔ تمہیں کوئی خاص بات نہیں کرنی اس سے' ہر جواب انکل کے مشورے سے دینا ہے' کوئی غیر ضروری بات نہیں کرنی اس سے۔''

''ٹھیک ہے سسٹر۔ اب کیا کریں۔''

''میں انکل ڈیزل کو تلاش کر کے لاتی ہوں۔''

''او کے......'' میں نے کہا اور صوفیہ باہر چلی گئی' لیکن میرے ذہن میں شدید الجھن پیدا ہو گئی' روشاق نے کچھ باتیں ایسی کہی تھیں جن کا علم میرے سوا کسی کو نہیں تھا' آشوانی مندر کی پجارن' سبوعہ اور نزائلہ یہ باتیں روشاق جانتا تھا اور کوئی نہیں۔ وہ سب سے زیادہ پراسرار اور واقف شخصیت ہے' اگر اسے اغراض ہوا......تو......''

انکل ڈیزل شاید آسانی سے صوفیہ کو مل گئے تھے' کچھ لمحوں کے بعد ہی وہ دونوں کیبن میں داخل ہو گئے۔

''ہیلو نشاء......کیا ہنگامے ہو رہے ہیں۔''

''آپ کیلئے دلچسپ کہانیاں تیار ہیں انکل۔''

''اوہ......گڈ' کیا کہانی ہے بھئی۔''

''میں بتا دوں نشاء......؟'' صوفیہ نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ تب صوفیہ نے پوری داستان من وعن سنا دی اور خود انکل ڈیزل حیران رہ گئے۔ کچھ دیر خاموش رہ کر انہوں نے کہا۔

''میرے خدا۔ ہوشربا کہانی ہے۔ ہم نے تو بری طرح مار کھائی ہے' جہاز پر اتنا بڑا اجتماع ہے اور ہمیں خبر بھی نہیں۔ احمر جنیدی اور عدنان ثنائی پر ہے۔''

''اب ہم کیا کریں انکل۔'' میں نے پوچھا۔

وسکن ڈیزل کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ انہوں نے پرخیال لہجے میں کہا۔

''میرے خیال میں روشاق سے غلطی ہوگئی۔''

''کیسے......؟'' صوفیہ نے چونک کر پوچھا۔

''ہم اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔'' ڈیزل پرخیال انداز میں بولے۔

''بتایئے انکل اب ہم کیا کریں۔''

''ہمیں ان حالات میں کچھ اور کرنا ہوگا' عمدہ موقع ہاتھ آیا ہے۔''

''پلیز...... کچھ بتایئے انکل۔''

''سنو نشاء تم روشاق سے ملو' اپنے آپ کو اس کے اعتماد میں دے دو۔ اسے پوری تفصیل بتاؤ' نیو لائن والے گھر کے بارے میں بھی۔ البتہ چند باتیں صیغہ راز میں رہیں۔''

''وہ کیا انکل۔''

''نیو لائن والے گھر میں تم نے جو تابوت دیکھے تھے ان میں دو ممیاں تھیں' لیکن بے جان' ان میں کوئی تحریک نہیں تھی۔''

''اوہ' لیکن انکل' اس عورت کی شکل میں روشاق اور اس کی بلی۔''

''مجھے یاد ہے' لیکن تم فکر مت کرو اور ہاں سپین آنے کے بارے میں تم اسے بتا سکتی ہو کہ تمہیں ایک کال کے ذریعہ اس کی ہدایت ملی تھی جو ہارون دانش کی آواز میں تھی۔ مزید یہ کہ تم مجھ سے بیزاری کا اظہار بھی کرو۔''

''انکل میں اس سے خوفزدہ ہوں۔''

''نہیں میری جان' بالکل فکر مت کرو۔'' میں تمہیں بتاؤں وہ بہت چالاک ہے' اس لئے گارساں کو شیشے میں اتار کر خود کو محفوظ کرلیا ہے' اس بات کا خاص طور سے ذہن میں رکھنا ہے۔''

''مجھے بتایئے انکل۔''

''کیا......''

''میں کل اس سے ملوں۔''

''ہاں ضروری ہے۔''

''اور احمر جنیدی؟''

''ابھی اس پر غور نہ کرو۔ اسے میں دیکھوں گا۔'' وسکن ڈیزل تھوڑی دیر تک میرے پاس رکے' پھر جانے کیلئے اٹھ گئے۔

''میں چلتا ہوں بے بی' ویسے میرا خیال ہے کہ گارساں بہت جلد جہاز کی روانگی کا اعلان کردے گا۔''

دوسری صبح میں بہت دیر تک سوتی رہی تھی۔ میں اور سسٹر صوفیہ دونوں ساتھ ہی جاگے تھے' میں واش روم سے فارغ ہوئی تو صوفیہ واش روم چلی گئیں' ابھی وہ باہر ہی آئی تھیں کہ کیبن کے دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو ایک نوجوان نظر آیا۔ اس کے پیچھے کوئی اور بھی تھا۔

''ناشتہ لے لیجئے میڈم' کیا آپ اس کیبن میں تنہا ہیں۔'' اس نے کہا۔

''نہیں' ہم دو ہیں' میں اور میری ساتھی۔''

''وہ بھی خاتون ہیں۔''

''ہاں!''

''براہ کرم اپنا نام بتا دیں' کیپٹن گارساں سروے کر رہے ہیں تا کہ سفر کرنے والوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔''

میں نے اپنا اور صوفیہ کا نام بتایا جو اس نے کیبن نمبر کے ساتھ نوٹ کرلیا' پھر میں نے پوچھا۔

''آپ کون ہیں؟''

''میرا نام فلپ مورگن ہے۔ میں بھی جہاز کا مسافر ہوں' لیکن ہم رضا کارانہ طور پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔''

''کیا خواتین کو بھی ذمہ داریاں دی گئی ہیں۔''

''کپتان گارساں کا کہنا ہے کہ یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے۔''

''شکریہ۔'' میں نے کہا اور ناشتہ لے کر رکھ لیا۔ ناشتہ کرتے ہوئے میں نے صوفیہ کو اس بارے میں تفصیل سنائی تو وہ پھیکے انداز میں مسکرا دی' پھر بولی۔

''سب لوگ کتنے خوش ہیں نشاء زندگی کتنی عجیب ہوتی ہے۔''

''وہ تو ہے سسٹر اس وقت آپ یہ کس لئے کہہ رہی ہیں۔''

''جہاز کے انجن ٹھیک ہوتے ہیں لیکن کمپاس ٹوٹ گئے ہیں' کوئی منزل' کوئی راستہ نہیں ہے جہاز کہاں جائے گا۔ آگے آگے کیا ہوگا کچھ معلوم نہیں۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں' لیکن ایک اور بات ہے۔''

''وہ کیا۔''

''اس وقت کا کپتان بحری قزاق ہے' سمندروں کا کیڑا' ممکن ہے وہ راستہ تلاش کرلے۔''

''ہاں' اچھا سوچا تم نے۔ صوفیہ نے انحراف کیا۔ ناشتے سے فارغ ہوکر ہم نے فیصلہ کیا کہ

عرشے پر چلا جائے۔ مختصر تیاریوں کے بعد ہم عرشہ پر چل پڑے' یہاں خوب رونق تھی' نوجوان بڑی مستعدی سے سارے کام کر رہے تھے۔ برج آباد تھا۔ گارساں کے ساتھی جہاز کے افسران کی وردیاں پہنے سارے امور کی نگرانی کر رہے تھے۔ ہم لوگ ہسپتال کی طرف چل پڑے۔ ہر جگہ شاندار کارکردگی کا مظاہرہ ہوا تھا' جہاز بالکل پہلے جیسی شکل میں نظر آ رہا تھا۔

سسٹر صوفیہ نے متاثر لہجے میں کہا۔

''دیکھ رہی ہو' کیا شاندار کام ہو رہا ہے جبکہ جب وہ قیدی کی شکل میں نظر آیا تھا تو ایک وحشی درندہ نظر آ رہا تھا۔

''ہاں......!'' میں نے تھکی تھکی آواز میں کہا اور مسٹر صوفیہ چونک کر مجھے دیکھنے لگیں' پھر بولیں۔

''کیا بات ہے' طبیعت تو ٹھیک ہے۔''

''ہاں بس ایک عجیب سا احساس ہوا ہے' آخر انسان کیا ہے' میں نیا کو کیوں نہیں سمجھ پاتی سسٹر؟''

''واقعی سب کچھ بہت عجیب ہے۔'' صوفیہ نے الجھے لہجے میں کہا۔ ہم ہسپتال کا جائزہ لیتے رہے۔ بلی کا شکار افسر بدستور زیر علاج تھا' اس کے ساتھی اس کی نگہداشت کر رہے تھے' پھر ہماری نگاہ انکل ڈیزل پر پڑی' وہ بھی وہیں موجود تھے' ہم ان کے پاس پہنچ گئے' وہ ہمیں دیکھ کر مسکرائے۔

''کیوں کیا محسوس کر رہی ہو؟''

''عجیب۔''

''ہاں' سب کچھ عجیب ہے۔ واسکوڈی گو دیکھا۔

''جی۔ کیسا ہے وہ۔''

''بہتر ہے' وہ کہتا ہے کہ اسے گارساں نے نہیں ایک کمینے مسافر نے نقصان پہنچایا ہے اور اب وہ روشاق کا دشمن بن چکا ہے۔

''جہاز کب روانہ ہوگا انکل؟''

''میرا خیال ہے زیادہ دیر نہیں' گارساں واقعی اعلیٰ درجے کا کپتان اور انجینئر ہے۔ اس نے نئے لاؤڈ سپیکر لگوائے ہیں' جن پر وہ روانگی کا اعلان کرے گا۔''

''اور کوئی خاص بات انکل۔''

''ہاں ہے۔'' ڈیزل نے کہا اور ہم چونک پڑے' ڈیزل نے کہا۔'' کیبن نمبر نو سو بیس میں احمر جنیدی اور عدنان ثنائی موجود ہیں۔ عدنان ثنائی لنگڑا رہے ہیں ناں۔''

''ہاں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔''

''دونوں موجود ہیں' ہاں تم روشاق سے دوبارہ کب ملو گے۔''

''جب آپ کہیں۔''

''جلدی نہ کرو۔ انتظار کرو کہ وہ خود تم سے رجوع کرے۔ ہاں اور اگر وہ کوئی پیشکش کرے تو قبول کر لینا۔ تھوڑا سا انتظار کرو۔''

''ٹھیک ہے انکل۔''

دن کو سوا گیارہ بجے کے قریب جہاز میں ایک اجنبی آواز ابھری اور تھرتھراہٹ پیدا ہوگئی۔ اس کے انجن سٹارٹ ہو گئے' پھر لنگر اٹھائے جانے لگے۔ اس کے ساتھ ہی سپیکروں پر گارساں کی آواز ابھری۔

''جہاز کے معزز مسافروں کو زندگی کی مبارکباد' مارشل اپنے سفر کا آغاز کر رہا ہے' اپنا تعاون اسی طرح جاری رکھیں اور میرے بتائے ہوئے اصولوں پر قائم رہیں' جو ذمہ داریاں آپ کو دی گئی ہیں انہیں انجام دیتے رہیں' آپ کا کپتان آپ کو آپ کی منزل تک پہنچائے گا' شکریہ۔

مسافر خوشی سے ناچنے لگے۔ موسم خوشگوار تھا' دھوپ نکلی ہوئی تھی' دور سے ہمیں عسکری نظر آیا اور نہ جانے کیوں مجھے ہنسی آگئی' صوفیہ نے چونک کر مجھے' پھر میری نظروں کا تعاقب کر کے عسکری کو دیکھا' پھر بولیں۔

''کیا ہوں۔ کیوں ہنسی آئی؟''

''بہت سی باتوں پر سسٹر...... مارشل پر کتنی کہانیاں بکھری ہوئی ہیں۔ صرف ایک اکیلی اندھے پن میں سفر کر رہی ہوں' کچھ نہیں جانتی۔ آپ اخلاق کی قیدی ہیں اور یہ بہت سے سرپھرے' سرزمین مصر کے سرشتہ رازوں کی نقاب کشائی اور عسکری کاروباری عاشق' دولت کی ہوس کا شکار' انکل ڈیزل اور...... اور نہ جانے کیا کیا۔

✣✣✣

یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے نہ جانے کیوں میرے ذہن سے ایک لہر سی گزر گئی' مجھے ایک لمحے کے لئے عجیب سا احساس ہوا تھا۔تلواروں کی کھنک' انسانوں کے شور کی آوازیں' ناقابل فہم نعرے' ناقابل فہم کام۔

''تبھی صوفیہ کی آواز ابھری۔''نشاء جان۔

''جی......''میں چونک پڑی' اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتی عسکری ہمارے پاس پہنچ گیا۔

''ہیلو خواتین۔آپ کو خوش دیکھ کر مجھے خوشی ہو رہی ہے۔''

''آپ کو خوشی نہیں ہے؟''

''مجھے......''عسکری نے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی اور خاموش ہو گیا۔میرے دل میں نفرت کی ایک لہر اٹھی تھی۔اس کا انداز مجھے سخت ناگوار گزرا۔پہلے یہ مشکل سے ہی اس سے گفتگو کرتا ہوگا' اداکار کہیں کا۔صوفیہ نے صورت حال سنبھال لی۔شاید اسے میری کیفیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔

''کوئی خاص خبر مسٹر عسکری۔''

''ابھی کوئی نہیں۔''

''میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔''

میرے اچانک الفاظ اور سنجیدگی نے نہ صرف عسکری بلکہ صوفیہ کو بھی چونکا دیا۔اس نے مجھے دیکھا' پھر جلدی سے بولی۔

''اوہ۔تم بات کرو۔'' اس نے کہا اور وہاں سے دور چلی گئی۔عسکری کسی قدر تعجب سے مجھے دیکھ رہا تھا۔پھر اس نے حلق صاف کر کے کہا۔

''جی مس نشاء۔''

''مسٹر روشاق نے آپ کو مجھ سے ملاقات کے بارے میں بتایا۔''

''ملاقات......؟ یہاں...... جہاز پر؟''

''اس کا مطلب ہے کہ نہیں۔''

''خدا کی قسم بالکل نہیں۔لیکن کب......کہاں؟''

میں نے اسے اس ملاقات کے بارے میں تفصیل بتائی۔احمر جنیدی اور عدنان ثنائی کے بارے میں سن کر وہ دنگ رہ گیا۔کچھ دیر تک وہ حیرت میں ڈوبا رہا' پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر نڈھال سے لہجے میں بولا۔''تم مجھ پر یقین کر سکو گی نشاء۔''

''بولو۔''

''مجھے بالکل نہیں معلوم' لیکن کچھ نئے خیالات میرے ذہن میں آ رہے ہیں یعنی احمر جنیدی اتنا کمزور نہیں ہے' بس وہ اخلاق کا شکار ہو گیا تھا۔ اگر روشاق نے سچ بولا ہے تو اس سے زیادہ خوفناک بات اور کوئی نہیں ہے۔''

''کیا مطلب۔''

''اسے کے ہمدانی کا جو حشر ہوا۔میرے خدا۔''

''روشاق نے آپ کو کچھ بھی نہیں بتایا۔''

''اب میں تم سے جھوٹ نہیں بولتا نشاء۔''

''اب......''میرا لہجہ خود بخود طنزیہ ہو گیا۔

''ہاں۔اب۔''عسکری تلخ لہجے میں بولا۔

''پچھلی رات کے بعد سے ملے ہو اس سے۔''

''نہیں۔لیکن۔اس نے کبھی مجھ سے احمر جنیدی کا تذکرہ نہیں کیا۔ویسے نشاء میرے ساتھ بہت برا ہوا ہے' اسے کہتے ہیں کہ دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔''

''مطلب؟''میں نے طنزیہ کہا۔

''تمہاری نفرت بجا ہے' لیکن ایک درخواست ضرور کروں گا۔اس نفرت کے باوجود تم مجھے ہر کام کے لئے استعمال کر سکتی ہو۔''

میں گہری سانسیں لیتی رہی' پھر میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔''پہلے بتاؤ......اب میں کیا کروں۔''

''کس سلسلے میں؟''وہ بولا۔

''کیا میں روشاق سے ملوں؟''

''مسٹر ڈیزل سے مشورہ کیا۔''

''نہیں۔روشاق نے منع کیا تھا۔''

''تم نے مجھے اس بارے میں کیوں بتایا۔''

''خوش فہمی کا شکار نہ ہو۔بتاؤ کیا کروں۔''

''میرا خیال ہے اس سے رابطہ رکھو۔اتنا میں مانتا ہوں کہ وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے

گا۔''

''اوکے۔''میں نے کہا۔

مارشل پرسکون تھا' سر شام پانچ بجے میں روشاق کے کیبن کی طرف چل پڑی' پہلی بار اس پراسرار ترین شخصیت کے پاس خود چل کر جا رہی تھی۔ ہزاروں وسوسے' بے شمار پریشان کن خیالات ہمسفر تھے' لیکن کچھ امیدیں بھی تھیں۔ شاید کچھ اور انکشافات ہوں۔ شاید مجھے میرے تاریک وجود کا کچھ پتہ چلے۔

روشاق کا کیبن سامنے آیا تو دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ بمشکل کیبن کے دروازے پر دستک دی' چند ہی لمحوں کے بعد دروازہ کھلا اور روشاق کا مکروہ چہرہ نظر آیا۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں پیدا ہوا۔ اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔''آؤ۔''اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔

میں دروازے سے اندر داخل ہوئی تو اس نے کہا۔''دروازہ بند کردو۔''میں نے خاموشی سے اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔

وہ آگے بڑھ کر بستر پر جا بیٹھا۔ پھر ایکدم کوئی چیز بستر کے بڑے تکیے کے پیچھے سے نمودار ہوئی اور ایک چھلانگ مار کر اس کے کھلے ہوئے روشندان پر چڑھ کر گم ہوگئی۔ میں نے اس خونخوار قاتل بلی کو دیکھ لیا تھا۔ لیکن روشاق نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

''بیٹھو۔''اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔

''شکریہ۔''ایکدم میرا لہجہ بھی خشک ہوگیا۔

''بہت غور کیا تم نے مجھ سے ملاقات کے سلسلے میں۔''

''ہاں۔ کیوں نہیں۔''

''مشورے بھی کئے ہوں گے کسی سے۔''

''یہ آپ کو بتانا ضروری ہے۔''میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ میں نے منع کیا تھا۔''

''ٹھیک ہے۔ میں نے بھی وعدہ کیا تھا۔''

''یعنی۔''

''کسی کو نہ بتانے کا۔''

''اوہ۔ شکریہ۔ میں نے یہ بھی کہا تھا تم سے کہ اگر تمہاری عقل میری سچائی قبول کرے تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

میں نے ایک گہری نگاہ روشاق پر ڈالی۔ اس شخصیت کی ایک تاریخ تھی' میں نہیں جانتی تھی کہ مائیکل جون اور امیر الحسنات سے اس کا تعلق کہاں سے ہوا تھا' البتہ یہ مجھے پتہ چل گیا تھا کہ ان کا تیونس کا سفر کارچوک کی پہاڑیوں کی تلاش میں تھا' جہاں ایک خزانہ مدفون تھا اور جس کا تعلق ایک

پراسرار تہذیب سے بتایا جاتا تھا۔بعد کے خواب بھی میرے ذہن میں تھے' جن میں ایک انوکھی داستان پوشیدہ تھی'نزائلہ کی داستان اور نزائلہ...... یہاں آ کر میں سحرزدہ ہو جاتی تھی میرا ذہن ہواؤں میں اڑنے لگتا تھا۔

پھر ایکدم ذہن کو جھٹکا سا لگا۔روشاق پر نگاہ پڑی۔وہ بڑے عجیب سے انداز میں مسکرا رہا تھا۔

میں سنبھل گئی۔میری آنکھوں میں نفرت ابھر آئی۔میں نے بیزاری سے کہا۔''اگر آپ کا خیال ہے مسٹر روشاق کہ میں آپ کو دنیا کا سچا انسان سمجھ کر آپ کے پاس آئی ہوں تو میں یہ جھوٹ نہیں بولوں گی۔''

''ہوں۔'' آگے بولو۔اس نے سکون سے کہا۔

''میں جن حالات سے گزر رہی ہوں۔ان میں نہ تو مجھے کسی پر اعتماد ہے' نہ میں کسی سے مدد کی توقع رکھتی ہوں۔لیکن میں تنکے کا سہارا تلاش کر رہی ہوں۔جہاں سے بھی میری مشکل کا حل مل جائے۔''

''بالکل ٹھیک۔سلجھی ہوئی بات ہے۔مجھے پسند آئی۔'' روشاق بولا۔

''مسٹر وسکن ڈیزل بھی مجھ سے تعاون کررہے ہیں۔لازمی بات ہے کہ انہوں نے بھی مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔سب کا ایک ہی رویہ ہے۔کوئی میری مدد پر آمادہ نہیں ہے۔'' میری آواز رندھ گئی۔

''احمر جنیدی سے ملیں۔''

''نہیں۔''

''ڈیزل کو میرے بارے میں بتایا۔''

''نہیں۔'' میں نے بے اختیار کہا۔

''اپنی ساتھی لڑکی کو۔''

''کسی کو بھی نہیں......اور اگر تم چاہو مسٹر روشاق اس کی وجہ بھی پوچھ سکتے ہو۔''

''بتادو۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''بس ایک امید ہے' ایک آس ہے اس خیال کی کہ شاید آپ میرے لئے کارآمد ثابت ہو سکیں' اگر میری مشکل کا حل آپ کے پاس سے مل جائے تو آپ سے زیادہ عزیز مجھے اور کوئی نہیں ہو سکتا' ورنہ سب ایک ہی جیسے ہیں میرے لئے' سب ایک ہی جیسے ہیں۔''

روشاق پرخیال انداز میں میری آنکھوں میں دیکھتا رہا' لیکن اس وقت ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی تھی مجھ پر ان الفاظ کو ادا کرتے ہوئے' شاید ان میں سچائی بھی تھی وہ میری آنکھوں سے میرے ذہن کا جائزہ نہیں لے سکا اور بولا۔

''خیر میں تمہاری باتوں سے مطمئن ہوں اور اب تمہیں میرے چند سوالات کے جواب دینا ہوں گے۔''

''اور میرے سوالات کے جوابات؟'' میں نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

''ہاں......اس کے بعد میں تمہارے سوالات کے جواب دوں گا۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا۔

''مجھے اپنے بچپن کی تفصیل بتاؤ۔'' وہ بولا اور میرے ذہن کے خانے کھل گئے' میں نے کہا۔

''ایک خوبصورت کوٹھی میں زندگی گزاری جسے تم دیکھ چکے ہو مسٹر روشاق' مائیکل جون اور امیر الحسنات کے ساتھ وہاں صرف ملازم تھے' جو مجھے ہاتھوں میں رکھتے تھے۔ میری ہر بات کو پورا کیا جاتا تھا' انہی ملازموں میں سے ایک کو میری ماں کا درجہ دیا گیا کیونکہ ماں کی صحیح تفصیل میرے علم میں نہیں تھی۔ وہ مر گئی اور مجھے یہی علم ہوا کہ میری ماں مر گئی اور اس کے بعد مسٹر ہارون دانش نے میری پرورش کی اور جب مجھے ہوش آیا تو کوئی تصور بھی نہیں تھا میرے ذہن میں کہ ہارون دانش میرے باپ نہیں ہیں یا وہ عورت میری ماں نہیں تھی' جس نے مجھے ماؤں کی طرح پرورش کیا' ہارون دانش مجھے اپنے ساتھ مصروف رکھتے تھے' وہ ماہر آثار قدیمہ تھے اور میں بھی ان کے قدم بہ قدم انہی راستوں پر آگے بڑھ رہی تھی کہ کارچوک کی پہاڑیوں میں ایک مردہ تہذیب کے آثار تلاش کرنے کے لئے آپ لوگوں نے ہارون دانش کو مجبور کیا اور اس کے بعد کے حالات آپ کو معلوم ہیں کہ کیا ہوا۔''

''یہ بات تمہیں کس نے بتائی کہ ہارون دانش تمہارے باپ نہیں ہیں' چلو ماں کے بارے میں میں مان لیتا ہوں۔'' روشاق نے سوال کیا۔

''وقت نے' حالات نے' میں ہوش کی دنیا میں آئی تو مجھے احساس ہوا کہ نہ میری ماں ہے اور نہ باپ' باپ کے نوادرخانے میں نجانے کیا کیا موجود تھا' میرے ذہن میں یہ تجسس جاگا کہ آخر میرے ماں باپ ہیں کون؟ ملازموں کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا' تیونس میں ہارون دانش غائب ہو گئے اور میں ان کی تلاش میں بھٹکتی رہی' مجھے جگہ جگہ سے یہ شواہد ملے کہ وہ زندہ ہیں' لیکن میں نے انہیں زندہ نہیں دیکھا۔''

میں بڑی ذہانت سے روشاق کو تفصیل بتا رہی تھی' میرے لہجے میں جذباتی کیفیت بھی تھی' لیکن میں نے دانشمندی کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا اور روشاق کو صرف اتنا بتا رہی تھی' جتنا میرے لئے ممکن یا مناسب تھا۔ وہ خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا' جیسے حالات کا اندازہ لگا رہا ہو' میں نے کہا۔

''ملازم مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکے' حالانکہ میں نے ان پر بے پناہ سختیاں کیں' لیکن کسی بدبخت نے مجھے کچھ نہیں بتایا' مسٹر روشاق بہت سے ایسے مرحلے آئے جب میں نے اپنے

آپ کو موت کے حوالے کرنے کے بارے میں سوچا' لیکن حقیقت یہی ہے کہ شاید موت بھی مجھے قبول نہ کرے' وہ عورت جس نے میری پرورش کی اس سے زیادہ مجھے اس کے بارے کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔ بے شک یہ سب کچھ ہے' لیکن مجھ پر جنون طاری ہو گیا' میں اپنے ماں باپ کی تلاش میں ہوں اور ہر وہ کوشش کر رہی ہوں جس سے مجھے اپنے ماں باپ کا پتہ چل سکے' میرا ماضی کیا ہے؟ میرا باپ کون ہے؟ میری ماں کون تھی؟ میں یہ سب جاننا چاہتی ہوں' مجھے کوئی ذریعہ حاصل نہیں ہوا اور اس کے بعد احمر جنیدی' عدنان ثنائی اور نجانے کون کون مجھے ملا' مجھے عسکری بھی ملا جس سے کچھ لمحوں کے لئے میں متاثر ہوئی ایک عورت کی حیثیت سے' لیکن وہ ایک نمک حرام اور جھوٹا آدمی ہے' میں اب تک نہیں جانتی کہ سب کچھ کیا ہے مسٹر روشاق یہ سب کچھ میرے لئے ناقابل فہم ہے۔ احمر جنیدی نے بھی مجھ سے ملاقات کی اور مجھے انوکھی تفصیلات بتائیں' آپ چاہیں تو میں آپ کو اس کے بارے میں بھی بتا سکتی ہوں' لیکن اس سے بھی مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا اور میں مسلسل تاریکی میں رہی' سمجھ رہے ہیں نا آپ' ایک بار مجھے معلوم ہوا کہ میری جائیداد وغیرہ کی نگرانی ایک ایڈووکیٹ اے کے ہمدانی کرتے ہیں' میں نے ضد کر کے ان سے ملاقات کی' اے کے ہمدانی نے مجھے بتایا کہ میرے لئے میرے والد کا وصیت نامہ موجود ہے' لیکن پھر اے کے ہمدانی کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی یقینی طور پر آپ کے علم میں ہوگا' انتہائی بری حالت میں ہونے کے باوجود انہوں نے ایک نام کاغذ پر لکھا یہ ایک عمارت کا نام تھا اور جب میں اس عمارت میں اے کے ہمدانی کی سیکریڑی کے ساتھ داخل ہوئی تو وہاں مجھے تابوت نظر آئے جن میں دو ممیاں موجود تھیں۔ جن کے چہرے تک کپڑے کی پٹیوں میں لپٹے ہوئے تھے' میں کچھ نہیں سمجھ پائی تھی' سمجھے آج تک میں کچھ نہیں سمجھ پائی۔ میرے ایک ملازم نے مجھے بتایا کہ میرے والد نے میرے لئے ہدایت کی ہے کہ میں سپین چلی جاؤں اور وہاں جا کر مسٹر وسکن ڈیزل سے ملوں' میں نہیں جانتی کہ وہ اس بارے میں کیا جانتے ہیں' خیر میں یہاں آ گئی اور انہوں نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا' جب میں نے ان سے ضد کر کے یہ کہا کہ آخر میرے والد کون ہیں؟ کہاں ہیں اور یہ ساری کہانی کیا ہے؟ تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا' جو مجھے دوسروں سے ملتا رہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس سلسلے میں کام کریں گے اور جو معلومات حاصل ہوں گی وہ مجھے ضرور بتائیں گے کہ ہمیں اس کے لئے الجزائر چلنا ہوگا' میں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں تھی' لیکن کیا کرتی میرے پاس کرنے کے لئے اور کچھ تھا ہی نہیں' میں بیزار ہو گئی تھی زندگی سے' سمندری جہاز بیکار ہو گیا تھا' آپ یقین کیجیے مسٹر روشاق مجھے نہ موت سے دلچسپی ہے نہ زندگی سے' جس شخص کو اپنے بارے میں کچھ نا معلوم ہو اسے زندگی کا کیا لطف حاصل ہو سکتا ہے' میں اپنے بار میں ناواقف رہنے کے بجائے مر جانا پسند کرتی ہوں اور اگر آپ میں سے کوئی مجھے موت سے خوف زدہ کرنا چاہے تو آپ کو انتہائی مایوسی ہوگی' بس میری زندگی کی یہی ایک خواہش ہے کہ مجھے صرف ایک بات یہ بتا دی جائے کہ میں کون ہوں؟ میں کون ہوں؟ اور میرا قصہ کیا ہے؟ اس کے بعد

اگر وہ مجھے قتل کرنا چاہیں تو میں بخوشی مرنے کو تیار ہوں' سنئے مسٹر روشاق! آپ لوگ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں' میں اسی طرح کا جنون اپنے ذہن میں رکھتی ہوں' نہ مجھے اپنی جوانی کا احساس ہے اور نہ مجھے عشق و محبت سے دلچسپی ہے' میں تو اپنی ذات میں بھٹکتی ہوئی ایک آوارہ روح ہوں' میری روح ویران ہے مسٹر روشاق! میں آپ سے صرف اس شکل میں تعاون کر سکتی ہوں کہ آپ مجھے میرے بارے میں بتادیں' آپ کی جگہ کوئی بھی شخص ہو میں اسے اپنی زندگی خوشی سے سونپ سکتی ہوں' بس میری موت سے پہلے مجھ پر یہ انکشاف کردے کہ آخر میں ہوں کیا؟ اگر ہارون دانش زندہ ہیں تو کہاں ہیں؟ میں ہر چیز کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہوں' مجھے نہیں معلوم کہ ہارون دانش کس مصیبت کا شکار ہیں' سمجھ رہے ہیں آپ یہ ہے پوری تفصیل اور میں نے آپ کو جو کچھ بتا دیا ہے' اب مجھ سے اس کے بارے میں ایک بھی سوال نہیں کریں گے آپ' بس صرف آپ فیصلہ یہ کریں کہ کیا آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟"

"نہیں بے بی ابھی نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مجھ سے کچھ سوالات مت کرو' ابھی میرے سوالات پورے نہیں ہوئے' کچھ اور سوالوں کے جواب چاہئے مجھے۔" روشاق بڑی بے رحمی سے بولا۔

"جی فرمایئے۔"

"اس گھر میں جہاں تم گئی تھیں میرا مطلب ہے اچھا چھوڑو اس سے پہلے کی بات کرو جب میں نے تمہیں پہلی ملاقات میں اس مکان میں بھیجا تھا' وہاں کیا واقعات پیش آئے۔"

میں نے جواب میں پورا واقعہ دہرا دیا جو سچ تھا۔ روشاق نے گردن ہلائی پھر بولا۔ "اور تمہیں یہ کس نے بتایا کہ اس عمارت میں جو تابوت رکھے ہوئے ہیں ان کا تعلق تمہارے باپ سے تھا۔"

میں پوری ذہانت سے سب کچھ بتا رہی تھی۔ میں نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہاں میں نے مسٹر ہارون دانش کی آواز سنی تھی اور انہیں کس عالم میں دیکھا تھا بلکہ میں نے کہا۔

"میرے ملازم نے مجھے یہ بات بتائی تھی' جب اس نے مجھے اے کے ہمدانی کی یہ ہدایت بتائی جس کے تحت اس نے مجھے اسپین بھیجا تھا تو اس نے کہا کہ وہ تابوت میرے ماں باپ کے تھے۔"

"اور تم نے اسے مان لیا؟"

"میں نہیں جانتی کہ وہ سب کچھ کیا تھا' آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیا ماننا تھا اور کیا نہیں ماننا تھا۔"

"اچھا ایک بات اور بتاؤ تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ وہ تابوت اس جہاز کے تہہ خانے میں ہیں' کیا تمہیں اس شخص نے بتایا تھا جس کا نام البرونوس تھا؟"

''نہیں میں نہیں جانتی کہ وہ کون تھا۔ یہ بات مجھے وسکن ڈیزل نے ہی بتائی تھی کہ جہاز کے مال خانے میں وہ تابوت موجود ہیں۔ میں نے جب پہلی بار ان تابوتوں کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا یہ وہی تابوت تھے جو اس عمارت میں مجھے ملے تھے۔''

''تم البرونوس کو نہیں جانتیں؟''

''نہیں۔''

''پہلے کبھی اسے دیکھا۔''

''میں نے کہا نا کہ میں نے اسے بعد میں بھی نہیں دیکھا' بلکہ جب جہاز کا حادثہ ہوا تو مجھے علم ہوا کہ ان تابوتوں پر البرونوس کی لاش پڑی ہوئی پائی گئی ہے۔''

''اور یہ بات بھی تمہیں وسکن ڈیزل ہی نے بتائی ہوگی۔''

''ہاں۔''

''اس کے علاوہ کوئی بات جو میری رہنمائی تمہارے مشکل کی سمت کر سکے' اب میں پورے خلوص سے تم سے یہ بات کہہ رہا ہوں فی الوقت یہ صرف الفاظ ہیں لیکن آنے والا وقت تمہیں اس حقیقت سے روشناس کرائے گا کہ ان الفاظ میں سچائی ہے' میں تمہاری بھرپور مدد کرنے کے لئے تیار ہوں' تم ڈیزل سے رابطہ رکھو یا دنیا کے کسی بھی فرد سے بھی' میں تمہارا ہمدرد تمہارا غمگسار رہوں گا اور تمہارے لئے سب کچھ کروں گا' لیکن تم اپنے ذہن میں چھپی ہوئی ہر وہ بات مجھے بتادو جو میری صحیح سمت رہنمائی کر سکے۔''

''میرے علم میں جو کچھ تھا میں نے آپ کو بتا دیا مسٹر روشاق اور اب میں آپ کے ان الفاظ کا ثبوت چاہتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے اب تم مجھے بتاؤ کہ تمہارے ذہن میں میرے لئے کیا سوالات ابھرتے ہیں؟''

''آپ کون ہیں مسٹر روشاق؟'' میں نے سوال کیا۔

''ایک محقق' مصر کی قدیم تاریخ سے جنون کی حد تک عشق رکھنے والا' میں نے تاریخ مصر کے ایسے پوشیدہ گوشوں کی نقاب کشائی کی ہے جن تک کسی اور کی نگاہ نہیں پہنچ سکی' یوں سمجھ لو کہ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ شاید میں فراعنہ کے دور کی کوئی روح ہوں جسے دوبارہ انسانی شکل میں زندگی دے دی گئی ہے تو غلط نہیں ہوگا' مصر کی قدیم تاریخ کا اگر تم نے مطالعہ کیا ہے میرا مطلب ہے ہارون دانش کے حوالے سے تو یہ سمجھ لو میں بھی وہ ''کا'' ہوں جس کی تشکیل دوبارہ اس کائنات مین کی گئی ہے اور میری روح واپس ایک انسانی جسم میں آگئی ہے' مجھے تاریخ مصر سے دیوانگی کی حد تک عشق ہے' مسٹر ہارون دانش وہ دوسرے انسان تھے جنہوں نے مصر کی تاریخ کے ایسے ایسے پراسرار باب دریافت کئے جو بڑے بڑے محققوں کے علم میں نہیں ہیں' لیکن میں نہیں جانتا کہ پھر کیا ہوا' یہ بہت زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ لیکن اس پرانی بات کو اپنی عمر سے منسلک نہ کرو' تمہاری عمر' تمہاری

عمر......'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ پھر بولا۔

''ہارون دانش نے تاریخ مصر پر ایسی انوکھی تحقیقات کا انکشاف کیا ہے' جس نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ ان کی کچھ کتابیں اور مسودے پراسرار طریقے سے غائب ہو گئے وہ کتابیں شائع نہیں ہوئی تھیں' ان مسودوں میں مصر کی چھ ہزار سالہ تحقیق کے ایسے ایسے انوکھے باب تھے کہ اگر وہ دنیا کے سامنے آ جاتے تو مصر کے اہرامین کے بارے میں ہزاروں محققین نے جو اپنی اپنی داستانیں لکھی ہیں لیکن اگر کوئی یہ انکشاف کرے کہ قدیم مصری دور کے کچھ مدفون اجسام زندگی پا کر' ایک محقق کے ساتھ تاریخ مصر پر تحقیقات کر رہے ہیں اور اس سے بحث کر رہے ہیں تو کیا اس حقیقت کی سچائی پر غور کیا جا سکتا ہے' یا تو اس شخص کو جھوٹا سمجھا جائے یا پھر اس داستان کو دنیا کی سب سے زیادہ پراسرار داستان' لیکن جو شناسا ہیں جو ان حوالوں کو جانتے ہیں جو ہارون دانش نے دیئے اور یہ حوالے دور فراعنہ کا کوئی شخص ہی دے سکتا ہے اس کے بعد وہ تیونس میں گم ہو گیا' نجانے کسے کسے اس کی تلاش تھی' نجانے کون کون اس کے لئے سرگرداں ہے۔ میں بھی انہی میں سے ایک ہوں اور گمشدہ ہارون دانش کے وجود کے بارے میں کوئی پتہ نہیں چلتا کہ وہ تاریخ کا کوئی ایسا ہی فرد ہے جو ہزاروں سال پرانی تاریخ سے گزر کر اس دنیا تک آ چکا ہے' یا پھر کوئی اور' لیکن ہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ اس دنیا میں اس کی اولاد زندہ ہے' اور کون کون ہے جو اس تاریخ کو جاننے کے لئے دیوانہ نہیں ہو جائے گا اور لڑکی تم نے مجھ سے میرے بارے میں سوال پوچھا میں نے تمہیں بتا دیا کہ میں کون ہوں' لیکن تم کائنات کی اس تاریخ کا سب سے انوکھا باب ہو' تمہیں اگر پڑھ لیا جائے تو جانے کیسے کیسے انکشافات ہوں' سمجھیں تم......''

وہ خاموش ہو گیا' اس کی گردن کی رگیں پھول رہی تھیں' خوف سے عاری چہرہ اس وقت کچھ عجیب ہی کیفیتوں کا شکار ہو رہا تھا جنہیں کوئی نام نہیں دیا جا سکتا تھا' بس یوں لگ رہا تھا کہ وہ بے حد پرجوش ہے' وہ پھر بولا۔

''اور سب سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ ہارون دانش زندہ ہے' وہ فنا نہیں ہوا روپوش ہے' اگر وہ کسی مشکل کا شکار ہے تو تم یقین کرو اس نے بڑی حماقت کا ثبوت دیا ہے وہ اس مشکل میں کسی کا بھی ساتھ حاصل کر سکتا تھا اور جو شخص اس کے لئے سب سے زیادہ کارآمد ہوتا وہ میں ہوں' میں......''

''آپ......'' میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''ہاں۔ وہ مجھے ایک بار مل جائے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ یقین کرو بے بی میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا' میں تو یہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ تعاون کرے' اگر وہ چاہے تو مجھے اپنی تحویل میں لے لے اور تاریخ کے سربستہ راز کی نقاب کشائی کرے' میری ساری کہانی انہی واقعات کے گرد گھومتی ہے' میں خود بھی اپنے آپ کو تاریخ میں تلاش کرنا چاہتا ہوں' سمجھ رہی ہو نا تم' میں نے جو

کچھ تم سے کہا ہے اس میں ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں ہے۔''

وہ خاموش ہو گیا اور میں بھی خاموش سے اسے دیکھنے لگی' نجانے کیوں مجھے یوں لگا تھا جیسے وہ سچ بول رہا ہو اور اس وقت میں خود بھی جذباتی ہو گئی تھی۔ کوئی خاص جھوٹ نہیں بولا تھا میں نے اس سے' بس کچھ باتیں چھپا رکھی تھیں' تھوڑی دیر تک خاموش طاری رہی پھر میں نے کہا۔

''آپ میرے لئے کیا کر سکتے ہیں مسٹر روشاق؟''

''کچھ بھی نہیں' ہاں ایک پیشکش کر سکتا ہوں تمہیں۔''

''کیا؟''

''کسی بھی طور اگر تمہیں کسی بھی شکل میں ہارون دانش کا کوئی نشان مل جائے تو میرا ایک پیغام اسے ضرور دے دینا۔''

''کیا؟'' میں نے سوال کیا۔

''اس سے کہنا کہ صبح کو ڈوبنے والے آخری ستارے کی قسم روشاق تجھ سے غیر مخلص نہیں ہے' بس وہ بھی تیرے ساتھ اس دور کی تلاش میں جانا چاہتا ہے' جہاں خود اس کا بھی وجود ملتا ہے' وہ خود بھی شاید اپنی تاریخ میں کوئی بھٹکا ہوا کردار ہے۔''

''تمہارے خیال میں مسٹر ہارون دانش مجھ سے ملیں گے؟'' میرے لہجے میں خودبخود ایک حسرت بیدار ہو گئی۔

''یقیناً.....شاید کوئی ایسا لمحہ آ جائے جب اس کا تم سے ملنا ضروری ہو جائے' ایک بار ایک بار وہ مجھ سے مل لے' صرف ایک بار میری بات سن لے آج تک اسی کوشش میں مصروف ہوں اور لڑکی تیرا موجودہ نام یہی ہے نا نشاء.....یہی ہے ناں.....؟''

''کیا مطلب؟''

''میں تجھ سے ایک سوال کر رہا ہوں' اس کا مجھے جواب دے۔ تیرا نام نشاء ہی ہے نا۔''

''ہاں.....لیکن اب تم مجھے یہ بھی بتاؤ گے کہ کیا میرا کوئی اور نام بھی تھا۔''

''نہیں' ابھی اس سلسلے میں مجھ سے کچھ مت پوچھ۔''

''تو پھر۔''

''بس میں تجھ سے یہی کہتا ہوں نشاء کہ مجھ سے پوشیدہ ہونے کی کوشش نہ کرنا اور اگر کسی نے تجھے مجھ سے چھپانے کی کوشش کی تو سڑنے والی چھ ہزار لاشوں کی قسم اس کی فنا کا ذمہ دار میں ہوں گا صرف میں۔''

''مجھ سے آپ کی کیا دلچسپی ہے مسٹر روشاق؟''

''ارے میں نے تجھے بتا تو دیا کہ تو تاریخ کے ہزاروں سالوں کے پیچھے چھپی ہوئی ایک انوکھی تخلیق ہے' ایک انوکھا راز' میں چاہتا ہوں کہ جب تو منکشف ہو تو سب سے پہلے تجھے میرا قلم تحریر

کرے۔'' روشاق کھوئے ہوئے لہجے میں بولا۔

''اور تم نے جو قسمیں کھائی ہیں ان کا کیا مطلب ہے صبح کا آخری ستارہ اور نجانے کون کونسے نام' یہ سب کیا ہے مسٹر روشاق' آپ کا مسلک آپ کا مذہب کیا ہے؟''

''رک جا ایک لمحے کے لئے رک جا' ایک لمحہ ٹھہر۔'' روشاق نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا' اس نے اپنے سامنے رکھے سامان سے ایک کاغذ نکالا اور اسے میرے سامنے کرتے ہوئے بولا۔

''لے دیکھ اسے' دیکھ کسی شکل میں اسے پہچانتی ہے۔''

''میری نگاہ کاغذ پر بنی ہوئی تصویر پر پڑی اور میں نے اسے ایک لمحے میں پہچان لیا' یہ وہی عورت تھی جو روشاق کی ہمشکل تھی جس نے مجھے انتہائی نفرت کے ساتھ اس مکان سے باہر نکال دیا تھا' ایک بار پھر میرے ذہن سے ایک لہر سی گزر گئی اور میں نے بے اختیار کہا۔

''یہ...... یہ...... سلانوسیہ ہے۔ سلانوسیہ عمشیانہ......'' یہ الفاظ میرے منہ سے بے اختیار نکلے تھے اور میں ان کا مفہوم نہیں جانتی تھی' لیکن روشاق بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے پورے بدن پر لرزہ سا طاری ہو گیا' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتا رہا اور اس کے بعد آہستہ سے بولا۔

''مگر تو اسے کیسے جانتی ہے؟''

''ایں......'' میں حیرانی سے اسے دیکھتی ہوئی بولی۔

''تو اسے کیسے جانتی ہے؟''

''کسے؟'' میں نے سوال کیا اور وہ میری صورت دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔

''یقیناً تجھے احمر جنیدی نے بتایا ہوگا۔''

''میں نہیں جانتی مجھے یاد نہیں ہے۔''

''آہ...... تو میرا خیال ٹھیک ہے' میرے راستے بالکل صحیح ہیں۔'' روشاق نے بھی پراسرار لہجے میں کہا۔ اچانک ہی میں چونک پڑی' میں نے آہستہ سے کہا۔

''ایک بات بتایئے مسٹر روشاق' کیا یہ عورت میری ماں ہے؟'' یہ سوال بھی بے اختیار ہی میرے منہ سے نکلا تھا۔

''تیری ماں۔'' روشاق چونک کر بولا پھر جلدی سے بولا۔ ''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے' ایسی کوئی فضول بات اپنے دل میں نہ لانا یہ تو ایک قدیم تاریخ ہے' زمانہ قبل کا ایک انوکھا دور۔''

''جو اس مکان میں زندہ تھا۔'' میں نے طنزیہ کہا۔

''وہ فریب تھا تیرے لئے نہیں ہمارے لئے۔''

''اپنے مذہب کے بارے میں آپ نے نہیں بتایا روشاق۔''

''بس انسان ہوں میں اس سے آگے پیچھے کچھ نہیں' جن ناموں سے عقیدت ہے ان کی قسمیں کھا لیتا ہوں۔'' روشاق نے مدہم لہجے میں کہا۔

''آپ اس سلسلے میں میری کچھ مدد کر سکتے ہیں مسٹر روشاق۔''

''میں......!'' یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں میں اس کے بولنے کا انتظار کرتی رہی پھر مجھے یوں لگا جیسے وہ سو گیا ہو۔

''مسٹر روشاق!'' آخرکار میں نے اسے پکارا' لیکن وہ پھر بھی نہ چونکا۔ اس وقت ایک اور پراسرار واقعہ ہوا اچانک اسی روشندان میں وہی منحوس بلی نظر آئی' اس نے اپنے حلق سے ایک مکروہ آواز نکالی اور روشاق اچھل کر پھر اس کی آواز ابھری۔

''ہاں۔ میں جاگ رہا ہوں' تیور ہماری جاگ رہا ہے سورج زادی' جاگ رہا ہے۔'' پھر اس نے میری طرف دیکھا اور مسکرا دیا۔

''آپ سو گئے تھے مسٹر روشاق۔''

وہ عجیب سے انداز میں مسکرایا۔ پھر بولا۔

''نہیں' میری روح مجھ سے دور چلی گئی تھی۔'' میری نگاہ روشندان کی طرف اٹھ گئی' مگر بلی وہاں موجود نہیں تھی بس ایک گہری سانس لے کر رہ گئی پھر میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

''آپ سے ایک آخری سوال کرنا چاہتی ہوں۔''

''ہاں۔ بس آخری سوال اور پھر واپس چلی جانا۔ سورج ڈوبنے کو ہے۔ میری عبادت کا وقت قریب آ رہا ہے۔''

''وہ دونوں تابوت خالی کیسے ہو گئے؟''

''آہ' میں سچ کہہ رہا ہوں' میں نہیں جانتا بس مجھے تھوڑی دیر لگ گئی تھی ورنہ ایک بہت بڑا عقیدہ حل ہو جاتا۔ جا بس جا براہ کرم جا۔'' وہ مضطرب نظر آنے لگا اور میں اسے گھورتی ہوئی باہر چل پڑی' لیکن جاتے ہوئے میری نگاہ روشندان کی طرف گئی۔ وہاں دو انگارہ آنکھیں دہک رہی تھیں خونخوار اور بھیانک آنکھیں۔

کیبن کے باہر سب کچھ وہی تھا۔ روشاق آخر کیا ہے؟ کچھ نئے نئے نقوش مجھے ایک نئے جہاں کی سیر کراتے تھے آشوانی مندر۔ اس کے اندر عبادت کرنے والے انسان۔ قدیم مصری لباس میں ملبوس اور مندر کی رقص گاہ میں چہرہ چھپائے رقص کرتی رقاصائیں۔

دور سے عسکری نظر آیا۔ جس نے مجھے نہیں دیکھا۔ اس سے اس وقت ملنے کو دل نہیں چاہا ویسے میں نے اسے روشاق کے بارے میں بتا دیا تھا۔ کیبن میں جانے کو دل نہیں چاہا۔ میں نے عرشہ کا رخ کیا اور خاص طور سے ایک پرسکون گوشہ پسند کیا۔ پھر نا جانے کتنا وقت سمندر کو دیکھتے ہوئے گزارا۔ ذہن میں نہ جانے کیا کیا خیالات آ رہے تھے۔ وہ بھیانک طوفان تھا۔ جس نے جہاز کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا' لیکن بحری قزاق بہترین انجینئر تھے انہوں نے مارشل کو نئی زندگی دیدی تھی اور اب وہ پرسکون سفر کر رہا تھا۔ پھر اس وقت چونکی جب کسی کو اپنے قریب دیکھا۔

''نشاء......'' صوفیہ کی آواز میں پیار تھا۔

''اوہ......سسٹر۔''

''میں تمہیں بہت دیر سے دیکھ رہی تھی۔''

''ارے ہاں ایکدم رات ہو گئی۔'' میں نے چونک کر چاروں طرف دیکھا۔

''کھانا کھائیں۔''

''ہاں۔ مجھے تو بھوک لگ رہی ہے۔''

''آؤ......'' صوفیہ کے کہا۔ ہم نے جہاز کے ریسٹوران میں بیٹھ کر کھانا کھایا۔ کھانے کے دوران سسٹر نے کہا۔ ''مسٹر ڈیزل سے ملاقات ہوئی تمہاری۔''

''کب۔''

''تھوڑی بہت دیر پہلے۔''

''کوئی خاص بات۔''

''نہیں۔ بس میرے پاس آئے تھے۔ یہ بتانے کے لئے کہ تم روشاق کے پاس گئی ہو۔''

''مجھے دیکھا ہوگا۔''

''شاید......''

''کیا بات ہوئی۔''

''وہ ایک پراسرار انسان ہے۔ بے حد پراسرار۔ آپ یقین کریں سسٹر جب تک میں اس کے پاس رہی مجھے یوں لگا جیسے میں کسی زندہ انسان کے ساتھ نہ ہوں۔ وہ مجھے زمانہ قدیم کی کوئی بھیانک روح معلوم لگا ہے۔ ایک مافوق الفطرت انسان۔''

''تم سے کیا کہتا ہے۔''

''وہ مجھ سے صرف اس لئے دلچسپی لے رہا ہے کہ میرے ذریعے ہارون دانش سے مل لے۔''

''ارے۔ تم اپنے پاپا کا نام کیسے لے رہی ہو۔''

''پاپا......'' میں نے کہا اور پھر خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد ہم نے مزید کوئی گفتگو نہیں کی اور بیٹھے ریسٹوران کے ماحول کا جائزہ لیتے رہے۔ انسان بھی کیا چیز ہے۔ یہ سب کتنے بڑے حادثے سے دو چار ہوتے ہیں۔ کون کون کیا کیا کھو بیٹھا ہے لیکن اس وقت وہ بالکل خوش اور مطمئن نظر آ رہے تھے۔

''چلیں......'' صوفیہ آواز نے مجھے چونکا دیا۔

''ہاں......اٹھیں۔'' میں نے کہا اور پھر کرسی کھسکا کر اٹھ گئی۔ پھر ہم دونوں کیبن میں آ گئے۔ وسکن ڈیزل اپنے کیبن میں موجود نہیں تھے۔

بیڈ پر لیٹ کر صوفیہ نے کہا۔ ''میرے ذہن میں تو بس ایک ہی خیال آتا ہے اگر مسٹر ہارون

دانش روشاق کو قابل بھروسہ سمجھتے تو ہمیں اسپین نہ بھیجتے۔ آخر کوئی بات تو ہو گی جس کی وجہ سے انہوں سے روشاق سے گریز کیا۔

''ہاں...... شاید۔'' میں نے نیند بھری آواز میں کہا۔

''تمہیں نیند آ رہی ہے سو جاؤ۔'' صوفیہ نے کہا۔ میں نے کروٹ بدل لی۔

دوسری صبح انکل ڈیزل نے ہمیں جگایا تھا۔

''ہیلو گرلز۔''

''ہیلو انکل......'' ہم دونوں نے بیک وقت کہا۔

''ہیلو۔'' انکل ڈیز نے کہا' پھر بولے۔ ''سمندری کی آخری لکیر سے سورج طلوع ہوتا ہے تو ایک سحر انگیز منظر آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے تم نے یہ منظر دیکھا ہے کبھی۔''

''نہیں انکل۔''

''دیکھا کرو۔ جب یہ سفر مکمل ہو جائے تو ہم اس حسین منظر کی تمنا ہی کرتے رہیں گے۔ کیا خیال ہے۔''

''واقعی...... حسین لگتا ہوگا۔'' صوفیہ نے کہا۔

''میں نے ایک مہربان نوجوان سے کہا ہے کہ وہ تین افراد کے ناشتے کا انتظام کر دے۔ چنانچہ تم نہا کر عرشہ پر آ جاؤ۔''

''ہم آ رہے ہیں۔'' میں نے لاشعوری طور سے کہا اور کچھ دیر کے بعد عرشہ پر پہنچ گئے جہاں انکل ڈیزل ہمارے استقبال کے لئے موجود تھے۔ ناشتے کے دوران باتیں شروع ہو گئیں۔ انکل ڈیزل نے چائے کے بڑے بڑے سپ لے کر اپنا کپ خالی کر دیا' پھر بولے۔

''یہ سچ ہے کہ روشاق کو شدت سے ہارون دانش کی تلاش ہے اور وہ صرف اس وجہ سے نشاء کو نگاہ میں رکھنا چاہتا ہے' لیکن دوسرا سچ یہ بھی ہے کہ اگر ہارون دانش اسے حاصل ہو جائے تو ہارون اپنا مشن کبھی پورا نہ کر سکے گا۔''

''پاپا مشن......؟'' میں نے سوال کیا۔

''سو فیصدی۔''

''کیا آپ اس مشن کے بارے میں جانتے ہیں انکل۔''

''بچکانہ سوال ہے۔ ویسے یا تو تم مجھے بتانا بھول گئیں۔ یا پھر روشاق سے غلطی ہو گئی۔''

''کیا انکل۔''

''ڈیزل سوچ میں ڈوب گیا' پھر اچانک بولا۔ ''روشاق نے یہ نہیں پوچھا کہ ہم لوگ الجزائر کیوں جا رہے ہیں؟''

''نہیں...... یہ نہیں پوچھا۔''

''شاید بھول گیا۔لیکن یہ بھی ہوسکتا ہے وہ دوسری ملاقات پر تم سے یہ سوال کرے۔''

''مجھے کیا جواب دینا ہے انکل۔''

''یہ کہ تم اس بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔''

''انکل کچھ سوالات میرے ذہن میں ہیں۔''

''مجھ سے پوچھنا چاہتی ہو۔''

''جی......''

''اس گفتگو سے متعلق ہیں۔''

''ہاں۔''

''سوری بے بی۔شاید میں اس کا جواب نہ دے سکوں۔''ڈیزل کے انداز میں ایک بے رخی سی پیدا ہوگئی' جو مجھے ناگوار گزری۔اس نے اس ناگواری کو محسوس کیا اور وہ مسکرا دیا۔''میں جانتا ہوں کہ تمہیں میرا جواب ناگوار گزرا ہے۔لیکن بے بی! یقین کرو بہت سے سوالات کے جواب ابھی میرے پاس بھی نہیں ہیں۔''

''اگر ہوں بھی انکل تو میرے پاس کیا حق ہے کہ میں کسی کو اس کی مرضی کے خلاف کچھ بولنے پر مجبور کروں۔''میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''نہیں نشاء یہ بات نہیں ہے۔یوں بھی سمجھو کہ جو ہدایات مجھے تمہارے ڈیڈی نے دی ہیں میں انہی کے مطابق ہر قدم اٹھا رہا ہوں۔لفظ بہ لفظ سوائے ایک معمولی سی غلطی کے اور اس کا مجھے جو خمیازہ بھگتنا پڑا ہے میرا دل جانتا ہے۔''

''خمیازہ......؟''

''ہاں اس جہاز پر۔''سسٹر صوفیہ نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں۔''

''اس بارے میں بھی نہیں بتائیں گے۔''

''میں اپنے ایک پرخلوص دوست سے محروم ہوگیا۔مجھ سے ایک چھوٹی سی حماقت ہوگئی تھی۔''

''محروم ہوگئے۔''

''ہاں۔وہ میری وجہ سے مارا گیا۔''

''کون انکل۔''

''البرونوس۔میرا چودہ......سال...... پرانا دوست۔جو اس سفر میں میرا ساتھ دے رہا تھا۔''

''اومائی گاڈ......البرونوس۔آپ کا ساتھی تھا' لیکن انکل۔''

''انہیں مجبوریوں کا ذکر تم سے کرتا ہوں۔ورنہ میں اپنی زندگی بھی تم پر قربان کرسکتا ہوں۔''

''سوری انکل۔ویری سوری۔''

''میں نے اپنی زندگی تمہارے لئے وقف کر دی ہے۔میرا کوئی قدم تمہارے خلاف نہیں اٹھے گا۔بس مجھ پر اعتماد ضروری ہے۔ویسے احمر جنیدی اور عدنان ثنائی کی موجودگی کی تصدیق ہو گئی ہے۔''

''آپ نے خود دیکھا۔''

''ہاں۔تقریباً...... میں ایک پلاننگ کر رہا ہوں۔لیکن اس شکل میں تم مجھ سے مطمئن ہو۔''

''میں سوری کر چکی ہوں انکل۔آئندہ آپ کو شکایت نہیں ہو گی۔''

''او کے نشاء بیٹی۔تمہارا تعاون ہماری مشکلوں کا حل ہو گا اور میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ آرام سے وقت گزارو۔تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

''لیکن انکل آپ کو اپنی حفاظت ضرور کرنی چاہیے۔''

''میری بالکل فکر مت کرو۔او کے۔'' وسکن ڈیزل نے کہا اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔میں نے صوفیہ کی طرف دیکھا۔وہ بھی مجھے دیکھ رہی تھی' پھر اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

''البرونوس انکل ڈیزل کا ساتھی تھا۔''

''ہاں سسٹر۔پتہ نہیں کون کیا تھا اور کیا ہے لیکن ایک اور بات سمجھ میں آئی ہے۔''

''کیا......''

''اسپین میں ہمیں طویل قیام کرنا پڑا تھا۔اس دوران وہ تابوت وہاں منگوائے گئے تھے اور یقیناً وہ وسکن ڈیزل کے کہنے پر وہاں لائے گئے تھے اور یہ کام البرونوس نے کیا ہو گا۔''

''سو فیصد۔''

''آہ' دماغ کے پرخچے اڑ گئے ہیں کوئی بات جو سمجھ میں آتی ہو۔''

''اب تو تمہیں...... بھی خوف محسوس ہونے لگا ہے نشاء...... روشاق کیا کہہ رہا تھا تم مصر کی چھ ہزار سالہ تاریخ کا پراسرار باب ہو۔'' صوفیہ نے کہا اور میں ہنس پڑی۔

''ہاں۔آپ ٹھیک کہتی ہیں۔اب یہی رہ گیا ہے کہ لوگ مجھ سے خوف کھائیں۔''

''مارشل بدستور سفر کر رہا تھا۔لوگ بحری قزاق کو اپنا دیوتا مان چکے تھے۔اس کا بے حد احترام کیا جا رہا تھا۔اس نے اصول بھی ایسے اپنائے تھے کہ جو نہ ہوتی تھی جہاز کے پرانے خلاصیوں کو تجربے کار ہونے کی حقیقت سے اقدام دیا جاتا تھا۔وہ دوسروں کو ہدایت دیتے تھے اور دوسرے ان پر عمل کرتے تھے' لیکن سب اصول پسندی زندگی کے حصول کے لئے تھی۔گارساں کے بارے میں اب کوئی بدلے انداز میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

اس دن جہاز کے معمولات بدستور جاری تھے کہ اچانک جہاز پر سب لاؤڈ اسپیکر چیخ اٹھے اور سب متوجہ ہو گئے۔

''متوجہ ہوں۔میں آپ کا کپتان گارساں آپ سے مخاطب ہوں مارشل کے تمام مسافروں

سے درخواست کرتا ہوں کہ سب عرشے پر جمع ہو جائیں کیبن خالی کر دیئے جائیں۔ایک ایک فرد باہر آ جائے مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔''

''جہاز پر موجود ہر شخص کے چہرے پر سنسنی پھیل گئی۔مختلف کام کرتے لوگوں کے ہاتھ رک گئے لوگ ایک دوسرے کو خبر کرنے لگے۔میں اور صوفیہ بھی اس طرف چل پڑے جہاں دوسرے لوگ جمع ہو رہے تھے۔سسٹر صوفیہ نے سرسراتی آواز میں کہا۔

''خدا خیر کرے کہ جانے وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔''

''ایک بات پر آپ نے غور نہیں کیا سسٹر۔''

''کیا؟''

''اصولی طور پر تو اب احمر جنیدی اور عدنان ثنائی کو بھی باہر آنا پڑے گا۔''

''شاید۔''

میں خاموش ہو گئی۔بڑی سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔لوگ بھاگ بھاگ کر عرشے پر جمع ہو رہے تھے عرشے پر رش ہو گیا تھا۔روشاق کی جھلک بھی نظر آئی تھی' لیکن ابھی تک احمر جنیدی اور عدنان ثنائی نہیں نظر آئے تھے۔میری نگاہیں ان دونوں کو تلاش کر رہی تھیں۔کچھ لمحوں کے بعد گارساں بھی سامنے آ گیا اس نے ہاتھ میں میگافون پکڑا ہوا تھا۔ایک بلند جگہ کھڑے ہو کر اس نے مجمع پر نگاہ ڈالی پھر بولا۔

''سب آ گئے دوستو! ایک اہم بات کہنا چاہتا ہوں آپ سے۔مارشل بالکل ناکارہ ہو چکا تھا' لیکن اب وہ ایک بہترین جہاز ہے اور خوش اسلوبی سے اپنی منزل پر جا رہا ہے میرا بدنما روپ فرانس کے سپاہی کے کہنے کے مطابق شیطان کا دوسرا روپ تھا اور اس کا کہنا ٹھیک ہی تھا۔میں جو کچھ کہہ رہا ہوں ٹھیک کہہ رہا ہوں میری خواہش تھی کہ آپ لوگوں کو آپ کی منزل تک پہنچا دوں۔آج کا سفر الجزائر اور اس سے آگے کے راستوں پر تھا۔میں نے سوچا تھا کہ الجزائر تو نہیں جاؤں گا' کیونکہ حکومت الجزائر میرے اور میرے ساتھیوں کے لئے موت کے پھندے تیار کئے بیٹھی ہے اس لئے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میں مارشل کو کیمرون' یا نائیجریا لے جاؤں گا۔ان دونوں ممالک میں مجھے خطرہ نہیں تھا۔وہاں مجھے عزت دی جاتی۔لیکن۔''

وہ رکا تو بہت سے مسافر بیک وقت چیخ اٹھے۔

''لیکن کیا مسٹر گارسا۔''

''لیکن کیا کیپٹن؟''

''ٹیم نے جہاز کے انجن ٹھیک کر لئے۔لیکن اس کے کمپاس ٹھیک نہیں کر سکے وہ میری طرح ٹوٹ پھوٹ گئے اور دوبارہ قابل استعمال نہیں ہو سکے۔ہمارے پاس سمتوں کے تعین کے لئے آلات نہیں ہیں۔میں نے اس کے لئے ستاروں کا سہارا لینے کی کوشش کی کیونکہ یہ علم بھی مجھے آتا ہے'

لیکن مجھے کچھ پراسرار مشاہدے ہوئے ہیں۔ سمندری طوفان نے جہاز کو کسی ایسے روٹ پر ڈال دیا ہے جو عام سمندری راستوں سے ہٹا ہوا ہے آپ لوگوں کو خود بھی اندازہ ہوا ہوگا۔ ممکن ہے آپ نے اس بارے میں بھی نہ سوچا ہو کہ اس طویل سفر کے دوران ہمیں نگاہ کی آخری حد تک کوئی جہاز سفر کرتا ہوا نظر نہیں آیا اس سے میرے خیال کی تصدیق ہوتی ہے کہ ہمارا سفر نامعلوم سمندروں میں جاری ہے' ایک کپتان ایک جہاز راں ہونے کی حیثیت سے میں جانتا ہوں کہ ایسے لمحات میں کیا کرنا چاہیے اور وہی میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔''

''میرے پاس اس بارے میں بھی ایک تفصیل موجود ہے اور آپ لوگوں کا تعاون بھی مجھے حاصل ہے' اگر الیکٹرانک کمپاس ٹوٹ نہ گئے ہوتے اور انہیں کسی طرح دوبارہ قابل استعمال بنایا جا سکتا تو میں یقیناً ایسا ہی کرتا اور اس وقت ہمارے لئے یہ مشکل نہ رہتی' لیکن ایسا ہو چکا ہے تاہم میرے لئے ایک بہتر پہلو یہ ہے کہ آپ لوگوں کا تعاون مجھے حاصل ہے۔ مارشل غیر محتاط طریقے سے سفر کر کے ایک ماہ سمندر میں گزار سکتا ہے اور اگر ہم خصوصی احتیاط شروع کر دیں تو یہ عرصہ ڈبل یعنی دو ماہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ کیوں نہ ابھی سے احتیاط شروع کر دی جائے' غذائیں' دوا' ایندھن ہر چیز میں احتیاط کی جائے' یقیناً اس عرصے میں ہم زمین تلاش کر لیں گے' میں اس بارے میں آپ کی رائے چاہتا ہوں۔''

''اور میں ستاروں کے ماہروں کو دعوت دیتا ہوں کہ اگر وہ راستوں کے تعین میں میری مدد کریں تو میں ان کا شکر گزار ہوں گا۔''

اس بار کہیں سے کوئی آواز نہیں ابھری تو گارسا نے پھر کہا۔ ''گویا کوئی ستارہ شناس موجود نہیں ہے۔''

''بھتیجے اگر چچاؤں کو فراموش کر دیں تو ظاہر ہے مشکلات میں تو رہیں گے۔'' ایک سمت سے روشاق کی آواز ابھری اور تمام گردنیں اس طرف گھوم گئیں' خود گارساں بھی ادھر دیکھنے لگا تھا۔ روشاق اپنے مخصوص ڈھیلے ڈھالے لباس میں ایک طرف کھڑا مسکرا رہا تھا اور دلچسپ بات یہ تھی کہ اس وقت اس کی خوف ناک بلی اس کے کاندھے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ گارساں نے چہکتی ہوئی آواز میں کہا۔

''معزز چچا! کیا تم دوسری بار بھی میری مدد کر سکتے ہو' ویسے میں تمہیں بھولا نہیں ہوں' بس دوسرے مسافروں کو یہ احساس میں دلانا چاہتا تھا کہ تم نے مجھے آزادی دلائی ہے اس لئے میں تمہیں خصوصی اہمیت دے رہا ہوں۔

''حالانکہ میں اس کا حقدار ہوں۔'' روشاق نے کہا۔

''اور میں اس حق کا مقروض ہوں چچا' لیکن اگر تم اس سلسلے میں کچھ کر سکو تو پھر جہاز کے تمام مسافر مقروض ہو جائیں گے۔''

''ہمیں زمین کی تلاش ہے ناں؟''

''بالکل۔''

''تو پھر میں اس ذہن سراغ رساں سے مدد لیتا ہوں جو میرے کاندھے پر موجود ہے اور جو بہت سی مشکلوں کا حل اور یہ یقیناً سب کی مشکل حل کردے گی۔'' اسی وقت روشاق کے کاندھے پر بیٹھی ہوئی بلی اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی اس نے حلق سے انتہائی خوف ناک آوازیں نکالیں اور ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ لوگ ساکت کھڑے ہوئے تھے' یہ سب کچھ شعبدہ گری ہی محسوس ہو رہی تھی' لیکن اس شعبدہ گری نے پہلے بھی حالات کا رخ بدلا تھا اور اس وقت بھی لوگ اس سے متاثر ہوئے تھے' روشاق نے آہستہ آہستہ بلی کے کان میں کچھ کہا اور وہ روشاق کے چہرے کو چاٹنے لگی' پھر اس نے روشاق کے سر پر اگلے پاؤں رکھے اور اچھل کر اس کے سر پر چڑھ گئی' اس کی گردن حیرت انگیز طور پر چاروں طرف گھوم رہی تھی۔ روشاق اور دوسرے لوگ خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ سب پر ایک عجیب سی ہیبت طاری تھی' پھر بلی کا رخ ایک سمت ہو گیا اور اس نے اپنا ایک ہاتھ سامنے کی سمت اٹھا دیا' روشاق نے کہا۔

''تم دیکھ رہے ہو کیپٹن گا ۔'' گارساں کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی' البتہ اس کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک تھی اور وہ روشاق کے سر کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''کیا بلی نے کسی طرف اشارہ کیا ہے؟''

''ہاں معزز چچا اس نے ایک ہاتھ داہنی سمت اٹھایا ہے۔''

''اور تمہیں جہاز کا رخ اسی سمت کرنا ہوگا' سمجھے' تمہیں جہاز کا سمت اسی رخ کرنا ہوگا۔''

''چچا معاف کرنا جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا یہ سچ ہے؟''

''سب سے بڑی بات یہ ہوتی ہے بھتیجے کہ انسان عقل سے کام لے۔ میں کوئی شعبدہ گری یا تماشہ نہیں کر رہا' میں نے ایک دعویٰ کیا ہے اور تم کوشش کرو۔''

''ہوں' گویا جہاز کا رخ تبدیل کر لیا جائے۔''

''یہ تم پر منحصر ہے' اگر تم ان باتوں پر یقین کرو۔''

''نہیں چچا' اس وقت تو ہم تنکے کا سہارا بھی تلاش کریں گے۔''

''ٹھیک ہے تو پھر رخ تبدیل کر لو۔'' روشاق نے پراعتماد لہجے میں کہا۔ یقین شاید گارساں کو بھی نہیں تھا' لیکن وہی ڈوبتے اور تنکے والی مثال تھی وہ ہدایات نشر کرنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد جہاز کے انجن بند ہو گئے۔ اسے کسی خاص طریقے سے رخ بدلنے کی کارروائی کی جا رہی تھی۔ بہر طور وقت گزرتا رہا اور جہاز کا رخ تبدیل کیا جانے لگا۔ سب لوگ منتشر ہو گئے تھے۔ میں بھی صوفیہ کے ساتھ کیبن میں واپس آ گئی تھی۔ صوفیہ کے چہرے پر عجیب سے آثار تھے' تھوڑی سی مایوسی کا اظہار ہونے لگا تھا اس کے چہرے سے' اس نے مدہم لہجے میں کہا۔

''کیا ہماری کہانی سمندر میں ہی ختم ہوجائے گی نشاء۔''

''میں نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔''میری کہانی کا تو شاید آغاز اور انجام ہی نہیں ہے سسٹر' لیکن آپ یقین کریں میں آپ کے لئے افسردہ ہوں۔''

''اور جب تم بار بار یہ الفاظ کہتی ہو تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے اس خیال کے تحت کہ اپنی زندگی تمہارے نام کرنے کے باوجود میں وہ مقام نہیں حاصل کرسکی جو مجھے ملنا چاہئے تھا تمہاری نگاہ میں۔''

''ارے نہیں نہیں سسٹر...... آپ کیسی باتیں کررہی ہیں؟''

''تو پھر جو ہونا ہے ہم دونوں کے ساتھ بھی ہوگا بلکہ جہاز کے تمام مسافروں کے ساتھ' پھر تم میرے لئے کیوں افسردگی کا اظہار کرتی ہو؟''

نجانے کتنا وقت ہمیں یہاں گزرا تھا کہ یکا یک کیبن کے دروازے پر دستک ہوئی اور صوفیہ نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا' ایک ادھیڑ عمر کا شخص کھڑا ہوا تھا اس نے کہا۔

''آپ مس نشاء ہیں؟''

''ہاں بولو کیا بات ہے؟''صوفیہ نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''مسٹر وسکن ڈیزل آپ کو ڈیک پر بلا رہے ہیں' براہ کرم میرے ساتھ آیئے۔''

''صوفیہ نے میری شکل دیکھی اور میں نے گردن ہلا دی۔

''چلتے ہیں۔''میں نے کہا اور اٹھ کر دروازے پر آگئی۔''کیا کہا ہے مسٹر ڈیزل نے؟''

''آپ میں سے جو بھی نشاء ہو' میرے ساتھ چلے۔''وہ شخص بولا۔

''صرف نشاء؟''میں نے سوال کیا۔

''ہاں انہوں نے یہی تاکید کی ہے۔''

''گویا ہم دونوں نہیں جاسکتے؟''

''جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ میں نے آپ سے عرض کردیا' آگے آپ کی مرضی ہے۔''وہ شخص بولا اور میں ایک لمحہ کے لئے سوچنے لگی' پھر میں نے سسٹر صوفیہ سے کہا۔

''نجانے کیا بات ہے سسٹر میں جاتی ہوں' آپ آرام کریں۔''

میں نے لباس وغیرہ درست کیا اور باہر نکل آئی' برابر میں انکل ڈیزل کا کیبن تاریک تھا' ماحول پر گھمبیر سناٹا طاری تھا' نجانے کیا بات تھی کہ اندرونی طور پر میں کچھ گھبراہٹ سی محسوس کررہی تھی جیسے کچھ ہونے والا ہو لیکن کیا ہوسکتا ہے آخر' وسکن ڈیزل کا پیغام لانے والا میرے آگے آگے چلتا ہوا عرشے پر آگیا' اس نے تھوڑے فاصلے پر اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''وہ مسٹر ڈیزل موجود ہیں۔''

''جس سمت اس نے اشارہ کیا تھا وہاں نیم تاریکی تھی اور کپتان گارساں نے بہت کم روشنیاں

جلائی تھیں۔ تاہم دھندلاہٹوں میں انکل ڈیزل کا ہیولہ نظر آ رہا تھا۔ میں تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی۔ فاصلہ عبور کر کے ان کے قریب پہنچ گیا۔ پیغام دینے والا شخص اب میرے پیچھے ہو گیا تھا۔ ادھر انکل ڈیزل ریلنگ پر ہاتھ جمائے سمندر کی طرف دیکھ رہے تھے۔

''کیا بات ہے انکل خیریت؟'' میں نے حیران لہجے میں پوچھا اور وسکن ڈیزل نے رخ بدل کر مجھے دیکھا' لیکن تاریکی اتنی بھی نہیں تھی کہ میں انہیں نہ پہچان سکتی' وہ انکل ڈیزل نہیں تھے' میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا' یہ شخص احمر جنیدی تھا' احمر جنیدی نے چند لمحات خاموشی اختیار کی پھر بولا۔

''تم سے بہت اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں نشاء۔'' اس کا ہاتھ برف کی طرح سرد تھا۔

''یہ کیا بکواس ہے' آپ نے مجھے دھوکے سے بلایا ہے مسٹر احمر جنیدی' یہ شخص مجھے وسکن ڈیزل کے حوالے سے یہاں بلا کر لایا ہے۔''

''مجبوری تھی' ورنہ شاید تم آنے سے گریز کرتیں۔''

''لیکن اس دھوکہ دہی کی ضرورت کیوں پیش آئی آپ کو؟''

''ایک بات کا جواب دو' کیا مجھے اس جہاز پر دیکھ کر تمہیں حیرت نہیں ہوئی۔''

''آپ جیسے جرائم پیشہ لوگ کہیں بھی پہنچ سکتے ہیں۔ سمجھ رہے ہیں آپ مسٹر احمر جنیدی' مگر میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔''

''بات کرو یا نہ کرو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ سن لو' سمجھیں' ہم سب بہت خطرناک جال میں گرفتار ہونے والے ہیں' یہ آخری موقع ہے بالکل آخری' میں نے زندگی کی بازی لگا کر مارشل سے فرار کا انتظام کیا ہے' نیچے ایک اسٹیمر موجود ہے' یہ سیڑھی رکھی ہوئی ہے جو تمہیں نیچے پہنچا دے گی' ہم مارشل چھوڑ کر زندگی بچا سکتے ہیں' ورنہ جہاز کا ایک ایک مسافر گارساں کے ہاتھوں فنا ہونے والا ہے' میں اس کا منصوبہ سن چکا ہوں' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مارشل کو کوئی ساحل ہی نہ ملے اور ہم لوگ اس کے ہاتھوں فنا ہو جائیں' لیکن میں تمہیں یہ پیشکش کر رہا ہوں کہ میرے ساتھ چلو ہم خشکی تلاش کر لیں گے' اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ نشاء وقت بالکل نہیں ہے۔''

''میرا خیال ہے آپ پاگل ہو گئے ہیں احمر جنیدی' دماغ خراب ہو چکا ہے آپ کا' میں تھوکتی ہوں آپ کی صورت پر' میرا آپ سے واسطہ کیا ہے؟'' میں نے غرا کر کہا۔

''بہت گہرا واسطہ ہے نشاء' بہت ہی گہرا واسطہ ہے۔'' احمر جنیدی نے کہا اور پھر جو کچھ ہوا میرے لئے غیر متوقع تھا' اچانک ہی عقب میں موجود قوی ہیکل شخص نے جو مجھے بلا کر لایا تھا مجھے دبوچ لیا اور دوسرے لمحے میں اس کے ہاتھوں میں بلند ہوتی گئی' میرے حلق سے بے اختیار چیخ نکلی تو احمر جنیدی نے کہا۔

''او گدھے کے بچے اور احمق تو نے اس کا منہ کھلا چھوڑ دیا ہے' منہ بند کر۔''

لیکن اس کی نوبت نہیں آئی' دیو ہیکل شخص مجھے اسی طرح اٹھائے ہوئے کنارے پر آیا اور پھر

ریلنگ پر چڑھ کر اس نے گہرائی میں چھلانگ لگا دی' میرے حلق سے نجانے کتنی چیخیں نکل گئی تھیں' مجھے یوں لگا تھا جیسے آسمان سے گری ہوں' قوی ہیکل شخص نے گرتے ہوئے مجھے چھوڑ دیا اور دوسرے لمحے میں میں چھپاک سے پانی میں جا گری۔ نمکین اور مرچیں لگانے والا پانی میری آنکھوں میں لگا' پھر حلق میں بھر گیا اور میرا سانس بند ہونے لگا' لیکن اس شخص نے بڑی تکنیک سے کام لیا تھا۔ وہ میرے ساتھ ساتھ نیچے آیا تھا اور یقینی طور پر وہ کوئی ماہر تیراک تھا۔ چنانچہ اس نے مجھے گہرائی میں نہ جانے دیا اور ایک بار پھر مجھے ہاتھوں میں اٹھا لیا۔

میرے ہوش وحواس بحال نہیں تھے۔ اس کے باوجود میں نے اسٹیمر کے انجن کی آواز سنی وہ قریب آیا تو مجھے اس میں اچھال دیا گیا' یہاں اور کوئی بھی موجود تھا جس نے مجھے سنبھال کر اوندھا لٹا دیا اور غالباً میرے پیٹ سے پانی نکالنے کا عمل شروع کر دیا گیا' لیکن پانی میرے پیٹ تک نہیں جا سکا تھا بس حلق اور ناک میں بھر گیا تھا' میں نے تڑپ کر اس شخص کو لات ماری اور وہ پیچھے لڑھک گیا۔ اسی اثناء میں دوسرا شخص اوپر چڑھ آیا تھا۔ میں اچھل کر کھڑی ہوئی تو ان دونوں نے جھپٹ کر مجھے دبوچ لیا۔ سامنے احمر جنیدی مجھے رسی کی سیڑھی سے اترتا نظر آ رہا تھا' مجھے دبوچنے والوں نے ایک بار پھر مجھے نیچے گرا دیا اور ان میں سے ایک نے میرے دونوں ہاتھ موڑ کر میری پشت پر کس دیئے' دوسرا اسٹیمر سنبھالنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ احمر جنیدی نے اسٹیمر میں چھلانگ لگا دی اور اس کے بعد اسٹیمر آگے بڑھ گیا۔ ہاتھوں کے بعد میرے پاؤں بھی رسی میں جکڑ دیئے گئے پھر اس شخص نے مجھے گھسیٹ کر ایک طرف بٹھایا' مجھ سے کچھ فاصلے پر کوئی اور بھی بیٹھا ہوا تھا جس کے خدوخال تاریکی میں نظر نہیں آ رہے تھے' اسٹیمر نے ایک زبردست جھٹکے سے رخ تبدیل کیا تھا اور ایک سمت اختیار کر کے آگے بڑھ گیا تھا۔

میری کیفیت عجیب وغریب ہو رہی تھی' شدید غصہ بھی تھا اور خوف بھی تھا۔ مجھے احمر جنیدی نے مارشل سے اغوا کیا تھا اور موت کے سفر پر چل پڑا تھا' اب کیا ہو گا۔ لیکن یہ سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ اچانک مارشل کے برج پر سرچ لائٹ جل پڑی اور اس کی تیز شعاعی روشنی سمندر پر پڑی اور پھر وہ اسٹیمر کا تعاقب کرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی اور آن کی آن میں اس نے اسٹیمر کو اپنی گرفت میں لے لیا' ہم سب تیز دودھیا روشنی میں نہا گئے۔ احمر جنیدی کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''اوہ! راز کھل گیا' انہیں پتہ چل گیا' رفتار تیز کر دو' رفتار تیز کر دو۔''

''اس سے زیادہ ممکن نہیں ہے سر۔'' اسٹیئرنگ پر کھڑے ہوئے شخص نے کہا۔

اچانک روشنی بجھ گئی' خاموشی چھا گئی' بڑی سنسنی کا احساس ہو رہا تھا' سر چکرا رہا تھا آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں' اسٹیمر پر موجود لوگ بھی سکتے کی سی کیفیت میں تھے' ایک ایک لمحہ چیختا ہوا گزر رہا تھا اور میں سوچ رہی تھی کہ اسٹیمر روشنی میں تو آ گیا ہے' پھر ادھر سے کوئی کارروائی کیوں نہیں ہوئی۔ میرے اندازے کے مطابق کوئی پندرہ منٹ گزر گئے پھر اچانک اسٹیئرنگ پر گھرا ہوا شخص

وہشت بھرے لہجے میں بولا۔
''کارروائی شروع ہو گئی ہے۔''
''کیا کہا؟'' احمر جنیدی کا لہجہ بھی خوف سے بھرپور تھا۔ اسٹیمر چلانے والے کے جواب دینے کی ضرورت نہیں پیش آئی' تین سمت سے مدہم مدہم روشنیاں سفر کرتی ہوئی نظر آئی تھیں' یقیناً یہ بھی اسٹیمر تھے' جو اس اسٹیمر کے تعاقب میں چلے تھے' میرے دل کو کچھ ڈھارس ہوئی' یہ سخت خوف زدہ ہو گئے تھے' اچانک مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا شخص بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔
''کھیل ختم ہو گیا جنیدی۔''
''میں آخری دم تک کوشش جاری رکھوں گا۔'' احمر جنیدی نے جواب دیا' پھر اسٹیمر چلانے والے سے بولا۔
''رفتار تیز کر دو ان کے نرغے میں آنے سے بچو۔''
''عجیب بات کر رہے ہیں آپ سر' اس کی رفتار اس سے زیادہ نہیں ہے میں کیا کروں۔''
''اوہو..... وہ آخر' وہ دیکھو ان کا فاصلہ تو کم ہوتا جا رہا ہے' آخر ان کی رفتار اتنی تیز کیوں ہے؟''
''ان کی رفتار تیز نہیں ہے بس انہوں نے ہمیں گھیرنے کے لئے خاص طریق کار اختیار کیا ہے۔''
''مشکل ہے نکلنا مشکل ہے' وہ بحری قزاق ہے' سمندروں کا کیڑا۔'' سامنے والے آدمی نے کہا اور میں نے آواز پہچان لی' یہ عدنان ثنائی تھا' احمر جنیدی سہمے ہوئے انداز میں تین سمتوں سے آنے والی روشنی کو دیکھ رہا تھا۔ صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ انہوں نے فرار ہونے والے اسٹیمر کو گھیر لیا ہے۔ دفعتاً ان پر سرچ لائٹس روشن ہو گئیں' گو ان روشنیوں نے بھی ہمارے اسٹیمر کا احاطہ نہیں کیا تھا' لیکن بس چند لمحات تھے جب وہ اسٹیمر تک پہنچنے والی تھیں اور یہ لمحات بھی گزر گئے' سب کو آنکھوں پر ہاتھ رکھنے پڑے تھے' میں نے بھی گردن جھکا کر آنکھیں میچ لیں' پھر میگافون پر آواز ابھری جو پہلے تو واضح نہیں تھی' لیکن پھر صاف سنائی دینے لگی۔
''تم لوگ مشین گنوں کی زد پر ہو' صرف ایک منٹ دیا جاتا ہے اسٹیمر کا انجن بند کر دو اور ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ۔ کسی نے حرکت کی تو فائر کھول دیا جائے گا' یہ سمندر شارک مچھلیوں سے بھرا پڑا ہے' پانی میں کودے تو بدترین موت مارے جاؤ گے' پانچ سیکنڈ گزر گئے ہیں وارننگ پھر سن لو۔'' وہی الفاظ پھر دہرائے گئے اور اچانک اسٹیمر کا انجن خاموش ہو گیا۔
''یہ کیا کیا تم نے گدھے کے بچے۔'' احمر جنیدی چیخا۔
''آپ کا دماغ خراب ہے مسٹر جنیدی' ہم کتے کی موت مرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔'' اسٹیمر چلانے والے کے دوسرے ساتھی نے کہا اور جنیدی اس کے بعد کچھ نہ بول سکا' تینوں اسٹیمر ہمیں

روشنی کی زد میں لئے ہوئے ہمارے قریب آ گئے' پھر ان پر سے رسی اور آنکڑے پھینک کر اسٹیمر کے کناروں میں پھنسائے گئے اور اس کے بعد چند افراد اسٹیمر پر آ گئے' انہوں نے پھرتی سے اسٹیمر پر موجود چاروں افراد کو قبضے میں لے لیا' مجھے دیکھ کر ان میں سے ایک نے کہا۔

''اوہ مائی گاڈ یہ ایک لڑکی کو بھی اغوا کر کے لے جا رہے تھے۔''

''کھلوا سے' لڑکی ان کے علاوہ اور بھی کوئی اسٹیمر میں موجود ہے۔'' دوسرے آدمی نے پوچھا۔

''میں نہیں جانتی۔''

''کوئی اور ہے تمہارے ساتھ؟'' پہلے آدمی نے سوال کیا۔

''نہیں اور کوئی نہیں ہے۔'' اس بار عدنان ثنائی نے کہا۔ چلو دوسرے اسٹیمر پر' جنیدی فرار ہو رہا تھا اسے بھی سنبھال لیا گیا اور پھر چاروں اسٹیمر مارشل کی جانب چل پڑے۔ اوپر جانے کے لئے مجھے بھی رسی کی سیڑھی استعمال کرنی پڑی تھی' مارشل پر زیادہ ہنگامہ نہیں ہو رہا تھا' لیکن ڈیک پر سسٹر صوفیہ' وسکن ڈیزل' عسکری اور دوسرے چند افراد کے ساتھ گارساں بھی موجود تھا' عسکری ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھا اس نے مجھے سہارا دینا چاہا' لیکن میں نے اس سہارے کو قبول نہیں کیا۔ البتہ سسٹر صوفیہ سے لپٹ گئی اور بری طرح سسکنے لگی۔

''تم ٹھیک ہو نا ڈارلنگ تم ٹھیک ہو نا۔''

اس وقت گارساں بولا۔ ''کیا یہ لڑکی بھی فرار ہونے والوں میں شامل ہے؟''

''نہیں کیپٹن یہ لوگ اسے اغواء کر کے لے جا رہے تھے۔ اسٹیمر میں یہ ہمیں رسی سے بندھی ہوئی ملی تھی ہم نے اسے کھولا تھا۔''

''تمہارا کیبن نمبر کیا ہے بے بی؟'' گارساں نے پوچھا' لیکن میرے بجائے سسٹر صوفیہ نے انہیں کیبن کا نمبر بتایا اور بولی۔

''ہم دونوں ساتھ رہتے ہیں۔''

''اسے لے جاؤ اس وقت تک اپنے کیبن سے باہر مت نکلنا جب تک میں تمہیں طلب نہ کر لوں۔ کوئی اور کیبن میں نہ جانے ان پر پہرہ لگا دیا جائے۔''

''او کے کیپٹن۔''

''ان لوگوں کو نیچے لے جاؤ اور سنوان کے لباس اتروا لینا تا کہ.....'' یہ کہہ کر گارساں عجیب سے انداز میں ہنسا احمر جنیدی کے منہ سے ایک آواز نکلی تھی' لیکن گارساں پلٹ کر واپس چل پڑا' سسٹر صوفیہ مجھے لے کر کیبن کی جانب چل پڑیں' کیبن میں داخل ہوتے ہی وہ بے اختیار ہو گئیں اور مجھ سے لپٹ کر زار وقطار رونے لگی۔ میرے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی' لیکن اس وقت مجھے صوفیہ کی محبت کا احساس ہو رہا تھا' یہ احساس کچھ عجیب سا تھا' جب ان کا دل ہلکا ہوا تو وہ میرے لئے دوسرا لباس نکال کر بولیں۔

''چلو کپڑے بدل لو۔''

''جی۔'' میں نے کہا' پھر جب میں کپڑے تبدیل کر کے باہر آئی تو صوفیہ کنگھے سے میرے بال سنوارنے لگی' پھر بولیں۔

''کیا ہوا تھا نشاء...... کیا ہوا تھا میری جان؟''

''احمر جنیدی نے مجھے اغوا کیا تھا۔''

''آخر کیسے...... یہ کیسے ہوا تھا؟''

''مجھے دھوکے سے بلایا گیا تھا انکل ڈیزل کے نام پر' لیکن مجھے بلانے والا احمر جنیدی تھا اور پھر میں نے صوفیہ کو ساری تفصیل بتائی' وہ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد بولیں۔

''تمہیں دیر ہو گئی تو میں پریشان ہو کر عرشے پر گئی' وہاں کچھ کارروائی ہو رہی تھی' مجھے شبہ بھی نہیں تھا کہ تمہارے ساتھ کچھ ہوا ہے' میں اس کارروائی کو نظر انداز کر کے تمہیں تلاش کرتی پھری' تب اچانک ہی مجھے مسٹر ڈیزل مل گئے' انہوں نے بتایا کہ کچھ لوگ ایک اسٹیمر لے کے فرار ہوئے ہیں' میں نے بے قراری سے تمہارے بارے میں پوچھا تو وہ دنگ رہ گئے اور پھر کہیں دوڑے چلے گئے' میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا تمہاری تلاش میں ناکام ہو کر میں وہاں کھڑی ہو گئی اور پھر مجھے بالکل علم نہیں تھا کہ تمہارے ساتھ کوئی واقعہ پیش آیا ہے' اب مجھے یقین ہو گیا نشاء خدا کی قسم اب مجھ یقین ہو گیا ہے۔''

''کیا؟''

''میرے باپ' میرے مالک' میرے رہنما' میرے دیوتا' اے کے ہمدانی کے ساتھ وہ وحشیانہ سلوک احمر جنیدی ہی نے کیا ہے اور اب میں اس سے انتقام لوں گی۔ ہمدانی میرا باپ تھا' میرا باپ تھا وہ' میرا رہنما تھا' اس نے مجھے نئی زندگی سے روشناس کرایا تھا۔'' صوفیہ شدید جذبات کے عالم میں خاموش ہو گئی تھیں۔

''اور وہ کمبخت بھیڑ کی کھال میں بھیڑیا' وہ لنگڑا پروفیسر وہ بھی یقیناً اس سے مختلف نہیں ہو گا۔'' میں نے دانت پیس کر کہا۔ سسٹر صوفیہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر ہم دونوں بہت دیر تک خاموش رہے اس کے بعد سسٹر صوفیہ بولیں۔

''میرا خیال ہے اب نہ تو کسی کو ہمارے پاس آنے دیا جائے گا' نہ ہم باہر جا سکیں گے گارساں سخت اور بااصول آدمی ہے۔''

''رات گزر گئی' نیند تو بالکل نہیں آئی تھی ایک لمحے کے لئے پلک جھپکتی تو خود کو پانی میں ڈوبتا محسوس کرتی' اور دہشت زدہ ہو گئی' پھر صبح کو سسٹر صوفیہ نے تجربہ کر کے دیکھ لیا' وسکن ڈیزل کی تلاش میں باہر نکلی تھیں' لیکن انہیں دروازے پر روک دیا گیا۔

''آپ کا ناشتہ ابھی آ رہا ہے میڈم' براہ کرم آپ باہر نکلنے کی کوشش نہ کریں۔''

''میں برابر والے کیبن میں جانا چاہتی ہوں۔''

''آپ اپنے کیبن کا دروازہ بھی اس وقت تک مت کھولیں جب تک کیپٹن سے ملاقات نہ کر لیں۔'' جواب ملا۔

ناشتہ تھوڑی دیر کے بعد آ گیا کیپٹن گارساں نے دن کے بارہ بجے مجھے طلب کیا تھا۔ کھلی عدالت لگائی تھی اس نے' تمام مسافر عرشے پر جمع تھے' درمیان میں احمر جنیدی عدنان ثنائی اور وہ دونوں افراد موجود تھے جنہوں نے مجھے اغواء کیا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں' اوپری بدن بے لباس تھے اور ان کے چہرے دھواں ہو رہے تھے۔ ہمیں گارساں کے سامنے پیش کیا گیا' کچھ فاصلے پر روشاق عسکری کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اس کے چہرے پر تمسخرانہ انداز کے آثار تھے' کیپٹن گارساں نے پُراحترام انداز میں مجھے مخاطب کیا اور بولا۔

''معزز خاتون! آپ سے چند سوالات کروں گا' براہ کرم سچ جواب دیجئے گا۔''

''جی۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''فرار کے منصوبے میں آپ کا کتنا حصہ تھا؟''

''مسٹر گارساں' میں کسی فرار وغیرہ کے بارے میں نہیں جانتی' اس شخص نے دھوکہ دے کر مجھے عرشے پر بلوایا یہ شخص......'' میں نے اس شخص کی طرف انگلی اٹھائی جو مجھے وسکن ڈیزل کے حوالے سے عرشے پر لے گیا تھا' میں نے گارساں کو پوری تفصیل بتائی اور گارساں نے عدنان ثنائی کی طرف رخ کر کے کہا۔

''کیا یہ لڑکی سچ بول رہی ہے؟''

''ہاں یہ سچی ہے۔'' عدنان ثنائی نے جواب دیا۔

''تم اسے کیوں لے جانا چاہتے تھے؟''

''ہمیں راستے کے انتظامات کیلئے ایک خاتون کی ضرورت تھی۔'' احمر جنیدی نے جواب دیا۔

''اسی کا انتخاب کیوں کیا گیا تھا؟''

''بس ہمیں یہ اطمینان تھا کہ یہ اس نام کا حوالہ دینے سے آ جائے گی' اس کی اور کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔''

''کہاں جانا چاہتے تھے؟''

''کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا بس ہم زندگی کی جدوجہد کرنا چاہتے تھے' آزادی کے ساتھ تمہاری غلامی میں نہ رہ کر اور سنو تم بھی کبھی کوئی منزل نہیں پا سکو گے مائی ڈیئر گارساں مارشل اسی طرح سمندر میں ڈولتا رہے گا' اس کے تمام مسافر آہستہ آہستہ مر جائیں گے ہم زندگی کی جدوجہد کرنے کے لئے فرار ہو رہے تھے اور کوئی منصوبہ نہیں تھا ہمارا۔'' احمر جنیدی نے کہا۔

''یہ جرم ہے میرے دوست' سمندری اصولوں کے مطابق جرم ہے یہ اور اس کی سزا ہوتی

ہے' تم نے ایک قیمتی اسٹیمر لے کر فرار ہونے کی کوشش کی تھی' گرفتار ہو گئے اور اگر تمہارے پاس اسلحہ ہوتا تو تم اسلحہ استعمال کرتے' خیر تم نے جدوجہد نہیں کی اس لئے تمہاری سزا بہت معمولی ہے' تم چاروں جہاز کے فرش صاف کرو گے۔ تمام کیبنوں کے باتھ روم دھوؤ گے' منتظمین تمہاری ڈیوٹیاں تمہیں بتاتے رہیں گے' او کے' ان کی ہتھکڑیاں کھول دی جائیں اور ہاں سنو! آخری بات' تعمیل حکم نہ ہوئی تو دس دس کوڑے مارے جائیں گے تین بار اور اس کے باوجود حکم عدولی ہوئی تو تمہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا جائے گا بس منتشر......'' گارساں نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے' پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔

''کیا یہ سزا مناسب ہے ان کیلئے لڑکی' تم اسے قبول کرتی ہو' او کے اب جاؤ آرام کرو۔''

''گارساں کے اندر ایک خاص بات محسوس کی تھی میں حتمی فیصلہ کرتا تھا اس اعتماد کے ساتھ کہ یہ فیصلہ آخری فیصلہ ہے' غرض یہ کہ سب لوگ منتشر ہو گئے بعد میں وسکن ڈیزل نے بتایا تھا کہ وہی شخص ان کے پاس بھی آیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ احمر جنیدی اس سے ایک خاص موضوع پر بات کرنا چاہتا ہے۔

''گڈ......پھر۔ میں نے پوچھا۔''

''انکل کہہ رہے تھے کہ یہ بدترین سازش تھی۔''

''لیکن میں۔ وہ مجھے کیوں ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔''

''تم......!'' سسٹر صوفیہ مسکرا کر بولیں۔ ''تم مصر کی چھ ہزار سالہ تاریخ کا ایک پراسرار ترین باب ہو۔''

''کبھی کبھی دل چاہتا ہے سسٹر کہ میں کسی وزنی ہتھوڑے سے اپنا سر پاش پاش کرلوں۔''

''کیوں۔''

''تاکہ اس میں جتنے راز پوشیدہ ہیں۔ باہر آ جائیں۔''

''وقت اپنے ہاتھوں سے اپنی تحریر لکھتا ہے ڈارلنگ۔''

''نہ جانے وہ کون تھے جو احمر جنیدی اور عدنان ثنائی کا ساتھ دے رہے تھے۔''

''کوئی بھی ہو سکتے تھے کرائے کے لوگ' یا پھر اس فرار کے ہمنوا۔''

اس شام جب فضا میں دھند لکے اتر رہے تھے ہم نے روشاق کو برج پر جاتے ہوئے دیکھا۔ وہاں نہ جانے کیا میٹنگ ہوئی ان دونوں میں گہری دوستی ہو گئی تھی ہم دونوں ایک طرف کھڑے یہ سب دیکھ رہے تھے کہ پیچھے سے عسکری کی آواز سنائی دی۔

''ہیلو نشاء مجھے کچھ وقت دو گی۔''

''کیا مطلب۔''

''میں تنہائی میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

''سوری۔اس وقت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

''آخر کیوں......؟''میں جھلا کر بولی۔

''پچھلی رات تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا وہ میرے منہ پر طمانچہ تھا۔دراصل میں۔''

''آپ زبردستی میرے باڈی گارڈ بننے کی کوشش کرتے ہیں عسکری۔میں صوفیہ سے باتیں کر رہی ہوں۔آپ بلاوجہ ہمارے درمیان۔''

''اوہ......''وہ شرمندگی سے بولا اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔میں نفرت بھری آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی تھی مارشل کا سفر بدستور جاری تھا اس وقت شام کے پانچ بجے تھے کہ اچانک جہاز کا سائرن بجنے لگا۔

بڑی ہولناک آواز تھی۔لوگ بھاگ بھاگ کر عرشے پر جانے لگے بہت سے لوگ عرشے پر ہی تھے ہم بھی اوپر پہنچ گئے تبھی مائیکروفون پر گارساں کی آواز ابھری۔

''مارشل کے مسافر۔خوشخبری سنو! ہم نے زمین دیکھی ہے۔طاقتور دوربینوں سے زمین دیکھ لی گئی۔ابھی آپ لوگ اسے نہیں دیکھ سکتے ہم نے فاصلوں کا تعین کرلیا ہے کل صبح تک ہم اس زمین کے قریب پہنچ جائیں گے یہ خبر پورے وثوق سے دی جارہی ہے۔''

''وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا۔زندگی کو ترسے ہوئے لوگ پھر سے خوشیوں میں ڈوب گئے اور طرح طرح سے اس کا اظہار ہونے لگا۔

ہم تو صرف دیکھنے والے تھے۔ویسے میں سوچ رہی تھی کہ روشاق' احمر جنیدی سے کہیں زیادہ چالاک اور خطرناک تھا احمر جنیدی اپنی حماقت سے عذاب میں گرفتار ہو گیا تھا جبکہ روشاق نے گارساں جیسے خطرناک آدمی کو اپنی مٹھی میں لے لیا تھا۔

جہاز کے مسافر نہ جانے کیا کیا کرتے پھر رہے تھے بیشتر تو ساری رات نہیں سوئے تھے اور عرشہ پر ہی رہے تھے صبح سورج کی پہلی کرن کے ساتھ زمین کی صورت نظر آ گئی۔میں اور صوفیہ بھی زندگی سے اتنے بیزار نہیں تھے کہ زمین کی خوشخبری کے باوجود گہری نیند سو جاتے۔ہم نے بھی عرشے پر مسافروں کے ہجوم میں جگہ بنا کر ان ساحلی ٹیلوں کو دیکھا جو بدنما شکل رکھتے تھے ان کے دامن میں کالی چٹانیں بکھری نظر آ رہی تھیں۔

مارشل کی رفتار سست ہو گئی تھی اور ساحل پر نگاہ رکھتے ہوئے سفر کیا جا رہا تھا۔

صوفیہ بھی میرے ساتھ موجود تھی۔اس نے کہا۔''کیا خیال ہے نشاء۔اس جگہ کے بارے میں کیا کہتی ہو۔''

''شاید کوئی جزیرہ ہے۔''

''شاید۔غیر آباد سا لگتا ہے۔''

''ابھی کافی دور ہے۔''

''ایں۔لگتا نہیں ہے۔مجھے تو بے حد خوف محسوس ہو رہا ہے۔''

''کیوں......''

''میں نے سمندروں میں ایسے جزائر کے بارے میں پڑھا ہے جو نامعلوم اسرار رکھتے ہیں اگر ایسا ہوا تو۔''

''تو ہم ایک نئے عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے۔''

''یقیناً۔ایسے جزائر میں آبادی کا نام ونشان نہیں دنیا کو ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا۔''

''ایسی دل ہلا دینے والی باتیں نہ کریں سسٹر۔''

''پلیز۔ڈرامت کرو۔لیکن میرے اندر جو خوف ابھر رہا ہے میں اسے دبا نہیں پا رہی ایک خوف ناک خیال میرے دل میں آ رہا ہے پہلے سمندر کے قیدی تھے اب ایک ویران اور غیر آباد جزیرے میں قید ہو جائیں گے۔اپنی دنیا سے دور اور۔اور۔'' سسٹر صوفیہ ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔

''پلیز۔ایسی خوف ناک باتیں نہ کریں سسٹر۔ہوسکتا ہے آپ کا خیال غلط ہو۔''

''تم دیکھ رہی ہو۔مارشل ساحل کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ابھی تک کوئی عمارت یا ایسی کوئی شے نہیں نظر آتی جس سے یہاں انسانی وجود کا پتہ چل سکے۔

''پتہ نہیں۔'' میں نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔جہاز کے دوسرے مسافروں کے ذہنوں میں کیا تھا اس کا اندازہ مشکل تھا ممکن ہے دوسرے لوگ بھی ہماری طرح ہی سوچ رہے ہو۔اب سورج خوب چمکنے لگا تھا اور ہر شے صاف نظر آ رہی تھی مارشل پورے جزیرے کا چکر لگا رہا تھا پھر اس کا یہ چکر پورا ہو گیا اور روشن دن میں میں اسی بات کی تصدیق ہو گئی کہ یہ کوئی غیر آباد جزیرہ تھا۔

اس دوران تجربے کار کپتان نے مارشل کو لنگر انداز کرنے کے لئے' مناسب جگہ کا انتخاب کر لیا تھا۔چنانچہ چکر مکمل کرنے کے بعد منتخب کی گئی تھی وہاں دو بلند وبالا پہاڑ اپنی وسعتوں کا آغاز کرتے تھے ان کے درمیان ایک وسیع درہ بالکل اسی طرح نظر آ رہا تھا جیسے جزیرے کا داخلی دروزاہ ہو۔مارشل کے لنگر ڈال دیئے گئے۔مسافروں میں جو سنجیدہ اور تجربہ کار افراد تھے وہ صورت حال کا اندازہ کر چکے تھے' لیکن زیادہ تر ایسے تھے جو زمین مل جانے سے خوش تھے اور انہوں نے بعد میں پیش آنے والی صورت حال پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

گارساں بھی عرشہ پر آ گیا تھا۔آخر اس نے کہا۔

''دوستو!......زمین ہمارے سامنے ہے اور اس کے اطراف کا چکر لگانے سے'ہمیں اندازہ ہو گیا ہے کہ یہ صرف ایک جزیزہ ہے'ہمیں اس کی نوعیت کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔بظاہر یہ غیر آباد معلوم ہوتا ہے' لیکن بہر حال یہاں'ہمیں سمندر کے بے معنی سفر سے نجات حاصل ہوئی ہے۔اس بات کے

امکانات بھی ہیں کہ جزیرے کے اندرونی حصے میں ہمیں آبادی مل جائے ہوسکتا ہے کسی جدید ملک نے یہاں اپنا کوئی ریسرچ کیمپ قائم کیا ہوا ہو۔میں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ میں سے کئی شخص جزیرے پر اترنے کے لئے بے چین ہیں۔میں نے آپ کی حفاظت خشکی پر پہنچانے کی ذمہ داری قبول کی تھی' جسے میں نے پورا کر دیا ہے میں آپ کا حکمران نہیں ہوں لیکن میں آپ کی اپنی زندگی اور بہتری چاہتا ہوں اور اس کے لئے ایک بار پھر میں آپ کی اجازت چاہتا ہوں۔''

''جہاز کے تمام مسافر گارساں سے خوش تھے۔انہوں نے اسے بخوشی اجازت دے دی کہ وہ رک کے آئندہ کے راستے منتخب کرے تب گارساں نے کہا۔

''میں آپ کے ساحل پر جانے کے انتظامات کرتا ہوں۔کوئی شخص بے اعتدالی کی کوشش نہ کرے اور میری اجازت کے بغیر ساحل سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے۔تمام مسافر زمین پر ایک جگہ جمع ہو جائیں پھر آگے کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔''

''آہستہ آہستہ لانچیں پانی میں اتاری جانے لگیں اور مسافر پورے منظم ہو کر ساحل کی طرف چل پڑے۔گارساں بے وقوف نہیں تھا۔عدنان ثنائی' احمر جنیدی' اور دونوں...... پر خاص نگاہ رکھی گئی تھی میں اور سسٹر صوفیہ بھی ساحل پر پہنچ گئے اس خوشی سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا جو زمین پر قدم رکھ کر حاصل ہوئی تھی۔

صوفیہ نے گہری سانس لے کر کہا۔''خداوند عالم تو نے انسان کو کیا بنایا ہے۔کیسا عجیب لگ رہا ہے زمین پر قدم رکھ کر۔شارک مچھلیوں کی خوراک بننے سے۔یا سمندر میں بھوک پیاس کے مرنے سے بچنے کے بعد یہ زندگی اچھی لگ رہی ہے۔لیکن۔''

''جی سسٹر۔''

''آگے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

''گارساں نے ایک اور بات بھی تو کہی تھی۔''

''ہاں کسی ملک کی تجربہ گاہ۔یا ریسرچ کیمپ کے بارے میں نا۔''

''ہاں۔''

''ممکن نہیں ہے۔اتنا بڑا جہاز ساحل سے آلگا ہے اور کسی نے اس طرف متوجہ ہونے کی کوشش نہیں کی جبکہ یہ ایک فطری عمل تھا۔

سسٹر صوفیہ کی دلیل وزنی' لیکن خوف ناک تھی۔میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر دوسروں کو دیکھنے لگی۔عسکری' ڈسکن ڈیزل' روشاق وغیرہ بھی نظر آ رہے تھے۔پتہ نہیں ان کی سوچیں کیا تھیں۔سب ہی اپنے طور پر اس جزیرے کا جائزہ لے رہے تھے ایک بار پھر صوفیہ کی آواز ابھری۔

''نشاء جان۔''میں نے چونک کر صوفیہ کو دیکھا۔

اس کے چہرے کی پیلاہٹ بتا رہی تھی کہ وہ حد سے زیادہ خوف زدہ ہے۔مجھے اس پہ رحم

آنے لگا۔ میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا اس سے کہا۔ ''مجھے معاف کرنا میں تمہیں بہت پریشان کر رہی ہوں۔''

''آج ایسے کیوں کہہ رہی ہو۔'' ''مسٹر میرے لئے یہ شرمندگی میں کافی ہے کہ آپ میری وجہ سے اس مصیبت میں پھنسی ہیں۔

''پتہ نہیں مجھے کیا ہو رہا ہے۔ یہ جزیرہ مجھے اس ہولناک سمندری سفر سے زیادہ خوف ناک لگ رہا ہے تم نے ایک خاص بات نہیں محسوس کی۔''

''کیا۔''

''یہاں زندگی کا نام ونشان نہیں ہے۔ ورنہ ایسی جگہوں پر سمندری پرندے سی گل وغیرہ ضرور نظر آتے ہیں۔''

''لیکن یہاں تم دیکھ رہی ہو؟''

''میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور گارساں واقعی انتظامی اور کا بادشاہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے دس دس آدمیوں کے گروپ بنائے اور انہیں اس راستے کی طرف روانہ کر دیا۔ یہ گروپ کا ایک دوسرے سے سوگز کا فاصلہ رکھا گیا تا کہ باقاعدہ اور محتاط طریقے سے پیغام رسائی ہو سکے باقی لوگ ساحل پر اتر کر بیٹھ گئے اور دوسرے امور سرانجام دیئے جانے لگے۔ مارشل پر گارساں کے ایسے ساتھی موجود تھے جو اسلحہ اور خوراک کی حفاظت کر رہے تھے۔

آخر کار روانہ ہونے والے گروپوں کی طرف سے خبریں موصول ہونے لگیں جن کا لب لباب یہ تھا جزیرے کے دوسری طرف کھجوروں کے جنگل میں فضا میں جو میٹھی میٹھی کھجوروں کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے وہ اسی وجہ سے ان کی جھاڑیوں میں پیلے پیلے سنگروں جیسے پھلوں کے جھاڑ بکھرے ہوئے ہیں اسی طرف پرندے موجود ہیں بڑے جانور نہیں نظر آئے زیادہ تر بڑی سی بھوری چٹانیں نظر آ رہی ہیں کہیں کوئی انسانی وجود یا عمارت نہیں نظر آئی۔

''جزیرہ غیر آباد ہے۔'' گارساں نے اعلان کیا۔ ''ہمارا دوسرا عمل یہ ہو گا کہ ہم پہاڑ کے دوسری طرف منتقل ہو جائیں۔ جہاز کی اہم خوراک کو محفوظ رکھا جائے گا کھجور مکمل غذا ہوتی ہے ان پھلوں کا عملی تجربہ کیا جائے گا۔ پہلے کچھ دیر آرام کیا جائے گا پھر دوسرے فیصلے کئے جائیں گے۔''

جزیرے کے مسافر چل پڑے۔ ہم بھی انہیں میں شامل تھے۔ صورت حال بڑی غم انگیز تھی۔ ہر چیز سے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ صوفیہ یہاں آ کر حوصلہ ہار گئی تھی۔ رات کو وہ سسک سسک کر رو پڑی تھی میں اسے دلاسہ دینے لگی مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ ہمارے پیچھے عسکری بھی موجود ہے۔

''خود کو سنبھالیئے میڈم صوفیہ۔ آپ نے بہت بڑی ذمہ داری قبول کی ہے۔'' میں نے چونک کر پیچھے دیکھا اور میرے دل میں شدید نفرت پیدا ہو گئی۔

''تم ہمارے سر پر کیوں مسلط رہتے ہو۔ یہاں سے دور چلے جاؤ۔''

''یہاں آ کر تو ہم خود بخود ایک دوسرے سے دور ہو گئے ہیں...... رہنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ تھوڑے دن گزر جانے دیں پھر دیکھئے لوگ کس طرح ایک دوسرے کے التفات کو ترسیں گے۔''

''اس کے باوجود میں تم سے رجوع نہیں کروں گی۔ دوسری بات اگر روشاق نے تمہاری ڈیوٹی مجھ پر لگا رکھی ہے تو اسے بتا دینا کہ جو کچھ میں اسے بتا چکی ہوں اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں معلوم اسے مایوسی ہو گی۔''

''تمہارا شکریہ نشاہ تمہارے طرز عمل نے میرے احساس شرمندگی میں کمی کر دی ہے میں نے اپنی غربت مندی پریشانیاں دور کرنے کے لئے روشاق سے رجوع کیا تھا۔ بعد میں تم سے محبت ہو گئی تو اپنے عمل کو گناہ سمجھ کر اس کا کفارہ ادا کرنے میں مصروف ہو گیا۔ لیکن اب میں مظلومیت کی منزل میں داخل ہو گیا ہوں تم اب زیادتی کرنے لگی ٹھیک ہے اب میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ گارساں اب بھی سارے انتظامات سنبھالے ہوئے تھا۔ کھانے وغیرہ کا بندوبست اسی باقاعدگی سے کیا گیا تھا کھردری زمین پر بیٹھنے کا تجربہ بھی کیا تھا' لیکن وقت سب کچھ کرا لیتا ہے جوں جوں رات بھگتی جا رہی تھی فضا میں سردی اترتی جا رہی تھی۔ ہوا مدھم لیکن خشک تھی پھر پتہ نہیں کیسے نیند آ گئی صبح جاگی تو جسم اکڑا ہوا تھا۔ بدن میں درد ہو رہا تھا چائے پینے دی گئی جس کے ساتھ دو بسکٹ تھے۔ ناشتہ کے بعد لوگ ٹولیاں بنا کر جنگل میں نکلے تھے۔ گارساں کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

جنگل میں دور تک نکل جانے والے جب واپس آئے تو کوئی اچھی خبر نہیں لائے تھے۔ انہوں نے تصدیق کی کہ جزیرے پر کوئی آبادی نہیں ہے۔ میں نے صبر و سکون سے یہ خبر سنی تھی۔ گارساں نے خوراک پر سختی شروع کر دی پہلے پھل اور کھجوریں خوراک کا حصہ بنائی گئیں شام کے جھٹپٹے میں وسکن ڈیزل ہمارے پاس بیٹھا۔ اس نے کہا۔

''وہ مشکل مرحلہ آ گیا ہے جس کے آگے میری سوچ کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ میں تم لوگوں کو کوئی دلاسہ نہیں دے سکتا۔''

''ٹھیک ہے انکل ہم نے اپنی تقدیر سے سمجھوتہ کر لیا ہے۔'' میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''مگر میری تقدیر کیوں کالی ہو گئی ہے میں کیا کروں۔'' اچانک صوفیہ پھٹ پڑی اور ہم دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ ڈیزل نے کہا۔

''مارشل پر جتنے مسافر ہیں ان میں سے کسی کو یہ خبر نہیں تھی کہ واپسی پر کسی مشکل کا شکار ہو جائیں گے جو کچھ ہوا ہے سب کی توقع کے خلاف ہوا ہے جھنجھلاہٹ کا شکار ہونے کے بجائے تقدیر کے فیصلے کا انتظار کرو۔''

''ہاں۔ کالی تقدیر کے فیصلے کا انتظار۔''صوفیہ نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ میں ششدر بیٹھی تھی۔ وسکن ڈیزل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''اس کے باوجودخود پر کنٹرول رکھیں میڈم صوفیہ.....ہوسکتا ہے تیسری کوئی صورت نکل آئے۔''

''آپ نے زبان پر تالے کیوں لگا رکھے ہیں مسٹر ڈیزل' آپ ہمیں کیوں نہیں بتاتے کہ آپ کو آئندہ کیا کرنا تھا آپ یہ کیوں نہیں بتاتے کہ ہارون دانش نے ہمیں آپ کے پاس کیوں بھیجا تھا؟ عجیب پراسرار کھیل چل رہا ہے۔ زندگی بار بار موت سے ہمکنار ہو رہی ہے اور اس راز کا انکشاف نہیں کیا جا رہا جس کے لئے یہ سب عذاب مول لیا گیا ہے۔''صوفیہ نے کہا۔

''اس راز سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے بے بی۔''ڈیزل نے تحمل سے کہا۔

''وہ تو میں بھی جانتی ہوں' مگر کیا کروں' پاگل پن سوار ہو گیا تھا' دیوانی ہو گئی تھی' لیکن جو ہونا تھا وہ ہو چکا مجھے آگے کا حال معلوم ہونا چاہیے۔''صوفیہ نے جنونی لہجے میں کہا۔

''تمہاری مختصر عقل کچھ نہیں سمجھ پائے گی۔اوکے.....''ڈیزل نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔صوفیہ کے چہرے پر شدید غصے کے آثار تھے۔میں نے آہستہ سے کہا۔

''سسٹر۔''

''سوری نشاء ویری سوری۔بس بہت ہو گیا اس سے زیادہ کچھ ممکن نہیں ہے۔سوری.....'' وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر آگے بڑھ گئیں۔

''سسٹر پلیز!میں نے رندھی ہوئی آواز میں کئی بار اسے پکارا' لیکن صوفیہ تیز تیز قدم اٹھاتی کافی دور چلی گئی اور پہلی بار میری آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔میں خوب روئی پھر خود ہی چپ بھی ہو گئی۔رونے والوں کو کوئی دلاسہ نہیں دیتا۔میں اکیلی ہی تھی مسافر عورتوں میں سے اکثر بے اختیار رو پڑی تھیں اور خود ہی خاموش بھی ہو جاتی تھیں۔ ہر ایک کے رونے کی وجہ مختلف تھی میرے ساتھ جو کچھ تھا وہ میرے رونے کے لئے کافی تھا۔اب تو عسکری بھی ناراض ہو گیا تھا۔صوفیہ بھی چھوڑ گئی تھی' وسکن ڈیزل نے بھی بے بسی کا اظہار کر دیا تھا اب.....اب کیا ہوگا کیا ہوگا؟''

❖❖❖

دماغ پر شدید بحران سوار ہو گیا۔ ہر شے سے وحشت ٹپکنے لگی۔ اپنی جگہ سے اٹھی اور اضطراری طور پر کسی سنسان گوشے کی تلاش میں چل پڑی۔ آس پاس ابھی تک کسی درندے کی موجودگی کے نشان نہیں ملے تھے اس لئے مارشل کے مسافر کسی خوف کے بغیر دور تک نکل جاتے تھے۔ اس وقت دور دور تک لوگ بکھرے نظر آ رہے تھے میں کسی سنسان اور پرسکون گوشے کی تلاش میں تھی چنانچہ کافی دور نکل آئی۔ ہر طرف کھجوروں کے درخت بکھرے ہوئے تھے اس کے علاوہ سرسبز چٹانیں نظر آ رہی تھیں۔ میں بے خیالی میں بہت دور نکل آئی۔ ماحول تاریک ہوتا جا رہا تھا۔ ایک چٹان کے دوسری طرف پہنچی تو کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ غور سے دیکھا تو احساس ہوا کہ کوئی عورت ہے ایک لمحے کے لئے دل خوف سے دھڑک اٹھا۔ بہت سے وسوسے دل میں جاگے بھوت، پریت، چڑیل، کوئی بھی ہو سکتا ہے۔

ایک لمحے کے لئے سوچا کہ واپس دوڑ جاؤں۔ لیکن پھر ایک اور خیال آیا ممکن ہے کوئی ستم رسیدہ عورت ہو، جہاز پر ایسے بہت سے مرد عورتیں تھیں جن کے پیارے طوفان کی نذر ہو گئے تھے اور وہ تنہا رہ گئے تھے ایسے لوگ اکثر روتے نظر آتے تھے۔ ممکن ہے وہ بھی کوئی ایسی ہی عورت ہو، جو میری طرح تنہائی کی تلاش میں اس طرف آ گئی ہو چنانچہ میں چند قدم آگے بڑھی۔ میرے قدموں کی آہٹ پر عورت نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا اور میری جان نکل گئی۔ برف جیسا سفید چہرہ، چمکدار آگ برساتی آنکھیں، شناسا نقوش، یہ وہی عورت تھی جو مجھے پراسرار طور پر اس مکان میں ملی تھی اور اس نے مجھ سے نفرت کا اظہار کیا تھا۔

میرے قدم جیسے جم کر رہ گئے۔ میں واپس پلٹ کر بھاگنے کی کوشش بھی کرتی تو اس میں کامیاب نہیں ہو سکتی تھی، کیونکہ میرے اعصاب خوف سے شل ہو گئے تھے حالانکہ ماحول تاریک ہو گیا تھا، لیکن اس کے چہرے کے نقوش میں ایک انوکھی چمک تھی۔ اچانک اس کے نقوش تبدیل ہونے لگے اور اس کے چہرے پر نفرت ابھر آئی۔ اس کے سفید دانت چمکے اور وہ ہونٹ سکوڑ کر چٹان کے دوسری طرف کود گئی۔ چٹان خالی ہو گئی۔

میں سکتے کے عالم میں کھڑی تھی۔ اچانک مجھے اپنے پیچھے آہٹ محسوس ہوئی تو میں نے سہم کر گردن گھمائی میں نے ایک اور حیران کن منظر دیکھا وہ روشاق تھا جس نے ایک عجیب وغریب حلیہ بنا رکھا تھا۔ وہ قدیم دور کے راہبوں اور کاہنوں جیسا لباس پہنے ہوئے تھا۔ ہاتھ میں ایک اژدھے کی شکل کا عصا تھا اور سر پر ایک لمبی رنگین ٹوپی جس میں چمکدار پتھر ٹکے ہوئے تھے۔ تب ہی اس کی تمتمائی آواز سنائی دی۔

''سمونا دوختہ وار دوسانا عائیہ' تقدیس ہو تیری۔ تقدیس ہو تیری۔ اشواتیہ اشوفی کی سب سے مقدس روح' تقدیس ہو تیری' تقدیس ہو تیری اور رکوع کے سے انداز میں جھک گیا۔

مجھے نہ جانے کیا سوجھی' میں اسے نظر انداز کر کے اس چٹان کی طرف دوڑی جس پہ مجھے وہ منحوس عورت نظر آئی تھی اب تک میرے ذہن میں یہ خیال تھا کہ وہ عورت روشاق ہی کا دوسرا روپ تھا۔ لیکن اس وقت وہ دونوں ہی نظر آ گئے تھے اور میرے تجسس نے ہی میرے اعصاب درست کر دیئے تھے۔ میں چٹان کے دوسری طرف پہنچ گئی' لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ دور دور تک سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ میں وہیں کھڑے ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

ایک بار پھر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ آنے والا روشاق ہی تھا وہ میرے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

''مشکل ہے!'' اس نے پراسرار انداز میں کہا اور میں خاموشی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ پھر بولا۔ ''وہ جا چکی ہے۔''

''کون ہے وہ؟'' میں نے سوال کیا۔

''ایں۔'' وہ جیسے چونک کے بولا۔ لیکن صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کا یہ چونکنا مصنوعی ہے میں نے اسے محسوس کر لیا تھا۔ کچھ لمحوں کے بعد میں نے کہا۔

''ایک سوال کروں مسٹر روشاق۔''

''جی عزالیتہ۔''

''آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔''

''معصوم سوال ہے کیا جواب دوں۔''

''آپ میرا پیچھا کر رہے ہیں۔''

''ہاں۔'' وہ سکون سے بولا۔

''آخر کیوں؟''

''اس سوال کا جواب پہلے بھی دے چکا ہوں' دوبارہ سن لو۔ میں اکثر تمہارا تعاقب کرتا ہوں۔ خصوصاً ان اوقات میں جب تم تنہا ہوتی ہو اور دوسروں سے الگ تھلگ' اس اوقات میں تم سے دور نہیں ہوتا۔''

''آخر کیوں؟''

''اس خیال سے کہ شاید تنہائی میں ہارون دانش تمہارے پاس آنے کی کوشش کرے اور میں ایک بار صرف اسے بتا سکوں کہ میں اس کا دشمن نہیں' دوست ہوں۔''

''کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ میرے آس پاس ہوتے ہیں۔''

''تمہیں یقین نہیں ہے؟''

''مجھے......'' میں چونک کر بولی۔

''ہاں بے بی' تم نے مجھ سے جو فاصلے اختیار کر رکھے ہیں ان میں تمہارا قصور نہیں ہے۔ہارون دانش نے جو راستے اختیار کئے ہیں وہ غیر دانش مندانہ ہیں اور وقت بتائے گا کہ ان فیصلوں نے اسے کیا نقصان پہنچایا اور تم' تم بھی بہت سی حقیقتوں سے آشنا ہو لیکن ہارون کی طرح تم بھی مجھ سے تعاون نہیں کر رہیں۔''

''میں کونسی حقیقتوں سے آشنا ہوں۔''

''کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ البرونوس کی تحویل میں موجود تابوتوں میں ہارون دانش اور تمہاری ماں کے تصوراتی اجسام موجود ہیں۔''

''میری ماں۔'' میرے منہ سے جیسے حسرت بھری سسکی نکل گئی۔

''میں نے تصوراتی کا لفظ استعمال کیا ہے۔''

''وضاحت بھی کردو۔'' میں نے عاجزی سے کہا۔

''ممکن نہیں بے بی۔یہ کہانی تاریخ میں گم ہو گئی ہے۔ہم سب ہی تاریخ کی کھوج میں ہیں۔'' روشاق کی پراسرار آواز ابھری۔

''مجھے کچھ نہیں معلوم۔''

''تمہیں معلوم ہے۔'' وہ بولا۔

''مجھے کچھ نہیں معلوم۔'' میں نے چیخ کر کہا۔

''جھوٹ بول رہی ہو تم۔میں نے تہہ خانے میں تمہارے الفاظ سنے تھے تم اپنے باپ کو مخاطب کر رہی تھیں۔وہ بھی کرخت لہجے میں بولا اور میں گہری گہری سانس لینے لگی۔میں نے ذہن کو سنبھالا اور کہا۔

''مجھے بہت بعد میں معلوم ہوا تھا۔ابرونوس کی زندگی میں مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس کا وسکن ڈیزل سے کوئی تعلق ہے۔''

''وسکن ڈیزل۔'' روشاق کی آواز میں بھیڑیوں جیسی غراہٹ پیدا ہوگئی۔''اگر تم سچ کہہ رہی ہو تو......تو اس بات کے امکانات ہیں کہ وسکن ڈیزل......'' روشاق نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

اس وقت میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ممکن ہے وسکن ڈیزل کو ہارون دانش نے کوئی ہدایت کی اور مجھے اس کے پاس بھیج دیا۔لیکن اب...... وہ بے بس ہو چکا ہے اور اس کا اظہار بھی کر چکا ہے۔مسز صوفیہ بھی بری طرح بددل ہو کر مجھے چھوڑ چکی ہے اور عسکری نے بھی منہ موڑ لیا ہے۔ہارون دانش کی طرف سے بھی مجھے کوئی تحفظ حاصل نہیں ہے۔بالکل نہیں اور بے یارو مددگار ہوں حالات ہولناک اور غیر یقینی ہیں ایسی مشکل میں اگر روشاق سے تعاون کرلوں تو برا تو نہیں ہو گا۔کون ہے میرا نہ ماں باپ کا پتہ نہ کسی اور کا۔اسی وقت روشاق کی آواز ابھری۔

''اب مجھے ایک اور شبہ ہو رہا ہے۔''

''کیا مسٹر روشاق!'' میں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا جیسے میری موجودگی بھول گیا ہے۔پھر اس نے کہا۔

''وسکن ڈیزل کوئی کھیل کھیل رہا ہے۔''

''سب کے اپنے اپنے کھیل میں مسٹر روشاق۔ہر ایک کی صورت بدلی ہوئی ہے سب فریبی' جھوٹ' اپنے مقصد کے لئے سرگرداں' کتنے کردار میرے گرد بکھرے ہوئے ہیں احمد جنیدی' عدنان ثنائی' وسکن ڈیزل اور......اور۔''

''تم گمشدہ وجود ہو بے بی' تمہیں نئی زندگی کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔

جن باتوں کو تم سچ کا نام دیتی ہو وہ صرف کہانیاں ہیں' زندگی صرف ایک حسین مجبوری ہے۔ ہر انسان اس مجبوری کو پرورش کرنے کے جتن کرتا ہے تم بھی یہی کرو' اپنے بارے میں سوچو صرف اپنے بارے میں جہاں سچ بولنا پڑے وہاں سچ بولو۔اسی طرح یہ مجبوری ٹالی جا سکتی ہے ورنہ مشکلوں کے سوا کچھ حاصل نہیں۔''

''میں جس مشکلات کا شکار ہوں مسٹر روشاق' اس کا کوئی حل ہے۔'' میں نے سوال کیا۔

''ان مشکلات کا آغاز کہاں سے ہوا؟'' وہ بولا۔

''اس وقت سے جب آپ لوگ یعنی امیر الحسنات' مائیکل جون اور آپ ہارون دانش کے پاس آئے۔'' میں نے صاف گوئی سے کہا۔

''اس سے پہلے۔''

''میری زندگی پرسکون تھی۔ہارون دانش ایک شفیق باپ تھے ماں کے بارے میں مجھے صرف اتنا علم تھا کہ وہ یہ دنیا چھوڑ چکی ہیں۔''

''تمہاری مصروفیات کیا تھیں۔''

''ہارون دانش کے ساتھ پر عیش زندگی گزار رہی تھی۔پھر آپ لوگ آئے تیونس کا پروگرام بنا کار چوک کی پہاڑیوں میں ایک تہذیب کی تلاش کا منصوبہ طے ہوا اور وہیں سے ہماری بلکہ میری بدنصیبی کا آغاز ہوا۔''

''کار چوک تک کا سفر کرتے ہوئے تمہیں کسی عجیب بات کا احساس نہیں ہوا۔''

''کیسی عجیب بات۔''

''جیسے تم کسی ایسی جگہ جا رہی ہو جہاں سے تمہارے ماضی کا کوئی واسطہ ہے۔''

''میرا ماضی۔'' میرے دل کو دھکا سا لگا۔

''میرا مطلب ہے کوئی ایسا احساس جو اجنبی اجنبی سا ہو لیکن خود سے منسلک لگے۔ میں سوچ میں ڈوب گئی روشاق کے ساتھ اب اپنا رویہ بدلنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور یہ اب مناسب بھی لگ رہا تھا' کیونکہ یہ شخص سب سے کارزار تھا' کسی اور سے تو اب کوئی امید ہی نہیں رہ گئی تھی۔ میں نے کہا۔

''نہیں مسٹر روشاق' اس وقت تک کوئی احساس نہیں تھا لیکن وہاں جو کچھ ہوا اس نے میرے دماغ کی چولیں ہلا دیں۔''

''مثلاً؟'' اس نے سوال کیا اور میرے ذہن میں کلبلاہٹ ہونے لگی۔ وہ باتیں میرے ذہن پر ڈنک مارنے لگیں۔ سب کچھ یاد آنے لگا اور میں کھوئی کھوئی آواز میں بولی۔

کار چوک کے غار' وہاں ملنے والا تابوت' اس میں میری لاش' وہ کون تھی مسٹر روشاق' وہ میں تو نہیں تھی۔ وہ تو نزائلہ تھی میرا اس سے کیا تعلق تھا اور مندر کی وہ پجارن اس کے لئے ہونے والی جنگ وہ تو ایک طلسم تھا۔''

''وہ طلسم نہیں تھا بے بی' وہ تاریخ کی سب سے بڑی سچائی تھی۔'' روشاق نے کہا اور میں جیسے خواب سے چونک پڑی۔

''وہ طلسم نہیں تھا۔'' میں نے کہا اور روشاق چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''مسٹر ہارون نے بعد میں تمہیں اس بارے میں کچھ بتایا تھا؟''

''کچھ بھی نہیں۔ وہ تابوت آپ لے گئے تھے' وہ لاش آپ نے چرالی تھی؟''

''تم سب کا یہی خیال ہوگا۔ لیکن ایسا نہیں تھا' وہاں کچھ اور ہی ہوا تھا۔'' وہ پرخیال لہجے میں بولا۔

''کیا ہوا تھا؟'' میں نے کہا اور وہ چونک پڑا۔ پھر بولا۔

''یہ وقت کی امانت ہے جس میں خیانت ممکن نہیں ہے۔ میں ابھی کچھ نہیں بتا سکتا۔''

''یہ رویہ ہے سب کا بات کافی حد تک مجھ سے متعلق ہے لیکن میں ہی اس بارے میں کچھ نہیں جانتی ہارون دانش نے بھی مجھے کچھ نہیں بتایا اور روپوش ہو گئے۔''

''ایک سوال کروں؟'' روشاق بولا۔

''ہوں۔''

''تم ہارون دانش کا نام اجنبیوں کی طرح لیتی ہو' انہیں ڈیڈی' پاپا نہیں کہتیں۔''

''ہاں۔اب سب کچھ اجنبی ہو گیا ہے۔ماں بھی نامعلوم ہے اور باپ بھی۔'' میری آواز سسکی میں بدل گئی۔

''کافی حد تک ٹھیک کہتی ہو۔ویسے اگر دل قبول کرے تو یقین کرلو' جو کھیل اس جہاز پر ہوا ہے یا اس جزیرے پر جاری ہے وہ بس ایک وقفہ ہے حالانکہ یہ سب کچھ تمہاری کوٹھی تمہارے شہر میں بھی ہوسکتا تھا۔اس جہاز پر' یا اس جزیرے پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''میں نہیں سمجھی۔'' میں نے کہا۔

''ہاں۔تم ان سب سے الگ ہو۔تمہارا اپنا مقام ہے جسے کوئی زوال نہیں ہے۔سارے زوال تم پر سے گزر چکے ہیں' تم تاریخ ہو' ایک ٹھوس اور مستحکم تاریخ جو اپنا سفر گزار چکی ہے اور وقت کی کتاب میں درج ہے تمہیں بدلا نہیں جا سکتا۔

''تاریخ؟'' میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہاں' جو کبھی نہیں بدلتی۔''

''کیسے مسٹر روشاق؟''

''کاش! یہ تفصیل تمہیں ہارون دانش بتاتا۔''

''آپ نہیں بتا سکتے؟''

''نہیں۔لیکن تمہیں کچھ اعتراضات کرنے ہوں گے۔''

''کیا......؟''

''تمہیں ہارون دانش کے وجود پر یقین ہے۔''

''پاپا۔'' میرے حلق سے سسکی نکل گئی۔میں نے گلوگیر لہجے میں کہا۔''ہاں مجھے یقین ہے۔ان کی لائبریری میں میں نے ان کے سگار کی خوشبو محسوس کی ہے اور اب میں ان کے لمس کو ترستی ہوں' تبھی میں ان سے انحراف کرتی ہوں اے کے ہمدانی نے ایک عمارت تک میری رہنمائی کی تھی اور میں نے......؟''

''عمارت؟ اچانک روشاق چونک پڑا۔

''ہاں۔میں نے اسے عمارت میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں بتا دیا۔'' اور وہ ہاتھ ملنے لگا۔اس کے منہ سے نکلا۔

''اوہ۔اوہ' کاش مجھے یہ بات پہلے معلوم ہو جاتی۔وہ بے وقوف بلاوجہ میرے ہاتھوں زندگی سے محروم ہو گیا۔''

''کون......؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''البرنوس۔'' روشاق نے ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔اور میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔میں نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

''اسے تم نے قتل کیا تھا۔''
''مجبوری تھی بے بی' وہ میرے راستے روک رہا تھا اور اس نے مجھے ایک نقصان سے دو چار کیا تھا۔ خیر اس کا تذکرہ چھوڑو۔ مجھے بتاؤ۔ اس کے بعد تم نے کبھی ہارون دانش کو اپنے نزدیک پایا۔''
''نہیں!''
''مجھے تمہاری بات پر یقین ہے۔''
''لیکن روشاق۔ تم قاتل ہو۔ تم نے اتنی آسانی سے ایک زندگی لے لی۔ اور۔ اور اے کے ہمدانی کے بارے میں تم کہتے ہو کہ اسے احمر جنیدی نے زخمی کیا تھا۔''
''میں اپنے اور تمہارے درمیان سچ کا رشتہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں' بے بی کوئی جھوٹ ہاتھ آ جائے تو تمہاری سوچیں آزاد ہوں گی۔ ابھی میرے خلوص کو زخمی کرنے کی کوشش نہ کرو۔''
''مشکل تو یہ ہے مسٹر روشاق کہ ہر شخص نے مجھے تاریکی میں رکھا ہے کوئی مجھے یہ نہیں بتاتا کہ میری ابتدا کیا تھی۔ میری انتہا کیا ہے۔ کوئی ایسا ہے جو مجھے انسان سمجھے مجھے میرے تاریک ماضی سے روشناس کرائے۔''
''میں ہوں۔ صرف میں ہوں' میرے سوا اور کوئی نہیں بتا سکتا۔''
''اگر تم مجھے یہ بتا دو روشاق' تو تم سے اچھا دوست میرے لئے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔''
''ضرور بتاؤں گا بے بی' جتنا مجھے معلوم ہے ضرور بتاؤں گا۔ لیکن ایک مشکل ہے۔''
''کیا......؟'' میں نے بے قراری سے پوچھا۔
''جو لوگ تمہارے ہمدرد بن گئے ہیں وہ میرے دشمن ہیں' جب تک وہ تم سے منسلک ہیں میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔''
''میں ان سے قطع تعلق کر لوں گی۔''
''لیکن وہ تم سے قطع تعلق نہیں کریں گے۔''
''میں انہیں منہ نہیں لگاؤں گی۔''
''نہیں بے بی' وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے' کبھی نہیں چھوڑیں گے۔''
''مجھے بتاؤ۔ وہ مجھے کیسے مجبور کر سکتے ہیں؟''
''جنیدی نے تمہیں اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔ وسکن ڈیزل کو یہ خدشہ ہو جائے کہ تم اس سے دور ہو رہی ہو تو وہ بھی کچھ نہ کچھ کرے گا۔''
''تو آخر میں کیا کروں؟''
''کچھ کر سکو گی؟''
''ہاں' سب کچھ' جو تم کہو گے۔'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔' روشاق تیکھی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا' پھر بولا۔

''تب تمہیں تین افراد کو قتل کرنا ہو گا' احمد جنیدی' عدنان اور وسکن ڈیزل! تمہیں ان تینوں کو زہر دے کر ہلاک کرنا ہو گا۔''

''میرے حلق سے خوف کی آواز نکل گئی۔ بمشکل تمام میرے حلق سے نکلا۔''زہر......؟''

''ہاں......وہ زہر' جس نے البرونوس کو ہلاک کیا تھا۔''

''نہیں نہیں۔ یہ میں کیسے کر سکتی ہوں' میں ایسا کبھی نہیں کر سکتی۔'' میں وحشت زدہ لہجے میں بولی۔

''میں جانتا ہوں اس لئے کہتا ہوں کہ وقت کا انتظار زیادہ بہتر ہے' جب تمہیں دوسروں کے تسلط سے آزاد پاؤں گا تو بہت کچھ بتادوں گا' ان حالات میں یہ ممکن نہیں ہے۔ احمر جنیدی آزاد ہے اور جہاز کا سربراہ ایک نڈر انسان ہے۔ وہ اپنے خطرناک دشمنوں کو بھی عام سی نگاہوں سے دیکھتا ہے' جہاز پر اس نے احمر جنیدی کو جو سزا دی تھی اگر سفر جاری رہتا تو احمر جنیدی وہی کام کرتا رہتا جو اسے سونپا گیا تھا۔ اب وہ اس جزیرے پر دوسروں کی طرح آزاد ہے اور ممکن ہے کسی طرح تمہارے آس پاس بھی موجود ہو اور ہماری باتیں سن رہا ہو۔''

میں نے سہمی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا تو روشاق آہستہ سے ہنس دیا پھر بولا۔

''اسے اہمیت نہ دو' نہ تمہیں اس سے کوئی خطرہ ہے اور نہ مجھے۔''

''اوہ! مسٹر روشاق! کاش آپ میری مشکل حل کر سکتے؟''

''یقین کرو بے بی' تمہاری مشکل کا حل نہ میرے پاس ہے نہ احمر جنیدی' عدنان ثنائی اور وسکن ڈیزل کے پاس' صرف وقت تمہارا رہنما ہے' وہی تمام فیصلے کرے گا۔''

''لیکن آپ مجھے کچھ تو بتا سکتے ہیں کہ جس طرح میرے باپ کا ایک ٹوٹا پھوٹا وجود ہے اسی طرح کیا میری ماں بھی موجود ہے؟''

''ہاں وہ ہے۔''

''زندہ ہے؟'' میں نے بے قراری سے سوال کیا۔ روشاق تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔

''یہی سمجھ لو۔''

''کیا وہ نزائلہ ہے یا کوئی اور ایسا نام جو تاریخ میں چھپا ہوا ہو' نزائلہ اس لڑکی کو کہا گیا جو کار چوک کی پہاڑیوں میں بنے ہوئے غاروں میں ایک تابوت میں موجود تھی اور سو فیصدی میری ہمشکل تھی' یہی سوچا جا سکتا ہے کہ وہ اگر میں نہیں تھی تو شاید میری ماں تھی۔''

''ایک بار پھر روشاق گہری سوچوں میں ڈوب گیا پھر بولا۔'' نہیں وہ نزائلہ نہیں تھی اور نہ ہی وہ تمہاری ماں ہے۔''

''تو پھر وہ کون تھی؟''

''تاریخ کا ایک انوکھا باب' شاید آشوانی مندر کی سب سے بڑی پجارن جو بہت بڑا درجہ رکھتی

تھی۔"

"لیکن؟......"

"ہاں جس طرح وہ روپ دھار سکتی ہے' جیسے اس گھر میں جہاں تم نے اسے دیکھا تھا' میرا مطلب ہے وہ جسے ابھی ابھی تم نے ایک الگ حیثیت سے دیکھا۔"

"میرے خدا' میرے خدا' تو کیا وہ؟"

"ہاں میں نے کہا ناں کہ وہ بے شمار روپ دھار سکتی ہے' لیکن بے بی کچھ راز اس میں گھرے ہیں اور مستقبل کی گرد میں دھندلائے ہوئے ہیں اس لئے میں بھی ان کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"ایک بات بتایئے مسٹر روشاق' جیسا کہ میں نے آپ کو تفصیل بتائی کہ وہاں ایک شخص ہارون دانش کے سائے میں ملا۔ کپڑے کی پٹیوں کا ایک ڈھیر کیا وہ بے جسم ہو چکا ہے' یعنی مسٹر ہارون دانش جو میرے نام نہاد باپ ہیں' دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ بے حس ہو چکے ہیں تو کیا دوبارہ کبھی انہیں ان کا جسم واپس نہیں ملے گا۔"

"میں نے کہا ناں بہت سے راز ایسے ہیں جن سے میں بھی ناواقف ہوں۔"

"آپ ایک بات بتایئے مجھے مسٹر روشاق' آپ جسے میرا تعاون کہتے ہیں اس کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

"اگر خلوص دل سے یہ وعدہ کرو تو میں تمہارے لئے صرف ایک بات کہوں گا جو تمہارے لئے مشکل نہ ہوگی' میں تمہیں بتاؤں ہارون دانش تم سے زیادہ دور نہیں ہے' جس طرح تم نے نزائلہ کو دیکھا وہ ثبوت ہے اس بات کا کہ انہوں نے اپنے تابوت چھوڑ دیئے ہیں' لیکن اسی جہاز میں سفر کیا ہے انہوں نے' اگر کسی وقت ہارون دانش تم سے مخاطب ہو تو اس سے کہنا کہ اس نے کمزور سہارے تلاش کئے ہیں' اس سے کہنا کہ احمق مؤرخ' انیلا ستارہ نیچے اتر چکا ہے' اس سے کہنا کہ تو نے اپنے گناہ کا پھل پا لیا' لیکن اب بھی باز نہیں آیا اس سے کہنا کہ مزید حماقتیں نہ کرے' جو بن چکا ہے اور جو ماضی میں چلا گیا ہے اسے نہیں بھلایا جا سکتا اس سے کہنا کہ راقوس سے بہتر رہبر اور کوئی نہ ہو گا' اس کا جو دل چاہے کرے اسے کچھ حاصل نہیں ہوگا' کبھی تاریخ سے بھی کوئی جنگ ہو چکی ہے۔ اس سے کہنا کہ راقوس سے ملے وہی اس کی رہنمائی کرے گا۔ تاریخ گزرے ہوئے دور کا نام ہے اور جو دور گزر جاتا ہے وہ گزر ہی جاتا ہے' اسے واپس نہیں لایا جا سکتا۔"

"راقوس کون ہے؟" میں نے سوال کیا اور روشاق کوئی جواب دیئے بغیر واپسی کے لئے مڑ گیا' میں اسے آوازیں دیتی رہ گئی' مگر وہ نہیں رکا' کچھ دیر کے بعد وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا' رات خوب گہری ہو گئی تھی اس لئے مجھے کچھ خوف سا محسوس ہوا اور میں تیز تیز قدموں سے واپس چل پڑی۔ کھلے آسمان کے نیچے بسیرا کرنے کے لئے کوئی جگہ مخصوص نہیں تھی جہاں چاہو پڑی رہو۔ مجھے سب سے زیادہ دکھ صوفیہ کی بے رخی کا تھا اور اس سے میں بہت دلبرداشتہ ہو گئی تھی۔ رات میں اسے

تلاش نہیں کر سکی اور ایک جگہ کھردری زمین پر لیٹ گئی۔

دوسری صبح کوئی خاص نہیں تھی' ہاں گیارہ بجے کے قریب میں نے سسٹر صوفیہ کو دیکھا جو ایک ڈاکٹر کے ساتھ ایک درخت کے نیچے بیٹھی تھی۔ جب ہم مارشل کے ہسپتال میں کام کر رہے تھے تو ڈاکٹر عارف سے ہماری ملاقات ہوئی تھی' تقریباً پینتیس سال کے پروقار نوجوان تھے اور ہم سے نہایت نرمی اور محبت سے پیش آئے تھے۔ لیکن اس وقت ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے سسٹر صوفیہ خوش ہوں۔ ان کے چہرے کے تاثرات بتاتے تھے کہ وہ کافی سکون محسوس کر رہی ہے۔ میرے قدم نہ رکے اور میں آگے بڑھ کر ان کے قریب پہنچ گئی' ایک لمحے میں میں نے محسوس کر لیا کہ سسٹر کے چہرے کے تاثرات خوشگوار نہیں ہیں' انہوں نے مجھے بیزاری سے دیکھا۔

''ہیلو۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''ہیلو مس کیسی ہیں آپ' آپ تو مس صوفیہ کی دوست ہیں۔'' ڈاکٹر عارف نے کہا۔

''آپ دوست نہ کہیں' صرف شناسا۔'' صوفیہ نے بے رخی سے کہا اور میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''شناسائی تو دوستی کی پہلی سیڑھی ہوتی ہے' ہسپتال میں آپ دونوں کو یکجا دیکھا تھا۔''

''جی جی بالکل' آیئے بیٹھے۔'' ڈاکٹر عارف نے کہا۔

''شکریہ ڈاکٹر ادھر سے گزر رہی تھی رک گئی' مداخلت کے لئے معذرت۔'' میں نے کہا اور آگے بڑھ گئی' صوفیہ بری طرح بگڑ گئی تھی' جو کچھ بھی تھا میں اسے برا نہیں کہہ سکتی تھی۔ کہاں تک میرے ساتھ لگی رہتی بے چاری حالات کا شکار ہو کر جھنجھلا گئی تھی۔

بہرحال اچھا ہے اگر اس کی کچھ دل بستگی ہو جائے' وقت کچھ اور آگے بڑھ گیا' اس دوران کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی' مگر کب تک' گارساں اور اس کے ساتھی دوسرے افراد کے ساتھ زیادہ تر مارشل پر رہتے تھے' انہوں نے مخصوص علاقے کو ممنوعہ علاقہ بنا دیا تھا' خوراک پر بدستور پابندی تھی' وہاں جنگل میں جو کچھ مل سکتا تھا کھایا جا سکتا تھا' چائے اور دوسری چیزوں پر زبردست کنٹرول تھا اب لوگوں میں کچھ بے چینی سی پیدا ہونے لگی تھی' پھر اس سلسلے میں ایک اجتماع ہوا' میں بھی وہیں موجود تھی۔ مسافروں میں سے ایک عمر رسیدہ شخص جس کا تعلق شاید برطانیہ سے تھا اس اجتماع کی صدارت کر رہا تھا اس نے کہا۔

''آپ لوگوں سے میں مسٹر گارساں کے رویے کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں' بے شک مسٹر گارساں جہاز کے کپتان ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہماری زندگیوں کے محافظ بھی ہے' لیکن یہاں آنے کے بعد دو تشویشناک صورتیں سامنے آئی ہیں' نمبر ایک یہ کہ ان کا رویہ ایک حکمران جیسا ہے' دوئم یہ کہ یہ یہاں سے روانگی کی کوئی بات نہیں کرتے' یوں لگتا ہے جیسے وہ یہاں آ کر مطمئن ہو گئے ہوں' لیکن ہم لوگوں کو بقیہ زندگی یہیں گزارنی ہو گی۔''

''یہ کیسے ممکن ہے؟'' چند لوگوں نے بے چینی سے کہا۔

''تو پھر اب کیا کریں' کیا ہونا چاہیے؟''

''مسٹر گارساں سے سوال کیا جائے کہ اب یہاں سے آگے کا سفر کیسے شروع ہوگا وہ کب تک جزیرے کو چھوڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور آگے کے لئے ان کا کیا منصوبہ ہے؟''

''میں بھی یہی چاہتا ہوں' بے شک گارساں ہمارا محسن ہے' لیکن اب آگے کے بارے میں اس کا ارادہ بھی تو پتہ چلے۔ خیر میں آپ لوگوں کے تعاون سے مسٹر گارساں سے اس سوال کے لئے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔''

سب نے آمادگی کا اظہار کیا' ان سب کے تعاون کے ساتھ مسٹر جین گارساں سے ملے اور گارساں نے نہایت نرم روی سے ان کی باتیں سنیں' پھر کہا کہ کل ان باتوں کا جواب دیا جائے گا' اس نے جواب کے لئے جگہ بھی منتخب کر دی۔ ساحلی چٹانوں کے درمیان وسیع میدان میں اس نے جہاز کے ہر ایک میگافون کو طلب کر لیا تھا اور پھر مقررہ وقت پر وہ ایک میگافون ہاتھ میں لئے خود بھی ایک چٹان پر جا کھڑا ہوا' وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا اس نے کہا۔

''معزز دوستوں کو میں خود بھی مخاطب کرنا چاہتا تھا' تا کہ اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں تفصیل بتا دوں۔ آج وہ وقت آ گیا ہے جب میں نے اپنے دل کی بات کہہ دی' سنیں آپ لوگوں کا تعلق مختلف ممالک سے ہے۔ لیکن جو دوسرے ممالک سے اور خصوصاً اسپین سے واقفیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر نے اسپین کے عظیم خاندان گارساں کے بارے میں سنا ہوگا۔ میرا دادا ایمسن مارگٹ اسپین کا بادشاہ رہ چکا ہے' مگر میرے باپ جوزان ایمسن کو بادشاہت نہیں ملی اور وہاں سے اس خاندان کے زوال کا آغاز ہو گیا۔ اسپین میں جب میرے باپ کو سزائے موت دی گئی تو میں جنوبی امریکہ میں زیر تعلیم تھا' باپ کے قاتلوں کے خلاف میرے دل میں نفرت بیدار ہو گئی اور میں خفیہ طور سے اسپین واپس آ گیا' میں نے اپنے باپ کے قاتلوں کے خاندان تباہ کر دیئے اور پھر جرم میری زندگی بن گیا' اس کے بعد میں نے نجانے کیا کیا کچھ کیا' وہ ایک لمبی کہانی ہے' لیکن میرے اندر بادشاہت کے جراثیم ہیں' میرے دل میں بادشاہت کے خواب چٹکیاں لیتے رہتے تھے' میں فطرتاً بادشاہ ہی ہوں اور میں نے بادشاہ بننے کی آرزو کو ہمیشہ دل میں زندہ رکھا اور نجانے کیوں مجھے یقین تھا کہ ایک دن میرا یہ خواب پورا ہوگا' گارساں کا خواب ادھورا رہ گیا' لیکن تقدیر اس کے بعد مجھے میرے خوابوں کی تعبیر دینا چاہتی ہے' ایک دلچسپ حادثے نے میری آرزو پوری کر دی' مارشل سمندری طوفان کی نذر ہوا' بعد کے حالات کا تذکرہ فضول ہے کیونکہ آپ سب انہیں جانتے ہیں' ہم اس جزیرے تک آ گئے' یہ جزیرہ جہاں تک میں نے دیکھا ہے سرسبز و شاداب ہے' یہاں کی زمین زرخیز ہے اور صدیوں انسانی زندگی کی کفالت کر سکتی ہے' یہاں کے نو آباد ایک حسین زندگی گزار سکتے ہیں' اس دوران میں مکمل جائزہ لیتا رہا ہوں میرے دوستو' مارشل ایک مکمل جہاز ہے لیکن ہم عام

سمندری راستوں سے اتنے دور ہٹ گئے ہیں کہ اب انہیں پانا ممکن نہیں ہے اور اگر ہوتا بھی تو میں اس طرح جانا پسند نہ کرتا' پیارے دوستو! میں نے ایک منصوبہ بنایا ہے اور یہاں آنے کے بعد اس پر کام کرتا رہا ہوں' میری ضروری کارروائیاں مکمل ہو گئی ہیں اور اب آج جب مجھ سے یہ سوال کیا گیا ہے کہ مستقبل میں میرا کیا ارادہ ہے تو اس وقت میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے پروگرام کا اعلان کر دوں' دوستو! گارساں کا دادا اسپین کا بادشاہ تھا' نسلیں بادشاہت کا مزاج نہیں بھولتیں' بے شک میں بحری قزاق رہا ایک دہشت گرد قاتل رہا' لیکن میرے ذہن میں بھی ایک بادشاہ پروان چڑھ رہا تھا' ایک مطلق العنان حکمراں مجھ میں جی رہا تھا۔ جسے کسی بھی لمحے اپنی بادشاہت کا اعلان کرنا تھا' بظاہر یہ منصوبہ نامکمل ہی لگتا تھا' لیکن ہر نامکمل کی تکمیل کبھی نہ کبھی ہو ہی جاتی ہے' اب یہ جزیرہ میں نے اپنی مملکت قرار دیا ہے اور آپ لوگ میری قلمرو کے معزز باشندے قرار پائے ہیں' میں اپنی بادشاہت کا اعلان کرتے ہوئے آپ لوگوں کے لئے یہ حکم صادر کرتا ہوں کہ ایک بادشاہ کو خلوص دل سے قبول کریں' میں اور میرے ساتھی آپ کے لئے منصوبہ بندی کریں گے' آپ کو ایک بہتر زندگی دی جائے گی' آپ نے دیکھا کہ مارشل میں آپ کے ساتھ میرا جو رویہ رہا وہ درحقیقت ایک بادشاہ ہی کا رویہ ہے' میں رحم اور انصاف کرنا جانتا ہوں' مجھے حکمرانی کرنا آتی ہے اور میری قلمرو میں رہنے والے معزز باشندوں کو بہت سے مشکل مسائل سے دو چار نہیں ہونا پڑے گا۔ لیکن شرط وفاداری ہے' آپ لوگ میری اس نئی مملکت کو خلوص دل سے اپنی زمین تسلیم کریں اور مجھے اپنا بادشاہ' باقی منصوبے اس کے بعد منظر عام پر لاؤں گا' آپ لوگوں نے میرا موقف سن لیا تو اب میں پہلا سوال آپ سے یہ کرنا چاہتا ہوں کہ میرے اس منصوبے پر یا میری بادشاہت پر کسی کو اعتراض ہے۔"

ایک لمحے کے لئے تو خاموشی طاری رہی' پھر کسی سمت سے ایک ہیجانی آواز سنائی دی۔

"اس کا مطلب ہے مسٹر گارساں کہ تم مکمل طور پر پاگل ہو' احمق اور دیوانے ہو' ہم اپنے گھر واپس جانا چاہتے ہیں' ہم نے تمہیں ایک کپتان کی حیثیت دی تھی کیونکہ تم جہاز چلانا جانتے ہو اور اس کے بعد ہم نے تم سے صرف اس لئے تعاون کیا کہ سمندر کی وسعتوں میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی تھی' لیکن تم نے جو بیوقوفی کا اعلان کیا ہے وہ تمہارے پاگل پن کی دلیل ہے' فضول باتوں سے گریز کرو اور اب جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے نکلنے کی منصوبہ بندی کرو' اگر تم دیوانے ہو تو بے فکر رہو ہم تمہاری دیوانگی کو درست کر دیں گے تم سمجھتے کیا ہو اپنے آپ کو۔"

"تمام نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں' بولنے والا کوئی پر جوش نوجوان تھا' گارساں کے چہرے پر کسی قسم کا غصہ نمودار نہیں ہوا جبکہ لوگ سنسنی خیز نگاہوں سے اس کے چہرے کا جائزہ لے رہے تھے' تمام ہی دلوں میں تشویش کے آثار نمودار ہو گئے تھے' گارساں پر تو وہ بے حد بھروسہ کرنے لگے تھے اور اتنے دن کے قیام اور انتظامی امور کو انہوں نے ایک کپتان کی دانش مندی اور ضروری کارروائی ہی سمجھا تھا' لیکن گارساں کے ذہن میں واقعی کوئی دیوانگی ہی پل رہی ہے اس کا کسی کو

احساس نہیں تھا، سبھی ابتدائی جھٹکے سے سکتے کے عالم میں رہ گئے تھے، چند لمحات کے بعد گارساں نے مسکرا کر گردن ہلائی اور بولا۔

''ہاں میں جانتا ہوں کہ جہاز کے مسافروں میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا، جس نے زندگی میں کبھی کسی کی قلمرو میں آباد ہونے کے بارے میں سوچا ہوگا، آپ لوگوں کے گھر ہوں گے، عزیز واقارب ہوں گے، زمینیں جائیدادیں ہوں گی، کاروبار ہوں گے، لیکن مارشل کا سمندری سفر آپ میں سے کسی نے میرے ایماء پر میری کسی سازش کے تحت نہیں کیا تھا۔''

''اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے؟'' ایک اور گوشے سے آواز آئی۔

''آپ سب سمندری طوفان کی نذر ہو گئے ہیں، آپ سب مر چکے ہیں، مارشل ناکارہ انجنوں والا لوہے اور لکڑی کا ایک گھر ہے جو سمندر پر کھیل رہا ہے، اس پر آہستہ آہستہ غذائی ذخیرے ختم ہو چکے ہیں، پانی موجود نہیں ہے، دھوپ اور نمی اسے زنگ آلودہ کر رہی ہے اور مسافر مرنا شروع ہو چکے ہیں، آپ ان کی لاشیں سمندر میں پھینک رہے ہیں اور پھر آپ بھی مر جاتے ہیں بتایئے آپ میں سے کوئی زندہ ہے؟''

''کیا تم یہ ہوش مندانہ باتیں کر رہے ہو؟''

''یہ ساری حقیقتیں ہیں جو آپ کو تسلیم کر لینی چاہئیں، یہ زندگی میں نے آپ کو دی ہے اور یہ سمندر کا قانون ہے، میں نے اس قانون کا تذکرہ پہلے ہی کر دیا تھا، سمندری جہاز جب تباہ شدہ تسلیم کر لیا جاتا ہے تو اسے بچانے والا اس کا مالک ہوتا ہے، میں آپ سب کا مالک ہوں، سمجھے آپ لوگ، میں آپ سب کا مالک ہوں، میں آپ کا آقا ہوں۔''

''یہ قانون انسانوں پر لاگو نہیں ہوتا۔'' کسی نے کہا۔

''لیکن اس کا ساز وسامان تو میرا ہے۔'' گارساں مسکرا کر بولا۔

''ہاں بے شک۔''

''اور یہ بحری قانون ہے۔''

''اس کا اعتراف کیا جا چکا ہے۔''

''تھوڑی سی ترمیم میں بھی تو کر سکتا ہوں، اس قانون میں یہ اضافہ میں نے کر لیا ہے، میرے پاس آئندہ زندگی کا مکمل منصوبہ موجود ہے، ہمارے اعداد وشمار میں جہاز پر چھ سو چالیس مرد ہیں، جن میں پانچ سو اٹھارہ نوجوان ہیں، باقی بوڑھے چار سو تیس خواتین ہیں، جن لوگوں کی بیگمات ان کے ساتھ سفر کر رہی ہیں وہ ان کے سند یافتہ شوہر ہیں، اس کے علاوہ کسی کا کوئی رشتہ قبول نہیں، ہر بالغ لڑکی کسی سے منسوب کر دی جائے گی، اس طرح میری مملکت میں نسلوں کا اضافہ ہوگا، ہم اس جزیرے کو دنیا کی ہر برائی سے پاک ایک مثالی مملکت بنائیں گے، یہاں زندگی کی ہر آسائش مہیا کی جائے گی آپ اور آپ کی نسلیں یہاں ایک حسین زندگی گزاریں گی۔''

''تم بالکل گدھے کے بچے ہو گارساں۔'' ایک بوڑھے شخص نے شدید غصے سے کہا وہ اپنی چار نوجوان بیٹیوں کے ساتھ جہاز میں سفر کر رہا تھا۔

''آنے والے وقت میں' میں یہ ثابت کروں گا کہ میں کیا ہوں' مجھ سے تعاون کریں۔ دوستو! میرے پاس اس نئی مملکت کا مکمل منصوبہ موجود ہے۔ آپ لوگ یہاں اپنے گھروں میں رہیں گے' ہمارے پاس کھلا سمندر ہے جو مچھلیوں سے لبریز ہے' کھجوروں کے شہر آباد ہیں اور یہ نہایت کارآمد شئے ہے' بے شمار جنگلی پھل ہیں جن کی افزائش کی جا سکتی ہے' آپ خود سوچیں یہاں ہمیں کیسی حسین زندگی حاصل ہوگی ایک فلمی آئیڈیل جیسی زندگی۔''

''لعنت ہے تمہاری اس بکواس پر۔''

''پیارے دوستو! یہی تمہاری تقدیر ہے اسے قبول کر لو' اسی میں بہتری ہے یا پھر فرض کرو کے کہ تم لوگوں نے میری اس گزارش کو قبول نہ کر کے مجھے ہلاک کر دیا پھر کیا کرو گے۔؟''

''انتظار کریں گے ہم تقدیر کے فیصلے کا۔''

''تقدیر کا فیصلہ تو ہو چکا ہے' اب میں خصوصاً اپنے نوجوان دوستوں سے مخاطب ہوں' دوستو! کیا آپ کو یہ دلکش زندگی قبول نہیں ہے؟''

''چاروں طرف سکوت طاری رہا تھا پھر مخاطب کرنے والوں نے کہا۔

''تمہاری اس بکواس کو کوئی بھی قبول نہیں کر سکتا۔''

''نہیں میرے بزرگو! نوجوانوں نے ابھی اس دلکش منصوبے پر غور نہیں کیا ہے' اچھائیوں کریں جو میرے شدید مخالف ہیں وہ اس طرف آ کر جمع ہو جائیں اس طرف اس سیاہ چٹان کے سائے میں جو مجھے سمجھانا چاہتا ہے وہ اس جگہ جہاں نمبر دو لکھا ہوا ہے' جو سوچنا چاہتے ہیں وہ اس تیسرے پوائنٹ پر اور جنہوں نے مجھ سے اتفاق کر لیا ہے وہ چوتھی جگہ' وہاں تعمیل چاہتا ہوں میں اپنے ان الفاظ کی ورنہ مجھے غصہ آ جائے گا۔''

''کوئی تیس پینتیس آدمی شدید مخالفوں کے پوائنٹ پر جا کھڑے ہوئے' باقی سب اپنی جگہ کھڑے رہے تو گارساں نے پھر کرخت لہجے میں کہا۔

''میں نے کہا ناں میں تعمیل چاہتا ہوں۔''

اچانک ہی روشاق میرے پاس پہنچا اس نے میرا بازو پکڑا اور پوائنٹ نمبر چار پر گھسیٹ کر لے گیا اور بھی بہت سے لوگ وہاں آ چکے تھے' جن میں عسکری' احمر جنیدی' مسز صوفیہ وغیرہ تھے' گارساں نے محبت بھری نگاہوں سے پوائنٹ نمبر چار پر کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا' پھر باقی لوگوں کو اس کے مخالفین کے طور پر کھڑے ہوئے تھے اور آپس میں چہ مگوئیاں کر رہے تھے۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور نرم لہجے میں بولا۔

''جو منصوبہ میں نے بنایا ہے دوستو! آپ لوگ یقین کریں کہ وہ ہر لحاظ سے مکمل ہے' اصل میں

جو فاصلہ طے کر کے ہم یہاں پہنچے ہیں اول تو اس کی واپسی ہی ممکن نہیں ہے' بھٹکنے لگیں تو آپ میں سے ہر ایک شخص جانتا ہے کہ سمندر کی وسعتیں زمین سے تین گناہ زیادہ ہیں' کتنے عرصے بھٹک سکتے ہیں ہم' کتنا خطرہ مول لے سکتے ہیں' آخر کار ایک دن بے کسی کی موت سے دو چار ہونا پڑے گا۔ ہمارے پاس راستوں کا تعین نہیں ہے۔ یہ وہ بات ہے جو ایک ٹھوس حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے اور اس میں آپ کو احمق بنانے کا کوئی عنصر شامل نہیں ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم سمندر میں ایک ایک کر کے بے بسی کی موت کا شکار ہو جائیں کیا میرا منصوبہ زیادہ مؤثر نہیں ہے' آپ لوگ مخالف برائے مخالف کر رہے ہیں' ایسا نہ کریں میں آپ کے بے حد شکر گزار ہوں گا۔''

''گارساں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمہارے بارے میں فرانسیسی افسر نے جو کچھ کہا تھا بالکل ٹھیک تھا' اس سفر میں تم نے بہتر اخلاق کا مظاہرہ کر کے ہمیں احمق بنایا' جبکہ حقیقت یہ تھی کہ اس وقت بھی تمہارے ذہن میں دیوانگی پل رہی تھی۔ تم سمندری ڈاکو ہو' جان بوجھ کر تم نے ایسے ویران سمندروں کا رخ کیا جہاں زندگی نہ ہو' لیکن ہم تمہاری اس بے ایمانی کو قبول نہیں کرتے ہیں' کیا کر لو گے تم. ہمارا' کتنے ہو تم لوگ' اگر ہم سب تم پر یلغار کر دیں تو تم اور تمہارے ساتھی ہمارے ہاتھوں مارے جائیں گے' ہمیں اس کے لئے مجبور نہ کرو' بس ایک بہتر جہاز راں کی حیثیت سے یہاں سے نکلنے کی منصوبہ بندی کرو۔''

''میرے بہت ہی پیارے بزرگو! میری دلی آرزو ہے کہ آپ ہمارے درمیان زندہ رہیں' آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ اب ممکن نہیں رہا' اپنے ساتھیوں کو بھی سمجھائیں' میں یہاں زندگی چاہتا ہوں موت نہیں۔''

''اور اگر تم دومنٹ کے اندر اندر اپنے منصوبے کو ترک نہیں کر دیتے تو پھر بات ہمارے ہاتھ سے بھی نکل جائے گی۔''

''دومنٹ ٹھیک ہے' معزز بزرگ کاش آپ اور آپ کے ساتھی مجھ سے تعاون کر لیتے مجھے دلی خوشی ہوتی' لیکن افسوس افسوس......'' گارساں نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے اور جزیرے کی خاموش فضا میں مشین گنوں کی آوازیں ابھریں اور اس کے ساتھ ہی بے شمار دلخراش چیخیں جو افراد پوائنٹ نمبر ایک پر کھڑے ہوئے تھے ان کے جسم مشین گنوں سے چھلنی ہو گئے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ خاک وخون میں لوٹنے لگے۔ بے شمار چیخیں بلند ہوئیں اور لوگ وحشت سے کانپ اٹھے' بہت سے زمین پر گر پڑے' بہت سوں نے راہ فرار اختیار کی' لیکن مشین گنوں کی گرج پر گارساں کی میگافون سے ابھرنے والی آواز حاوی ہو گئی اس نے کہا۔

''نہیں جس نے راہ فرار اختیار کی وہ بھی گولیوں کا نشانہ بن جائے گا' ایک بھی فرد یہاں سے فرار نہ ہو' ایک بھی فرد یہاں سے آگے نہ بڑھے' مخالفین کو بغاوت کرنے والوں کو موت کی سزا بھگتنی ہوتی ہے۔ انہوں نے یہ سزا خود ہی اپنے لئے تجویز کی تھی' میرا قصور نہیں ہے۔''

دوڑنے والے رک گئے' چاروں طرف سے رونے پیٹنے کی آوازیں ابھرنے لگیں' مخالفت کرنے والوں میں سے بہت سے عزیز و اقارب بھی شامل تھے'ایک شخص نے اپنے ساتھی سے کہا۔

''حقیقت یہ ہے کہ میں بہت دلبرداشتہ تھا' بہت افسوس تھا مجھے کہ گارساں اپنی فطرت سے ہٹ گیا ہے' سب نے میری مخالفت کی تھی' سب نے اس کا ساتھ دیا تھا' آہ اس وقت میں سب سے زیادہ خوش ہوں کہ ان لوگوں کو اپنے کئے کی سزا بھگتنی پڑی۔'' یہ الفاظ فرانسیسی افسر کے تھے' مرنے والے مر گئے ان کے جسم بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے' گارساں نے کہا۔

''میرے پیارے دوستو! میں چاہتا ہوں کہ اب وہ پوائنٹ نمبر ون پر آجائیں جنہیں اپنے ساتھیوں کی موت پر افسوس ہوا ہے اور وہ جوش و غضب میں ڈوب کر میرے خلاف عمل کرنا چاہتے ہیں' میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ آئیں اور مجھ سے اپنے ساتھیوں کا انتقام لیں۔ کیا خیال ہے آپ لوگوں کا' اصل میں جب میں نے مارشل کا نظام سنبھالا تھا سب سے پہلا عمل یہی کیا تھا کہ اسلحہ اپنے قبضے میں کر لیا تھا' اسلحہ اگر مختلف ہاتھوں میں ہوتا تو مقابلہ کیا جاتا۔ پہلے تو میں نے اپنے ہر مقابل کو شکست دے دی' اس کے بعد میں نے دوسرے معاملات پر توجہ دی' میری جان فرانسیسی افسر اس وقت تمہیں سب سے زیادہ مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ تم اس بات کی توقع رکھتے ہو گے کہ میں کہیں غلطی کروں گا اور تم حالات کا پانسہ پلٹ دو گے' لیکن غلطیاں ایک دو ہی ہوا کرتی ہیں زندگی میں' میں کسی بھی ایسے شخص کو ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کروں گا جس سے میری ذاتی مخالفت ہو' لیکن اس نظام سے مخالفت کرنے والے کسی بھی شخص کو زندہ چھوڑنا میرے لئے کبھی ممکن نہیں ہوگا' ہر شخص کو میری ہدایت پر عمل کرنا ہوگا اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ جب میری یہ جنت مکمل ہو جائے گی تو آپ لوگ دنیا کے محفوظ ترین انسان ہو گے' کچھ عرصے کے بعد میں مارشل کے وجود کو مکمل طور پر فنا کردوں گا اس کا لوہا اور لکڑی اور دیگر اشیاء ہمارے مستقبل کی تعمیر میں کام آئیں گی' میں ایک مکمل حکمران ہوں' اب آخری بات سنیں' کوئی سازش نہ کی جائے کوئی مخالفت نہ کی جائے' کوئی تنظیم نہ بنائی جائے' ورنہ آپ زندگی کھونے کے علاوہ اور کچھ نہیں کریں گے' میں یہ کام مرحلے وار کروں گا' آپ لوگوں کو مطمئن کرنا میرا کام ہوگا ان لاشوں کو سمندر میں پھینک دیا جائے اور تمام نوجوان دوست یہ کام کریں اور سنیں' مناسب جگہ چٹانوں پر مشین گنیں دوربینوں کے ساتھ نصب ہیں' ہر شخص کو دور دور تک نشانہ بنایا جا سکتا ہے' بس اب آپ لوگ منتشر ہو سکتے ہیں۔''

لوگ بادل نخواستہ منتشر ہو گئے۔ ہاں وہ لوگ جن کے عزیز و اقارب مارے گئے تھے اپنے عزیزوں کی لاشوں سے لپٹ کر رو رہے تھے۔ روشاق نے آہستہ سے کہا۔

''آؤ بے بی۔ درندوں سے احتیاط رکھنا ضروری ہے۔''

میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑی میرے قدم لڑکھڑا رہے تھے درندگی کا جو مظاہرہ میں دیکھ چکی تھی اس نے میرے اعصاب پر بہت برا اثر کیا تھا۔ ''اب کیا ہوگا مسٹر روشاق؟'' میرے منہ

سے سسکتی آواز نکلی۔

''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے ہمارے لئے صرف ایک تماشے کی حیثیت رکھتا ہے تمہیں اس سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔''

''آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔''

''اس سے قبل بھی بہت سی باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں بے بی بس تھوڑا سا وقت بہت تھوڑا سا۔''

''میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگئی۔ ہر طرف دلدوز مناظر بکھرے پڑے تھے۔ ہر شخص سہا ہوا تھا لوگ ٹولیاں بنائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہر شخص ست اور سحر زدہ تھا۔ رات کو معمول کے مطابق کھانا تقسیم ہوا پھر دوسرے دن گارساں کی تاجپوشی کا اہتمام ہوا ہر شخص کو حکم دیا گیا کہ وہ نئے لباس پہنے۔ انہیں ان کا سامان دے دیا گیا تھا۔ چاروں طرف مصنوعی خوشیاں پھیل گئیں سب زندگی بچانے کا سامان کر رہے تھے۔

فرانسیسی افسر نے غلط نہیں کہا تھا گارساں کے چہرے سے خول اتر گیا تھا۔ گارساں کے اس جزیرے کو گارساز کنگ ڈم کا نام دیا گیا تھا اس شام مارشل کے تمام مسافروں کو عمدہ کھانا پیش کیا گیا تھا۔

اس رات جشن کا اہتمام کیا گیا اور ہر طرح کی بیہودگیوں کی اجازت دیدی گئی۔ نوجوان جوڑوں کو اپنی پسند سے ایک دوسرے سے منسلک ہونے کا اختیار دے دیا گیا تھا۔ یہ مرحلہ نہایت تکلیف دہ تھا اور میرے لئے یہ اس وقت بے حد تکلیف دہ ہوگیا جب عسکری میرے پاس آیا۔

''سنو نشاء۔ میں تمہیں اپنانے کا خواہش مند ہوں۔''

''میں تمہاری آنکھوں میں انگلیاں چبھو کر تمہیں اندھا کردوں گی۔'' میں نے شدید طیش کے عالم میں کہا۔

''پاگل پن مت کرو۔ تم اس کا اعلان سن چکی ہو۔ کوئی بھی تمہارے قرب کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ نشاء! غور کرلو۔''

''میں تمہاری جگہ کسی خارش زدہ کتے کو قبول کرلوں گی۔ مجھے تمہارے وجود سے بے پناہ نفرت ہے عسکری۔''

''نہیں بے بی تم واقعی غلط بات کر رہی ہو۔''

پیچھے سے آواز سنائی دی اور میں نے پلٹ کر دیکھا۔ روشاق تھا۔ وہ پھر بولا۔ ''یہ شخص خارش زدہ کتے سے بہتر ہے۔ میرے خیال میں تم آمادگی کا اظہار کردو۔''

''میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ میں نے خونی نظروں سے روشاق کو دیکھا پھر بولی۔

''میں نے تم سے مشورہ نہیں مانگا۔ نہ ہی تم میرے لئے کوئی ایسی حیثیت رکھتے ہو کہ میں

تمہاری بات مان لوں۔''

''لیکن یہ بے حد ضروری ہے بے بی' یہ شخص خود تمہارے پاس نہیں آیا بلکہ میں نے اسے بھیجا ہے۔''

''غالباً آپ اسے اس کی وفاداریوں کا صلہ دینا چاہتے ہوں گے۔ لیکن آپ ہوتے کون ہیں بتائیں گے۔''

''تم وعدہ خلافی کر رہی ہو۔''

''کیسی وعدہ خلافی۔''

''تم نے مجھ سے تعاون کا وعدہ کیا تھا۔''

''آپ اپنی.....''میں نے کہنا چاہا لیکن روشاق نے میری بات نہ پوری ہونے دی اور درمیان سے جملہ کاٹ کر بولا۔

''تحمل سے کام لو۔ پوری بات سن لو۔ عسکری ٹھیک کہتا ہے کوئی بھی بے قابو نوجوان تمہیں حاصل کرنے کے لئے گارساں کی مدد لے سکتا ہے جبکہ عسکری کا ساتھ مصنوعی ہوگا۔''

''مصنوعی.....''میں نے چونک کر کہا۔

''ہاں۔ عسکری سے قربت بس تمہارے تحفظ کے لئے ہوگا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس طرح تم محفوظ ہو جاؤ گی۔''

''میں نے عسکری کی طرف دیکھا تو وہ مضمحل لہجے میں بولا۔''ہاں نشاء یہ عمل صرف تمہیں دوسروں سے محفوظ رکھنے کے لئے ہوگا۔ میری ذات سے تمہیں کوئی الجھن کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔''

بات واقعی بڑی سنسنی خیز تھی اور سمجھ میں آ رہی تھی۔ بدمست اور بے لگام نوجوان چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے ست لہجے میں کہا۔''ٹھیک ہے عسکری۔ لیکن خیال رکھنا میرے ساتھ اگر کوئی بدتمیزی ہوئی تو میں صرف خودکشی نہیں کروں گی بلکہ تمہیں بھی قتل کر دوں گی۔''

''میں تمہارے ساتھ کسی بدتمیزی کا تصور بھی نہیں کر سکتا نشاء۔''عسکری نے افسردہ لہجے میں کہا۔

''میرا خیال ہے اب تمہارے درمیان میرے رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔''روشاق نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ میں خاموشی سے اسے جاتے دیکھتی رہی کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد عسکری بولا۔

''میں نے خود یہ جرأت نہیں کی تھی نشاء بلکہ روشاق نے میرے پاس آ کر کہا تھا کہ تمہارے لئے خطرہ ہے' میں تم سے تمہارے ساتھ رہنے کی فرمائش کروں' میں خود کبھی تمہیں یہ تکلیف نہیں دیتا کیونکہ میں تم سے وعدہ کر چکا تھا۔''

''عسکری۔ میں نے مان لیا ہے۔''

''ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔''

''ہاں۔بولو۔''

''میرے ساتھ اپنا رویہ تبدیل کرلو۔ابھی یہ دیوانے بھٹکتے پھر رہے ہیں کوئی بھی تمہارے لئے الجھن بن سکتا ہے۔''

میں خاموش رہی۔پھر ہم دونوں ساتھ ساتھ آگے بڑھ گئے۔ہر طرف کوئی نہ کوئی ہنگامہ ہو رہا تھا۔نوجوان بے لگام ہو گئے تھے۔ابھی کسی کو آنے والے وقت کا کوئی احساس نہیں'عسکری سے میں نے اپنا رویہ تبدیل کرلیا تھا۔یہ وقت کی ضرورت تھی سسٹر صوفیہ کو اب زیادہ تر ڈاکٹر عارف کے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔وہ مجھے جب بھی دیکھتی اس کی آنکھوں میں نفرت ہوتی تھی۔میں نے اسے اس حال پر چھوڑ دیا تھا۔

گارساں اپنی بادشاہی کے شوق پورے کر رہا تھا۔نئے نئے احکامات صادر کرتا رہتا تھا۔اس لئے کسی پر کوئی پابندی نہیں لگائی تھی۔اس دن میرا موڈ خود بخود کچھ بہتر تھا۔میں نے عسکری سے کہا۔

''آج ہم دور تک چلیں گے۔لوگ نہ جانے کہاں کہاں تک چلے جاتے ہیں۔''

''مجھے ذرا تفصیل سے بتاؤ۔''وہ بولا۔

''تفصیل کچھ نہیں اس جزیرے کو دور دور تک دیکھیں گے'جہاں تک جا سکتے ہیں جائیں گے چاہے کئی دن لگ جائیں۔''

''اوہ۔یہی تو پوچھ رہا تھا۔اگر کئی دن کا پروگرام ہے تو کچھ چیزوں کا بندوبست بھی کرنا پڑے گا۔میں انتظام کئے لیتا ہوں۔''

وہ انتظام میں مصروف ہو گیا۔اسے جو تیاریاں کرنی تھیں اس نے کیں پھر ہم وہاں سے چل پڑے۔یہ سفر اچھا لگ رہا تھا ہر طرف کھجوروں کے درخت اور دوسرے پیڑ نظر آ رہے تھے۔گارساں کی مملکت میں اس کی رعایا عیش کر رہی تھی۔پتہ نہیں مستقبل کے بارے میں عام لوگوں کے کیا خیالات تھے لیکن زیادہ تر لوگ خوش نظر آ رہے تھے ان میں نوجوان زیادہ تھے۔

اب ہم بہت دور نکل آئے تھے۔اتنی دور کہ اب ہمیں جزیرے کے دوسرے انسان نہیں نظر آ رہے تھے۔اب تک خاموشی ہی رہی تھی عسکری میرے لئے صرف ایک اجنبی تھا اب میرا اس سے کوئی ذہنی تعلق نہیں تھا' یہی وجہ تھی کہ ہم نے اس دوران کوئی بات چیت نہیں کی تھی۔

''نشاء!''عسکری کی آواز پر میں رک گئی۔

''ہوں۔''میں نے کہا۔

''اور آگے جانا ہے۔''

''مطلب۔''

''تھکی نہیں ہو۔''

''تم تھک گئے۔''

''نہیں۔ میں تمہاری وجہ سے کہہ رہا ہوں۔''

''میں نے تمہیں بتا دیا تھا کہ واپسی جلدی نہیں ہوگی۔ بلکہ میرا دل تو چاہتا ہے کہ اب اس ماحول میں واپسی نہ ہو۔''

''یعنی؟''

''بس دل چاہتا ہے کہ۔''

''ٹھیک ہے۔ جیسے تم پسند کرو' میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

''تم!'' میری آواز طنزیہ ہوگئی۔

''ہاں نشاء میں......'' اس نے آگے بھی کچھ کہا تھا' لیکن میں نے قدم آگے بڑھا دیئے وہ خاموش ہوگیا۔ پھر میں اس وقت تک چلتی رہی جب تک پیروں نے ساتھ دیا۔ عسکری پامردی سے میرا ساتھ دے رہا تھا۔ اچانک لہروں کے شور نے احساس دلایا کہ ہم ساحل تک آ گئے ہیں کچھ اور آگے بڑھے تو سمندر نظر آ گیا۔ لیکن یہ اجنبی ساحل تھا۔ یہاں انتہائی بلند و بالا بدصورت چٹانیں سینہ تانے کھڑی تھیں جن کے درمیانی رخنوں سے پانی کی پھواریں فوارے کی شکل میں بلند ہو رہی تھیں اور اندرونی سمت جھیل بن گئی تھی۔ اس کے کنارے بے شمار درخت بکھرے ہوئے تھے۔ ان سے پہلے نرم ریت سیلی سیلی۔

یہ بے حد دلکش جگہ تھی۔ میرے قدم ایک طرف بڑھ گئے۔ یہ جگہ کچھ اس طرح من کو بھائی کہ میں نرم ریت پر لیٹ گئی۔ عسکری مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔ چٹانوں سے ٹکرانے والی موجوں کا شور اور پھر چٹانوں کی بلندی سے اڑتی ہوئی پانی کی پھواریں بڑی فرحت بخش لگ رہی تھیں۔

''یہ اجنبی ساحل ہے۔'' اچانک عسکری کی آواز ابھری۔

''ہاں۔ اب تک یہاں کوئی نہیں آیا۔''

''اس طرف سے کہیں زیادہ یہ جگہ خوبصورت ہے۔ یہ لوگ جب اسے دیکھیں گے تو یہاں آباد ہونے کی کوشش کریں گے۔''

''ممکن ہے۔''

''کس قدر پراسرار ماحول ہے۔''

''اس جزیرے کی وسعتیں کتنی ہوں گی عسکری۔''

''خدا جانے۔'' وہ گہری سانس لے کر بولا۔

''تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں نشاء۔''

''وہی پرانی باتیں کرو گے تم' لیکن' میں وہ دروازہ بند کر چکی ہوں۔'' کچھ اور کہنا چاہو تو کہو۔

''ہاں۔ کچھ اور کہنا چاہتا ہوں۔ وہ بولا۔''

''بولو۔''

''میں روشاق کا غلام یا ملازم نہیں ہوں کہ اس کے ایما پر تمہاری رکھوالی کرتا رہوں۔ کون مجھے میری مرضی کے خلاف آمادہ کر سکتا ہے۔ میں نے صرف تحفظ کے خیال سے یہ عمل قبول کیا ہے۔ آخری بار۔ آخری بار تم سے کہہ رہا ہوں نشاء۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ تمہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں محبت کی شدت کسی انسان کے قابو میں نہیں آتی۔ اگر تم مشعل کے بارے میں کہتی ہو تو وہ صرف میرا فرض تھی جس کی تفصیل تم جانتی ہو۔ تم میری محبت ہو۔ فرض اور محبت میں فرق ہوتا ہے نشاء۔ میں اب بھی تمہاری محبت چاہتا ہوں۔''

''دھمکی دے رہے ہو مجھے۔'' میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

''میں تمہیں چاہتا ہوں نشاء تمہاری چاہت میں دربدر ہوں۔ میری زندگی کس قدر بے مقصد ہو گئی ہے۔ بالکل بے معنی۔ زندگی کا پتہ ہے نا موت کا۔ سمجھ میں نہیں آتا کیوں جی رہا ہوں۔ اس سے بہتر ہے خودکشی کرلوں۔''

''میں ہنس پڑی' پھر میں نے کہا۔'' تم خودکشی کر سکتے ہو۔''

''ہاں۔ جینا بے معنی ہو گیا ہے۔''

''تو خودکشی کرلو طریقہ میں بتاؤں۔'' میں نے کہا اور وہ جنونی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

''بتاؤ۔''

''وہ سامنے والی چٹان دیکھ رہے ہو۔ اوپر پہنچنا مشکل نہیں ہوگا۔ وہاں سے ان پتھروں پر کود پڑو۔ بھیجا پاش پاش ہو جائے گا۔ کھیل ختم۔''

''ہاں!''

''ٹھیک...... خدا تمہیں خوش رکھے۔ لیکن۔ خیر۔ اس کے بعد۔ او کے۔ نشاء تم اس قدر حسین اور پرکشش ہو کہ تم پر جان وی جاسکتی ہے۔ خوشی سے دی جاسکتی ہے او کے۔'' وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس چٹان کی طرف بڑھ گیا جس کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا۔ اس کے تاثرات کچھ ایسے تھے کہ مجھے خدشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں وہ سچ مچ ایسا نہ کر ڈالے۔ اس خدشے میں اس کی محبت کا کوئی احساس نہیں تھا' صرف یہ خوف تھا کہ میں تنہا رہ جاؤں گی۔ واپسی کا راستہ بھی بھول سکتی تھی اور دوسرے خدشے بھی تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ایک دلچسپ احساس بھی تھا۔ وہی عورت والا احساس۔ کیا وہ واقعی میرے لئے خودکشی کرے گا۔ کیا واقعی کوئی کسی کے لئے مر سکتا ہے۔ وہ چٹان پر چڑھنے لگا۔ چڑھائی زیادہ مشکل نہیں تھی۔ جوں جوں وہ اوپر جا رہا تھا میرا خوف بڑھتا جا رہا تھا۔ اب کیا کروں! اسے روکا تو سمجھے گا کہ میں اس کی محبت کا اعتراف کرنا چاہتی ہوں۔

بڑی کش مکش میں پڑ گئی۔ وہ بلندی پر پہنچ گیا اور میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے

لگی۔اب وہ چٹان کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ نیچے کودنے کے لئے تیار ہے۔اس کا رخ میری جانب نہیں تھا اور وہ سکتے کی سی کیفیت میں دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔

دس سیکنڈ بیس سیکنڈ پچاس سیکنڈ۔میرا چڑھا ہوا سانس اعتدال پر آنے لگا۔دفعتاً وہ میری طرف گھوما اور اپنے ہاتھ کے اشارے سے مجھے بلایا۔وہ مجھے اوپر آنے کے لئے کہہ رہا تھا اور میرے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔''زندگی بہت پیاری ہوتی ہے۔''

''اوپر پہنچ کر اس کی ساری بہادری ہوا ہو گئی تھی۔

''کیا مجھے بھی ساتھ لے کر مرنا چاہتے ہو۔''

میں نے تمسخرانہ انداز میں چیخ کر کہا۔پتہ نہیں میری آواز اس تک پہنچی یا نہیں' مگر وہ منہ سے کچھ بولے بغیر مسلسل مجھے اوپر آنے کے اشارے کر رہا تھا۔اس کا انداز عجیب تھا۔مجھے تجسس ہوا دیکھوں تو سہی وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔میں احتیاط سے چٹان پر پہنچ گئی۔

''کیا بات ہے فرمایئے۔''

اس نے طنزیہ کہا۔''وہ۔وہ دیکھو نشاء وہ دیکھو وہ کیا ہے؟''

اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور میری نظریں اس طرف اٹھ گئیں۔واقعی حیران کن منظر تھا۔وہ ایک اجنبی سمندری جہاز تھا جو عظیم الشان پہاڑی دیواروں کے درمیان پھنسا ہوا تھا۔اس جگہ سے اس کا فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا۔یہاں سے ہی اس کی بوسیدہ حالت دیکھی جا سکتی تھی۔بری طرح شکستہ ہو رہا تھا۔ڈیک پر کا ہی نظر آ رہی تھی ہر شے ٹوٹی پھوٹی نظر آ رہی تھی۔صاف اندازہ ہوتا تھا کہ کسی خوفناک سمندری طوفان کا شکار ہو کر یہاں تک پہنچا تھا۔سمندر کی سمت سے اس کی ڈائریکشن کچھ ایسی تھی کہ اسے کھلے سمندر سے نہیں دیکھا جا سکتا ایک طرح سے وہ پہاڑیوں میں چھپا ہوا تھا۔

''تباہ شدہ جہاز۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''ہاں بری طرح تباہ۔''

''کیا اس پر زندگی کا وجود ہوگا۔''

''مشکل ہے۔پتہ نہیں کب سے یہاں پھنسا ہوا ہے۔''

''جزیرے پر اب تک کسی اجنبی کا وجود نہیں' اگر اس کا کوئی مسافر زندہ ہوتا تو کسی نہ کسی شکل میں ضرور نظر آتا۔

''ہاں یقیناً۔قریب سے دیکھو گی اسے؟''

''ممکن ہوگا۔'' میں نے سوال کیا۔

''میرے خیال میں مشکل نہیں ہے۔''

''کیسے۔کافی گہرے سمندر ہیں۔میں سمندر میں نہیں تیر سکتی۔''

''ہم سمندری راستے سے وہاں نہیں جائیں گے۔''

''تو......''

''یہ چٹانی سلسلہ وہاں تک گیا ہے۔یہاں سے اتر کر ہم ان چھوٹی چٹانوں سے گھوم کر اس تک بہ آسانی پہنچ سکتے ہیں۔وہ بڑے درے نظر آ رہے ہیں جو چٹانوں سے نکلے ہوئے ہیں' ان سے گزر کر عرشہ پر چڑھنا مشکل نہیں ہوگا۔''

''میں نے پوری طرح اس طرف کا جائزہ لیا عسکری ٹھیک کہہ رہا تھا۔خود میرے ذہن میں شدید تجسس بیدار ہو گیا تھا چنانچہ میں نے آمادگی ظاہر کر دی اور ہم دونوں اس بلند بالا چٹان سے نیچے اترنے لگے عسکری نے کہا۔

''تم سوچ رہی ہوگی کہ میں نے موت سے بچنے کے لئے خوب بہانہ تلاش کیا ہے۔''

''میں خاموشی سے آگے بڑھتی رہی' پھر میں نے سنجیدگی سے کہا۔''میں تمہاری موت نہیں چاہتی عسکری۔ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں ان میں کسی جذبات کی گنجائش نہیں ہے۔میں تم سے ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں۔''

''کہو؟'' وہ بولا۔

''ہو سکے تو ایک اچھے دوست کی حیثیت سے میرا ساتھ دو۔'' سسٹر صوفیہ نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے' وسکن ڈیزل بھی اکتا گئے ہیں۔روشاق اپنا کھیل کھیل رہا ہے میں اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔نہ ماضی کے بارے میں نہ مستقبل کے بارے میں مجھے ایک ساتھی کی ضرورت ہے' لیکن بے لوث ساتھی کی اگر مجھ سے جبری محبت طلب کی جائے تو وہ مجھے قبول نہیں چاہے میرا کچھ بھی حال ہو۔''

یہ باتیں کرتے ہوئے ہم جہاز تک پہنچ گئے تھے۔زبردست جہاز تھا بے شک مارشل سے چھوٹا تھا' لیکن بہت عمدہ تھا۔کارگوشپ تھا۔اندازہ ہوتا تھا کہ حادثے کا شکار ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔اس پر کاہی آہستہ آہستہ جم رہی تھی۔جو شہتیر رکھے گئے تھے وہ یقیناً اوپر جانے کا راستہ بنانے کے لئے رکھے گئے تھے۔ان پر ابھی تک کاہی نہیں جمی تھی اور ان پر قدم جما کر جہاز پر پہنچا جا سکتا تھا۔

''نشاء۔جہاز پر چلیں۔''

''ہاں چلو......'' میں نے کہا۔اور ہم آگے بڑھ گئے۔آخر کار ہم نے شہتیر پر قدم رکھ دیا۔تھوڑا سا خوف محسوس ہوا تھا' لیکن میں نے اس کا اظہار نہ ہونے دیا۔جہاز کا ایک حصہ ٹیڑھا ہو کر ریت میں دھنس گیا تھا عرشہ ویران پڑا تھا۔ہر شے ٹوٹی پھوٹی نظر آ رہی تھی ہم پر تجسس نگاہوں سے چاروں طرف کا جائزہ لے رہے تھے۔اچانک عسکری نے مجھے پکارا اور میں اسے دیکھنے لگی۔

''مجھے ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔''

''کیا؟''

''کیا کوئی ذی روح یہاں موجود ہے۔''

''کیوں؟ یہ سوال کیوں کیا؟''

''لگ رہا ہے۔''

''کیسے۔''

''بس اسے چھٹی حس ہی کہو۔'' وہ بولا پھر آگے قدم بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''نیچے چلیں۔''

''چلو!'' میں نے آہستہ سے کہا اور پھر نے جانے کا راستہ تلاش کر کے نیچے اترنے لگے۔ آگے جا کر پھر شبہ ہونے لگا کہ جہاز پر زندگی موجود ہے۔ جگہ جگہ صفائی ستھرائی کا احساس ہوتا تھا وفعتاً ہم دونوں چونک پڑے ہلکی کھانسی کی آواز سنائی دی۔ یوں لگا جیسے کھانسی روکی گئی ہو۔

''سنا۔'' عسکری سرگوشی کے انداز میں بولا۔

''واپس چلو عسکری۔'' میں نے لرزتی آواز میں کہا۔

''کیوں۔ دیکھتے ہیں یہ کیا اسرار ہے؟''

''کوئی نظر نہیں آ رہا لیکن اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں زندہ انسان موجود ہیں۔''

''آپ کا انداز ٹھیک ہے۔'' ایک طرف سے آواز آئی اور میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ آٹھ افراد ایک قطار میں کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے حلئے زیادہ خراب نہیں تھے۔ ان میں جو سب سے آگے تھا اس نے زرد لہجے میں کہا۔

''اگر ہمیں شبہ ہوتا کہ آپ کے پاس اسلحہ ہے تو ہمارا رویہ آپ کے ساتھ مختلف ہوتا۔ کیا آپ دوستوں کی طرح ہمیں وقت دیں گے۔''

عسکری بہر حال مرد تھا۔ باہمت تھا اس نے فوراً جواب دیا۔

''ہمارے پاس کوئی اسلحہ نہیں ہے اور ہم کسی بھی طرح آپ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتے۔''

''شکریہ۔ آپ مارشل ہی کے مسافر ہیں نا۔''

''ہاں! آپ مارشل کے بارے میں کیسے جانتے ہیں؟''

''ہم نے دور سے اسے دیکھا ہے۔ اس پر اس کا نام لکھا ہے آپ ہمارے ساتھ آنا پسند کریں گے۔'' اسی شخص نے کہا اور ایک طرف مڑ گیا۔ میں نے عسکری کی طرف دیکھا۔ عسکری نے بھی اس طرف قدم بڑھا دیئے۔ چنانچہ میں بھی آگے بڑھ گئی باقی لوگ ہمارے پیچھے آ گئے تھے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ہمیں کہاں لے جا رہے ہیں۔ ایک کوریڈور سے گزر کر ہم نے کیبن کا دروازہ کھولا۔ کیبن میں فرنیچر ٹوٹا پھوٹا پڑا تھا' لیکن دوسرے لمحے ہم نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ آگے والے شخص نے ایک بوسیدہ الماری کا دروازہ کھولا اور اس کے عقب سے تیز روشنی پھوٹ

پڑی۔ ہماری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کچھ سمجھ بھی نہیں آ رہا تھا۔

''آیئے۔'' اسی شخص نے کہا' اور اس الماری سے گزر کر دوسری طرف داخل ہو گیا۔ یہ سب ناقابل فہم تھا۔ تاہم ہمیں دوسری طرف جانا پڑا۔ پھر جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر ہم دنگ رہ گئے تھے۔ جو کچھ یہاں کیا گیا تھا وہ انسانی عقل کا بے مثال مظاہرہ تھا۔ جہاز کے کیبن کے اس خفیہ دروازے کو اس بلند بالا پہاڑ کے ایک غار میں کھولا گیا تھا یہ غار قدرتی تھا' لیکن اسے زبردست قیام گاہ بنایا گیا تھا جہاز کے سامان کو اس وسیع ترین غار میں سجایا گیا تھا اور ہر شے یہاں منتقل کر دی گئی تھی۔ غار کے اندر چھوٹے چھوٹے سوراخ تھے جن سے روشنی اندر آتی تھی ایک طرف غار کا دوسرا دہانہ تھا' جو سمندر کی طرف کھلتا تھا۔ اس کے اوپر جا کر ایک اور دہانہ کھلتا تھا' جس کا رخ جزیرہ کی طرف کھلتا تھا اور یہاں سے جزیرہ بہت دور تک نظر آتا تھا۔ اس جگہ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔

''بیٹھو۔'' اس شخص نے کہا۔ اور ہم دونوں بیٹھ گئے۔

''آپ لوگ کون ہیں' یہ تو معلوم ہے کہ آپ اس تباہ شدہ جہاز کے مسافر ہیں لیکن کون ہیں آپ کے ساتھ کیا ہوا ہے؟''

''یہ میں تمہیں بتاؤں گا معزز مہمانوں۔ غار کے دوسرے دروازے سے آواز آئی اور ایک دراز قد شخص جو بہترین پرسنالٹی رکھتا تھا آتا نظر آیا وہ ہمارے قریب آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔''میرا نام زگلر ہے ایم زگلر۔ تشنہ پرتگالی ہوں۔ آپ لوگ کون ہیں؟''

''میرا نام عسکری ہے اور یہ نشاء ہارون دانش۔''

''مارشل کے مسافر یا عہدے دار۔''

''مسافر۔ آپ مارشل کے بارے میں جانتے ہیں۔''

''صرف نام کی حد تک اور یہ نام ہمیں دور سے نظر آتا ہے۔''

''اور آپ مسٹر زگلر ہیں؟''

''اس بدنصیب جہاز کا کپتان ہوں۔''

''یہ کیسے تباہ ہوا؟''

''طوفان کی نذر ہو گیا۔ طوفان نے اسے لا کر ان پہاڑوں سے دے مارا۔''

''بڑی ہلاکتیں ہوئی ہوں گی۔''

''اس پر زیادہ لوگ نہیں تھے کیونکہ یہ کارگو شپ تھا۔''

''آپ کو کتنا عرصہ ہو گیا۔''

''ڈیڑھ سال کے قریب۔'' وہ گہری سانس لے کر بولا۔

''اس وقت آپ کے ساتھ کتنے لوگ ہیں۔''

''انیس افراد ہیں۔''

''جہاز کی کیا پوزیشن ہے۔''

''اب صرف لکڑی اور لوہے کا گھر ہے اور کچھ نہیں ہے اس میں۔''

''آپ کا تعلق کہاں سے ہے۔''

''آئرلینڈ سے۔ یہ برٹش نیویگیشن کا شپ تھا۔ ہم لوگ ایک پرسکون سفر کرتے ہوئے مصر جا رہے تھے لیکن۔ زگلر ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

''بہت طویل عرصے سے آپ یہاں زندگی۔ ہمارے پاس خوراک نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ دوائیں ایکسپائر ہو چکی ہیں۔ لباس نہ ہونے کے برابر ہیں بس سانس باقی ہیں جنہیں گزار رہے ہیں۔''

''لیکن یہ سب تو آپ نے بہت شاندار اور حیرت انگیز بنایا ہے۔''

''بس زندگی ایسی ہی ظالم چیز ہے۔ انسان ہر حالت میں زندہ رہنا چاہتا ہے۔ یہ سب زندگی کے لئے۔''

''ایک سوال کر سکتی ہوں مسٹر زگلر۔''

''جی۔ فرمایئے۔'' وہ بڑی تہذیب سے بولا۔

''یہاں کوئی خاتون نہیں نظر آئیں۔''

''میں نے کہا نا کہ یہ کارگوشپ ہے لیکن اس کے باوجود جہاز پر میری بیٹی جولین اور نواسی میلنا موجود ہے۔ جولین میرے ساتھ مصر جا رہی تھی' وہاں اس کا شوہر ہے جو مصر میں ملازمت کرتا ہے۔''

''اور بھی خواتین ہیں یہاں۔''

''نہیں......اور کوئی نہیں ہے۔''

''مارشل کو آپ نے کب دیکھا۔''

''وہ اس حصے سے زیادہ دور نہیں ہے۔ میرے دل میں شدید خواہش تھی کہ کسی طرح مجھے آپ لوگوں کے بارے میں معلوم ہو سکے۔''

''آپ نے خود مارشل تک آنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟''

''احتیاط بے بی' ہم بے بس ہیں کون جانے کون کیا ہو۔''

''یہ غار قدرتی ہے۔''

''سو فیصد' یہاں بہت کچھ ہے۔ اب تم لوگ مجھے مارشل کے بارے میں بتاؤ۔'' زگلر نے کہا۔

''مارشل اسپین سے روانہ ہوا تھا۔ اسے الجزائر' ماریطانیہ سے ہوتے ہوئے نہ جانے کہاں جانا تھا۔ سمندری طوفان نے اسے تباہ کر دیا۔'' میں نے زگلر کو سنانا شروع کیا اور اسے گارساں کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ اب وہ اس جزیرے کا بادشاہ ہے۔'' او مائی گارڈ۔ کتنی عجیب

کہانی ہے۔"

"وہ بے حد ظالم ہے۔اس نے اپنے مخالفوں کو گولیوں سے بھون ڈالا ہے۔"

زنگلر سوچ میں ڈوب گیا۔دیر تک خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔"جہاز کے لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں گے۔"

"ظاہر ہے۔"

"کچھ اس سے متفق بھی ہوں گے۔"

"سو فیصد مجبوراً۔"

"ایک بات بتاؤ تم دونوں۔کیا تم ایک ایسا گروہ تیار کر سکتے ہو جو گارساں کے خلاف ایکشن کے لئے تیار ہو جائے۔"

"جہاز پر سفر کرنے والے عام لوگ ہیں جو لڑائی بھڑائی سے واقف نہیں ہیں اور پھر تمام ہتھیار گارساں کے قبضے میں ہیں ان کا ایکشن موت کے سوا کچھ نہیں دے گا یہ بات سب جانتے ہیں۔"

"مارشل پر ایندھن کتنا ہے؟"

"میرے خیال میں کافی ہے۔مگر گارساں بہت جلد اسے تباہ کر دینے کا منصوبہ رکھتا ہے تاکہ اس کی رعایا کہیں جانے کا تصور بھی ختم کر دے۔"

"نہیں۔ایسا نہیں ہونا چاہیے۔یہاں کسی بے یارومددگار زندگی کے بارے میں کوئی ہم سے پوچھے۔یہاں کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔بہت جلد یہاں رہنے والا صرف موت کی آرزو کرے گا۔صرف موت کی۔بس تم سے اس مختصر وقت میں بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں تم اس کی اجازت دو گی۔"

"جی مسٹر زنگلر۔"

"تم دونوں۔صرف تم دونوں یہاں سے نکلنے کی جدوجہد کرنا چاہتے ہو۔"

"زندگی کی قیمت پر بھی مسٹر زنگلر۔"عسکری نے کہا۔

"اگر تم کچھ دن عام لوگوں کے درمیان رہ کر گزارو تو کسی کو شبہ تو نہیں ہوگا۔خود گارساں کسی پر گہری نگاہ تو نہیں رکھتا۔"

"ہتھیار اس کے قبضے میں ہیں اس لئے وہ مطمئن ہے۔اس کے علاوہ اسے آپ کے جہاز کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"گڈ۔تو بتاؤ۔کیا میں تمہیں اپنا ساتھی بنا سکتا ہوں۔"

"ہم کیا کر سکتے ہیں۔مسٹر زنگلر۔"

"سنو۔میں نے اپنے تباہ شدہ جہاز کا کپتان تھا۔ہم زندگی کی یہاں سے نکل جانے کی آس کھو بیٹھے ہیں لیکن۔دل میں جینے کی ایک کرن آج بھی روشن ہے کہ کاش ہمیں یہاں سے نکل جانے

کا موقع مل جائے آپ نے بتایا مسٹر عسکری کہ جہاز کے یعنی مارشل کے میکرز کمپاس ٹوٹ چکے ہیں لیکن ہمارے اس تباہ شدہ جہاز کے کمپاس موجود ہیں۔"

"اوہ۔" میرے منہ سے ایک بے اختیار آواز نکل گئی۔ "تو کیا۔"

"ہاں۔ زندگی کے لئے جدوجہد کی جاسکتی ہے۔ کاش جہاز پر ہمارا قبضہ ہو جائے اور ہم یہ لے کر روانہ ہو سکیں۔ ہم کمپاس اور بچا ہوا ایندھن مارشل کے سفر کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔

"یہ کیسے ممکن ہوگا مسٹر زگلر۔"

"جب زندہ رہنے کے لئے جدوجہد کی جاتی ہے تو زندگی کی بازی لگانی پڑتی ہے۔ ہمیں ہر خطرہ مول لینا پڑے گا۔"

"لیکن مسٹر زگلر۔"

"میرے ذہن میں کچھ ہے۔"

"کیا؟"

"تم نے مجھے پوری کہانی سنائی ہے۔ میں نے اس سے ہی ایک کردار منتخب کیا ہے جو ہمارے کام آسکتا ہے۔"

"کون۔"

"وہ فرانسیسی افسر۔" زگلر نے کہا اور ہم دونوں حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صرف ہماری کہانی سن کر زگلر نے یک ایسی شخصیت کا انتخاب کیا تھا جو سب سے زیادہ گارساں سے نفرت کرتی تھی اور جو سب سے زیادہ کارآمد تھی۔ یعنی ایک چھوٹے سے گروپ کے ساتھ اسلحہ چلانے کی ماہر۔

"عسکری نے پرجوش لہجے میں کہا۔" زبردست انتخاب۔" مسٹر زگلر۔

"وہ مان بھی جائے گا کیونکہ ایک فرض شناس افسر ہے۔"

"سو فیصدی امکانات ہیں۔"

"مگر مجھے خوشی ہے کہ تم لوگ مجھ سے متفق ہو۔ اب تمہیں دوسرا کام یہ کرنا ہے کہ فرانسیسی افسر کو یہاں لے آؤ۔ میں اس سے ملاقات کر کے منصوبہ بندی کروں گا۔"

"میرے خیال میں یہ مشکل نہیں ہوگا۔"

"تمہیں علم ہے کہ مارشل کونسے راستے سے ہمارے قریب ہے۔"

"نہیں۔"

"آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ زگلر نے کہا اور پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ پہاڑوں کے اندر دہانے اور سرنگیں بے مثال تھیں۔ وہ ہمیں ایک قدرتی غار کے دہانے سے اندر لے گیا پھر ایک چھوٹی سی سرنگ میں داخل ہو گیا ہے جسے روشن کر لیا گیا تھا۔ یہ سرنگ بلندی کی

طرف جاتی تھی۔ہم سرنگ کی بلندیاں طے کرنے لگے۔"
نہ جانے قدرت کیا چاہتی تھی جو کچھ ہو رہا تھا خود بخود ہو رہا تھا۔ ہماری کسی جدوجہد کا دخل نہیں تھا عسکری خودکشی کرنے کے لئے چٹان پر چڑھا تھا اور اب ہم اس انوکھی سرنگ کی بلندیاں طے کر رہے تھے۔آخر کار ہم سرنگ کے دہانے سے باہر آ گئے' جہاں ایک پلیٹ فارم جیسی چٹان موجود تھی جس پر چھت تھی جہاں زگلر نے جہاز پر استعمال ہونے والی دوربین نصب کر رکھی تھیں اس بلند پلیٹ فارم سے پورا جزیرہ نظر آتا تھا۔ مارشل دوربینوں کے بغیر بھی نظر آ رہا تھا۔

زگلر نے دوربین فوکس کر کے ہمیں اشارہ کیا اور ہم ان دوربینوں سے مارشل کا جائزہ لینے لگے۔ یہاں سے مارشل بہت صاف نظر آ رہا تھا گارساں نے جس طرح یہاں نصب کر رکھے تھے انہیں بھی دیکھا جا سکتا تھا۔ یہ سب دیکھنے کے بعد عسکری نے بےاختیار زگلر سے کہا۔

"اس کا مطلب یہ مسٹر زگلر کے آپ تو مارشل پر ہونے والے اس اقدام سے واقف ہوں گے۔"

"ہاں۔ میں مارشل کو اس وقت دیکھ رہا تھا جب وہ سمندر میں تھا۔"

"اوہ۔اس وقت آپ نے کیا سمجھا تھا۔"

"میں نے دعا کی تھی کہ کاش وہ اس جزیرے پر آئے۔"

"آپ کو اس سے کیا مقصد تھا۔"

"جو مل رہا ہے۔"

"یعنی۔"

"زندگی کی امید۔"

"آپ نے پہلے کوشش کیوں نہیں کی۔ میرا مطلب مارشل تک جانے کی۔"

"میں تقریباً ایک ماہ تک اس کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔

"گڈ آپ کے ملازمین میں مسٹر زگلر۔"

زگلر گہری سانس لے کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔"میری بیٹی' میری نواسی اس جزیرے کی قیدی ہیں' انہیں نئی زندگی دینے کے لئے میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔آؤ' تمہیں اس سے ملاؤں۔"

"ہم واپس چل پڑے۔ پھر اس انوکھی دنیا میں ہم نے جولین اور میلنا سے ملاقات کی' بے حد خوبصورت تھیں دونوں' لیکن اس جزیرے میں دونوں مرجھائے ہوئے پھولوں کی طرح تھیں۔ مجھے دیکھ کر اور میرے بارے میں جان کر جولین پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ میں نے ان دونوں کو بڑے پیار سے تسلی دی تھی۔

"اب ہم چلیں مسٹر زگلر۔"

"ہاں۔جاؤ اور جس طرح بھی بن پڑے فرانسیسی افسر کو میرے پاس لے آؤ۔"

''اس کے بعد زگلر نے بڑے پیار سے ہم دونوں کو رخصت کیا اور ہم اس انوکھی جگہ سے واپس اس چٹان تک آ گئے۔'' میں نے مذاقاً کہا۔

''جی مسٹر عسکری۔ خودکشی کے بارے میں کیا خیال ہیں۔''

''تمہیں تمہاری منزل تک پہنچا کر۔ جب تم سے دور ہوں گا تو سکون سے زندگی ختم کر لوں گا۔ اس فرض کی ادائیگی تک کے لئے زندہ رہنے کی اجازت دے دو۔''

''اجازت ہے۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

ـ ـ ـ

نوٹ: اس پراسرار اور تحیر آمیز سلسلے کے مزید واقعات حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں

ایم اے راحت کے پراسرار ایڈونچرس ناول
کالی دیوی کا مندر
دشتِ وحشت
عکس
نیل محل کی رقاصہ
آسیب نگری
کالے گھاٹ والی
کالا جادو
سو سال پہلے
سایہ
صدیوں کا سحر
بند آنکھیں
وادی الموت
صدیوں کی بیٹی
کالی آتما
ساحرہ
ناگ نگر کی نگینہ
رام پور کا لکشمن
جال
کالی دنیا
زندہ مُردہ
چھپکلی
وادی سحر
پتھر
حصار
طالوت (3 جلدیں)
شطرنج (3 جلدیں)
کائنات (2 حصے)
تاریک وادی (2 جلدیں)
طلسم زادی (2 جلدیں)
کالا کفن (2 جلدیں)
ڈائن (2 جلدیں)
عجائب خانہ (2 جلدیں)
پازیب (2 جلدیں)
شوالہ کے پجاری (2 جلدیں)
جانباز (4 جلدیں)
آتش (3 جلدیں)
فرعون کی روح
(4 جلدیں)
(1) تابوت
(2) گریٹ اسکیپ
(3) ہمزاد کی تلاش
(4) ریڈ بون
القریش پبلی کیشنز
سرکلر روڈ، چوک اُردو بازار لاہور
فون: 37652546 — 042-37668958

سنہری تابوت
ایم اے راحت
دوئم

قدیم مصر کے پراسرار ماحول میں
جنم لینے والی ایک سحر انگیز داستان

سنہری تابوت

ایم اے راحت

القریش پبلی کیشنز

سرکلر روڈ چوک اردو بازار لاہور

فون: 042-37652546, 37668958

www.alqurash.com email: info@alqurash.com

ہم لوگ عجیب سی کیفیت کا شکار تھے۔ راستے بھر خاموشی طاری رہی تھی۔ دونوں اپنے طور پر ذہنوں میں الجھے ہوئے تھے۔ اس لیے راستے میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ ہم ساحل پر پہنچے تو ماحول تاریکیوں کی لپیٹ میں آ چکا تھا۔ جہاز کے مسافر تھکے تھکے آرام کر رہے تھے۔ ہم اپنی جگہ پہنچے تو عسکری نے کہا۔

''میں کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔''

''مجھے بھی شدید بھوک لگ رہی ہے۔'' میں نے بے تکلفی سے کہا اور عسکری چلا گیا۔ کھانے کے دوران ایک اور کام کی بات ہوگئی۔

''مجھے فرانسیسی افسر سان اوگلو کی تلاش تھی۔ وہ مجھے مل گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں اس سے کچھ اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ وہ تیار ہو گیا ہے۔ مجھے اس سے بات کرنے کے لیے اس کے ٹھکانے پر جانا ہوگا۔ میں اس کا ٹھکانہ دیکھ آیا ہوں۔'' عسکری بولا۔

''اوہ۔ احتیاط رکھنا عسکری۔''

''بے فکر رہو۔'' عسکری نے کہا۔ وقت مقررہ پر وہ میرے پاس سے چلا گیا۔ میرے ذہن میں خیالات گردش کرنے لگے، گارساں ایک وحشی جانور تھا۔ سب دیکھ چکے تھے کہ اس نے بس شرافت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ ورنہ انسانی زندگی کی اس کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں۔ وہ کسی بھی وقت، کسی کو بھی ہلاک کر سکتا ہے۔ یہ بات ہم بھی جانتے تھے اور وہ بھی کہ یہاں کوئی اس کا دوست نہیں ہے سوائے اس کے اپنے ساتھیوں کے جو زیادہ جہاز پر ہی رہتے تھے۔ عسکری نے واقعی سان اوگلو کا صحیح انتخاب کیا تھا۔ وہ ذہین بھی تھا اور پرجوش بھی۔ میں اس چٹان کے پیچھے بیٹھ کر عسکری کا انتظار کرنے لگی۔ ماضی کی باتیں انسان کے لیے سوچ کا بہترین سرمایہ ہوتی ہیں۔ نہ جانے کیا کیا یاد آ رہا تھا۔

''اچانک چٹان کے دوسری طرف آہٹ سنائی دی اور میں چونک پڑی۔ پھر ایک آواز سنائی دی۔ ''نشا......!'' یہ آواز عسکری کی نہیں تھی لیکن اجنبی بھی نہیں لگی تھی۔ میں جلدی سے کھڑی ہوگئی۔ تب میں نے ان دونوں کو پہچان لیا۔ یہ احمر جنیدی اور عدنان ثنائی تھے۔ میرے ذہن میں شدید

نفرت ابھر آئی تھی۔

''ہیلو۔نشاء!'' احمر جنیدی نے کہا۔

''جی......!'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''ہم تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔''

''شرم نام کی کسی چیز سے واقفیت رکھتے ہیں آپ لوگ۔'' میں نے نفرت سے کہا۔

''حالات ایسے ہی ہو گئے ہیں نشاء کہ ہم ان چیزوں سے نا آشنا ہو گئے ہیں۔لیکن اس وقت ہم تمہارے لئے ایک اہم پیغام لے کر آئے ہیں۔ایسا پیغام جسے سن کر تمہارے ذہن سے سارا غصہ نکل جائے گا۔''

''جانتی ہو یہ پیغام کس کا ہے۔''

''سن لو۔تمہارے لیے بہت اہم ہے یہ پیغام۔'' احمر جنیدی بولا۔

''پیغام دانش ہارون کا ہے۔'' عدنان ثنائی نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگی۔احمر بولا۔

''وہ ہمیں ہوا کے ایک جھونکے کی شکل میں ملے تھے۔''

''ایک نادیدہ وجود کی حیثیت سے۔''

حالانکہ اس وقت وہ مجھے وہ مسخرے لگ رہے تھے لیکن ان کے الفاظ نے میرے جسم میں گرم لہریں دوڑا دی تھیں۔ میں سرد نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی تو جنیدی نے پھر کہا۔

''ماضی میں بہت کچھ ہوا ہے۔اس کی تفصیل فضول ہے۔لیکن ان واقعات کو بھولنا تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔''

''دانش ہارون سے تمہاری ملاقات ہوئی ہے۔'' میں نے پتھریلے لہجے میں پوچھا۔

''ہاں۔اسے ملاقات ہی کہو۔تم اس بارے میں چاہو تو عدنان سے پوچھ سکتی ہو۔'' جنیدی نے کہا اور میں ہنس پڑی۔

''زبردست۔دو نیک انسانوں کی سچائی کا جواب نہیں۔چلیں اس ملاقات کی تفصیل مجھے بتائیں۔'' میں نے کہا۔

''ہاں کیوں نہیں۔ہم دونوں ایک سنسان جگہ آرام کر رہے تھے، ہوا بالکل بند تھی کہ اچانک سرد ہوا کے ایک جھونکے نے ہمیں چھوا اور پھر ایک آواز سی ابھری۔''

''احمر! یہ میں ہوں دانش ہارون جس کے لیے تم لوگ پاگلوں کی طرح سرگرداں ہو، یہ آواز سن کر بے بی ہم حیران رہ گئے۔تب ہارون دانش کی آواز دوبارہ ابھری۔''

''جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو میں اس میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں، لیکن اس کے لیے تمہیں میری مدد کرنا ہوگی، کیا سمجھے۔لیکن اس کے لیے وقت اور طویل جدوجہد درکار ہے۔اگر تم لوگ محنت کر کے اپنا مقصد حاصل کرنے کے خواہش مند ہو تو میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔''

میں خاموشی سے احمر جنیدی کی باتیں سن کر اس کے سچ اور جھوٹ کا اندازہ لگا رہی تھی، احمر جنیدی نے میری شکل دیکھی اور بولا۔

''ہاں تمہیں اس کا اختیار ہے کہ صحیح فیصلہ کرو، یہ صرف ایک کوشش ہے، ہارون دانش کا پیغام ملنے کے بعد تمہیں فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی اور اگر تمہارا فیصلہ عدم تعاون کی شکل میں ہوگا تو ہم اس ملاقات کو بھول جائیں گے اور جو کچھ ہمیں کرنا ہے اپنے طور پر کریں گے۔''

''نہیں، نہیں آپ لوگ میرے بزرگ ہیں، ویسے آج کل بہت سے بزرگ مجھ پر مہربان ہیں، لیکن تو اس ہوا کے جھونکے نے اور کیا کہا مسٹر احمر جنیدی؟'' میرے لہجے میں خود بخود ایک طنز کی سی کاٹ پیدا ہوگئی تھی۔

''ہماری باتیں سن لو اس کے بعد جولانی طبع کا مظاہرہ کر لینا۔ تم نے جن لوگوں پر بھروسہ کیا وہ تمہارے لیے بے مقصد ہیں کیونکہ ان کے اپنے اندر صلاحیتوں کا کوئی وجود نہیں ہے۔''

''او ہو مثلاً۔'' میں نے تیکھی نگاہوں سے احمر جنیدی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''خصوصاً میں وسکن ڈیزل کی بات کرتا ہوں۔ وہ بے صلاحیت انسان تو موجود مصر کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا قدیم مصر کے اسرار وہ کیا جانے، ہارون دانش نے اس احمق کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ وہ اپنی عقل رکھتا، مگر وہ اتنا احمق ہے اس کا شاید ہارون دانش کو بھی اندازہ نہیں تھا۔ ہارون دانش نے اسے ایک اور شخص کے پاس بھیجا تھا، یہ شخص بلاشبہ کام کا آدمی تھا لیکن ......'' احمر جنیدی نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا لیکن مجھے سنبھلنا پڑا، وہ جملے قابل غور تھے، دوسرا نام پہلے بھی میرے علم میں آ چکا تھا اور پھر وسکن ڈیزل کا مسئلہ، چنانچہ میں سنبھل گئی میں نے کہا۔

''آپ اپنے بارے میں خود فیصلہ کریں مسٹر جنیدی آپ نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟''

''جو کچھ اب تک ہوا بے بی اس کی شکل بڑی محنت سے بدل گئی ہے حالانکہ وہ حقیقت نہیں تھی جو دیکھی گئی یا سوچی گئی۔''

''کہاں سے شروع کروں مسٹر جنیدی؟'' میں نے کہا۔

''کہیں سے بھی شروع کر لو بے بی اس دن سے جب میں نے اور روشاق نے تمہیں اس مکان میں بھیجا تھا۔''

''نہیں آپ بہت پیچھے چلے گئے، میں اپنے والد کی خواب گاہ سے بات شروع کرتی ہوں جہاں آپ چوری کی نیت سے گھسے تھے۔''

''تم نے مجبور کر دیا تھا مجھے نشاء تم نے......''

''وہ کیسے مسٹر جنیدی؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

جنیدی مجھے گھورنے لگا، میرے گفتگو کرنے کا انداز اسے بہت برا لگ رہا تھا، ویسے بھی ان

حالات کا شکار ہونے کے بعد تقریباً تمام ہی لوگ جھنجھلاہٹوں میں مبتلا تھے اور سب ایک ہی کیفیت کا شکار تھے۔ وہ کہنے لگا۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھ سے تعاون کرو، میں بہت سے رازوں کی عقدہ کشائی کر دوں گا، مگر تم نے مجھ پر اعتبار نہیں کیا بلکہ مجھے منع کر دیا جبکہ دوسری جانب سے روشاق اپنی شیطانی قوتوں سے کام لے کر برق رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا، میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں نشاء کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہتا، اب یہ دوسری بات ہے کہ میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں روشاق اپنے ساتھ شیطانی قوت کے علاوہ افرادی قوت بھی رکھتا ہے۔ وہ نوجوان جس کا نام عسکری ہے روشاق کا ساتھی تھا اور وہ اکیلا ہی کیا نجانے کون کون اس کے لیے کام کرتا ہے، چنانچہ جب میں نے دیکھا کہ روشاق تمہارے والد کی خواب گاہ میں داخل ہو کر وہ سارا ریکارڈ اپنے قبضے میں کر لینا چاہتا ہے جو اس کے لیے کارآمد ہوا تو میں نے بھی وہی کوشش کی اور زخمی ہو گیا، اگر تم مجھ سے تعاون کر لیتیں نشاء تو روشاق سے پہلے میں ان اشیاء کا جائزہ لے لیتا جو ہماری رہنمائی کر سکتی تھیں، بہر طور اس کے بعد بھی میں ان لوگوں کے پیچھے لگا رہا جو کچھ روشاق نے کیا وہ میں نے بھی کر ڈالا، تم لوگ مارشل تک پہنچے میں بھی پہنچ گیا۔ میں نے اپنے طریق کار مختلف رکھا تھا، ہارون دانش کے بارے میں مجھے زیادہ واقفیت نہیں تھی بلکہ پوری تفصیل انہوں نے ہی مجھے بتائی تھی، مثلاً تمہارا ایک کاٹیج میں داخل ہو کر ان تابوتوں کو دیکھنا، جن میں خود ہارون دانش موجود تھے اور اس کے ساتھ ہی قدیم مصری تاریخ کی ایک محافظ روح ان کی نگرانی کے لیے موجود تھی، ہارون دانش نے تم لوگوں کو وسکن ڈیزل کے پاس بھیجا اور اس نے وسکن ڈیزل کے ذریعے کام لینا چاہا، وسکن ڈیزل نے کوشش کی کہ البرونوس نامی ایک شخص کے ہاتھوں وہ دونوں تابوت اس کاٹیج سے منگوائے جنہیں وہ الجزائر لے جانا چاہتا تھا تاکہ اس عظیم شخص کی لیبارٹری میں اس پر کچھ عمل کر سکے، یہ ساری باتیں مجھے ہارون دانش نے ہی بتائی تھیں، انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ان حالات کا شکار ہو کر وسکن ڈیزل بددل ہو چکا ہے اور یہ سوچنے لگا ہے کہ یہ کام اس کے بس کا نہیں ہے، اس نے بلاوجہ اپنے آپ کو ایک روگ لگا لیا ہے اور کیا کیا پوچھو گی مجھ سے نشاء ہارون دانش، ان تمام چیزوں سے مایوس ہونے کے بعد انہوں نے ایک بار پھر مجھ سے رجوع کیا ہے اور کہا ہے کہ ایک بار پھر میں تمہیں اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کروں، حالانکہ اس وقت جب میں نے تمہیں مارشل سے اغوا کرنے کی کوشش کی تھی، میرا یہی مقصد تھا کہ تمہیں اس مصیبت سے نکال لے جاؤں، جہاز نامعلوم مدت کے لیے سمندر میں لنگر انداز ہو گیا تھا اور گارساں کی ذہنی کیفیت کا تجزیہ میں نے پہلے ہی کر لیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ کوئی بہتر صورت حال نکلنے کی کوئی امید نہیں ہے، اگر میں تم سے یہ تمام باتیں کرتا تو تم کبھی تیار نہ ہوتیں۔ چنانچہ میں نے تمہیں اغوا کرنے کا عمل شروع کیا، خیر تم میرے بارے میں جو بھی سوچو سوچ لینا، میں تمہیں ایک پیشکش کرتا ہوں کہ سارے معاملات میں مجھ سے تعاون کرو، میں تاریخ کا ایک اہم باب دنیا کے

[illegible] انا چاہتا ہوں اور اب مجھے ہارون دانش کا سہارا حاصل ہے۔"

وہ خاموش ہوا تو میں ایک لمحے تک کچھ سوچتی رہی، پھر میں نے کہا۔

"ایک سوال کا جواب دینا پسند کریں گے آپ؟"

"ہاں ہاں پوچھو؟"

"اے کے ہمدانی کو کس نے زندہ درگور کیا ہے؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"آپ نے مسٹر احمر جنیدی آپ نے؟"

"اس نے تم سے یہ بکواس کی ہے، کیا میں تمہیں اس طرح کا انسان نظر آتا ہوں اور تم نے [illegible] تو میں تمہیں یہ بتادوں کہ یہ صرف روشاق کا کمینہ پن ہے، اس کے بارے میں تم [illegible] ہے بی توکل سوچنا پڑے گا تمہیں، کیونکہ میں بھی حالات سے اس قدر لاعلم نہیں [illegible] روشاق بالکل فراڈ ہے، وہ ایک پراسرار کردار ہے جو تاریک کے کسی گوشے میں نظر نہیں آتا، [illegible] اس کے بارے میں کیا بتاؤں، جبکہ میں نے اسے تاریخ میں تلاش کیا ہے لیکن اس نے اپنی تاریخ ہی چھپا رکھی ہے، اس کا کوئی کردار بھی میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

میرے ہونٹوں پر پھر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی، میں نے کہا۔ "اور میری تاریخ کیا ہے مسٹر احمر جنیدی؟" میرے اس سوال پر احمر جنیدی خاموش ہو گیا، عدنان ثنائی بھی بالکل خاموش بیٹھا کسی سوچ میں گم تھا، احمر جنیدی کے چہرے پر کسی قدر ناگواری کے تاثرات نظر آ رہے تھے اس نے عدنان ثنائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا عدنان ثنائی کہ اس لڑکی کو کچھ سمجھانا بیکار ہی ہے، تم نے ہی ضد کی تھی حالانکہ میں نے ہارون دانش سے بھی انکار کیا تھا، میں نے اس سے کہا تھا کہ نشاء ماننے والوں میں سے نہیں ہے، وہ ایک بھٹکے ہوئے ذہن کی مالک ہے جسے شاید اب دنیا میں کسی پر بھی اعتماد نہیں رہ گیا۔"

ایک دم سے عدنان ثنائی بول اٹھا۔ "نشاء جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے، تم انتہا پسند ہو اور اپنی انتہا پسندی میں ہی تم نے اتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں، اگر شروع ہی میں تم ہم سے تعاون کر لیتیں تو نہ اے کے ہمدانی زخمی ہوتا اور نہ ہارون دانش کو اس قدر الٹ پھیر کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ وہ ہماری مدد کرتا کیونکہ جیسا کہ اب دیکھا گیا ہے کہ وہ ہوا میں شامل ہے اور یقینی طور پر اس کی کوئی اہم وجہ ہوگی، جو ابھی تک ہماری سمجھ میں نہیں آسکی، وہ اگر چاہتا تو ہمارے شانوں پر بھی سفر کر سکتا تھا لیکن کیا کہا جائے اور کیا نہ کہا جائے۔"

"سنیں مسٹر احمر جنیدی اس وقت بھی میں نے آپ سے تعاون نہیں کیا اور آج بھی شاید میں یہ نہ کر سکوں، میں تو یہ بھی نہیں جانتی کہ میرا مصرف کیا ہے، میرا مقصد کیا ہے؟ میں چاروں طرف نہیں

دوڑ سکتی، بہت سے لوگ مجھ سے تعاون کرنے کی درخواست کر رہے ہیں لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں جب تک مجھے میری اپنی تفصیل نہیں معلوم ہو جاتی میں کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتی، جو شخص بھی یہ کام کرے گا یوں سمجھ لیا جائے میں سوچے سمجھے بغیر اس کی غلامی کر لوں گی۔''

''تمہاری تفصیل، بے بی تمہاری تاریخ اگر سامنے آ جاتی تو بات ہی کیا تھی، نشاء، بہت کم وقت ہے، بہت ہی کم وقت لیکن اس کے لیے تمہیں تعاون کرنا ہوگا، تم ہمارا ساتھ دو تو سب کچھ ہو جائے گا۔''

''کیسا تعاون ذرا مجھے بتایئے تو سہی مسٹر جنیدی؟''

''آنکھیں بند کر کے خلوص دل کے ساتھ ہماری ہر ہدایت پر عمل کرو۔''

''آج تک میں نے آنکھیں بند ہی رکھی ہیں اور جب بھی آنکھیں کھولیں کوئی نہ کوئی نقصان اٹھالیا۔''

''اس کی وجہ جانتی ہو؟''

''نہیں جانتی۔''

''ابھی تمہاری آنکھیں کھولنے کا وقت نہیں آیا ہے۔ جب تمہاری آنکھیں کھلیں گی تو تمہاری نگاہوں کے سامنے اتنا کچھ ہوگا کہ یقین نہ کر پاؤں گی۔''

''شاید، اسی وقت مسٹر جنیدی، اسی وقت میں لوگوں کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہو جاؤں۔ میں آپ سے سوال کرتی ہوں کہ میری زندگی پر اتنے سارے لوگوں کی اجارہ داری کیوں کر ہو گئی ہے، کیا سمجھتے ہیں وہ اپنے آپ کو، اگر باپ کی بات کرتے ہیں آپ تو آپ یقین کیجیے کہ اب مجھے اس نام سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی ہے، میری ماں کے بارے میں مجھے پتہ چل چکا ہے کہ وہ بھی تاریخ کے کسی گوشے میں گم ہے اور جس عورت نے بھی تاریخ کے کسی گوشے میں گم ہے اور جس عورت نے مجھے ماں کہہ کر بہلایا وہ میری ماں نہیں تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس طرح کے شواہد بھی ملے کہ مسٹر ہارون دانش بھی میرے باپ نہیں ہیں، کیا سمجھے، اگر وہ میرے باپ ہوتے تو ان خوف ناک حالات میں مجھے تسلی دینے کے لیے مجھ تک ضرور آتے۔''

''اس کی بھی ایک وجہ ہے نشاء۔'' احمر جنیدی نے کہا۔

''کیا وجہ؟''

''ہو سکتا ہے ہارون دانش اپنے آپ کو چھپائے رکھنا چاہتا ہو، اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ روشاق یا کوئی اور بھی اس کی تاک میں ہو، ہو سکتا ہے یہ تاریخ کا حصہ نہ ہو۔''

''تاریخ تاریخ تاریخ، کون سی تاریخ کی بات کرتے ہیں آپ، اس تاریخ نے تو ذہنی طور پر مجھے دیوالیہ کر دیا ہے، پاگل ہو گئی ہوں میں، آخر کون سی تاریخ اور کیسی تاریخ۔''

احمر جنیدی نے عدنان ثنائی کا چہرہ دیکھا اور عدنان ثنائی نے کہا۔ ''ہاں ٹھیک ہے تمہارا خیال

اور ان یہاں پر بات ختم کر دو، لیکن یہ پیشکش کرتے جاؤ کہ جب بھی اس کی سمجھ میں کوئی بات آ جائے تو وہ ہم سے رجوع کر سکتی ہے، کیا سمجھے، بے بی ہم تمہارا انتظار کریں گے۔" یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ میں ساکت نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہی تھی۔ نجانے کب تک میں ان باتوں پر غور کرتی رہی، میں سوچ رہی تھی کہ جو انکشافات انہوں نے کیے ہیں اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے کیا ہارون دانش ان تک پہنچے ہیں، لیکن میں کیا کروں، کیا کرنا چاہئے مجھے، میں اپنی ہدایت پر عمل نہیں کروں گی، وسکن ڈیزل کے پاس مجھے میرے پاپا نے بھیجا تھا۔ جب میرا باپ اس کا کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر پایا تو میں جو دنیا سے اس قدر دور اور ناتجربے کار ہوں، میں کیا فیصلے کر سکتی ہوں، جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔

اچانک ہی میں نے عسکری کو دیکھا جو میری طرف آ رہا تھا، کیونکہ گارساں کے احکامات کے مطابق اسے ہر اس شخص کو اپنی عورت کے ساتھ رہنا تھا' جس نے کسی عورت کا انتخاب کر لیا تھا۔ ابھی تک اس سلسلے میں کوئی ایسا واقعہ نہیں پیش آیا تھا جو تکلیف دہ ہوتا لیکن اس کے امکانات تھے کہ کسی بھی وقت کوئی بری بات ہو سکتی ہے، بہت سے ایسے نوجوان جن کا تعلق کسی لڑکی سے نہیں ہو پایا تھا کینہ توزی کا شکار نظر آتے تھے، اس طرح عسکری کا میرے پاس ہونا بھی میرے لیے ایک مجبوری بن گیا تھا۔

اس وقت میں بہت منتشر تھی۔ یہ دونوں میرا سکون تہہ و بالا کر گئے تھے عسکری کا آنا مجھے برا نہیں لگا۔ میں نے ذہن کو ان دونوں کی باتوں سے ہٹا لیا اور پراسرار جہاز کے کپتان زنگر کے بارے میں سوچنے لگی کیسے انوکھے تھے وہ سب، جولین، معصوم ایلنا، سب لمحے ایک دم یاد آ گئے عسکری میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ جب کئی منٹ تک اس نے کوئی بات نہیں کی تو میرا پارہ چڑھ گیا اور میں نے ناک سکوڑ کر کہا۔

"کیا بات ہے۔ بہت سسپنس پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"نہیں نشاء۔ پریشان ہوں۔"

"مزید سوال کروں۔" اس نے اپنا انداز برقرار رکھنے کی کوشش کی۔

"اوہ نشاء۔ براہ کرم یہ رویہ نہ رکھو۔"

"بہتر۔ تم پھر آرام کرو۔"

"میری بات تو سنو۔" وہ بولا۔

"تو تم نہیں سنا رہے۔"

"میں اس سے مل کر آ رہا ہوں۔ میرا مطلب ہے سارن اوگلے سے۔ میں نے اسے بتایا کہ میں گارساں کے مخالفوں میں سے ہوں اور سارن اوگلے کی بصیرت سے اتفاق کرتا ہوں کیونکہ میں نے گارساں کے بارے میں پیش گوئی کی تھی۔ جب وہ کسی قدر متوجہ ہوا تو میں نے اسے محتاط

طریقے سے اسے پوری تفصیل بتائی تو وہ مجھے اس طرح دیکھنے لگا جیسے میں پاگل ہوں۔
''گویا اس نے آپ کی باتوں کو سچ نہیں مانا۔''
''اس نے اس کا اظہار نہیں کیا' لیکن یہ ضرور کہا کہ ایسا کوئی جہاز کہیں اور کیوں نہیں نظر آیا۔ میں نے اسے پوری طرح یقین دلایا کہ میں ہوش مند ہوں اور کسی سازش کے تحت اس سے یہ سب نہیں کہہ رہا ہوں تب وہ بہت پرجوش ہو گیا۔''
''ہاں......؟'' اب مجھے بھی عسکری کی باتوں سے دلچسپی محسوس ہونے لگی۔
''وہ کہنے لگا کہ ہم اس وقت اس جہاز پر چلیں۔ بمشکل میں نے اسے ایک پروگرام دیا اور آمادہ کرلیا کہ یہ کام ہم کل کریں گے۔''
''گویا وہ وہاں جائے گا۔''
''ہاں۔''
''لیکن۔''
''ہاں، میرے ساتھ۔''
''صرف تمہارے ساتھ۔ میرا مطلب ہے میں ساتھ نہیں ہوں گی۔'' عسکری میری صورت دیکھتا رہا۔
پھر ہنس پڑا۔ مجھے طیش آ گیا۔
''کیوں ہنسے۔'' میری غراہٹ ابھری۔
''تمہیں کیسے چھوڑ سکتا ہوں میں۔ ویسے وہ جہاز میری زندگی کی ضمانت خوب بن گیا ورنہ بات نبھانی پڑتی اور خودکشی کرنی پڑتی۔''
''اب مجھے ہنسی آ رہی ہے۔'' میں نے منہ بنا کر کہا۔
''وہ کیوں......!''
''شاید تم نے خدا سے گڑگڑا کر دعا مانگی تھی جو پوری ہو گئی۔ ویسے خودکشی تم جیسے لوگ کبھی نہیں کر سکتے۔'' اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور تھوڑے فاصلے پر زمین پر دراز ہو گیا میں نے بھی ایک جگہ منتخب کر لی میں نے اسے احمر جنیدی وغیرہ کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے عسکری کو آواز دی۔
''سو گئے مسٹر عسکری۔''
''نہیں۔ کیوں۔''
''ایک سوال میرے ذہن میں آیا ہے۔''
''بتاؤ کیا۔''
''کیا روشاق کو بھی جہاز کے بارے میں بتاؤ گے۔''

"ا ۔ ایوں ا"

"مطلب ہے اسے ہر بات بتانا تمہاری ڈیوٹی تو نہیں ہے۔ میں نے کہا اور عسکری ایک ... کیا۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر دوبارہ اپنی جگہ لیٹ گیا مجھے اندازہ ہو گیا ... نہری بات بہت بری لگی ہے۔

میں نے بھی آنکھیں بند کر لیں پھر مجھے بھی نیند آ گئی۔ پھر صبح کی روشنی سے آنکھ نہیں کھلی تھی ... چیخیں جاگنے کا سبب بنی تھیں جو بے حد دہشت ناک تھیں کوئی کرب سے بری طرح ... دوسری چیخیں بھی ان چیخوں میں شامل ہو گئیں۔ سوتے ہوئے لوگ بھی سہم سہم کر ... اور ... بغیر چیخنے لگے تھے۔

... ہم دونوں نے بھی وہ بھیانک منظر دیکھ لیا ہم کسی قدر بلند جگہ ... فاصلے پر وہ خونی منظر دیکھ لیا۔ احمر جنیدی زمین پر لوٹیں لگا رہا تھا وہ اپنے ... انداز میں اس خونخوار بلی کو اپنے نرخرے سے جدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا جس ... اور گردن کو ادھیڑ رکھ دیا تھا جنیدی شدید کوشش کے باوجود بھی بلی کو خود سے ... رہا تھا۔

پھر بہت سے لوگ اس طرف دوڑ پڑے۔ میں نے عدنان ثنائی کو دیکھا جس نے بیساکھی ... بلی کی کمر پر بھرپور ضرب لگائی تھی اس کے ساتھ ہی کچھ بہادر لوگوں نے بلی کو کمرے سے پکڑ کر ... اوپر سے کھینچنے کی جدوجہد کی، بلی کی خوف ناک غراہٹوں کے ساتھ انسانی چیخیں بھی بلند ہوئیں اور پھر بلی کئی انسانوں کے سروں سے گزر کر برق رفتاری سے ایک طرف دوڑ گئی۔ کسی نے اس کا پیچھا کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

میرا سارا وجود منجمد ہو گیا تھا۔ سانس اتنے بوجھل ہو گئے کہ سینہ پھٹنے لگا۔ خونخوار بلی نے اپنے مزاج کے مطابق عمل کیا تھا' عسکری بھی اب میرے پاس نہیں تھا وہ بھی ادھر ہی دوڑ گیا تھا جہاں ... اب لوگوں کے درمیان تھا اور نظر نہیں آ رہا تھا۔ میرا جسم بری طرح کانپ رہا تھا۔ یہ سوچنا بھی ضروری تھا کہ یہ عمل بھی شیطان روشاق ہی کا تھا۔ وہ منحوس شیطان دہشت پھیلائے ہوئے ہے۔ اس کی وحشت ناکی سے روکنے والا کوئی نہیں ہے شاید خود گارساں بھی نہیں کیونکہ وہ بھی جانتا ہے کہ یہ بھیانک بلی روشاق کی ہے۔ اوہ! وہ بلی ہے بھی یا نہیں۔ مجھے وہ ہمیشہ ایک ناپاک روح ہی لگی تھی۔

مجھ سے اب کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا چنانچہ میں وہیں بیٹھ گئی۔ ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ جنیدی رات کو میرے پاس آیا تھا۔ روشاق جیسے شیطانی قوتوں کے مالک کو اس کا ضرور پتہ چل گیا ہو گا کہ جنیدی نے مجھ سے کیا باتیں کی ہیں۔ اسے یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہو گا کہ کہیں میں جنیدی سے مل نہ جاؤں۔ چنانچہ جنیدی روشاق کا شکار ہو گیا، بظاہر تو یوں لگتا تھا جیسے جنیدی کا حشر بھی اسے

کے ہمدانی جیسا ہی ہوا ہے۔ بلکہ ممکن ہے بلی نے اس کا نرخرہ چبا کر اسے ختم ہی کر دیا ہو، میری نگاہیں اسی طرف جمی ہوئی تھیں۔ لوگ جنیدی کو وہاں سے اٹھا کر لے جا رہے تھے میں دیکھتی رہی پھر میں نے عسکری کو واپس آتے دیکھا میرے پاس آ کر اس نے کہا۔

''جنیدی کو قتل کر دیا گیا۔''

میرے سارے بدن میں سرد لہر دوڑ گئی۔ میں نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

''قتل۔''

''ہاں بلی نے اس کے نرخرے کو چبا ڈالا'' وہ ہلاک ہو گیا ہے۔

''میرے خدا۔ روشاق نے اسے بھی راستے سے ہٹا دیا۔''

''سو فیصدی۔''

''وہ جسے چاہے مار سکتا ہے عسکری۔''

''شاید......!''

''اوہ اب کیا ہوگا؟ ہم سب ہی اس کے شکار ہیں۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔'' میری آواز رندھ گئی۔

''جنیدی خود بھی بہت خطرناک ہے۔ اس نے اے کے ہمدانی کا جو حشر کیا وہ تمہیں یاد نہیں نشاء۔'' عسکری نے کہا۔

''نہیں۔ وہ اس بات سے انکار کرتا ہے۔'' میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

''کون؟'' عسکری چونک کر بولا اور میں سنبھل گئی۔ میں نے عسکری کو رات کی بات نہیں بتائی تھی۔

''کون نشاء!'' عسکری نے پھر پوچھا۔

''عسکری۔ میرا ذہن بے قابو ہو رہا ہے۔ میں نہیں جانتی میں کیا کہہ رہی ہوں۔''

''اتنا زیادہ اثر نہ لو نشاء ہم جن حالات سے دوچار ہیں ان میں کسی بھی وقت کوئی بھی حادثہ ہو سکتا ہے۔''

میں گہری گہری سانسیں لیتی رہی۔ دم گھٹتا جا رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔ ''سارن اور گلے سے تو کوئی اور بات نہیں ہوئی۔''

''ہاں۔ میں تمہیں ابھی اس بارے میں بتانے والا تھا۔ وہ ابھی بھی ملا تھا۔ میرے پروگرام سے پوری طرح متفق ہے لیکن کہتا ہے کہ اس حادثے کے بعد فوری سرگرمی مناسب نہیں ہے کہیں کسی کی نگاہوں میں نہ آ جائیں۔ ویسے وہ مجھ سے زیادہ پرجوش ہے۔''

میں بدستور الجھی رہی۔ بری طرح دل خراب ہو رہا تھا۔ دماغ پریشان تھا لوگ ٹولیاں بنا کر اس حادثے کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ پھر میں نے گارساں کو بھی ان لوگوں کے درمیان

المنا ' لڑی نے کہا۔
''آ ا جھنیدی کے بارے میں معلوم کریں۔''
''اہا''
''وہ یقیناً مر چکا ہے۔ دیکھیں اسے۔''
''میں نہیں دیکھ سکوں گی۔''
''نہ دیکھنا۔ مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے لیکن صورت حال کا پتہ چلتے رہنا چاہیے۔ دوسروں کا ہماری الجھن ہے پتہ تو چلے۔'' ہم لوگوں کے درمیان پہنچ گئے۔ عدنان ثنائی ایک سنجیدہ اور بردبار آدمی تھا' لیکن میں نے اسے بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے دیکھا اس نے گارساں سے کہا۔

''آپ نے اس جزیرے پر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا ہے' لیکن ہمارے ساتھ انصاف کون کرے گا۔ میرے دوست کو قتل کر دیا گیا آپ حکمران ہیں بتائیں قاتل کو سزا کون دے گا۔ یہ کیسی بادشاہت ہے مسٹر گارساں۔ یہ کیسا انصاف ہے۔''
''لیکن اسے تو ایک جانور نے ہلاک کیا ہے۔'' گارساں نے کہا۔
''آپ جانتے ہیں اس جانور کا مالک کون ہے۔ وہ اس کی موت کا ذمہ دار ہے وہ میرے دوست کا قاتل ہے۔''
گارساں پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا' پھر اس نے کہا۔
''ہاں۔ ایک حد تک بات درست ہے۔ وہ خونخوار بلی اپنے مالک کے ساتھ یہاں تک آئی ہے اسے سنبھالنے کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی ہے۔ بلاؤ اس شخص کو جو بلی کا مالک ہے۔ میں بادشاہ ہوں۔ انصاف کروں گا۔''
گارساں انصاف کرنے پر تل گیا اور کچھ دیر کے بعد روشاق کو اس کے سامنے پیش کیا گیا وہ بالکل ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔
''کیا بات ہے بھتیجے۔ چچا کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔''
''مارشل کا سفر ختم ہو گیا ہے۔ اب تم گریٹ کنگ کی مملکت میں ہو۔ گارساں کے دربار میں ہو۔ ہر پرانی بات کو بھول جاؤ۔ کیا نام ہے تمہارا؟'' گارساں نے کہا۔
''تاریک کبھی فنا نہیں ہوتی بھتیجے۔ وقت کی کتاب میں جو تحریر ہو گیا سو ہو گیا۔ خیر یہ بھی وقت کا ایک حصہ ہے اس جزیرے کی بھی کوئی تاریخ ہونی چاہیے چلو ٹھیک ہے مجھے حکم دو میں حاضر ہوں۔''
''خونی بلی تمہاری ملکیت ہے۔''
''وہ میری دوست ہے۔ دوست دوست ہوتے ہیں، ملکیت نہیں ہوتے۔ دوستوں کو جب

ملکیت سمجھ لیا جاتا ہے تو تباہیوں کو آواز دی جاتی ہے۔"

"میں صرف اپنی بات کا جواب سننا پسند کرتا ہوں۔ وہ بلی تمہاری ملکیت ہے۔"

"نہیں دوست ہے میری۔ اپنے فیصلے وہ خود کرتی ہے۔ ان میں میرا کوئی دخل نہیں ہوتا۔"

"اس نے میری رعایا کے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے۔"

"اس کے لیے یہ ضروری ہوگا وہ بہتر سمجھتی ہے۔ میں نہیں جانتا۔" روشاق کے اس لاپرواہانہ جواب نے گارساں کو برافروختہ کر دیا۔

"اس شخص کو رسیوں سے باندھ کر میرے سامنے لاؤ۔ یہ خود کو بہت بڑا انسان سمجھتا ہے اسے بادشاہوں سے بات کرنے کا سلیقہ نہیں آتا۔" گارساں وہاں سے ہٹ گیا اس کے آدمیوں نے فوراً اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ روشاق نے اپنی گرفتاری پر ذرا بھی مزاحمت نہیں کی تھی۔ اسے بڑی ذلت کے ساتھ گارساں کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔

گارساں نے کہا۔ "وہ بلی تمہاری پالتو تھی۔ مارشل پر اسے ایک مسافر کی حیثیت حاصل نہ ہوئی ہوگی۔

اسے صرف تمہارے پاس دیکھا گیا، اس نے جو کچھ کیا اس کے ذمہ دار صرف تم ہو اور تمہیں اس کے عمل کی سزا بھگتنا ہوگی۔"

روشاق نے مکاری سے گردن جھکائی، اور بولا۔ "عظیم گارساں کی مملکت کا مجرم گارساں کے کسی حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ ناانصافی، نہ سمجھ میں آنے والی ہے۔

"تمہاری پالتو بلی نے ایک انسان کو ہلاک کیا ہے۔"

"وہ میری پالتو نہیں ہے۔ صرف دوست ہے۔ سزا اسے ملنی چاہیے، میں نے تو مرنے والے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔"

"بلی کہاں ہے۔"

"وہ اسی وقت بھاگ گئی تھی۔"

"دوست ہے وہ تمہاری۔"

"ہاں عظیم بادشاہ۔"

"گہری دوست۔"

"میرا یہی خیال ہے۔"

"تب تو جب اسے علم ہوگا کہ اس کے جرم کی سزا اس کا گہرا دوست بھگت رہا ہے تو وہ اپنے جرم کی سزا بھگتنے آ جائے گی۔"

"میں نہیں جانتا لیکن سزا اسے ہی بھگتنی چاہیئے۔"

"اس خونی جانور کو سزا پانے کے لیے ہونا تمہاری ذمہ داری ہے۔ وہ نہ آئی تو اس کی سزا

"بس ہٹا دو گی"

"میں عظیم گارساں سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"کہو"

"وہ صرف ایک جانور نہیں ہے۔ وہ ایک مقدس روح ہے۔ اس کی بے حرمتی کرنے والے عتاب میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور میری آرزو ہے کہ گارساں کی بادشاہت پر سکون رہے اور عظیم بادشاہ شان سے یہاں حکومت کرے۔ میں ایک اور انکشاف کرنا چاہتا ہوں۔

"کیا انکشاف۔"

"مقدس روح نے ہی عظیم بادشاہ کی یہاں تک رہنمائی کی ہے اور یوں نہ ہو کہ مقدس روح بادشاہ سے ناراض ہو کر اسے نقصان پہنچا دے۔"

گارساں اور مضطرب ناک ہو گیا۔ اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تو کہتا ہے کہ کوئی ایک معمولی بلی ہمیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"میں اس عظیم گارساں کی زندگی کی دعائیں کرتا ہوں۔" روشاق نے بدستور مکاری سے کہا۔

"اپنی سوچ کا انداز بدل لے کیونکہ تیرا واسطہ گارساں سے ہے، سن اسے ہمیشہ تیرے پاس دیکھا گیا ہے اور تو اسے اپنا دوست کہتا ہے، وہ مقدس روح ہو یا ناپاک روح اسے واپس بلانا تیری ذمہ داری ہے اور اگر تو یہ ذمہ داری پوری نہ کر سکا تو سمجھ لے کہ گارسان کے عتاب کا شکار ہوگا اور جو گارساں کے عتاب کا شکار ہوتے ہیں زندگی ان سے بہت دور چلی جاتی ہے۔" گارساں حقارت سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"وہ آ جائے گی، اسے ہر قیمت پر واپس آنا ہوگا، اگر وہ واپس نہ آئی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی دوستی میں سچائی نہیں تھی۔" روشاق نے بڑبڑاتی ہوئی آواز میں کہا، پھر اس نے آنکھیں بند کیں اور اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے۔ چہرہ اوپر کیا اور دونوں ہاتھ کنپٹیوں پر رکھ دیئے، کچھ دیر تک وہ خاموش رہا اور اس کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔ دوسرے لوگ دلچسپی سے اس کی یہ حرکتیں دیکھ رہے تھے۔ اس نے آہستہ آہستہ ہاتھ اوپر اٹھایا اور انگلی سے ایک طرف اشارہ کر کے بولا۔

"وہ سچی دوست ہے اور اس نے کبھی دوستی کو داغدار نہیں کیا، وہ آ گئی۔"

تمام گردنیں روشاق کی انگلی کے اشارے کی طرف مڑ گئیں، تب انہوں نے دیکھا کہ وہ پراسرار بلی دبے قدموں اسی طرح آ رہی تھی، یہ سب بہت دلچسپ اور انوکھا تھا، بے شک ایک انسان ہلاک ہو گیا تھا اور اس کی ہلاکت کا سبھی کو افسوس تھا، لیکن اب جو کچھ ہو رہا تھا وہ بہت دلچسپ اور انوکھا تھا۔ خود گارساں کی آنکھوں میں بھی دلچسپی کے آثار نظر آ رہے تھے، اس نے اپنے دو آدمیوں کو اشارہ کیا اور دونوں دوڑ کر بھری ہوئی آٹومیٹک رائفلیں لے آئے، ان میں سے ایک رائفل گارساں

کو پیش کر دی گئی اور گارساں رائفل چیک کرنے لگا، میں نے روشاق کے چہرے کی جانب دیکھا، کمبخت پتھرایا ہوا کھڑا تھا، اتنا مطمئن اور اتنا پرسکون جیسے اسے کسی بات کی پروا نہ ہو، میرے نزدیک کھڑا عسکری سرگوشی میں بولا۔

''وہ مطمئن ہے اور میں تمہیں بتاؤں......'' وہ خاموش ہوا تو میں مضطربانہ انداز میں اس کی صورت دیکھنے لگی، پھر بولی۔

''چپ کیوں ہو گئے عسکری؟''

''نہیں میں یہ بتا رہا تھا کہ گارساں یقیناً اس بلی کو ہلاک نہیں کر سکے گا۔''

میں نے عسکری کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا، خود میرے بدن میں لہریں سی اٹھ رہی تھیں۔ اس شیطانی بدروح کی ناقابل سرگرمیوں کی میں خود گواہ تھی، مجھے بھی یہی احساس ہو رہا تھا کہ گارساں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا، ویسے گارساں بھی مزے کا آدمی تھا، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ عجیب و غریب مسخری فطرت کا مالک، ورنہ ایک عام سی بلی کیا حیثیت رکھتی تھی، البتہ ہماری نگاہ میں اس کی جو حیثیت تھی ہم اسے جانتے تھے، بلی آہستہ آہستہ قریب آئی اور پھر اچانک اچھل کر ایک چٹان پر چڑھ گئی، چٹان بالکل سامنے تھی، گارساں دلچسپی کی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا، پھر اس نے پرمزاح لہجے میں کہا۔

''واقعی بڑی مضبوط اور ناقابل یقین دوستی ہے، لیکن میرے بزرگ دوست بلی کو سزا ضرور ملے گی، کیونکہ مستقبل میں وہ کسی اور کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہے اور کسی بھی مجرم کو ایک بار زندگی کا فائدہ دینا دوسروں کے لیے ہلاکت کا سبب بنتا ہے اس لیے اسے ہلاک کیا جاتا ہے۔''

''مقدس روح کسی غیر ضروری انسان کو نقصان نہیں پہنچاتی وہ صرف وہ عمل کرتی ہے جو دوسروں کے حق میں بہتر ہو اور اگر میں بتا دوں کہ فرانسیسی افسر پر حملہ نہ ہوتا تو گارساں کو آزادی ملنا مشکل ہو جاتی اور اگر گارساں کو آزادی نہ ملتی تو اب تک سمندر میں کھڑے بے شمار افراد ہلاک ہو جاتے، خیر شہنشاہ کا اپنا عمل ہوتا ہے، بھلا رعایا میں کس کی مجال ہے کہ وہ شہنشاہ کو اس کے عمل سے روکے۔''

گارساں بھی اپنی فطرت کا ایک ہی تھا، اس نے اس گفتگو پر بھی کان نہ دھرا اور اپنے سامنے کھڑے ہوئے لوگوں سے کہا۔

''تمہارا شہنشاہ اس جزیرے پر ہونے والے پہلے جرم کی مجرم کو سزائے موت دیتا ہے اور اس کے بعد ہر ذی روح کے جرم کی یہی سزا ہو گی، اسے یاد رکھا جائے۔''

یہ کہہ کر گارساں نے بلی کا نشانہ لیا اور گولیوں کی آواز گونج اٹھی، بلی اپنی جگہ سے اوپر اچھلی اور دوبارہ واپس چٹان پر آ گئی۔ گارساں کا نشانہ خطا ہو گیا تھا، تب اس نے جھلا کر بلی پر گولیوں کی بارش کر دی، لیکن دیکھنے والے دیکھ رہے تھے کہ بلی ادھر ادھر اوپر نیچے اچھل کر گارساں کی چلائی

،،لی گولیوں سے بچ رہی تھی۔ گارساں کو ناکام دیکھ کر اس کے
،ھالے ہوئے تھا اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی، لیکن حیرت
ا الی ے چٹان سے نیچے کود کر اپنی جان بچا سکتی تھی، لیکن وہ چٹان ہی
ا ر لوا کو گولیوں سے بچا رہی تھی یہاں تک کہ دونوں رائفلوں کا میگزین
، لما رہ گیا، بلی پھر چٹان کے اوپر بیٹھ گئی، لوگوں کے حلق سے طرح طرح کی
،اں تھیں۔ پھر اچانک ہی بلی نے ایک خوف ناک غراہٹ کے ساتھ نیچے چھلانگ پند قدم
گارساں کی جانب بڑھی اور میں نے بغور دیکھا کہ ایک لمحے کے لیے گارساں کا چہرہ بھی متغیر ہوا تھا،
لیکن بلی چند قدم چلنے کے بعد رکی اس نے زمین پر دونوں پنجے جمائے اور زمین کھودنے لگی، پھر
،،سرا منظر بھی بہت دلچسپ تھا۔

بلی نے اپنی کھودی ہوئی جگہ پر گندگی کی اور واپس مڑ گئی۔ وہ برق رفتاری سے اس چٹان کے عقب میں جا رہی تھی اور پھر وہ ایک دم واپس پلٹی اس بار اس کا انداز بے حد خوف ناک تھا، وہ اگر چاہتی تو گارساں کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کا بھی وہی حشر کر سکتی تھی جو اس نے احمر جنیدی کا کیا تھا۔ گارساں نے فوراً ہی گردن جھکا لی تھی اور اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی تھی، ادھر روشاق کے چہرے پر ایک مکروہ سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی، جب بلی بہت دور نکل گئی تو گارساں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''اسے ایک مفرور مجرم قرار دیا جاتا ہے اور کسی بھی وقت وہ جزیرے کی فضا میں نظر آئے تو اسے ہلاک کر دیا جائے۔'' یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھ فضا میں لہرائے اور جیسے دربار برخاست کر دیا، البتہ روشاق نے آگے بڑھ کر کہا۔

''معزز شہنشاہ، میرے لیے کیا حکم دیتا ہے۔''

''میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔'' گارساں کسی قدر خجل نظر آ رہا تھا، روشاق مسکرا کر واپس مڑ گیا، تب عسکری نے مجھے اشارہ کر کے کہا۔

''آؤ واپس چلیں اب یہاں رکنا بے مقصد ہی ہوگا۔''

''تم جانا چاہو تو جاؤ، میرے لیے کیا ضروری ہے کہ میں ہر لحہ تمہارا ساتھ دوں۔'' نجانے کیوں مجھے عسکری کے یہ الفاظ پسند نہیں آئے تھے، وہ شانے ہلا کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر احمر جنیدی کی لاش پڑی ہوئی تھی اور مجھے اس کے وہ تمام الفاظ یاد آ رہے تھے، اگر سچ مچ ہارون الرشید نے احمر جنیدی پر اعتماد کیا تھا تو اس کا خاتمہ میرے راستے روکنے کے مترادف تھا اور یہ بات میں اچھی طرح جانتی تھی کہ روشاق کے علاوہ اس کا کوئی محرک نہیں ہو سکتا، لیکن اس کے باوجود میری عقل اس وقت یہی کہتی تھی کہ مجھے روشاق کے سلسلے میں نرم ہی رہنا چاہیے، اب اور کوئی نقصان اٹھانے کی سکت نہیں تھی۔ شیطان کو قابو میں رکھنے کے لیے شیطانی دماغ کا استعمال ہی ضروری تھا،

تھوڑی دیر کے بعد میں نے عدنان ثنائی کو غمزدہ انداز میں ایک چٹان کے پیچھے بیٹھے ہوئے دیکھا، پھر کچھ اور کارروائیاں ہوئیں، غالباً گارساں ہی کا حکم تھا کہ اس کی لاش ضائع کر دی جائے کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد اس کی لاش سمندر میں پھینک دی گئی تھی۔

وقت گزرنے لگا، لوگ پھر اپنے معمولات میں مصروف ہو گئے تھے۔ عسکری میرے تلخ الفاظ کے باوجود میرے ساتھ ساتھ ہی تھا اور میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ مجھے بہت سے احساسات ہو رہے تھے، عدنان ثنائی اور احمر جنیدی سے بڑے واقعات وابستہ تھے، احمر جنیدی چلا گیا تھا اور اب عدنان ثنائی بیٹھا ہوا تھا، اچانک ہی میں نے عسکری سے کہا۔

''مجھے ایک بات کا جواب دو عسکری؟''

''ہاں بولو۔'' اس نے برا مانے بغیر کہا۔

''کیا اب بھی اتنا وقت نہیں کہ ہم اپنے مشن پر روانہ ہو جائیں۔''

''اب......'' عسکری نے کسی قدر ہچکچائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہاں...... کیا بات ہے، کوئی اور فیصلہ کر لیا تم نے، تم گریز کر رہے ہو۔''

''نہیں بالکل نہیں، البتہ ایک بات ضرور محسوس کر رہا ہوں۔''

''وہ کیا؟''

''میرے خیال میں گارساں روشاق سے دشمنی مول لے کر کچھ پریشان سا ہے، روشاق کے بارے میں تمہیں اندازہ ہے کہ اس کا ہر عمل ناقابل یقین ہوتا ہے اس نے ڈھکے چھپے الفاظ میں گارساں کی تباہی کی پیشگوئی کر دی ہے اور اگر سارن او گلے اپنے مشن میں کامیاب ہو جاتا ہے تو تم بتاؤ نشاء کیا یہ پیشگوئی درست نہیں ہو جائے گی، مطلب یہ کہ بقول روشاق کے اس نے مقدس روح کی توہین کی ہے اور تم نے اس کمبخت بلی کو دیکھا، کیا بات ہے، واقعی وہ ایک بری روح ہے، سمجھ رہی ہو نا تم۔''

''ہاں یہ تو ہے، واقعی تمہاری اس بات میں وزن ہے، لیکن ایک بات بتاؤ تم بھی تو اسے بدروح اور برا بھلا کہہ رہے ہو؟''

''میں......'' عسکری ایک دم ہنس پڑا۔

''ہاں کیوں، اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟''

''میں کہیں بتاؤں خوف نام کی کوئی چیز اب میرے دل میں نہیں رہ گئی، خوف ہمیشہ زندگی کے لیے ہوتا ہے اور مجھے زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، البتہ ایک احساس ضرور ہے، وہ واقعی بے حد پراسرار اور خطرناک ہے، کہیں اسے ہمارے عمل کے بارے میں معلوم نہ ہو جائے۔''

''یقین کرو، مجھے بھی شدت کے ساتھ یہ احساس ہے، لیکن بہرطور ہمیں ہر قیمت پر یہ کرنا ہے۔''

''ہاں اب تو اس سے گریز کیا ہی نہیں جا سکتا، اچھا تو پھر کیا کہتی ہو، میں اس سے ملاقات ں؟'' عسکری نے عجیب سے انداز میں پوچھا، میں سمجھ نہیں پائی تھی چنانچہ میں نے حیرانی سے اس کی صورت دیکھتے ہوئے کہا۔

''کس سے؟''

''سارن او گلے کی بات کر رہا ہوں۔''

''ہاں کیوں نہیں۔'' میں نے جواب دیا اور عسکری میرے پاس سے چلا گیا۔ میں کوئی سنسان گوشہ تلاش کرنے لگی، دماغ پھٹا جا رہا تھا، میں سکون چاہتی تھی۔ کافی دور ایک جگہ منتخب کر کے میں ایک چٹان سے ٹک کر بیٹھ گئی، یہاں سے سمندر نظر آ رہا تھا اور اس پر آہستہ آہستہ ہچکولے لیتا ہوا مارشل، دل میں عجیب وغریب خیالات آ رہے تھے آخر اب ہو گا کیا، وقت اس کہانی کو کس طرح آگے بڑھائے گا۔

اچانک ہی کچھ فاصلے پر آہٹ سی ہوئی اور میں چونک کر پلٹی تو میں نے روشاق کو دیکھا وہ میری ہی طرف آ رہا تھا۔ میرے بدن میں سرد لہریں دوڑنے لگیں، خدا خیر کرے، یہ منحوس آدمی کسی خاص مقصد سے ہی میرے پاس آتا تھا۔

میں نے سہمی ہوئی نظروں سے روشاق کو دیکھا۔ اس منحوس کی مسکراہٹ بھی رگوں میں خون منجمد کرتی تھی۔ میرے پاس آ کر اس نے مہذب لہجے میں کہا۔

''میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں مقدس پجارن۔''

میں نے ان الفاظ پر حیران نگاہوں سے اسے دیکھا، تو وہ جلدی سے بولا۔

''اگر تو اجازت دے۔''

بالکل غیر اختیاری طور پر میری گردن اثبات میں ہل گئی۔ وہ اپنا ڈھیلا ڈھالا لباس سمیٹ کر بیٹھ گیا پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔ ''تجھے اندازہ ہو گا کہ وقت کس طرح دلچسپ کہانیوں کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے کیا اب بھی تم ان واقعات سے متاثر ہوتی ہو۔''

''مسٹر روشاق۔ میں، میں۔'' میری آواز حلق میں پھنس گئی۔

''آہ کتنا عجیب لگتا ہے مجھے جب تو خود آشنا ہوتی تو تیری آواز میں قہر وغضب کی بجلیاں کوند رہی ہوں گی لوگ تیرے منہ سے نکلنے والے ہر لفظ سے خوف زدہ ہوں گے تو کچھ تو کہے گی وہ ایک مقدس قانون ہو گا ٹھوس اور اٹل۔''

میں نے بمشکل خود کو سنبھالا۔ روشاق کی باتوں کا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ ایسی باتیں اکثر کرتا تھا۔ مجھے نئے نئے ناموں سے پکارتا تھا اس وقت جزیرے کے ویرانے میں مجھے وہ پراسرار عورت نظر آئی تھی تو سجدہ ریزی کے عالم میں اس نے کچھ نا قابل فہم الفاظ کہے تھے۔

''آپ۔ آپ ٹھیک ہیں مسٹر روشاق۔'' میرے منہ سے بے معنی الفاظ نکلے، جن کا میرے

ذہن سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

''ہاں۔ میرا کیا بگڑے گا۔ کج فہم خود اپنے لیے جہنم تیار کرتے ہیں۔''

''کون کج فہم؟'' یہ سوال بھی بے اختیار میرے منہ سے نکلا تھا۔

''بہت سے۔ یہ سمندری لٹیرا عقل کا اندھا میرا احسان بھول کر بادشاہی کے زعم میں مبتلا ہو گیا۔ میں نرم مزاج ہوں۔ لیکن، اسایانہ حورس۔ وہ میری طرح ٹالنے والوں میں سے نہیں ہے، دو لاکھ ایک سو اڑتالیس افراد اس کی توہین کا بدلہ لیں گے۔

''وہ لاکھ آٹھ سو اڑتالیس؟''

''نہیں۔ دو لاکھ ایک سو اڑتالیس۔''

''وہ کون ہیں۔''

''اسایانا حورس کے غلام۔ اس کے محافظ، تمہیں جہاز کے اصل کپتان روڈرکس کا حشر یاد نہیں رہا۔''

''روڈرکس۔'' میں نے حیرت سے کہا۔

''ہاں ۔ اس نے بھی کسی کے ایما پر اسایانہ حورس پر گولیاں چلوائی تھیں۔ اس کے بعد کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس کی موت کس طرح واقع ہوئی۔

میرے بدن میں کپکپی دوڑ گئی۔ یہ نیا انکشاف تھا۔ وہ پھر بولا۔

''گارساں نے اپنا غرور خود توڑ لیا۔ اب اسے معافی کہاں ملے گی۔ مشکل ہے، میں خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر میں نے کہا۔

''اور بلی نے جنیدی کو کیوں قتل کیا؟''

''ایک بات کہوں۔''

''بولو مسٹر روشاق۔''

''اس کا نام میں بھی احترام سے لیتا ہوں۔ دوسرے جو دل چاہے کہیں لیکن تم ہم ہی سے ایک ہو۔''

''تو پھر......''

''اس کا نام احترام سے لو۔''

''کیا کہوں اسے۔'' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی اور میں نے روشاق کا چہرہ بدلتے دیکھا۔ وہ جیسے شدید غصے میں آ گیا۔ پھر اس نے کہا۔

''اس کی توہین نہ کرو۔ مستقبل میں تمہیں اس سے بہت سے معاملات طے کرنے ہیں۔''

''خیر چھوڑو۔ آپ نے مجھے جنیدی کی موت کے بارے میں نہیں بتایا۔''

''اس نے قدیم مصر کے ماضی میں قدم رکھ دیا تھا۔'' تاریخ نے اس کا پاؤں الٹ کر اس کے

..نہ پر دے مارا۔ لیکن قصور ہارون دانش کا ہے۔ وہ مسلسل کمزور سہارے تلاش کر رہا ہے۔ حالانکہ وہ خود جانتا ہے کہ آخر کار اسے ان کا سامنا کرنا ہے جن سے وہ گریز کر رہا ہے۔'' روشاق نے اعتماد سے کہا۔

''کاش آپ کی باتیں میری سمجھ میں آتیں۔''

''نہیں بے بی۔ تیری ناسمجھی ختم ہو گئی۔ بہت کچھ جاننے لگی ہے تو۔ چالاک ہو گئی ہے، مجھ سے وعدے کرتی ہے اور پھر سب کچھ چھپا لیتی ہے۔''

''کیا چھپایا ہے میں نے......''

''جنیدی کا نیا منصب۔ ویسے اس نے سچ بولا تھا۔ ہارون دانش نے وسکن ڈیزل سے مایوس ہو کر اسے اپنے ساتھ ملایا تھا۔ لیکن وہ اس قابل نہیں تھا۔''

''اوہ۔ اس لیے تم نے اسے قتل کر دیا۔''

''میں نے......'' وہ چونک کر بولا۔

''جھوٹ بولو گے۔'' میں نے ناک سکوڑ کر کہا۔

''نہیں بے بی۔ اس کے قتل کے احکامات کہیں اور سے صادر ہوئے تھے۔''

''آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی مسٹر روشاق اور آپ کیا سمجھتے ہیں جنیدی نے جو کچھ کیا تھا آپ کے خیال میں، میں فوراً آپ کو بتانے دوڑی آتی۔ میں نے اس کی باتوں پر بھی توجہ نہیں دی تھی اور سچ بتاؤں میں نے اس سے کوئی تعاون نہیں کیا صرف اس لیے کہ آپ نے اس کے لیے منع کیا تھا۔ ورنہ۔''

میں خاموش ہوئی تو وہ بے چینی سے بولا۔

''بولتی رہو بے بی۔''

''اپنے باپ کا نام سن کر مجھے فوراً اس کی باتوں پر ایمان لے آنا چاہیے تھا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اے کے ہمدانی پر حملے میں اس کا ہاتھ نہیں ہے۔''

''جو لوگ دنیا سے چلے جاتے ہیں ان پر تبصرہ آرائی بے کار ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ ہارون دانش ہی اس کی موت کا سبب بنا۔''

''وہ کیسے؟'' میں نے کہا، جبکہ اس کے ان الفاظ پر میرا دل دھڑک اٹھا تھا۔ کیا اے کے ہمدانی مر گیا۔ روشاق پراسرار قوتوں کا مالک تھا۔ کمبخت کو نہ جانے کیا کیا آتا ہے۔ بہر حال میں نے فوراً کہا۔

''میں نہیں سمجھی مسٹر روشاق۔''

''چھوڑو ان باتوں کو۔ اپنے باپ کے بارے میں سوچو جو اپنے غلط فیصلوں سے اپنی راہ میں مسلسل کانٹے بچھا رہا ہے۔ اسے ان باتوں سے کچھ نہیں ملے گا۔ بھلا تاریخ بھی کہیں بدلتی ہے۔

آنے والے وقت کو بدلا جا سکتا ہے گزرے وقت کو نہیں۔"

"میں ان سب سے نفرت کرتی ہوں مسٹر روشاق۔ آپ کیا ہیں۔ جنیدی کیا تھا، آنے والا وقت کیا ہوگا مجھے اب کسی بات کی پروا نہیں ہے۔ اگر میری زندگی اس جزیرے پر ختم ہو جائے تو مجھے کوئی غم نہیں ہوگا۔ میں زیادہ جینا بھی نہیں چاہتی۔"

روشاق آنکھیں بند کر کے عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔ "وقت کی گرد نے تیرے ذہن سے بہت سے نقش مٹا دیئے ہیں۔ سوچیں بھی لمحات کے دائرے میں آ جاتی ہیں جب تیرے ذہن سے وقت کی گرد چھٹے گی تو بہت سے انکشافات خود بخود ہو جائیں گے۔"

"میں اب کیا کروں۔ مجھ پر جنون طاری ہو رہا ہے۔"

"مجھ سے تعاون کر نزائلہ۔ مجھ سے تعاون کر۔ اب تیرے سامنے میرے علاوہ اور کوئی نہیں رہ گیا۔ مجھ پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کر لے۔ وہ جو چلے گئے اس منزل تک تیرے ساتھی تھے۔ جو ہیں وہ بھی تاریخ کے ان بند دروازوں کو نہیں کھول سکیں گے۔ ان دروازوں کے پیچھے جو کچھ ہے وہ مصر کے بڑوں کے راز ہیں جو عام لوگوں پر نہیں کھلتے۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی بکواس نے میرے دماغ کی چولیں ہلا دی تھیں میں نے جھنجھلا کر کہا۔

"خود آپ کیا ہیں مسٹر روشاق۔ آج تک مجھے یہ بھی پتہ نہیں چل سکا اور آپ نے عجیب طرح سے میرے ذہن کو الجھا رکھا ہے۔ آپ مجھے کبھی نزائلہ کبھی آشوانی مندر کی پجارن کہتے ہیں اور کبھی کچھ۔ کیا کہنا چاہتے ہیں آپ، میں صرف نشاء ہوں صرف نشاء۔"

"کیا۔ کہا؟ میں نے تجھے۔"

"جو میں نے بتایا ہے۔"

"ابھی آپ نے مجھے نزائلہ کہا تھا۔"

"آہ۔ میں بھی اپنی ہواؤں میں جی رہا ہوں۔ بھٹک جاتا ہوں۔ وقت کی لہروں میں تحلیل ہو جاتا ہوں تم ان باتوں کو اپنے ذہن میں جگہ نہ دیا کرو۔"

میں نے روشاق کی باتوں پر یقین نہیں کیا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔

"میرے لیے اب کیا حکم ہے مسٹر روشاق۔"

"حکم نہیں، درخواست، دوستانہ مشورہ، جو تمہارے اور ہارونؒ دانش کے لیے بے حد مفید ہے۔ اگر تمہیں وہ بوڑھی عورت، جس کا نام...... ہتیس رکو، وہ بے حد زیرک ہے۔ سنو، ہارون دانش تم سے رجوع کرے گا، ضرور کرے گا، تو اس سے کہنا کہ روشاق سے بہتر وکیل اور کوئی نہیں ہے۔ اسے کہنا کہ وہ تاریخ کا گنہگار نہ بنے۔ اس نے ان پوشیدہ روحوں کو چھیڑا اور نقصان اٹھایا۔ اس سے کہنا روشاق دشمن نہیں ہے اسے بس اس کا حصہ درکار ہے اور کچھ نہیں۔"

''کیسا حصہ؟'' میں نے سوال کیا۔ تو وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر بدحواسی امڈ آئی تھی پھر اس نے مڑتے ہوئے کہا۔

''میں چلتا ہوں۔''

''میری بات سنیں مسٹر روشاق۔ آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔''

''بس اتنا کافی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔''

''یہی وہ عمل ہے مسٹر روشاق جس سے مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ آج لوگ صرف اپنے کام کے لیے مجھے آلہ کار بنائے ہوئے ہیں۔''

''نہیں۔ میں چلتا ہوں، بس اس سے زیادہ نہیں، میں چلتا ہوں۔'' وہ اسی بدحواسی کے عالم میں مڑا اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ میں سرد آنکھوں سے اسے جاتے دیکھ رہی تھی۔ ایک بدروح، ایک مکروہ کردار، اس نے جنیدی کو کتنی آسانی سے قتل کر دیا تھا۔ آہ کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں وہ جن کی زندگی سے ایسی کوئی کہانی منسلک نہیں ہوتی جن کی اپنی شناخت ہوتی ہے۔ ماں باپ ہوتے ہیں خاندان ہوتے ہیں۔ میں نے اپنے بارے میں سوچا، تباہ شدہ جہاز کے دوسرے مسافر یقیناً عذاب کا شکار ہوں گے۔ لیکن میرا عذاب مختلف تھا۔ میں تو نہ جانے کیسے عذاب بھگت رہی تھی۔ بہت سے خیالات تھے جن میں مارشل کی تباہی کا خیال بھی تھا۔ وہ دیوانہ جس کا نام گارساں تھا، سب کچھ کر سکتا تھا۔

ذہن تو ہر وقت بحران کا شکار رہتا تھا۔ اس وقت بھی یہی بحرانی کیفیت طاری تھی میں اپنی جگہ سے اٹھ کر چٹانوں کے درمیان چل پڑی۔ تھوڑی دور گئی تھی کہ کسی نے مجھے آواز دے کر پکارا۔

''مس نشاء سنئے۔''

آواز اجنبی تھی میں نے پلٹ کر دیکھا۔ ڈاکٹر تھا وہ ڈاکٹر جس سے صوفیہ کی دوستی ہو گئی تھی وہ میرے قریب آ گیا میں نے سوالیہ انداز میں دیکھا تو وہ بولا۔ ''مس نشاء صوفیہ آپ سے ملنا چاہتی ہے۔''

میرے دل کو دھچکا سا لگا۔ صوفیہ سے میں بددلی کا شکار نہیں تھی۔ مجھے علم تھا کہ وہ اپنی اچھی خاصی زندگی کو چھوڑ کر میری وجہ سے اس عذاب میں گرفتار ہوئی تھی۔ میں نے خوش دلی سے کہا۔

''مسٹر کہاں ہے ڈاکٹر؟''

''وہاں، اس چٹان کے پیچھے۔''

''جی۔'' میں نے کشمکش کے عالم میں کہا تو ڈاکٹر بولا۔

''اس نے مجھے آپ کی پوری کہانی سنا دی ہے۔ میں دنگ رہ گیا ہوں مس نشاء، آپ کی زندگی سے منسلک پراسرار کہانی ناقابل یقین ہے۔ صوفیہ کا کہنا ہے کہ اس نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ وہ آپ سے شرمندہ ہے اور آپ سے ملاقات کرتے ہوئے جھجکتی ہے۔ اس نے مجھ سے

درخواست کی ہے کہ میں آپ......''

''ڈاکٹر۔ آیئے چلیں۔''

میں ڈاکٹر کے ساتھ اس چٹان کے پیچھے پہنچ گئی جہاں صوفیہ ایک پتھر پر اداس اور خاموش بیٹھی ہوئی تھی اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور کھڑی ہوگئی میں دوڑ کر اس سے لپٹ گئی تو صوفیہ کی سسکیاں بلند ہوگئیں۔ اس کی گلوگیر آواز ابھری۔

''سوری نشاء! سوری۔''

''نہیں سسٹر۔ بس زیادتی میری ہے، لیکن میں جس عذاب سے گزر رہی ہوں اس کا آپ کو علم ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں۔ مجھے اندازہ ہے اور میری غلطی کا احساس مجھے ڈاکٹر الیاس نے دلایا۔''

''شکریہ ڈاکٹر صاحب۔''

''نہیں مس نشاء!'' شکریہ کی ضرورت نہیں۔''

''سسٹر صوفیہ بے قصور ہیں۔ مجھے شاید احساس ہے کہ انہوں نے اپنی خوب صورت زندگی مجھ پر قربان کردی ہے۔''

''مجھے ان الفاظ سے اختلاف ہے۔'' ڈاکٹر کے الفاظ نے مجھے چونکا دیا۔

''میں سمجھی نہیں۔''

''آپ نے مجھ پر احسان کیا ہے۔''

''جی......؟'' میں حیرانی سے بولی۔

''اگر یہ سب کچھ نہ ہوتا تو میری خوبصورت زندگی کا آغاز کیسے ہوتا۔ مجھے اتنی پیاری بیوی کیسے ملتی۔'' ڈاکٹر الیاس نے پیار بھری نظروں سے صوفیہ کو دیکھ کر کہا اور میں نے ایک خوشگوار حیرت سے پہلے ڈاکٹر اور پھر صوفیہ کو دیکھا۔

''کیا مطلب؟''

''ہم نے نکاح کرلیا ہے۔''

''ارے واقعی، سچ مچ۔''

''مس نشاء! سنا ہے جوڑے آسمانوں میں بنتے ہیں۔ لیکن ہمارا جوڑا مارشل پر بنا ہے اور ہنی مون اس جزیرے پر۔''

''صوفیہ۔'' میں نے ایک بار پھر سسٹر صوفیہ کو لپٹا لیا۔ تو وہ بولی۔

''میں بہت شرمندہ ہوں نشاء۔''

''ڈاکٹر الیاس سے شادی کر کے۔''

''جی نہیں سالی صاحبہ! آپ کی سسٹر بے حد خوش نصیب ہیں کہ مارشل کے سفر میں انہیں ہم

بہا خوبصورت جوان مل گیا۔ ویسے ہمارا ہنی مون سٹی بھی بے حد خوبصورت ہے۔ البتہ اہم اپنے بچوں کے مستقبل سے کسی قدر پریشان ہیں۔

''کیوں؟'' میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

''بس یہاں سے نکلنا تو ممکن نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے بچے اس جزیرے پر ٹارزن کی طرح درختوں پر چھلانگیں لگاتے پھریں گے۔''

بہت دن کے بعد ہنسی آئی تھی بہت اچھا لگ رہا تھا صوفیہ نے رازداری سے کہا۔ ''ایک بات بتاؤ گی نشاء۔''

''جی پوچھئے۔'' میں نے کہا۔

''کیا تم نے عسکری کو قبول کر لیا ہے؟''

''نہیں سسٹر ہرگز نہیں۔ وہ میری منزل نہیں ہے، ایثار کر رہا ہے میرے ساتھ، صرف اس لیے کر رہا ہے میرے قریب کہ اس پاگل حکمران کی ہدایت کے مطابق کوئی اور شخص میرا مالک بننے کی کوشش نہ کرے۔ ان حالات میں مجھے قبول کرنا پڑا ہے اسے، لیکن میری اس سے نفرت برقرار ہے، وہ ہمیشہ میرے لیے اجنبی رہے گا۔''

''اوہ...... بہرحال اس سے ہوشیار رہنا، یہ میں تمہیں بتائے دے رہی ہوں، وہ اگر چاہے تو گارساں کے قریب آسکتا ہے اور اس کے بعد تم پر تسلط قائم کر لینا اس کے لیے مشکل نہیں ہوگا۔ فی الحال اس کا تعاون تمہارے لیے ضروری ہے، اپنے انداز میں تھوڑی سی لچک پیدا کر کے اس سے یہ تعاون جاری رکھو۔ کم از کم اس وقت تک جب تک قدرت ہمارے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر دے، بڑی مشکل کا شکار ہیں ہم، دور دور تک امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔ بس اللہ ہی ہے جو کبھی ہمیں ہماری دنیا دیکھنا نصیب ہو جائے۔''

''بہت شکریہ سسٹر، میں آپ کی ہدایت کو ذہن میں رکھوں گی۔''

عسکری کے نام پر مجھے یاد آیا کہ وہ سارا دن اوگلے سے ملنے گیا ہے، میں صوفیہ کے پاس سے آگے بڑھ کر اس جگہ پہنچ گئی جہاں ہمارا قیام تھا۔ تب میں نے دیکھا کہ وہ سر کے نیچے ایک پتھر رکھے آرام سے زمین پر دراز تھا، مجھے دیکھ کر اٹھ گیا اور بولا۔

''کہاں نکل گئی تھیں؟''

''بس ایسے ہی۔'' میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔

''آج کا دن تو گزر گیا، سارن اوگلے کا کہنا ہے کہ کل خواہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے ہمیں اپنے پروگرام کے مطابق اپنا کام سرانجام دینا ہے، کل ٹھیک گیارہ بجے وہ اسی پوائنٹ پر پہنچ جائے گا جہاں ہم اس سے جا کر ملیں گے، تنہا ہوگا اور ہمارا ساتھ دے گا، ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے نشاء کہ احمر جنیدی کی موت اور اس کے بعد روشاق کے ڈرامے نے شدید اعصابی دباؤ کا شکار کر رکھا

ہے۔ میں نے عدنان ثنائی کو دیکھا ہے، وہ سب سے زیادہ پریشان ہے اور اب وہ وسکن ڈیزل کے پیچھے لگا ہوا ہے میں وسکن ڈیزل پر بھی حیران ہوں۔ وسکن ڈیزل بڑا عجیب سا انسان ہے وہ روشاق سے بالکل خوف زدہ نہیں ہے۔ البتہ مجھے خوف ہے کہ روشاق اب اسے نشانہ نہ بنا دے۔'' میں نے ایک گہری سانس لے کر آہستہ سے کہا۔

''وسکن ڈیزل بہت زیادہ مطمئن ہے؟''

''کیا مطلب؟''

''ایک آدھ دفعہ میں نے اس سے خدشے کا اظہار کیا تھا' لیکن وہ پر اطمینان لہجے میں بولا کہ روشاق اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا کیونکہ اسے کچھ پراسرار قوتوں کا تحفظ حاصل ہے۔''

''خدا کرے یہ تمام لوگ روشاق کی شیطانیت سے محفوظ رہ سکیں، ویسے اس میں کوئی شک نہیں نشاء کہ روشاق کبھی کبھی ایک سمجھ میں نہ آنے والی بدروح جیسا لگتا ہے۔''

''میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی عسکری، براہ کرم یہ موضوع ترک کر دو اور سنو! سارن اوگلے کے بارے میں زیادہ گفتگو نہ کیا کرو، ہم نہیں جانتے کہ کون کون سی آنکھ ہمارا جائزہ لے رہی ہے۔''

''میں نے یہ بات پورے اعتماد کے ساتھ کہی تھی کیونکہ مجھے اندازہ تھا کہ روشاق بہت سی ایسی باتوں سے واقف ہو جاتا ہے جن کا گواہ کوئی نہیں ہوتا۔'' بہر حال یہ جملے کہہ کر میں خاموش ہو گئی۔ عسکری خلاء میں دیکھ رہا تھا جہاں آہستہ آہستہ اندھیرا اتر رہا تھا۔ پھر میں نے ذہن جھٹک دیا۔

معمولات وہی تھے جنیدی کی لاش کو سمندر میں پھینک دیا گیا تھا، روشاق بھی آزاد تھا اور بلی کی حیثیت ایک عجیب سی شکل اختیار کر گئی تھی۔ بڑی ہی منحوس تھی وہ بلی جسے روشاق مقدس روح کہتا تھا۔ اس نے مجھے بھی بہت سے الٹے سیدھے نام دیئے تھے، بہر طور رات کو جب عسکری کروٹ بدل کر لیٹ گیا تو میں نے اس کے بارے میں سوچا، اس نے میری زندگی کی بڑی خوبصورت ابتداء کی تھی پھر اس کا دوسرا روپ میرے سامنے آیا جو میرے لیے نا قابل برداشت ہو گیا، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب بھی وہ روشاق کا پیروکار ہے یا نہیں، لیکن اندازہ ہوتا تھا کہ شاید ایسا نہیں ہو، بے چارہ جو کچھ کر رہا ہے اس کا کوئی صلہ نہیں ہے، اسے نہ مجھ سے کچھ ملے گا نہ روشاق سے اس کے بعد مجھے نیند آ گئی تھی اور دوسری صبح بڑی اداس اداس سی تھی، البتہ عسکری کو میں نے بڑا مستعد دیکھا تھا، اس نے مجھے بتایا۔

''سارن اوگلے میرے پاس آیا تھا، مجھے بتا کر گیا ہے کہ وہ میری نشان کردہ جگہ جا رہا ہے۔''

''اتنی جلدی؟''

''ہاں اس کا کہنا تھا کہ اس سے قبل کہ کوئی اور واقعہ پیش آ جائے اسے چل پڑنا چاہیے، تم تیار ہو نشاء؟''

''ہاں بالکل۔''

''میں تمہارے لیے ناشتہ لاتا ہوں۔ منہ ہاتھ وغیرہ دھولو۔'' عسکری نے کہا اور وہ وہاں سے چلا گیا۔ رفتہ رفتہ جزیرے پر خوشیاں منانے والوں کے انداز میں بیزاری پیدا ہوتی جا رہی تھی، زندگی بچ جانے کی خوشی اور اس کے بعد گارساں کے اعلان سے بہت سے نئے واقعات جنم لیے تھے لیکن انسانی فطرت کچھ پانے کے بعد کچھ اور پانے کی جستجو کرتی ہے، یکسانیت بہت جلد اپنا اثر دکھانے لگتی ہے اور اب ایسا ہی ہونے لگا تھا لوگ بجھے بجھے سے نظر آرہے تھے۔ ناشتے سے فارغ ہو کر ہم نے ایک چکر اس آبادی کا لگایا، گارساں کی منصوبہ بندیاں جاری تھیں، ابھی بس آبادی کی پلاننگ ہو رہی تھی، وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ روزانہ ناپ تول میں مصروف رہتا تھا۔ اس نے اعلان کیا تھا کہ منصوبہ مکمل ہوتے ہی ایک دن اچانک کام شروع کر دیا جائے گا، ہم کافی دور نکل آئے اور جب آخری آدمی بھی ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو ہم نے رفتار بڑھا دی اور اس جگہ پہنچ گئے جہاں سارن اوگلے ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ فرانسیسی پولیس آفیسر نے ہمیں دیکھا وہ مستعد اور پھرتیلا نظر آرہا تھا۔

''یہ میری ساتھی نشاء ہے؟'' عسکری نے کہا۔

''ہیلو۔'' میں نے کہا۔

''چلیں۔'' سارن اوگلے بولا۔

''ہاں اب رکنے کا کیا جواز ہے۔''

وہ خاموش ہو گیا اور ہم نے آگے کا سفر شروع کر دیا اور کچھ دیر کے بعد مطلوبہ جگہ پہنچ گئے۔ اب ہم ساحل سے زیادہ دور نہیں تھے، سارن اوگلے نے وہ جہاز دیکھ لیا اور کسی قدر مسرور لہجے میں بولا۔

''اوہ! تم نے تو واقعی سچ کہا تھا اصل میں اس جہاز کی پوزیشن ایسی ہے کہ نہ تو اسے سمندر سے براہ راست دیکھا جا سکتا ہے اور نہ جزیرے سے عام طور سے گزرتے ہوئے جب تک کہ کوئی اس ساحل کا خصوصی طور پر رخ نہ کرے۔''

''یہی وجہ ہے کہ یہ اب تک نگاہوں سے اوجھل رہا ہے۔''

ہم لوگ باتیں کرتے ہوئے جہاز تک پہنچ گئے۔ تختے کے ذریعے جہاز پر چڑھے اور پھر عرشے پر کھڑے ہو کر میں نے کپتان زگلر کو آواز دی۔

''مسٹر زگلر، مسٹر زگلر ہم آپ سے ملنا چاہتے ہیں؟'' لیکن مجھے دوبارہ آواز نہ دینا پڑی، جہاز کے دوسرے حصے سے زگلر دو آدمیوں کے ساتھ برآمد ہوا، وہ جہاز پر ہمارا انتظار کر رہا تھا، طاقتور دوربینوں سے ہمیں دیکھ لیا جانا ان کے لیے مشکل نہیں تھا۔ وہ سب قریب آگئے تو اچانک ہی سارن اوگلے کے منہ سے نکلا۔

''اوہ مائی ڈیئر کیپٹن زگلر، کیا تم مجھے پہچان سکتے ہو شاید نہ پہچانو، لیکن میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔''

''تم۔'' زگلر پرخیال انداز میں بولا۔

''ہاں آسٹراس برڈ میں آگ لگ گئی تھی اور تم آٹھویں منزل پر پھنس گئے تھے اس وقت تمہارے ساتھ ایک شخص بھی وہیں پھنسا ہوا تھا، جس نے بعد میں تمہیں عمارت سے نکالا تھا اور تم اس کے ساتھ مہمان رہے تھے، ان دنوں ایک افسر اعلیٰ کی حیثیت سے میں وہیں مقیم تھا اور تم......''

اوگلے کا جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ زگلر آگے بڑھا اور دونوں ہاتھ پھیلا کر سارن اوگلے سے لپٹ گیا، پھر اس نے کہا۔

''بھلا اپنی جان بچانے والے محسن کو کوئی بھول سکتا ہے میرے دوست، لیکن وقت بہت سی تبدیلیاں پیدا کر دیتا ہے، آہ یقیناً وہ بھولنے والی بات نہیں تھی، تم یہاں ہو، میرے دوست، دیکھو تقدیر کس طرح بعض اوقات شناساؤں سے ملا دیتی ہے، مجھے تم سے بے حد خوشی ہوئی ہے جسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔

''ہاں اور تم سے مل کر مجھے بھی بہت خوشی ہوئی ہے۔''

''آؤ، مسٹر عسکری نے تمہیں بتایا ہوگا کہ ہمارا جہاز یہاں پھنسا ہوا ہے بلکہ تباہ ہو چکا ہے، ہم نے اس میں سے تمام کارآمد سامان نکال کر اسے اپنے طور پر استعمال کیا ہے، دوربینوں کی مدد سے تمہیں دور ہی سے دیکھ لیا گیا تھا۔ آؤ افسوس کہ ہم تمہاری کوئی خاطر نہیں کر سکتے۔''

جہاز ہی کے ایک کیبن میں بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا، سب وہاں جا کر بیٹھ گئے، زگلر نے کہا۔

''اور اب مجھے یہ سب کچھ بتانے میں بہت خوشی ہو رہی ہے، ورنہ پہلے میں اس تشویش کا شکار تھا کہ کہیں میرا راز کسی غلط انسان کے پاس نہ پہنچ جائے، مسٹر عسکری نے تمہیں ہماری داستان سنا دی ہوگی، اس کے ساتھ ہی اس جزیرے پر یہ صورتحال ہے، مجھے گارساں کے بارے میں بھی علم ہو چکا ہے اور پتہ بھی چل چکا ہے، میں نے اپنی دوربینوں کی مدد سے وہ مورچہ بندی بھی دیکھی ہے جسے گارساں نے جزیرے پر موجود کسی نامعلوم گروہ کے خلاف نہیں بلکہ جہاز کے مسافروں کے خلاف کی ہے، تقریباً تمام ہی تفصیلات میرے علم میں ہیں، لیکن میری جان جو سب سے بڑا خطرہ درپیش ہے وہ یہ ہے کہ کہیں بحری قزاق مارشل نہ تباہ کر دے جس پر سفر کر کے تم یہاں تک آئے ہو اور جو ایک بار پھر ہماری زندگی کی ضمانت بن سکتا ہے۔ ہمارے جہاز پر جو کچھ بچا ہے مارشل پر اسے استعمال کر کے ہم نئی زندگی پا سکتے ہیں۔ لیکن اس دیوانے سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ جہاز کے مسافروں کے جسموں سے جان نکالنے کے لیے کہ اب ان کی واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے اور انہیں گارساں کی حکومت تسلیم کر لینی چاہیے، فوری طور پر مارشل کو تباہ نہ کر دے، اگر یہ جہاز بھی تباہ ہو گیا تو یہ سمجھ لو کہ پھر زندگی کا کوئی امکان نہیں ہوگا۔ اس نوجوان نے یہ کہہ کر وہ تمہیں لے کر آئے گا،

تمہارا تذکرہ کیا تھا اور اس کا خیال تھا کہ تم ایک ذمے دار پولیس آفیسر ہو اس لیے ذہین بھی ہو گے، تم اس سلسلے میں ہمارے لیے بہت کارآمد ثابت ہو سکتے ہو، بہرطور یہ سب کچھ ہے، ہم تمہارا شدید انتظار کر رہے تھے اور جب تم نہیں آئے تو ہمیں بڑی مایوسی ہوئی تھی۔''

''ہاں میرے دوست، درحقیقت ہم اس شیطان صفت درندے کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں اور ایسے انوکھے واقعات پیش آ رہے ہیں جن کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔''

''تمہیں ہمارے وسائل یا ہمارے طرز رہائش کے بارے میں تفصیلات تو معلوم ہو چکی ہوں گی۔''

''اس نوجوان کی زبانی مختصراً، لیکن اب اس کی ضرورت نہیں ہے میں جانتا ہوں کہ ایک تجربے کار کیپٹن نے ان حالات میں اپنے تحفظ کے لیے کیا کچھ نہ کچھ کر لیا ہوگا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں کرنا کیا چاہئے۔''

''میں بہت سی مختلف تجویزیں سوچتا رہا ہوں یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ گارساں کی نظر ہمارے جہاز پر نہیں پڑی اور وہ اس کی دیوانگی سے محفوظ ہے، ہمارے پاس بہت مختصر سے ہتھیار ہیں۔ ایک کارگو شپ کو جنگی جہاز میں تو تبدیل نہیں کیا جا سکتا، تجویز یہ ہے کہ رات کی تاریکی میں تم لوگوں کی مدد سے ہم پہلے ان میں سے کسی ایک کے مورچے پر قبضہ کریں اور وہاں سے ہتھیار حاصل کرنے کے بعد دوسرے مورچوں کے لوگوں کو نشانہ بنائیں، اگر تم یہ سمجھتے ہو مائی ڈیئر کہ بحری قزاق جنگ و جدل کے بغیر اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دے گا تو یہ کسی طور ممکن نہیں ہے۔''

سارن اوگلے ہنسا پھر بولا۔ ''اور میں یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوں کہ میں نے اسے شدید ہنگامہ خیزی کے بعد گرفتار کیا تھا بہرحال میرے دوست میں تمہاری اس تجویز سے متفق نہیں ہوں کیونکہ اس میں ایک بہت بڑی خامی ہے۔''

''وہ کیا؟'' زگلر نے سوال کیا۔

''ہمارے پاس کم لوگ ایسے ہیں جنہیں ہم اس کام کے لیے استعمال کر سکتے ہیں، مثلاً اگر میں اپنے ساتھی فرانسیسی سپاہیوں کو اس ذمہ داری پر لگا دوں اور صرف چند ہتھیاروں کے بل پر تو میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس نے جو مورچہ بندی کی ہے وہ مضبوط اور محفوظ ہے۔ دوسرے مورچوں سے خوف ناک جنگ کی جائے گی اور اس بات کے امکانات ہیں کہ ہم اپنی کوشش میں ناکام رہیں، پھر کیونکہ گارساں یہ نہیں سمجھ پائے گا کہ حملہ کرنے والے کون ہیں چنانچہ طیش میں آ کر نیچے گہرائیوں میں آباد جہاز کے مسافروں کو نشانہ بنائے گا کیونکہ وہ یہی سمجھے گا کہ جہاز کے مسافروں نے بغاوت کی ہے، اس طرح بے شمار افراد کی زندگیاں ختم ہو سکتی ہیں۔''

بالکل ٹھیک الفاظ کہے تھے فرانسیسی افسر نے ہم لوگ اس کی پیشگوئی کے ساتھ خوف زدہ ہو گئے تھے، زگلر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''اور ایک پولیس افسر کی سوچ عام لوگوں کی سوچ سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ اس کا واسطہ دن رات انہی چیزوں سے پڑتا ہے، پھر بتائیے سارن اوگلے اور کون سا ذریعہ ہوسکتا ہے۔''

اوگلے پرخیال انداز میں رخسار کھجانے لگا بہت دیر تک خاموشی طاری رہی پھر اس نے کہا۔

''ایک اور طریقہ ہوسکتا ہے، بے شک وہ پیچیدہ اور مشکل ہے لیکن میں سمجھتا ہوں اگر ایسا ہو جائے تو ہم کم خطرہ مول لے کر زیادہ فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔''

سب سوالیہ نگاہوں سے اوگلے کو دیکھنے لگے تو وہ بولا۔ ''گارساں ایک جرائم پیشہ آدمی ہے، بحری قزاق، لوٹ مار قتل و غارتگری اس کی فطرت کا حصہ ہے اور یہ سب کچھ دولت کے لالچ کے لیے کیا جاتا ہے۔''

''ہاں بالکل۔'' زگلر نے کہا۔

''دولت کا لالچ ہی اسے ہوش سے بیگانہ کرسکتا ہے۔''

''براہ کرم وضاحت کیجیے۔'' زگلر بے چینی سے بولا اور سارن اوگلے مسکرانے لگا پھر اس نے کہا۔

''سمندر کے اس ویران گوشے میں پہاڑوں کے درمیان ایک جہاز کا ڈھانچہ کھڑا ہوا ہے، اس میں زرو جواہر کے انبار ہیں۔ خیال ہے کہ اس کے ذریعے ایک بہت بڑا خزانہ کہیں منتقل کیا جارہا تھا کہ جہاز طوفان کا شکار ہوگیا۔ اس میں انسانی ڈھانچوں اور خزانوں کے انبار کے علاوہ کچھ نہیں ہے، یہ خبر گارساں کو عقل و خرد سے عاری کرسکتی ہے۔ بشرطیکہ یہ خبر سنانے والا کوئی ایسا شخص ہو جو بہترین اداکاری کرسکے، مگر وہ سارن اوگلے نہ ہو ورنہ گارساں اس کی نیت پر شک کرے گا۔''

زگلر کا چہرہ سرخ ہوگیا اور وہ بدحواسی سے بولا۔ ''اور وہ خزانے کے لالچ میں دوڑ آئے گا یہاں اور واقعی ایسا ہی ہوگا۔

''ہاں اور پھر وہ واپس نہیں جائے گا۔ اس کے جو ساتھی باقی رہ جائیں گے ان کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔'' سارن اوگلے نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''بہترین لاجواب اور اطلاع دینے والی شخصیت عسکری سے بہتر اور کوئی نہیں ہوسکتی۔''

''میں تیار ہوں۔'' عسکری نے گرمجوشی سے کہا۔

''گویا میری تجویز سب کو قبول ہے۔''

''اس سے عمدہ تجویز ہو ہی نہیں سکتی۔'' زگلر نے کہا اور اچانک ہی میری نظر کیبن کی کھڑکی سے باہر کی طرف اٹھ گئی جہاں چٹانیں نظر آرہی تھیں اور میرا چہرہ زرد ہوگیا، میرے حلق سے ایک سہمی ہوئی سی آواز نکل گئی۔

''عسکری وہ...... وہ'' عسکری میری آواز پر اچھل پڑا اور پھر میرے اشارے پر عسکری کے علاوہ سارن اوگلے نے بھی ادھر دیکھا اور اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا، زگلر ہماری کیفیت سے بے نیاز اپنی باتوں میں مصروف تھا، اچانک اس نے ہماری بے چینی کو محسوس کیا اور ہمیں تعجب سے

دیکھنے لگا۔

''کیا بات ہے؟'' اس نے کہا اور پھر تھوڑا جھکا اس نے بھی ادھر دیکھا جہاں ہم لوگ دیکھ رہے تھے۔ وہ بلی وہاں موجود تھی، زنگلر کو بھی مارشل کے حادثے کے بارے میں تفصیلات معلوم تھیں، لیکن روشاق یا میرے بارے میں کچھ نہیں پتہ تھا چنانچہ اس نے حیرانی سے کہا۔

''کیا بات ہے، آپ لوگ کیا دیکھ رہے ہیں، وہاں تو ایک بلی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔'' اس نے حیرانی سے کہا کیونکہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔

''یہ بلی، یہ بلی بے حد خوف ناک ہے مسٹر زنگلر، ایک پراسرار وجود جس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

''صرف یہ بلی۔'' زنگلر حیرانی سے بولا۔

''ہاں، انتہائی خوفناک ایک ہولناک قاتل، جس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

''عجیب بات ہے...... مسٹر سارن، جو میری سمجھ میں نہیں آئی۔''

''آپ اس کا رنگ و روپ اور جسامت دیکھ رہے ہیں مسٹر زنگلر۔'' سارن نے کہا۔

''ہاں یہ عجیب ہے۔ خیر ہم اس سلسلے میں زیادہ بات نہیں کریں گے ہمیں اصل مقصد کی طرف آ جانا چاہیے۔''

''تو بات یہ ہو رہی تھی کہ مسٹر عسکری نے یہ ذمہ داری قبول کر لی ہے کہ وہ گارساں کو جہاز تک لے آئیں اس کے بعد ہم لوگوں کی ذمہ داری ہوگی کہ ہم انہیں کیسے قابو میں کریں گے، میرے خیال میں میرے آدمیوں کے لیے یہ مشکل نہیں ہوگا، ایک دو افراد ہوتے تو ہم انہیں جال میں بھی جکڑ سکتے تھے لیکن ممکن ہے گارساں زیادہ لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر ادھر آئے۔ چنانچہ ہمیں ان کے مناسب استقبال کے لیے تیاریاں ضرور کرنی ہوں گی۔''

''ہاں معمولی تیاریاں نہیں بلکہ بھرپور تیاریاں۔'' سارن اوگلے نے کہا۔

''اور یہ بات بھی طے ہے کہ وہ مسلح ہو کر آئے گا، لیکن آپ لوگ فکر نہ کریں یہ میرے اور ساتھیوں کی زندگی کی بقاء کا مسئلہ ہے ہم میں سے کوئی زندگی حاصل کرنے کا یہ موقع نہیں گنوائے گا۔ بس اس کا یہاں تک آ جانا شرط ہے اور اس کے لیے تھوڑی سی ریہرسل کر لینا ضروری ہے آپ اسے خزانے کی کہانی سنائیں گے مسٹر عسکری، آیئے میں آپ کو بتا دوں کہ یہ خزانہ کہاں ہے؟ آیئے براہ کرم۔'' زنگلر اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور پھر وہ جہاز کے نچلے حصے میں پہنچ گیا جہاں ٹکڑے کے بڑے بڑے بکس رکھے ہوئے تھے۔

ان سب کی آنکھیں مسرت سے چمکنے لگی تھیں، اس کا مطلب تھ کہ تقدیر ان پر مہربان ہونے والی ہے۔

⁂

زنگر نے پرجوش انداز میں کہا۔ ''اور یہ کارٹن خزانے سے بھرے ہوئے ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں، یہ نیم تاریک جگہ ان پر قابو پانے کے لیے بے حد کارآمد ہے۔''

''انتہائی کارآمد۔'' اوگلے نے کسی قدر پرمسرت لہجے میں کہا۔

''اس کے علاوہ اور کوئی تجویز ہو تو آپ لوگ مجھے بتائیں۔''

''نہیں...... کسی بھی سلسلے میں بہت زیادہ تشویش سے سوچنا مسئلے کو الجھا دیتا ہے، ہمیں سادگی سے یہ کام سرانجام دینا ہوگا۔''

''تو پھر ٹھیک ہے یہ موضوع ختم۔''

''ایک سوال کرنا چاہتا ہوں؟'' عسکری نے کہا۔

''جی۔''

''ہم لوگ یہاں سے واپس جائیں گے، اس میں وقت لگے گا مجھے اور نشاء کو یہ اطلاع گارساں کو دینا ہوگی، ممکن ہے وہ ہم سے صرف یہاں کا پتہ معلوم کرے اور خود اس طرف آئے ممکن ہے وہ بہت زیادہ جذباتی نہ ہو اور اطمینان سے اس بارے میں سوچے، ممکن ہے وہ جذباتی ہو اور اسی وقت دوڑ پڑے، اصل میں ہمیں ڈرامائی طور پر اسے اطلاع دینا ہوگی، وہاں پہنچ کر دیر کرنا مناسب نہیں ہوگا، ہاں اس کی ادھر روانگی کے وقت کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔''

''میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں نوجوان۔ لیکن اطمینان رکھو، ہم گارساں کے بہترین استقبال کے لیے تیار ہوں گے اور یہ ذمہ داری تم مجھ پر چھوڑ دو۔ وہ جس شکل میں بھی آئے گا ہم اسے سنبھال لیں گے۔''

''ٹھیک ہے مسٹر زنگر۔''

مزید کچھ دیر وہاں رکنے کے بعد ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔ کافی دیر خاموش رہنے کے بعد سارن اوگلے نے کہا۔

''میری تشویش برقرار ہے۔ تم نے اس بات کو نظر انداز کر دیا کہ ہم نے اس پراسرار بلی کو

وہاں دیکھا تھا۔ تم لوگوں نے اس بات کو اہمیت نہیں دی' لیکن میں مسلسل اس بارے میں سوچ رہا ہوں۔ وہ وہاں کیوں تھی اور اب تک جتنے واقعات پیش آئے ہیں ان میں بلی کا کردار نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

''آپ کا کیا خیال ہے مسٹر اوگلے۔''

''اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ جب ہم اپنے ٹھکانے پر پہنچیں تو گارساں اس پورے پلان سے واقف ہو چکا ہو۔''

''گارساں کیوں۔ بلی کا اس سے کیا تعلق۔''

''بس یونہی ایک خیال دل میں آیا ہے۔''

''ہم جو کچھ کر رہے ہیں تقدیر کے حوالے سے کر رہے ہیں، وسوسوں میں گھر کر تو ہم کچھ نہ کر سکیں گے۔''

''او کے۔ او کے۔ ٹھیک کہہ رہے ہو۔ چلو اب ہمیں الگ ہو جانا چاہئے زیادہ قریب رہنا خطرناک ہو سکتا ہے۔''

ہم نے راستے بدل دیئے۔ میں خاموشی سے عسکری کے ساتھ چل رہی تھی، کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔ ''تھک گئی ہونشا۔''

''ہاں۔'' میں نے جواب دیا۔

''کچھ دیر رک جائیں۔''

''اس سے کیا ہوگا۔''

''بس ایسے ہی۔ تھوڑی دیر ریسٹ کر لو۔''

''نہیں چلتے رہو۔ ویسے ایک بات بتاؤ۔''

''بولو۔''

''وہ بلی وہاں کیوں نظر آئی تھی اور کیا واقعی اوگلے کی تشویش صحیح نہیں تھی۔ فرض کرو۔ اس کا علم روشاق کو ہو گیا تو کیا وہ گارساں کو اس سے باخبر کر دے گا؟

''کیا کہہ سکتا ہوں۔'' عسکری نے کہا۔

''میرا خیال ہے وہ ایسا نہیں کرے گا۔''

''کیوں......''

''روشاق خود بھی اس جزیرے پر زندگی گزارنا پسند نہیں کرے گا۔ وہ مجھ سے کہتا رہا ہے کہ وقت کی تحریر یہاں منجمد نہیں ہوگی یہ داستان اپنے منطقی انداز میں آگے بڑھے گی دوسری بات یہ کہ امر جنیدی کی موت کے سلسلے میں اس نے روشاق کے ساتھ کافی سختی کی تھی۔ اس کے دل میں انتقام ہوگا اور پھر وہ پیش گوئی کر چکا ہے کہ گارساں نے اسالیانہ حورس کی شان میں گستاخی کی ہے جس کی

اسے سزا ملے گی اور اگر ہمارا مشن کامیاب ہو جاتا ہے تو گارساں کو سزا تو ملی۔"
عسکری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر بولا۔ "تمہارا خیال بہت جاندار ہے نشاء۔ اب وہ گارساں کی مدد نہیں کرے گا۔ لیکن تمہاری اس بات کے بعد میں ایک بات ضرور سوچنے لگا ہوں۔"
"کیا......"
"کیا روشاق کی پیش گوئی ٹھیک ثابت ہو رہی ہے۔"
"خدا جانے۔" اس نے بیزاری سے کہا۔
آخر کار ہم اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔ زندگی کیسی ہو گئی تھی کبھی کبھی سوچتی تھی کہ کیا کر بیٹھی ہوں۔ بلاوجہ ایک جنون کا شکار ہو گئی۔ حالات سے سمجھوتہ کے وقت کے فیصلے کا انتظار کرتی۔ ایک گہری سانس لے کر زمین پر بیٹھ گئی۔ عسکری بولا۔
"میں ذرا چلتا ہوں۔"
"کہاں۔"
"گارساں کو دیکھوں گا۔"
"ہاں۔ لیکن میرے ساتھ رہے اس سے بات کرنا۔"
"ٹھیک ہے۔"
"اور ذرا روشاق کو بھی دیکھو۔"
"ہاں۔ اسے بھی دیکھتا ہوں۔ لیکن"
"لیکن کیا۔"
"کچھ نہیں۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔
موسم کافی خنک ہو گیا تھا تیز ہوا چل رہی تھی۔ مارشل کے متاثرین چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ ایک انوکھا خیال میرے ذہن میں آیا اور میں اس پر غور کرنے لگی، منحوس گارساں نے اپنے پاؤں مضبوط کرنے کے لیے ایک مکروہ عمل کیا تھا، وہ یہ کہ بہت سے اجنبی مردوں کو اجنبی عورتوں پر مسلط کر دیا تھا۔ اگر مارشل ان تمام مسافروں کو کسی منزل پر پہنچانے میں کامیاب ہو گیا تو پھر ان کے تعلقات کی نوعیت کیا رہے۔
"ہاں عظیم شہنشاہ اعظم گارساں، میرے پاس ایک انوکھی اطلاع ہے۔ لیکن میں یہ اطلاع تنہائی میں دینا چاہتا ہوں۔"
"تنہائی۔" گارساں من موجی تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور اس کے ساتھی وہاں سے ہٹ گئے، گارساں کے خوشگوار موڈ سے اندازہ ہوتا تھا کہ کوئی خاص بات اس کے کانوں تک نہیں پہنچی ہے۔ عسکری نے کہا۔
"کیا عظیم بادشاہ اس جہاز سے واقف ہے جو مارشل کے علاوہ اس جزیرے پر موجود ہے؟"

''کیا.....تم نشہ استعمال کرتے ہو اور اگر تم نشہ استعمال کرتے ہو تو مجھے یہ بتاؤ یہ تمہیں کہاں سے دستیاب ہوا؟'' گارساں نے کہا۔

''وہ بحری جہاز ہے اور اگر گارساں کو اس کے بارے میں ابھی تک کوئی اطلاع نہیں ملی تو میں خوش نصیب ہوں کہ نئی مملکت کے شہنشاہ پر اس کا انکشاف کر رہا ہوں۔'' عسکری چرب زبانی سے کام لے رہا تھا اور یہ اس وقت انتہائی ضروری تھا' کیونکہ اس کے خوشگوار اثرات گارساں کے چہرے سے ظاہر ہو رہے تھے۔

''تو نے بڑی انوکھی بات کہی ہے نوجوان، کیا واقعی اس جزیرے پر ایسا کوئی جہاز موجود ہے جس کے بارے میں مجھے علم نہیں، اگر ایسا ہے تو مجھے حیرانی ہے کہ مجھے اب تک اس کے بارے میں پتہ کیوں نہیں چل سکا، یا پھر یہ تیرا کوئی خواب ہے جو تجھے میرے پاس لے آیا ہے، لیکن خیر تو نے مجھے جس حیثیت سے تسلیم کیا ہے وہ ایسی ہے کہ ایک بار تجھے معاف کیا جا سکتا ہے۔''

''نہیں عظیم گارساں، یہ جہاز بوسیدہ حالت میں اس جزیرے پر موجود ہے، اس پر جابجا انسانی ڈھانچے بکھرے ہوئے ہیں اور اس کے ایک اسٹور میں چند بکس محفوظ ہیں جن میں ایک عظیم الشان خزانہ بھرا ہوا ہے، سونے چاندی کے زیورات، بدھ مذہب کے پیروکاروں کے عقائد کے مطابق سونے کے مجسمے جن میں جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔'' اچانک ہی گارساں نے آگے بڑھ کر عسکری کا گریبان پکڑ لیا اور پھر جھنجھوڑتے ہوئے بولا۔

''کہاں ہے یہ سب کچھ کہاں ہے اور وہ جہاز جس کے بارے میں تجھے معلوم ہوا ہے؟''

''میں اور میری ساتھی لڑکی جزیرے کی بھول بھلیوں سے گزرتے ہوئے ایک ساحل پر جا نکلے، وہاں یہ جہاز لہروں کے دوش پر ایک ایسے پہاڑی سلسلے میں جا پھنسا ہے جو دولخت ہے' مگر سمندر سے وہ نظر نہیں آتا، شاید اس لیے سمندر کی سمت سے وہ نگاہوں سے محفوظ ہے جبکہ جزیرے کی سمت سے بھی وہ بمشکل نظر آتا ہے۔''

''اور تو نے اپنی آنکھوں سے اس میں جواہرات کے انبار دیکھے ہیں۔''

''اس کی گواہ میرے ساتھ ہے۔''

''اور تو اس میں سے کوئی نمونہ ساتھ نہیں لایا؟''

''نہیں، اس لیے کہ میری ساتھی لڑکی نے منع کیا، اس نے کہا کہ اس طرح ہم لوگ گارساں کے عتاب کا شکار ہو جائیں گے، یہ شہنشاہ کے اختیارات میں مداخلت کے مترادف ہوگا، پہلی بار اس خزانے کو چھونے کا حق اسے ہی حاصل ہے اور پھر یہ سچ بھی ہے کہ تیری اس مملکت میں ہمیں تیرے احکامات کے مطابق ہی جینا ہے جو کسی لالچ میں آ کر تجھ سے منحرف ہوا ہے، وہ اپنے لیے عذاب خریدنے کے سوا اور کچھ نہیں حاصل کر سکا ہوگا، وہ یہاں سے جا کہاں سکتا ہے۔''

گارساں باری باری ہمارا چہرہ دیکھنے لگا پھر بولا۔ ''دیکھو نہ میں پاگل ہوں نہ ایب نارمل، یہ

میرا نسلی معاملہ ہے، میرے خاندان کی بادشاہت چھن گئی، جبکہ میں بچپن سے بادشاہ بننے کے خواب دیکھتا رہا ہوں، یہاں مجھے ان خوابوں کی تعبیر ملی ہے تو میں اپنے دبے ہوئے جذبوں کی تکمیل کر رہا ہوں اور اس کے لیے میں سب کچھ کر گزروں گا یہاں کچھ لوگوں کے ذہنوں میں ابھی تک سرکشی پل رہی ہے، تم دیکھنا ان میں سے کچھ مارشل کے اسٹیمر لے کر فرار ہوئے کی کوشش بھی کریں گے، مگر میں نے اس کا انتظام بھی کر لیا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ واقعی یہاں سے کوئی کبھی نہیں نکل سکے گا۔ ان حالات میں اگر کوئی مجھ سے اس طرح تعاون کرے جس کا اظہار تم نے مجھ سے کیا ہے تو وہ میری آنکھوں کا تارا ہوگا، اب دوبارہ مجھے بتاؤ کہ جو کچھ تم نے کہا ہے سچ ہے؟''

''بالکل سچ ہے، وہ ایک ایسا خزانہ ہے کہ انسان پاگل ہو جائے، لیکن ہمیں اس کے عوض صرف آپ کی محبت چاہیے مسٹر گارساں۔''

''ایسا کوئی جہاز میرے آدمیوں کی نگاہوں سے کیسے محفوظ رہا، تعجب ہے، ذرا مجھے اس جگہ کی تفصیل بتاؤ۔''

''جزیرے پر کسی خاص نقطے کا حوالہ بھی تو نہیں دے سکتا، اگر ہم یہاں سے سیدھے چلیں تو ایک مخصوص جگہ پہنچ کر درختوں کا ایک سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، اس کے بعد ایک ناہموار میدان ہے۔'' عسکری تفصیل بتانے لگا، لیکن اس نے کچھ اس طرح ٹیڑھا ٹیڑھا کر کے یہ تفصیل بتائی تھی کہ سمجھ میں نہ آسکے، البتہ گارساں کھو گیا تھا، کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

''لیکن مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟''

''وہاں سے واپسی کے بعد سیدھا آپ کی تلاش میں نکلا' مگر آپ یہاں موجود نہیں تھے، اب آپ جس طرح بھی پسند کریں۔ میں آپ کو وہاں تک لے جانے کے لیے تیار ہوں۔''

''کیا رات کو وہ جگہ تلاش کر لو گے؟'' گارساں نے سوال کیا۔

''دن کی روشنی زیادہ بہتر رہتی ہے۔'' عسکری نے جواب دیا۔

''میرا بھی یہی خیال ہے اور پھر انتظامات بھی تو کرنے ہوں گے، تم نے اس بارے میں اور کسی کو بھی بتایا ہے۔''

''بھلا اس کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے عظیم گارساں۔'' عسکری نے کہا اور گارساں سوچ میں ڈوب گیا، پھر بولا۔

''ٹھیک ہے، اپنی عورت کے ساتھ آرام کر، صبح تجھے جلدی جاگنا ہوگا، جاؤ بس اب جاؤ، باقی کام میرا ہے۔'' اس نے کہا اور واپسی کے لیے پلٹ گیا، ہم بھی وہاں سے اٹھ کر اپنی جگہ آ گئے، عسکری نے ٹھنڈی سانس لے کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''اب ساری رات نہ اسے نیند آئے گی نہ مجھے، وہ خزانے کے لیے جاگتا رہے گا اور میں اس پروگرام کی کامیابی کے لیے، ویسے تمہارے خیال میں اس سے ہونے والی گفتگو مناسب رہی؟''

''ہاں بہت مناسب، لفاظی میں تو تم اپنا کوئی جواب نہیں رکھتے، کوئی تمہاری باتوں میں نہیں آ سکتا۔'' میں نے کہا اور عسکری ہنسنے لگا، پھر بولا۔

''میرے دل کا وہ حصہ جہاں تمہاری باتوں کے زخم لگتے ہیں اب بے حس ہو گیا ہے اور ضربیں اسے کوئی نقصان پہنچاتیں، بس ایک ہلکی سی کسک کے سوا، شب بخیر۔'' اس نے میری طرف سے کروٹ بدل لی۔

دوسری طرف سورج نے سر بھی نہ ابھارا تھا کہ گارساں کے آدمی آ گئے، انہوں نے مجھے اور عسکری کو جگا دیا تھا۔ ہمیں ان کے ساتھ ساحل پر جانا پڑا، ساحل پر ایک بڑا اسٹیمر لہروں پر ہچکولے لے رہا تھا۔ گارساں چھ مسلح افراد کے ساتھ اسٹیمر میں موجود تھا، انہوں نے خوشگوار انداز میں ہمارا استقبال کیا۔

''میں نے تمہارے لیے ناشتے کا بندوبست اسٹیمر پر ہی کر لیا ہے، کافی اور سینڈوچ تمہیں تازہ دم کر دیں گے، کیا یہاں سے اسٹیمر اسٹارٹ کر دیں۔''

''کیا پروگرام بدل دیا ہے عظیم گارساں؟''

''بالکل نہیں، ایک سمندری جہاز پانی میں ہی سفر کرتا ہوا چٹانوں یا پہاڑوں تک پہنچا ہو گا اور یقیناً ساحل سے زیادہ دور نہ ہو گا، خشکی کا مشکل راستہ عبور کرنے کے بجائے ہم سمندر سفر کیوں نہ کریں۔ زیادہ سے زیادہ ہمیں تلاش میں دیر لگ جائے گی۔''

''ہاں ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' عسکری نے کہا اور ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آئے تھے، لیکن بہرحال گارساں احمق بھی تو نہیں تھا، اس کا کہنا کافی حد تک ٹھیک تھا، میرے اپنے خیال کے مطابق بھی اس طرح سفر میں آسانی ہو جاتی اور ہمارا کوئی نقصان بھی نہیں تھا' کیونکہ بہرطور گارساں کو جہاز پر پہنچنا ہی تھا، چنانچہ عسکری نے بھی ایک لمحے میں یہی فیصلہ کیا اور اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔ اسٹیمر اسٹارٹ ہو کر رخ تبدیل کرنے لگا۔ ہمارے لیے منہ ہاتھ دھونے کو پانی مہیا کیا گیا، منہ ہاتھ دھو کر ہم نے بہترین قسم کی کافی اور تازہ سینڈوچ لیے اور پہلی بار اس بات کا علم ہوا تھا کہ جہاز پر موجود اشیاء گارساں کے لیے کھلی ہوئی ہیں، آخر بادشاہ اور اس کے ساتھی عام لوگوں کی خوراک تو نہیں کھا سکتے تھے، جو عام طور پر ناریل کے ٹکڑوں اس کے پانی اور سمندری مچھلیوں پر مشتمل تھی۔ گارساں نے یہی احکامات دیئے تھے کہ جزیرے کی رعایا اپنے مستقبل کے لیے اپنے آپ کو خوراک کا عادی بنائے اور وہ نامعلوم پھل، مچھلیاں اور کھجوریں وغیرہ استعمال کرے۔

بہرطور اس نے تو ایک مکمل منصوبہ ہی پیش کر دیا تھا اپنی مملکت پر جس پر ابھی تک کام کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ غالباً اس لیے کہ تقدیر نے ان لوگوں کا مستقبل اپنے ہاتھ ہی میں رکھا تھا جو یہاں آ پھنسے تھے۔ کافی نے وہ لطف دیا کہ ہم پر سحر سا طاری ہونے لگا، اس کے بعد ہم مستعد ہو گئے،

عسکری نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں نے نہایت محتاط طریقے سے، مجھے سمجھایا کہ گارساں کے اس عمل سے ہمارا کوئی نقصان نہیں ہے، ویسے بھی کیپٹن زنگلر ہماری طرف سے غیر مستعد نہیں ہوگا، مجھے وہ دوربینیں یاد تھیں جو مارشل کا احاطہ کیے رہتی تھیں اور زنگلر مارشل کی طرف سے ہونے والی ہر کارروائی سے باخبر رہتا تھا۔ اس وقت بھی وہ یقیناً بے خبر نہیں ہوگا۔

اسٹیمر کی رفتار بہت سست تھی، میں اور عسکری ساحل پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔ ہم ذہنی طور پر خشکی کے اس راستے کا بھی تجزیہ کر رہے تھے جس سے گزر کر ہم اس جہاز تک پہنچے تھے ساحل پر جا بجا ایسے پہاڑی سلسلے تھے جن پر شبہ ہو سکتا تھا، لیکن اب گہری نگاہوں سے ان کا تجزیہ ہو رہا تھا، گارساں نے ایک جگہ اسٹیمر کی رفتار بالکل ختم کرا دی اور انگلی سے اشارہ کر کے بولا۔

''ذرا ان دو پہاڑوں کو غور سے دیکھو، جنہیں ایک ملاح ہونے کی حیثیت سے تمہارے بیان کیے ہوئے واقعات کی روشنی میں ان پر شبہ کر سکتا ہوں، کیونکہ سمندر کا گہرا پانی انہیں بہت بلندی تک چھپائے ہوئے ہے۔''

''نہیں مسٹر گارساں یہ وہ جگہ نہیں ہے۔''

''یقین سے کہہ رہے ہو؟''

''ہاں۔''

''اس کی کوئی خاص وجہ۔''

''وہ دونوں پہاڑ ان سے کہیں زیادہ بلند اور ان کی نسبت بہت نوکیلے ہیں۔''

''چلو۔'' گارساں نے اسٹیمر چلانے والے سے کہا اور اس نے رفتار بڑھا دی، اس طرح یہ سفر تکلیف دہ نہیں تھا جبکہ خشکی کے راستے پر سفر کر کے شدید تھکن ہو جاتی۔ ہم اندازے قائم کرتے جا رہے تھے اور میرے اندازے کے مطابق آخر کار وہ پہاڑ نظر آ گئے، تبھی عسکری نے کہا۔

''کنگ گارساں، وہ جگہ ہو سکتی ہے۔'' اس نے اچانک ہی یہ بات کہی تھی، گارساں نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے، اسٹیمر رک گیا، گارساں نے طاقتور دوربین آنکھوں سے لگائی اور پہاڑوں کا جائزہ لینے لگا، دور سے دولخت پہاڑ جڑے ہوئے نظر آتے تھے، لیکن طاقتور دوربین ہر حقیقت واضح کر رہی تھی، گارساں اسے آنکھوں سے لگائے رہا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں ایسا ہو سکتا ہے، لو تم بھی انہیں غور سے دیکھو۔'' اس نے دوربین عسکری کو دے دی، عسکری غور سے ادھر دیکھتا رہا۔ پھر میں نے دوربین مانگی، مجھے کچھ شبہ ہو گیا تھا کہ یہ وہ جگہ ہے، لیکن میں یہ اندازہ بھی لگانا چاہتی تھی کہ کہیں زنگلر کے جہاز کو کوئی ایسا نقصان تو نہیں پہنچ گیا جس سے وہاں کسی اور کی موجودگی کا احساس ہو جائے، عسکری نے دوربین مجھے دے دی اور میں نے گہری نگاہوں سے اس جگہ کا پورا جائزہ لیا۔ درحقیقت کیپٹن زنگلر بھی محتاط انسان تھا، ویرانی دکھائی دی تھی اور کسی چڑیا کے بچے کا بھی اندازہ نہیں ہوتا تھا، میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا کر دوربین کنگ گاساں کو

دی اور کہا۔
"گریٹ کنگ یہی وہ جگہ ہو سکتی ہے۔"
گارساں نے ٹھنڈی سانس لی اور پھر اس نے اپنے آدمیوں کی ترتیب کی اور اسٹیمر کا رخ ساحل کی جانب موڑ دیا پھر وہ بولا۔
"پہاڑوں کے دامن میں اتنا گہرا پانی موجود ہے کہ ہم خشکی تک پہنچ سکیں، کیا تم نے اس بات کا اندازہ لگایا تھا جوان کہ اگر ہم اس جہاز کے قریب اسٹیمر کے ذریعے پہنچنا چاہیں تو ہمیں گہرے پانیوں کا سفر نہ کرنا پڑے۔"
"نہیں مسٹر گارساں مجھے سمندر کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔"
"خیر اس کے لیے تم بے فکر رہو، کوئی نہ کوئی حل تلاش کر لیا جائے گا۔" گارساں نے کہا۔
اسٹیمر بڑی سست روی سے پہاڑوں کی جانب بڑھ رہا تھا اور گارساں کے انداز سے یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ہم پر اعتبار کرنے کے باوجود کسی بھی طرح غیر مضطرب نہیں ہے۔ بعض اوقات دل آنے والے لمحات کے تصور سے کانپنے لگتا تھا کیونکہ گارساں اپنے آدمیوں کو مسلح کر کے لایا تھا۔ پتہ نہیں کیپٹن زگلر اتنی ہی ذہانت سے اس کا استقبال کر بھی پائے گا یا نہیں کیونکہ ایک طرف صرف ایک بحری جہاز کا کپتان تھا' جو اپنی مشکل میں پھنسے ہوئے ساتھیوں کے ساتھ وقت گزار رہا تھا اور دوسری جانب ایک جرائم پیشہ شخص جو ایک بدترین بحری قزاق اور خوفناک قاتل تھا۔ اسٹیمر پہاڑوں کے درمیان داخل ہو گیا پہاڑی دیوار کے دوسری طرف مڑتے ہی جہاز نظر آ گیا تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں اس جہاز کو دیکھ کر گارساں نے پھر ہاتھ اٹھائے اور اسٹیمر کا انجن بند ہو گیا، پھر وہ دوربین سے اس کا جائزہ لینے لگا۔
"کارگو شپ ہے۔" اس نے کہا پھر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، پھر بولا۔ "وہاں کوئی زندہ شخص نہیں ملا تمہیں؟"
"نہیں۔" عسکری نے جواب دیا۔
"ہو سکتا ہے وہ تمہیں دیکھ کر پوشیدہ ہو گئے ہوں۔"
"ہم نے بہت دیر تک اس کا جائزہ لیا تھا۔"
"کوئی آہٹ نہیں ملی؟"
"بالکل نہیں۔"
"اصل میں جس طرح یہ جہاز وہاں تک پہنچا اس سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ طوفانی لہروں نے اسے ان پہاڑوں کے بیچ میں کھینچ لیا اور یقیناً وہ اس زور سے اس سے ٹکرایا جس کے نتیجے میں وہ یہاں پھنس گیا، لیکن ایک اور احساس بھی ہوتا ہے۔"
"وہ کیا مسٹر گارساں؟" اس بار گارساں کے ایک ساتھی نے سوال کیا تھا۔

''اس وقت لہروں کا زور ٹوٹ گیا تھا جب یہ پہاڑوں کے درمیان آیا، یا ان پہاڑوں نے لہروں کو روک دیا، ورنہ جہاز جس حالت میں نظر آ رہا ہے اتنا ثابت نہ ہوتا اس کے وہ حصے محفوظ ہیں جو پوری طاقت سے ٹکرانے پر ان پہاڑوں سے نقصان اٹھا سکتے تھے۔''

''اوہ گڈ، عظیم کپتان کا کہنا بالکل ٹھیک ہے۔'' گارساں کے ساتھی نے کہا، میں نے دل ہی دل میں اس کی سمندری مہارت کا اعتراف کیا تھا۔ بہرحال وہ قزاق تھے۔

''اس طرح اس پر موجود تمام افراد کا مرجانا مشکل لگتا ہے، مگر ہوسکتا ہے زخمی ہونے کی وجہ سے وہ زندہ نہ رہ سکے ہوں گے کیونکہ جہاز پر زندگی کے آثار نہیں ملتے، چلو اسے بائیں سمت لے چلو۔'' گارساں نے ملاح سے کہا اور اسٹیمر اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گیا، بائیں سمت باقاعدہ ساحل تھا جس پر ریت پھیلی ہوئی تھی اور خشکی پر جانے کا اس سے بہتر راستہ اور کوئی نہیں تھا۔ اسٹیمر گہرے پانی میں اس جگہ تک پہنچ گیا جہاں تک پہنچ سکتا تھا، یہاں سے زمین نظر آ رہی تھی، صاف شفاف پانی زیادہ سے زیادہ گھٹنوں تک تھا اور اس کے بعد بھوری سرخ ریت، سب سے پہلے دو رائفل بردار خشکی پر کودے اور آگے بڑھ کر ایک طرف پہنچ گئے، پھر مجھے اور عسکری کو ریت پر اتارا گیا اس کے بعد گارساں، اس کے پیچھے باقی افراد، اسٹیمر کو محفوظ کر دیا گیا تھا اور وہ پانی میں ساکت تھا، ایک آدمی کو اسٹیمر پر ہی چھوڑ دیا گیا تھا تاکہ وہ اسلحہ کے ساتھ اسٹیمر کی حفاظت کرے۔

میں اندر ہی اندر کانپ رہی تھی کہ دیکھیں، اس مہم جوئی کا نتیجہ کیا نکلتا ہے، سارے کے سارے ایک ایک قدم پھونک کر رکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے، ماحول کا سناٹا چیخ رہا تھا، گارساں کی عقابی نگاہیں ہر سمت کا جائزہ لے رہی تھیں، کمبخت بالکل ہی شاطر اور تیز انسان تھا کہنے لگا۔

''یہ بالکل نئی جگہ دریافت ہوئی ہے، میں سمجھتا ہوں یہاں بہت سے افراد باآسانی چھپ سکتے ہیں، اس جہاز والوں کی بدقسمتی ہی تھی کہ وہ یہاں تک زندہ نہ پہنچ سکے، اوہو، دیکھو دیکھو دیکھو، وہ ایک باقاعدہ پل بنا ہوا ہے۔ نہیں میرے دوست بالکل نہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔'' گارساں رک گیا، میری جان نکل گئی تھی، عسکری بھی بمشکل اپنے آپ کو قابو میں کر سکا تھا۔ گارساں نے کہا۔

''یہ تختہ جہاز کے بچتے ہوئے حصے پر کس نے پہنچایا یہ تو باقاعدہ ایک راستہ بنایا گیا ہے۔''

عسکری نے اس موقع پر فوراً ہی حاضر دماغی کا ثبوت دیا اور بولا۔ ''نہیں مسٹر گارساں یہ ہماری حاضر دماغی تھی۔''

''کیا مطلب؟'' گارساں حیرانی سے بولا۔

''یہ ٹوٹا ہوا تختہ بے ترتیب پڑا ہوا تھا اور اس کا ایک سرا جہاز کی اوپری سمت اٹکا ہوا تھا باقی سب نیچے تھے، میں نے اور میری ساتھی لڑکی نے اوپری حصے کو پوری قوت سے اوپر سرکا کر اوپر تک جانے کا راستہ بنایا تھا، اصل میں ہمیں بھی اسے دیکھنے کا تجسس پیدا ہو گیا تھا۔''

گارساں نے ایک نگاہ ہم دونوں پر ڈالی اور آہستہ سے بولا۔ ''اس کا مطلب ہے کہ تم دونوں بہت طاقتور ہو، اس تختے کو صرف دو آدمی اٹھا کر اوپر تو نہیں پہنچا سکتے لیکن تم کہتے ہو تو ٹھیک ہی ہو گا، اب تم پر کسی قسم کا شبہ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔''

''کنگ گارساں، ہمارے درمیان شک و شبے کا رشتہ نہیں رہنا چاہئے، میں اور میری ساتھی آپ سے اتنے مخلص ہیں کہ شاید آپ ہماری باتوں کو جھوٹ سمجھیں۔''

''نہیں جان نہیں، لیکن محتاط رہنا میری فطرت کا حصہ ہے، اگر تم یہ کہہ رہے ہو تو ٹھیک ہی ہو گا، میں نے یہ جملے صرف یہ سوچ کر کہے تھے کہ کہیں کچھ لوگ آس پاس پوشیدہ نہ ہوں، خیر چھوڑو، آؤ آگے چلتے ہیں، یہ تختہ اوپر جانے کے لیے مضبوط ہے نا؟''

''بالکل مضبوط ہے۔''

غالباً جہاز والوں نے یہاں ذہانت کا ثبوت دیا تھا کہ تختے کے آس پاس کسی قسم کے نشانات نہیں چھوڑے تھے، اول تو پانی کی لہریں یہاں پہنچ کر ہر نشان کو معدوم کر دیتی تھیں لیکن پھر بھی تھوڑے بہت نشان رہ جانے کا خدشہ ہو سکتا تھا، کپتان زنگر نے اس کا خیال رکھا تھا اور یہ دو بحری معاملات کے ماہروں کی ذہانت تھی ورنہ سچی بات ہے کہ ہم لوگ ان باتوں کا خیال نہ رکھتے، گارساں ہزاروں وسوسوں کے بعد آخر کار جہاز کے عرشے پر پہنچ گیا، وہ کسی چوکنے چیتے کی طرح اطراف پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا اور اس کے کان بار بار ہل رہے تھے، جیسے ہر آہٹ کو سننے کی کوشش میں مصروف ہوں، میرے ذہن میں وہ لمحات آئے جب میں نے جہاز پر بچے کے رونے کی آواز سنی تھی، کہیں بچہ ہی دوبارہ نہ رو پڑے، یہ تمام تشویش سینے میں چھپائے ہوئے ہم آہستہ آہستہ اس طرح بڑھنے لگے جہاں آخر کار ہمیں کنگ گارساں کو لے جانا تھا۔ گارساں رک رک کر جہاز پر تبصرے کر رہا تھا، اس نے یہاں بھی ایک رائفل بردار کو چھوڑ دیا اور ہمارے ساتھ آگے بڑھتا رہا، میری جان آنکھوں میں سمٹ رہی تھی، سر بری طرح چکرا رہا تھا، قدم بار بار لڑکھڑانے لگتے تھے، پھر وہ صندوق نظر آ گئے جن کی تعداد اب بڑھ گئی تھی۔

''یہ...... یہ......'' عسکری کے منہ سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

''خزانہ ان میں ہے؟''

''ہاں۔''

''یہ سب بھرے ہوئے ہیں۔؟''

''میں نے صرف چند دیکھے ہیں۔'' عسکری بولا، بس یہاں گارساں سے غلطی ہوئی تھی اور یہ غلطی ہونی تھی کیونکہ انسان کی فطرت میں لالچ ہی ایک ایسی شے ہے جو اسے برباد کرتی ہے۔''

''دیکھو۔'' گارساں نے کہا اور اس کے ساتھی رائفلیں پھینک کر صندوقوں پر ٹوٹ پڑے، پھر جو کچھ ہوا وہ کچھ دیر میں ہی سمجھ میں آیا تھا۔ صندوقوں کے اوپری سرے جیسے ہی کھلے ان میں

سے زلگر کے ساتھی نکل پڑے اور نکلتے ہی وہ اپنے سامنے موجود ہر شخص پر پل پڑے کیونکہ گارساں اور اس کے ساتھی یہاں مستعد نہیں رہ سکے تھے اس لیے مار کھا گئے۔ ان کی تعداد بھی کم تھی جبکہ زلگر نے صندوقوں میں اضافہ کر کے اپنے بقیہ ساتھیوں کو بھی یہیں بلا لیا تھا، وہ سب بھی ہنگامے کا آغاز ہوتے ہی صندوقوں سے نکل پڑے اور گارساں کے ایک ایک ساتھی کو کوئی کئی افراد مارنے لگے، گارساں نے ایک رائفل پر جھپٹا مارا تو زلگر کے ساتھی نے رائفل کو گارساں کے پیروں سے اٹھا لیا اور بدحواسی کے عالم میں اسے نال سے پکڑ کر لاٹھی کی طرح اس کا کندہ گارساں کے سر پر دے مارا۔

گارساں کا سر پھٹ گیا اور وہ خون میں نہا گیا، خون اگر اس کی آنکھوں میں نہ رینگ آتا تو وہ مشکل ہی سے قابو میں آتا، پھر بھی اس نے زلگر کے دو ساتھیوں کو سر سے بلند کر کے زمین پر دے مارا تھا، اس کے دوسرے ساتھی بھی شدید زخمی ہو کر ہی قابو میں آئے تھے، عسکری میرا ہاتھ پکڑ کر ایک گوشے میں سمٹ گیا تھا، میں نے کپکپاتی آواز میں اس سے کہا۔

”کہیں اس کا وہ ساتھی نہ آ جائے جو باہر موجود ہے، وہ رائفل استعمال کر سکتا ہے عسکری نے زلگر کو متوجہ کیا اور میرا خدشہ اس سے ظاہر کیا تو وہ مسکرا کر بولا۔“

”نہیں اس کا انتظام باہر ہی کر دیا گیا ہے بلکہ اس شخص کا بھی جو اسٹیمر کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا گیا، میرے پانی میں چھپے ہوئے ساتھیوں نے اس پر آسانی سے قابو پا لیا ہوگا۔“

زلگر کے ساتھی بے ہوش گارساں کو باہر لائے تو میں نے اس شخص کو اس حال میں پایا کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا، اسے شدید زخمی کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گیا تھا، اس کی رائفل بھی ایک طرف پڑی ہوئی تھی اور اس کے پورے بدن سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے، زلگر کے اس بیان کی بھی تصدیق ہو گئی جو اس نے اسٹیمر کے محافظ کے سلسلے میں دیا تھا، سمندری حصے کی طرف چھپے ہوئے زلگر کے ساتھیوں نے اس پر قابو پا لیا تھا۔

کیپٹن زلگر نے اپنے ساتھیوں کو پوری طرح بریف کر دیا تھا، گارساں کے تمام آدمیوں کو رسیوں سے کس کر وہیں جہاز پر ڈال دیا گیا، میں اور عسکری کیپٹن زلگر کے ان ساتھیوں کے ساتھ اسٹیمر پر سوار ہو گئے۔ راستے میں عسکری زلگر کو ان مورچوں کے بارے میں تفصیلات بتاتا رہا، زلگر نے کہا۔

”اگر کہیں سے ہمارے دوست اوگلے کو ہتھیار دستیاب ہو جاتے تو وہاں وہ ہمارا بھرپور مددگار ثابت ہو سکتا تھا۔ ابتدائی طور پر گارساں کے آدمی اس پر توجہ نہیں دے سکیں گے، بس ایک مورچہ ہمارے قبضے میں آ جائے اس کے بعد ہم ساری صورتحال سے آسانی سے نمٹ لیں گے۔ لیکن میں تمہیں ایک بات بتاؤں خوف زدہ مت ہونا، مہماتی زندگی اپنا ایک الگ مزاج رکھتی ہے اور تم یقین کرو کہ خطرات زندگی کو خوف کا شکار بنا دیتے ہیں اور موت سے لڑنے میں جو لطف آتا ہے وہ قابل بیان نہیں ہوتا۔“

ہم راستے بھر اسی طرح کی گفتگو کرتے رہے تھے، لیکن میرا دل خوف سے لرز رہا تھا، میں عسکری پر اپنی دلی کیفیات کا اظہار نہیں کر سکتی تھی۔ میرے ہاتھ پاؤں بے جان ہو رہے تھے، البتہ عسکری نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

''اس جنگجوئی کے درمیان تم اطمینان سے اسٹیمر پر ہی رہنا کیونکہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ اس معرکہ آرائی میں حصہ لینا ہوگا۔'' میں نے کوئی جواب نہیں دیا، ہم مارشل کے نزدیکی ساحل سے کافی دور تھے۔ تبھی ہمیں اندازہ ہو گیا کہ یہاں کچھ ہو چکا ہے، مارشل کے مسافر ٹولیاں بنائے کھڑے تھے اور کچھ لوگ بھاگ دوڑ کرتے نظر آئے، زنگر نے طاقتور دوربین سے ادھر دیکھا اور پر مسرت لہجے میں بولا۔

''لگتا ہے وہاں ہمارا دوست سارن اوگلے کچھ گل کھلا چکا ہے، وہ عرشے پر موجود ہے، اور ہمیں دوربین سے دیکھ رہا ہے۔'' کیپٹن زنگر وہیں کھڑا ہاتھ ہلا ہلا کر مسرت آمیز آوازیں نکالنے لگا اور ہم ساحل پر پہنچ گئے، فرانسیسی افسر کو جیسے ہی موقع ملا اس نے وہاں گارساں کے مورچہ برداروں پر قابو پا لیا۔ اس کے ساتھ سپاہی اس وقت مسلح تھے اور مسافروں کے درمیان دندناتے پھر رہے تھے۔

پتہ چلا کہ سارن اوگلے کی کارروائی میں زیادہ تر مسافر غیر جانبدار رہے، باقیوں نے اوگلے کے ساتھ تعاون کیا اور اب گارساں کے بقیہ ساتھی بھی بندھے ہوئے پڑے تھے، معلومات کا تبادلہ ہوا تو طے ہوا کہ اسی اسٹیمر کے ذریعے پہلے گارساں اور اس کے ساتھیوں کو یہاں منتقل کیا جائے اور پھر زنگر کے ساتھیوں کو یہاں لایا جائے اور کام کا آغاز ہو گیا۔ اسٹیمر زنگر اور اس کے ساتھی کو لے کر واپس چلا گیا اور پھر مسلسل چکر لگانے لگا۔ میں اور عسکری تھکے تھکے ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے، عسکری نے کہا۔

''میں تمہیں ایک بار پھر نئی زندگی کی طرف واپسی کی مبارکباد دیتا ہوں۔''

میں نے یاس بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور خاموش ہو گئی، جس کا کوئی مستقبل نہ ہو اسے کسی بات سے کیا خوشی ہو سکتی ہے، اس کا فیصلہ خود اس کے لیے کتنا مشکل ہے، کسے بتاتی، شام ہو گئی، کام جاری رہا، اچانک عسکری کو کچھ خیال آیا اور اس نے سرگوشی میں کہا۔

''تم نے ایک بات پر غور کیا نشاء؟''

''کیا؟''

''روشاق ہمیں کہیں نظر نہیں آیا۔''

میں چونک پڑی، واقعی ان ہنگامہ خیزیوں میں روشاق کی شکل ایک بار بھی نظر نہیں آئی تھی، میں حیرانی سے عسکری کی صورت دیکھنے لگی، لیکن روشاق کا کوئی پتہ نہیں تھا، حالانکہ اس کی ساتھی بلی کا وہاں نظر آنا اس بات کے امکانات ظاہر کر رہا تھا کہ روشاق کو صورت حال کا کافی حد تک علم ہو چکا

ہے۔"

"ہوسکتا ہے وہ جزیرے میں کہیں اور نکل گیا ہو، جائے گا کہاں۔"

کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔ "ہر شخص سنسنی کا شکار ہے، میرے خیال میں اس وقت مسافروں میں سے ایک بھی شخص کہیں اور نہیں ہے۔"

"خیر ہو گا کہیں بد بخت جہنم میں جائے۔" عسکری نے کہا۔

شام ہوئی اور پھر رات ہو گئی، سارن اوگلے، زگلر کے ساتھیوں کے ساتھ مارشل پر تھا، گارساں اور اس کے ساتھیوں کو جہاز پر منتقل کر دیا گیا تھا۔ زگلر بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مارشل پر ہی تھا، رات کو تقریباً دس بجے جہاز اور ساحل کے درمیان سفر کرنے والا یہ اسٹیمر ساحل سے لگا اور چند لوگ عسکری عسکری پکارتے ہوئے آئے، وہ زگلر کے ساتھی تھے، عسکری اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"مسٹر عسکری آپ کو مسٹر زگلر نے طلب کیا ہے۔ آپ کے ساتھ ایک خاتون ہیں انہیں بھی۔"

"کیا خیال ہے نشاء چلیں؟"

میں چلنے پر آمادہ ہو گئی اور اسٹیمر نے ہمیں مارشل پر پہنچا دیا۔ جہاں زگلر اور اوگلے نے میرا استقبال کیا تھا۔

"ہم معذرت خواہ ہیں دوستو! کہ انتظامی امور میں مصروف ہونے کی وجہ سے تم سے رابطہ نہیں کر سکے، اب کہیں جا کر فرصت ملی ہے۔ تم دونوں اس عظیم الشان کامیابی کے اہم ستون ہو۔" زگلر نے کہا۔

"ہمیں آپ کی مصروفیت کا اندازہ ہے مسٹر زگلر۔" میں بولی۔

"کیا تم لوگ رات کا کھانا کھا چکے ہو؟" اوگلے نے پوچھا۔

"ہاں جزیرے کے اصول کے مطابق۔" میں ہنس کر بولی اور سارن اوگلے نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"لعنت ہے اس کھانے پر، مچھلیاں چباتے چباتے اور ناریل کا پانی پی پی کر معدہ تباہ ہو گیا ہے۔ کھانا تیار کرایا ہے میں نے، ہمارے ساتھ کچھ کھاؤ اور نہ کھا سکو تو کم از کم کافی ساتھ ہی پئیں گے۔" اوگلے نے پیشکش کی اور پھر وہ ہمیں ساتھ لے کر مارشل کے ایک اوپن ایئر حصے میں آ بیٹھے، زگلر اچھا انسان تھا کہ اس نے ہمیں یاد رکھا، معمولی سا کھانا تھا، عسکری نے تھوڑا سا کھانا ان کے ساتھ کھایا، میں نے دوبارہ معذرت کر لی تھی، البتہ کھانے کے دوران میں نے زگلر سے ان دونوں کے بارے میں پوچھا۔

"جولین اور میلینا شدید ذہنی ہیجان کا شکار ہے، میرا مطلب ہے جولین، یہاں سے نجات مل جانے کے تصور سے جولین شادیٔ مرگ کی سی کیفیت میں مبتلا ہے، یہاں جہاز کے ہسپتال میں مجھے کچھ خواب آور دوائیں مل گئی تھیں، میں نے اسے دوا دے کر سلا دیا ہے۔"

میں خاموش ہوگئی، وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو کافی آ گئی، کافی پیتے ہوئے زگلر نے کہا۔
''جہاز کے ایندھن کے ذخائر یہاں تسلی بخش ہیں، ہم باآسانی مصر پہنچ سکتے ہیں اس کے علاوہ اس وقت خوراک کے وہ مخصوص ذخائر بھی مناسب تعداد میں یہاں موجود ہیں، ہمیں مارشل کی روانگی کی تیاری میں دو دن لگ جائیں گے، تیسرے دن ہم لنگر اٹھا دیں گے۔''

''کیا ہم یہاں سے الجزائر جائیں گے مسٹر زگلر؟''

''نہیں بے بی، کچھ قانونی وجوہات کی بنا پر ایسا کرنا ممکن نہیں ہوگا۔''

''اور مسٹر سارن اوگلے آپ، کیا آپ ہمارے ساتھ مصر چلیں گے؟''

''نہیں بے بی، مسٹر سارن اوگلے کو تیونس کے ساحل کے قریب کھلے سمندر میں اتار دیا جائے گا جہاں سے وہ اسٹیمر کے ذریعے پہلے قیدیوں کو لے کر تیونس جائیں گے پھر وہاں سے الجزائر روانہ ہو جائیں گے، اصل میں مارشل کی حیثیت اب ایک گمشدہ جہاز کی سی ہے۔ بیشتر ممالک کو اس کی گمشدگی کی اطلاع مل چکی ہوگی اور یہ جہاں بھی پہنچے گا وہاں سے عرصہ دراز تک آگے نہ بڑھ سکے گا اور پھر اس پر میری کپتان کی حیثیت بھی نہیں ہوگی جبکہ میرا مصر جانا بہت ضروری ہے اس لیے میں اسے مصر لے جاؤں گا، میرے فرانسیسی دوست نے مجھ سے تعاون کیا ہے جس کے لیے میں اس کا شکرگزار ہوں، تم لوگ بے فکر رہو، مصری حکومت ہم سے بھرپور تعاون کرے گی، تم میں سے جو جہاں جانا چاہے گا وہاں کا سفارتخانہ ہر قسم کے انتظامات کا ذمہ دار ہوگا۔''

''جی۔'' میں نے کہا۔

''جہاز میں جو کیبن تمہارے پاس ہے اسی میں منتقل ہو جاؤ اور اطمینان سے آرام کرو، ہم لوگ ضرورت سے زیادہ ایک لمحہ بھی یہاں نہیں رکیں گے۔ البتہ مناسب تیاریاں کرنا ضروری ہیں۔''

کافی پینے کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے، میں نے عسکری سے پوچھا۔ ''تمہارے پاس اپنی آرام گاہ ہے۔''

''ہاں۔'' وہ بددلی سے بولا۔

''تو پھر شب بخیر۔'' میں نے کہا اور آگے قدم بڑھا دیئے۔ عسکری وہیں کھڑا رہا تھا، میں کیبن میں داخل ہوگئی، سب کچھ جوں کا توں تھا ہمارے لباس بھی وہیں چھوڑے گئے تھے حالانکہ رات خوب ہوگئی تھی لیکن کچھ ایسی طبیعت مچلی کہ میں غسل خانے میں داخل ہوگئی اور تقریباً ایک گھنٹے تک غسل کیا دوسرا لباس تبدیل کر کے پہنا اور بستر پر آ کر لیٹ گئی۔ بڑے سکون کا احساس ہو رہا تھا کہ اب حالات درست ہو جائیں گے، مصر پہنچنے کے بعد مجھے کیا کرنا چاہیے، سیدھی سی بات ہے کہ اپنے وطن واپس چلی جاؤں۔ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے، پراسرار کہانیاں جو میری ذات سے وابستہ ہیں جہنم میں جائیں، مجھے کیا دیں گی یہ کہانیاں اور عسکری کا جہاں تک معاملہ ہے وہ جانے اور اس کا کام۔ ویسے کہتا یہی رہا ہے کہ میری وجہ سے سب کچھ کر رہا ہے، میں نے تو اس سے مدد نہیں مانگی اس

میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس نے مجھ سے بہترین تعاون کیا لیکن اس کا صلہ میں اسے کیا دے سکتی ہوں۔ بے چاری مشل اس سے محبت کرتی تھی، اگر وہ مجھ سے تعاون بھی کرنا چاہے تو کہوں گی کہ وہ مشل کو اپنا لے بلکہ اگر وہ ایسا کرنے پر آمادہ ہو جائے تو میں اس کی مالی مدد بھی کروں گی، اتنی ساری دولت پڑی ہے، مجھے اپنی تنہا ذات کے لیے کیا ضرورت ہے، انہی خیالوں میں سو گئی۔

دوسری صبح جاگی تو اس خوشگوار احساس نے طبیعت میں فرحت پیدا کر دی کہ اب اس ویران جزیرے سے نجات ملے گی اور میں اپنے گھر واپس چلی جاؤں گی، خوشی کے احساس کے ساتھ منہ دھویا، کیبن سے باہر نکل آئی، تھوڑی دور پہنچی تھی کہ عسکری نظر آ گیا، نکھرا نکھرا صاف ستھرا نظر آ رہا تھا اس نے مجھے سلام کیا پھر بولا۔

''ناشتہ کہاں کرو گی نشاء؟''

''تم نے کر لیا؟''

''نہیں تمہارے جاگنے کے انتظار میں تھا۔''

''عسکری اب صورت حال بہتر ہو گئی ہے، میں اس تعاون کے لیے تمہاری شکر گزار ہوں جو تم نے مجھ سے کیا میرا خیال ہے اب مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔''

میرے ان الفاظ پر عسکری کے چہرے پر انتہائی سختی نظر آئی اس نے کہا۔

''تم نہایت خودغرض لڑکی ہو نشاء میں نے تم سے اپنی اس اپنائیت کا کوئی معاوضہ تو طلب نہیں کیا، لیکن تم جیسی مغرور اور بد دماغ لڑکیاں اپنی شان اسی میں سمجھتی ہیں، بے فکر رہو میں بھی بہرحال انسان ہوں، میرے دل میں جو کچھ ہے اس کی بنا پر تمہارے بارے میں اس انداز میں سوچتا ہوں ورنہ مجھے علم ہو چکا ہے کہا اس سے زیادہ مجھے تم سے اور کچھ نہیں ملے گا، میری توہین کر کے تمہیں جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ حاصل کرتی رہو۔''

نجانے کیوں اس کے ان الفاظ سے میں تھوڑی سی متاثر ہو گئی، میں نے نرم لہجے میں کہا۔

''نہیں عسکری، اگر تم اسے اپنی توہین سمجھتے ہو تو براہ کرم ایسا نہ سمجھو، تمہیں علم ہے کہ میں اپنی ذات میں کس قدر الجھی ہوئی ہوں، کبھی کبھی تنہا رہنے کو دل چاہتا ہے، میں سوچتی ہوں کہ میں اپنے آپ کو آزاد محسوس کروں، ہمارے تمہارے درمیان بہت صاف ستھرا رشتہ ہے، تم میرے ایک اچھے دوست کی حیثیت رکھتے ہو، اگر تم اجازت دو تو میں اپنی کوئی بھی ضرورت تم سے بیان کر سکتی ہوں۔ میری باتوں کا برا مت ماننا پلیز۔''

''ٹھیک ہے، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' عسکری واپسی کے لیے مڑا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا، مجھے اپنے اس رویے پر افسوس نہیں ہوا تھا۔ ناشتے کی تلاش میں عرشے پر آ گئی اور تلاش میں بھٹکنے لگی جو لوگ یہاں موجود تھے اور جن کا تعلق زگلر سے تھا انہوں نے تمام انتظامی امور سنبھال رکھے تھے میں نے انہی میں سے ایک کو اشارہ کر کے کہا۔

''کیا ناشتہ مل سکتا ہے۔''

''جی میڈم! آپ وہاں تشریف رکھیئے میں آپ کو ابھی ناشتہ پہنچائے دیتا ہوں۔''

''شکریہ۔'' میں نے کہا اور کرسی پر بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگی۔

پھر ناشتے سے فراغت بھی نہیں ہوئی تھی کہ سارن اوگلے کو دیکھا وہ میری طرف آ رہا تھا اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ پھر وہ بولا۔ ''اجازت دو تو یہاں بیٹھ جاؤ۔ کیا نام ہے تمہارا بے بی؟''

''نشاء۔''

''نشاء بے بی کیا تم مجھے اس خونخوار بلی کے بارے میں بتا سکتی ہو۔ ایسا لگتا ہے یا تو وہ سمندر میں غرق ہوگئی یا پھر جزیرے کے کسی ایسے حصے میں جا کر روپوش ہوگئی جہاں ابھی تک ہمارے قدم نہیں پہنچے، میں رات سے اسے تلاش کر رہا ہوں اور اس کے کے مالک کو بھی، اصل میں وہ شیطان مجھے سب سے زیادہ خطرناک معلوم ہوتا ہے اور وہ بلی اس کی معاون ہے۔''

''آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں مسٹر اوگلے۔ وہ شیطان صفت نہیں بلکہ خالص شیطان ہے اور اس سے ہوشیار رہنا بہت ضروری ہے مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم لیکن میں یہ سمجھتی ہوں کہ جیسے ہی آپ کو موقع ملے آپ اسے ضرور گرفتار کر لیں۔''

''ہاں وہ میرے لیے ایک چیلنج ہے۔ مجھے مل جائے تو چھوڑوں گا نہیں۔ ویسے بھی اب مارشل کے سفر کا آغاز ہونے والا ہے وہ چھپے گی کہاں۔ سارن اوگلے تھوڑی دیر تک میرے پاس رکا پھر چلا گیا اور میں روشاق کے بارے میں سوچتی رہی۔ ''خدا کرے کم بخت یہاں جزیرے پر رہ کر مر جائے۔''

بعد کے معاملات منصوبے کے مطابق تھے تمام مسافر مارشل پر آ گئے اور آخرکار مارشل نے لنگر اٹھا دیئے۔

ہر شخص کے چہرے پر مسرت پھوٹ رہی تھی۔ انہیں ایک بار پھر زندگی کی طرف لوٹنے کی امید تھی۔ سارن اوگلے نے اس بار گارساں اور اس کے ساتھیوں کو اتنی حفاظت سے قید کیا تھا کہ اب وہ موت کے بعد ہی آزادی حاصل کر سکتے تھے۔ حالانکہ اوگلے اگر چاہتا تو انہیں وہیں ختم کر سکتا تھا لیکن وہ ایک فرض شناس پولیس آفیسر تھا قانون کا محافظ۔

ادھر چھوٹے بڑے بہت سے مسائل کے ساتھ مارشل کا سفر جاری تھا مسز صوفیہ سے میں نے دوبارہ رجوع نہیں کیا تھا۔

اس شام میں ایک تنہا گوشے میں بیٹھی تھی کہ دور سے میں نے وسکن ڈیزل اور عدنان ثنائی کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ دونوں میرے پاس آ گئے۔ عدنان ثنائی نے کہا۔

''بے بی ہمیں یہاں بیٹھنے کی اجازت دو۔''

''ضروری سمجھتے ہیں تو تشریف رکھیئے۔'' دونوں بیٹھ گئے۔

''وسکن ڈیزل تم سے شرمندہ ہیں۔ ہم تمہارے پاس آنے سے گریز کر رہے تھے لیکن یہ ضروری تھا۔''

''فرمایئے۔''

''ہم تمہارا آئندہ پروگرام جاننا چاہتے ہیں۔''

''کیوں......؟''

''یہ ضروری ہے تاکہ تم کوئی غلط فیصلہ نہ کرلو۔''

''آپ لوگ اتنے عمر رسیدہ ہو چکے ہیں' لیکن آج تک لفظ غیرت سے ناآشنا ہیں کیا نہیں کیا آپ لوگوں نے میرے ساتھ۔''

''اس کا تذکرہ فضول ہے حالات نے ہم سب کو پسپا کر دیا تھا۔''

''ہوں، آپ تو میری سرپرستی کے بڑے دعویدار تھے مسٹر ڈیزل لیکن آپ نے اپنی ذات کے لیے مجھے تنہا چھوڑ دیا اور اب آپ یہ سب کچھ کہہ رہے ہیں۔''

''تم نہایت سرکش اور ناسپاس لڑکی ہو۔ مجھ پر کون سی مصیبت ٹوٹی تھی کہ میں اپنی پرعیش زندگی چھوڑ کر اس مصیبت میں گرفتار ہوتا۔''

''لیکن وقت پڑنے پر آپ نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ مجھے منحوس گارساں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ وہ تو عسکری کا احسان ہے کہ اس نے میری عزت بچالی۔ ورنہ۔''

''مجبوریاں بے بس کر دیتی ہیں۔''

''چلیئے ٹھیک ہے۔ اب میں نے اپنے اس نام نہاد باپ کا تصور بھی چھوڑ دیا ہے۔ اب میں آزاد زندگی گزار دوں گی۔''

''تم ایسا نہیں کرسکو گی۔''

''کون روکے گا مجھے۔''

''وقت۔ تاریخ۔ وہ لمحے جو گزر چکے ہیں۔''

''مجھے آپ کے ان الفاظ کے معنی نہیں معلوم۔''

''تم زمانہ قبل کی تاریخ کا بہت بڑا تنازع ہو۔ تمہارے محقق باپ نے تاریخ سے فریب کیا ہے اور تاریخ کے ابواب اس کا تعاقب کر رہے ہیں وہ لمحوں کا مجرم ہے اور لمحوں نے اس کا جسم قید کر لیا ہے وہ اپنے علوم کی مدد سے اپنی روح کو بچالے گیا ہے لیکن کب تک وہ خود بھی جانتا ہے کہ آخرکار اسے واپس جانا ہوگا۔''

''کہاں......؟'' میں نے سوال کیا۔

''ماضی کی عدالت میں اسے اس کے جرم کی سزا ملے گی کیونکہ اس نے گزرے ہوئے وقت کو

مٹھی میں جکڑنے کی جسارت کی تھی۔ اگر وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاتا تو کائنات وقت میں بھونچال آ جاتا۔ وہ ایک عجیب تحقیق کر رہا تھا۔ وہ خط جو اس نے مجھے لکھا تھا چوری ہو چکا ہے اور میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔ لیکن۔''

''میرا ان واقعات سے کیا تعلق ہے؟''

''بہت گہرا تعلق ہے نشاء۔ بہت گہرا۔''

''آخر کیا۔''

''خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔ میں تو اس کے سامنے بہت چھوٹا ہوں۔ بہت ہی چھوٹا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ساری دنیا میں مصریات پر اس کے پائے کا کوئی محقق موجود نہیں ہے۔ اس لئے جو کچھ کر دکھایا وہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔''

''مثلاً!'' میں نے سوال کیا۔ میرے اندر ایک عجیب سی حس جاگ اٹھی تھی جسے میں کوئی نام نہیں دے سکتی تھی۔

''اس نے وہ کچھ کر ڈالا تھا جو لوگ صدیوں میں نہیں کر سکے۔ اس نے ماضی کو جگا لیا تھا۔ اس نے قدیم مصری نظریات پر ریسرچ کی تھی اہرام، فراعنہ کے مقبرے قبل تاریخ کے وہ نظریات جن کی نفی اب تک ٹھوس الفاظ میں نہیں کی جا سکی۔ اس نے ان اجسام سے رابطہ قائم کیا تھا جو صدیوں کی نیند سوئے ہوئے تھے۔ سرزمین مصر میں مدفون وہ تاریخ جو کھنڈرات میں الجھی ہوئی تھی اس کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھی۔ مگر پھر کیا ہو گیا...... نہ جانے کیا۔''

''اس کے بعد کیا ہوا۔''

''نہیں معلوم، مجھے نہیں معلوم۔ میں تو اس کے سامنے بہت چھوٹا انسان ہوں۔ میں نے صرف اس کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ وہ خط چوری ہو چکا ہے'' ورنہ۔

''ورنہ کیا۔''

''چھوڑو۔ مجھے اس خط کے کچھ حصے یاد ہیں۔ میں نے اس کے مضمون سے کچھ نظریات قائم کیے تھے۔''

''کیا الفاظ تھے اس خط کے جو آپ کو یاد ہیں مسٹر ڈیزل؟''

''اس نے لکھا تھا میرے دوست۔ شاید تمہیں علم ہو کہ میں اپنی تحقیق کے آخری مرحلے میں داخل ہو چکا ہوں۔ میں حیات، بعدالموت کے اس نظریے کو سمجھنا چاہتا تھا جو خود مصری محققین کی نظروں میں واضح نہیں ہے لیکن جس کے ڈنڈے ہندومت میں بھی ملتے ہیں۔''

وہاں بھی ''آواگون'' کی کہانیاں ملتی ہیں لیکن ان کی کوئی روحانی توجیہ نہیں ملتی میں اس عقیدے کے اشتراک کی وجوہات تلاش کر رہا تھا۔ تمہیں علم ہے کہ تاریخی دستاویزات میں وہ مکتوب نوشت جنہیں ہم پڑھ سکتے ہیں۔ پانچ ہزار سال سے آگے نہیں بڑھتے۔ جبکہ سائنس دانوں نے ان

لاکھوں سالوں کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کر لی ہیں جن میں انسان، یا انسانوں سے ملتا جلتا کوئی وجود روئے زمین پر موجود چلا آتا ہے۔ ہمیں صرف اس وقت سے ٹھوس تاریخ مہیا ہوتی ہے جب انسانوں نے مردوں کو دفن کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ حیات بعدالموت کا تصور مصری مذہب میں زیادہ پختگی سے نظر آتا ہے وہاں دریافت ہونے والے مقبروں میں غیرفانی ''کا'' کا وجود ملتا ہے جو حنوط شدہ اجسام کی شکل میں ہے جنہیں اصلی شکل میں محفوظ رکھنے کی کاوش ملتی ہے جبکہ ہندو مذہب میں اجسام جلا کر راکھ کر دینے کے باوجود یہی نظریہ آواگون کی شکل میں موجود ہے بلاشبہ ان دونوں مذاہب کے عقیدے مشرکانہ رسوم کا ایک نظام معلوم ہوتے ہیں کیونکہ قدیم مذاہب کے عقائد میں بھی اختلاف ملتا ہے۔

سورج دیوتا کو وہ مون کہتے ہیں جو روز مرتا ہے اور زندہ ہوتا ہے وہی تمام دیوتاؤں کا آقا اور باپ ہے گویا اس کی حیثیت بھی رومیو جو پیٹر کی سی تھی اس کے برعکس زفناتون کا عیدہ توحید مختلف تھا وہ اہرام میں دفن ہونے والے اکابر کا ذکر کرتے ہوئے بقائے دوام پر شبے کا اظہار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ ان مقبروں سے کوئی باہر نہیں آیا جو نہیں بتا دیتا کہ وہاں کیا ہوا۔

وہ کہتا ہے خوشی کا دن مناؤ وہاں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کوئی اپنا سرو سامان ساتھ نہیں لے جاتا جو وہاں جاتا ہے واپس نہیں آتا۔ وغیرہ میری دوست میں نے تاریخ کے ایک ایسے سرے کو پا لیا جس سے بہت سے انکشافات ہو سکتے تھے لیکن ایک جگہ انسانی سرشت کا شکار ہو گیا اور اس کے بعد سارا کھیل بدل گیا۔ میں اپنی تحقیق سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتا لیکن افسوس میں بے جسم ہوں میرا جسم یرغمال بنا لیا گیا ہے اور میں اس کے حصول کے لیے کوشاں ہوں، میں جو کاوشیں کر رہا ہوں ان کی تفصیل نہیں بتا سکتا لیکن اتنا سنو کہ ایک تاریخی وجود مجھ سے وابستہ ہے وہی اپنے دن اور رات کی تکمیل کے بعد میرا وکیل بن سکتا ہے اور اس کے ذریعے مجھے نجات حاصل ہو سکتی ہے میں نے تاریخ سے ایک باب چرایا ہے اور مجرم قرار پایا ہوں لیکن اگر میں اپنی مشکل سے نجات پانے میں کامیاب ہو گیا تو تحقیق کی دنیا کے لیے ایک ایسا انقلاب لاؤں گا جو ناقابل یقین ہو۔

اس کے بعد بے بی اس نے مجھے کچھ اور تفصیلات لکھی تھیں اور اس میں اس کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا لیکن ......

''لیکن کیا انکل ڈیزل۔''

''حالات کچھ [illegible] اختیار کر گئے کہ......''

''اور آپ مسٹر عدنان ثنائی آپ اور جنیدی کیا کر رہے تھے۔''

''دلچسپ سوال ہے بے بی۔ ہمیں دنیا کی ہر آسائش حاصل ہے لیکن بس شوق کی تکمیل ہی اصل زندگی ہے۔ میں اسی شوق کے ہاتھوں معذور ہوا ہوں۔ مصر کی سرزمین کی پراسرار داستانوں سے ہمیں بھی عشق ہے ہم نے بھی وہاں بہت کام کیا ہے اور اگر آج کوئی مجھ معذور سے کہے کہ

مریات کی تحقیق کے لیے زمین میں دفن ہو جاؤ تو میں خوشی سے پاتال میں جانے کو تیار ہوں ہم جانتے تھے کہ یہیں سے دانش ہارون کو پا جائیں تو اس کے مشکل مشن میں اس کی معاون نہیں اس لے اپنے مشن کے بارے میں اپنی کتابوں کے اندر بہت کچھ لکھا ہے اور اس کی تحریریں بڑی سحر انگیز ہیں۔

''گویا آپ اپنے اس مشن کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔''

''ہاں اور تم اس کا سب سے بڑا وسیلہ ہو۔''

''گویا آپ سب مجھ پر اپنا حق سمجھتے ہیں۔''

''وسکن ڈیزل تمہارے باپ کی ہدایت پر ہی سب کچھ کر رہے ہیں تمہیں ان سے تعاون کرنا چاہئے۔''

''مجھے احساس ہے کہ تم مجھ سے بددل ہو چکی ہو لیکن اس وقت حالات ایسا ہی رخ اختیار کر گئے تھے کہ میں بے بسی محسوس کرنے لگا تھا اور کچھ جھنجلا گیا تھا۔''

''جی اور اب۔''

''کچھ امید پیدا ہو گئی ہے۔ عدنان ثنائی بھی اس سلسلے میں بہتری معاون ثابت ہوں گے۔''

''جی۔''

آگے چل کر حالات اس سے بھی زیادہ پریشان کن ہو سکتے ہیں انکل آپ پھر اسی طرح جھنجلا سکتے ہیں میں پھر تنہا رہ جاؤں گی۔''

''نہیں، اب ایسا نہیں ہوگا۔''

''ہو سکتا ہے انکل، آپ شاید روشاق کو بھول گئے۔'' میں نے کہا۔ روشاق کے نام پر وہ دونوں اچھل پڑے تھے۔

''تمہیں روشاق کے بارے میں کچھ معلوم ہے وہ جزیرے پر کیوں رہ گیا۔'' عدنان ثنائی نے کہا۔

''آخر وہ کون ہے کون ہے وہ؟''

''آہ کاش یہ پتہ چل سکتا احمد جنیدی اسے ایک محقق کی حیثیت سے جانتا تھا' لیکن وہ اس سے آگے بھی کچھ ہے اور کوئی نہیں جانتا وہ کب اور کہاں دوبارہ مل جائے اور اتنا میں جانتا ہوں کہ اسے بھی ہارون دانش کی تلاش ہے اور وہ کسی اور کو اس کے قریب نہیں دیکھنا چاہتا۔''

''خوب اور اب آپ میرا پروگرام جاننا چاہتے ہیں۔''

''ہماری خواہش ہے نشاء کہ تم کوئی غلط فیصلہ نہ کرو۔ تمہیں ہمارا تعاون قبول کرنا چاہیے زنگر، مارشل کو براہ راست مصر لے جائے گا ہمیں مصر ہی جانا ہے سارن اوگلے اور زنگر سے تمہارے بہت اچھے تعلقات ہیں اوگلے سے درخواست کرو کہ وہ ہمیں بھی اپنے ساتھ الجزائر لے جائے وہاں ہمیں

ایک اور شخصیت سے ملاقات کرنی ہے جس کے خواہشمند مسٹر ہارون دانش بھی ہیں اس شخصیت سے ملاقات کے بعد ہم مصر روانہ ہو جائیں گے۔

''سارن اوگلے الجزائر کیسے جائے گا؟''

میں نے پوچھا۔

''وہ اپنے قیدیوں کو اسٹیمر میں تیونس لے جا رہا ہے۔ وہاں سے وہ الجزائر روانہ ہو جائے گا ہمارے پاس بھی الجزائر کے لیے کاغذات موجود ہیں۔''

یہ سوال کر کے میں یہی جاننا چاہتی تھی کہ کیا ان لوگوں کو سارن اوگلے کا یہ پروگرام تفصیل سے معلوم ہے یا نہیں۔ اندازہ ہو گیا کہ وہ صورتحال سے بے خبر نہیں ہیں۔ جبکہ عام لوگ یہ بات نہیں جانتے تھے۔ عدنان ثنائی نے کہا۔

''خوش قسمتی سے ہمیں روشاق سے نجات مل گئی ہے۔ ہماری راہ کا سب سے بڑا خطرہ وہی تھا۔ اب ہمیں اپنے کام میں آسانی ہو گی۔''

''لیکن میں ابھی یہ نہیں جان سکی کہ تاریخ کے اس کھیل میں آپ کا اپنا کیا کردار ہو گا۔''

''ہاں بے بی۔ ہم تو صرف وکلاء کی حیثیت سے وہ پہلو نکالیں گے جس سے ہارون دانش کی گلوخلاصی ہو سکے اور ہارون خود ہمیں گائیڈ کر لے گا ہم میں سے کوئی اس کا ہم پلہ نہیں ہے ہم بس اس کے معاون ہوں گے۔ تمہیں یاد ہو گا کہ جزیرے پر ہارون دانش نے احمر جنیدی سے ملاقات کی تھی اور اسے تفصیل سے سب کچھ بتایا تھا انہوں نے جنیدی کو اپنے راز میں شریک کر لیا تھا لیکن اس درندے نے جنیدی کو راستے سے ہٹا دیا۔ خیر ہمیں کچھ وقت ساتھ گزارنا ہو گا اور یہ یقین ہو جانے کے بعد کہ اب روشاق سے واقعی نجات مل گئی ہے اس بات کے امکانات ہیں کہ ہارون دانش ہمارے قریب آ جاتے۔ جس شخص سے ہمیں الجزائر میں ملنا ہے اس کا نام یونس حزری ہے اس سے ہمیں بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔''

''کوئی شکل واضح نہیں ہے۔''

''ابھی نہیں۔ لیکن آنے والا وقت ہمارا ہو گا۔''

''جی۔''

''تو پھر تم نے کیا فیصلہ کیا۔''

''معافی چاہتی ہوں مسٹر عدنان ثنائی۔''

''کیا مطلب۔''

''خرابی ہے میرے مزاج میں ایک بار کسی سے بددل ہونے کے بعد دوبارہ اس سے رجوع کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہوتا۔''

ان دونوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ میں نے جو باتیں ان سے کی تھیں ان سے ان کا

امکان تھا۔ کہ وہ مجھے شیشے میں اتارنے میں کامیاب ہو گئے ہیں' لیکن یہ جواب ان کے لیے غیر متوقع تھا۔ بمشکل تمام عدنان ثنائی نے کہا۔

''گویا کہ......تم......''

''ہاں مسٹر ثنائی۔ آپ دونوں مجھے کسی ویرانے میں بیٹھے آدم خور گدھ محسوس ہوتے ہیں جو کسی دم توڑتے انسان کے ساکت ہونے کے منتظر ہیں۔ یہ آپ کی خوبی ہے کہ کسی کے ساتھ بدترین سلوک کرنے کے بعد آپ لوگ بغیر کسی شرم اور جھجک کے اس سے تعاون کی درخواست کر لیتے ہیں۔ مسٹر عدنان ثنائی آپ نے مجھے بدترین انداز میں اغوا کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کی سزا کاٹی تھی۔ انکل ڈیزل آپ نے مجھے اپنی تحویل میں لینے کے بعد بے یارومددگار چھوڑ دیا تھا اس کے بعد بھی آپ مجھ سے تعاون کی امید رکھتے ہیں۔''

دونوں حیرت کے عالم میں مجھے دیکھتے رہے پھر وسکن ڈیزل نے کہا۔ ''تب تم کیا کرو گی نشاء۔''

''سوری انکل۔ اب آپ کو یہ بتانا بھی ضروری نہیں ہے۔''

''تم فطری طور پر انتہا پسند ہو۔ حالانکہ تمہیں اندازہ ہے کہ اس وقت سب بے بس ہو گئے تھے میں کیا کر سکتا تھا تمہارے لیے۔''

''خصوصاً انکل اس وقت جب گارساں نے وہاں ایک شرم ناک عمل کا آغاز کیا تھا مجھے اس وقت تحفظ درکار تھا۔ آپ نے اس وقت بھی مجھ سے دوری اختیار درکار تھا۔ آپ نے اس وقت بھی مجھ سے دوری اختیار کر لی۔ وہ شخص جس سے میں چند ذاتی وجوہات پر نفرت کرتی ہوں بلاشبہ اس نے مجھ پر یہ احسان کیا کہ میری قربت اختیار کر کے مجھے دوسروں سے بچایا، آئندہ بھی کوئی ایسا موقع آ سکتا ہے جب آپ پھر مجبور ہو جائیں گے۔ اس کے باوجود میں آپ سے تعاون کروں۔''

''یہ ہمارے لیے نہیں تمہارے لیے بھی ضروری ہے۔''

''میرے لیے کیا ضروری ہے اور کیا ضروری، اس کا فیصلہ اب صرف میں کروں گی۔''

''نشاء سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''بس اتنا کافی ہے کہ میں نے آپ سے اتنی دیر باتیں کر لیں اب آپ میرے پاس سے اٹھ جایئے۔''

''تم نادانی کر رہی ہوں۔''

''او کے میں خود اٹھ جاتی ہوں۔'' میں اٹھ گئی اور پھر کہا۔

''اور دوبارہ آپ دونوں میرے قریب نہ آیئے ورنہ آپ کو علم ہے کہ کیپٹن زگلر سے میرے تعلقات ہیں، آپ کو ایک بار پھر مارشل کے فرش کی صفائی کا کام سونپا جا سکتا ہے۔'' میں ہنسی اور وہاں سے آگے چل پڑی۔ ان لوگوں کے ساتھ یہ سلوک کر کے میرا دل بہت خوش تھا یہی کرنا چاہیے

تھا مجھے ان کے ساتھ، یہ سب خودغرض تھے کافی دور جا کر میں عرشے کے ایک سنسان گوشے میں آ کھڑی ہوئی اور سمندری لہروں کو دیکھتے ہوئے اس کہانی پر غور کرنے لگی اور جو عدنان ثنائی اور وسکن ڈیزل نے مجھے سنائی تھی دماغ کی رگیں پھاڑ دینے والی کہانی تھی تاریخ، تاریخ، تاریخ کیا ہے اس تاریخ میں۔ یہ تو ایک شخص کی ذاتی دلچسپی کا کھیل ہے وہ شخص اپنے لیے دنیا میں شہرت چاہتا ہے اولاد کو اس نے کیوں داؤ پر لگا دیا۔ خودغرضی کی ہے ہارون دانش نے میں کسی معاملے میں کسی کا ساتھ نہیں دوں گی۔

سمندری لہروں کو دیکھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا کہ مصر پہنچنے کے بعد جب لوگوں کی واپسی شروع ہو تو میں بھی حکومت مصر کے تعاون سے اپنے وطن واپس آ جاؤں اور جتنی جلد ممکن ہو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرلوں۔

''اچانک ہی میں نے عسکری کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا اس وقت مجھے اس کی آمد بری نہیں لگی تھی۔''

وہ میرے پاس آ گیا اور سرد لہجے میں بولا۔

''معافی چاہتا ہوں نشاء میں تمہیں تنہا دیکھ کر پریشان کرنے نہیں آ گیا بلکہ کچھ کام ہے تم سے۔''

''کوئی بات نہیں عسکری ہم دشمن تو نہیں ہیں۔'' میں نے نرم لہجے میں کہا۔

اس نے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی اور بولا۔

''شام چھ بجے تمہیں ایک شخص سے ملاقات کرنی ہے اس نے کہا ہے کہ تمہیں اس کے بارے میں پہلے سے نہ بتایا جائے۔''

''کیا مطلب......؟''

میں نے تعجب سے کہا۔

''چھ بجے سمندر پر تاریکی چھا جاتی ہے اور جہاز کا عملہ اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتا ہے اس وقت تمہیں وہاں جانا ہے۔''

''مگر کیوں! اور کون ہے وہ، کہاں جانا ہوگا مجھے؟''

''نیچے تہہ خانے میں جہاں وہ تابوت جوں کے توں رکھے ہوئے ہیں۔'' عسکری نے پراسرار لہجے میں کہا اور میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ میں نے سخت نظروں سے عسکری کو گھورتے ہوئے کہا۔

''اور تمہیں تاکید کی گئی ہے کہ مجھے اس کے بارے میں پہلے سے نہ بتایا جائے۔''

''ہاں۔''

''کون ہے وہ۔ کیا میرے ڈیڈی؟''

''نہیں......!''

''تو پھر۔ کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے؟''

''روشاق۔'' عسکری نے کہا اور میں حقیقی معنوں میں اچھل پڑی۔ میری آنکھیں حیرت سے ابل پڑیں۔ عسکری پتھرایا ہوا سا کھڑا تھا۔ بمشکل تمام میرے منہ سے نکلا۔

''روشاق یہاں موجود ہے۔''

''ہاں۔''

''مم، میرا مطلب ہے تمہیں کہاں اور کیسے ملا؟''

''مس نشاء میں یوں ہی بے زاری کے عالم میں مارا مارا پھر رہا تھا کہ مجھے قید خانے اور تابوتوں کا خیال آیا اور میں قید خانے میں اتر گیا۔ دونوں تابوتوں کے ڈھکن بند تھے میں نے ایک تابوت کا ڈھکن اٹھایا تو...... روشاق اس میں لیٹا مسکرا رہا تھا۔ اٹھ کر تابوت میں بیٹھ گیا پھر اس نے مجھے ہدایت کی کہ شام کو چھ بجے نشاء کو اس کے پاس لے آؤں۔ وہ تمہیں کچھ ہدایات دینا چاہتا ہے۔ اس نے تاکید کی کہ پہلے سے تمہیں اس کے بارے میں نہ بتاؤں اور بہلا پھسلا کر یہاں لے آؤں اور یہ ہدایت شاید اس نے اس لیے مجھے دی ہے کہ اسے تم پر اعتبار نہیں۔ ممکن ہے تم کسی اور کو اس کے بارے میں بتا دو۔''

عسکری خاموش ہو گیا۔ میں شدید ہیجان کا شکار ہو گئی تھی بڑا سنسنی خیز انکشاف تھا روشاق جس کے بارے میں یہ یقین کر لیا گیا تھا کہ وہ جزیرے پر رہ گیا یہاں موجود ہے اب کیا کروں، کیا کرنا چاہیے مجھے۔

عسکری خاموشی سے سمندر کی لہروں پر نظر جمائے کھڑا ہوا تھا میں نے اکتائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا اور پھیکے لہجے میں کہا۔

''تم ہمیشہ میرے لیے الجھنیں لے کر آتے ہو۔''

''اس میں بھی میرا ہی قصور ہے۔''

اس نے شکایت بھری نظروں سے مجھے دیکھا۔

''اب بتاؤ میں کیا کروں؟''

''تم اگر وہاں نہ جانا چاہو تو میں تمہیں زبردستی تو نہیں لے جا سکتا۔'' عسکری نے کہا اور میں پریشانی کے عالم میں سوچنے لگی بہت ہی خوف ناک انکشاف تھا بہت سوں کو اس بات کی خوشی تھی کہ روشاق اور اس کی خون خوار بلی سے نجات مل گئی مگر وہ شیطان کا بچہ یہیں موجود ہے میں نے ایک گہری سانس لے کر عسکری سے کہا۔

''کیا کروں عسکری، کیا سارن او گلے کو اس بارے میں بتا دوں۔''

''اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا، اگر تمہارے ذہن میں کوئی خیال ہے تو تمہاری مرضی۔''

''پھر کیا کروں آخر مجھے کوئی مشورہ تو دو۔''

''اس سے مل لو۔ دیکھو کیا کہتا ہے۔ اسے تم پر بھروسہ بھی ہے کہ وہ تم پر اپنی موجودگی ظاہر کر دے گا تم سارن اوگلے سے مل کر اس کے بارے میں بتا بھی دوگی تو کیا ہوگا۔ سوائے کچھ اور ہنگاموں کے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''

''عسکری میرا دماغ خراب ہو چکا ہے مجھے اب ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مصر پہنچ کر میں حکومت مصر کے تعاون سے اپنے وطن واپس چلی جاؤں گی اور ایک نئی زندگی کا آغاز کروں گی بے شک وہاں میرا کوئی نہیں ہے لیکن بے شمار لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا کوئی نہیں ہوتا۔''

عسکری عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بڑی اپنائیت سے بولا۔

''اس سے ضرور مل لو نشاء کوئی حرج نہیں ہے۔'' میں خاموشی سے لہریں دیکھتی رہی۔

شام چھ بجے کا وقت مارشل پر سب سے زیادہ مصروف وقت ہوتا تھا۔ ہم دونوں کو قید خانے میں اترنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی قیدی بالکل الگ حصے میں تھے اور اس طرف سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا چنانچہ نیم تاریکی میں ہم تابوتوں کے پاس پہنچ گئے عسکری نے آگے بڑھ کر ایک تابوت کا ڈھکن اٹھا دیا مگر تابوت خالی تھا۔

''ارے کہاں گیا، عسکری کے منہ سے آواز نکلی پھر وہ نکلا۔

''یہی، یہی......''

''میں یہاں ہوں دوستو۔'' روشاق کی آواز دوسری طرف سے آئی تھی پھر وہ آگے بڑھ کر ہمارے سامنے آگیا اور عسکری سے بولا۔ ''شکریہ نوجوان تم اوپر جاؤ اور خیال رکھو کوئی اس طرف نہ آنے پائے اگر کوئی اس طرف نکل آئے تو تم ہمیں پہلے سے اطلاع دینا۔''

عسکری نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور پھر وہاں سے واپس چلا گیا تب روشاق نے کہا۔ ''اس سے زیادہ اسے اپنے معاملات میں شریک نہیں کیا جا سکتا ویسے ڈیئر نشاء مارشل پر مجھے نہ پا کر تمہیں حیرت تو ہوئی ہوگی۔''

''ہاں مسٹر روشاق۔''

''فرانسیسی افسر میرا دشمن ہے مارشل پر اقتدار حاصل کر کے وہ مجھ سے انتقام لینے کی فکر میں پڑ جاتا میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا وہ لیکن پھر بھی مجھے زیادہ زندگیوں سے کھیلنے کی اجازت نہیں ہے ایک پابندی ہے میرے اوپر۔''

''فرمایئے روشاق۔''

میں نے کہا۔

''وہ دونوں احمق تمہیں الجزائر لے جانا چاہتے تھے تم نے صحیح موقف اختیار کیا اب تمہاری منزل مصر ہونی چاہئے خیر چھوڑو یہ تمہاری ایک امانت ہے میرے پاس اسے واپس لے لو۔ اس نے

اس نے لباس میں ہاتھ ڈال کر کھینچ نکالا اور اسے میری طرف بڑھا دیا چمکتی ہوئی کوئی گول سی شے تھی۔
میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا ہے۔

''کیا ہے۔''

یہ میں نے پوچھا۔

''شلزانہ اوشیاناس۔ یہ تمہارا قومی زیور ہے اسے اپنے بازو میں لپیٹ لو تا کہ تمہاری شناخت ہے۔''

''کیسی شناخت؟''

میں نے سوال کیا جس کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا پھر کچھ دیر کے بعد فلسفیانہ انداز میں بولا۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ وسکن ڈیزل کی تحقیق احمر جنیدی اور عدنان ثنائی سے کہیں زیادہ موثر ہے لیکن تاریخ کو پڑھ کر اسے دور سے دیکھ کر مؤرخ کی حیثیت تو حاصل کی جاسکتی ہے گواہ کی نہیں ان میں سے کوئی تاریخ کا گواہ نہیں ہے خصوصاً جنیدی تو بالکل بے وقوف تھا اگر خود ہارون دانش اسے اپنی کہانی نہ سناتا تو اسے کچھ نہ معلوم ہوتا یہ لوگ صرف تمہارے سہارے تاریخ کے گواہ بننا چاہتے تھے تمہیں تھوڑی بہت تفصیل معلوم ہو چکی ہے مصر پہنچنے کے بعد اور بھی بہت کچھ معلوم ہوگا اسی وقت تم شلزانہ اوشیاناس کے بارے میں بھی جان لوگی۔''

''میں الجھنوں سے نکلنا چاہتی ہوں مسٹر روشاق اب مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں جاننا۔''

روشاق چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔

''تم نے بنیادی طور پر غلطی کی ہے نشاء شاید غلط فیصلے کرنے کی سرشت تمہیں اپنے باپ سے ورثے میں ملی ہے اور جو واقعات پیش آئے ان کا شکار ہو کر تم پر اپنی شناخت کا جنون سوار ہو گیا ہارون دانش نے کارچوک کی پہاڑیوں میں سنہری تابوت اور اس میں لپٹی لاش دستیاب ہو جانے پر پورا ہی چولا بدل لیا۔

اور تاریخ کے لبادوں میں خود کو لپیٹ لیا بے شک وہ آفاقی ذہانت کا مالک ہے مادی زندگی سے تعلق رکھنے کے باوجود غیر مادی شخصیتوں سے زیادہ پراسرار اس نے روشنی اور تاریکی میں ضم ہونے کا راز جان لیا ہے اور اگر تاریخ کی فنانہ اس کے ساتھ اپنے وجود کو نہ مٹا لیتی تو شاید وہ بھی اس کا سراغ کھو بیٹھتی مگر اس نے ہارون دانش کا پیچھا نہ چھوڑا اور اس کا ساتھ اپنا لیا اور آج بھی اس کا تابوت ہارون دانش کے ساتھ ہے۔ میری مراد سلانوسیہ سے ہے انوکھی داستان ہے۔

بی بی کوئی نہیں سمجھ پائے گا مجھے عرصہ دراز سے اس کی تلاش تھی اور بڑی کاوشوں سے میں نے ان دو گدھوں کا ساتھ حاصل کیا۔ پھر جب تم ہمیں نظر آئیں تو ہم نے سلانوسیہ کی جستجو کی اور تمہیں اس کا ذریعہ بنایا یہ تصدیق ہو گئی کہ سلانوسیہ اس گھر میں تھی جہاں میں نے تمہیں بھیجا تھا اور جہاں

سلانوسیہ ہو وہیں ہارون دانش کا وجود ملتا ہے مگر دانش چالاک تھا اس نے سلانوسیہ کے ساتھ وہ جگہ چھوڑ دی اور ہم لوگ پھر خلا میں بھٹکتے رہ گئے۔

نشاء اپنا انداز فکر بدلو بہت مختصر وقت رہ گیا ہے جب تاریخ کے دریچے تم پر کھل جائیں گے تم بہت بڑی ہو، تم نے بے مقصد الجھنیں پال لی ہیں یہ سب گدھے ہارون دانش کے مقابلے میں مٹی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے، آنے والا وقت تم پر تاریخ کے دروازے کھول دے گا اور شلزانہ اوشیاناس تمہارا بہترین راہبر ثابت ہوگا، سونے کا یہ زیور یہ ناگن جس کی سبز آنکھوں میں تمہارا ماضی پوشیدہ ہے۔ تمہاری بہترین دوست ثابت ہوگی، تو اسے اپنے بازو سے لپیٹ لو۔'' روشاق نے وہ ناگن میرے بازو سے لپیٹ دی جسے میں نے غور سے دیکھا بھی نہ تھا۔

✣✣✣

غور نہ کیا جائے تو کچھ بھی نہیں' لیکن اگر خود پر غور ہی کر لیا جائے تو دماغ کی چولیں ہل جاتی تھیں۔ بارہا یہ خیال میرے ذہن میں آتا تھا کہ لوگ کس قدر پرسکون نظر آتے ہیں' آرام سے زندگی گزار رہے ہیں' مسائل کہاں ہوتے ہیں' طرح طرح کے مسائل' لیکن ایسا مسئلہ شاید ہی کہیں اور ہوتا ہو' بالکل انوکھی اور اجنبی باتیں تھیں۔ روشاق میری صورت دیکھ رہا تھا' وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا' پھر بولا۔

''اور میں تجھے بتا چکا ہوں زمانہ قدیم کی پراسرار روح نجانے کیا کیا کہانیاں اپنے ساتھ لپٹائے ہوئے ہے۔''

''مگر میں تھک چکی ہوں مسٹر روشاق' میرا دماغ ہر وقت چٹختا رہتا ہے' میں ان ہوشربا مشکلات سے آزادی چاہتی ہوں' مجھے کچھ نہیں معلوم کہ یہ سب کیا ہے؟''

میرے ان الفاظ پر روشاق بہت دیر تک خاموش رہا' پھر بولا۔ ''ادھر بیٹھ جاؤ میں تمہیں کچھ بتاتا ہوں۔''

میں نے روشاق کے کہنے پر عمل کیا' اس کی پراسرار شخصیت کو تو میں نے پہلے ہی تسلیم کر لیا تھا' اب اس کی شخصیت اور مستحکم ہو گئی تھی۔ کچھ لمحوں کے بعد وہ پرخیال انداز میں بولا۔

''مصر کی قدیم بادشاہی کا سلسلہ تیسرے سے چھٹے خاندان تک رہا اور یہ دور دو ہزار سات سو قبل مسیح سے دو سو قبل مسیح تک قائم رہا۔ ممتس سرگرمیوں میں جہاں اور بہت سی داستانیں پوشیدہ ہیں' وہیں ایک نام نشور علائی بھی نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایک انوکھا شخص تھا۔ اس کا تعلق نہ قدیم بادشاہی سلسلے سے تھا اور نہ مصر کے ان لوگوں سے جو خالص مصری نژاد تھے۔ نشور علائی سمندری سفر کر کے مصر آیا تھا اور وہیں آباد ہو گیا تھا۔

وہ پوشیدہ علوم کا عامل تھا۔ پرندے اس کے ہم عصر تھے اور مصر کے رہنے والے اسے پرندوں کا جادوگر کہتے تھے۔ بعد میں اس کے بیٹے نے باپ کا منصب سنبھالا اور انہی روایات کے ساتھ زندگی گزارنے لگا۔ نشور علائی کا دانش کدہ اب اس کے نوجوان بیٹے کے تصرف میں تھا' جہاں وہ اپنے باپ کے علوم سے استفادہ کر رہا تھا۔ نشور علائی کا بیٹا ابن علائی اس پر فریفتہ ہو گیا' لیکن

اپنے باپ کی عطا کیے ہوئے علم کی دولت سے اس نے یہ معلوم کیا کہ رنگ و نور کی یہ دیوی اس زمانے سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ وہ مصر کے آئندہ آنے والے دور کی ایک شخصیت ہے‘ لیکن وہ دور بہت دور تھا۔ ہوسکتا تھا ہزاروں سال آگے‘ تب نشور علائی کے بیٹے نے سوچا کہ جب وہ اس کائنات میں ظہور پذیر ہوگی تو خود اس کا اپنا وجود زمین کی گہرائیوں میں گم ہو چکا ہوگا‘ لیکن وہ جانتا تھا کہ زمین کی گہرائیاں کس طرح ایک جسم کو پناہ دے سکتی ہیں کہ وہ عرصہ دراز تک اپنی ہیئت قائم رکھے اور یہی اس کے باپ علائی کا وہ سب سے مشکل عمل تھا‘ جس کی تکمیل کرتے ہوئے آخر کار اس نے اپنے آپ کو فنا کرلیا تھا‘ البتہ نوجوان بیٹا جو کچھ جانتا تھا وہ اپنے باپ سے زیادہ تھا اور اسے علم تھا کہ زندگی کو اگر مستعار کر کے زمین کے حوالے کر دیا جائے تو زمین اس کا تحفظ کرتی ہے اور اس کے لئے اس نے تمام کوششیں صرف کر دیں۔

یہ دیوانگی ہی تھی‘ لیکن اس نے دیوانگی کو اپنا لیا‘ لیکن کچھ ایسی کمی رہ گئی تھی جس کی وجہ سے اسے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہوسکی اور وہ اس آنے والے زمانے سے آگے بڑھ گیا‘ کیونکہ وقت کا صحیح تعین نہیں کر پایا تھا۔ کائنات کی کہانیاں اسی طرح کی ہوتی ہیں نشاء میرا دل تو چاہتا ہے کہ میں تمہیں ان ناموں سے مخاطب کروں جو اس سلسلے میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں‘ لیکن فی الحال میں تمہیں نشاء ہی کہہ کر مخاطب کروں گا۔

ویسے نشاء میں تمہیں بتاؤں جیسا کہ میں نے ابھی کہا کہ کائنات کی کہانیاں اسی طرح کی ہوتی ہیں‘ ہر ذی روح اپنے طور پر بہت کچھ سوچتا ہے‘ جس طرح ابن علائی نے اپنے آپ کو ایک مقصد اور ایک نئی دنیا کے لئے فنا کیا‘ لیکن کچھ مشکلوں کا شکار ہوگیا۔ اس کی کہانی کو مکمل کرنے سے پہلے میں تمہیں شالاس کی کہانی بتاؤں‘ جس کی کہانی بالکل اسی طرح کی تھی‘ لیکن وہ خوش قسمت نوجوان اپنی زندگی کا طویل ترین سفر طے کر کے آخر کار اس دنیا میں آگیا۔ یہ ایک بنیادی فرق ہے اس دور کا اور اس دور کا‘ یہ کہانی جس طرح میرے علم میں آئی تم اسے میرے علوم کا ایک حصہ سمجھ لو۔“

”شالاس......شالاس کون تھا؟“

”ہاں‘ وہی میں تمہیں بتا رہا ہوں۔“ روشاق کی آنکھیں جیسے خلاء میں کھوگئیں۔ پھر اس نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ناندنی سرسبز درختوں سے گنگناتے آبشاروں‘ رقص کرتی ہوئی ندیوں کی بستی تھی۔ فلک بوس پہاڑوں نے اسے تین اطراف سے گھیر رکھا تھا۔ یہ پہاڑ ناقابل عبور سمجھے جاتے تھے۔ ناندنی کے دشمن عقب سے اس پہاڑوں پر چڑھنے میں ہمیشہ ناکام رہے تھے‘ البتہ بستی کی طرف سے ان پہاڑوں نے بستی کے خوبصورت باشندوں کے لئے آغوش پھیلا رکھی تھی اور ناندنی بستی کے چھوٹے چھوٹے خوبصورت بچے‘ ناہموار چٹانوں کی گود میں پرورش پاتے تھے۔

ان چٹانوں نے بڑی محبت سے ان پودوں کی پرورش کا ذمہ لیا ہوا تھا اور مسلسل اپنا فرض

انجام دے رہی تھیں۔ انہوں نے نا ندنی کے نونہالوں کی ماؤں کے ہمیشہ ہاتھ بٹائے تھے۔ شالاس بھی انہیں چٹانوں کی گود میں پل کر جوان ہوا تھا۔ شالاس اس بستی کا سردار کا بیٹا تھا' بستی کا ہونے والا سردار' لیکن اس میں سرداری کی خوشبو نہیں تھی۔ وہ بستی کے قوی ہیکل اور جنگجو لوگوں سے بالکل مختلف' نازک اندام سا' شاعرانہ خدوخال رکھنے والا' وہ سرداری کی کسی روایت پر پورا نہیں اترتا تھا اور بستی کے سردار نے اس کی عمر کے اٹھارویں سال میں اعلان کر دیا تھا کہ ''چونکہ شالاس سرداری کے قابل نہیں ہے اس لئے سرداری کی صلاحیتیں رکھنے والے کسی بھی نوجوان کو سردار بنایا جائے گا۔''

یہ اعلان اس رسم کے بعد کیا گیا تھا' جب شالاس اٹھارھویں سال کے پہلے شکار میں ناکام رہا تھا۔ بستی کی روایت کے مطابق سردار کا بیٹا اٹھارھویں سال میں سرداری کے لئے نامزد ہوتا تھا۔ اسے عمر کا اٹھارواں سال پورا ہوتے ہی پہلی بار ہرنوں کے ایک جوڑے کا شکار کرنا ہوتا تھا۔ رسم کے مطابق نامزد سردار انیسویں سال کی پہلی صبح اپنے دوستوں اور بزرگوں کے ساتھ جنگل میں نکل جاتا اور پھر اسے ہرنوں کا ایک جوڑا شکار کرنا ہوتا تھا۔ شالاس بھی انیسویں سال کی پہلی صبح تیر کمان لے کر شکار کرنے کے لئے نکلا۔ اسے شکار کے لئے زیادہ دوڑ دھوپ نہیں کرنی پڑی اور تھوڑی دیر کے بعد ہی اسے ہرنوں کا ایک جوڑا نظر آیا' جو درختوں کے درمیان خوش فعلیاں کر رہا تھا۔ اس کے ساتھی اس کی خوش قسمتی پر مسرور ہو گئے کہ اسے اپنی زندگی کی خاص رسم میں زیادہ پریشانی نہیں اٹھانی پڑی۔

شالاس نے تیر کمان پر چڑھا لیا۔ اسے کھینچا اور عین اس وقت جب وہ تیر چھوڑنے والا تھا' ہرنی نے بڑے پیار سے ہرن کے کندھے پر منہ رکھ دیا۔ وہ اس سے اپنے محبت کا اظہار کر رہی تھی۔ پھر شالاس کے ہاتھ کانپ گئے۔ اس نے کمان ڈھیلی کر دی اور پھر اس کے دونوں ہاتھ لٹک گئے۔

''کیا کر رہے ہو شالاس' یہ بدشگونی ہے۔'' اس کے ایک بزرگ نے اس کا کندھا جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

''نہیں بابا! مجھے ایسی سرداری نہیں چاہئے جو دو محبت بھرے دلوں کے خون میں نہائی ہوئی ہو۔ میں سرداری کے قابل نہیں ہوں' میں تو سراپا محبت ہوں' میں یہ ظلم نہیں کر سکتا۔'' اس کے بزرگوں نے اسے بہت سمجھایا' لیکن شالاس کسی طور نہ مانا' تب وہ بہت بے نیل و مرام واپس آ گئے۔ سردار نے جب یہ بات سنی تو اس کا چہرہ پتھر کی طرح سخت ہو گیا اور پھر اس نے گرجدار آواز میں کہا۔

''بے شک ہم شالاس کی دیانت داری کے قائل ہیں' بستی کو کسی ایسے سردار کی ضرورت نہیں جو ہرنوں کا ایک جوڑا بھی شکار نہ کر سکے۔ ضروری نہیں کہ سردار کا بیٹا ہی سردار ہو' ہر نوجوان سردار کا بیٹا ہے' ہم اسے سردار بنائیں گے جو اس منصب کا اہل ہو۔''

اس طرح شالاس سرداری کے لئے نااہل قرار دے دیا گیا' لیکن شالاس کو ذرا برابر رنج نہ تھا۔ وہ تو خوش خوش سرسبز پہاڑ کی سب سے بلند چوٹی پر سفید ریش یابون کے سامنے بیٹھا مزے لے لے کر ہرنوں کی کہانی سنا رہا تھا۔

تب میری آنکھوں میں زرگانہ کی شکل گھوم گئی۔ وہ بھی کبھی کبھی میرے کندھے پر اپنی ننھی سی ٹھوڑی ٹکا دیتی ہے' وہ اس ہرن کی طرح زرگانہ ہوگی۔ اب سوچو بابا اگر مجھے قتل کر دیا جائے تو زرگانہ کا کیا ہوگا یا اگر میری آنکھوں کے سامنے زرگانہ کو قتل کر دیا جائے تو کیا مجھے رنج نہ ہوگا' میں اس ہرن کو رنجیدہ کیسے کر سکتا تھا۔ میں نے اس کے لئے سرداری چھوڑ دی۔''

بوڑھا یابون خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ شالاس کے خاموش ہو جانے کے بعد بھی وہ کافی دیر تک اس کی شکل دیکھتا رہا' پھر بھاری لہجے میں بولا۔

''وہ تجھے نہیں جانتے شالاس' وہ تجھے نہیں پہچانتے' وہ پگلے کیا جانیں کہ تو کیا ہے' تو تو محبت کی تصویر ہے۔ اب باتوں سے تیرا کیا تعلق۔ وہ تجھے کبھی نہیں پہچانیں گے' تیرا اس دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''مگر مجھے کیا' بابا کسی کو بھی سردار بنا دیں' میں تو اس خوبصورت بستی کے کسی بھی کونے میں خوش رہ لوں گا' مجھے سرداری سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔'' شالاس نے کہا۔

''میں جانتا ہوں' لیکن میں رنجیدہ ہوں' کاش تو ان کے قابل ہوتا۔''

''ان باتوں کو چھوڑو بابا' تم مجھے وہی انوکھی باتیں سناؤ' جنہیں سن کر انسان خوابوں کی دنیا میں کھو جاتا ہے۔ مجھے وہی باتیں سناؤ۔'' شالاس نے کہا اور بوڑھا یابون کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا' پھر اس کی آواز گونجی۔

''ہاں بیٹا میرا علم بتاتا ہے وہ دنیا انوکھی ہوگی' انسان کو بے پناہ قوتیں حاصل ہوں گی۔ وہ آسمان میں پرواز کرے گا' وہ سمندر کے سینے پر دوڑتا پھرے گا۔ پوری دنیا اس کی آنکھوں کے سامنے ہوگی اور تو اور یہ حسین چاند' محبت کی یہ علامت اس کے قبضے میں ہوگی۔ چاند اس کی گود میں آ گرے گا اور وہ خود کو اس چاند سے زیادہ حسین بنا لے گا۔''

''اوہ! بابا کیسے ہوں گے وہ لوگ' کیسی ہوگی وہ دنیا' کاش ......'' شالاس حسرت بھرے لہجے میں بولا۔

''کاش بابا میں یہ دنیا دیکھ سکتا' کاش ......'' یہ خواہش شالاس نے کئی بار کی' لیکن بوڑھا یابون جانتا تھا کہ وہ بستی کا ہونے والا سردار ہے۔ اسے اس بستی کے لوگوں کے مسائل حل کرنا ہیں' اسے نادنی کے دشمنوں کو شکست دینی ہے' لیکن شالاس کی دوسری حیثیت ہے۔ آج اس نے محبت کے لئے سرداری ٹھکرا دی تھی۔ آج وہ ایک عام انسان تھا' بستی کے لئے اس کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی' آج اس کی اس خواہش نے بوڑھے یابون کو سوچ میں ڈال دیا اور وہ کافی دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا' پھر اس نے گردن اٹھا کر شالاس کی طرف دیکھا۔

''تو اس دنیا کو دیکھنے کا خواہش مند ہے۔''

''ہاں بابا! اس دنیا کی باتیں میری روح کی گہرائیوں کو جھنجھوڑ دیتی ہیں۔ میں تڑپنے لگتا ہوں'

ں سوچتا ہوں کاش میں ابھی نہ پیدا ہوا ہوتا' کاش میں اس دنیا کا باسی ہوتا' بابا...... اگر اس دنیا کو دیکھنے کے لئے مجھے ہزار بار مرنا پڑے تو میں تیار ہوں۔''

''تو زرگانہ کو چھوڑ دے گا؟''

''تم صرف زرگانہ کی بات کر رہے ہو' میں تو دنیا چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ بابا مجھے اس دنیا میں پہنچا دو۔ بستی والے نہیں جانتے' لیکن میں جانتا ہوں تمہارا علم لامحدود ہے۔ تمہاری قوت لامحدود ہے۔ مجھے یقین ہے بابا تم یہ کام کر سکتے ہو' مجھے اس دنیا میں پہنچا دو' میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔''
شالاس نے بوڑھے یابون کے پاؤں پکڑ لئے اور یابون آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔

''جاؤ شالاس' اس وقت واپس چلے جاؤ' کل میرے پاس آنا۔ رات کو میں ارسان کے معبدوں سے مشورہ کروں گا' ان سے رہنمائی طلب کروں گا اور اگر انہوں نے مجھے اجازت دی تو تمہاری یہ خواہش پوری ہو جائے گی اور اگر انہوں نے اجازت دی تو ایک انوکھی کہانی جنم لے گی۔ جاؤ میرے بچے' مجھے تم سے بے پناہ محبت ہے' میں تمہارے لئے اپنے علم کا ایک ایک قطرہ بہانے کو تیار ہوں۔'' یابون نے کہا اور شالاس نے اس کے پاؤں چھوڑ دیئے۔

یابون کے حکم سے سرتابی اس کی مجال نہیں تھی اور بوڑھے یابون کا وہ بچپن سے معتقد تھا۔ تین سال کی عمر سے وہ یابون سے محبت کرتا تھا' جب اس کے پاؤں پہلی بار سبز پہاڑ کی چٹان پر جمے تھے اور جب پہلی بار یابون نے اسے اٹھا کر سینے سے لگا لیا تھا۔ اس وقت سے وہ روزانہ یابون کے پاس جاتا تھا۔ یابون اسے کہانیاں سناتا تھا۔ پراسرار اور انوکھی کہانیاں' جو اس وقت اس کی سمجھ میں بھی نہیں آتی تھی' لیکن جوں جوں وہ بڑا ہوتا گیا یہ کہانیاں اس کی سمجھ میں آنے لگیں۔ اب اسے ان کہانیوں سے عشق تھا۔ اسے یابون سے عشق تھا اور یابون بھی اس سے بے پناہ محبت کرنے لگا تھا۔ شالاس اسے نہ ملتا تو وہ بے چین ہو جاتا۔ شالاس کی شاعرانہ طبیعت اور تربیت میں یابون کا بڑا ہاتھ تھا۔

خود یابون کی شخصیت اس بستی میں عجیب تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یابون اس بستی کا باشندہ نہیں تھا۔ اس کا تعلق کسی اور قبیلے سے تھا۔ تیس سال قبل وہ یہاں آ کر آباد ہو گیا تھا۔ اس وقت بھی وہ اتنا ہی بوڑھا' اتنا ہی تندرست تھا۔ اس نے رہنے کے لئے بستی کی کوئی جھونپڑی پسند نہیں کی تھی' بلکہ سرسبز پہاڑ کی بلند چوٹی کو اپنا مسکن بنایا تھا۔ وہ ہمیشہ بستی کے لوگوں سے الگ الگ رہا۔ اس لئے بستی کے باشندے اس سے گھل مل نہ سکے تھے۔ کوئی اسے بہت بڑا جادوگر سمجھتا' کوئی پاگل ...... لیکن...... اس کے جادو یا پاگل پن نے بستی والوں کو آج تک کوئی نقصان نہ پہنچایا تھا۔ اس لئے وہ اسے برداشت کئے ہوئے تھے۔ بستی کے کچھ لوگ اس سے ملتے جلتے بھی تھے' لیکن یابون نے انہیں کوئی اہمیت نہیں دی اور رفتہ رفتہ سب لوگ اس سے بے تعلق ہو گئے' لیکن تین سالہ شالاس نے جب سے اس سے دوستی کی تھی' آج تک نبھا رہا تھا۔ پورے پندرہ سال گزر چکے تھے اور شالاس کی

محبت اور دوستی لحظہ بہ لحظہ بڑھتی رہی تھی۔ یابون کے بارے میں جس قدر شالاس جانتا تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔ شالاس یابون کی پراسرار قوتوں سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یابون بہت بڑا حکیم ہے۔ وہ جڑی بوٹیوں کا ماہر ہے اور ان جڑی بوٹیوں نے ہی نجانے کب سے یابون کی صحت برقرار رکھی ہے۔ یابون جڑی بوٹیوں سے غذا حاصل کرتا ہے' اس کا مذہب بھی نانڈنی والوں سے جدا تھا۔ اسے اوسان کے معبود سے بڑی عقیدت تھی' لیکن زندگی کے ان پندرہ سالوں میں بوڑھے یابون نے کبھی شالاس کو مذہب سے بھٹکانے کی کوشش نہیں کی تھی' اس کا کہنا تھا۔

''مذہب سب اچھے ہوتے ہیں۔ ان کا مقصد انسان کو نیکیوں کی تلقین ہوتا ہے' یہ انسان ہے جس نے اپنے مفاد کی خاطر مذاہب کو کچھ سے کچھ بنا لیا ہے۔''

شالاس جس وقت اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس نے ایک عجیب سا سکوت محسوس کیا۔ اس کا باپ بھی گھر میں موجود تھا' لیکن خاموش' ماں بھی خاموش تھی۔ ایک عجیب سا سوگ گھر پر طاری تھا۔ اس نے حیرانی سے اس سکوت کو محسوس کیا اور اپنی ماں کے قریب پہنچ گیا۔

''کیا بات ہے ماں؟'' اس نے پوچھا اور اس کی ماں ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''تو نے اس خاندان کی جڑیں کاٹ دی ہیں شالاس' تو نے بالآخر اس خاندان کو ختم کر دیا۔ اب اس خاندان میں کوئی سردار نہ ہوگا' ہم پشت ہا پشت سے بستی کی سرداری کرتے آ رہے ہیں۔ اب یہاں کے عام انسان ہو کر رہ جائیں گے' تو نے مجھے ذلیل کیا ہے شالاس' اب لوگ کہیں گے کہ یہ میں ہی تھی جو کسی ایسے بیٹے کو جنم نہ دے سکی جو سرداری کے قابل ہوتا۔ حالانکہ اس خاندان کی ماؤں نے سردار جنے تھے' تو نے مجھے پستیوں میں دھکیل دیا ہے شالاس' اب میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی ہوں۔''

''باپ تو کہتا ہے کہ یہ پوری بستی ایک خاندان ہے' بستی کا کوئی بھی شخص سردار بن جائے' سردار اسے بننا چاہئے جو اس کا اہل ہو' میری طبیعت سرداری کی طرف مائل نہیں ہے ماں' میں تو ایک محبت کرنے والا انسان ہوں۔ یہ تو اچھا ہے کہ کوئی اور جیالا نانڈنی کی حفاظت کرے۔''

''یہ سب بوڑھے یابون کی تربیت ہے۔'' دروازے سے اس کے باپ کی آواز سنائی دی اور اس نے چونک کر باپ کی طرف دیکھا۔

''ہاں بابا! بوڑھے یابون نے مجھے محبت سکھائی ہے۔ اس نے میرے دل میں درد جگایا ہے' کیا اس نے برا کیا ہے؟''

''ہاں' اس نے سردار توماس سے غداری کی ہے۔ اس نے ہمارے خاندان کو ختم کیا ہے۔ میں ہمیشہ سے اس بوڑھے کو ناپسند کرتا ہوں' لیکن اب ...... اس کے بارے میں کچھ سوچنا ہی پڑے گا۔''

''وہ عظیم ہے بابا! اس کا علم لامحدود ہے۔ وہ محبت کا چشمہ ہے۔ اس نے صرف محبت کا سبق دیا ہے' وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا' تم اسے کیا جانو بابا۔ وہ ایسی دنیا کی باتیں جانتا ہے جس کا ابھی کوئی وجود

'ڈں ہے' لیکن وہ معرض وجود میں ضرور آئیں گی' میں تم سے اس دنیا میں جانے کی اجازت چاہتا ہوں بابا...... مجھے اجازت دے دو ماں' یہ بستی میرے قابل نہیں ہے' میں وہ عظیم دنیا دیکھنے کا خواہش مند ہوں۔"

"بوڑھے یابون نے تجھے پاگل کر دیا ہے شالاس۔ اس نے آج ہمیں یہ دن دکھایا ہے' میں ابھی سردار ہوں' کل ہی سیانوں کی سبھا میں یابون کا مسئلہ پیش کروں گا۔ یابون ہمارے نوجوانوں کو ناکارہ کر رہا ہے' اسے یہاں سے نکلنا ہوگا ورنہ ہم اسے قتل کر دیں گے۔"

"ہاں ......تم یہ کام کر سکتے ہو بابا! یابون یہ کام نہیں کر سکتا۔ نہ ہی وہ اس کام کی تربیت دیتا ہے۔ قتل و غارت گری کو وہ بہت بڑا گناہ سمجھتا ہے' لیکن اس کے باوجود بے شمار قوتوں کا مالک ہے' مجھے یقین ہے بابا تم یہ کام نہ کر سکو گے۔ میں قتل و غارت گری کی ان باتوں سے نفرت کرتا ہوں' بے پناہ نفرت' میں تمہاری اس دنیا سے چلا جانا چاہتا ہوں' کاش اوسان کے معبود یابون کو وہ قوتیں بخش دیں۔" اس نے کہا اور گھر کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

اس کے باپ یا ماں نے اسے آواز نہیں دی تھی۔ ٹھنڈی ندی کے دوسرے کنارے پر وہ ایک چٹان سے ٹیک لگائے کسی خیال میں گم تھا کہ زرگانہ نے پیچھے سے اس کی آنکھیں ڈھک لیں۔ زرگانہ کے کنوارے جسم کی مہک کو وہ میلوں دور سے سونگھ سکتا تھا' چہ جائیکہ وہ اس کے بالکل قریب ہو' طبیعت مکدر ہونے کے باوجود اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے زرگانہ کے ملائم ہاتھوں کو آنکھوں سے نہیں ہٹایا تھا۔ ان ہاتھوں کے لمس سے اسے بڑا سکون مل رہا تھا۔

"بتاؤ میں کون ہوں؟" زرگانہ کی سحر آگیں آواز گونجی۔

"تم زندگی ہو' تپتے ہوئے صحراؤں میں ٹھنڈی چھاؤں ہو' اگر تم نہ ہوتیں تو یہ بستی دھوپ سے جل جاتی۔" اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"نجانے یہ کیا کیا کہہ رہے ہو' میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔" زرگانہ دونوں ہاتھ ہٹا کر حیران شکل بنائے اس کے سامنے آگئی۔

"اگر اس چشمے پر اس جگہ کوئی مجھے قتل کر دے زرگانہ تو کیا تمہیں افسوس نہ ہوگا؟"

"افسوس...... میں تو اسی جگہ اس پتھر سے سر پٹخ کر مر جاؤں گی۔" زرگانہ نے کہا۔

"پھر...... پھر میں اس ہرن کو کیسے مار دیتا' میں نے اس کی زندگی بچالی زرگانہ' میں نے اپنی زندگی بچالی۔ کیا میں نے برا کیا؟"

"سب لوگوں کو بہت افسوس ہے' لیکن میں بہت خوش ہوں شالاس میں تمہیں اس رحمدلی کی مبارک باد دیتی ہوں۔"

"یہ بستی میرے قابل نہیں ہے زرگانہ' میں اس کے قابل نہیں ہوں۔ میں اس دنیا کو دیکھنے کا خواہش مند ہوں جو بہت انوکھی ہوگی۔ یابون اس دنیا میں مجھے بھیج دے گا' کیا تم مجھے وہاں جانے

کی اجازت دو گی؟''

''کب واپس آؤ گے شالاس؟'' زرگانہ نے اداسی سے پوچھا۔

''شاید کبھی نہیں، وہ دنیا ایسی ہے کہ وہاں سے واپسی کا دل ہی نہیں چاہے گا۔''

''مجھے یہیں چھوڑ دو گے۔ میں پھر کس سے محبت کروں گی؟''

''خود سے، اس بستی سے، یہاں کے رسم و رواج سے، اپنی اپنی طبیعت ہے، مجھے یہ سب کچھ پسند نہیں ہے، کیا تم میرے ساتھ اس دنیا میں چلو گی؟''

''نہیں میں اپنے ماں باپ کو نہیں چھوڑ سکتی۔ اپنی بھیڑوں کو نہیں چھوڑ سکتی، مجھے ان پہاڑوں سے محبت ہے، مجھے یہ درخت بہت پسند ہیں۔ میں انہیں نہیں چھوڑوں گی۔''

''تب مجھے اس دنیا سے چلے جانے کی اجازت دو زرگانہ میری اور تمہاری پسند میں فرق ہے۔'' اس نے کہا اور زرگانہ اس سے ناراض ہو گئی۔

''جاؤ، میں تم سے نہیں بولتی۔ میں اب کبھی تمہارے پاس نہیں آؤں گی۔'' اور زرگانہ ناراض ہو کر چل دی۔ وہ خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اس نے زرگانہ کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ زرگانہ اس انداز میں پیچھے مڑ کر دیکھ رہی تھی، جیسے وہ اسے بلا لے گا، دوڑ کر پکڑ لے گا، لیکن شالاس کو اب اس ماحول سے دلچسپی نہیں تھی، وہ سب کچھ بھول جانا چاہتا تھا۔ زرگانہ کو بھی، اسے تو اس دنیا میں سانس لینے کی آرزو تھی جو خوابوں کی طرح انوکھی تھی، وہ اس دنیا کے لئے سب کچھ چھوڑ دینے کو تیار تھا۔ زرگانہ اس کی محبوبہ ضرور تھی، اس کی منزل نہیں تھی اور زرگانہ کو اس دنیا سے محبت تھی، وہ ان پہاڑوں کو چاہتی تھی۔ اسے اپنی بھیڑوں سے محبت تھی جو ایک آواز پر اس کے گرد جمع ہو جاتی تھیں۔ اس میں اور زرگانہ میں بہت فرق تھا۔ وہ تجسس پسند تھا اور زرگانہ ایک ساکت جھیل کی طرح تھی۔ اسے جھیلوں کا سکوت پسند نہیں تھا، اسے یقین تھا کہ زرگانہ اس کے بغیر بھی زندگی گزار لے گی۔

کاش بوڑھے یابون کو اس کے معبودوں کی اجازت مل جائے۔ وہ رات اس نے بڑی بے چینی سے گزاری اور دوسری صبح بھیڑوں کے دودھ اور موٹی روٹی کا ناشتہ کر کے وہ بوڑھے یابون کی طرف چل دیا۔ چٹانوں کی سیڑھیاں اوپر تک چلی گئی تھیں۔ بیرونی دنیا کے باشندوں کو اس بلندی پر چڑھنا ایک خاصی دشوار مہم ہو سکتا تھا، وہ بچپن سے اس راستے پر دوڑتا کھیلتا رہا تھا، تھوڑی دیر کے بعد وہ بوڑھے یابون کی جھونپڑی کے سامنے تھا۔

''میں اندر آ سکتا ہوں بابا؟'' اس نے باہر سے آواز دی۔

''آ جاؤ......'' بوڑھے کی آواز میں سمندر کا سا ٹھہراؤ تھا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔ یابون نیل گائے کی کھال بچھائے جھونپڑی کے درمیان میں بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے لکڑی کے پیالے میں پانی بھرا ہوا تھا۔ قرب و جوار میں بہت سی عجیب عجیب چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ جانوروں کی کھوپڑیاں، ان کے جسم کے مختلف حصوں کی ہڈیاں، مردہ سانپ اور دوسرے حشرات الارض اور بہت سے جھاڑ

تھا۔ یہ چیزیں شالاس بچپن سے دیکھتا آیا تھا' لیکن ان کا مصرف آج تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ وہ خاموشی سے بوڑھے یابون کے سامنے بیٹھ گیا۔ یابون کی آنکھیں انگارے کی طرح سرخ تھیں۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ شالاس معصومیت سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا' چند منٹ کے بعد یابون کی آواز گونجی۔

''اوسان کے معبدوں نے تمہیں اس دور میں جانے کی اجازت دے دی ہے میرے بچے' لیکن اس کے ساتھ کچھ انکشافات بھی کئے ہیں۔ وہ دور کانٹوں کا دور ہوگا اور اس دور کا انسان بڑی مشکلات سے دوچار ہوگا۔ یہ جاننے کے بعد بھی تم اس دور میں جانا پسند کرو گے؟''

''ہاں بابا کانٹے میری راہ میں حائل نہیں ہو سکتے' میں اس دور کو دیکھنے کی شدید آرزو رکھتا ہوں۔''

''تب میرے بچے میں تمہیں خود سے جدا کرنے پر مجبور ہوں۔'' بوڑھا یابون تمہارے بغیر بڑی کٹھن زندگی گزارے گا' لیکن دیوتا کی یہی مرضی ہے۔ سنو شالاس! اس دور میں جانے کے لئے تمہیں ایک طویل زندگی گزارنی ہوگی' پتھر کے ایک مجسمے کی حیثیت سے تمہیں جگ بتانے ہوں گے' تم دیکھو گے' سوچو گے' سمجھو گے لیکن ایک پتھر کی حیثیت سے' تمہاری آواز تمہارے اختیار میں نہ ہو گی' تمہارے اعضاء تمہارے قابو میں نہیں ہوں گے۔ بظاہر تم ایک بے جان بت ہو گے' لیکن تمہارا دل تمہارے سینے میں دھڑکے گا' تمہاری آنکھیں ہر اچھے برے منظر کو دیکھیں گی' بولو کیا تم یہ طویل زندگی قبول کرو گے؟''

''مجھے سب کچھ قبول ہے بابا! مجھے سب کچھ قبول ہے۔''

شالاس نے ضدی بچے کی طرح کہا اور بوڑھے یابون نے ٹھنڈی سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی بند آنکھوں سے آنسوؤں کے دو قطرے بہہ کر گالوں پر لڑھک آئے۔ چند منٹ تک وہ اسی طرح آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا' پھر اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔

''تم اپنے عزیزوں سے مل آئے؟ کیا تمہیں کسی سے ملنے کی آرزو ہے؟ کیا تم نے زرگانہ کو الوداعی بوسہ دیا؟''

''بابا اور ماں مجھ سے ناراض ہیں کہ میں نے ہرن کیوں نہیں شکار کئے۔ زرگانہ کو اپنی دنیا پسند ہے' وہ میرے ساتھ نہیں جانا چاہتی۔ میں نے کل ہی اپنی ماں اور بابا سے کہہ دیا تھا کہ میں ان کی دنیا چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔ زرگانہ سے بھی میں نے کہا تھا اور وہ ناراض ہو کر چلی گئی۔ مجھے وہ دنیا تمام باتوں سے پیاری ہے بابا! مجھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہئے۔''

بوڑھے نے گردن ہلائی اور پھر لرزتے قدموں سے جھونپڑی کی ایک دیوار کی طرف بڑھ گیا۔ دیوار پر لٹکی ہوئی چمڑے کی تھیلی سے اس نے ایک سفید رنگ کی گیند اٹھا لی اور اسے شالاس کی طرف بڑھا دیا۔

''اسے مٹھی میں دبا لو مضبوطی کے ساتھ۔'' اور شالاس نے ایسا ہی کیا' سفید گیند' نرم اور لجلجی سی تھی۔ اس کے دبتے ہی شالاس کے ہاتھ کی انگلیوں سے ایک سیال قطرہ ٹپکا اور زمین پر جم گیا۔ یہ سفید رنگ کا ایک موتی تھی۔ شالاس حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

''یہ موتی تمہیں اس دور کی تاریخ بتاتے رہیں گے' ہر روز تمہارے ہاتھ سے ایک قطرہ ٹپکے گا اور اس کا رنگ سفید ہوگا' جب اس دور کے آنے میں آدھا وقت رہ جائے گا تب یہ موتی سبز ہو جائیں گے اور جب وہ دور آئے گا تو موتی سرخ ہوں گے اور جب سرخ موتیوں کی تعداد بھی ختم ہو جائے گی اور آخری موتی تمہاری مٹھی سے نیچے گر پڑے گا تو تم پتھر سے انسان بن جاؤ گے اور پھر تم اس دور میں سانس لے سکو گے۔ اس کی حقیقتوں سے واقف ہوسکو گے۔ اسے احتیاط سے مٹھی میں پکڑے رہو۔''

اور شالاس نے مٹھی بھینچ لی۔ تب بوڑھا ایک دوسرے کونے میں گیا اور وہاں سے لکڑی کا بنا ہو ایک اور پیالہ اٹھا لیا۔ اس پیالے میں زرد رنگ کا کوئی گاڑھا سیال تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے پیالہ پکڑ کر شالاس کے منہ سے لگا دیا۔

''اسے پی جاؤ' جتنی جلدی ہو سکے' پی جاؤ۔'' اور شالاس نے سارا سیال حلق سے اتار لیا' تب بوڑھے نے پیالہ پھینک دیا اور شالاس کو اپنے سینے سے چمٹا کر سسکیاں بھرنے لگا۔

''الوداع ...... شالاس' میرے ...... بچے الوداع' جاؤ اس بستی سے نکل جاؤ' جس قدر دور جا سکتے ہو چلے جاؤ' یہی تمہارے حق میں بہتر ہے' کیونکہ اس بستی میں رہ کر تمہیں وہ کچھ دیکھنا ہوگا جو تمہارے لئے تکلیف دہ ہوگا' جاؤ جلدی کرو' اوسان کے معبود تمہاری حفاظت کریں گے۔''

شالاس بوڑھے شابون کی جھونپڑی سے نکل آیا' اسے اپنی بستی چھوڑنے کا کوئی افسوس نہیں تھا۔ نئی دنیا کے خواب اس کی آنکھوں میں جگمگا رہے تھے۔ وہ دلکش اور پراسرار دنیا کی تصویر کشی یابون کتنے خوبصورت انداز میں کرتا تھا' اب وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا' اس کے جسم میں مسرت کی لہریں گردش کر رہی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ بستی سے نکل آیا۔ اس کے قدم تیزی سے اٹھ رہے تھے' اس کے سامنے کوئی منزل نہیں تھی۔ بس بابا یابون نے کہا تھا کہ وہ جتنی دور جا سکتا ہے چلا جائے اور وہ چل رہا تھا۔ اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ درخت پیچھے رہ گئے اور اب وہ ایک دوسری بستی کے قریب پہنچ گیا' یہ بستی ناندنی کے دشمنوں کی بستی تھی۔ ناندنی سے اس کی ہمیشہ چلتی رہتی تھی اور دونوں قبیلے ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے' لیکن اب شالاس کو کسی قسم کی فکر نہیں تھی۔ اس کی اب نہ کسی سے دشمنی تھی' نہ دوستی۔ وہ تو دوسری دنیا کا باسی تھا' سورج سر پر چڑھ آیا تھا اور اب شالاس کو اپنے جسم میں سنسنی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی رفتار اب اتنی تیز نہیں رہی تھی۔ اس کے قدم وزنی ہوتے جا رہے تھے۔

''شاید میں چلتے چلتے تھک گیا ہوں۔'' اس نے سوچا اور اس کی رفتار سست ہو گئی۔ سست اور پھر رکنے لگا اور پھر اس کے پورے جسم میں حرکت مفقود ہو گئی۔ وہ پتھر کی طرح ساکت ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے جسم کو دیکھا سب کچھ ساکت اور اس کا ذہن مسرت میں ڈوب گیا۔ یابون کی پیشگوئی درست ہو گئی۔ وہ پتھر بن گیا تھا۔ اس کے ہونٹ مسکرائے اور مسکراہٹ کا یہ کھنچاؤ اس کے اعضاء کی آخری حرکت تھی۔ اس کے ہونٹ بھی مسکراہٹ کے انداز میں ساکت ہو گئے تھے۔

دشمن بستی یہاں سے صرف ایک میل دور تھی۔ شالاس کی پتھریلی نگاہیں اس بستی پر جم گئیں۔ بستی کے چلتے پھرتے لوگ صاف نظر آ رہے تھے۔ پھر اس نے چند سواروں کو اس طرف آتے دیکھا۔ یہ دشمن بستی کے باشندے تھے۔ نجانے یہ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں' اس نے سوچا اور تشویش زدہ نظروں سے آنے والے کو دیکھنے لگا۔ گھوڑے سوار اس سے تھوڑے سے فاصلے سے گزر رہے تھے' لیکن پھر کسی کی نگاہ اس پر پڑ ہی گئی۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا اور ان کے گھوڑوں کے رخ اس کی طرف مڑ گئے۔ شالاس پریشان نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ چند لمحات کے بعد وہ اس کے قریب پہنچ گئے۔

''ارے یہ تو بت ہے' پتھر کا بنا ہوا' مگر یہ یہاں کیسے آ گیا؟ کون اسے یہاں نصب کر گیا؟''

''ناندنی والوں کی حرکت معلوم ہوتی ہے۔ انہی کی کوئی نئی سازش۔''

''یہ ہے بھی ناندنی قبیلے کے لباس میں۔''

''لیکن بے حد خوبصورت ہے۔ اب کیا کیا جائے؟''

''کیا مطلب......؟''

''سردار کو اطلاع دو' ممکن ہے ناندنی والوں نے کوئی گہری چال چلی ہو۔''

''میرا خیال ہے اسے اٹھا کر سردار کے پاس لے چلو۔''

''اور وہ کام جس سے ہم جا رہے ہیں۔''

''وہ بھی ہو جائے گا' پہلے سردار کو اس بت کے بارے میں اطلاع دی جائے ورنہ وہ ناراض ہوگا۔''

''جیسی تمہاری مرضی۔''

شالاس تشویش سے ان کی گفتگو سن رہا تھا اور پھر جب ان لوگوں نے اسے اٹھا کر گھوڑے پر رکھا تو وہ گھبرا گیا' اسے خطرہ تھا کہ وہ گھوڑے سے نیچے نہ گر جائے' لیکن وہ لوگ بہت سنبھال کر اسے سردار کے جھونپڑے کے سامنے لے گئے۔ اسے گھوڑے سے اتار کر زمین پر لٹا دیا اور اسے لانے والے سردار کے جھونپڑے میں داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سردار جھونپڑے سے باہر آیا' اسے اٹھا کر کھڑا کر دیا گیا اور سردار اسے چاروں طرف سے دیکھنے لگا۔

''ہوں۔'' اس نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔

''ممکن ہے ناندنی والوں نے یہ بت ہمارے لئے تحفہ بھیجا ہو' آخر ہمارے جھونپڑے کے سامنے ایک دربان کی ضرورت تھی۔'' وہ طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

''اور ناندنی والوں سے اچھے دربان اور کون ہو سکتے ہیں' انہوں نے اپنی حقیقت پہچان لی ہے۔ چنانچہ اس بت کو ہمارے جھونپڑے کے سامنے کھڑا کر دو اور اس کی گردن میں دربان کی مالا ڈال دو۔'' سردار نے حکم دیا اور واپس جھونپڑے میں چلا گیا۔ شالاس کو سردار کے جھونپڑے کے سامنے کھڑا کر دیا گیا اور اس کی گردن میں سیاہ رنگ کے بڑے بڑے موتیوں کی ایک مالا ڈال دی گئی۔

''بے وقوف کہیں کے' اگر وہ اسی طرح خوش ہیں تو مجھے کیا۔'' شالاس نے سوچا۔ ''مجھے تو ایک طویل زندگی گزارنی ہے اور اس زندگی میں نجانے کون کونسے دلچسپ واقعات پیش آئیں۔'' وہ سردار کے جھونپڑے کے سامنے کھڑا رہا' اسے کوئی احساس نہ تھا' نہ بھوک' نہ پیاس' نہ موسم کا اثر' ہر احساس فنا ہو گیا تھا لیکن ایک ہفتہ کے بعد جب اس نے ناندنی کے چند معزز لوگوں کو سردار کے جھونپڑے کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو چونک پڑا۔ اس کے ذہن میں بے شمار وسوسے جنم لینے لگے۔ بستی کے چند سپاہی نیزہ سنبھالے ہوئے ان کے پیچھے آ رہے تھے۔ سردار کو بھی ان لوگوں کے آنے کی اطلاع مل گئی تھی اور وہ اپنے جھونپڑے سے باہر نکل آیا۔ آنے والے حیرت اور تعجب سے شالاس کے بت کو دیکھ رہے تھے۔

''آؤ آؤ معزز لوگو! ہم نے تمہارے تحفے کو کیسی عزت بخشی ہے ناندنی والوں کے لئے اس سے فخر کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ ان کے بت ہمارے درمیان ہوں۔''

''سرکانیہ کے سردار! ناندنی سے تمہاری دشمنی ضرور چل رہی ہے' لیکن یہ دشمنی ابھی تک کسی تصادم کا موجب نہیں بنی ہے' کیا تم ناندنی سے تصادم چاہتے ہو؟'' ناندنی کے ایک بوڑھے آدمی نے پوچھا۔

''ترکانیہ نے ناندنی سے کبھی خوف نہیں کھایا' تاہم وہ بھی امن چاہتا ہے' بشرطیکہ ناندنی والوں کے دماغ اپنی جگہ رہیں۔'' سردار نے کہا۔

''پھر تم نے ناندنی کے سینے پر زخم کیوں لگایا ہے؟''

''مجھے بتایا جائے اس بت کو یہاں کیوں ڈلوایا گیا ہے؟''

''بت ......'' ترکانیہ یہ بت نہیں' ناندنی کے سردار تولاس کا لخت جگر ہے' جو پورے ایک ہفتے سے بستی سے غائب ہے۔ چاروں طرف اسے تلاش کیا جا رہا ہے' پھر اطلاع ملی کہ اس کا ایک ہم شکل بت تمہارے دروازے پر لگا ہے اور بلاشبہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ شالاس پتھریلے جسم کے ساتھ دربانوں کی مالا پہنے تمہارے جھونپڑے کے سامنے موجود ہے۔''

''خوب خوب' گویا ناندنی کی عورتیں اب پتھر جنتی ہیں' یہ تو خوشی کی بات ہے' ہمیں اب

نا ندنی والوں سے لڑنے کے لئے لوہے کے ایسے ہتھیار بنانے ہوں گے جو بتوں کو ایک وار میں پاش پاش کر دیں۔'' سردار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ناندنی کی عورتیں تو انسان ہی جنتی ہیں' لیکن ترکانیہ ضرور پتھروں کے ڈھیر میں بدل جائے گا تو نے اپنے جادوگروں کی مدد سے شالاس کو پتھر بنا دیا ہے' ناندنی والوں کے لئے اس سے بڑی گالی اور کوئی نہیں ہو سکتی اور سنگدل سردار خود کو ناندنی کے قہر کے لئے تیار کر لے' اس توہین کا تجھ سے انتقام لیا جائے گا۔''

''چلو جاؤ پاگل بوڑھو! ترکانیہ کے جیالے بھی چوڑیاں پہنے نہیں بیٹھے' ہم تمہارا انتظار کریں گے اور تمہاری لاشوں کو دفنانے کے لئے لمبے لمبے چوڑے گڑھے بھی تیار کر لیں گے۔''

''ہم اس بت کو لے جانا چاہتے ہیں۔''

''اپنی گردنیں بچا کر لے جاؤ' یہی تمہارے لئے کافی ہے۔ میری جھونپڑی کا دربان یہیں رہے گا۔'' سردار خوف ناک لہجے میں گرجا اور آنے والے ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے' پھر وہ خاموشی سے واپس چل پڑے' لیکن ان کے چہرے غصے سے سرخ تھے۔

شالاس سخت پریشان ہو گیا' وہ جانتا تھا کہ ترکانیہ اور ناندنی کا تصادم ناگزیر ہے' ناندنی والوں کو غلط فہمی ہو گئی تھی اور ترکانیہ طاقت کے نشے میں چور تھا۔ اس کا دل چاہا کہ کسی طرح اس تصادم کو روک لے' لیکن وہ صرف سن سمجھ سکتا تھا' اس کے علاوہ اور کوئی بات اس کے بس میں نہیں تھی۔

پھر اس نے ترکانیہ میں جنگی تیاریاں دیکھیں۔ چاروں طرف ہتھیار تیز کئے جا رہے تھے۔ نئے ہتھیار بنائے جا رہے تھے۔ ترکانیہ کے وحشی نوجوان جنگ کی مشق کر رہے تھے۔ ترکانیہ کے گرد لکڑی کا حصار مضبوط کیا جا رہا تھا۔ ضروری مورچے بنائے جا رہے تھے اور فضا ہر وقت جنگ کے نعروں سے گونج رہی تھی۔ ترکانیہ کے وحشی کہہ رہے تھے کہ اب انہیں ارمان نکالنے کا موقع مل رہا ہے' وہ اپنے برسوں کے ارمان نکال لیں گے۔ وہ ناندنی کو خون میں نہلا دیں گے۔ چاروں طرف آگ اور خون کی پکار تھی اور شالاس کا دل لرز رہا تھا' لیکن وہ بے بس تھا' بالکل بے بس۔ اس جنگ کو روکنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ ناندنی کے قاصدوں کے جانے کے پورے ایک ہفتے کے بعد ایک صبح اچانک ترکانیہ خوف ناک نعروں سے گونج رہی تھی۔ ناندنی کا لشکر ترکانیہ کے سامنے پہنچ چکا تھا۔

''آہ رک جاؤ' میرے لئے جنگ نہ کرو' غلط فہمی میں پڑ کر زندگی ضائع نہ کرو' میں تو امن کا پجاری ہوں' میری ذات کے لئے خون مت بہاؤ۔'' شالاس نے چیخ چیخ کر کہنا چاہا' لیکن اس کی بے آواز پکار کون سن سکتا تھا۔ اس کے دل کی بے چینی کون دیکھ سکتا تھا۔ ترکانیہ کا لشکر بھی ہتھیاروں سے لیس ہو کر آگے بڑھا اور میدان میں پہنچ گیا۔ شالاس کی نگاہیں میدان تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ وہ اس خونی منظر کو نہیں دیکھ سکتا تھا' لیکن تھوڑی دیر کے بعد اس نے چیخ و پکار' ہتھیاروں کے ٹکرانے کی

آوازیں' گھوڑوں کی ہنہناہٹ' زخمیوں کی کراہیں' مرنے والوں کی آخری چیخیں سنیں اور اس کا دل کانپنے لگا۔ اس کا اندرونی نظام لرز گیا۔

"یہ سب کچھ میری وجہ سے ہو رہا ہے' سینکڑوں زندگیاں میری وجہ سے ضائع ہو رہی ہیں۔ اس کشت و خون کو میں کیسے روکوں' آہ میری آواز سن لو' اے وحشیو! زندگی کے دشمنو! جنگ بند کر دو' جنگ بند کر دو۔" اس کی پتھریلی آنکھوں سے پانی کے دو قطرے لڑھک پڑے۔ یہ پانی اس کے اختیار میں تھا۔

جنگ کی ہولناک آوازیں اب بھی سنائی دے رہی تھیں اور پہلے سے تیز ہو گئی تھیں۔ اس کے کان پھٹے جا رہے تھے' لیکن وہ دو ہاتھ اٹھا کر کان بند کرنے سے معذور تھا۔ وہ آوازیں سنتا رہا' لرزتا رہا۔ پھر اس نے خون میں نہائے ہوئے ترکانیوں کو بدحواسی کے عالم میں بھاگتے دیکھا۔ ناندنی کے وحشی ان کے پیچھے گھوڑے دوڑا رہے تھے' انہیں قتل کر رہے تھے۔ ترکانی اپنے گھروں کو بھی بھول گئے تھے' انہیں اپنی زندگی بچانے کی فکر تھی۔ ناندنی کے لشکر نے انہیں بدترین شکست دی تھی۔ بپھرے ہوئے ناندنیوں نے ان کا شیرازہ منتشر کر دیا تھا' معزز ترکانیوں میں سے بیشتر مارے گئے' بیشتر اپنی جان بچا کر بھاگ گئے اور اب ترکانیہ ناندنیوں کے قبضے میں تھا۔

انہوں نے اس بستی کے ساتھ وہی سلوک کیا جو وحشی فاتح کرتے ہیں۔ پوری بستی ایک مشعل بن گئی۔ ہر جھونپڑی آگ میں گھر گئی۔ خوفزدہ بچے معصوم آوازوں سے چیختے ہوئے ادھر ادھر دوڑ رہے تھے' مائیں آگ اور دھوئیں میں اپنے لعلوں کو تلاش کر رہی تھیں اور خود بھی شعلوں کی نذر ہو رہی تھیں۔

پھر ناندنی کے جیالے اس کے پاس پہنچے اور اس نے دیکھا کہ ان میں اس کا باپ توماس بھی موجود ہے۔ فاتح توماس جس کے پورے جسم پر خون کے لوتھڑے جمے ہوئے تھے اور جس کی تلوار نے بیٹے کا انتقام لینے کے لئے نجانے کتنے سر اتار دیئے تھے۔ غمزدہ باپ کی شکل نے شالاس کو ذرا بھی متاثر نہیں کیا۔ یہ ایک قاتل کا چہرہ تھا' یہ ایک خونخوار وحشی کا چہرہ تھا' جو اپنے بیٹے کے بت کو دیکھ کر رنجیدہ تھا' لیکن اس کے کان ان معصوموں کی ننھی اور کمزور چیخوں سے بے بہرہ تھے جو اب بھی جھلسے ہوئے جسموں کو آگ سے آزاد کرانے کے لئے چیخ رہے تھے۔ پھر بڑے احترام سے اس کے بت کو دو گھوڑوں پر رکھا گیا اسے مضبوطی سے کس دیا گیا تاکہ گر کر ٹوٹ نہ جائے اور پھر وہ اسے بستی سے لے کر نکل آئے۔

کاش میں بھی اسی آگ میں جل کر خاکستر ہو گیا ہوتا۔ کاش میں نے وہ نئی دنیا دیکھنے کی خواہش نہ کی ہوتی' کاش بوڑھا یابون میری خواہش کو ٹھکرا دیتا' کاش اوسان کے معبود نے مجھے اس دنیا میں اجازت نہ دی ہوتی۔ وہ سوچ رہا تھا' لیکن اب سب بیکار تھا۔ اب تو سب کچھ ہو چکا تھا۔ ناندنی کی عورتوں نے فاتحین کا پرجوش خیر مقدم کیا' جن ماؤں کے بیٹے اس جنون کی نذر ہو گئے تھے

وہ چیخ چیخ کر رونے لگیں۔ ان کی نگاہیں اپنے سہاروں کو تلاش کر رہی تھیں اور انہیں نہ پا کر بھیگ رہی تھیں۔ جن ماؤں کے لعل موجود تھے وہ انہیں دیکھ کر خوشی کے آنسو بہا رہی تھیں' ان کے جسم کے زخموں کو تلاش کر رہی تھیں اور ان ذہنوں کا مداوا کر رہی تھیں۔

توماس شالاس کے بت کو لے کر اپنے جھونپڑے پر پہنچ گیا۔ اس نے بت کو جھونپڑے کے سامنے رکھ دیا اور شالاس کی ماں باہر نکل آئی۔ وہ چیخ مار کر بیٹے کے بت سے لپٹ گئی' لیکن شالاس کو اس ماں کے آنسو متاثر نہیں کر سکے۔ اس کی چیخیں شالاس کی سماعت سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتی رہیں۔ اس کے کانوں میں تو ان معصوموں کی چیخیں رچی ہوئی تھیں جو ٹھیک سے چیخ بھی نہ سکتے تھے۔ شالاس کا باپ بھی غمزدہ شکل بنائے اس کے نزدیک کھڑا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کچھ دوسرے لوگ بھی وہاں پہنچ گئے اور پھر زرگانہ بھی آ گئی۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے شالاس کے بت کو دیکھ رہی تھی' پھر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور شالاس کے قریب پہنچ گئی۔

''تو تم دوسری دنیا میں چلے گئے شالاس' تم نے وہی کچھ کیا جو تم کہتے تھے۔ تم نے مجھے چھوڑ دیا شالاس' مگر میں تو تمہاری باتوں کو مذاق سمجھتی تھی' تم مجھے کیوں چھوڑ گئے شالاس۔'' وہ ایک دردناک چیخ مار کر شالاس سے لپٹ گئی اور بلک بلک کر رونے لگی۔

''جھوٹ ...... فریب ...... مکاری' سب ...... ایک ہی خون کے مالک ہیں' مجھے ان سب سے نفرت ہے دلی نفرت۔'' شالاس نے سوچا اور پھر اس کے کانوں میں اپنے باپ کی آواز گونجی۔

''یہ لڑکی کیا کہہ رہی ہے' کیا شالاس نے اسے کچھ بتایا تھا' کیا یہ شالاس کی اس کیفیت کے بارے میں کچھ جانتی ہے' اس سے پوچھو تو ہوں' اس سے معلوم کرو بہروز۔'' سردار کی آواز غصے سے لرز رہی تھی۔

''ہاں شالاس نے مجھے بتایا تھا کہ بابا یابون اسے ایک عجیب دنیا کی کہانیاں سناتا ہے' ایک انوکھی اور پراسرار دنیا کی کہانیاں' جہاں کے انسان بہت طاقتور ہوں گے اور ہوا میں تیریں گے' وہ سمندر کے سینے پر دوڑ لگائیں گے' وہ اونچے اونچے مکانوں میں رہیں گے' وہ عجیب لوگ ہوں گے اور شالاس خواہش کرتا تھا کہ کاش وہ اس دنیا کو دیکھ سکے۔ شالاس کو یقین تھا کہ یہ پراسرار قوتوں کا مالک یابون اسے اس دنیا میں بھیج سکتا ہے اور پھر اس نے مجھے بتایا کہ یابون نے اوسان کے معبودوں سے مدد مانگی ہے' اگر انہوں نے اجازت دی تو اسے اس دنیا میں بھیج دے گا۔ شالاس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس کے ساتھ اس دنیا میں جانا پسند کروں گی' لیکن میں نے کہہ دیا تھا کہ میں اپنی بھیڑوں کو نہیں چھوڑ سکتی' مجھے یہ پہاڑ بہت پسند ہیں اور وہ چلا گیا' ہمیشہ کے لئے' ہمیشہ ہمیشہ کے لئے' مگر میں اس کی باتوں کو جھوٹ سمجھی تھی' میں یابون کو اس قدر طاقتور نہیں سمجھتی تھی۔''

''ہوں ...... تو یہ فساد اس بوڑھے غدار کا ہے' مگر تو نے ہمیں پہلے کیوں نہ بتایا لڑکی' اوہ غلط فہمی میں پڑ کر ہم نے کیا سے کیا کر دیا' بہروز! جاؤ پہاڑی پر جاؤ اور بوڑھے یابون کو رسیوں سے باندھ

کر گھسیٹتے ہوئے لے آؤ' جاؤ اس سے کہو کہ شالاس کو اس دنیا میں واپس لائے' ورنہ ہم اسے زندہ آگ میں جلا دیں گے۔ افسوس ہم نے پہلے ہی غور کر لیا ہوتا۔ جاؤ بہروز جاؤ۔''

سردار گرجا اور بہروز چند لوگوں کو لے کر پہاڑ پر چلا گیا۔ شالاس بے چین ہو گیا' توماس اپنی جلد بازی سے ایک بری حرکت کر بیٹھا تھا اور اب وہ دوسری بری حرکت کرنے جا رہا تھا۔ شالاس جانتا تھا کہ یابون معمولی انسان نہیں ہے۔ وہ اپنی لامحدود قوتوں کو آواز دے کر نانڈنی کو فنا کر سکتا ہے۔ توماس دیوانگی میں نانڈنی کی موت کو آواز دے رہا ہے اور اگر بوڑھے یابون نے اس کی بات مان لی تو......''

''نہیں نہیں اتنا کچھ ہو گیا میں خون کی اس دنیا میں واپس نہیں آؤں گا' میں ختم ہو جانا پسند کروں گا' لیکن اس درندوں کی بستی میں سانس لینا میرے لئے اب مشکل ہے۔''

سردار انتظار کرتا رہا' زرگانہ کا باپ اس کو پکڑ کر لے گیا تھا اور اب شاید اس پر تشدد ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے بہروز اور اس کے ساتھیوں کو واپس آتے دیکھا۔ ان کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔ بوڑھا یابون ان کے ساتھ نہیں تھا۔ شالاس کا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ وہ بے چینی سے ان کے قریب آنے کا انتظار کر رہا تھا اور پھر بہروز قریب پہنچ گیا۔

''یابون اپنی جھونپڑی میں موجود نہیں ہے سردار۔ اس کی جھونپڑی مسمار پڑی ہے اور پتھروں سے عجیب بو اٹھ رہی ہے۔''

''اوہ ...... تو بوڑھا شیطان بھاگ گیا' لیکن بچ کر کہاں جائے گا' جاؤ گھوڑے سواروں کو چاروں طرف دوڑا دو' یابون بچ کر نہ جائے۔ اس کی جھونپڑی کی کھدائی کراؤ اور اس میں سے ایک ایک چیز نکال کر تباہ کرا دو۔'' سردار نے چیخ کر کہا اور بہروز بھی دوڑ گیا۔ شالاس کا دل مسکرا رہا تھا' وہ جانتا تھا کہ بوڑھے یابون کا اب ہاتھ آنا مشکل ہے۔''

دوپہر گزرتے ہی سردار کو ایک اور اطلاع ملی۔ دور دور تک جانے والے گھوڑے سوار واپس آ گئے تھے۔ یابون کا پتہ نہیں چل سکا تھا' لیکن اس وقت جب بہروز اور اس کے ساتھی ناکام واپس آئے زرگانہ کا باپ ہانپتا کانپتا سردار کے پاس پہنچا۔ اس نے جو کہانی سنائی وہ شالاس نے بھی سنی اس نے بتایا۔

''ابھی تھوڑی دیر قبل جبکہ زرگانہ پتھروں کی دیوار کے پیچھے قید تھی' اس نے زرگانہ کے کمرے میں باتیں کرنے کی آواز سنی اور وہ حیران رہ گیا' کیونکہ باہر سے دروازہ بند تھا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر گیا تو بوڑھا یابون زرگانہ کے قریب موجود تھا' اسے دیکھ کر بوڑھے یابون نے نفرت سے زمین پر تھوک دیا اور بولا۔

''تمہاری وحشت' تمہاری دیوانگی کے چند لمحات باقی ہیں صرف چند لمحات اور اس کے بعد تم اپنی دیوانگی سمیت فنا ہو جاؤ گے۔ زرگانہ' شالاس کی محبت ہے اور اس کی حفاظت میرا فرض ہے۔ میں

اسے تمہارے ساتھ نہیں رہنے دوں گا' میں اسے لے جانے آیا ہوں۔'' اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے زرگانہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ دوسرے لمحے کمرہ خالی تھا سردار' وہ میری عزت لے گیا سردار وہ میری بچی لے گیا' بتاؤ میں کیا کروں۔''

''اوہ ...... بوڑھے جادوگر۔ بوڑھے شیطان' میں تجھے زمین کے آخری کونے میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔'' سردار نے شدید غصے کے عالم میں کہا اور جھونپڑی میں داخل ہو کر اپنے ہتھیار اٹھا لایا۔ اس نے اپنے دستے کو تیار ہونے کے لئے کہا اور پھر شالاس نے خونخوار جوان چاروں طرف دوڑتے دیکھے۔

بوڑھے یابون کے الفاظ سردار کے لئے کوئی اہمیت رکھتے ہوں یا نہیں' لیکن شالاس ان کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ چند لمحات صرف چند لمحات' ان چند لمحات کے بعد کیا ہوگا۔ یابون کی پیشگوئی غلط نہیں ہو سکتی۔ کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا اور شالاس اس پیشگوئی کے درست ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ شام ہوئی' رات ہو گئی سردار ابھی تک واپس نہیں لوٹا تھا' شاید وہ بہت دور نکل گیا تھا۔ اس کی دیوانگی نجانے اسے کہاں سے کہاں لے گئی تھی اور وہ لمحات قریب آ گئے جن کی پیشگوئی یابون نے کی تھی۔

بے شمار مشعلیں رات کی تاریکی میں بستی کی طرف دوڑی آ رہی تھیں۔ کامرانی کے نشے میں چور ناندنی کے جانباز شراب کے نشے میں ڈوبے پڑے تھے۔ وہ غیظ وغضب میں ڈوبے ترکانیوں کو نہ دیکھ سکے جو بچی کھچی طاقت جمع کر کے انتقام لینے آ گئے تھے۔ ترکانیوں کی یورش ایک تیز وتند سیلاب تھی جو ناندنی کی پوری آبادی کو بہا لے گئی اور ایک بار پھر موت کی داستان تازہ ہو گئی۔ ناندنی کا حشر ترکانیہ سے بھی برا ہوا تھا۔ اس کی ایک ایک جھونپڑی کو پھونک ڈالا گیا تھا۔ جھونپڑی سے باہر نکلنے والی عورتوں' بچوں' بوڑھوں اور نوجوانوں کو تیروں سے چھید دیا گیا تھا۔ ایک ایک فرد کو چن کر ہلاک کر دیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں آگ اور لاشوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ فضا میں جلتے ہوئے گوشت کی چرند اور دھواں بسا ہوا تھا' شالاس وحشت زدہ آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

کتنی مختصر مدت میں دنیا ہی بدل گئی تھی۔ دو قبیلے تباہ ہوئے تھے' کبھی آباد نہ ہونے کے لئے اور درحقیقت دونوں قبیلے بھی کبھی آباد نہ ہو سکے۔ شالاس کے گرد جلی ہوئی سب جھونپڑیوں کی راکھ ہوا نجانے کہاں سے کہاں اڑا لے گئی' اب یہاں سوکھی ہوئی کھوپڑیوں' ہڈیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ شالاس ان ہڈیوں کو نہیں پہچان سکتا تھا۔ سردار توماس کبھی واپس نہ آیا۔ شاید راستے میں اس کی ترکانیوں سے مڈبھیڑ ہو گئی تھی اور ترکانیوں نے اس پر احسان کرتے ہوئے اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا تھا۔ ہاں یہ اس کا احسان ہی تھا ورنہ اپنے جلے ہوئے نشیمن کو دیکھ کر جو موت آتی وہ موت کے بعد بھی سکون نہ لینے دیتی۔

ہڈیاں مٹی بنتی رہیں' کھوپڑیاں ہوا سے لڑھک کر نجانے کہاں سے کہاں پہنچ گئیں۔ موسم بدلتے رہے' کبھی کبھی کالی گھٹائیں شالاس کے گرد آلود جسم کو نہلا دیتیں اور گرمیوں کی تیز وتند دھوپ

اسے خشک کر دیتی۔ سردیوں کا سرد موسم اسے نمی بخشتا۔ بستی کا نام و نشان مٹ گیا تھا۔ اب وہاں پتھروں کے ڈھیر کے علاوہ کچھ اور نہ تھا' یہ پتھر بھی ہوا کی کاٹ سے عجیب عجیب شکلیں اختیار کر گئے تھے' پھر ان پتھروں میں سبزہ اُگ آیا اور شالاس کے چاروں طرف گھاس لہلہانے لگے۔ خودرو جنگلی پھول اُگ آئے' جن کی مہک پورے ماحول میں رچ گئی۔ درختوں کے پودے بھی اُگ آئے تھے۔ گرمیوں کا تیز موسم گھاس کو زرد کر دیتا تھا۔ پھر برسات آتی اور پودے پہلے سے زیادہ سبز ہو جاتے۔ اب گھاس میں چرند چرنے کے لئے آنے لگے تھے۔ شالاس کے قدموں میں وہ کھیلتے' خوبصورت پرندے اس کے جسم پر بیٹھ جاتے اور وہ ان سے بڑی محبت کرتا' وہ جنگل کے ایک ایک جانور کو پہچاننے لگا تھا۔ اسے ان جانوروں کے درمیان زندگی گزارنے میں بڑا لطف آتا۔ وہ ان کے مسائل سمجھنے کی کوشش کرتا۔ ان میں سے کوئی نہ آتا تو اسے الجھن نہ ہوتی اور وہ اس کا انتظار کرتا اور زندگی گزرتی رہی۔

شالاس کے ہاتھ سے ٹپکنے والے موتی سبز ہو گئے' وہ انسان کی شکل بھول گیا' اس تباہی کے بعد وہاں کوئی انسان نہیں آیا تھا۔ زمین پر جانور ہوتے' آسمان پر پرندے' پھر ایک دن آسمان پر اس نے ایک انتہائی خوف ناک پرندہ دیکھا۔ ایک بہت بڑا پرندہ جو بھیانک انداز میں شور مچاتا ہوا جا رہا تھا۔ شالاس کا دل لرز گیا' ان ننھے منے پرندوں کے درمیان یہ بھیانک پرندہ کہاں سے آ گیا' لیکن شکر تھا کہ اس نے ان ننھے پرندوں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ وہ اپنی راہ گزر گیا اور شالاس نے سکون کی سانس لی۔ اب شالاس اکثر ان پرندوں کو دیکھتا' خوف ناک پرندے اس کے سر پر سے شور مچاتے گزر جاتے۔ کبھی کبھی ان کی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی اور اس وقت جو شور ہوتا وہ شالاس کے علاوہ جنگل کے درندے اور پرندے بھی نہ برداشت کر پاتے۔ سب کے سب گھنے درختوں میں پناہ لے لیتے اور پھر ایک صبح......

ایک صبح شالاس نے کچھ عجیب سی چیزوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ بڑے بڑے خوف ناک آہنی درندے غراتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ان کی تعداد تین تھی۔ درندے بہت بڑے تھے اور ایک چھوٹا۔ اس کے رنگین پر ہوا میں لہرا رہے تھے۔ ایسے درندے شالاس نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ یہ کیا ہے' یہ کونسے درندے ہیں اور اس وقت شالاس کی نگاہ ہاتھ سے ٹپکے ہوئے موتیوں پر جا پڑی۔ ان کا رنگ سرخ تھا۔ ایک عرصہ بیتا جب سفید موتی سبز رنگ اختیار کر گئے تھے اور شالاس کو معلوم ہو گیا تھا کہ جس دور کا وہ انتظار کر رہا ہے اس کے آنے میں آدھا وقت رہ گیا ہے۔ سرخ موتی دیکھ کر اس کی مسرت کی انتہا نہ رہی' تو کیا یہ آہنی پرندے نئے دور کے انسان ہیں' اس نے سوچا اور غور سے انہیں دیکھنے لگا۔ آہنی درندے اس کے بالکل قریب آ گئے۔ سبز گھاس ان کے وزن سے کچل گئی تھی۔ جانور ان کی غراہٹوں سے خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے تھے۔ درندوں کے رکتے ہی ان کی غراہٹ ختم ہو گئی اور پھر ایک انوکھا واقعہ پیش آیا۔ ان درندوں نے اپنے حلق سے

انسان اگل دیئے۔ سفید سفید خوبصورت انسان جو رنگین لباسوں میں ملبوس تھے۔

''اوہ یہ تو اس جیسے انسان ہیں' بالکل اسی کی طرح یہ نئے دور کے انسان کس قدر خوبصورت ہیں۔'' شالاس حیرت اور دلچسپی سے انہیں دیکھتا رہا اور انسان اس کے قریب آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں خوبصورت سڈول آہنی ہتھیار تھے۔ شالاس کو ان کی ایک ایک چیز بہت پیاری محسوس ہوئی اور وہ سب بھی بے جھجک اس کے قریب پہنچ گئے۔ ان کی تعداد سات آٹھ کے قریب تھی۔

''حیرت انگیز۔'' ان میں سے ایک انسان کی آواز ابھری۔

''اتنا خوبصورت مجسمہ ہے' بالکل زندہ انسان کی طرح۔'' ان میں سے ایک انسان نے کہا۔

''اوہ ...... یہ ...... یہ کیا ہے کرنل منصور اس کے قدموں میں دیکھو۔'' ایک دوسرے انسان کی نگاہیں شالاس کے قدموں میں پڑے ہوئے موتیوں پر پڑیں جو شالاس کی زندگی کے دور بتاتے تھے اور دوسرا آدمی حیرت زدہ نظروں سے ان موتیوں کو دیکھنے لگا' جو سبز گھاس پر ڈھیر کی صورت میں بے حد خوبصورت لگ رہے تھے۔ پھر وہ آہستہ قدموں سے آگے بڑھا اور اس نے جھک کر چند موتی اٹھا لئے۔

''زمرد...... اصلی زمرد اور یاقوت ...... خدا کی قسم بینظیر یاقوت اور سفید پتھر' یہ بھی بے حد قیمتی معلوم ہوتے ہیں' بہت قیمتی خزانہ ہے شوکت علی بے حد قیمتی پتھر ہیں یہ اور ان کا مالک کوئی نہیں ہے۔''

''یہ مجسمہ۔'' یہ مجسمہ خود بے حد نایاب ہے' نجانے اس کی کیا تاریخ ہے' نجانے یہ کس نے نصب کیا ہے؟''

''میرا خیال ہے یہ مقامی لوگوں کا کوئی دیوتا ہوگا۔ وہ اس کے قدموں میں یہ پتھر چڑھاتے ہوں گے۔ ہمیں قرب و جوار سے ہوشیار رہنا ہوگا۔''

''میں دوسرے لوگوں کو چوکنا رہنے کی ہدایت کرتا ہوں۔''

''ابھی دوسروں کو ان پتھروں سے لاعلم رکھنا' ورنہ وہ دیوانے ہو جائیں گے۔''

''او کے۔'' دوسرے آدمی نے کہا اور پہلا آدمی باقی لوگوں کو ہدایات دینے لگا۔ شالاس نے دیکھا ان سب لوگوں نے اپنے سڈول اور خوبصورت ہتھیار سنبھال لئے اور چاروں طرف پھیل گئے' شالاس دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ان لوگوں سے کہہ دے۔

''نئے دور کے لوگو! یہاں کبھی پرسکون بستیاں آباد تھیں۔ یہ جگہ بھی کبھی جنت نظیر تھی' اب کس سے خوف زدہ ہو رہے ہو۔ یہاں نانڈنی کے پرجلال لوگ موجود ہیں' نہ ترکانیہ کے حاسد جنگجو۔ اب تو صرف میں ہوں اور یہ ویران صحرا۔ میں نے تمہاری دنیا دیکھنے کے لئے نجانے کتنی صدیاں گزاری ہیں۔ مجھ سے خوف نہ کھاؤ' میں تمہارا ہوں مجھے اپنی دنیا میں لے چلو' مجھے وہ دنیا دکھاؤ جس کے لئے دو قوتیں تباہ ہوئی ہیں۔'' لیکن وہ اس کی آواز نہیں سن سکتے تھے۔ تب شالاس نے انہی میں سے ایک

آواز سنی۔ ''لیکن اب کیا کیا جائے کرنل منصور؟''

''ہم اس مجسمے کو لے چلیں گے' ہم اس خوبصورت مجسمے کو اپنے قومی عجائب گھر میں رکھیں گے ہم اسے اپنی حکومت کو بطور عطیہ دیں گے' کیا خیال ہے؟''

''بہت عمدہ...... اور ان ہیروں کا کیا ہوگا؟''

''نہایت دیانت داری سے آپس میں تقسیم کر لئے جائیں گے' ہم سب مہمات میں حاصل ہونے والے نوادرات میں برابر کے شریک رہے ہیں' اس بار بھی ہم اپنا اصول برقرار رکھیں گے۔''

''میرا خیال ہے اتنا بڑا خزانہ اس سے قبل کبھی نہیں ملا' اس ایک موتی کی قیمت لاکھوں روپے ہوگی۔''

''بے شک' ہم انہیں غیر ملکی منڈیوں میں مناسب قیمت پر فروخت کریں گے' یہ اصلی یاقوت اور زمرد ہیں۔''

''آؤ انہیں سمیٹ لیں اور میرا خیال ہے یہ مہم یہیں ختم کر دی جائے' یوں بھی ہمیں صحراؤں میں بھٹکتے ہوئے کافی دن گزر چکے ہیں' دوسرے لوگ بھی یہی پسند کریں گے۔''

''ٹھیک ہے۔'' دوسرے شخص نے کہا اور شالاس کے ہاتھ سے ٹپکے ہوئے موتیوں کو چمڑے کے تھیلے میں بھر لیا گیا۔ شالاس بدستور مسکرا رہا تھا۔ ان لوگوں کے لئے وقت کے یہ موتی کس قدر اہمیت رکھتے تھے' جبکہ شالاس کی بستی اس سے بڑے بڑے اور اس سے کہیں زیادہ خوبصورت موتیوں سے بھری پڑی تھی۔ گھاس کے اس زمردیں فرش کو اگر کھرچ کر دیکھا جاتا تو یہاں مٹی میں سے بے شمار موتی نکل سکتے تھے' کاش میں ان لوگوں کو اس بارے میں بتا سکتا۔'' وہ سوچ رہا تھا۔

انہوں نے تمام موتی گھاس پر سے سمیٹ لئے اور انہیں چمڑے کی تھیلیوں میں بند کر لیا' تھیلیاں احتیاط سے اپنے لباس میں چھپا لیں اور پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔

''مہم کے لیڈر کی حیثیت سے میں یہ مہم اس جگہ ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں' ہمیں یہاں سے بیش بہا خزانہ ملا ہے' آپ لوگوں کو یقیناً میرے اوپر اعتماد ہوگا کیونکہ ماضی میں' میں نے کوئی بددیانتی نہیں کی ہے۔ بلاشبہ یہ خزانہ اس قدر قیمتی ہے کہ ہم اس مہم کو اپنی زندگی کی سب سے قیمتی مہم کہہ سکتے ہیں' کیا آپ واپسی کے سلسلے میں مجھ سے متفق ہیں۔'' کرنل منصور نے کہا۔

''ہمیں آپ پر مکمل اعتماد ہے کرنل منصور ہم آپ کے احکامات کی تعمیل بخوشی کریں گے۔'' سب نے بیک وقت کہا۔

''شکریہ دوستو! یہ مجسمہ احتیاط سے اٹھا کر ٹرک میں رکھو۔ اس کی حفاظت ضروری ہے۔ بہت احتیاط سے ہم اس نایاب مجسمے کو بطور تحفہ قومی میوزیم کو دیں گے۔'' اور اس ساتھی اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔

شالاس کا دل خوشی سے اچھل رہا تھا' اب وہ ان کی دنیا میں جا رہا تھا' انتظار ختم ہو رہا تھا' اب

وہ نئی دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھے‘ وہ انوکھی اور پراسرار دنیا جس کے بارے میں بابا یابون اسے بتاتا تھا۔ الوداع اے جنگل کے دوستو! الوداع اے ہوا کے جھومنے والے درختو‘ الوداع اے سوندھی سوندھی ہوا کے جھونکو‘ ممکن ہے تمہارا دل مجھ سے جدا ہوتے ہوئے اداس ہو‘ لیکن یہ میری صدیوں کی محنت کا حاصل ہے‘ میں نئی زندگی میں قدم رکھ رہا ہوں‘ مجھے میری نئی زندگی کی مبارک باد دو۔“

اور اسے ہوا کی سسکیاں سنائی دیں۔ درختوں نے جھوم جھوم کر اسے الوداع کہا اور نئے انسانوں نے اسے آہنی خول میں رکھ دیا۔ شالاس نے حیرت وخوف سے اس آہنی خول کو دیکھا‘ جو جانوروں کی طرح چلتا تھا۔ اس کے جسم کے نیچے نرم گدے بچھائے گئے تھے تاکہ جھٹکوں سے اسے نقصان نہ پہنچے۔ ایک دو گدے اس کے اوپر بھی ڈال دیئے تھے اور پھر چار نئے انسان اس خول پر چڑھ آئے۔ چند منٹ کے بعد خول درندوں کے انداز میں غرایا اور شالاس کو خوف محسوس ہونے لگا‘ لیکن یہ نئے لوگ خوش تھے۔ یقیناً اس غراہٹ میں کوئی خطرہ نہ ہوگا‘ تبھی تو یہ لوگ مطمئن تھے اور شالاس بھی مطمئن ہو گیا۔ خول متحرک ہو گیا۔ خول متحرک ہو گیا اور شالاس کو ان ہچکولوں میں لطف آنے لگا۔ یقیناً یہ آہنی گھوڑے تھے‘ جو نئے لوگوں کی دنیا میں پیدا ہوتے تھے۔ کیسے عجیب کیسے انوکھے۔ وہ مزے سے ہچکولے کھاتا رہا اور سفر جاری رہا۔

شالاس کو ترکانیہ کا علاقہ نظر آیا‘ جہاں اب کوئی نشان نہیں تھا‘ کوئی آبادی نہیں تھی۔ اسے وہ خونریز واقعات یاد آ گئے‘ جو اس کی وجہ سے پیش آئے تھے اور اس کا دل اداس ہو گیا۔ کاش وہ سب لوگ زندہ ہوتے‘ وہ اس نئی دنیا کے سفر سے خوش ہوتے اور کیا حسین منظر ہوتا‘ کیسی دلکشی ہوتی‘ کافی دیر تک وہ اداس رہا اور پھر اس نے اپنے ذہن سے اداسی جھٹک دی‘ نئی دنیا کا حسین تصور اس کے ذہن پر غالب آ گیا۔

کئی چاند نکلے‘ کئی سورج چھپے اور پھر ایک چمکدار صبح کو وہ اس انوکھی دنیا میں پہنچ گیا۔ چاروں طرف بے شمار لوگوں کا اژدھام تھا۔ اونچے اونچے خوبصورت مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ سڑکوں پر آہنی گھوڑے دوڑ رہے تھے‘ رنگین اور دلکش لباس جھلملا رہے تھے۔ وہاں پر اس نے ان آہنی پرندوں کو دیکھا۔ جن کو دیکھ کر وہ خوفزدہ ہوتا تھا‘ وہ سخت حیران ہو گیا۔ نئے انسان آہنی پرندوں میں بیٹھ کر آسمان پر اڑتے تھے اور اسے بابا یابون کی پیشگوئی یاد آ گئی۔

”نیا انسان فضاؤں میں پرواز کرے گا۔“ اس کو یہ دنیا جادو کی دنیا معلوم ہوئی۔ ایک طلسمی دنیا جو کسی جادوگر نے تخلیق کی ہو‘ نئے انسان جادوگر تھے‘ بلاشبہ وہ سب جادوگر تھے۔ آہنی گھوڑے سے اسے بہت سے لوگوں نے اتارا اور پھر اسے بہت بڑے جھونپڑے میں لے گئے جو گھاس پھوس کے بجائے عجیب سے پتھروں سے بنائے گئے تھے‘ لیکن یہ پتھر چھوٹے چھوٹے اور بھونڈے ناہموار ہوتے تھے‘ لیکن جادوگروں کے جھونپڑے بڑے بڑے خوبصورت اور چکنے پتھروں سے بنے ہوئے تھے۔ ان پتھروں میں کوئی رخنہ نہیں تھا اور یہ جھونپڑے آسمان سے باتیں کرتے معلوم

ہو رہے تھے۔

وہ تہہ دل سے بابا یابون کا شکر گزار ہو گیا' جنہوں نے اسے اس دنیا کی سیر کرائی تھی جو خوابوں کی دنیا تھی۔ وہم و گمان سے بھی پرے کی دنیا اور پھر شالاس کو ایک خوبصورت کمرے میں لایا گیا' اسے ایک کونے میں کھڑا کر دیا گیا اور اسے دیکھنے کے لئے بہت سے لوگ آئے۔ تب اس نے جادوگروں کی لڑکیاں دیکھیں اور دیکھتا رہ گیا۔ ایسی حسین لڑکیاں' ایسی پیاری گوری گوری خوبصورت نقش و نگار کی مالک' جن کے ہونٹ سرخ پتھروں سے بنے ہوئے معلوم ہوتے تھے' جن کی آنکھیں ہرنیوں کی آنکھیں معلوم ہوتی تھیں۔ جھلملاتے ہوئے' رنگین لباسوں میں وہ کس قدر پیاری معلوم ہوتی تھیں' کئی لڑکیوں نے شالاس کے جسم کو چھو کر دیکھا اور شالاس کو بڑی شرم محسوس ہوئی' لیکن لڑکیوں کے جسموں سے اٹھتی ہوئی مہک نے اسے مسحور کر دیا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ ان لڑکیوں کے سرخ پھولوں جیسے ہونٹوں کو چوم لے' انہیں پیار کرے' لیکن یہ سب کچھ اس کے بعد میں نہ تھا۔ ابھی اس کی بند مٹھی میں بہت سے موتی تھے اور آخری موتی کے ٹپکنے کے بعد ہی وہ پتھر سے انسان بن سکتا تھا۔

شالاس کو دیکھنے بے شمار لوگ آتے رہے۔ اسے لانے والے بہت خوش تھے۔ شالاس ان کی ایک ایک حرکت دیکھ رہا تھا' پھر اسی رات کو بیٹھ کر ان سب نے ان پتھروں کا بٹوارہ کیا۔ شاید انہیں یہ سفید' سبز اور سرخ پتھر بے حد پسند تھے۔ سب ان پتھروں کو حاصل کر کے بے حد خوش تھے اور شالاس مسکرا رہا تھا۔ آدھی رات کو اس کی مٹھی سے ایک سرخ موتی نکل پڑا' لیکن موتی اس نئے انسان کے ہاتھ لگا جو سفید کپڑے پہنے ہاتھ میں ایک عجیب سی چیز لئے جھونپڑا صاف کر رہا تھا۔ اس وقت شالاس کو لانے والے موجود نہیں تھے۔ اس شخص نے موتی اٹھا کر دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے خوف زدہ نظروں سے دیکھا اور موتی جلدی سے اپنے لباس کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ پھر وہ ہانپتا کانپتا باہر نکل گیا۔ شالاس ہنس پڑا۔ عجیب لوگ ہیں یہ پتھروں سے کتنی محبت کرتے ہیں' کاش میں اپنی مٹی کے تمام پتھر اس شخص کو دے سکتا۔

سورج چھپ گیا' اندھیرا پھیل گیا لیکن جھونپڑے میں درجنوں چاند نکل آئے اور شالاس خوف و حیرت سے ان چاندوں کو دیکھ رہا تھا' جن کی روشنی بہت تیز تھی۔ اس نے چراغوں کی روشنی دیکھی تھی جو جانوروں کی چربی کے تیل سے جلتے تھے۔ ان کی روشنی مدہم ہوتی تھی یا پھر آسمان پر نکلے ہوئے چاند کو دیکھا تھا جس کی روشنی میں وہ زرگانہ کے ساتھ چشمے کے کنارے بیٹھا تھا لیکن وہ چاند سنہری تھا' یہاں سے بہت سے رنگین چاند نکلے ہوئے تھے اور یہ چاند صرف جھونپڑی میں تھے' شالاس کا جی چاہا کہ باہر نکلے ہوئے بہت سے چاند دیکھے' لیکن اس کی خواہش کی تکمیل اس کے بس میں نہ تھی۔ البتہ وہ ایک سوراخ سے باہر ضرور دیکھ سکتا تھا اور اسے دور تک بھرے چاند نظر آ رہے تھے۔ یہ پراسرار اور دلکش دنیا حسین اور پرکشش دنیا' اس نے مسرت سے سوچا جھونپڑوں میں رہنے

والے واپس آ گئے' انہوں نے لباس تبدیل کئے ہوئے تھے۔ وہ نرم بستروں پر سو گئے اور پھر چاند مدہم ہو گئے۔ سورج نکل آیا۔ روشنی سوراخوں سے اندر آنے لگی۔ سونے والے جاگ گئے اور اپنے اپنے خیموں میں مشغول ہو گئے۔ وہ حیرت و دلچسپی سے ان کے مشاغل دیکھتا رہا۔ وقت گزرتا رہا اور پھر سورج چھپنے میں تھوڑی دیر تھی جب وہ اسے اٹھا کر باہر نکل آئے۔ اسے ایک دوسرے آہنی گھوڑے پر رکھا گیا اور وہ چل پڑے۔

''نجانے اب وہ کہاں جا رہے ہیں؟'' شالاس نے سوچا' کہیں بھی جا رہے ہوں اسے اب اس سے کیا غرض تھی۔ وہ تو اس نئی دنیا کی زیادہ سے زیادہ سیر کرنا چاہتا تھا۔ اس آرزو کی تکمیل کے لئے تو اس نے بہت بڑی قربانی دی تھی۔ سینکڑوں زندگیوں کی قربانی' دو قبیلے مکمل طور پر تباہ ہو گئے تھے۔ اس نے صدیاں ایک ویرانے میں کھڑے کھڑے گزار دی تھیں۔ اسے ان نئے دوستوں پر مکمل اعتماد تھا۔ ان سے بڑی محبت تھی' وہ ان کے اشاروں پر چلنے کے لئے تیار تھا۔

آہنی گھوڑے دوڑتے رہے اور پھر وہ ایک اور بڑے سے جھونپڑے میں داخل ہو گئے۔ سب لوگ اتر گئے۔ اسے بھی اتار لیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد شالاس نے جو کچھ دیکھا اس نے اسے حیرت سے گنگ کر دیا۔ اس نے دیکھا بہت بڑے بڑے عظیم الشان جھونپڑے پانی پر تیر رہے ہیں اور پانی کی وسیع و عریض چادر تا حد نگاہ پھیلی ہوئی ہے۔ اس قدر پانی' اس قدر پانی کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا' لیکن کونسی چیز تصوراتی تھی' یہ تو تصور سے باہر کی دنیا تھی جس کے بارے میں بابا یابون کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔

اسے پانی میں تیرتے ہوئے جھونپڑے میں پہنچا دیا گیا اور پھر جھونپڑا خوف ناک آواز میں چنگھاڑنے لگا۔ وہ پانی پر آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا اور شالاس کا دل لرز رہا تھا۔ ایسا خوف ناک پانی اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس نے تو گنگناتی ندیاں دیکھی تھیں جس کی تہہ میں رنگین پتھر صاف نظر آتے تھے۔ اس پانی کی گہرائی کا اندازہ مشکل تھا۔ بابا یابون ٹھیک ہی تو کہتا تھا' یہ نئے انسان پانی پر دوڑتے پھرتے ہیں ان کے جھونپڑے بھی کیسے عجیب ہیں' مگر کونسی بات حیرت انگیز نہ تھی۔ کاش میں جلدی سے انسان بن جاؤں۔ ان سے دوستی کروں' انہیں اپنی داستان سناؤں اور پھر ان سے کہوں کہ مجھے اپنی دنیا دکھا دو' میں نے اس دنیا کو دیکھنے کے لئے کتنی صدیاں انتظار میں گزار دی ہیں۔

دوسری رات کا موتی اس کے ہاتھ سے گرا اور لڑھکتا ہوا نجانے کہاں سے کہاں چلا گیا۔ اس کا سفر جاری رہا اور پھر کئی موتی پانی پر تیرنے والے اس جھونپڑے کے مختلف کونوں میں لڑھکنے لگے' تب وہ ایک اور خوبصورت دنیا کے قریب پہنچا۔ وہ رک گیا اور شالاس کو اس میں سے اتار لیا گیا۔ اس بار جو آہنی گھوڑا اسے لے کر چلا وہ پہلے تمام گھوڑوں سے خوبصورت تھا اور اس بار ان انسانوں کے جس جھونپڑے میں لے جایا گیا وہ بھی بے حد حسین تھا۔ اسے لانے والوں کو یہ بات معلوم نہیں

تھی کہ ہر رات ایک موتی اس کی مٹھی سے نکلتا ہے اگر انہیں یہ علم ہو جاتا تو شاید وہ اسے ستر پردوں میں رکھتے کیونکہ انہیں تو ان موتیوں سے بے پناہ الفت تھی۔ شالاس کو ایک بہت بڑے ہال میں خوبصورت قالین پر رکھ دیا گیا تھا۔

کرنل منصور کے ملازموں نے خاص طور سے اسے صاف کیا تھا اور اس کا چمکدار جسم اور چمکدار ہو گیا تھا۔ ویسے شالاس کو اپنی برہنگی سے شدید شرم آتی تھی۔ اسے دیکھنے والوں میں لڑکیاں تھیں اور جب لڑکیوں کی نگاہیں چوری چوری اس کے پورے جسم کا جائزہ لیتیں تو شرم سے وہ کٹ جاتا' لیکن وہ کس سے کہتا کہ اسے لباس پہنا دیا جائے اس کی آواز کون سن سکتا تھا۔

پھر قسمت اس پر مہربان ہو گئی۔ کرنل منصور کو اس کی برہنگی کا خیال آیا اور ایک برف کی طرح سفید ہوا کی طرح نرم ولطیف لباس اسے پہنا دیا گیا۔ یہ لباس بہت خوبصورت تھا۔ ڈھیلا ڈھالا لباس جو باریک کپڑے کا تھا اور اس کے جسم سے اس کا سڈول جسم اب بھی جھلکتا تھا اور پھر ایک شام بہت سی لڑکیاں اسے دیکھنے آئیں۔ اس وقت ان کے ساتھ کوئی مرد نہیں تھا۔ مترنم قہقہے ہال میں گونجنے لگے۔ حسین لڑکیوں کی آوازیں بے حد حسین تھیں۔ لڑکیاں اس کے گرد جمع ہو گئیں اور اس کے بارے میں گفتگو کرنے لگیں۔

''ہوں......تو یہ عیش ہے شائلہ؟''

ایک لڑکی نے کرنل منصور کی بیٹی شائلہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''بیگم شائلہ تو روزانہ صبح کو اس حسین نوجوان کی زیارت کرتی ہوں گی اور ان کی آنکھوں کا نور بڑھ جاتا ہوگا۔''

''میں بت پرست نہیں ہوں۔''

حسین وجمیل شائلہ نے کہا۔

''لیکن ایسے بتوں کی تو واقعی پرستش کرنے کو دل چاہتا ہے۔ کاش یہ بت زندہ ہو جائے' اگر یہ زندہ ہو جائے تو کیا تم اس سے عشق نہ کرو گی۔'' ایک شریر سی لڑکی نے کہا اور شائلہ ایک پھیکی سی مسکراہٹ سے خاموش ہو گئی۔

''انکل منصور نے ہم لڑکیوں پر ظلم کیا ہے' لانا تھا تو کوئی زندہ مجسمہ لے آتے۔''

''کیا تم یقین کرو گی زبیدہ کبھی کبھی مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ بت زندہ ہے' ہمیں دیکھ رہا ہے' ہماری باتیں سن رہا ہے میں اس سے ایک انجانی لگن محسوس کرتی ہوں۔''

''شائلہ خاتون بتوں کے عشق نے ہمیشہ صحرا گردی کرائی ہے۔ دل سنبھالو' روگ لگ گیا تو لوگ پاگل کہیں گے۔'' زبیدہ نے شرارت سے کہا۔

''ارے اس کا چہرہ دیکھو' یہ تو واقعی سنجیدہ معلوم ہوتی ہے۔'' ایک دوسری لڑکی نے کہا اور شائلہ کی آنکھوں سے آنسو لڑھک پڑے۔ وہ منہ چھپا کر سسکیاں لینے لگی اور شالاس کا دل بھی رونے لگا۔

''میں اس اچھی لڑکی کے لئے کیا کروں۔'' اس نے سوچا۔

''شمائلہ پاگل ہو گئی ہو' مانا کہ بت بہت حسین ہے لیکن یہ صرف کسی سنگتراش کی تخلیق ہے صرف ایک تصور اور تصور کے لئے آنسو نہیں بہائے جاتے' دیوانی ہو جائے گی' کسی کے پاس تمہارے دکھ کا مداوا نہ ہو گا۔''

''ڈیڈی اسے میوزیم کو دے رہے ہیں' انہوں نے اسے قومی میوزیم کا عطیہ دینے کا اعلان کر دیا ہے۔''

''اچھی بات ہے یہ یہاں سے چلا جائے۔''

''مگر میں نہیں چاہتی۔''

شمائلہ نے کہا۔

''تم تو سچ مچ پاگل ہو گئی ہو' میں انکل سے کہوں گی کہ وہ کل کے بجائے آج اس چور کو گھر سے نکال دیں' جس نے ہماری شمائلہ بیگم کا دل چرانے کی کوشش کی ہے۔''

''مگر یہ شمائلہ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود پاگل ہے' اس مجسمے کو دیکھ کر متاثر ضرور ہوا جا سکتا ہے' لیکن اس سے عشق' صدیوں پرانی باتیں ہیں' میڈیم شمائلہ' اب عاشق کی آہوں سے پتھروں میں جان نہیں پڑتی۔''

لڑکیاں گفتگو کرتی رہیں اور شمائلہ خاموش رہی' شالاس بھی فکر مند تھا۔ یہ تو بڑی افتاد تھی۔ لڑکی درحقیقت اس سے محبت کرنے لگی تھی۔ وہ اس کی محبت کا جواب دینے سے معذور تھا۔ کافی دیر تک لڑکیاں اس کے بارے میں گفتگو کرتی رہیں' اسے دیکھتی رہیں اور پھر واپس چلی گئیں اور شالاس کے لئے گہری سوچ چھوڑ گئیں۔ اس نئے واقعہ پر غور کر رہا تھا۔ یہ لڑکی اسے پسند کرنے لگی ہے' اسے چاہنے لگی ہے' اس کے انسانی روپ میں آ جانے کے بعد بھی وہ اسے چاہے گی' اگر وہ اسے چاہے گی تو وہ اسے اپنا لے گا' لیکن کیا وہ اسے انسانی حیثیت میں قبول کر لے گی۔

اور...... وہ انسان کب بنے گا' شالاس کا دل چاہا کہ وہ اپنی مٹھی کھول دے' تمام موتی پھینک دے اور اس خوبصورت اور چاہنے والی لڑکی کو سینے سے لگ کر کہے کہ اے نئی اور پراسرار دنیا کی شہزادی' میں نے تیرے لئے صدیاں گزار دی ہیں' میں نے تیرے لئے زرگانہ کو ٹھکرا دیا ہے' وہ تو ہی تو ہے جس کی چاہ میں میں نے پتھریلا پیراہن زیب تن کیا ہے' لیکن اپنے ساکت جسم کو حرکت دینا اس کے بس میں نہیں تھا' کیونکہ وہ مجبور تھا۔

اس وقت رات آدھی کے قریب گزر گئی تھی۔ جب اس کے جھونپڑے کا دروازہ کھلا۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ نیلے چاند کی ہلکی روشنی میں اسے وہی لڑکی نظر آئی جس نے اس سے عشق کا اظہار کیا تھا۔ وہ باریک لباس پہنے ہوئے تھی۔ اس کے لمبے لمبے بال بکھرے ہوئے تھے' آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گئی۔ وہ عجیب انداز میں اسے دیکھ رہی

تھی اور پھر اس کے منہ سے لرزتی ہوئی آواز نکلی۔

''اے حسین مجسمے' اے محبت کے بت' میری مدد کر میں کیا کروں' میں اپنے پاگل پن سے واقف ہوں' لیکن دل سے مجبور بھی ہوں' بتا کیا محبتوں کا وہ دور واپس نہیں آ سکتا' جب عاشق کی آہوں سے پتھر انسان بن جاتے تھے۔ میں تجھے انسانی قالب میں لانا چاہتی ہوں' میں تجھ سے محبت کرتی ہوں' بے پناہ محبت' میں تیرے بغیر زندہ نہ رہ سکوں گی۔'' وہ شالاس سے بری طرح چمٹ گئی۔ اس نے شالاس کے پتھریلے ہونٹوں کو چوم لیا۔ اس نے شالاس کی آنکھیں چوم لیں اور اس کے سینے پر اپنا رخسار رگڑنے لگی۔ وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔

''میری آہوں میں اثر ہے' میرا عشق سچا ہے تو انسان بن جا' مجھے اپنی بانہوں میں بھینچ لے۔''

وہ روتے روتے شالاس کے قدموں میں بیٹھ گئی اور شالاس کی مٹھی آہستہ سے کھلی اور سرخ رنگ کا ایک موتی لڑکی کے سامنے گر پڑا۔ لڑکی چونک پڑی۔ اس نے اس جگمگاتے موتی کو دیکھا اور اسے اٹھا لیا۔ وہ حیرت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی' پھر اس کے منہ سے بڑبڑاہٹ نکلی۔

''یہ موتی کہاں سے آیا' اوہ...... یہ ہیرا ہے' مگر یہ کہاں سے گرا' کیا یہ تیری محبت کا تحفہ ہے۔ کیا یہ تیرا تحفہ ہے مجھے بتا' یہ کیا تیرا عطیہ ہے؟ کیا تو بھی میری محبت سے متاثر ہے' بتا جواب دے۔''

وہ کھڑی ہو گئی' لیکن شالاس کیا جواب دیتا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا' اس کی آنکھوں میں رحم کے جذبات تھے' وہ اس لڑکی کی محبت سے متاثر تھا۔

''میں اسے تیری محبت کا جواب سمجھ رہی ہوں' کل تو یہاں سے جا رہا ہے' لیکن میں روزانہ تجھ سے ملنے آؤں گی۔ میں روزانہ تجھ سے ملوں گی۔''

اس کے بعد وہ بوجھل قدموں سے باہر نکل گئی۔

''کل میں کہاں جا رہا ہوں' کون مجھے لے جا رہا ہے؟'' شالاس نے سوچا اور پھر وہ گہرے خیالوں میں کھو گیا۔

''میں جس وقت انسان بنوں گا تو سب سے پہلے اس لڑکی سے ملوں گا۔ میں اس سے کہوں گا کہ اس کی محبت نے مجھے زندہ کر دیا ہے' کس قدر خوش ہو گی وہ۔'' شالاس سوچتا رہا۔

سورج نکل آیا اور پھر دھوپ تیز ہو گئی۔ پھر چند لوگ آئے' چند اجنبی لوگ اور اسے اٹھا کر لے گئے۔ اسے یہاں لانے والا بھی ساتھ تھا۔ شالاس یہاں سے نہیں جانا چاہتا تھا' لیکن ابھی وہ مجبور تھا۔ وہ اپنی خواہش کا اظہار کیسے کرتا اور پھر اسے ایک نئی جگہ دی گئی۔ بے شمار لوگوں نے اس کے لئے کئی جگہیں تجویز کیں۔ جس جگہ وہ آیا تھا وہ بے حد خوبصورت تھی۔ چاروں طرف خوبصورت گھاس اُگی ہوئی تھی' حسین پھول کھلے ہوئے تھے۔ اس نے پتھر کے عجیب سے پھول سے پانی ابلتے دیکھا اور یہ ابلتا ہوا پانی اسے بے حد پسند آیا۔ ان لوگوں نے بھی شاید اس کی دلی خواہش جان لی اور اسے اس پھول کے نزدیک ہی ایک پتھر کی خوبصورت سل پر رکھ دیا گیا۔

تمام لوگوں نے تالیاں بجائیں۔ اسے لانے والے کو ہار پہنائے گئے اور اس کا شکریہ ادا کیا گیا اور پھر اس شام اس کے گرد بے شمار لوگوں کا اژدھام ہو گیا۔ رنگ برنگے چہرے، رنگ برنگے لباس اس کے گرد منڈلانے لگے۔ ایک شخص ہاتھ میں لکڑی کا ہتھیار لئے اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ یہ ایک بوڑھا شخص تھا' جو چھوٹے بچوں اور دوسرے لوگوں کو اس کے قریب آنے سے روک رہا تھا۔ رات ہونے تک لوگ اسے دیکھنے آتے رہے' پھر چاند نکل آیا۔ اس کا محافظ اب بھی اس کے قریب موجود تھا۔ وہ پتھر کی سل کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔ چاند سفر طے کرتا رہا۔ پھر اس نے دور سے کسی کو آتے دیکھا' کوئی لڑکی تھی۔ آہستہ آہستہ وہ قریب آتی گئی اور محافظ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''رشیدہ۔''

اس نے آواز دی۔

''ہاں فضلو' یہ میں ہی ہوں۔''

''بہت دیر ہو گئی' میں کب سے تیرا انتظار کر رہا تھا۔''

''مجھے کیا معلوم تھا کہ تیری ڈیوٹی بدل گئی ہے۔'' عورت کی آواز ابھری۔

''ہاں میری ڈیوٹی یہاں لگا دی گئی ہے' اس مجسمے کے قریب' تیرا آدمی کہاں ہے؟''

''سو گیا کمبخت' منحوس سونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ ہر وقت کھانستا رہتا ہے' آج پھر کھانسی کا دورہ پڑ گیا تھا' بڑی مشکل سے سویا تو میں چلی آئی۔''

''میری مان تو رمضانی کو زہر دے دے' میں تیرے ساتھ شادی کر لوں گا اور پھر یہ چوری چھپے کی ملاقاتیں بند ہو جائیں گی۔'' محافظ نے کہا اور اسے بازوؤں میں بھر لیا اور شالاس چونک پڑا۔

''یہ کیا' اس حسین دنیا میں بھی بدنما دھبے موجود ہیں؟'' ان لوگوں کی گفتگو سے وہ حقیقت سمجھ گیا تھا' رمضانی اس عورت کا شوہر اور محافظ عاشق اور عاشق اسے شوہر کو قتل کرنے کا مشورہ دے رہا تھا۔

''میں بھی یہی سوچتی ہوں' مگر اس کی لاش کہاں چھپائیں گے؟''

''اسے یہیں گڑھا کھود کر گاڑ دیں گے۔''

''مجھے ڈر لگتا ہے۔''

''پگلی ڈرنے کی کیا بات ہے' میں جو تیرے ساتھ ہوں اور پھر تو سوچ ہم دونوں کیسے مزے کی زندگی گزاریں گے' عیش کریں گے عیش۔''

''میں سوچوں گی' ہمت نہیں پڑتی ہے۔'' اور محافظ اس کی ہمت بندھانے لگا اور شالاس کا دل چاہا کہ آنکھیں بند کر لے۔ وہ اس شرمناک کھیل کو نہیں دیکھ سکتا تھا' جو ایک بیوی اپنے عاشق کے ساتھ کھیل رہی تھی' لیکن وہ مجبور تھا۔ وہ اپنی آنکھیں بند نہیں کر سکتا تھا اور برہنگی کے اس کھیل کو اس نے اختتام تک دیکھا' اس کا دل چاہا کہ چیخ چیخ کر سب کو جمع کر لے اور بتائے۔

''اے حسین دنیا کے حسین لوگو! تمہارے درمیان ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو تمہاری دنیا کو گندا کر رہے ہیں' بچاؤ اپنی خوبصورت دنیا کو ان گندے انسانوں سے' اس شوہر کی جان بچاؤ جس کی بیوی اس سے بیوفائی کر رہی ہے' ورنہ تمہاری دنیا میں ایک بدنما داغ لگ جائے گا۔''

لیکن وہ اپنی آواز کس حد تک پہنچا سکتا تھا۔ وہ مجبور تھا۔ رات کا موتی اس کے ہاتھ سے گر پڑا اور لڑھک کر ایک گڑھے میں جا گرا۔ دوسرے دن جب سورج پوری طرح نہیں نکلا تھا۔ شمائلہ اس کے پاس آئی وہ اس کے سامنے کھڑی ہو کر اسے دیکھتی رہی اور شالاس اس کی آنکھوں کی بے بسی کو محسوس کرتا رہا۔ اس کا دل کڑھتا رہا' لیکن وہ کیا کر سکتا تھا۔

شام ہوئی' بے شمار لوگ اسے دیکھنے آئے۔ وہ تماشا بنا رہا۔ نجانے آج کیوں وہ اس قدر خوش نہیں تھا' جتنا پچھلے روز تھا۔ وہ تو محبت کا پجاری تھا۔ اس نے تو محبت اور رحمدلی کی وجہ سے سرداری چھوڑی تھی۔ وہ اس نئی دنیا کا عاشق تھا' اپنی پسندیدہ جگہ پر گندگی دیکھ کر اسے بہت دکھ ہوا تھا اور پھر رات کو اس کی آنکھوں میں تاریکی چھا گئی۔ اس وقت رات آخری پہر پر تھی۔ اس کا محافظ اس کے سامنے بیٹھا رہا تھا' وہی عورت دوڑتی ہوئی آئی اور ہانپتے ہوئے لہجے میں بولی۔

''فضلو' فضلو میں نے رمضانی کو زہر دے دیا ہے۔ میں نے اسے مار ڈالا ہے' وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا ہے' اب کیا کریں؟''

''مار ڈالا۔'' فضلو حیرانی سے بولا۔

''ہاں اس کی لاش بستر پر پڑی ہے' جلدی چل کچھ کر' ورنہ پولیس کو پتہ چل جائے گا۔''

''چل۔'' محافظ نے کہا اور اسے چھوڑ کر عورت کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ شالاس کو کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ وہ بے بسی سے کھڑا رہا۔ اس کا دل رو رہا تھا۔ محافظ پھر واپس نہیں آیا۔ رات بہت اداس گزری۔ دوسری صبح خوشگوار نہیں تھی۔ شمائلہ حسب معمول آئی۔ آج محافظ موجود نہیں تھا۔ وہ اس کے قریب چلی آئی' اسے دیکھتی رہی اور پھر واپس چلی گئی۔

شالاس کھڑا رہا اور دن گزرتے رہے۔ شمائلہ چھ سات روز تک آتی رہی' پھر اس نے بھی آنا بند کر دیا' لیکن ایک شام وہ آئی۔ اس شام اس کے ساتھ ایک خوبصورت سا نوجوان تھا۔ وہ شالاس کے قریب پہنچ گئی۔ آج اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

''ہوں تو یہ ہے جناب کا محبوب' پتھر کا معمولی بت' لیکن یہ ایسا حسین بھی نہیں ہے۔''

''بس دیوانگی سمجھو جاوید' نجانے اس مجسمے میں کیا سحر تھا' میں پاگل ہو گئی تھی۔'' شمائلہ نے کہا اور اس کا دل لرز گیا۔ اسے اس رات کی شمائلہ یاد آ گئی جب وہ اس کے پتھریلے ہونٹ چوم رہی تھی' رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکے گی۔

''پھر اب کیا خیال ہے' کیا میں ان محترم سے آپ کے بارے میں گفتگو کروں۔'' نوجوان نے تمسخرانہ انداز میں پوچھا۔

''اب تم آ گئے ہو جاوید' تم سحر شکن ہو' تمہاری ایک جھلک نے اس پتھر کے مجسمے کو شکست دے دی ہے۔ یہ پتھر ہے' تم انسان' اس کا اور تمہارا کیا مقابلہ' چلو۔'' شمائلہ نے جاوید کے بازو میں ہاتھ ڈالا اور آگے بڑھ گئی۔ شالاس کا دل رو پڑا اور اس کی بے آواز کراہ نکل گئی۔

''اے نئی دنیا کے انسانو! یہی ہے تمہاری دنیا' کیا اس حسین دنیا کے لوگوں کے دل ایسے ہی سیاہ ہیں۔ ان سیاہ دلوں سے تم نے یہ حسین دنیا کیسے تعمیر کر لی۔''

اس نے دکھ بھرے انداز میں سوچا۔ ایک بیوی نے اپنے شوہر کو موت کی نیند سلا دیا تھا۔ ایک محبت کی متوالی نے چند لمحات میں محبت کے محل مسمار کر دیئے تھے۔ اگر نئی دنیا یہی ہے تو پھر اس میں کیا رکھا ہے۔''

روشاق ایک لمحے کو رک کر نشاء کا چہرہ دیکھنے لگا' نشاء جیسے اس کہانی کے سحر میں کھوئی ہوئی تھی۔

❖❖❖

روشاق نے سلسلہ گفتگو وہیں سے جوڑا اور بولا۔
"جو علم نشور علائی کے پاس تھا وہ اس کے دور کے علم سے بہت زیادہ تھا' اور جب نشور علائی نے اپنے ستاروں کے حساب کا جائزہ لیا تو اسے پتہ چلا کہ وہ دور سے کبھی کا گزر گیا جو سیت کا دور تھا' اور جس کیلئے اس نے اپنے آپ کو زمین کے حوالے کیا تھا۔
وہ شدت غم سے نڈھال ہوگیا' لیکن اس نے علم کو جاری رکھا اور اسے پتہ چل گیا کہ ماضی کو حال کی ہواؤں میں خلا میں تلاش کیا جا سکتا ہے اور جب سورج کی کرنیں واپسی کا سفر کرتی ہیں تو ان کے ساتھ ماضی رخ کا اختیار کیا جا سکتا ہے......
سو یوں ہوا کہ ایک چمکیلی دوپہر مصر کے رہنے والے محقق نے مصری خاندان سیت کی اس دیوی کی داستان چھیڑ دی جو چھ سو تریسٹھ قبل مسیح مصر کے چھبیسویں خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور نشور علائی جس کا دور کھو چکا تھا تب اس دور کے اس دشمن محقق نے نشور علائی کے ذہن میں انا تم سلانوسیہ کا تصور جگایا جو ادوار کی نزائلہ بھی تھی اور سورج کی جانب اشارہ کر دیا۔ سورج کی روشنی نے نشور علائی کی آنکھوں میں سلانوسیہ اول کا نقش منجمد کر دیا اور محقق نے اس کی آنکھوں سے وہ نقش حاصل کر لیا' لیکن یہ چوری خود محقق کیلئے موت کا پھندہ بن گئی۔ نشور علائی بیوقوف نہیں تھا کہ اس نے ملکہ حسن کیلئے صدیوں کی موت اپنالی تھی۔ خود محقق بھی اس کیلئے حواس کھو بیٹھا۔
اب وہ سلانوسیہ کیلئے نشور علائی سے زیادہ تڑپ رہا تھا' لیکن اسے فوقیت حاصل تھی' اس نے سورج سے مدد لی اور ایک دن کرنوں کی واپسی کا سفر کر کے سیت کے دور میں چلا گیا اور اس نے سلانوسیہ تک رسائی حاصل کر لی۔ اس نے تاریخ کو دھوکہ دیا اور اس دور کا ایک کردار بن گیا۔
لیکن جس تاریخ میں وہ جی رہا تھا وہ اس کے اپنے دور کی تاریخ نہیں تھی۔ اسے سلانوسیہ کا قرب حاصل ہوگیا' لیکن وہ اس کے ساتھ اپنے دور میں آنا چاہتا تھا اور عین اس وقت جب سلانوسیہ اول ایک ننھے سے وجود کے ساتھ جو محقق اور سلانوسیہ کے اشتراک کا ثمر تھا سورج کے ساتھ فرار ہو رہا تھا کہ اس پر کمندیں پڑ گئیں۔ سلانوسیہ فرار نہ ہو سکی اور محقق کا بدن کمندوں میں پھنس گیا' لیکن وہ

اپنی بچی کے ساتھ فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا اور اپنے بے جسم وجود اور ننھی بچی کے مکمل وجود کے ساتھ وہ اپنی دنیا میں پہنچ گیا۔ سسکتا' تڑپتا اپنے دل کو محبت کے زخموں سے چور کئے اور اس کے بعد سے آج تک وہ اپنی گمشدہ محبت کی تلاش میں سرگرداں ہے...... کیا تم سمجھ گئیں نشایا سلانوسیہ کی بیٹی نزائلہ کہ وہ محقق کون ہے' وہ تمہارا باپ ہارون دانش ہے سمجھیں...... ہارون دانش......"

میرا وجود پسینے سے تر ہوگیا۔ دماغ میں آندھیاں چل پڑیں' دل جیسے حلق سے نکل پڑنے کیلئے بے چین تھا' مگر میں سن رہی تھی اس کی باتیں' پھر بولا۔

"اور تم...... تم وہ عظیم دھوکہ ہو نشاء جو تاریخ کو دیا گیا تمہیں تاریخ سے چرایا گیا ہے اور اس کے بعد وہ بے کسی وہ مظلوم میں نے سلانوسیہ کے پیار میں صدیاں گزار دی تھیں' جس نے ہزاروں سال کھو دیئے اور وہ ساری کاوشیں کر کے جو ہارون دانش نے کی تھیں' اس دور میں پہنچا تو پتا چلا کہ ہارون دانش اپنا کام کر چکا ہے اور تاریخ کی عدالت نے دانش پر مقدمہ قائم کر دیا۔ دیوی امارونیہ نے دانش کی محافظت اختیار کی تھی' لیکن دانش وہ نہ رہ سکا جو تھا۔ اس کا بے وجود جسم بھٹکتا رہا اور آج بھی وہ جھوٹے سہارے حاصل کرنے میں کوشاں ہے۔

لیکن سنو اسے کچھ نہیں حاصل ہوگا۔ اگر کوئی اس کا وکیل بن سکتا ہے تو وہ میں ہوں۔ ہاں جانتی ہو میں کون ہوں...... میں ہوں نشور علائی...... وہ بدنصیب جس نے اپنی ناکام محبت کیلئے صدیاں کھو دیں...... اور کچھ نہ پایا......

نشاء میں ہارون دانش سے ملنا چاہتا ہوں۔ اسے بتانا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی کاوشوں سے کچھ نہ پا سکے گا اور آخر کار اسے ماضی کی عدالت میں پیش ہونا پڑے گا۔ میں اس کی وکالت کروں گا اور اگر اسے سزا ہوئی تو میں خود کو اس کے بدلے پیش کروں گا' کیونکہ میں سلانوسیہ سے محبت کرتا ہوں اور سلانوسیہ ہارون دانش کو چاہتی ہے۔"

روشاق کی آواز کپکپا گئی۔ میرے حواس ساتھ چھوڑ گئے' مجھے زور سے چکر آیا اور میں نے ہاتھ پھیلا کر کسی غیر مرئی شے کو پکڑنے کی کوشش کی' لیکن کچھ ہاتھ نہیں آیا اور میں اندھے منہ فرش پر گر پڑی' مجھے کچھ ہوش نہیں تھا۔

نجانے کب تک بے ہوش رہی تھی...... ہوش آیا تو چمکدار دن پھیلا ہوا تھا۔ میں جہاز کے اسپتال میں بستر پر پڑی ہوئی تھی اور شاید میرے سر میں پٹی بندھی ہوئی تھی۔

اچانک ہی مجھے سسٹر صوفیہ کی آواز سنائی دی۔

"نشاء...... نشاء کیسی طبیعت ہے......" اس کے ساتھ ہی ان کا ہاتھ میرے سینے پر آ ٹکا اور چہرہ نگاہوں کے سامنے آ گیا۔

"ٹھیک ہوں سسٹر......"

"تمہیں بخار ہے......"

''بخار؟......''

''ہاں! ڈاکٹر الیاس نے بتایا تھا کہ رات کو تمہارا بخار حد سے تجاوز کر گیا تھا۔ تم پر سرسرانی کیفیت طاری تھی اور تم نجانے کیا کیا ہذیان بک رہی تھیں۔

میں خاموشی سے صوفیہ کی شکل دیکھنے لگی' خود پر گزرے واقعات کو یاد کر کے مجھ پر کپکپی طاری ہونے لگی۔ صوفیہ نے میرا بازو سہلاتے ہوئے کہا۔

''نہیں میری جان نہیں...... تم تو بہت بہادر لڑکی ہو...... کیا بات ہے میری زندگی...... کسی سے خوفزدہ ہو......''

''نہیں سسٹر بس سردی لگ رہی ہے۔'' میں نے کپکپاتی آواز پر قابو پانے کی کوشش کر کے کہا تو سسٹر نے مجھے کمبل سے ڈھک دیا۔

''دماغ پر زور نہ ڈالو پلیز......''

''نہیں سسٹر اب میں ٹھیک ہوں...... کیا وقت ہوا ہے۔''

''ساڑھے گیارہ بج رہے ہیں۔''

''رات کے......'' میں نے حیرت سے کہا۔

''نہیں...... دن کے' ساری رات تو تم بخار میں پھنکتی رہی ہو۔ رات کو مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم بیمار ہو گئی ہو' ہسپتال کا ایک شخص ڈاکٹر کو بلانے آیا کہ ایک مریض کو شدید بخار ہو رہا ہے اور وہ زخمی ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر چلے گئے تھے اور میں گہری نیند سو گئی تھی۔ صبح کو آنکھ کھلی' میں حیران ہو رہی تھی کہ ڈاکٹر نے کہا کہ وہ ساری رات تمہارے سرہانے رہے ہیں اور وہ مریض تم ہو...... میں پریشان ہو گئی اور الٹا سیدھا ناشتہ کر کے یہاں بھاگی۔ اس وقت سے یہیں ہوں۔ بے چارہ عسکری رات بھر تمہارے ساتھ جاگتا رہا ہے۔''

''عسکری......''

''وہی تمہیں ہسپتال لایا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ ''عرشے پر چہل قدمی کرتے ہوئے تمہیں ٹھوکر لگ گئی تھی۔''

''اوہ......'' میں نے گہری سانس لی۔

''کوئی اور بات تھی کیا؟''

''نہیں اور کوئی بات نہیں تھی۔''

''عسکری کو میں نے زبردستی ناشتہ کرنے کیلئے بھیجا ہے۔ وہ ساری رات تمہارے سرہانے کھڑے ہو کر وقت گزارتا رہا ہے۔''

''پاگل ہے وہ۔''

''ایک بات کہوں نشاء' اس کے پاگل پن کا علاج کر دو' اب اس پر ترس آنے لگا ہے۔''

''آپ آرام کریں سسٹر.....'' میں نے تلخ لہجے میں کہا۔
''بے حد ضدی ہو تم' لیکن ایک بات میں تم سے کہوں کہ ماضی میں جو کچھ بھی گزرا' وہ تم سے مخلص ہے اور میں جانتی ہوں کہ ساری زندگی وہ تمہیں پوجتا رہے گا۔''
''کیا آپ یہ سب کچھ کہنے کیلئے یہاں تشریف لائی ہیں' سسٹر۔''
''میں نے کہا اور صوفیہ مجھے دیکھتی رہی' پھر اس نے کہا۔
''میں جانتی ہوں تم مجھ سے کبھی ایسے لہجے میں بات نہیں کرتی تھیں' مگر جو واقعات گزرے ان میں میرا بھی تو قصور نہیں تھا۔ چلو ٹھیک ہے میں تمہیں کیا بتاؤں' بس میرا تمہارا خون کا کوئی رشتہ نہیں ہے.....سوری آئندہ احتیاط رکھوں گی۔''
صوفیہ کی آواز بھرا گئی تو میں نے چونک کر اسے دیکھا' نجانے کیوں میرا دل پسیج گیا تھا' میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
''نہیں سسٹر ایسی کوئی بات نہیں ہے' جو ہو گیا سو ہو گیا' مجھے اب آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے۔ ویسے میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں' ڈاکٹر الیاس بہت اچھے انسان ہیں' لیکن میری زندگی کا کوئی محور نہیں ہے۔ میں نہیں جانتی کہ میرا مستقبل کیا ہوگا۔ بس میں خلوص دل سے اس کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔ اس نے اپنی محبوبہ کو بہن کہہ کر مجھ سے متعارف کروایا تھا۔ ایک انسان کسی لالچ کے تحت اس حد تک جا سکتا ہے تو اس پر کیا بھروسہ کیا جائے۔
خیر مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے ساتھ سخت ہو گئی۔''
صوفیہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں بس مجھے اس پر ترس آ گیا ہے.....''
''ٹھیک ہے دیکھئے وقت کا فیصلہ کیا ہوتا ہے۔'' میں نے کہا اور پھر صوفیہ بولی۔
''ڈاکٹر آ جائیں پھر میں چلی جاؤں گی۔ ویسے اپنا پروگرام نہیں بتاؤ گی مجھے.....''
''کیسا پروگرام سسٹر.....''
''مصر پہنچنے کے بعد ہم لوگ تو فوراً اپنے وطن واپسی کا انتظام کریں گے' تم کیا کرو گی۔''
''میں.....'' میں نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔ ایک بار پھر میرے ذہن میں روشاق کی داستان آ گئی تھی اور اس داستان کے تصور سے دل و دماغ میں ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں صوفیہ کو کیا جواب دیتی۔
اسی وقت عسکری آ گیا' اس کی آنکھوں کی سرخی بتاتی تھی کہ واقعی وہ ایک لمحہ بھی نہیں سو سکا۔ مجھے ہوش میں دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔
''کیسی طبیعت ہے نشاء۔''
''ٹھیک ہوں۔ پتا نہیں بخار کیسے آ گیا۔''
''چوٹ کی وجہ سے۔'' عسکری نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ وہ پتا نہیں کیا سوچ رہا تھا۔

مسز صوفیہ نے کہا۔

''ڈاکٹر آجائیں تو ان سے بات کر کے جو فیصلہ مناسب سمجھو کر لینا اور سنو میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔''

''ارے نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا مستقل بیمار رہنے کا ارادہ تو نہیں ہے۔''

''پھر بھی اگر تم چاہو تو مجھے بلا سکتی ہو۔'' صوفیہ نے کہا اور چلی گئی۔

عسکری کرسی کھینچ کر میرے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''سوری عسکری' تمہیں میری وجہ سے بڑی تکلیفیں اٹھانا پڑ رہی ہیں۔''

''مجھے ایک بات بتاؤ نشاء کیا روشاق نے تمہیں زخمی کیا تھا؟''

''نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔''

''تم وہاں بے ہوش پڑی ہوئی تھیں۔ میں تمہیں اٹھا کر ہسپتال لے آیا تھا۔''

''پتا نہیں کیا ہوا تھا۔'' میں نے بیزاری سے کہا۔ عسکری کہنے لگا۔

''میں ہسپتال میں تو تمہارے پاس رک سکتا ہوں۔''

''یقین کرو میں بالکل ٹھیک ہوں' اصل میں روشاق نے مجھے میرے بارے میں ایسی داستان سنائی تھی جس نے میرا دماغ معطل کر دیا تھا' لیکن وہ عارضی ہیجان تھا۔''

''پھر بھی میں یہاں رکنا چاہتا ہوں۔''

''ساری رات جاگتے رہے ہو جاؤ سو جاؤ۔''

''مجھے وہ داستان نہیں سناؤ گی۔''

''نہیں......'' میں نے کہا اور عسکری نے رخ بدل لیا' چند لمحات کے بعد وہ بولا۔

''اوکے پھر میں چلتا ہوں خدا حافظ۔'' یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

میری سمجھ میں اب بات نہیں آ رہی تھی روشاق نے جو کچھ بتایا تھا وہ کتنا انوکھا تھا۔ لیکن میری تو زندگی ہی انوکھی تھی۔ کیا روشاق ٹھیک کہہ رہا ہے' جو کچھ اس نے کہا ہے وہ واقعی سچ ہے۔ یہ بات پتہ چل گئی وہ عورت جس نے میری پرورش کی تھی اور جو مر گئی تھی۔ میری ماں نہیں تھی اور وہ آدمی جو مجھے تاریخ سے چرا کر لایا تھا میرا باپ ہی تھا۔

یہ سب کچھ کیا تھا...... کیا واقعی ہارون دانش قدیم دور میں پہنچ گئے تھے۔ لیکن یہ سب کچھ کتنا انوکھا ہے۔ مجھے یاد تھا کہ تیونس میں کارچوک کی پہاڑیوں میں جو تابوت ملا تھا اس میں میری لاش موجود تھی۔ کیا یہ سب کچھ ٹھیک ہے۔

اوہ میں کیا ہوں...... کیا میں واقعی منفرد ہوں...... جھوٹا ہے روشاق...... جھوٹ بولتا ہے۔ کم بخت نے میرا ذہن مکمل طور پر خراب کر دیا ہے۔

میں نے بے چینی سے کروٹ بدلی اور کوئی چیز میرے بازو میں چبھنے لگی۔ میرا دل پھر دھڑک

اٹھا۔ مجھے وہ زیور یاد تھا جو روشاق نے مجھے دیا تھا اور اسکا نام عجیب وغریب بتایا تھا' شاید شعزانہ اوفیاناس۔ عجیب وغریب نام تھا۔ غالباً یہ بھی ایرانی زبان کا کوئی لفظ تھا۔ پتہ نہیں کیا چیز تھی یہ اس نے کہا تھا کہ یہ تمہارا بہترین رہنما اور دوست ثابت ہوگا۔ میں نے تو اسے غور سے دیکھا بھی نہیں تھا۔

اچانک ہی میرے ذہن میں تجسس جاگ اٹھا' میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بازو پر سے آستین ہٹائی۔ روشاق نے اپنے ہاتھ سے وہ زیور میرے بازو پر باندھا تھا' میں نے اس کے ہک تلاش کئے اور اسے کھول لیا۔

سونے کی مختلف زنجیروں کو میں نے دیکھا۔ ان کی بناوٹ بہت عجیب تھی' لیکن یہ عجیب و غریب زیور تھا۔ بے شک یہ عجیب وغریب زیور تھا کہ یہ کوئی زیور ہے' بناوٹ بے حد حسین تھی۔ چہرہ مکمل سانپ کا تھا اور آنکھوں میں دو انتہائی باریک ننھے سبز نگینے لگے ہوئے تھے جو بولتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔

میں نے ان پر غور کیا تو مجھے یوں لگا جیسے وہ مجھے کچھ کہہ رہے ہوں' آہ...... یہ عجیب وغریب زیور بھی اپنی جگہ ایک انوکھی نوعیت رکھتا تھا۔ بظاہر اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی' لیکن اس سے نگاہیں ملانے کے بعد مجھے اپنے ذہن میں ایک عجیب سی سنسناہٹ محسوس ہونے لگی۔ میں نے آنکھیں بند کر کے اپنے ذہن کو کئی بار جھٹکا اور سر کے زخم میں ایک تیز ٹیس دوڑ گئی۔ میں نے بستر کے تکیے سے سر لگا دیا۔

طلجا زیور اب میرے ہاتھ میں تھا' لیکن اس وقت میرے دہشت کی انتہا نہ رہی' جب میں نے محسوس کیا کہ طلائی زنجیر متحرک ہے۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ رینگتی ہوئی میری کلائی پر چڑھ رہی ہو۔

میرے حلق سے دہشت بھری آواز نکل گئی اور میں نے زور سے ہاتھ کو جھٹکا۔ طلائی زنجیر فرش پر جا پڑی تھی۔ میں ایک جھٹکے سے سیدھی ہوگئی اور میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا۔ وہ اسی طرح ساکت پڑی ہوئی تھی۔ پتا نہیں یہ صرف میرا احساس تھا یا حقیقتاً اس میں کوئی تحریک ہوئی تھی روشاق کی دی ہوئی چیز تھی' پتا نہیں اس میں کیا اسرار ہو۔ اس کی سبز اور ٹھنڈی آنکھیں نیچے پڑی ہوئی بھی چمک رہی تھیں اور جب بھی میں ان آنکھوں کی طرف دیکھتی' مجھے اپنے دماغ میں کچھ کلبلاہٹیں محسوس ہونے لگتی تھیں۔

اس وقت بھی میری نگاہیں جمی ہوئی تھیں اور دماغ کی سنسناہٹیں بڑھ گئی تھیں' پھر مجھے نیند سی آئی اور پلکوں پر شدید بوجھ محسوس ہونے لگا۔ میں بستر پر دراز ہوگئی۔ نجانے کیوں ایک لمحے کے اندر اندر زمین پر پڑی ہوئی ناگن کی زنجیر میرے دماغ سے نکل گئی تھی' پھر پلکیں ایک دوسرے سے ایسے جڑیں کہ میں انہیں کوشش کے باوجود بھی نہ کھول سکی اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگئی۔

نجانے کتنی دیر سوتی رہی تھی' غالباً اس دوران مجھے میرے کیبن تک پہنچا دیا گیا تھا' جس کا

مجھے پتا بھی نہ چلا تھا۔

آنکھ کھلی تو تقریباً دو بج رہے تھے۔ طبیعت اتنی ہلکی پھلکی ہو رہی تھی کہ مجھے خود حیرت ہوئی۔ بخار کا وہ احساس بھی جاتا رہا تھا' جو بدن کو تھکن کا شکار کئے ہوئے تھا اور سر کی چوٹ میں بھی کوئی تکلیف نہ تھی۔

میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی اور اچانک ہی مجھے وہ زیور یاد آیا اور میں نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھا۔ سونے کی زنجیر کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی' اچانک ہی میرا ہاتھ اپنے بازو پر پہنچ گیا اور ایک بار پھر میرے حواس مجھ سے بغاوت کرنے لگے۔

سنہری زیور بازو پر موجود تھا۔ بالکل اسی انداز میں جس طرح روشاق نے اسے لپیٹا تھا۔ یہ میرے بازو پر واپس کیسے پہنچ گیا اور یہ سب کچھ ہو گیا تھا؟ کس نے مجھے کیبن میں پہنچایا تھا۔ بظاہر تو کوئی احساس نہیں ملتا تھا۔

اوہ میرے خدا میں تو واقعی پاگل ہو جاؤں گی..... کیا کروں کیا کرنا چاہئے' پھر مجھے احساس ہوا کہ جو کچھ بھی ہے کوئی شے میرے لئے تکلیف دہ تو نہیں ہے' جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

غسل خانے جا کر منہ ہاتھ دھویا اور اسی وقت احساس ہوا کہ جہاز ساکت ہے۔ میں چونک پڑی..... خدا خیر کرے..... پھر کوئی مصیبت آ گئی۔ منہ ہاتھ دھو کر بال سنوارے سر پر بندھی ہوئی پٹی رکاوٹ بنی تھی' پھر بھی کسی حد تک بال درست ہو گئے اور میں تیزی سے چلتی ہوئی باہر نکل گئی۔

کیبن سے باہر قدم رکھتے ہی ٹھٹک جانا پڑا۔ عدنان ثنائی اور وسکن ڈیزل میرے کیبن کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ وسکن ڈیزل بے اختیار بول پڑا۔

''ارے..... یہ پٹی..... کیا ہو گیا ہے.....''

''کچھ نہیں انکل چوٹ لگ گئی تھی۔''

''کب..... کیسے؟''

''ٹھوکر لگ گئی تھی گر پڑی۔''

''زیادہ گہری ہے۔''

''نہیں..... انکل یہ جہاز رک گیا ہے کیا۔''

''ہاں۔ اسے لنگر انداز کیا گیا ہے۔ ہم اسی لئے تمہارے پاس آئے ہیں۔'' عدنان ثنائی نے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''فرانسیسی افسر یہاں سے تیونس کیلئے روانہ ہو رہا ہے۔ دیکھو آخری وقت ہے بے بی آخری موقع ہے ہماری بات مان لو۔'' وسکن ڈیزل نے کہا اور میں نے تلخ نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔

''آپ دونوں میرے بزرگ ہیں۔ میں آپ کا احترام کرتی ہوں' لیکن ایک عرض کروں شوق

اور تجسس کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ انسان کسی بھی عمر میں کسی شے کی جستجو کر سکتا ہے' میرا مشورہ ہے کہ اب آپ لوگ آرام کریں۔ میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ میں بھگت لوں گی۔ آپ میرے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے...... یہ بات میں جانتی ہوں......''

''یونس حرزی ہمارے لئے بہت کچھ کرے گا' بہت بڑا نام ہے وہ۔''

''میں نے آپ سے عرض کیا نا مجھے کسی سے دلچسپی نہیں ہے' یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ سمجھے آپ۔''

میں نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گئی' پھر میں عرشے پر آ گئی' جہاز لنگر انداز کر لیا گیا تھا اور سب سے بڑا سٹیمر ہینگر میں نیچے کر دیا گیا تھا' چند افراد اس کی آخری درستگی کر رہے تھے۔ فرانسیسی افسر اس کے ساتھ ہی ہر کام کی نگرانی کر رہے تھے۔ میں ایک گوشے میں کھڑی ہو کر اس کارروائی کا مظاہرہ کرنے لگی۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ عسکری ایک پلیٹ میں وہ سینڈوچ اور دوسرے ہاتھ میں ایک کافی کا مگ لئے ہوئے آ گیا۔

''یہ لو۔''

''ارے یہ کیا۔'' میں نے چونک کر کہا۔

''ایک بات کہوں نشاء اپنی کسی بھی خدمت کا کوئی معاوضہ نہیں مانگوں گا وعدہ کرتا ہوں۔ ہر بات پر اس طرح چونکتی ہو جیسے دشمن سامنے آ جاتا ہے۔''

اس نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا اور مجھے ایک دم ہنسی آ گئی۔

''نہیں عسکری شکریہ مجھے واقعی بھوک لگ رہی تھی۔'' میں نے دونوں چیزیں لے لیں۔ وہ واپس پلٹا تو میں نے جلدی سے کہا۔

''کسی کام سے جا رہے ہو۔''

''نہیں......''

''تو پھر رکو نا۔ سارن اوگلے واپس جا رہا ہے۔''

''ہاں مجھے معلوم ہے۔''

میں خاموش ہو گئی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہلچل مچی اور گارساں اور اس کے ساتھیوں کو باہر لایا گیا۔ ان کے ہاتھ بازوؤں سے لے کر کمر تک رسی سے باندھے گئے تھے۔ پیروں میں فولادی زنجیریں کسی ہوئی تھیں۔ سب کے چہروں پر شدید وحشت تھی' لباس پر خون کے دھبے پڑے ہوئے تھے' غالباً ان پر بہت سختیاں کی جا رہی تھیں۔

پھر پہلے انہیں سٹیمر میں بٹھایا گیا۔ چند نگران بھی ان کے ساتھ سوار ہوئے۔ سٹیمر کو کرین کے ذریعے سمندر میں اتار دیا گیا۔ سب سے آخر میں سارن اوگلے سیڑھی سے نیچے اترا تھا۔ اس نے

تمام مسافروں کو خدا حافظ کہا اور ان کیلئے نیک خواہشات کا اظہار کر کے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔
ہم لوگ دور تک سٹیمر کو دیکھتے رہے تھے' پھر جہاز کے لنگر اٹھا دیئے گئے اور لوگ یہ کہتے سنے گئے کہ اب مصر پہنچنے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا' لیکن نجانے کیوں میرے بدن میں ایک کھچاوٹ ہی پیدا ہوگئی تھی۔ یہاں تک کہ طویل ترین واقعات سے گزرنے کے بعد آخر کار لاتعداد انسانوں کو زندگی اور موت کی کشمکش سے نکال کر سرزمین مصر پہنچا دیا گیا۔
مارشل کی گمشدگی نامعلوم نہیں تھی۔ جس شپنگ ایجنسی کا وہ جہاز تھا اس کے سرکردہ افراد مصر پہنچ چکے تھے انہوں نے ہر طرح کے انتظامات کر لئے تھے۔ حکومت مصر نے بین الاقوامی قوانین کے تحت بہترین تعاون کا مظاہرہ کیا۔ ان ممالک کے سفارتی نمائندے بھی موجود تھے' جن کے باشندے مارشل پر سفر کر رہے تھے۔ تمام مسافروں کو فوری طور پر طبی امداد فراہم کی گئی اور انہیں بہترین ذرائع سے مختلف جگہوں پر منتقل کر دیا گیا۔ یہاں کچھ وقت قیام کے بعد انہیں ان کی خواہش کے مطابق ان کے ممالک روانہ کرنے کی یقین دہانی کی گئی تھی۔
چونکہ عسکری' میں' سسٹر صوفیہ اور ڈاکٹر الیاس ایک ہی ملک کے باشندے تھے اس لئے ہمیں یکجا رکھا گیا تھا۔ چند اور افراد بھی ہمارے وطن سے تعلق رکھتے تھے' ان سب کو قاہرہ پہنچا دیا گیا تھا اور یہاں حکومت مصر کے تعاون سے ہمارے قیام کیلئے بہترین ہوٹل میں انتظام کیا گیا تھا۔
میں اب بھی بہتر کیفیت میں نہیں تھی' جو کہانیاں مجھ سے متعلق ظاہر کی گئی تھیں' انہوں نے میرے سوچنے سمجھنے کی قوتیں ختم کر دی تھیں۔ ہوٹل میں مجھے الگ کمرہ دیا گیا تھا۔ میں نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس طلسم کدہ سے فرار میرے لئے ممکن بھی ہوگا کہ نہیں' پتہ نہیں روشاق مردود کہاں مر گیا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ وہ اس دوران بالکل نظر نہیں آیا تھا۔
صوفیہ بھی اب مخلص نہیں لگتی تھی' باقی اور کون تھا' کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔
یہاں آئے ہوئے کئی گھنٹے گزر گئے۔ کمرے میں عقبی کھڑکی تھی۔ اس کے قریب پہنچ کر اسے کھولا۔ قاہرہ سامنے آ گیا۔ لاتعداد پراسرار داستانوں کی سرزمین' جہانوں فراعنہ کی تاریخ بکھری پڑی تھی۔ جتنا غور کرو گے گم ہوتے چلے جاؤ گے۔
ہواؤں میں صحراؤں کی بو رچی ہوئی تھی۔ فضا گرم گرم سی تھی' مگر ناخوشگوار نہیں لگ رہی تھی۔ بہت دیر کھڑی باہر کا نظارہ کرتی رہی' پھر ٹھنڈی سانس لے کر کھڑکی بند کر دی۔ کمرہ عجیب سا لگ رہا تھا۔ ایک لمحے کیلئے دل چاہا کہ صوفیہ کے پاس جاؤں اور میں اس پر عمل کرنے کیلئے چل پڑی۔
عسکری مجھ سے اوپری منزل کے کمرے میں تھا اور صوفیہ ڈاکٹر الیاس کے ساتھ تیسری منزل کے کمرے میں۔
میں سیڑھیاں عبور کر کے نیچے اتری' مگر سسٹر کے کمرے میں تالا لگا ہوا تھا' دل خون ہو گیا' ایک دم بے بسی اور تنہائی کا احساس ہوا۔ میرے علاوہ ہر شخص مطمئن ہے۔

گردن جھٹک کر واپس مڑی اور کمرے میں آ گئی۔ رونے کو دل چاہ رہا تھا' بستر پر لیٹ گئی۔ اب اس اجنبی سرزمین پر کیا کروں۔ ویسے بھی مجھے میرے وطن واپس کیا جائے گا۔ چونکہ میرے پاسپورٹ پر الجزائر کا ویزہ لگا ہوا تھا اور میرے وطن کا بھی' خود کو حالات پر چھوڑ دینا ہی مناسب ہے۔

پھر رات ہو گئی۔ کھڑکی سے باہر قاہرہ جگمگا رہا تھا۔ میں حسرت بھری نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ کہکشاں جیسے زمین پر اتر آئی تھی۔ بڑی سحر انگیز رات تھی' لیکن دماغ خالی ہو رہا تھا۔ رات کا کھانا کھا کر بھی باہر نہ نکلی۔ عسکری نے بھی ادھر کا رخ نہیں کیا تھا' کچھ ایسا ہی مزاج ہو رہا تھا کہ اگر وہ قسمت کا مارا آ جاتا تو شاید اسے کمرے میں بلانا بھی پسند نہ کرتی' روم سروس کو بھی ایک بار فون نہیں کیا تھا' وہاں سے بھی خود ہی مجھے فون کیا گیا۔

''میڈم ڈنر کمرے میں لیں گی یا ہال میں آنا پسند کریں گی۔''

''صرف کافی بھجوا دو شکریہ۔'' میں نے جواب دیا۔

ایک باادب ویٹر کافی لے آیا۔ اس کے ساتھ بھنے ہوئے کاجو کی پلیٹ بھی رکھی ہوئی تھی۔ میں کاجو سے شغل کرتی رہی۔ میری طبیعت پر جنون سا طاری تھا۔ کافی پی کر ایک بار پھر کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ پررونق شہر جگمگا رہا تھا۔ کتنی زندگی ہے اس کائنات میں...... لیکن میں...... ظلم ہوا ہے مجھ پر' سب میرے دشمن ہیں کوئی نہیں اس دنیا میں میرا۔ میں نے زوردار آواز کے ساتھ کھڑکی بند کر دی۔

رات خوب بھیگ چکی تھی' دماغ چیخ رہا تھا۔ میں نے رات کو پہننے والا لباس نکالا اور اسے پہننے لگی۔ لباس بدلتے ہوئے نگاہ بازو کے زیور پر پڑی اور میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔

پراسرار زیور جس کے بارے میں روشاق کا کہنا تھا کہ میری شناخت ہے۔ کیسی شناخت ہے جس کے بارے میں' میں خود بھی کچھ نہیں جانتی' خوامخواہ کی مصیبتیں میرے ذہن پر سوار ہو گئی ہیں۔ اب یہ زیور مجھے بھٹکاتا رہے گا...... سارے عذاب مجھ پر ہی نازل ہوتے رہیں گے۔

میں نے زیور کو بازو سے نوچا سنہرا تھا' مگر کم بخت سونا لگتا ہی نہیں تھا۔ لجلجا سے بالکل سانپ کے پھن کی مانند۔ میں نے اسے نوچ کر دیوار سے دے مارا۔ سنہری زنجیر دروازے کے پاس گری۔ میں نے لباس ٹھیک کیا اور بستر پر بیٹھ گئی۔ طبیعت کافی خراب ہو گئی تھی' پھر یونہی نظر سامنے اٹھ گئی۔ اف میرے خدا آخر یہ سب کیا ہے۔

سنہری زنجیر رینگ رہی تھی...... ہاں اس وقت یہ نظر کا دھوکہ نہیں تھا' وہ یقیناً رینگ رہی تھی۔ اس کا باریک بدن سانپ کی طرح لچکتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

میں اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ زنجیر رینگتی ہوئی دروازے کی جھری کے نیچے سے باہر نکل گئی اور میں بستر سے اتر کر بری طرح دروازے کی طرف بھاگی۔

پھر برق رفتاری سے دروازہ کھول کر زمین کو گھورا' باہر راہداری میں بھی دبیز قالین بچھا ہوا تھا' لیکن زنجیر دروازے کے سامنے موجود نہیں تھی۔ میں نے اسے آس پاس دیکھا' لیکن وہ کہیں نہیں تھی' پھر میری نگاہ راہداری کے آخری سرے کی طرف اٹھ گئی۔ وہاں سنہری لباس میں ملبوس سنہری بالوں والی ایک لڑکی نظر آئی جو سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھی' فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا' لڑکی کا لباس اور سنہرے بال بہت عجیب تھے۔ سیڑھیوں کے پاس رک کر اس نے مجھ پر نگاہ ڈالی......

خدایا گہری سبز آنکھیں پراسرار انداز میں چمکتی ہوئی سنہری چہرہ' ہونٹ تک سنہری تھے' لیکن اس کی آنکھوں میں نفرت بھرا انداز تھا۔

دوسرے لمحے وہ سیڑھیاں اترتی نیچے چلی گئی۔ نجانے مجھ پر کیا کیفیت طاری ہوئی' میں دیوانوں کی طرح اس کی طرف دوڑی اور اتنی رفتار سے دوڑی کہ سیڑھیوں کے قریب پہنچ کر بھی خود پر قابو نہ پاسکی۔ میرا بدن جھونک میں اس جگہ سے بہت آگے بڑھ گیا جہاں سے سیڑھیوں کا آغاز ہوتا تھا اور میرے حلق سے چیخ سی نکل گئی' اگر سیڑھیوں پر نرم قالین نہ ہوتا تو شاید اپاہج ہی ہوجاتی' پھر بھی خوب بلندی سے نیچے گری اور سر کا پچھلا حصہ کسی ٹھوس شے سے ٹکرایا۔ غالباً سیڑھیوں کے ساتھ لگی ریلنگ تھی۔ میں پرسکون ہوگئی' یہ سکون شاید بے ہوشی کی شکل میں ملا تھا۔

ہوش آیا تو کانوں میں گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ بدن ہچکولے کھا رہا تھا اور یہ ہچکولے تکلیف دہ تھے۔ کہاں ہوں میں اور یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں نے آنکھیں پھاڑ دیں' خدا کی پناہ کیا ہے یہ سب کچھ...... سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ کوئی چھوٹا سا کمرہ تھا جو رنگین کپڑوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ میرے نیچے بان کی چارپائی جیسی کوئی چیز تھی۔ بس وہی ہل رہی تھی۔ کمرہ اتنا چھوٹا تھا کہ میں ہاتھ بڑھا کر اس کے پردے کو ہٹا سکتی تھی جو ریشمیں تھا۔

میں نے ایسا ہی کیا۔ پردے کے دوسری طرف جو کچھ مجھے نظر آیا اس نے میرے حواس گم کردیئے۔ ریت کے عظیم الشان ٹیلے تھے جو تاحد نگاہ بکھرے ہوئے تھے۔ میں شاید اب بھی ہوش وحواس کے عالم میں نہیں تھی۔

پھر مجھے احساس ہوا کہ زمین مجھ سے کافی نیچے ہے۔ بس بے اختیار یہاں بھی عمل کر ڈالا' بلندی سے نیچے چھلانگ لگا دی' تقدیر ہر بار میرا ساتھ دے رہی تھی۔

نرم ریت پر گرنے میں تکلیف کے بجائے کچھ لطف بھی محسوس ہوا' البتہ نظر اٹھا کر دیکھا تو حیرت سے منہ کھول کر رہ گئی۔ یہ ایک اونٹ تھا جس کی گردن میں گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور اس کے اوپر زمانہ قدیم کا محمل سجا ہوا تھا۔ وہ کمرہ درحقیقت اونٹ کی پشت پر محمل تھا جس میں میں بے ہوشی کے عالم میں سفر کر رہی تھی۔ اونٹ کی مہار ایک شخص نے پکڑی ہوئی تھی اور چار اونٹ اس سے آگے اور پانچ پیچھے قطار کی شکل میں چلے آرہے تھے۔ ان کے ساتھ ہی دوسرے لوگ بھی موجود تھے' انہوں نے مجھے کودتے دیکھ کر ایک دم سے اونٹوں کی مہاریں کھینچیں اور پھر عجیب وغریب

آوازوں میں کچھ چیخنے لگے۔

میرے ساربان نے بھی مجھے دیکھا وہ لمبے چوڑے بدن کا عربی لباس میں ملبوس سیاہ رو آدمی تھا' جس کے کالے چہرے پر سفید آنکھیں بڑی خونخوار لگ رہی تھیں۔ وہ کچھ بولتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے بالوں سے پکڑ کر مجھے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔

میرے حلق سے دل دوز چیخیں نکلنے لگیں۔ چونکہ سر کی پشت دکھ رہی تھی۔ پیشانی کی تکلیف بھی ابھی پوری طرح رفع نہیں ہوئی تھی کہ سیڑھیوں سے گرتے ہوئے سر کے عقب میں بھی چوٹ لگ گئی تھی۔ پورے بال کھینچے تھے اس نے۔ اس لئے کربناک ٹیسیں اٹھنے لگیں اور میں جیسے چیخنے کی مشین بن گئی۔

سیاہ رو آدمی کے چوڑے ہاتھ کا تھپڑ میرے رخسار پر پڑا اور میری چیخیں ایک دم رک گئیں۔

زندگی کا سب سے نیا اور سب سے انوکھا تجربہ تھا' سب کچھ ہوا تھا میری زندگی میں لیکن تھپڑ اور تشدد تو درکنار مجھ سے کسی نے تیز لہجے میں بھی بات نہیں کی تھی۔ اول تو بالوں کے کھینچنے سے ہی تکلیف ہو رہی تھی' پھر اس تھپڑ نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی اور میری ہچکیاں بندھ گئیں' ایسا بلک بلک کر روئی میں کہ سارے کے سارے میرے گرد جمع ہو گئے۔

وہ سیاہ چہرے والے بدو تھے' جن کا تعلق یقیناً کسی مصری قبیلے سے ہوگا' لیکن میں یہاں کہاں آ پھنسی...... روتے ہوئے بھی میں یہی سوچ رہی تھی۔

وہ لوگ میرے بارے میں طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے' لیکن ان کا کوئی بھی لفظ میری سمجھ میں نہیں آیا' پھر انہوں نے آپس میں کوئی مشورہ کیا اور اس کے بعد انتہائی وحشیانہ انداز میں مجھے اسی محمل میں اچھال دیا گیا' پھر ان میں سے ایک نے چمکدار مڑا ہوا خنجر دکھا کر مجھ سے کرخت لہجے میں کہا۔ الفاظ بالکل سمجھ میں نہیں آئے تھے' لیکن انداز سے سمجھ گئی تھی کہ وہ مجھے قتل کرنے کی دھمکی دے رہا ہے۔ میں نے سہمے ہوئے انداز میں خاموشی اختیار کر لی۔ بان کی اس چارپائی یا بہ الفاظ دیگر محمل میں بیٹھنا ہی غنیمت سمجھا۔ چنانچہ میں خاموش ہو کر بیٹھ گئی۔

خنجر بدست شخص نے دو تین بار پھر خنجر لہرا کر مجھ سے کچھ کہا اور اس کے بعد اونٹ کی مہار پکڑ کر چل پڑا۔ میں ایک بار پھر ہچکولے کھانے لگی۔ رونے کو تو اب بھی دل چاہ رہا تھا' لیکن حیرت نے رونے نہ دیا۔ رخسار پر تھپڑ کی جلن بڑی عجیب سی لگ رہی تھی۔ آج پتہ چلا تھا کہ مار کیا چیز ہوتی ہے۔ لیکن خدا کی پناہ یہ سب کچھ کیسے ہو رہا تھا۔

ایک ایک لمحہ یاد تھا مجھے ایک ایک لمحہ...... وہ سنہری زنجیر بازو سے اتار کر پھینکی تھی اور وہ رینگتی ہوئی باہر نکل گئی تھی' پھر وہ سنہری لڑکی جس کے بارے میں احمقانہ انداز میں اگر سوچا جائے تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ سنہری زنجیر کا ہی دوسرا روپ تھی' مگر عقل بھی تو ایسی باتوں کو تسلیم کرے...... اس کے بعد کیا ہوا تھا...... ہاں سیڑھیوں سے نیچے گری تھی اور بے ہوش ہو گئی تھی۔

اصولی طور پر تو مجھے ہسپتال میں ہونا چاہئے تھا' مگر یہاں بدوؤں کے اس قافلے میں کیسے آ پھنسی...... خدایا رحم کر...... کہیں میں اپنے جنون کا شکار ہو جاؤں...... ان لوگوں کے چہروں سے تو ایسی وحشت عیاں ہے کہ جان ہی نکلی جا رہی ہے...... کچھ بھی ہو سکتا ہے...... کچھ بھی کر سکتے ہیں' یہ وحشی میرے ساتھ......

آخر یہ سب کچھ کیونکر ہوا۔ کوئی بات تو سمجھ میں آتی ہو۔ انتہائی پریشان ہوگئی تھی میں۔ لیکن اب اس کے بعد فرار ہونے کی بالکل ہمت نہیں ہوئی' وہ خنجر دکھا چکا تھا مجھے۔ کیا بھروسہ اسے استعمال بھی کر ڈالے۔

آہ...... مرنا تو نہیں چاہتی تھی میں' ٹھیک ہے میرے حالات کچھ بھی تھے' میری دیوانگی کیسی بھی تھی' لیکن اس جوانی کی عمر میں موت کو گلے لگانا بھی تو ایک مشکل مرحلہ تھا میرے لئے۔ لوگ گھبرا کر آسانی سے سوچ لیتے ہیں کہ کاش وہ مر جائیں...... لیکن مرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ جنون جب سر سے اتر جاتا ہے تو جینے کے علاوہ کسی اور کا دل نہیں چاہتا۔

مجھے لگا کہ میں واقعی انتہا پسند ہوں۔ ٹھیک ہے میرے حالات بہت عجیب تھے۔ ذہن میں اپنی شناخت اور اپنے آپ کو جاننے کا احساس بھی اس لئے پیدا ہوا تھا کہ نازبرداریاں ہوتی رہی تھیں۔ اگر مشکلات میں زندگی گزرتی اور اگر ہارون دانش میرے لئے وہ تاج محل نہ بنوا دیتا جس میں میں رہ رہی تھی تو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جاتا۔ ذہن اس حد تک جنون کا شکار نہ ہو جاتا۔

بس یہی اچھی خاصی دنیا تھی میری' تصور تو تھا دل میں کہ ماں باپ نہیں ہیں' لوگ تو یتیم خانوں میں بھی پلتے بڑھتے ہیں اور پوری زندگی وہیں گزار دیتے ہیں' پھر اس کے بعد بھی کون سی کسر چھوڑی تھی میں نے' اچھے خاصے لوگ تو مل گئے تھے مجھے کسی کا بھی سہارا لے لیتی' مصر آنے کے بعد اپنے گھر جانے کا فیصلہ کر لیتی تو اس قدر دشواریوں میں نہ پڑنا پڑتا۔

سسٹر صوفیہ اور عسکری دونوں ہی کا ساتھ اختیار کر لیتی اور سیدھا سیدھا کہہ دیتی کہ میں اپنے گھر واپس جانا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد اپنے ان کرم فرماؤں سے معافی مانگ لیتی' جنہوں نے مجھے زندگی کی ہر سہولت مہیا کر دی تھی۔

یہ اپنے آپ کو منفرد سمجھنے کا نتیجہ تھا جو اس وقت بھگت رہی تھی۔ پتا نہیں آگے کے حالات کیا ہوں گے۔ یہ صحرائی قافلہ سفر کرتا رہا اور میں عالم سقراط میں محمل میں بیٹھی رہی۔ اب بدن میں بالکل جان نہیں تھی کہ اپنی بقاء کیلئے کوئی جدوجہد کروں۔

پھر بہت سی آوازیں آنے لگیں۔ گاڑیوں کا شور بھی ان آوازوں میں شامل تھا۔ میں نے ہمت کر کے پھر ایک بار پردے سے باہر جھانکا۔ اطراف میں آبادیاں بکھری ہوئی تھیں' سڑکیں بھی تھیں اور گاڑیاں بھی چل رہی تھیں۔ شاید باقی قافلہ تو رک گیا تھا لیکن میرا اونٹ مستقل چل رہا تھا۔ میں باہر کے مناظر دیکھتی رہی' پھر جس جگہ یہ اونٹ رکا وہاں کچھ عجیب و غریب لوگ نظر آئے' جنہیں بعد

لی میں نے پہچان لیا۔ یقینی طور پر یہ مقامی پولیس کی وردی تھی۔
وہ بدو جو مجھے لے کر آیا تھا اور جس نے اپنا قافلہ آفادی کے کنارے چھوڑ دیا تھا' ان لوگوں کو میری طرف اشارہ کر کے کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔
ایک قوی ہیکل پولیس افسر محمل کے قریب آیا اور اس نے پردہ ہٹا کر اندر جھانکا' پھر مجھ سے نیچے اترنے کیلئے کہا گیا اور میں محمل سے آگے بڑھی تو اس نے دونوں ہاتھ اوپر کر دیئے' لیکن میں نے اس کا کوئی سہارا نہیں لیا اور نیچے کود پڑی۔ البتہ اس بار کودنے سے وہ فرحت انگیز تصور نہیں جاگا تھا میرے ذہن میں جو ریت پر کودنے سے جاگا تھا۔ بلکہ میں توازن قائم نہ رکھ سکی اور نیچے گری۔ پیروں میں بھی چوٹ لگ گئی تھی۔
پولیس افسر نے جلدی سے آگے بڑھ کر مجھے سہارا دیا اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔
میں کھڑی ہوگئی تو اس نے خود مقامی زبان میں کچھ کہا۔ میں غراتے ہوئے لہجے میں بولی۔
''میں تمہاری زبان نہیں جانتی......'' میں نے انگریزی زبان استعمال کی تھی۔ پولیس افسر نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔
''کیا آپ مقامی نہیں ہیں خاتون......''
''نہیں......''
''ٹھیک ہے آیئے اندر میرے ساتھ...... آیئے براہ کرم آپ کے پیروں میں یقیناً اتنی چوٹ نہیں لگی ہوگی کہ آپ چل نہ سکیں۔''
میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ خدا کا شکر تھا کہ وہ بدو مجھے نقصان پہنچانے پر نہیں تل گئے تھے۔ غالباً وہ شہر آ رہے تھے اور مجھے اپنے ساتھ ہی لے آئے تھے۔ اب کیا کہتی' کس سے کہتی' خاموشی سے اس پولیس افسر کے ساتھ کمرے میں داخل ہوگئی۔
پولیس افسر نے بدو کو بھی اشارہ کر دیا تھا۔ وہ میرے پیچھے آ گیا۔ کمرے میں پہنچ کر پولیس افسر نے مجھے کرسی پر بیٹھنے کیلئے کہا۔ بدو ایک گوشے میں کھڑا رہا تھا۔ پولیس آفیسر اس سے عربی زبان میں سوالات کرنے لگا اور بدو ہکلا ہکلا کر اس کو جواب دیتا رہا' پھر پولیس آفیسر نے اسے شاید جانے کی اجازت دے دی اور اس کے بعد وہ میری جانب متوجہ ہو کر بولا۔
''آپ شاجراہ میں کیا کر رہی تھیں؟''
''کہاں؟''
''نخلستان شاجراہ۔ شہر سے اٹھائیس میل دور ہے۔ کیا کرنے گئی تھیں آپ وہاں' اور آپ کا تعلق کہاں سے ہے کون سے ملک کی باشندہ ہیں آپ۔''
''تم پولیس افسر ہو؟''
''ہاں۔ میں اس علاقے کے پولیس سٹیشن کا انچارج ہوں۔''

''میں غیر ملکی ہوں آفیسر اور ایک ہوٹل میں ٹھہری ہوئی تھی۔ شاید مجھے میرے ہوٹل سے اغوا کیا گیا ہے۔''

پولیس آفیسر کے چہرے پر حیرت کے نقوش پھیل گئے۔ اس نے کہا۔

''کون تھے آپ کے اغوا کرنے والے کیا یہ بدو۔''

''میں کچھ نہیں جانتی...... بس میں اپنے ہوٹل کے کمرے میں تھی کہ کسی نے میرے سر کی پشت پر ضرب لگائی اور میں بے ہوش ہوگئی۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو اونٹوں کی پشت پر ہی پایا تھا۔''

پولیس آفیسر نے حیران نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا' پھر بولا۔

''آپ کون سے ملک سے تعلق رکھتی ہیں اور مصر کب پہنچیں؟''

''میں نے اپنے ملک کا نام اور پھر مارشل کا نام بتایا جو حادثے کا شکار ہونے کے بعد مختلف مسائل سے گزرتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔ پولیس آفیسر چونک پڑا' وہ عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا' پھر اس نے شاید کسی کو بلانے کیلئے گھنٹی بجائی۔ آنے والا اس کا ماتحت تھا۔ پولیس آفیسر نے ماتحت سے عربی زبان میں کچھ کہا اور باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک اخبار لے کر واپس آیا اور اس نے اخبار پولیس آفیسر کے حوالے کر دیا۔ پولیس آفیسر نے اخبار کو چہرے کے سامنے کر لیا اور پھر اخبار کی اوٹ سے مجھے دیکھنے لگا اور اس نے اخبار میرے سامنے رکھ دیا۔

''یہ آپ ہی کی تصویر ہے نا۔''

میں نے حیران نگاہوں سے تصویر کو دیکھا۔ یہ وہ تصویر تھی جو میرے پاسپورٹ پر لگی ہوئی تھی۔ میرا سر بے اختیار اس بات پر ہل گیا اور میں نے اقرار کیا کہ تصویر میری ہی ہے' لیکن اخبار میں لکھی تحریر نہیں پڑھ سکتی تھی' کیونکہ عربی زبان میں تھی۔ میں نے آفیسر سے انگریزی میں پوچھا۔

''کیا میری گمشدگی کی خبر درج کرائی گئی ہے۔''

''جی ہاں خاتون ظہورہ آپ کی گمشدگی کی خبر امیر غیری نے درج کرائی ہے۔''

''کیا؟ کیا کہہ رہے آفیسر۔ میرا نام ظہورہ نہیں نشاء ہارون دانش ہے اور میں کسی امیر غیری کو نہیں جانتی......''

''ابھی آپ کی ان سے ملاقات ہوئی جاتی ہے...... امیر غیری وہ اس قبائلی نے تو میری تقدیر ہی جگا دی۔''

اس نے جلدی سے ٹیلیفون سامنے کر دیا اور ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پھر اس نے ریسیور کان سے لگا لیا اور میں اپنی بدقسمتی پر سر دھننے لگی۔ کاش میں عربی زبان جانتی تو مجھے پتہ چل جاتا کہ وہ کیا گفتگو کر رہا ہے۔ اس کے انداز میں بڑا ادب پیدا ہوگیا تھا۔ اس دوران میں صرف

امیر غیری کا نام سنتی رہی تھی' پھر اس نے ٹیلیفون رکھ کر مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولا۔

''آپ کا بے حد شکر گزار ہوں خاتون ظہورہ کہ آپ نے مجھے عزت عطا فرمائی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے لئے تو آپ دولت کی دیوی کی حیثیت رکھتی ہیں' بہت بہت شکریہ خاتون ظہورہ بہت بہت شکریہ۔''

''آفیسر میں اپنے سفارتخانے سے رابطہ قائم کرنا چاہتی ہوں۔ براہ کرم کسی بھی طرح اس کا انتظام کردو۔ ایک غیر ملکی کا تحفظ تم پر فرض ہے اور میں تو مارشل سے تعلق رکھتی ہوں۔ جس کے مسافروں کو حکومت مصر نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ قیام کی اجازت دی ہے اور کہا ہے کہ بہت جلد ہمیں ہمارے وطن واپس بھجوا دیا جائے گا۔''

پولیس آفیسر مسکراتا رہا۔ اس نے میری باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا' کچھ دیر کے بعد چار آدمی دندناتے ہوئے اندر گھس آئے' یہ بہترین لباس پہنے ہوئے تھے۔ لیکن ان میں سے ایک مقامی لباس میں تھا۔ کسی قدر بھاری بدن کا مالک یہ شخص' شکل و صورت کا بہت اچھا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں قیمتی انگوٹھیاں پہنی ہوئی تھیں۔ پولیس آفیسر اسے دیکھ کر احترام سے کھڑا ہو گیا اور اس شخص نے گھور گھور کر مجھے دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کی گہری براؤن آنکھوں میں وحشیانہ سی چمک تھی۔ میں ایک بار پھر دہشت کا شکار ہو گئی۔ میں نے انگریزی زبان میں اکڑ کر کہا۔

''کیا جانوروں کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہے ہو۔ میں ایک غیر ملکی لڑکی ہوں۔ اگر تم لوگوں نے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میرے ملک کا سفارتخانہ تمہارے خلاف کارروائی کرے گا۔ حکومت مصر کے ہمارے ملک سے بہت اچھے تعلقات ہیں۔ تمہیں ان کا احترام کرنا چاہئے۔''

اس شخص نے افسردہ نگاہوں سے پہلے مجھے اور پھر پولیس آفیسر کو دیکھا اور اس کے بعد عربی زبان میں ہی کچھ کہا۔ پولیس آفیسر بھی مغموم انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔

''انگریزی میں باتیں کرو۔ تمہاری باتیں میری سمجھ میں آنی چاہئیں۔''

''عزیزہ ظہورہ میں تمہارا بھائی امیر غیری ہوں۔ خدا کیلئے اپنے آپ کو سنبھالو' کہاں غائب ہو گئی تھیں تم...... آہ تمہاری تلاش میں کیا کچھ نہیں کر ڈالا میں نے...... خداوند عالم یہ کیسی نحوست تم پر نازل ہوئی ہے' میری نوجوان بہن کا دماغ الٹ گیا ہے۔ کیا کیا علاج نہیں کرا چکا اس کا آفیسر' ارے ہاں میں نے اس کی بازیابی پر انعام رکھا تھا' مگر یہ تمہیں ملی کہاں سے......''

''ایک قبائلی اسے ہمارے پاس چھوڑ گیا ہے۔''

''تو پھر انعام کا حقدار تو وہ ہوا۔''

''آپ جو کچھ بھی تصور فرمائیں امیر غیری لیکن اس کا کوئی وجود نہیں وہ جا چکا ہے۔''

پولیس آفیسر افسردگی سے بولا۔ غالباً بے خیالی میں دونوں ہی انگریزی میں بات کرنے لگے

تھے' پھر امیر غیری کو کچھ خیال آیا اور اس نے بقیہ گفتگو پولیس آفیسر سے عربی زبان میں ہی کی۔ اس کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ میرے اردگرد آ کھڑے ہوئے۔ امیر غیری نے پھر انگریزی میں کہا۔

''عزیزہ ظہورہ چلو گھر چلو' تمہیں ہر طرح سے مطمئن کر دیا جائے گا۔ ہاں اگر تم نے جدوجہد یا فرار ہونے کی کوشش کی تو مجبوراً مجھے تمہیں یہ انجکشن دینا پڑے گا جو تمہیں سکون کی گہری نیند سلا دیتا ہے۔''

''ہوسکتا ہے امیر محترم آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہو' آپ چاہیں تو میرے سفارتخانے سے میرے بارے میں تصدیق فرما سکتے ہیں۔ خدارا کسی غلط فہمی میں مجھ پر یہ ظلم نہ کریں۔ میں بہت مظلوم ہوں۔ ایسی بے کس' بے بس کہ اگر میری داستان آپ سن لیں تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئیں۔''

''تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے عزیزہ' تمہاری کہانی میں گھر چل کر سن لوں گا۔''

''میں نہیں جاؤں گی۔ سنو پولیس آفیسر مجھے تحفظ چاہئے' میں حکومت مصر کے ایک ذمہ دار افسر سے مدد طلب کر رہی ہوں۔ پہلے میرے سفارتخانے سے رابطہ قائم کر کے میرے بارے میں تفصیلات معلوم کر لو' اگر حقیقت سامنے آ جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کے بعد جو کچھ تم کہو گے وہ میں کروں گی۔''

امیر غیری نے غمناک نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور اس کے ساتھی اچانک مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ امیر غیری نے اپنے لباس سے ایک پیکٹ نکالا' اس میں ایک سرنج اور ایک انجکشن کا اگلا سرا توڑ کر سرنج سے عرق اس میں کھینچا۔ میں چیختی چلاتی رہی' لیکن اس نے وہ عرق میرے بازو میں انجیکٹ کر دیا اور ایک بار پھر میری آنکھوں کے سامنے پرچھائیاں رقص کرنے لگیں' جنھوں نے آخر تاریکی کی شکل اختیار کر لی اور میں بے ہوش ہو گئی۔

ہوش و حواس تو اصل میں اسی دن گنوا دیئے تھے جس دن مجھ پر اپنی شناخت کا جنون سوار ہوا تھا' ایک پرسکون زندگی کس طرح برباد کی تھی میں نے' لیکن اب افسوس کرنے کا کیا فائدہ' تیونس میں جو کچھ پیش آیا تھا اسے بھی نظر انداز کیا جا سکتا تھا' لیکن...... دیوانگی تھی دیوانگی......

ہارون دانش اپنے دور کا ایک محقق تھا۔ اس سے متعلق جو کچھ کہانیاں میں نے سنی تھیں وہ الگ حیثیت رکھتی تھی لیکن میں اپنے آپ کو وہ سب کچھ تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھی۔ حالانکہ میرے سامنے نجانے کس کس طرح کے واقعات پیش آ چکے تھے۔

میں کبھی ایک مصری رقاصہ کی حیثیت سے' کبھی ایک ایسی لڑکی کی حیثیت سے جس کا تعلق مصر سے ہو اور وہ قدیم مصر سے تعلق رکھتی ہو' یعنی نزائلہ...... کچھ بھی کبھی بھی' اور پھر نجانے کون کون سے نام مجھے دیئے گئے تھے اور اب یہ ہو گیا۔

''اوہ! کاش میں مستقل ہی پاگل ہوجاتی تو اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتی' مگر یہ بھی بدنصیبی تھی ا. بار بار ہوش آجاتا تھا۔

اس بار بھی جہاں ہوش آیا وہ ایک طلسمی جگہ تھی' بالکل کسی الف لیلوی بادشاہ کی آرام گاہ معلوم ہوتی تھی۔ کسی دھات سے بنا ہوا انتہائی حسین چھپر کٹ جس پر بہت موٹا فوم بچھا ہوا تھا۔ اطراف میں سرخ پردوں سے سجی ہوئی دیواریں' ظروف اور ڈیکوریشن پیس جن میں سے کچھ سونے کے بنے معلوم ہوتے تھے۔ ایک مدھم سی موسیقی بھی ابھر رہی تھی۔ یہ آواز باہر سے آرہی تھی۔

اچانک مجھے اپنے جسم پر بدلے ہوئے لباس کا احساس ہوا اور میں کانپ گئی۔ بہت نفیس ریشمی کپڑے کا ڈھیلا لباس میرے بدن پر تھا۔ میں تڑپ کر بستر سے اٹھ گئی۔ میرا یہ لباس کس نے تبدیل کیا۔

''کوئی ہے...... کوئی ہے یہاں......'' میں حلق پھاڑ کر چیخی اور بستر سے اتر کر گداز قالین پر کھڑی ہوگئی۔ میرا رواں رواں غصے سے کانپ رہا تھا۔ میری آواز پر موسیقی فوراً بند ہوگئی' پھر اچانک دروازہ کھلا اور دو خوبصورت لڑکیاں اندر داخل ہوگئیں۔

انہوں نے قدیم طرز کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ دونوں کے چہروں پر خوف کے آثار تھے۔

''میرا لباس کس نے تبدیل کیا؟'' میں غرائی اور وہ دونوں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر ایک دوسرے کے قریب ہوگئیں' جیسے خوفزدہ ہوگئی ہوں۔

میں نے دوسری بار وہی سوال کیا اور ان میں سے ایک نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

''ہم آپ کے الفاظ نہیں سمجھتے خاتون۔'' یہ جملے اس نے انگریزی میں ادا کئے تھے۔

مجھے ایک دم احساس ہوا کہ میں اردو میں سوال کر رہی ہوں' میں نے فوراً انگریزی میں کہا۔

''میرا لباس کس نے تبدیل کیا۔''

''میں نے خاتون' کوئی غلطی ہوگئی۔'' ان میں سے ایک نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تم کون ہو۔'' میں نے سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کی۔

''آپ کی خادمائیں...... میں لالہ ہوں اور یہ عظیمہ۔'' ان میں سے دوسری نے کہا۔

''اور میں کون ہوں۔''

''آپ......'' دونوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی شکل دیکھی' پھر عظیمہ بولی۔

''آپ خاتون ظہورہ ہیں۔''

اس کا جواب سن کر میں چند قدم آگے بڑھی اور دونوں سہمے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹنے لگیں۔

میں نے ان میں سے ایک کا لباس سینے کے قریب سے پکڑ لیا۔

''تم جانتی ہو...... تم اچھی طرح جانتی ہو میں کون ہوں اور یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ تمہیں یہ بھی معلوم ہے ایسا کون کر رہا ہے۔ کیوں کر رہے ہو تم سب لوگ یہ میرے ساتھ' مجھے بتاؤ ایسا

کیوں کر رہے ہو؟'' کہتے کہتے میری آواز رندھ گئی اور اس کے بعد مجھے بے اختیار رونا آ گیا۔

ان دونوں کے چہرے پر حیرت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں اس کا لباس چھوڑ کر واپس پلٹی اور دوبارہ بستر پر آ گئی۔ بڑی بے بسی اور تنہائی کا احساس تھا۔ کوئی نہیں تھا میرا اس کائنات میں...... کوئی میرا رکھوالا نہیں تھا۔

خوب روئی اور نجانے کتنی دیر تک روتی رہی' دل ہلکا ہو گیا تھا۔ گردن اٹھا کر دیکھا تو وہ دونوں غائب تھیں' موقع پا کر باہر نکل گئی تھیں۔

بڑی عجیب بات تھی۔ میں ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ میں نے سنہری زیور اتار پھینکا تھا۔ سنہری ناگن باہر نکل گئی' پھر میں نے اس لڑکی کو دیکھا جو سنہری ناگن کا انسانی روپ تھی' مجھ پر ایسی دیوانگی طاری ہوئی کہ میں اس کے پیچھے دوڑی اور توازن قائم نہ رکھ سکی۔ گری اور بے ہوش ہو گئی۔ اس کے بعد کیا ہوا' مجھے اس پر رونق اور مہذب ہوٹل سے کیسے اغوا کر لیا گیا۔ کیا یہ اتنا آسان کام تھا اور پھر وہ بدؤ اونٹ کا سفر کسی نخلستان کا نام لیا گیا تھا' اور پھر پولیس آفیسر' آخر میں یہاں کیسے پہنچ گئی۔ یہ سب کچھ کیا ہے' اور پھر اخبار میں میری تصویر۔ وہ مجھے خاتون ظہورہ کا نام دے رہے تھے اور وہ شخص جس کا نام امیر غیری تھا اور مجھے اپنی بہن کہہ رہا تھا' ایک پاگل بہن جو گم ہو گئی تھی۔ یا خدا یہ سب کچھ کیا ہے' کچھ سمجھ میں تو آئے۔

پتا نہیں یہ سب کچھ کیا تھا۔ اخبار میں میری تصویر ایک دوسرے حوالے سے کیسے چھپی۔ میرے بارے میں کوئی بھی نہیں جان سکا کہ میں کون ہوں۔

بہرحال بہت کچھ میرا اپنا کیا دھرا تھا۔

پھر دروازہ کھلا اور دو افراد اندر داخل ہو گئے' جن میں ایک امیر غیری تھا اور دوسرا ادھیڑ عمر کا شخص جو ڈاکٹر تھا۔ اس کے گلے میں پڑے ہوئے اسٹیتھسکوپ سے یہ اندازہ ہوا تھا کہ وہ ڈاکٹر ہے۔ امیر غیری نے میری طرف اشارہ کیا۔

''یہ ظہورہ ہے۔''

''ہوں' کیسی ہو بے بی۔ کیا میں تمہارا معائنہ کر سکتا ہوں۔'' ڈاکٹر مسکراتا ہوا میرے قریب آ گیا۔

میں نے بس بسی سے ان دونوں کو دیکھا اور رندھے ہوئے لہجے میں بولی۔

''کیوں میری زندگی کو سولی پر چڑھا رہے ہو تم لوگ' کیا بگاڑ سکتی ہوں میں تمہارا' بالکل بے سہارا ہوں' جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی۔ میں تمہاری ہر خواہش کے سامنے سر جھکا دوں گی۔

ایسا کچھ نہ کرو میں ٹھیک ہوں۔ تم جانتے ہو میں بالکل ٹھیک ہوں' بالکل ٹھیک ہوں' میں ڈاکٹر' میرا نام ظہورہ نہیں ہے' لیکن تم کہتے ہو تو میرا نام ظہورہ ہے۔ پہلے میں پاگل تھی' اب ٹھیک ہوں۔''

امیر غیری کے چہرے پر ایک لمحے کیلئے خجالت کے آثار ابھرے' پھر یہ مجھ سے نظریں چرا کر ڈاکٹر سے بولا۔

''یہ تمہارے قدموں کی برکت ہے ڈاکٹر اب تو یہ بالکل ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔''

''کبھی کبھی کوئی وقتی حادثہ بھی دماغ معطل کر دیتا ہے۔ مجھے بھی اب یہ بالکل ٹھیک نظر آتی ہیں' ان کی آنکھوں سے پتا چلتا ہے۔''

''جی...... آیئے پھر چلیں......'' امیر غیری بولا۔ اور ڈاکٹر سب سے پہلے ہی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ وہ کسی قدر بوکھلایا ہوا سا لگ رہا تھا۔ ڈاکٹر بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر نکل گیا تھا۔

میں بستر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی۔ سخت بھوک لگ رہی تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا' کچھ فاصلے پر سفید رنگ کا ایک گھنٹہ لٹکا ہوا تھا' اس کے قریب ایک ہتھوڑی رکھی ہوئی تھی۔

اپنی جگہ سے اٹھ کر میں نے گھنٹے پر ہتھوڑی سے ضرب لگائی۔ بڑی مترنم آواز ابھری تھی۔ دوسرے ہی لمحے وہی دونوں لڑکیاں اندر داخل ہوگئیں۔ میں نے طنزیہ مسکراہٹ سے انہیں دیکھا اور بولی۔

''میرا دماغ اب بالکل ٹھیک ہو گیا ہے' تم لوگ مجھ سے خوفزدہ نہ ہو۔ تم میری خادمائیں ہونا۔''

''جی خاتون ظہورہ۔''

''میں بھوکی ہوں' کچھ کھلا سکو گی۔''

''جی ابھی۔'' ان میں سے ایک لڑکی بولی۔

''چائے یا کافی ساتھ ہو تو بہتر ہے۔''

''جی۔'' دونوں واپسی کیلئے مڑ گئیں۔

''سنو۔'' میں نے پکارا اور وہ دونوں رک گئیں۔

''تم دونوں جڑواں ہو کیا؟''

''جی...... نن...... نہیں تو......''

''تم میں سے ایک یہاں رکے اور ایک جا کر میرے لئے کھانا لائے۔'' میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور ان میں سے ایک لڑکی جلدی سے باہر نکل گئی' دوسری رک کر ہراساں نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ ایک لڑکی باہر نکل گئی تھی۔ میں نے کہا۔

''کیوں ڈرتی ہو مجھ سے بولو۔''

''نہیں خاتون نہیں۔'' وہ جلدی سے بولی۔

''تمہیں مجھ سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا وعدہ کرتی ہو آؤ بیٹھو...... بیٹھ جاؤ۔'' میں نے نرمی سے کہا اور وہ بیٹھ گئی۔

''مجھے کب سے جانتی ہو۔''

''جی وہ۔'' لڑکی ہچکچاتے ہوئے بولی۔

''سچ بولنا تمہیں خدا کا واسطہ...... اگر تمہیں اپنی زندگی کا خطرہ بھی ہو۔'' میں نے لجاجت سے کہا اور لڑکی کے انداز میں کچھ تبدیلی ہوگئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

''نہیں خاتون میں سچ بولوں گی۔''

''مجھے کب سے جانتی ہو۔''

''صرف چند گھنٹے پہلے سے۔''

''اس سے پہلے تم نے مجھے یہاں نہیں دیکھا۔''

''نہیں' ہم اسکندریہ میں تھے۔''

''اسکندریہ میں وہاں کیا۔''

''خاتون زبونا کے خدمت گار تھے ہم لوگ۔''

''خاتون زبونا کون ہیں؟''

''امیر غیری کی چچی حضور ہیں۔ انہوں نے ہی امیر کی پرورش کی ہے۔''

''تم نے پہلے کبھی ظہورہ کا نام سنا تھا۔''

''ہاں ہمیں علم تھا کہ خاتون ظہورہ امیر غیری کی بہن ہیں اور وہ قاہرہ میں رہتی ہیں۔''

''اور ان کا دماغی توازن ٹھیک نہیں ہے۔''

''جی۔''

''امیر غیری کبھی اسکندریہ اپنی چچی کے پاس نہیں جاتے۔''

''تین سال میں صرف دو دفعہ گئے ہیں۔ ان کا سارا کاروبار قاہرہ ہی میں ہے۔''

''کیا کاروبار ہے ان کا۔''

''بحری جہازوں کی کمپنی ہے۔''

''کبھی خاتون ظہورہ امیر غیری کے ساتھ اسکندری نہیں گئیں۔''

''تین سال میں تو نہیں۔''

''تین سالوں کا تذکرہ کیوں کرتی ہو تم۔''

''ہم دونوں کو امیر کی ملازمت میں آئے ہوئے تین سال ہی گزرے ہیں۔ اس سے قبل ہم لیبیا میں تھے۔''

سلسلہ گفتگو دوسری لڑکی کی آمد پر رک گیا۔ خوشبودار کافی کی بھاپ اڑ رہی تھی۔ خشک میوے' سرخ لبنانی سیب' انگور اور سینڈوچ تھے' میری بھوک چمک اٹھی اور میں کھانے میں مصروف ہوگئی۔ ان ہوش زدہ حالات سے سمجھوتہ کرنا ضروری تھا۔ میرا اضطراب آخر مجھے کیا دے رہا ہے۔ کب سے

مضطرب ہوں میں، کہیں بھی پناہ نہیں مل رہی، جو کچھ بھی ہے جہنم میں جائے، اب جو کچھ ہوگا وہ دیکھا جائے گا۔

میں نے ان دونوں خادماؤں کو دوست بنالیا۔ وہ مجھ سے کھل کر باتیں کرنے لگیں۔ میں نے ان سے پوچھا۔

''یہ جگہ کون سی ہے۔'' اور وہ حیرت سے مجھے دیکھنے لگیں۔

''نہیں نہیں...... ڈرنے کی ضرورت نہیں، تمہیں معلوم ہے میرا ذہنی توازن خراب ہوگیا تھا، اب میں ٹھیک ہوں۔ ماضی کی کوئی بات مجھے یاد نہیں۔''

''یہ جبل اسامہ ہے، بہت خوبصورت محل ہے۔ امیر غیری کا پہاڑی کے دامن میں ہے۔''

''امیر یہیں رہتے ہیں۔''

''ہاں!''

''اور وہ دوسرے لوگ بھی ہیں۔ میرا مطلب ہے امیر غیری کے بیوی بچے۔''

''نہیں انہوں نے شادی ہی کہاں کی ہے، وہ خود بھی تو......'' لڑکی کہتے کہتے رک گئی۔

''ہاں ہاں کہو...... رک کیوں گئیں۔'' میں نے کہا اور لڑکی آہستہ سے بولی۔

''لوگ کہتے ہیں۔ ہمیں اپنی زبان کی گستاخی کی اجازت نہیں ہے۔''

''اس کا مطلب ہے تمہیں میری دوستی پر اعتماد نہیں ہے۔ تم دونوں میری خادمائیں نہیں، دوست ہو۔ تمہاری کہی ہوئی کوئی بات مجھے بری نہیں لگے گی اور نہ میں کسی کو بتاؤں گی۔''

''لوگ کہتے ہیں کہ امیر غیری کا دماغی توازن بھی درست نہیں ہے۔ ان پر پراسرار دورے پڑتے ہیں۔ وہ ایک سال تک دماغی ہسپتال میں بھی رہ چکے ہیں۔''

''اوہ...... میرے خدا......'' میرے ہونٹ سکڑ گئے۔ میں دیر تک ان دونوں کو دیکھتی رہی، پھر گہری سانس لے کر بولی۔

''کیا اب بھی غیری پر دورے پڑتے ہیں۔''

''ہمیں نہیں معلوم، لیکن انہوں نے شادی نہیں کی۔''

''تمہیں کیا کہہ کر اسکندریہ سے بلایا گیا ہے۔''

''بس وہاں سے ہمیں قاہرہ پہنچنے کی ہدایت ملی ہے۔ یہاں آئے تو آپ کا خدمت گار متعین کیا گیا۔'' یہ کہہ کر...... وہ رک گئی۔

''میں بھی پاگل ہوں......'' میں نے ہنس کر کہا۔

''خدا کے فضل سے آپ بالکل ٹھیک ہیں۔'' انہوں نے کہا اور اس کے بعد تمام دن وہ دونوں میرے ساتھ رہیں۔ رات کو البتہ چلی گئی تھیں، لیکن دوسری صبح وہ پھر میرے ساتھ تھیں۔

مجھے غسل کرایا گیا، مشک عنبر میں بسا ہوا پانی تھا، میں نے ان سے فرمائش کی کہ میں چہل

قدمی کرنا چاہتی ہوں۔ وہ مجھے لے کر باہر آ گئیں' قابل رشک عمارت تھی' ہر کمرہ بے مثال' بہترین' پائیدار' جدید و قدیم کے لوازمات سے آراستہ۔

میں باغ میں ٹہل رہی تھی کہ ایک طرف ڈسٹ بن میں مجھے وہ اخبار نظر آیا جس سے میں میری تصویر نمایاں تھی۔ پرانا اخبار تھا جسے یہاں ڈال دیا گیا تھا' لیکن میری تصویر صاف نظر آ رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا اور پھر ان میں سے ایک لڑکی سے کہا۔

''سنو ذرا پڑھو کیا لکھا ہے۔''

لڑکی نے اخبار لے لیا اور پڑھنے لگی۔

''غیر ملکی ہوٹل سے فرار۔ یہ جہاں بھی نظر آئے پولیس کو اس کی اطلاع دی جائے۔'' اس کے بعد اس نے جو کچھ پڑھا اس نے مجھے شدید حیرت سے دیوانہ کر دیا۔ مارشل سے میری آمد' یہاں قیام اور اس کے بعد پراسرار افراد کی کہانی اور ایک اور انکشاف بھی تھا' یہ عسکری نامی ایک نوجوان کے بارے میں تھا جو اپنے سامان کے ساتھ فرار ہو چکا تھا' لکھا گیا تھا کہ ہم دونوں ایک ہی ملک کے باشندے ہیں اور ہمارے درمیان گہرا رابطہ ہے۔ ہم کسی خطرناک ارادے سے فرار ہوئے ہیں۔

وہ لڑکی میری تصویر کے ساتھ یہ تحریر پڑھ کر خود بھی حیران رہ گئی تھی۔ اس نے تعجب کے انداز میں دوسری لڑکی کی طرف دیکھا اور اخبار اس کی طرف بڑھا دیا' لیکن میرا ذہن ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ پے در پے ایسے ذہنی حادثوں سے دوچار ہونا پڑا تھا' جو دماغی توازن خراب کر دیں' لیکن کیا کرتی میں بے بس تھی۔

کیا ہے یہ سب کچھ کہ قبائلیوں کے ایک قافلے نے مجھے ایک نخلستان میں پایا اور اپنے ساتھ قاہرہ لے آئے۔ انہوں نے مجھے خلوص کے ساتھ پولیس کے حوالے کر دیا' لیکن پولیس آفیسر نے یہ فریب کیا۔ اس نے میری تصویر دیکھ کر یہ غلط کارروائی کیوں کی۔ اس نے مجرمانہ طور پر اپنے فرض سے غداری کی تھی۔ یقیناً کسی نہ کسی طرح امیر غیری سے اس کا گٹھ جوڑ تھا۔

آہ! مگر کیوں...... امیر غیری تو ایک مصری سرمایہ دار تھا۔ اسی وقت ان میں سے ایک لڑکی نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

''خاتون ظہورہ' یہ تصویر تو آپ کی ہے لیکن اس کے ساتھ تحریر بڑی عجیب ہے۔''

میں نے غمناک نظروں سے اسے دیکھا' پھر بولی۔

''تمہارا کیا خیال ہے۔''

''ہم دونوں حیران ہیں۔''

''شاید اخبار والے بھی پاگل ہیں۔ ویسے ایک بات بتاؤ تمہیں میرے بارے میں کیا ہدایات ملی ہیں۔''

یہی کہ ہمیں آپ کی خدمت کرنی ہے۔''

''امیر غیری نے خود تمہیں ہدایت کی ہے۔''
''نہیں امینی' احسان امینی۔''
''گڈ...... یہ کوئی نیا آدمی ہے۔''
''ہاں اس محل کا نگراں...... اسی نے ہمیں لیبیا سے بلا کر یہ نوکری دلائی تھی۔ وہ خود ہمیں لینے کے لئے اسکندریہ گیا تھا۔''
''کیا کہا تھا اس نے۔''
''اس نے کہا تھا کہ دولت مند گھرانے میں نوکری کرنی ہے تو ایک بات گرہ میں باندھ لو یہاں کان کھلے اور زبان بند رکھنا ہوتی ہے۔ آنکھوں سے دیکھو' کانوں سے سنو' دماغ سے سمجھو لیکن زبان سے کچھ نہ بولو۔''
''اوہ......'' میں نے آہستہ سے کہا' پھر بولی۔
''تم دونوں نے کتنی تعلیم حاصل کی ہے۔''
''بہت معمولی سی۔'' انگریزی بول اور سمجھ لیتے ہیں۔''
''مجھے خوش رکھنا تمہاری ذمہ داری ہے۔''
''ہاں!''
''تو پھر میرا ایک کام کر دو۔''
''بولئے۔''
''محل میں ہر جگہ میں آجا سکتی ہوں۔''
''ہاں کوئی پابندی نہیں ہے۔''
''تم ایک کام کرو کہیں نہ کہیں سے کوئی تصویر حاصل کرو جو خاتون ظہورہ کی ہو' لیکن وعدہ کرو کہ میری دوستوں کی حیثیت سے میری باتوں کو راز رکھو گی۔''
وہ دونوں پاگل نہیں تھیں' اخبار میں تصویر کے ساتھ وہ تحریر پڑھ کر' وہ بھی بہت حیران تھیں' ان میں سے ایک نے ہچکچاتے ہوئے لہجے میں کہا۔
''ایک سوال کر سکتی ہوں خاتون۔''
''ہاں میں نے تمہیں دوستوں کا درجہ دیا ہے۔''
''آپ خاتون ظہورہ نہیں ہیں؟''
''نہیں......''
''تو پھر آپ کون ہیں؟''
''وہ جو اخبار میں لکھا ہے۔''
''آپ ہوٹل سے فرار ہوئی ہیں۔''

''نہیں مجھے وہاں سے اغوا کیا گیا ہے۔''

''کس نے اغوا کیا ہے۔''

''امیر غیری نے۔''

میں نے جواب دیا اور وہ دونوں خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگیں' پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

''کسی قسم کی غداری کرنے والے کو خاموشی سے گردن دبا کر ہلاک کر دیا جاتا ہے اور ان کی لاشیں تاریک غاروں میں ڈال دی جاتی ہیں' جہاں کوئی انہیں کبھی تلاش نہیں کرتا۔ براہ کرم ہماری زندگی خطرے میں نہ ڈالیں۔ اگر آپ نے ہمیں اس کیلئے مجبور کیا تو ہم احسان امینی کو خبر کر دیں گے۔''

میں نے گہری نگاہوں سے انہیں دیکھا' پھر بولی۔

''ٹھیک ہے میں تمہاری زندگی چاہتی ہوں' تمہارا دل چاہے تو میری یہ باتیں احسان کو بتا دینا۔''

''نہیں خدا کی قسم ہم ایسا کام کبھی نہیں کریں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔''

میں نے مزید کچھ نہ کہا۔

بہر حال بہت سی چیزیں عجیب و غریب تھیں' پولیس آفیسر امیر غیری سے ملا ہوا تھا' مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ سازش کیوں کی گئی۔ پھر میں نے احسان امینی کے بارے میں سوچا۔ پتا نہیں کس طرح کا انسان ہے۔ خیر اور کچھ ہو یا نہ ہو لیکن میں امیر غیری کو تباہ کر دوں گی' کبھی نہ کبھی تو یہاں سے فرار کا موقع ملے گا۔ پولیس کے پاس جاؤں گی اور اپنے اغوا کی داستان سناؤں گی۔ سارے ہی پولیس والے تو امیر غیری کے غلام نہیں ہوں گے۔ ایک غیر ملکی لڑکی کو حبس بے جا میں رکھنے کا مزہ چکھانا پڑے گا اس امیرزادے کو۔

پھر عسکری کے بارے میں سوچا۔ اسے بھی ایک مفرور مجرم قرار دیا گیا ہے۔ پتا نہیں پہلی بار عسکری کیلئے دل پسیجا تھا۔ اگر وہ روشاق کا اعلیٰ کار نہ بنا ہوتا تو بہت کچھ ہو سکتا تھا۔ اس نے میرے لئے بہت کچھ کیا ہے۔

پھر روشاق کا خیال آیا' اس نے اپنے آپ کو پتا نہیں کیا بتایا تھا اور اپنی سوز داستان سنائی تھی۔ کون جانے وہ داستان سچی تھی یا جھوٹی۔ ہاں اس نے کبھی مجھے پریشان نہیں کیا تھا۔

خیر یہ دن بھی گزر گیا۔ دونوں لڑکیاں بدستور میری خدمت گاری پر متعین تھیں۔ دوپہر کا کھانا بس معمولی سا ہی کھایا' پھر رات ہو گئی۔ رات کے کھانے پر میں نے لڑکیوں سے کہا۔

''کہ میں ان کی صورتیں دیکھ دیکھ کر بے زار ہو گئی ہوں۔ امیر غیری کو میرا پیغام دیا جائے کہ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔''

لیکن امیر غیری موجود نہیں تھا۔

رات کو نجانے کب تک سوتی رہی اور پھر کسی وجہ سے آنکھ کھل گئی' جو منظر نگاہوں کے سامنے آیا اس نے چونکا دیا۔ ایک انوکھی سبز روشنی پھیلی ہوئی تھی' سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ روشنی کیسی ہے۔ اس سے جگہ جگہ کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ ذہن مزید بیدار ہوا تو مجھے احساس ہوا کہ میں کسی بستر پر نہیں ہوں بلکہ میرے پاؤں نیچے لٹکے ہوئے ہیں اور میں کسی آرام کرسی جیسی جگہ پر کمر ٹکائے بیٹھے ہوئی ہوں۔

مجھے شدید حیرت ہوئی اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ یہ عجیب و غریب ماحول خوابوں جیسا تھا۔ تاحد نگاہ وسعتیں ہی وسعتیں تھیں اور ان وسعتوں میں زمردی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ انوکھی اور حیرت ناک۔

✣✣✣

جگہ جگہ لوگ نظر آ رہے تھے۔ ہلکی موسیقی سنائی دے رہی تھی' میرا دل دھک سے ہو گیا' اگر یہ خواب ہے تو پھر یہ ہوش جیسا کیوں لگ رہا ہے' ہر طرف ایک نفیس خوشبو پھیلی ہوئی تھی اور یہ خوشبو ایک بڑے سے برتن سے اٹھ رہی تھی جس سے ہلکا ہلکا سفید دھواں خارج ہو رہا تھا۔ خوشبو عود عنبر کی تھی جسے میں نے فوراً پہچان لیا' وہ ہوا میں لہراتے سائے جو زرد روشنی میں ادھر ادھر آ جا رہے تھے زمانہ قدیم کے فراعنہ کے دور کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض کے جسم برہنہ تھے اور ان پر سونے کے چمکدار نقوش نظر آ رہے تھے جو غالباً قدیم مصر کے زیورات کی شکل میں ان کے جسم سے لپٹے ہوئے تھے۔

خوف و دہشت کے عالم میں چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگی۔ اچانک ہی میرے ذہن پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی' کارچوک کی پہاڑیوں میں ملنے والی نزائلہ کی لاش جو میری ہم شکل تھی اور اس کے بعد وہ پجارن جس کا تعلق مصر کی ایک قدیم تہذیب سے تھا اور بڑی معبد کا پجاری...... نجانے کیا کیا یاد آنے لگا۔ روشاق کی سنائی ہوئی کہانیاں' مجھے یہ بھی اندازہ ہوا کہ جہاں میں بیٹھی ہوئی ہوں وہ بھی ایک تخت ہے جو زمرد سے بنا ہوا ہے اور اس پر انتہائی نفیس غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ میں نے انہیں چھو کر دیکھا...... ''آہ یہ خواب نہیں یہ خواب نہیں ہے......'' میں بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایک دم جیسے سکوت چھا گیا' ہلکی ہلکی موسیقی کی جو آوازیں بلند ہو رہی تھیں وہ بند ہو گئیں۔ ذہن اس سناٹے سے چٹخنے لگا' میں اپنے آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی کہ یہ خواب نہیں ہے بلکہ عالم ہوش ہے' مگر کیا ہے؟

میں اس عظیم الشان ہال کی وسعتوں میں بکھرے ہوئے ہیولوں کو دیکھنے لگی۔ سفید باریک سنگی مجسمے آویزاں تھے اور ان کے جسموں میں جڑے ہوئے زمرد اور ان سے پھوٹتی ہوئی زرد روشنیاں...... میرے خدا میرے خدا...... یہ سب کچھ کہاں سے آ گیا...... میں کہاں ہوں...... کیا اپنے گھر میں ہارون دانش کی لائبریری کی کتابوں کے درمیان یا پھر اس جزیرے پر...... بالکل نہیں' بالکل نہیں...... میں مصر میں تھی امیر غیری کی قیدی...... اس کی کسی سازش کا شکار...... لیکن یہ طلسم خانہ......

اچانک سامنے سے دو کنیز جیسی عورتیں آتی ہوئی نظر آئیں' انہوں نے اپنے ہاتھوں میں طشت اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں' جسامت بے مثال تھی' چال میں بھی ایک انوکھا بانکپن تھا۔ میرے قریب پہنچ کر انہوں نے وہ دونوں بڑے بڑے طشت زمین پر رکھ دیئے اور گردن خم کر کے کھڑی ہوگئیں' میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے وہ طشت دیکھے' ان میں رکھا سامان دیکھا۔ ایک انوکھے کپڑے سے بنا ہوا سبز رنگ کا لباس جس میں باریک باریک حسین موتی جگمگا رہے تھے' دوسرے طشت میں انتہائی قدیم طرز کے بنے ہوئے زیورات جن میں یاقوت' زمرد اور فیروزے جگمگا رہے تھے' آنے والی عورتوں میں سے ایک نے عبرانی زبان میں کہا۔

زمانوختہ کی ''تقدیس ہو تیری' تقدیس ہو تیری...... ابراعیس کی بیٹی تقدیس ہو تیری۔ منظور نظر فرعون وقت کی ملکہ تیرے لئے یہ خلعت زمرد آیا ہے ہمارے ساتھ چل اور یہ خلعت پہن لے۔ ہم تیری کنیزیں ہیں اور فرعون اعظم تجھ تک پہنچنے والا ہے۔ تقدیس ہو تیری...... تقدیس ہو تیری۔''

میں نے شدید غصے کے عالم میں کہا۔

''کیا بکواس کر رہی ہو تم' کیا بک رہی ہو' میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ نہ میں کسی ابراعیس کی بیٹی ہوں اور نہ مصر کی ملکہ...... پاگل ہو تو سب' میں' میں تو نشاء ہوں' نشاء...... نشاء ہارون دانش...... یہ کیا طلسم خانہ ہے' کیوں پریشان کر رہے ہو تم لوگ مجھے۔ کیوں مجھے دیوانہ بنائے دے رہے ہو...... ہٹا لو یہ سب میرے سامنے سے مجھے اپنے گھر واپس جانے دو۔ میں جانا چاہتی ہوں۔'' میری آواز بری طرح گونج رہی تھی۔ دونوں کنیزیں خوفزدہ ہو کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئیں۔ تب میں نے ایک سمت ایک سفیدی روشنی دیکھی۔ اس ہال کی وسعتوں کے ایک حصے سے کچھ افراد آ رہے تھے' میں نے دانت پیستے ہوئے ان پر نظر ڈالی۔ آگے چند پروہت یا روحانی پیشوا تھے۔ ان کے ساتھ کچھ لوگ عجیب سی شکلیں بنائے چل رہے تھے۔ انہوں نے انسانوں جیسے سر کے ساتھ حیوانوں کے جسم لگائے ہوئے تھے۔ ایک شخص ان کے درمیان موجود تھا جو شانوں سے لے کر ٹخنوں تک سفید لباس میں ملبوس تھا سر پر فرعون کا تاج پہنے ہوئے تھا۔ میں نے اس شخص کو پہچان لیا' یہ امیر غیری تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر عجیب سے رنگ چڑھے ہوئے تھے' بس اسے خدوخال سے پہچانا جا سکتا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک لمبی سی سفید چھڑی تھی جسے وہ دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے چہرے کے مقابل اٹھائے ہوئے تھا' عجیب ڈرامہ باز شخص تھا۔ میں نے دانت پیستے ہوئے اسے دیکھا' یہاں تک کہ وہ میرے قریب پہنچ گیا اور اس کے پاس پھیلے ہوئے پروہت ایک سمت ہٹ گئے۔ میرے قریب پہنچ کر اس نے کہا۔

''زمانوختہ کی زندگی' کس بات پر ناراض ہے۔''

''کیوں مجھے پریشان کر رہا ہے تو بہروپیئے۔ دیکھ لینا میں تجھ سے اس بدتمیزی کا بدلہ لوں گی۔''

''میں تیری نظر کرم کا طالب ہوں۔ میری روح یہ لباس پہن کہ میں تجھے وہاں لے چلوں گا جہاں سورج غروب ہوتا ہے' میں تجھے کائنات کی تمام خوشیاں مہیا کردوں گا' زمانوختہ ہے میرا نام مجھے پہچان۔ اپنے دماغ کو روشن کر' ماضی کی وسعتوں میں کھوجا۔ تجھے سب یاد آجائے گا۔''

''میں کہتی ہوں ذلیل انسان مجھے میرے گھر جانے دے۔'' میں اتنی زور سے چیخی کہ میری آواز پھٹ گئی' سر چکرا گیا۔

اسی وقت ایک پروہت نے آگے بڑھ کر ایک تھال میرے سامنے رکھ دیا اور دوسرے پروہت نے کوئی باریک سا برادہ مٹھی میں بھر کر اس میں ڈالا' دھوئیں کا مرغولہ بلند ہوا اور یہ دھواں میرے نتھنوں میں بری طرح چڑھ گیا۔ مجھے زور سے کھانسی آئی اور گرنے سے بچنے کیلئے مجھے اسی تخت کا سہارا لینا پڑا' لیکن میرے ہوش وحواس کھوتے جارہے تھے اور اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔ البتہ زندگی سے تعلق اپنے ہوش سے ہی ہوتا ہے' سورج کی کرنیں کسی رخنے سے اندر داخل ہو رہی تھیں۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو ان کی تیز چمک آنکھوں کو بہت بری لگی۔ دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔ دل کو ایک دھکا سا لگا۔ رات کے واقعات ایسے نہیں تھے کہ ذہن سے نکل جاتے' لیکن اس وقت میں اس عجیب وغریب جگہ نہیں تھی بلکہ میرا اپنا کمرہ تھا۔ وہی کمرہ جہاں امیر غیری نے میرے قیام کا بندوبست کیا تھا۔ ہر چیز وہی تھی لیکن اس وقت پیشانی درد سے پھٹی جارہی تھی' آنکھوں پر جو بوجھ تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ رات کی نیند بھرپور نہیں رہی۔ یہ سب کچھ بہت انوکھا تھا۔ ایک ایک منظر مجھے یاد تھا۔ امیر غیری بھی یاد تھا اور اس کا وہ نام بھی جو اس نے مجھے بتایا تھا۔ اس نے اپنا نام زمانوختہ لیا تھا اور میرا نام تو وہ شروع ہی سے ظہورہ لے رہا تھا۔ وہ سچ مچ مجھے پاگل کردینا چاہتا تھا۔ آہ کیا اس پوری کائنات میں سب ہی میرے دشمن ہوگئے ہیں' میں نے وحشت زدہ انداز میں لالہ اور عظیمہ کو پکارا۔ دونوں بری طرح دوڑتی ہوئی اندر آئی تھیں اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی تھیں' میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کہاں تھیں تم لوگ رات کو؟''

''یہیں آپ کے دروازے کے سامنے۔ آپ کی خدمت میں۔''

''رات کو بھی تمہیں یہیں موت آتی ہے۔''

''ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ دن اور رات آپ کی غلامی کریں' اگر ہم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو ہم شرمندہ ہیں محترمہ ظہورہ کیا آپ نے ہمیں آواز دی تھی۔'' عظیمہ نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''زمانے بھر کی مکار ہو تم لوگ' ظاہر ہے چند سکوں کے عوض تم نے پیٹ بھرنے کیلئے یہاں غلامی کی زندگی قبول کی ہے' تمہارے دل میں انسان دوستی کیسی جاگ سکتی ہے لیکن فکر مت کرو' میرا وقت بھی آئے گا۔ میں تم سب کو امیر غیری کے جرم میں تمہیں بھی برابر کا شریک بناؤں گی اور اس

لے بعد جو تمہیں درے کھانے پڑیں گے تم اسکا تصور بھی نہیں کرسکتیں' لعنت ہے تم پر' میں نے تم سے دوستی طلب کی تھی' لیکن روٹی کے چند ٹکڑوں کیلئے جینے والیاں بھلا دوستی کے نام سے کیسے واقف ہوسکتی ہیں' رات کے کھانے میں تم نے مجھے کیا دیا تھا کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔"

"جی۔" لالہ نے حیرت سے منہ پھاڑ کر کہا۔

"معصوم مت بنو میں سب کچھ جانتی ہوں۔"

لالہ نے عظیمہ کو دیکھا اور پھر گھگھیاتے ہوئے بولی۔

"خدا کی قسم...... ہم سے کوئی بھی قسم لے لیجئے خاتون ظہورہ ہم بھی شاید کسی نشے آور شے ہی کا شکار ہوگئے تھے۔ جب ہم نے رات کو کھانا کھایا تو اس کے بعد ہمارے حواس بھی تھوڑی دیر کے بعد گم ہوگئے تھے۔ ایسی ٹوٹ کے نیند آئی کہ ہم اپنے بستروں پر دراز ہوگئے' ہم پر موت جیسی نیند طاری تھی۔ آپ ہمیں معاف کردیجئے۔ آپ کو ہماری ذات سے کبھی زحمت نہیں ہوگی۔"

"جھوٹی ہو تم دونوں مکار ہو۔ میں نے تمہیں رازدار بنانے کی کوشش کی تھی' یہ میری غلطی تھی' کیونکہ تم فطری طور پر کنیز ہو غلام ذہنیت کی مالک۔" میں ان پر لعن طعن کرتی رہی اور وہ گردن جھکائے سنتی رہیں' پھر میں نے کہا۔

"غیری کہاں ہے؟"

"ہم نہیں جانتے۔"

"جاؤ معلوم کرو اور نہ معلوم کرسکو تو مجھے اپنی صورت نہ دکھانا' تم میری خادمائیں ہو یا نگراں۔ میں جانتی ہوں کہ تم دونوں مجھ پر نگرانی کیلئے مقرر کی گئی ہو۔ جاؤ اس سے کہو کہ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔"

وہ دونوں سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئیں۔ مجھ پر ایک بار پھر جنون طاری ہوگیا اور میں آپے سے باہر ہوگئی تھی۔ ہر شخص فریبی ہر شخص صرف اپنی ذات کیلئے سوچتا ہے۔

بہرحال ان خودغرضوں کے درمیان مجھے بھی خودغرضی سے ہی جینا چاہئے' ماں باپ نہیں تھے تو نا سہی۔ زندگی میرے لئے کون سی مشکل تھی میں نے بلاوجہ ان کی چاہت میں آپ کو دربدر کیا...... آہ اگر ہارون دانش اب بھی اس دنیا میں موجود رہتے جنہوں نے ایک عرصہ میرے باپ کی حیثیت سے گزارا ہے تو ان کے دل میں بھی خودغرضی کا نشان ملتا ہے' وہ اپنی ذات کیلئے سرگرداں رہے اور انہوں نے مجھے قربانی کا بکرا بنا کر رکھا ہے' کیا کروں' کیا کروں خودغرضی ہی سب سے انمول شے ہے عسکری بھی اپنی ذات کی بہتری کیلئے ہی مجھ تک پہنچا تھا۔ کون جانے اب وہ جو کچھ کررہا ہے اس کی گہرائیوں میں اس کی وہی غرض پوشیدہ ہو' ہاں عسکری اس کے علاوہ تیرا اور کیا مقصد ہوسکتا ہے کیا سمجھے...... آؤ ذرا میرے سامنے آؤ اب تم مجھے بالکل بدلا ہوا پاؤ گے' کیونکہ تمہارے ذریعے میں اپنے وطن کا رخ کرنا چاہتی ہوں۔ سوری سسٹر صوفیہ تم اس قدر مخلص ضروری تھیں کہ تم نے میرے

ساتھ اتنا مشکل سفر طے کیا' لیکن تم بھی انسان تھیں' کہاں تک سایوں کا پیچھا کرتیں تمہارا اپنا مستقبل بھی تو خطرے میں پڑ گیا تھا' بہت اچھا کیا تم نے کہ ڈاکٹر الیاس کا سہارا لے لیا' تو پھر بھی دوسروں سے بہتر ہو۔ میں کیا کروں...... کیا میں اتنی طاقتور ہوں کہ ہر مسئلے سے نپٹتی رہوں۔

میں انہی سوچوں میں گم تھی کہ کوئی میرے کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔ لمبے چوڑے بدن کا مالک' تنگ پیشانی' سیاہ چہرہ چھوٹی چھوٹی آنکھیں گھنگریالے بال' ادھیڑ عمر کا یہ شخص بہت تیز معلوم ہوتا تھا' اندر آیا اور سینے پر دونوں ہاتھ باندھ کر جھکا' پھر سیدھا ہوکر بولا۔

''خاتون ظہورہ نے اپنے غلام احسان امینی کو پہچان لیا ہوگا۔''

''ہوں...... تو تم ہو احسان امینی۔''

''آپ کا دیرینہ خادم۔''

''جعلسازوں کا پورا گروہ موجود ہے یہاں واقعی...... خیر تم انسان ہو یا روم کے بادشاہ' مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میں امیر غیری سے ملنا چاہتی ہوں۔''

''امیر ذرا مصروف ہیں۔ شام کو چار بجے تک وہ آپ سے ملاقات کریں گے۔ میرے لئے کوئی اور حکم ہو تو فرما دیجئے اور براہ کرم اپنی خادماؤں سے سختی کا برتاؤ نہ کیجئے گا' اگر آپ ذہنی انتشار محسوس کر رہی ہیں تو میں ڈاکٹر نصران کو طلب کرلوں' وہ آپ کو یقیناً پرسکون رہنے کیلئے کوئی دوا دے دیں گے۔''

''جا سکتا ہے تو جا سکتا ہے' احسان امینی تو جا سکتا ہے...... کیا سمجھا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں سمجھ نہیں رہی کہ اگر میں نے اپنا سخت رویہ جاری رکھا تو مجھے ڈاکٹر نصران کے حوالے کر دیا جائے گا۔''

احسان امینی گردن جھکائے کھڑا رہا' پھر بولا۔

''اپنے آپ کو پرسکون رکھنے کی کوشش کیجئے۔ اگر امیر مجھے دستیاب ہوگئے تو آپ اطمینان فرمایئے' بہت جلد ان کی آپ سے ملاقات ہوجائے گی۔''

سینے میں سانس نہیں سما رہی تھی' بہت غصہ آ رہا تھا' لیکن پھر دماغ کو ٹھنڈا کرنا ہی مناسب سمجھا' کیا کرسکتی تھی' ان لوگوں کے خلاف غل غپاڑہ مچاؤں تو وہی حشر ہوگا جو تھانے میں ہوا تھا' انجکشن دے کر سلا دیا جائے گا' کیا فائدہ ان تمام باتوں کا۔

چنانچہ اب کچھ تبدیلی ہونی چاہئے۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

''جاؤ۔ میرے لئے ناشتے کا بندوبست کرو۔''

''بہت خوب ابھی لیجئے گا۔'' وہ واپسی کیلئے مڑا اور دروازے کے قریب رک کر بولا۔

''لالہ اور عظیمہ کیلئے کیا حکم ہے؟''

''میں کچھ نہیں جانتی جو دل چاہے کرو۔''

احسان امینی نے گہری نگاروں سے مجھے دیکھا اور پھر باہر نکل گیا۔ کچھ دیر کے بعد میرے

لئے ناشتہ آ گیا۔ لالہ اور عظیمہ کو اس کے بعد میں نے منہ نہیں لگایا تھا۔ مجھے ان دونوں سے بھی نفرت ہو گئی تھی۔

شام کو ٹھیک چار بجے امیر غیری اجازت لے کر میرے کمرے میں داخل ہو گیا' میں نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔ پختہ کار انسان تھا ورنہ مجھ سے نگاہیں ملاتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھجک ہوتی' لیکن اس کے برعکس وہ مطمئن اور مسرور نظر آ رہا تھا۔ اس نے مجھے تعظیم دی' پھر مدھم لہجے میں بولا۔

''خاتون ظہورہ نے مجھے طلب کیا ہے۔''

میں زہریلے انداز میں مسکرائی' پھر بولی۔

''تم میرے بھائی ہو نا امیر غیری۔''

میرے الفاظ پر وہ ایک لمحے کیلئے گڑبڑایا' پھر سوچتا رہا' پھر بولا۔

''یہ تم بہتر جانتی ہو۔''

''نہیں میں تمہاری زبان سے سننا چاہتی ہوں۔''

''اس وقت مجھے اس بات سے اعتراف کرنے میں عار نہیں ہے کہ یہ سچ نہیں ہے۔''

''تو پھر کون ہو۔''

''یہ سوال قبل از وقت ہے۔ اگر موجودہ وقت میں اپنے بارے میں پوچھو تو میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ تمہارا نام نشاء ہارون دانش ہے۔ تم مارشل کی مسافر ہو' لیکن تمہارا ذہن بھی گرد آلود ہے' تم بھی وقت کے جس عمل سے گزر رہی ہو میری طرح لیکن جب دھند چھٹ جائے گی تو تمہیں یاد آ جائے گا کہ تم خاتون ظہورہ ہو۔ البرانوس کی بیٹی ظہورہ جسے نیل کے مشرقی ساحل پر زمانوختہ نے دیکھا اور اپنی کائنات اس پر قربانی کر دی' پروہتوں نے فرعون کو خبر دی کہ ظہورہ آدھے سورج کی بیسویں کرن کے زیر اثر ہے' اس کا قرب نحوستیں لائے گا' لیکن زمانوختہ نے محبت پر سب کچھ قربان کر دیا اور پورے چاند کی رات جب دونوں ایک بجرے میں نیل کی لہروں پر محبت میں ڈوبے سفر کر رہے تھے تو اچانک نیل میں طغیانی نمودار ہوئی اور دونوں گرداب میں سما گئے' ہمیں موت نہیں آئی ظہورہ بلکہ سورج دیوتا نے ہم پر نیند طاری کر دی تھی تاکہ جب نحوستوں کا دور ختم ہو جائے تو ہم ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر نمودار ہوں۔ تم ملکہ مصر ہو اور میں فرعون مصر' وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے' یہ فرشتوں کی پیش گوئی ہے اور فرشتے سچ کہتے ہیں۔''

اس کی آواز میں حس بے دار ہو گئی' میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی بکواس کا ایک لفظ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ البتہ مجھے لالہ اور عظیمہ سے ہونے والی گفتگو یاد آ رہی تھی' اس میں سے کسی نے کہا تھا کہ خود امیر غیری بھی صحیح دماغ نہیں ہے۔ لیکن ایک اور بے تکی کہانی میرے علم میں آئی تھی...... آہ...... یہ کیا بکواس ہے' کتنی کہانیاں مجھ سے منسلک ہیں۔ تاہم میں نے

ذہن کو جھٹکا اور بولی۔

''تم نے ہی مجھے ہوٹل سے اغوا کرایا تھا؟''

''ایں...... وہ چونک پڑا۔

''اور اس کے بعد تم نے مجھے نخلستان شاجرا میں پھنکوا دیا تھا' وہاں سے بدو مجھے اٹھا کر لائے تھے۔''

''میں نے؟'' وہ حیرت سے بولا۔

''آدھے سورج کی قسم میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ مجھے تو تمہاری تلاش تھی' فرشتوں نے میری رہنمائی تم تک کی' لیکن تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے مجھے خبر ملی کہ اب تم اس ہوٹل میں نہیں ہو' میں نے تمہاری تلاش کیلئے جدوجہد شروع کر دی اور پھر سرکاری طور پر تمہارے فرار کی تصویر اخبار میں شائع ہوگئی' یہاں بھی انہی فرشتوں نے میری رہنمائی کی اور مجھ سے کہا کہ تمہیں حکام کے ہاتھوں تک نہ پہنچنے دیا جائے ورنہ سارا کھیل ختم ہو جائے گا۔ احسان امینی میرا ملازم لیکن نہایت بااثر شخص ہے۔ اس نے ناکہ بندی کرا دی اور پولیس کے ناموں کے سربراہوں کو تیار کر لیا کہ اگر تم کسی طرح ان میں سے کسی تک پہنچ جاؤ تو حکام اعلیٰ کو خبر کرنے کے بجائے ہمیں خبر کی جائے۔ اس نے ہی تمہیں میری بہن ظہورہ کا نام دیا' یہ میری کارروائی نہیں ہے۔ اسی احمق نے ایسا کیا اور ہم اس بات کو نبھا رہے ہیں۔''

میں اس کی باتوں کے الجھاؤ میں گم ہوگئی۔ پھر کون مجھے ہوٹل سے لے گیا۔ اس نخلستان تک مجھے کس نے پہنچایا' میں نے کہا۔

''کیا ظہورہ تمہاری بہن ہے؟'' میرے ان الفاظ سے اس کے چہرے پر غم کے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

''ہے نہیں تھی۔ وہ اپنا فرض پورا کر چکی ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''دہلی آف کنگز کے تہہ خانے میں اس کا حنوط شدہ جسم ایک تابوت میں محفوظ ہے۔ اس نے زہر پی کر اپنے بھائی کیلئے قربانی دے دی ہے تاکہ پھر کوئی نحوست اس کا تعاقب نہ کرے۔''

''اوہ...... کیا اس نے خودکشی کر لی تھی؟''

''ہاں اور یہ بات صیغہ راز میں ہے۔ احسان نے اپنے ہاتھوں سے اسے زہر پلایا تھا۔ لوگ یہ ہی جانتے ہیں کہ وہ ذہنی مریضہ ہے اور کہیں گم ہوگئی ہے۔ لیکن میرے اور احسان کے بعد تم تیسری رازدار ہو۔''

''احسان نے اسے زہر پلایا تھا۔ کیا زبردستی؟'' میں نے دہشت سے جھرجھری لے کر کہا۔

''یہ ضروری تھا۔ ورنہ میری سلطنت کی حدود کشادہ نہ رہ پاتی' مجھے لاتعداد دشمنوں کا سامنا کرنا

تھا۔"

اس نے سادگی سے جواب دیا اور اچانک مجھے شدید خطرے کا احساس ہوا' مجھے ایک دم محسوس ہوا کہ میں ایک نہایت خطرناک پاگل کے سامنے ہوں' ایسے پاگل کے سامنے جو بظاہر صحیح دماغ ہے' سازشیں کرسکتا ہے' ہلاکتیں کرسکتا ہے' لیکن اپنے عقائد میں اٹل ہے۔ اس کا ذہنی توازن خطرناک حد تک بگڑا ہوا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ وہ زمانہ قدیم کا کوئی فرعون ہے اور اس نے اس تصور میں اپنی بہن کو ہلاک کردیا ہے اور یہ شخص احسان امینی اس کا دست راست اور ایک خطرناک انسان ہے۔ میں نے خوف کے عالم میں کہا۔

"تم غلطی پر ہو امیر غیری' تم ایک مسلمان ملک کے مسلمان شہری ہو اور تم آدھے سورج کی قسم کھاتے ہو۔ خدارا خود کو سنبھالو' یہ تمہاری بھول ہے تم صرف امیر غیری ہو۔ یہ خطرناک خیال نجانے کیسے تمہارے ذہن میں بیٹھ گیا ہے۔"

اس نے گردن ہلائی اور بولا۔

"نہیں ظہورہ ہم ابھی گرد آلود ہیں۔ جب ہمارے ذہنوں کی گرد چھٹ جائے گی تو ہم ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ تم اس کا اظہار کرچکی ہو رات کو...... مجھے بتاؤ تم عبرانی زبان جانتی ہو۔"

"عبرانی زبان...... نہیں بالکل نہیں۔"

"تب پھر یاد کرو رات کو تم نے اپنی تقدیس کرنے والی کنیزوں سے جو تمہارے لئے خلعت لائی تھیں ان سے اور مجھ سے عبرانی زبان میں اظہار ناراضگی کیا تھا...... یاد کرو دماغ پر زور دو تم عبرانی زبان نہیں جانتیں' لیکن تم نے اسے سمجھا اسے بولا۔ یہ اس بات کا اظہار ہے کہ فرشتے سچ کہتے ہیں۔"

میرا دماغ تاریک ہونے لگا۔ میں بری طرح چکرا گئی' کم از کم یہاں وہ سچ کہہ رہا تھا رات کے ان لمحات میں جو میں نے سنا اور بولا وہ نہ تو اردو زبان تھی اور نہ انگریزی۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا۔ مجھے ان دونوں کنیزوں کی صورتیں تک یاد تھیں جو اپنے ہاتھوں میں طشت اٹھائے ہوئے تھیں۔ انھوں نے کہا تھا...... "تقدیس ہو تیری...... ابرانوس کی بیٹی...... زمانوختہ کی منظور نظر......" مجھے ان کے یہ الفاظ تک یاد تھے اور میں نے اسی زبان میں انہیں جواب دیا تھا۔

"ہمارے درمیان صدیوں کی گرد چھائی ہوئی ہے ظہورہ' ہم وقت کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ لیکن صدیاں گردش کرتی ہیں۔ آج کی سائنس بھی یہی کہتی ہے کہ زمین سورج کے گرد چکراتی ہے۔ کون جانے ہم پچھلی صدیوں کے کون سے دور سے گزر رہے ہیں' لیکن سورج کی پاک کرنیں بہت جلد ہمارے دور کو لوٹانے والی ہیں۔ اس کا ثبوت ہمارے جسموں میں دوڑنے والی زندگی ہے' ہمارے جسم جاگ اٹھے ہیں بس ہمارے ذہنوں کے صاف ہونے کی دیر ہے۔ اہل مصر جھک جائیں گے ہمارے سامنے اور کہیں گے کہ تقدیس کرو ان کی...... جو تمہارے درمیان ہیں اور

لوگ فرعون وقت کو پہچان لیں گے' یہ سلطنت واقعی ہماری ہوگی۔ سمجھیں مصر پر ہماری حکومت ہوگی ظہورہ۔''

اس کی آنکھیں خواب ناک ہوگئیں۔

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی یقیناً وہ صحیح الدماغ نہیں تھا۔ اس کے بارے میں لوگوں کا تجزیہ درست تھا۔ مجھے اس کی بکواس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں تو بس اس بات پر حیران تھی کہ ایک نامانوس زبان میں نے کیسے سمجھ لی' کیسے بول لی جبکہ وہ کتابیں تک میرے لئے بالکل اجنبی تھیں جو میرے والد کی لائبریری میں تھیں' جنہیں میں نے بار بار سمجھنے کی کوشش کی تھی۔ اب اس وقت جب ایک انوکھا ماحول میرے سامنے تھا' میں سخت مشکل میں گرفتار تھی' میری برہمی مجھے کچھ نہیں دے سکتی تھی۔ اس کی دیوانگی ہی میرے لئے بچت کا ذریعہ تھی۔ کم از کم میرا ذہن تو صاف ہو۔ مجھے پہلی بار اپنے آپ حیرانی ہوئی تھی۔ وہ خاموش تھا۔ میں نے پوچھا۔

''تم قدیم مصری زبان بھی بول سکتے ہو؟''

''بخوبی ظہورہ بخوبی۔ مجھے یہ زبان سکھائی گئی ہے۔ موجودہ اہل مصر یہ زبان نہیں جانتے' لیکن میں جانتا ہوں اور جب میرا دور واپس آئے گا تو مصر میں بیشمار تبدیلیاں رونما ہوں گی۔''

''مجھ سے اسی زبان میں بات کرو۔'' میں نے پرشوق لہجے میں کہا اور وہ مسکرایا۔

''عظیم ملکہ ظہورہ جب سرزمین مصر پر اپنا پہلا حکم نافذ کرے گی تو اہل مصر اسے اپنا قانون بنا لیں گے' کسی کی مجال نہیں ہوگی کہ اس حکم سے سرتابی کرے۔''

''آہ میں سمجھ رہی ہوں' مگر یہ سب کچھ میری سمجھ میں کیسے آ رہا ہے۔ امیر غیری کیا میں یہ الفاظ قدیم مصری زبان میں ادا کر رہی ہوں؟''

''مجھ سے کہیں زیادہ سلیس لہجے میں اور تمہیں یقین آ گیا ہوگا کہ فرشتے جھوٹ نہیں کہتے۔'' امیر غیری نے جھوم کر کہا۔

''مجھے میرے ہوٹل سے تم نے اغوا کرایا تھا۔''

''ہرگز نہیں' زمانوختہ ظہورہ سے جھوٹ نہ بولے گا' میں نے جو کچھ تمہیں اب تک بتایا ہے وہ سچ ہے' کیونکہ تاریخ کا سب سے گہرا رشتہ جھوٹ کی نذر نہیں کیا جا سکتا۔''

''پچھلی رات مجھے کھانے میں خواب آور دوا دی گئی تھی؟''

''ہاں......!''

''کیوں......؟''

''میں تمہیں بے حواسی کے عالم میں اپنے معبد لے جانا چاہتا تھا تاکہ تم وہاں ہوش میں آؤ تو خود کو اپنے ماحول میں محسوس کرو اور اس کا بہتر نتیجہ برآمد ہوا ہے۔ آہ تم کتنی آسانی سے دور فراعنہ کی زبان بول رہی ہو' جسے سیکھنے کیلئے میں نے دن رات ایک کر دیئے تھے۔''

''تمہارا معبد؟'' میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

''ہاں۔ اس معبد کا نقش جو زمانوختہ کے منظر عام پر آنے کے بعد سرزمین مصر پر وجود میں آئے گا۔ میں نے اس کا ہلکا سا خاکہ جبل العمامہ میں بنایا ہے۔ ان پہاڑوں کے نیچے جو میری اس رہائشگاہ کی پشت پر ہیں۔''

''وہ سب کچھ تم نے بنایا ہے؟''

''اربوں مصری پونڈ خرچ کر کے۔ قدیم تحقیق کے ماہرین کے مشوروں کے مطابق۔''

''وہاں جو لوگ موجود تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''میرے خادم تھے۔ وہ سب وہیں رہتے ہیں۔ اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ میں کافی وقت وہاں گزارتا ہوں' اس ماحول کو اپنے ذہن میں اتارتا ہوں جس میں آئندہ چل کر مجھے زندگی گزارنی ہے۔'' وہ پرمسرت لہجے میں بولا۔

میں اسے محسوس کر رہی تھی' اسے پڑھ رہی تھی۔ وہ دہری شخصیت کا مالک تھا۔ ایک طرف اس میں مجرمانہ کام کرنے کی صلاحیت تھی تو دوسری طرف وہ ذہنی مرض کا شکار تھا اور خود کو زمانہ قدیم کا کوئی فرعون سمجھتا تھا۔ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''تم اتنے برے انسان نہیں ہو امیر غیری۔ میں بلاوجہ تم سے خوفزدہ تھی۔ تم خود سوچو جس انداز میں مجھے یہاں لایا گیا جس طرح مجھے یہاں رکھا گیا' اس سے مجھے خوفزدہ تو ہونا چاہئے ہی تھا۔''

''میں جانتا ہوں ظہورہ۔ مجھے اچھی طرح علم ہے کہ بالآخر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ بالآخر وقت میرے حق میں فیصلہ دے گا اور مجھے اپنا منصب مل جائے گا۔ تمہارے دل میں میرے لئے گنجائش پیدا ہونا فطرت کے مطابق ہے۔ معبد کی پہلی جھلک نے تمہیں بھولی ہوئی کہانیاں یاد دلانا شروع کر دی ہیں' تمہیں اپنے دور کی زبان یاد آ گئی ہے۔'' اس نے کہا۔

''میں یہیں چکرا جاتی تھی اور یہاں سے میرا ذہن بھٹکنے لگتا تھا' تاہم میں نے خود کو سنبھالا۔ اسے رام کرنا ضروری تھا۔ وہ میرے شکنجے میں آ جائے۔ بس اسی طرح گلوخلاصی ہو سکتی تھی۔ میں نے کہا۔

''امیر تمہیں یہ علم کب اور کیسے ہوا کہ تم زمانہ قدیم کے فرعون زمانوختہ ہو؟''

اس نے گہری سانس لی' پھر بولا۔

''میری زندگی بہت عجیب گزری ہے ظہورہ...... ہوش سنبھالنے سے پہلے وہ لوگ مر گئے جو مجھے خود سے منسوب کئے ہوئے تھے۔ یعنی خود کو میرے ماں باپ کہتے تھے۔ اصل میں انہیں میری پرورش کی ذمہ داری سونپی گئی تھی اور انہوں نے اپنا یہ فرض پورا کرنے سے قبل یہ دنیا چھوڑ دی۔ مگر مرنے سے قبل انہوں نے خاتون زبونا کو میری نگرانی سونپ دی' کاروبار زندگی چل رہے تھے' قاہرہ میں میرا ایک مقام ہے۔ لوگ مجھے بہت احترام سے پکارتے ہیں' لیکن کوئی احمق ابھی میری اصلیت

سے واقف نہیں ہے' اصل میں لمحے اپنا حساب رکھتے ہیں' گردش وقت کی ہر گھڑی کا عمل متعین ہوتا ہے۔ میں نے ایک طویل وقت خود سے ناواقف رہ کر گزارا' پھر ایک دن ایک ضروری کام سے مجھے وادی ارمنا میں جانا پڑا۔ ارمنا کے ریگستان پراسرار خصوصیات کے حامل ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ دن کی روشنی میں یہ ریگستان بے ضرر ہوتے ہیں' لیکن اگر دن میں رات ہوجائے تو یوں سمجھ لو کہ مشکلات کا آغاز ہوگیا' رات میں ان صحراؤں کو عبور کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ تیز ہوائیں' ریت کی دیواریں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتی رہتی ہیں اور ان دیواروں میں ماضی کے دروازے کھلتے ہیں۔ اگر کوئی ان دیواروں میں کھلنے والے کسی دروازے سے اندر داخل ہوجائے تو وہ ماضی میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ قدیم روایت ہے اور بہت سے احمق اس روایت پر یقین نہیں رکھتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہواؤں سے بلند ہونے والے ریت کے ذرات میں ماضی نہیں چھپ سکتا۔ یہ ایک وہم ہے' لیکن بند آنکھوں والے ان باتوں کو کیا جانیں' مجھ سے پوچھو......

ارمنا کی آبادی سے واپس لوٹا تو زیادہ وقت نہیں ہوا تھا لیکن بیچ صحرا میں میری جیپ کی گیس کٹ جل گئی اور میرے ڈرائیور کے ہوش اڑ گئے۔ جگہ ایسی مشکل تھی وہ کہ کسی آبادی میں پیدل نہیں جایا جاسکتا تھا۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم کسی گاڑی کا انتظار کریں اور اس سے قاہرہ پہنچیں' لیکن کوئی گاڑی نہ گزری اور ہمیں وہیں رات ہوگئی اور...... میں نے رات کو وادی ارمنا کا حسن دیکھا۔ دیوتاؤں کی وادی میں ہواؤں کے جھکڑ اترنے لگے۔ چاندی کے پیرہن میں ملفوظ دیوتا' ریت کے بگولوں کی آڑ میں رقصاں تھے۔ ایک انوکھا منظر تھا لیکن میرا ڈرائیور خوفزدہ تھا کہ بالآخر صحرا میں دفن ہوجائیں گے' میں خوفزدہ نہیں تھا بلکہ ان دیوتاؤں کا رقص دیکھ رہا تھا' پھر فضا میں انوکھی خوشبوئیں چکرانے لگیں' بے خود کردینے والی خوشبوئیں...... میری آنکھیں بند ہونے لگیں اور اچانک ریت کی دیوار میں ماضی کا کوئی دروازہ کھل گیا۔ میں عالم بے خودی میں آگے بڑھا اور اس دروازے سے اندر داخل ہوگیا' تب میں نے خود کو اپنے دور میں پایا۔ میری تعظیم کرنے والوں نے باآواز بلند میرے بارے میں اعلان کیا۔ انہوں نے کہا کہ خداوند زمانوختہ اپنی رعایا کو شرف دیدار بخش رہے ہیں۔ حسین و جمیل کنیزوں نے مترنم آواز میں میرے استقبال کیلئے گیت گائے' لیکن ظہورہ تمہاری طرح میں بھی قدیم مصری زبان سے ناواقف تھا' ان گیتوں کے بول بھی سمجھ میں نہیں آئے' میں حیران و پریشان تھا کہ ایک پروہت نے آگے بڑھ کر میرے قدموں کو بوسہ دیا' پھر اس زبان میں بولا جو میری سمجھ میں آرہی تھی۔

''زمانوختہ' کیا تیرے ذہن کے بند دریچے کھل رہے ہیں؟''

''کون زمانوختہ' میں تو امیر غیری ہوں بھائی۔'' میں نے گھبرا کر کہا۔

''آہ تیرے ذہن پر گرد چھائی ہوئی ہے...... تیرے ذہن پر گرد چھائی ہوئی ہے۔ تیرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ انوکھا ہے!'' پروہت نے کہا۔

''میں کچھ سمجھا نہیں میرے بھائی!''

''ان درو دیوار کو دیکھ۔ یہ کچھ بول رہے ہیں۔ ان کی آواز سن اور بتا کہ تو نے کیا سمجھا!''

''عزیزہ ظہورہ' دیواروں پر نقش بنے ہوئے تھے۔ وہ نقوش کوئی داستان بیان کر رہے تھے' لیکن ایسی داستان جو میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔''

میں نے بدستور گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔''

''اوہ تو پھر ادھر دیکھ۔ اسے پہچانتا ہے۔'' پروہت نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

تب میں نے اس پیکر حسن و جمال کو دیکھا جو تو تھی' لیکن نقاب میں لپٹی ہوئی' تیری آنکھیں میری جانب نگراں تھیں۔ مگر میں نہ سمجھا' میں نے نہ جانا اور جب میں نے پروہت سے اس کا اظہار کیا تو وہ زار و قطار رونے لگا۔ اس نے سورج دیوتا سے فریاد کی کہ اس کی چمک نے دلوں میں اتنے فاصلے بڑھا دیئے کہ محبوب کیلئے مر مٹنے والا محبوب کو نہیں پہچان سکا' پھر اس نے مجھے میری کہانی سنائی۔ اس نے بتایا کہ میں فرعون نہم زمانوختہ ہوں' میں نے ظہورہ کے ساتھ نیل کی موجوں میں پناہ لے لی تھی اور وقت مجھ پر منجمد ہو گیا' ہمارے ''کا'' حیات بعد الموت کا انتظار کرنے لگے۔ پروہت نے مجھے سب کچھ سمجھایا اور بتایا کہ بالآخر میں نے اپنا منصب پا لیا' ظہورہ مجھ تک آنے والی ہے' پھر نیل پر میری حکومت قائم ہو جائے گی' لیکن اس کیلئے مجھے ایک طویل عمل سے گزرنا ہوگا جو اپنے مدارج خود طے کرے گا۔ اس نے مجھے ظہورہ کے بارے میں بتایا جو موجودہ وقت میں میری بہن تھی۔ اس نے کہا کہ وہ دور فرعون میں میری دشمن تھی اور اسی کی وجہ سے مجھے نیل کی پناہ میں آنا پڑا۔ ظہورہ کا دور کا سفر اختیار کرنا ہوگا تا کہ وہ دوبارہ ہمارے راستے نہ روکے۔ ظہورہ تجھے علم ہے کہ وہ پروہت کون تھا...... ظہورہ وہ احسان امینی تھا۔ میرا قدیم ہمدرد' میرا دوست' ہاں مجھے ایسی تعظیم دی گئی' ایسا سماں بندھا گیا کہ اس دن سے آج تک وہاں واپس جانے کی آرزو میں تڑپ رہا ہوں۔ مجھے سمجھایا گیا کہ مجھے واپس جانا ہوگا۔ اسی دور میں جہاں سے مجھے لایا گیا ہے۔ انتظار کرنا ہوگا' عمل کرنا ہوگا اور بالآخر مجھے اپنے دور کی حکومت حاصل ہو جائے گی۔

پھر سورج دیوتا نے میرے لئے واپسی کا اشارہ کیا' دن کے اجالے روشن ہو گئے۔ ہمیں روحوں کی وادی سے قاہرہ واپس پہنچا دیا گیا۔ میری اور میرے ڈرائیور کی آنکھ محل میں کھلی' آج تک کوئی نہیں بتا سکا کہ ہم اس ہولناک صحرا سے کیسے واپس آئے' مگر میرا دل تڑپنے لگا۔ میں واپس اپنے دور میں جانا چاہتا تھا۔ ایک بار دیکھ کر دوبارہ دیکھنے کی ہوس نے مجھ سے زندگی کی ساری خوشیاں چھین لیں۔ میں دیوانہ ہو گیا۔ میں ایک ایک سے فریاد کرنے لگا کہ مجھے میری دنیا میں پہنچا دو' میں فرعون ہوں۔ میں زمانوختہ ہوں' لیکن میری دنیا کے لوگ میری طرح ریت کی دیوار کے دروازے سے اندر نہیں گئے تھے۔ وہ میری بات کیا سمجھتے' میری سنائی ہوئی داستان اخبار نے چھاپی۔ میرے

انٹرویو ہوئے' اخباری نمائندوں نے مجھ سے سوالات کئے' میں نے انہیں اپنے دور کی کہانیاں سنائیں' لیکن یہ باتیں احمقوں کے سمجھنے کیلئے نہیں تھیں' البتہ وہ میری لگن کو نہ روک سکے۔ میں جانتا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔

احسان امینی کے سوا میرا کوئی وفادار نہیں تھا۔ دور قدیم میں وہ پروہت تھا۔ لیکن حال میں جی رہا تھا۔ اس نے دوسروں کی طرح میری داستان پر یقین تو نہیں کیا لیکن فطری طور پر وہ میرا قدیم رازدار تھا۔ اس نے پوری سچائی کے ساتھ مجھ سے تعاون کیا۔ ہم نے جبل العمامہ میں معبد بنوایا' جس کے بارے میں باہر کے لوگ کچھ نہیں جانتے۔ ہم بتدریج منازل طے کر رہے ہیں۔ میری سچائی کا ثبوت صرف ویلی آف کنگز میں موجود ہے' جہاں زمانوخفتہ کی پوری تاریخ نوادرات کی شکل میں موجود ہے۔ حرف بہ حرف وہی جو میں جانتا ہوں۔ یہ دریافت بھی احسان امینی کی ہے۔"

"ویلی آف کنگز؟" میرے منہ سے نکلا۔

"بادشاہوں کی وادی۔ یہاں قدیم تاریخ' فراعنہ کے مقبرے' سب کچھ محفوظ ہے۔"

"لیکن تمہیں مجھ پر ظہورہ کا شبہ کس طرح ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"میری تمام کاوشوں کے دوران مجھ پر مسلسل انکشافات ہوتے رہے ہیں۔ وقت اپنا سفر طے کر رہا ہے۔ میں اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہوں۔"

"میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"فرشتے میرے رہنما تھے۔"

"کیا کہا انہوں نے؟"

"اخبار میں تمہارے ہوٹل سے فرار کی داستان چھپی۔ میں نے تمہاری تصویر پر غور نہیں کیا تھا' لیکن اسی رات مجھ پر فرشتوں کا ظہور ہوا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ظہورہ کو نہیں پہچانا۔ وہ ظہور پذیر ہوگئی ہے۔ اس سے قبل وہ روپوش ہوجائے' مجھے اس تک پہنچ جانا چاہئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ قاہرہ یا اس کے نواح میں بھٹک رہی ہے' کسی اور کے ہاتھوں میں لگنے کے بجائے اسے میرے پاس آنا چاہئے۔ بس میں نے کوششیں شروع کر دیں۔ میں نے احسان کو ہدایت کی کہ ظہورہ کو جس طرح بھی بن پڑے حاصل کرلے۔ وہ میرا وفادار ہے اور بڑا صاحب اثر' نواحی حلقوں میں اس نے خصوصیت سے اپنا شناسا پولیس افسروں کو ہدایت کردی' ان سے کہا کہ تمہیں ظہورہ کے نام سے یاد کیا جائے اور اگر کہیں تم نظر آجاؤ تو دوسرے لوگوں کو خبر دینے کے بجائے مجھے باخبر کیا جائے۔"

"گویا یہ سچ ہے کہ تم نے مجھے ہوٹل سے اغوا نہیں کرایا۔"

"تجھ سے کہہ چکا ہوں جان عزیز کہ ہمارے درمیان سچ کے رشتے ہیں۔"

"ظہورہ کا کیا ہوا؟"

''آہ...... اس کی داستان المناک ہے۔ میری بہن کے نام سے آگئی تھی' اس کائنات میں اس کا دکھ ہے مجھے لیکن عظیم مصر کے قیمتی مستقبل کیلئے اس سے قربانی طلب کر لی گئی۔ اسے زہر قبول کرنا پڑا۔''

''وہ مر گئی؟''

''یہ ضروری تھا۔ ورنہ شاید وہ ہمیں یکجا نہ ہونے دیتی۔''

''اسے زہر پلایا گیا تھا؟''

''احسان زمانہ قدیم کا پروہت ہے۔ غیر فطری طور پر وہ تمام عمل کر رہا ہے جو ضروری ہیں میرے لئے یہ خدمت بھی اسی نے سرانجام دی تھی۔''

''اپنی بہن کی ہلاکت کا تمہیں دکھ نہیں ہوا؟''

''یہ تاریخ کا عمل ہے۔ کسی نہ کسی شکل میں پورا ہونا ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''تمہاری چچی خاتون زبونا تمہارے بارے میں جانتی ہے۔''

''وہ مجھے دیوانہ قرار دے چکی ہے اور مجھ سے بہت کم رابطہ رکھتی ہے۔''

''مجھے کیا کرنا ہوگا اب امیری......؟''

''کیا تم مجھے زمانوختہ کہہ کر مخاطب نہیں کر سکتی؟''

''ابھی اس کا وقت تو آنے دو۔'' میں نے کہا۔

''مجھے اعتراض نہیں ہے۔ میں خوش ہوں کہ ہر عمل بتدریج ہو رہا ہے۔ تمہارے ذہن کے دریچے کھل رہے ہیں' آہستہ آہستہ تم واپس لوٹ رہی ہو۔ بس یہ کافی ہے' اب تم ہر رات میرے ساتھ معبد چلا کرو۔ اس ماحول میں تمہیں سب کچھ یاد آجائے گا' اس کے علاوہ تم اگر چاہو تو تمہیں بادشاہوں کی وادی بھی لے جاؤں گا۔ ہم وہاں اپنی تاریخ دیکھیں گے' وہ بھی تمہیں بہت کچھ یاد دلائے گی' چلو گی وہاں......؟''

''ہاں' ضرور چلوں گی۔''

''میں بہت خوش ہوں ظہورہ...... بہت خوش...... ہمیں بہت جلد ہمارا ماضی واپس مل جائے گا۔ سرزمین مصر پر میری حکومت ہوگی۔ میں مصر کو ایک بار پھر اس کی قدیم صورت میں واپس لے آؤں گا۔ یہاں ایک مثالی حکومت قائم ہوگی' کسی دن میں تمہیں اپنا کتب خانہ بھی دکھاؤں گا۔ تم مجھ سے مکمل تعاون کرو ظہورہ۔ میں جانتا ہوں ماضی قبول کرنے میں تمہیں کتنی دشواریاں پیش آئیں گی' کیونکہ تمہارا رشتہ حال سے ہے' لیکن ہم حال کے رشتوں پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ ہم نہیں جانتے ان میں کون ہمارا دوست ہے' کون دشمن' کون ہمارا رہبر اور کون راہزن' میں ظہورہ سے محبت کرتا تھا' لیکن اا...... وہ ہماری راہ کی رکاوٹ تھی...... ایک بار پھر اس کی وجہ سے ہمیں نیل کی لہروں کی نذر ہونا پڑتا۔ اس کی قربانی ضروری تھی۔ ہمیں اپنی سلطنت حاصل کرنے کیلئے اور بھی نہ جانے کتنے رشتے

قربان کرنے ہوں گے۔"

میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ دیوانگی کی آخری منزل سے الگ کوئی گفتگو کرنا شدید خطرہ مول لینے کے مترادف تھا اور مجھے اس سے احتیاط کرنی تھی۔ جس شخص نے اپنے جنون کی تسکین کیلئے اپنی اکلوتی بہن کی جان لے لی تھی وہ کسی اور کو کہاں معاف کر سکتا تھا' پھر میں نے کہا۔

"تمہارے کتب خانے میں کیا ہے؟"

"کتابیں۔ مصر قدیم سے متعلق تواریخ' نادر کتابیں۔"

"کیا ہارون دانش کی کوئی کتاب بھی ہے؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"یہ نیا نام ہے میرے لئے۔ اصل میں یہ ساری کتابیں میرے لئے احسان امینی نے مہیا کی ہیں۔ میں نے تو ان کا جائزہ بھی نہیں لیا ہے۔ اپنے اس کتب خانے میں بیٹھ کر میں مصر کی تعمیر نو کے نقشے بناتا ہوں۔ فرعون مصر کی حیثیت سے اہل مصر کیلئے نئے قوانین ترتیب دیتا ہوں تاکہ جب میں عنان حکومت سنبھالوں تو میرے پاس نئی حکومت مصر کیلئے آئین فرعون تیار ہو۔"

"جبل العمامہ میں فی الوقت اور بعد میں وادی مصر میں جو کچھ موجود ہے وہ سب تمہاری ملکیت ہے ظہورہ۔ ملکہ مصر کے ورثے کو کون روک سکتا ہے' آج سے تم بلا روک ٹوک ہر جگہ جا سکتی ہو۔ میں خدام کیلئے احکامات صادر کر دوں گا۔" امیر غیری نے فراخ دلی سے کہا۔

کچھ دیر کے بعد اس نے اجازت طلب کر لی تھی۔

دماغ کی چولیں ہلا دی تھیں کمبخت نے۔ ایسی عجیب کہانی سنائی تھی کہ عقل ساتھ چھوڑ دے۔ وادی ارمنا کے دروازے اور ہر دروازے کے دوسری طرف ایک نئی داستان ہے۔ آہ قدیم مصری عقائد نے آج تک اس جدید دور میں بھی اہل مصر کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ تہذیب جدید کے اس گہوارے کی فضائیں آج تک اس قدر پراسرار ہیں' اس کی ہواؤں میں اب بھی اس قدر پراسراریت رچی ہوئی ہے کہ نا صرف مقامی لوگ بلکہ بیرونی دنیا بھی دیوانی ہو جاتی ہے۔ یہاں موجود دور فراعنہ کے آثار' مقبرے اور اہرام آج کے انسان کو بھی عقل و ہوش سے عاری کئے ہوئے ہیں۔ کچھ ہے...... بے شک کچھ ہے مثلاً میں آہ میں قدیم مصری زبان کیسے بولنے اور سمجھنے لگی۔ آخر کیسے میں تو کوئی کمزور عقیدہ نہیں رکھتی' میرے باپ نے ہی مجھے عجیب بنا ڈالا ہے کہ یہ ایک اور روپ مجھ پر مسلط ہو گیا' کون ہوں میں' ہارون دانش کی کوئی تاریخی بھول یا مصر قدیم کی فرعونہ' کون ہوں میں آخر؟

سر میں درد ہونے لگا اور میں اس درد سے بے چین ہو گئی' میں نے لالہ اور عظیمہ کو بلانے کیلئے گھنٹہ بجایا۔ دونوں گھنٹے کا ارتعاش ختم ہونے سے قبل آ گئیں۔

"حکم عالیہ!" عظیمہ نے کہا۔

"کافی مل سکتی ہے اور سر درد کی کوئی دوا بھی۔"

''ابھی چند لمحوں کے اندر۔'' عظیمہ نے گردن خم کر کے کہا۔

ان دونوں چیزوں کے استعمال سے سکون ملا تھا۔ البتہ رات کو بہت دیر تک جاگ کر امیر غیری کی کہانی پر غور کرتی رہی تھی۔ اس پوری کہانی میں احسان امینی پیش پیش تھا۔ یہ ان واقعات میں سب سے اہم کردار تھا۔ اس کے بعد سو گئی' غیری نے اپنے تعمیر کردہ معبد کی سیر کی دعوت دی' لیکن اس رات اس نے مجھے معبد لے جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

دوسرے دن میں نے خود کو سنبھال لیا۔ مجھے اس بات کا اندازہ ہوگیا تھا کہ واقعات کچھ بھی ہوں کم از کم مجھے کوئی اور خطرہ لاحق نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر میں اس خطرناک دیوانے کی ہاں میں ہاں ملاتی رہوں گی اور جونہی موقع ملا نکل بھاگوں گی۔ اس کے بعد سیدھی اپنے ملک کے سفارتخانے پہنچ جاؤں گی اور پوری کہانی وہاں سنادوں گی۔ یقیناً مجھے وہاں سے مدد حاصل ہوجائے گی۔ شام کی گفتگو کے بہتر اثرات ظاہر ہوگئے۔ میں پہلی بار اپنے اس کمرے سے ہوش وحواس کے عالم میں باہر نکلی تھی۔ باہر عظیمہ اور لالہ موجود تھیں۔ دونوں جلدی سے کھڑی ہوگئیں۔''

''حکم عالیہ۔'' دونوں نے بیک وقت کہا۔

''کچھ نہیں...... میں سیر کروں گی۔''

''تشریف لائیے۔''

''نہیں تم میرے ساتھ نہیں جاؤ گی۔''

''جی بہتر ہے۔ کوئی ضرورت پیش آسکتی ہے آپ کو۔''

''کوئی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔'' میں نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گئی۔

یہ عمارت میرے اندازے کے مطابق تھی۔ سر پھرے رئیس کے پاس دولت کی فراوانی تھی۔ پورے محل کے فرش پر سرخ ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے۔ دیواریں' منقش' جگہ جگہ حسین مجسمے آویزاں' باہر وسیع باغ' جس میں پھلوں کے درخت پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ فرش پر سرسبز اور تروتازہ نایاب قسم کے پھولوں کے تختے' صدر دروازے سے اندرونی عمارت تک تین روشیں آتی تھیں۔ گاڑیوں کیلئے دو پختہ شفاف سڑکیں درمیان میں سرخ بجری کی روش پیدل چلنے کیلئے ایک ست روش بنا ہوا' اس طرف نظر پڑی تو چند افراد نظر آئے۔ ان میں ایک امیر غیری تھا' دو اور آدمی تھے جو ڈھیلے ڈھالے گندمی رنگ کے چغے پہنے ہوئے تھے۔ امیر ان سے باتیں کر رہا تھا۔ ایک پختہ سڑک پر ایک بھدی سیاہ فورڈ کار کھڑی ہوئی تھی' جو غالباً ان لوگوں کی تھی جو امیر کے ساتھ آئے تھے۔ امیر غیری غالباً انہیں رخصت کر رہا تھا۔ دونوں چغے پوش پلٹے اور اچانک میری آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔

فاصلہ اتنا زیادہ بھی نہیں تھا کہ مجھے ان کی صورتیں نظر نہ آتیں۔ ان میں سے ایک بیساکھی کے سہارے چل رہا تھا۔ دونوں کے ہاتھوں میں موٹے دانوں والی فیروزی تسبیح تھی۔ یہ دونوں

میرے شناسا تھے۔ ان میں ایک وسکن ڈیزل اور دوسرا عدنان ثنائی تھا۔ وہی دونوں مکار تھے‘ لیکن یہ انہوں نے حلیہ کیا بنا رکھا ہے اور ابھی تک یہ قاہرہ میں ہیں۔ آہ انہیں تو میں بھول ہی گئی تھی‘ یہ بھی تو میرے دشمن تھے لیکن امیر غیری سے ان کا کیا تعلق؟ بڑی پراسرار بات تھی۔

میں نے فوراً آڑ اختیار کرلی تاکہ وہ دونوں مجھے نہ دیکھ سکیں‘ مگر میرے ذہن میں سخت ہیجان برپا ہوگیا تھا۔ کیا یہ دونوں میری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ کیا انہیں علم ہوچکا ہے کہ میں یہاں موجود ہوں۔ اگر انہیں میری یہاں موجودگی کا علم ہوگیا ہے تو اب؟ وسکن ڈیزل کار کے سٹیئرنگ پر بیٹھ گیا اور عدنان ثنائی اس کے برابر‘ فورڈ سٹارٹ ہوکر عمارت سے باہر نکل گئی۔ امیر مجھے دیکھ کر ایک دم خوش ہوگیا۔ اس نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلایا اور میں اس کے قریب پہنچ گئی۔

''ملکہ ظہورہ تمہیں دیکھ کر میرے دل کو بے پایاں مسرت ہوئی ہے۔ اب حالات نے میری موافقت کا سفر شروع کردیا ہے۔''

''آپ چہل قدمی کررہے تھے امیر؟''

''ہاں میرے ملاقاتی آئے تھے‘ وہ دونوں باغ میں ہی مجھ سے ملاقات کرتے ہیں۔ کبھی اندر نہیں آتے۔''

''کون تھے وہ؟''

''فرشتے۔'' امیر نے کہا اور میرے دماغ میں ایک شدید دھماکہ ہوا۔ چودہ طبق روشن ہوگئے تھے۔ میرے کان امیر کے الفاظ کی بازگشت سے گونجنے لگے۔ تو یہ تھے فرشتے۔ امیر غیری کی کہی ہوئی تمام باتیں یاد آگئی تھیں۔ فرشتوں نے اسے بتایا تھا کہ ظہورہ آگئی ہے‘ وہ اپنا ماضی بھول گئی ہے۔ اسے قبضے میں لے لو‘ اسے گزرے ہوئے واقعات یاد دلاؤ۔ تو یہ وسکن ڈیزل اور عدنان ثنائی تھے‘ یہ تھے میرے دونوں دشمن...... اور...... اور...... اب تو...... اب تو یہ بات بھی صاف ہوگئی تھی کہ مجھے ہوٹل سے کس نے اغوا کیا‘ میرا ذہن الجھن میں رہتا تھا کہ اگر امیر نے خود یہ عمل نہیں کیا ہے تو پھر وہ کون تھا۔ یہ دونوں تھے وہ سو فیصد یہی‘ دونوں عدنان ثنائی نے سازش کرکے مجھے مارشل سے بھی اغوا کرنے کی کوشش کی تھی اور اس میں ناکام رہا تھا۔ اس بار وسکن ڈیزل کے ساتھ مل کر وہ کامیاب ہوگیا‘ کم بختوں نے مجھے مصیبت میں پھنسا دیا۔ نہ جانے کیا چاہتے ہیں مجھ سے‘ لیکن...... ان سے انتقام لینا چاہئے‘ مجھے انہیں چھوڑنا نہیں چاہئے۔ امیر غیری نے کہا۔

''کیا سوچ رہی ہو ظہورہ؟''

''نہ جانے کیا۔ نہ جانے ان کے نام کے ساتھ مجھے کیا یاد آرہا ہے؟''

''یاد کرو ظہورہ...... دماغ پر زور دو...... یاد کرو...... سوچو کیا یاد آرہا ہے۔ یاد کرنا بہت ضروری ہے۔''

''میں غور کررہی ہوں۔ ان دونوں کے نام کیا ہیں؟''

''نام...... وہ مجھے نہیں معلوم۔''

''آپ انہیں کیا کہہ کر پکارتے ہیں؟''

''فرشتے کہہ کر۔'' امیر نے جواب دیا۔

''کہاں رہتے ہیں وہ؟''

''آسمانوں میں۔''

''اس فورڈ گاڑی میں بیٹھ کر وہ آسمان سے اترے ہیں۔''

''نہیں۔ یہ تو ان کی دنیاوی شکل ہے۔''

''آپ انہیں کب سے جانتے ہیں؟''

''اس وقت سے جب انہوں نے تمہاری نشاندہی کی تھی۔''

''اس سے پہلے تم نے انہیں کبھی نہیں دیکھا......؟''

''یقیناً دیکھا ہوگا۔ قدیم دور میں ضرور دیکھا ہوگا...... لیکن میرا ذہن بھی تو گرد آلود ہے۔''

''اس وقت کیا کہہ رہے تھے؟''

''تمہارے بارے میں ہی پوچھ رہے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ چونکہ تم سورج کی منفی شعاعوں کے زیر اثر ہو اس لئے شیطان تمہارے قریب ہے' وہ تمہیں کسی بھی وقت بہکا سکتا ہے۔ میں تم پر نگاہ رکھوں۔''

'اور کیا کہہ رہے تھے......؟''

''میں نے انہیں خود بتایا تھا کہ تم نے اچانک قدیم مصری زبان بولنا اور سمجھنا شروع کر دیا ہے۔''

''اس پر انہوں نے کوئی تبصرہ کیا؟''

''نہیں۔''

''میں خاموش ہوگئی۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔

''میرے ذہن میں ایک خلش سی بیدار ہوگئی ہے' جیسے مجھے ان کے بارے میں کچھ یاد آیا ہو...... لیکن خیر میں یاد کر کے تمہیں بتاؤں گی۔''

''ضرور...... ایک بات کہوں ظہورہ۔''

''ہاں ضرور۔''

''آج معبد میں میرے ساتھ چلو گی......؟''

''جیسا تم چاہو امیر......'' میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا' جس سے وہ خوش ہو گیا تھا۔

اس کے پاس سے آنے کے بعد میں غم و غصے کے عالم میں وسکن ڈیزل اور عدنان ثنائی کے بارے میں سوچنے لگی۔ عدنان ثنائی تو یہ کردار احمد جنیدی کا ساتھی ہے' مگر وسکن ڈیزل تو میرے

باپ کا دوست تھا۔ کیا کسر چھوڑی اس نے یہاں تک کہ میرے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔ ایسا انہوں نے کیوں کیا۔ ہوسکتا ہے انتقاماً۔ انہوں نے مجھ سے الجزائر چلنے کیلئے کہا تھا' مگر میں نے تعاون نہیں کیا۔ انہوں نے اس کا یہ بدلہ لیا مجھ سے' لیکن اب...... اب نہیں چھوڑوں گی انہیں۔ ٹھیک ہے وسکن ڈیزل میں تمہیں دکھاؤں گی کہ عورت کا انتقام کیا ہوتا ہے۔ میری تو خیر قسمت ہی تاریک ہے' لیکن تمہیں کیفر کردار تک پہنچا کر رہوں گی میں۔ بہت دیر تک میں اپنے ذہن میں منصوبے بناتی رہی تھی۔

رات کو عظیمہ اور لالہ میرے لئے وہی حریری لباس لائیں جو بقول امیر غیری ''معبد'' میں مجھے پیش کیا گیا تھا۔ میں نے قدیم مصری طرز کے اس حسین لباس کہ پہننے میں تعرض نہیں کیا تھا۔ انہی دونوں لڑکیوں نے مجھے سنوارنا شروع کیا تھا۔ عجیب اشیاء تھیں یہ جدید دور کے میک اپ کی کوئی شے ان میں شامل نہیں تھی۔

بہر حال میں نے خود کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا اور جب میں نے خود کو آئینے میں دیکھا تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں کرسکی۔ ایک عجیب ساحرانہ حسن تھا میرا' اپنے خدوخال تک بدلے ہوئے محسوس ہورہے تھے۔ عظیمہ اور لالہ باکمال تھیں کہ انہوں نے مجھے خود سے اجنبی کر دیا تھا' میں وادی نیل کی کوئی قدیم روح نظر آرہی تھی' وہ اپنے کام سے فارغ ہوگئیں' پھر دو اوپری لباس سے عاری پروہت نظر آئے' جنہوں نے آدھا جھک کر مجھے تعظیم دی اور قدیم مصری زبان میں بولے۔

''ملکہ مصر کا اقتدار آسمان کی بلندیوں کو چھولے۔ ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔''

''چلو'' میرے منہ سے تمکنت بھرے لہجے میں نکلا اور وہ دونوں مجھے آگے چلنے کا اشارہ کرکے میرے پیچھے ہوئے۔

مجھے محل کے عقبی حصے میں بنے ہوئے ایک کمرے میں لے جایا گیا جس کی ایک دیوار کھلی ہوئی تھی۔ اس کے فرش کے اختتام پر نہایت چوڑی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جو خوب روشن تھیں اور نہایت گہراؤ میں چلی گئی تھیں۔ اس کا اندازہ دیواروں میں نصب مشعلوں سے ہوتا تھا' جو روشنی کی لکیر بناتی ہوئی نیچے چلی گئی تھیں۔ میں دونوں پروہتوں کی رہنمائی میں سیڑھیاں طے کرتی رہی' ان کا اختتام ایک بڑے سے کمرے پر ہوا تھا' جس کے دونوں طرف سے ناقابل فہم موسیقی کی آوازیں آرہی تھیں۔ یہاں اس بڑے کمرے میں ایک عجیب و غریب شے رکھی ہوئی تھی۔ اس میں لمبی لکڑیاں لگی ہوئی تھیں اور آٹھ لڑکیاں اس کے اردگرد کھڑی ہوئی تھیں۔

''تشریف رکھئے ملکہ مصر......''

پروہتوں میں سے ایک نے کہا اور میں خاموشی سے کرسی پر جابیٹھی۔ تب لڑکیوں نے کہاروں کی مانند وہ لکڑیاں اپنے شانوں پر اٹھالیں اور پھر سامنے بنے ہوئے وسیع و عریض دروازے کی جانب چل پڑیں' دونوں پروہت وہیں رک گئے تھے۔ موسیقی کی وہ آوازیں تیز ہوگئیں اور میرے

اطراف وہی ماحول بن گیا جسے اس دن ہوش میں آنے کے بعد میں دکھ چکی تھی۔ قرب و جوار میں شمعتیں تھیں' سبز روشنیاں پر سحرانداز میں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں' خاموش عورتیں اور مرد وہاں موجود تھے۔ میں آگے بڑھتی رہی اور پھر چند لحات کے بعد قدیم مصری زبان میں وہی الفاظ ابھرے۔

''تقدیس ہو مقدس ظہورہ کی' تقدیس ہو مقدس ظہورہ کی' تعظیم ہو ملکہ مصر کی وادی مصر کی۔ فرعونہ ملکہ ظہورہ تمہارے درمیان ہے جھک جاؤ تعظیم کرنے والو تعظیم کرو' ملکہ مصر کی' جو مقدس زمانوختہ کی ملکہ ہے اور سرزمین مصر کی مالک اور برکتیں' جس کے قدموں کے ساتھ سفر کرتی ہیں۔ ترانے گاؤ اس مقدس دور کے جس میں تم سانس لے رہے ہو اور عزت کرو ظہورہ کے اپنے درمیان آنے کی' تقدیس ہو ملکہ ظہورہ' تقدیس ہو تیری...... تقدیس ہو تیری۔ تقدیس ہو تیری......''

اور اس کے بعد ایک عجیب و غریب آواز میں ایک نظم سنائی دی' نظم میں سنتی رہی اور میرا یہ عجیب وغریب سفر جاری رہا۔ پھر میں نے وہی تخت دیکھا اور اس تخت کے کنارے امیر غیری والہانہ انداز میں کھڑا مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا' اس نے اپنے جسم پر موٹے کپڑے کا سفید لباس پہنا تھا اور اس کی شکل بالکل فرعونوں جیسی نظر آرہی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچ کر تخت سے اتر گئی اور اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر فضا میں لہرایا' پھر میرے ہاتھ کو بڑی تعظیم کے ساتھ پشت کی جانب سے بوسہ دیا اور پرمسرت لہجے میں بولا۔

''زمانوختہ آج سے اپنی تاریخ کو پھر سے دہرا دیا ہے' مجھ سے محبت کرنے والو' میرے جاں نثارو' مصر قدیم کے اہم ترین ستونو...... بالآخر وہ وقت واپس آگیا جب زمانوختہ ملکہ مصر کو اپنے معبد میں خوش آمدید کہہ سکے' ہاں میرے محسنو' میرے وفادارو تمہاری دعاؤں سے مجھے یہ عظیم زندگی ملی ہے اور میں خوش ہوں کہ نیل کی موجوں نے ہمیں واپسی کی اجازت دے دی۔ ان لحات کا انتظار کرو جب میں سرزمین مصر پر تمہارے لئے خیر و برکت کا اعلان کروں' تم میں سے ہر شخص خوشحال ہوجائے' میں فرعون' تمہیں اس نئے دور کی مبارکباد دیتا ہوں۔''

بیشمار آوازیں ابھری تھیں۔ مجھ پر درحقیقت ایک سحر طاری تھا۔ اس وقت تھوڑی دیر کیلئے سوچنے سمجھنے کی تمام قوتیں سلب ہوگئی تھیں۔ پھر یہ وفان رکا تو امیر غیری نے مجھے اس تخت پر بیٹھنے کیلئے کہا جس پر ایک بار میں نے خود کو عالم بے ہوشی کے بعد ہوش میں پایا تھا۔ لیکن آج میں اس سے مکمل طور پر تعاون کر رہی تھی۔ وہ میرے بالکل قریب بیٹھ گیا۔ اس منحوس شخص کی یہ قربت مجھے انتہائی قابل نفرت محسوس ہو رہی تھی' لیکن مجبوری تھی' کیا کرتی میں اس سے مکمل تعاون کرکے اس کا دماغ بالکل ماؤف کردینا چاہتی تھی تاکہ اس کے بعد مجھے موقع مل جائے اور میں اس کی بربادی کا سامان مکمل کردوں۔ اس نے تھوڑی دیر وہاں بیٹھ کر چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں' پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''تمام لوگ اپنی اپنی عیش گاہوں میں چلے جائیں۔ مجھے ملکہ مصر کے ساتھ تنہا چھوڑ دیا جائے۔

لوگ سر جھکائے مختلف سمتوں کو چل پڑے۔ کچھ دیر کے بعد وہاں سناٹا پھیل گیا۔ امیر غیری نے مجھے دیکھا اور مسرور لہجے میں بولا۔

''حسین ظہورہ...... کچھ یاد آتا ہے یہ سب کچھ دیکھ کر دل میں کوئی تحریک پیدا ہوتی ہے؟''

''ہاں...... یہ سب کچھ شناسا ہے' سب کچھ جانا پہچانا محسوس ہوتا ہے آہ...... وہ ستون کیسے ہیں۔'' میں نے دو سیاہ ستونوں کو دیکھ کر دہشت زدہ لہجے میں کہا اور امیر غیری ان ستونوں کو دیکھنے لگا۔

''وہ...... وہ ستون ہیں بس' ستون ہیں۔''

''نہیں......'' میں نے چیخ کر دہشت زدہ لہجے میں کہا۔

''تم بھول گئے زمانوختہ' تم بھول گئے آہ...... وہ شیطان ہیں وہی دونوں شیطان جو ملاح بن کر ہمیں نیل کی لہروں پر لے گئے تھے۔ پھر انہوں نے ہمیں اس طغیانی میں تنہا چھوڑ دیا۔ آہ...... زمانوختہ' مجھے یاد آ گیا آہ...... میرے ذہن کے دریچے کھل گئے' میں نے کہا تھا نا فرشتوں کو دیکھ کر مجھے کچھ یاد آ رہا ہے۔ یہ وہی تو تھے' ہاں یہ وہی تو ہیں' آہ...... وہ روپ بدل کر پھر ہمارے پاس پہنچ گئے ہیں تو نے انہیں نہیں پہچانا زمانوختہ تو نے انہیں بھلا دیا' ہمارے سب سے بڑے دشمنوں کو۔''

''زمانوختہ حیرت سے منہ پھاڑے ان ستونوں کو دیکھ رہا تھا' میں نے پھر کہا۔

''تیری یادداشت ساتھ نہیں دے رہی زمانوختہ' میں نے انہیں پہچان لیا۔ یہ ہمارے دشمن ہیں' یہ پھر ہمارے پاس آ گئے ہیں' یہ پھر ہماری راہ میں کانٹے بچھائیں گے۔''

''راٰمون کی قسم...... اب یہ ایسا نہ کر سکیں گے' تو سچ کہہ رہی ہے ظہورہ...... ہاں میں نے انہیں پہچان لیا ہے' وہی تو ہیں یہ...... افسوس میں نے انہیں دیر سے پہچانا...... پروہت اعظم...... احسان امینی......!'' آخر میں اس نے زوردار آواز لگائی اور پروہت کے روپ میں احسان امینی نمودار ہو گیا۔

''یہ دونوں ستون مسمار کرا دو اور فرشتوں کو تلاش کرو وہ مکار ہیں' وہ فرشتوں کا روپ دھار کر رہتے ہیں' لیکن وہ ہمارے دشمن ہیں' وہ جہاں بھی نظر آئیں انہیں گرفتار کر لو۔''

میں نے دونوں ہاتھ جھاڑے۔ اس شخص کی دیوانگی سے پہلا فائدہ حاصل ہوا تھا' وسکن ڈیزل اور عدنان ثنائی کا تو قصہ پاک ہو گیا تھا' اب یہ انہیں نہیں چھوڑے گا۔ بہت سے مراحل سے گزر کر جو بہر طور ناخوشگوار نہیں تھے' اس بھوت گھر سے واپسی ہوئی تھی۔

دوسری صبح بھی بہتر تھی' مگر کچھ اور بہتر' وہ اس وقت ہوگئی جب میں نے محل کے بیرونی برآمد سے بڑے گیٹ کو دیکھا۔ اس گیٹ سے وہی فورڈ کار اندر آ رہی تھی جسے میں پچھلے دن دیکھ چکی تھی

اور اس میں وسکن ڈیزل اور عدنان ثنائی واپس گئے تھے۔

میرا دل خوشی سے دھڑک اٹھا' ان لوگوں نے میرے لئے گڑھا کھودا تھا اور خود اس میں گرنے آ گئے تھے۔ میں نے وسکن ڈیزل کو فورڈ سے اترتے ہوئے دیکھا۔ وہ ایک خادم سے بات کرنے لگا اور خادم شاید امیر کو ان کی آمد کی اطلاع دینے اندر آنے لگا۔ میں دلچسپی سے ایک آڑ میں چھپی آنے والے وقت کا انتظار کرنے لگی۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ میں نے احسان امینی کو دیکھا وہ چار آدمیوں کے ساتھ تیز رفتاری سے فورڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وسکن ڈیزل سادگی سے انہیں دیکھتا رہا۔ پھر شاید اسے آنے والوں کے انداز سے کسی خطرے کا احساس ہوا اور وہ کسی قدر بوکھلا ہوا نظر آنے لگا۔ احسان امینی نے جھپٹ کر وسکن ڈیزل کو دبوچ لیا اور اس کے ساتھی فورڈ کا دروازہ کھولنے لگا۔ پھر انہوں نے بڑی بے دردی سے عدنان ثنائی کو بھی فورڈ سے نیچے کھینچ لیا۔ عدنان ثنائی نیچے گر پڑا تھا۔ ایک آدمی نے گاڑی سے بیساکھی نکال کر اس کی بغل میں تمائی' پھر وہ انہیں دھکے دیتے ہوئے اندر لانے لگے۔ وہ کچھ بول رہے تھے...... کچھ کہہ رہے تھے...... لیکن ان کی آوازیں نہیں آ رہی تھیں' پھر وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

آج ناشتے کیلئے مجھے خصوصی طور پر امیر غیری نے مدعو کیا اور میں نے محل کے اس نئے حصے کو دیکھا۔ وسیع ڈائننگ ٹیبل کے گرد امیر غیری ایک کرسی پر میرا منتظر تھا۔ اس نے کرسی سے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا' اس کے عین سامنے کرسی میرے لئے گھسیٹ دی گئی اور میں اس پر بیٹھ گئی۔

''تمہارے لئے ایک خوشخبری ہے ظہورہ۔''

''کیا؟'' میں نے پوچھا۔

''جھوٹے فرشتے گرفتار ہو گئے ہیں۔''

''واقعی خوشی کی خبر ہے امیر۔'' میں نے کہا۔

''اوہ...... تم نے اپنا تخاطب کیوں بدل دیا؟''

''کون سا تخاطب؟''

''پچھلی رات تم نے مجھے ہر بار زمانوختہ کہہ کر پکارا تھا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے سارے مرحلے طے ہو گئے ہیں۔ سرزمین مصر پر میرے نام کا ڈنکا بجنے لگا ہو' مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی ظہورہ......''

''ہم جبل العمامہ کے محل میں ہیں امیر غیری جہاں تمام لوگ یہ سب کچھ نہیں جانتے۔ وہاں معبد میں تمہارا نام لینا مناسب تھا' لیکن بہتر ہے یہاں ہم ایک دوسرے کو موجودہ نام سے پکاریں۔''

''خیر اس میں کوئی حرج نہیں ہے میرے لئے یہ کیا کم ہے کہ تم نے خود کو تلاش کر لیا۔ البتہ ایک بات میرے لئے پریشان کن ہے۔''

''کیا امیر غیری......؟''

''فرشتوں نے تمہاری سمت رہنمائی کی تھی۔ ان بدکار فرشتوں نے ایسا کیوں کیا؟''

''اگر میں تم تک نہ پہنچتی امیر تو یہ اپنے کام کا آغاز کس طرح کرتے؟ تم کیوں بھول جاتے ہو کہ یہ بدی کے نمائندے ہیں' انہوں نے ہمارے درمیان صدیوں کی خلیج حائل کی تھی۔ یہ ابتدا میں ہی ہم پر نیک بن کر نازل ہوگئے ہیں تاکہ زمانہ قدیم کی مانند یہ ہماری قربت اختیار کرکے بالآخر ہمیں فنا کے گھاٹ اتار دیں۔''

امیر غیری کا سانس غصے سے پھولنے لگا تھا' اس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''آہ...... میں انہیں نیست و نابود کردوں گا۔ میں خود انہیں کتے کی موت ماروں گا۔ میں نے انہیں قید خانے میں ڈلوا دیا ہے' اب انہیں آسمان دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔''

''ان کیلئے سزا میں تجویز کروں گی امیر غیری' ان کا معاملہ اب تم مجھ پر چھوڑ دو۔''

''تمہیں اختیار ہے ظہورہ......''

''کیا میں قید خانے میں ان سے مل سکوں گی؟''

''جب تمہارا دل چاہے احسان کو بلا بھیجنا۔''

''ابھی انہیں طویل عرصہ زندہ رکھنا ہے جب ہم مصر کی عنان سنبھالیں گے اور ان مجرموں کو سزا دیں گے جنہوں نے زمانہ قدیم میں ہم سے غداری کی ہے تو یہ سرفہرست ہوں گے۔'' میں نے کہا اور امیر غیری مسکرانے لگا۔ پھر ہم ناشتے کے کمرے سے واپس نکل آئے۔ غیری مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا اور میں اپنی رہائشگاہ میں واپس آگئی۔ ایک کرسی پر بیٹھ کر میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ ان دونوں کیلئے میرے دل میں رحم کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ انہوں نے بھی تو میرے ساتھ کتنا برا کیا تھا' دل چاہتا تھا ان سے ملاقات کروں' مگر جلد بازی نہیں کرنا چاہتی تھی' اس لئے صبر کیا اور پورا دن گزار دیا۔ امیر غیری کے بارے میں اب اچھی طرح اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔ اگر اس کے ساتھ تعاون کیا جاتا رہے تو بے ضرر ثابت ہوگا بلکہ دوسرے لوگ یہاں خاصے خطرناک موجود تھے' ان سے ہوشیار رہنا ہوگا۔ سرفہرست احسان امینی تھا۔

رات کو امیر غیری پھر میرے پاس آیا اور اس دوران عظیمہ اور لالہ میرا میک اپ کرچکی تھیں' امیر غیری مجھے تیار دیکھ کر بہت مسرور ہوا' کہنے لگا۔

''مجھے یقین نہیں تھا ظہورہ کہ تو اس طرح اتنی جلدی اپنے ماضی میں واپس آجائے گی' لیکن یہ سب کچھ کیا دھرا ان فرشتوں کا تھا' وہ صاف دل نہیں تھے' انہوں نے اپنے مفاد کو مدنظر رکھا تھا۔ بے شک انہوں نے مجھے تیرا نشان دیا' لیکن ساتھ ہی ساتھ تیرے سلسلے میں مجھے غلط اطلاعات بھی فراہم کرتے رہے۔ خیر انہوں نے اپنا کام بھی پورا کرلیا' اب اس کے بعد تو ہمارا کام شروع ہوتا ہے' کیا تجھے بھی معبد سے اتنا ہی لگاؤ ہے کہ تو وہاں جانے کیلئے تیار رہتی ہے؟''

مجھے موقع مل گیا' میں نے نہایت حلیمی سے کہا۔
''معبد کی تعمیر میں آپ نے جس قدر کاوشوں سے کام لیا ہے امیر غیری مجھے اس کا افسوس ہے۔ لیکن آپ نے اپنے دل کی تسکین کیلئے یہ سب کچھ کیا ہے ہم بھٹکنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ ایک جھوٹے معبد کا سہارا لے کر ہم اپنے آپ کو دھوکہ کیوں دیں جبکہ بہت مختصر وقت باقی ہے کہ سرزمین مصر ہمارے زیر نگیں ہوگی اور ہم فرعون وقت ہوں گے' پھر بھی اگر آپ کو اس معبد میں جا کر دلی سکون ملتا ہے تو مجھے آپ کے ساتھ وہاں جانے میں کوئی منصب کے حصول کی کوششیں ہونی کرنی چاہئیں۔
امیر غیری نے مجھ سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔
''یقیناً یقیناً میں نے وہ سب اپنے دل کی تسکین کیلئے کہا تھا اور اس وقت کیا تھا ظھورہ جب تیرا وجود نہیں تھا۔ لیکن اب میں اپنی ذات میں مکمل ہوں' اپنے ماحول میں مکمل ہوں۔ کل یوں کریں گے کہ شام کو ویلی آف کنگز چلیں گے' بادشاہوں کی بستی میں تجھے اپنی تاریخ دکھاؤں گا۔ وہاں ایک پورا زمانوختہ اور ظھورہ کی تاریخ پر مشتمل ہے اور وہاں ہماری قدامت کے نشان ملتے ہیں' لیکن آج اگر تو پسند کرے تو معبد کی سیر کر لے' وہاں مجھے تجھ پر سارے حقوق حاصل ہوتے ہیں۔''
''میں اس کیلئے تیار ہوں امیر غیری۔'' میں نے جواب دیا' اپنے کام کیلئے میں نے جس منافقت کا لبادہ اوڑھا تھا اس میں مکمل ہوگئی تھی اور اب سب کچھ کر لینے کے ڈھنگ آ گئے تھے۔ ہم معبد کی جانب چل پڑے' میں نے جس کام کا آغاز کیا تھا اس کی تکمیل ہوگئی تھی۔
وسکن ڈیزل اور عدنان ثنائی کیفر کردار کو پہنچ گئے تھے۔ میرا ایک اشارہ انہیں زندگی سے محروم کر سکتا تھا' لیکن اس حد تک جانے کا ارادہ نہیں تھا میرا' میں تو یہاں سے نکل جاؤں اپنے ملک کے سفارتخانے پہنچ جاؤں اور اس کے بعد وہاں جو غیر یقینی واقعات ہو چکے تھے ان پر باآسانی لعنت بھیجی جا سکتی تھی' اپنے اس تجسس اور ضد کے ہاتھوں میں نے جس قدر پریشانیاں اٹھالی تھیں بس وہی کافی ہیں' عدنان ثنائی اور وسکن ڈیزل کا معاملہ امیر غیری جانے اور اس کا کام۔ میرے نکل جانے کے بعد وہ ان کے ساتھ جو دل چاہے سلوک کرے مجھے بلا اس سے کیا غرض ہوسکتی تھی۔
کچھ دیر کے بعد ہم معبد میں داخل ہوگئے' میں نے سب سے پہلے ان ستونوں کو دیکھا جنہیں میں نے فرشتوں سے تشبیہ دی تھی' دونوں ستون مسمار کر کے اس جگہ سے ہٹا دیئے گئے تھے اور وہ جگہ بالکل صاف کر دی گئی تھی' اب چونکہ میں ذہنی طور پر اس ماحول کو تسلیم کر چکی تھی اس لئے میں نے زیادہ دلچسپی اور پوری توجہ سے اس عظیم الشان معبد کو دیکھا' جو جبل العمامہ میں نہ جانے کتنی وسعتوں میں پھیلا دیا گیا تھا۔ اتنی دولت خرچ کی تھی یہاں اس احمق رئیس نے کہ نہ جانے اس دولت سے کیا کیا کچھ ہوسکتا تھا۔
بہرحال یہ اس کا اپنا معاملہ تھا۔ میں نے اپنی اداکاری کا معیار برقرار رکھا' یہاں میں نے

امیر غیری کو زمانو ختہ کہہ کر ہی پکارا اور امیر غیری کے چہرے پر انبساط پھیل گیا۔

بہت دیر تک ہم یہاں دلچسپیوں سے لطف اندوز ہوتے رہے اور اس کے بعد واپس محل میں آ گئے۔ بستر پر لیٹ کر میں کافی دیر تک سوچوں میں گم رہی' لیکن ایک بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی' میں آخر اس قدیم مصری زبان سے کیسے واقف ہو گئی۔ جس کا تصور میں نے کبھی خوابوں میں بھی نہیں کیا تھا' لیکن اس اہم بات کو بھی نظرانداز کر دینا ضروری تھا...... میں بالآخر گہری نیند سو گئی۔

دوسرا دن حسب معمول تھا۔ امیر غیری نے میرے ساتھ ہی ناشتہ کیا اور پھر کسی ضروری کام سے چلا گیا تھا۔ جاتے ہوئے اس نے کہا تھا کہ آج شام بادشاہوں کی وادی میں چلے گا' میں اس کیلئے تیار رہوں۔ اس کے جانے کے بعد میرے دل میں وسکن ڈیزل اور عدنان ثنائی سے ملنے کا خیال بیدار ہوا۔ امیر غیری اس کی اجازت دے ہی چکا تھا۔ میں نے عظیمہ اور لالہ کو طلب کر کے ان سے کہا کہ احسان امینی کو میرے پاس لے آئیں۔ لازمی امر تھا کہ اب اس نہج تک پہنچنے کے بعد امیر غیری نے احسان امینی کو میرے احکامات کی تعمیل کی ہدایت کر دی ہو گی اور اس کا اندازہ اسے اسی لمحے ہو گیا جب احسان امینی عظیمہ اور لالہ کے ساتھ فوراً ہی میرے سامنے حاضر ہو گیا۔ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''میں ان دونوں قیدیوں سے ملنا چاہتی ہوں جنہیں قید کیا گیا ہے۔''

''جو حکم عالیہ' آپ براہ کرم میرے ساتھ تشریف لائیے۔''

قید خانہ بھی جبل العمامہ کی ایک پہاڑی کو تراش کر بہت اہتمام سے بنایا گیا تھا۔ مصری رئیس نے نہ جانے کیوں اس محل میں کسی ایسی جگہ کی ضرورت محسوس کی تھی جہاں کسی کو باقاعدہ قید کیا جا سکے۔ چٹانوں میں فولادی جنگلہ لگا ہوا تھا' جس کے بیرونی حصے میں تالا پڑا ہوا تھا۔ جنگلے کی پشت پر ایک اور وسیع و عریض غار کو کمرے کی شکل دے دی گئی تھی' وہیں ضروریات کا بندوبست بھی کر دیا گیا تھا' سامنے کی سمت چٹانی برآمدہ تھا جس کا فرش کسی قدر ناہموار لیکن صاف ستھرا تھا۔ اس کے بعد انسانی ہاتھوں سے تعمیر شدہ دیوار جس کے دوسری جانب قید خانے کے محافظ موجود تھے۔

احسان امینی مجھے لئے ہوئے دیوار کی دوسری جانب پہنچا...... برآمدے میں پہنچ کر میں نے اس قید خانے کا جائزہ لیا۔ سلاخوں کے دوسری طرف وسکن ڈیزل اور عدنان ثنائی موجود تھے۔ میں نے احسان امینی سے کہا کہ وہ واپس جائے میں قیدیوں سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔

احسان امینی ایک لمحے کیلئے ٹھٹکا' کچھ سوچتا رہا اور پھر گردن خم کر کے وہاں سے واپس مڑ گیا۔ میں نے اسے دیوار کے دوسری طرف جاتے ہوئے دیکھا' عدنان ثنائی اور وسکن ڈیزل کھڑے ہو کر سلاخوں کے پاس آ گئے تھے۔ عدنان ثنائی کی حالت زیادہ خراب تھی جبکہ وسکن ڈیزل بری طرح جھلایا ہوا نظر آ رہا تھا' جیسے ہی احسان امینی دروازے کے دوسری جانب پہنچا اور میں ان لوگوں کی

جانب متوجہ ہوئی وسکن ڈیزل نے تلخ لہجے میں کہا۔
''آؤ ناسپاس لڑکی۔ آؤ احسان فراموش تم یقیناً ہماری قید کا تماشہ دیکھنے آئی ہوگی' ٹھیک ہے بعض اوقات نیکیوں کا صلہ اس طرح بھی ملتا ہے' افسوس ہے مجھے خود پر کہ ایک بے مقصد کام کیلئے ایک ایسے احمق دوست کے کہنے پر جو خود تو اپنی زندگی کھو چکا ہے' میں نے اس پر بھروسہ کیا' اس کی بات مانی' میرے ساتھ یقیناً ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔''
میں نے تیکھی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا' پھر کچھ اور قریب پہنچ گئی' ان کے تب میں نے ان سے کہا۔
''آپ لوگوں نے سوچا تھا کہ میں ایک بے بس بے سہارا لڑکی ہوں' میرا کوئی سرپرست نہیں ہے' آپ لوگ جس طرح چاہیں گے مجھے استعمال کرلیں گے' یہی سوچا تھا نہ آپ نے...... اور آپ نے اپنی تمام خواہشات کی تکمیل کرڈالی۔ بہت شرم اور بہت افسوس کی بات ہے' خصوصاً وسکن ڈیزل آپ میرے والد کے ان دوستوں میں سے تھے جن پر شاید ہارون دانش کو بہت زیادہ اعتماد تھا ورنہ وہ اس نادیدہ حالت میں بھی مجھے آپ کے پاس نہ بھیجتے۔ آپ نے بے شک میرے ساتھ تعاون کیا' محبت کا سلوک کیا' آپ نے مجھ سے لیکن آپ کو میری ذہنی کیفیت کا اندازہ نہیں تھا۔ میں آج بھی آپ سے تعاون کرنے کیلئے تیار ہوں۔ لیکن مجھے ایک ایک لفظ بتایا جائے...... آپ مجھے بتائیں پورا کھیل کیا ہے۔ میں کون ہوں' میرا کیا بنے گا' آپ لوگ کیوں اس قدر احمقانہ کاوشوں میں مصروف ہیں؟ مجھے بتایئے اور اس کے بعد مجھے فیصلہ کرنے کا حق دیجئے کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کروں۔''
''ہم تمہارے محکوم ہیں نہ تم سے معاوضہ لے کر ہم کچھ کررہے ہیں' لڑکی ہمیں ہماری غلطیوں کا اور شدت سے احساس نہ دلاؤ' اصل میں انسان کے اپنے شوق ہوا کرتے ہیں۔ ہم محقق ہیں' تاریخ مصر سے ہمیں عشق ہے اور ہم نے اپنی زندگی کو مکمل طور پر اس تحقیق میں صرف کردیا ہے' اس شوق کی دیوانگی کی تکمیل کیلئے کوئی پہلو نہیں چھوڑا' ہم نے ہارون دانش بے شک ہم سب سے بڑی شخصیت تھا' اس نے جس قدر کام کیا ہے ہم میں سے کسی نے اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا' لیکن یہ اعتراف تمہاری ذات کیلئے نہیں ہے۔ ہارون دانش نے مجھ سے کچھ چاہا' ثالث ظاہری کو اس سلسلے میں میرا ساتھی بنایا۔ ہمیں ابھی آگے کا سفر کرنا تھا اور اس انوکھی تحقیق کی تکمیل کرنی تھی' لیکن تم خود بتاؤ جب انسان اپنی ذات کے سارے حقوق کھو بیٹھے تو پھر دوسروں کے بارے میں وہ اس انداز میں کیسے سوچ سکتا ہے۔
مارشل کو جو حادثہ پیش آیا اس میں ہم میں سے کسی کا ہاتھ نہیں تھا۔ بعد میں جو حالات پیدا ہوئے وہ بھی ہمارے لئے ناگزیر تھے۔ جنیدی اور عدنان ثنائی بھی اس مرض کا شکار ہیں۔ احمر جنیدی تو اپنی زندگی کھو بیٹھا لیکن یہ سحر ایسا ہے کہ اس سے نکلنا آسان نہیں ہوتا' عدنان ثنائی نے مجھ سے

تعاون کیا اور میرا مددگار بن گیا۔ جب ان لوگوں کو یہ احساس ہوا تھا کہ روشاق اور وہ دیوانہ جو جہاز پر قبضہ کر بیٹھا تھا سازش کر رہے ہیں اور تمہارا وہاں سے نکلنا ممکن نہیں ہوگا تو ان لوگوں نے تمہیں حاصل کر کے وہاں سے لے جانا چاہا' لیکن تم نے یہ کوشش ناکام بنا دی۔ اصل میں لڑکی یہ سب کچھ تمہارے باپ کے ایما پر ہی ہو رہا تھا' مگر تم نے اس سلسلے میں کوئی خاص تعاون نہیں کیا بلکہ کچھ ایسا اظہار کیا جیسے ہم پر احسان کر رہی ہو' حالانکہ یہ سب کچھ تمہارے بھلے کیلئے تھا۔

''خوب بہت خوب اور اس کے بعد کیا ہوا؟'' مجھے اس کہانی پر ہنسی آ رہی تھی۔

+++

''وہ سب کچھ جو تمہاری حماقتوں سے ہونا تھا' تم کیا سمجھتی ہو' تم تاریخ کے طلسم میں گرفتار ہو اور یہ طلسم اتنا کمزور نہیں ہے کہ تم اپنی کسی احمقانہ کوشش میں کامیاب ہو جاؤ۔ تم سرزمین مصر تک پہنچ چکی ہو اور تمہیں اپنی تھوڑی بہت تفصیل معلوم ہے' تمہارا کیا خیال ہے قدیم روحوں کے اس حصار سے تم باہر نکل سکو گی؟ ناممکن ہے۔ نشاء دانش ناممکن ہے! ایسا تمہارے لئے ممکن نہیں ہوگا' خواہ تم کتنی ہی کوشش کرو۔''

''فرشتوں کو بہت سی آگے کی باتیں معلوم ہوں گی' مجھے علم ہو سکتا ہے کہ مجھے میرے ہوٹل سے کیوں اغوا کیا گیا؟''

''کس نے اغوا کیا تمہیں' تم جھوٹ بولتی ہو' تم خود وہاں سے فرار ہوئیں اور تم نے اپنے آپ کو قاہرہ میں کہیں گم کرنا چاہا' لیکن تمہارا روپوش ہو جانا بھی تمہارے ہی لئے نقصان دہ تھا' ہم اگر کوشش کرتے تو پولیس کو تمہارے بارے میں اطلاع دے دیتے' لیکن ہم نے ایسا اس لئے نہیں کیا کہ پولیس تمہیں حاصل کر کے فوراً تمہارے ملک پہنچانے کے انتظامات شروع کر دیتی اور یہ گناہ ہم پر ہی لاگو ہو جاتا۔ ہم روحوں کے حصار سے تمہیں نکالنے کے مجرم قرار پاتے' چنانچہ ہم نے یہ سوچا کہ تمہیں تلاش کرنے کیلئے کوئی اور ذریعہ اختیار کیا جائے۔''

یہ احمق رئیس زادہ جو ناقابل یقین دولت کا مالک ہے اس ضبط کا شکار ہے کہ یہ زمانہ قدیم کا فرعون ہے۔ اس کے عجیب و غریب بیانات ہم بہت پہلے مصر سے متعلق اخبارات میں پڑھتے رہے ہیں' اچانک ہی ہمیں اس کا خیال آیا اور ہم نے سوچا کہ اس وقت تمہیں مصر میں روکنے کا بہترین ذریعہ یہ احمق بن سکتا ہے' بشرطیکہ اسے احساس دلایا جائے کہ تمہارا رو کے جانا ضروری ہے۔ چنانچہ ہم اس سے اس کی اپنی پسند کی شخصیت میں ملے اور فرشتے بن کر ہم نے اسے تمہارے بارے میں بتایا' ہمارا داؤ کارگر رہا اور اس احمق نے اپنی دولت کے بل پر ایسا جال پھیلا دیا کہ تم اس جال میں گرفتار ہو گئیں' اس سے تمہارے خلاف کوئی کام کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ تمہیں مصر میں روکنا چاہتے تھے ہم اور یہ بھی چاہتے تھے کہ تم بے سکون نہ رہو' یقینی امر ہے کہ تم نے ہمارے خلاف یہ سازش کی ہے جو کہ طوطا چشمی کی انتہا ہے یہ۔ خیر ہمارا تو کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا' لیکن تم اب اپنی تمام

ہمدردیاں کھو چکی ہو۔"

"تم لوگ میری تقدیر کے مالک ہو...... یہی بات ہے نا...... تم نے ہمیشہ سازشیں کر کر کے مجھے مصیبت میں گرفتار کرانا چاہا' میں اگر الجزائر جانا نہیں چاہتی تھی اور سارے مسئلے ختم کرنا چاہتی تھی تو تمہیں اس میں کیا اعتراض تھا' میں اپنی مرضی کی مالک ہوں' تم نے جو کچھ کیا ہے میں نے وہی تمہارے اوپر الٹ دیا ہے سمجھے اور اب بھگتو اپنے کئے کو' میں تو صرف تم سے ملنے آگئی تھی' یہ بتانے کیلئے کہ کبھی کبھی کوئی کمزور ہستی بھی اپنے دفاع کیلئے بہت بڑے اقدامات کرسکتی ہے۔ اس وقت امیر غیری پر میرا مکمل اختیار ہے' کیونکہ مجھے ظہورہ تم نے ہی بنایا ہے۔ میں اگر چاہوں تو تاریخ ہی کے کسی حوالے سے تمہیں موت کے گھاٹ اتار سکتی ہوں' لیکن وسکن ڈیزل میرے والد کے دوست ہو تم...... جاؤ رعایت کرتی ہوں تمہارے ساتھ زندہ رہو...... لیکن طویل عرصے تک اسی قید میں رہو' میں نے امیر غیری سے یہ کہہ کر تمہیں گرفتار کرایا ہے کہ تم جھوٹے فرشتے ہو اور وہ ہو جنہوں نے ماضی کی تاریخ میں ہم دونوں کو نقصانات پہنچائے ہیں' میں اگر اسے چند الفاظ کہہ کر اس بات پر اکسادوں کہ تمہاری موت ہمارے حق میں فائدہ مند ہوگی تو یہیں اسی قید خانے میں تمہاری گردنیں تمہارے شانوں سے اتار کر تمہیں یہیں آس پاس کسی گڑھے میں پھینک دیا جائے گا۔ تمہارے احسان کا صلہ تمہاری زندگی ہے' تم لوگوں نے ایک اچھے کام کیلئے غلط راستے اپنائے ہیں' کسی کی زندگی کو اس طرح مفلوج کر دینا کوئی انسانیت کی بات تو نہیں تھی۔ ٹھیک ہے آرام کرو' میرا خیال ہے' امیر غیری تمہارے ساتھ کوئی سخت سلوک اس وقت تک نہیں کرے گا جب تک میں نہ چاہوں۔

میں واپسی کیلئے مڑی' وہ لوگ مجھے کینہ توز نگاہوں سے گھورتے رہے۔ آخری نگاہ ان پر ڈال کر میں دروازے سے باہر نکل آئی' دل بڑا ہلکا ہلکا محسوس ہو رہا تھا' لیکن جو پراسرار واقعات میری زندگی سے چمٹ گئے تھے ان کا کوئی حل مجھے یہاں بھی نہیں ملا تھا' مثلاً یہ کہ میں ہوٹل سے نکل کر اس صحرا میں کیسے پہنچ گئی' جہاں بدوؤں نے مجھے پایا اور یہ زبان مجھے کیسے آگئی' لیکن دماغ میں اب اس قدر قوت نہیں تھی کہ ان باتوں پر سوچ سوچ کر اپنے آپ کو تھکا لیتی' چنانچہ انہیں نظر انداز کر دیا اور شام کا انتظار کرنے لگی۔ امیر غیری پر یقین تھا کہ وہ آج کے پروگرام کو نہیں بھولے گا' سر شام وہ اس محل میں واپس آگیا اور کچھ دیر کے بعد عظیمہ نے آکر پوچھا۔ "کیا میں تیار ہوں؟"

"میر سے کہو کہ میں انتظار کر رہی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

کچھ دیر کے بعد ہم ایک کار میں سفر کر رہے تھے' اسے احسان ڈرائیو کر رہا تھا' راستے میں غیری نے کہا۔

"مصر کتنا جدید ہو گیا ہے' دنیا بھر سے یہاں سیاح آتے ہیں اور ان مقبروں کی پراسرار زندگی کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے ہیں' نام نہاد جمہوری حکومتوں نے ہمارے مصر کو جدیدیت کے رنگ میں ڈھال لیا ہے' لیکن ظہورہ' یہ سب کچھ مصنوعی لگتا ہے یہ پررونق بڑی کھوکھلی

ہے' میرا دل و دماغ اس زندگی کو بالکل قبول نہیں کرتا' ہم برسر اقتدار آ کر مصر کو اس کا قدیم رنگ دیں گے' وہی طرز حکومت ہوگا' وہی طرز بادشاہت' دیکھو ہمارے نیل کو کتنا بدشکل کر دیا گیا ہے' تمہیں یاد ہے نیل کے پانی پر جب ہمارا بجرہ تیرتا تھا' لہروں پر سونے کی سڑک بنی ہوئی تھی اور ہم اسے دیکھتے رہتے تھے اب نیل کے سینے میں یہ مینار بنا دیا گیا ہے' وہ اسے قاہرہ ٹاور کا نام دیتے ہیں' بیشمار سیاح یہاں سے پورے قاہرہ کا نظارہ کرتے ہیں' میں نیل کو دوبارہ قدیم روایتوں کی تصویر بنا دوں گا۔''

امیر غیری مسلسل کچھ نہ کچھ بولے جا رہا تھا۔

''یہ ابو الہول ایونیو ہے اور ہمیں قصبہ کرناک پہنچنا ہے' ہمارے دور میں یہ ممفس کہلاتا تھا' یہیں فراعنہ کے مقبرے پھیلے ہوئے ہیں' تمام معبد اسی جگہ ہیں' اب یہاں سیاحوں کا مجمع رہتا ہے' لیکن چاندنی راتوں میں مقبروں میں بھٹکنے والے بعض اوقات ذہنی توازن کھو بیٹھتے ہیں' وہ فرعونوں کے جلال کی تاب نہیں لا پاتے' کچھ عرصہ کیلئے یہاں چاندنی راتوں کی سیر پر پابندی لگا دی گئی تھی' لیکن محکمہ سیاحت کو احساس ہوا کہ اس طرح سیاحوں کی دلچسپی کچھ کم ہونے لگی ہے' چنانچہ اب یہ اجازت دے دی گئی ہے کہ سیاح اپنے رسک پر راتوں میں بھی یہاں آ سکتے ہیں۔''

میں دلچسپی سے اس کی باتیں سنتی رہی۔ احسان کسی روبوٹ کی مانند گردن اکڑائے بالکل خاموش تھا' پورے سفر میں اس کی گردن نے جنبش بھی نہیں کی تھی' پھر اس نے معبدوں کے سامنے کار روک دی۔ نگاہ کی آخری حد تک مصر کے پراسرار قدیم کھنڈرات بکھرے ہوئے تھے۔ ماحول پر ہیبت ناک سناٹا مسلط تھا' میں امیر غیری کے ساتھ نیچے اتر آئی' میرے دل میں کپکپاہٹ سی ہو رہی تھی' یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کچھ نظر نہ آنے والوں نے میرا استقبال کیا ہو جیسے مجھے دیکھ کر اچانک یہاں خاموشی چھا گئی ہو۔ بہت سی نگاہیں میرا جائزہ لے رہی ہوں۔

''آؤ! اچانک امیر غیری کی آواز ابھری اور میں اچھل پڑی۔ میں نے سہمی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر آواز پر قابو پانے کی کوشش کر کے کہا۔

''یہاں تو کوئی بھی نہیں؟''

''آہ...... تم نے محسوس نہیں کیا کہ یہاں تو ہزاروں ہیں' دیکھو وہ سب تمہیں دیکھ رہے ہیں ظہورہ' وہ سب تمہیں دوبارہ دیکھ کر انگشت بدنداں ہیں' وہ ملکہ مصر کی تعظیم کیلئے خاموش ہیں' آؤ اندر چلو اس وقت ہمیں کوئی نہیں روکے گا' آؤ ملکہ مصر......'' اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور آگے بڑھنے لگا۔

بغیر چھت کے لامتناہی وسعتوں کے حامل قبرستان میں فراعنہ اور ان کی ملکاؤں کے خاموش مجسمے ایستادہ تھے۔ مدھم چاندنی میں یہ سب سانس لیتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے' غیری میرا ہاتھ پکڑے ان کے درمیان سے گزرتا رہا' اچانک ہی سرسراہٹیں ابھرنے لگیں۔ ہمیں یوں لگا جیسے کسی نے تھک کر پہلو بدلا ہو۔ میں دہشت زدہ ہو کر بار بار پلٹ کر دیکھنے لگی۔ لیکن غیری کسی خوف سے بے نیاز مسلسل آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ احسان قبرستان کے باہر گاڑی میں ہی بیٹھا رہ گیا تھا۔ غیری نے

کہا۔

''بادشاہوں کی وادی میں اوپر جو کچھ ہے وہ کچھ نہیں ہے اصل معبد اس کے نیچے ہیں' کچھ ظاہر کچھ پوشیدہ...... زمین کی گہرائیوں میں ہمارے خاندانوں کی پوری تاریخ پوشیدہ ہے' مگر میں تمہیں دور زمانوختہ میں لے جاتا ہوں' آؤ اپنا ماضی دیکھو۔''

امیر غیری ان مجسموں کے درمیان سے گزرتا ہوا دور تک گیا' پھر ایک ٹوٹے ہوئے دروازے کے پاس آ گیا۔ اس نے ایک خاص جوہری لیمپ روشن کرلیا جس کی روشنی نے ماحول کو اجاگر کردیا تھا۔ پھر ہم دونوں اس ٹوٹے دروازے سے اندر داخل ہوگئے۔ مدہم اجالوں نے ایک سرنگ کا اختتام بھی ایک دروازے پر ہوا تھا' جس کے دوسری طرف ایک وسیع ہال تھا۔ ہال میں چھت پر کچھ ایسے سوراخ کئے گئے تھے جن سے چاند کی مدہم روشنی چھن رہی تھی' انہی سوراخوں کی وجہ سے وہاں گھٹن بھی نہیں تھی' پورے ہال میں چاروں طرف تابوت رکھے ہوئے تھے۔ فضا میں مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی مدہم گونج پھیلی ہوئی تھی' یوں لگتا تھا جیسے یہ آوازیں ان تابوتوں سے اٹھ رہی ہوں' ان تابوتوں میں سینکڑوں سال قبل کے انسان سو رہے تھے' موت کی ابدی نیند' نہ جانے یہ کتنی صدیوں کی داستانیں سمیٹے ہوئے تھے' میرا دل سوکھے پتے کی مانند کانپ رہا تھا' امیر غیری آہستہ آہستہ کسی پراسرار روح کی مانند آگے بڑھ رہا تھا' ایک بار پھر اس کی آواز نے میرے رونگٹے کھڑے کردیئے۔

''یہ ہماری داستان ہے' ان تابوتوں میں ہمارے جاں نثار سو رہے ہیں۔ وہ سب جو ہمارے ہم سفر ہوں گے' سونے والے جاگ اٹھیں گے وہ وقت بالکل قریب ہے' ہاں ملکہ ظہورہ' وہ وقت اب بہت نزدیک ہے' آؤ دیکھو یہ میرا تابوت ہے' آ میرے ساتھ آ......''

وہ میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا' ایک بلند و بالا چبوترے پر منقش تابوت رکھا ہوا تھا۔ اس کے عقب میں دوسرا تابوت بھی تھا' چبوترے کی چار سیڑھیاں چڑھ کر ہم تابوتوں کے پاس پہنچ گئے۔ امیر غیری نے ایک تابوت کا ڈھکن کھول دیا۔ تابوت خالی تھا۔

''جانتی ہو یہ خالی کیوں ہے؟'' امیر غیری نے پوچھا۔

''نہیں۔'' میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

''کیونکہ اب میں اس میں موجود نہیں ہوں' پہلے میری لاش اس میں رکھی ہوئی تھی۔ ظہورہ دیکھ یہ دوسرا تابوت تیرا ہے' دیکھ تو بھی اس میں موجود نہیں' احسان کہتا تھا کہ تو بھی بھٹک رہی ہے' مجھ تک پہنچنے کیلئے بیقرار ہے' پہچان لے یہ تیری صدیوں کی استراحت گاہ رہی ہے۔''

''احسان کہتا تھا......؟'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''ہاں اس کے سوا کون ہمیں ہماری شناخت کرا سکتا تھا۔''

''تمہیں تمہاری شناخت احسان نے ہی کرائی تھی زمانوختہ؟''

''اور کون ہوسکتا ہے وہ ہمارا جان نثار اول ہے۔ آ میں تجھے اسالیس سے ملاؤں اسالیس کے

جاگنے کا مجھے شدید انتظار ہے' بس اسالیس جاگ جائے' ہمارے دور کا آغاز ہو جائے گا۔''
''اسالیس کون ہے؟''
''سالار اعظم اسی کے شانوں پر سلطنت کا بوجھ تھا اور یہی جاگ کر ہمارے راستے ہموار کرے گا...... وہ بھی میرا عظیم جاں نثار ہے۔''
امیر غیری مجھے چبوترے سے اتار لایا' پھر کچھ فاصلے پر رکھے ہوئے ایک تابوت کے پاس جا کر اس نے تابوت کا ڈھکن کھول دیا۔ اس تابوت میں ایک لاش لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے بدن پر قیمتی زیورات سجے ہوئے تھے' غالباً ہیروں کے زیورات تھے' جن سے مدہم روشنی پھوٹ رہی تھی۔
میرے بدن پر شدید کپکپی طاری تھی۔ اس لاش پر نگاہیں نہیں ڈالی جا رہی تھیں' بمشکل میں نے کہا۔
''تابوت کا ڈھکن بند کرو۔'' امیر غیری نے مسکرا کر ڈھکن بند کر دیا۔
''تو نے اسالیس کو دیکھا؟''
''ہاں' اب یہاں سے واپس چلو۔''
''کیوں اتنی جلدی کیوں۔''
''میرا دم گھٹ رہا ہے یہاں۔''
''ہم نے یہاں صدیاں گزاری ہیں' سینکڑوں نہیں ہزاروں صدیاں' یہاں ہمارا دم کیسے گھٹ سکتا ہے۔''
''چلو غیری چلو اب یہاں سے چلو......''
میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا اور وہ گہری سانس لے کر وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ ہال سے باہر نکل کر سرنگ میں داخل ہوئے تو غیری نے الیکٹرو لیمپ دوبارہ روشن کر دیا اور ہم چڑھائی چڑھنے لگے۔ غیری اس عالم میں بھی کچھ بول رہا تھا' لیکن میں نے اس کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ میں سفر کی رفتار تیز رکھنا چاہتی تھی تاکہ اس منحوس سرنگ سے جلد چھٹکارا ملے' پھر ہم اس ٹوٹے دروازے سے باہر نکل آئے۔ دروازے کے دوسری طرف وہی سناٹا' وہی خاموشی طاری تھی' فرعونوں کے پتھریلے مجسمے ساکت کھڑے تھے اور وہ ان کے درمیان سرسراتی پھر رہی تھی۔
''یہ ہماری تاریخ تھی ظہورہ' جو بہت جلد دوبارہ شروع ہو گی۔ لیکن میں نے تمہیں کچھ دہشت زدہ پایا۔''
''ہاں نجانے کیوں۔'' میں نے آواز کی کپکپاہٹ پر قابو پانے کی کوشش کر کے کہا۔
''تم نے پہلی بار اپنا ماضی دیکھا ہے' شاید اس لئے۔''
''آپ یہاں آتے رہے ہیں امیر؟''

''اکثر یہاں مجھے بے حد سکون ملتا ہے۔''

''اب ہم چلیں گے......؟''

''جیسا تم چاہو......''

اس نے کہا اور میں نے اس سے واپسی کی فرمائش کردی' ہم پیچ در پیچ راستوں سے گزرتے ہوئے باہر جانے والے راستے پر چل پڑے۔ جگہ جگہ فراعنہ کے مجسمے قبر کے کتبوں کی مانند راہ میں مزاحم تھے۔

اچانک کسی نے میرا لباس پکڑ لیا اور میرے حلق سے آواز نکلتے نکلتے رہ گئی۔ غیری کئی قدم آگے بڑھ گیا تھا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا اور گہری سانس لے کر گردن ہلائی۔ میرا لباس ایک پتھریلے مجسمے کے سنگی ہاتھ میں پھنس گیا تھا۔ چنانچہ مجھے پلٹ کر اپنا لباس اس کے ہاتھ سے چھڑانا پڑا۔ میں نے اس کے قریب جا کر اس کے ہاتھ کو چھوا اور پھر بری طرح کانپ کر رہ گئی۔ وہ گوشت پوست کا ہاتھ تھا' نرم گرم لچکدار...... میرا لباس جان بوجھ کر پکڑا گیا تھا۔ میں نے سخت خوف و دہشت کے عالم میں مجسمے کا چہرہ دیکھا اور ایک اور ذہنی جھٹکا مجھے برداشت کرنا پڑا' مجسمے نے دوسرے ہاتھ کی انگلی اپنے ہونٹوں پر رکھی ہوئی تھی۔ جیسے وہ مجھے خاموش رہنے کی تلقین کر رہا ہو۔

یہ زندہ مجسمہ عسکری تھا' بادشاہوں کی وادی میں ایستادہ سنگی مجسموں کے رنگ جیسا چست لباس پہنے ہوئے وہ ان مجسموں کے درمیان کھڑا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں مجھ سے کچھ کہہ رہی تھیں۔ میں نے شدید حیران نگاہوں سے اسے دیکھا اور کچھ بولنے کا ارادہ کیا' لیکن دوسرے لمحے مجھے خود پر احساس ہوگیا کہ یہاں میرے منہ سے نکلنے والی ہلکی سی سرگوشی بھی بآسانی سنی جا سکتی ہے' گہرے سکوت اور سناٹے میں ہواؤں کی آواز ہی کافی زوردار لگ رہی تھی' اسی عالم میں اگر میرے منہ سے آواز نکلی تو صرف چند گز کے فاصلے پر مسلسل آگے بڑھتا ہوا امیر غیری یہ آواز سن لے گا۔ یہ اندازہ تو ایک لمحے میں ہوگیا تھا کہ عسکری زندہ سلامت یہاں موجود ہے اور اسی نے مجھے روکا ہے۔ جب عسکری کو یہ احساس ہوگیا کہ میں بے اختیار بولنے کی کوشش نہیں کروں گی تو اس نے میرا لباس چھوڑ دیا اور برق رفتاری سے اپنے ہاتھ کو اپنی پشت پر لے جا کر غالباً اس عجیب و غریب لباس میں بنی ہوئی کسی جیب سے ایک بند لفافہ نکالا اور میری جانب بڑھا دیا' میں نے بے اختیاری کے عالم میں وہ لفافہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اسی وقت امیر غیری کی آواز ابھری۔

''ارے تم کہاں رہ گئیں ظہورہ...... کیا ہوا کیا بات ہے؟''

میں بے شک اس وقت شدید ذہنی بحران میں مبتلا تھی۔ لیکن نجانے کہاں سے میرے اندر یہ صلاحیت پیدا ہوگئی کہ میں موقع کی نزاکت کو سمجھ لوں۔ عسکری کی یہاں موجودگی یہ لفافہ اور یہ سارا ماحول میرے ہوش اڑا دینے کیلئے کافی تھا۔ لیکن میں نے آگے کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ امیر غیری خود ہی واپس پلٹا اور بولا۔

''تم کہاں رہ گئی تھیں ظہورہ......؟''

''مجھے اچانک ہی احساس ہوا کہ میرے قدموں کی آواز میں تمہارے قدموں کی آواز شامل نہیں ہے۔'' میں نے انتہائی مشکل سے اسے جواب دیا۔

''میرا لباس ایک مجسمے میں پھنس گیا تھا۔''

''آؤ...... آؤ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔'' اس نے کہا۔

میرے وجود کی کپکپاہٹوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ عسکری کا دیا ہوا لفافہ میری مٹھی میں دبا ہوا تھا اور میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ امیر غیری کی نگاہوں میں آئے۔

بہر حال اس وقت مجھ پر جو کچھ بیت رہی تھی میرا دل ہی جانتا تھا۔ نہ جانے کیوں اس وقت عسکری سے شدید ہمدردی اور محبت کا احساس ہوا' اس کا یہاں نظر آ جانا خواب کی سی بات لگتی تھی' نظر کا دھوکہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ کیسے ممکن ہے' یہاں اس عالم میں اس پراسرار اور ہولناک ماحول میں وہ یہاں کیسے ہوسکتا ہے۔ لیکن مٹھی میں دبا ہوا لفافہ یہ احساس دلا رہا تھا کہ یہ سب کچھ ہوا ہے' سب کچھ سچ ہے۔

بے اختیار دل میں شدید خواہش ابھری کہ یہاں رکوں اور اس سے باتیں کروں' غیری پر لعنت بھیجوں' لیکن جانتی تھی کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ امیر غیری اپنی بکواس لگائے ہوئے تھا۔ اسے میرے رک جانے سے کسی طرح کا شبہ نہیں ہوا تھا۔

کچھ دیر کے بعد ہم اس احاطے سے باہر نکل آئے' کچھ فاصلے پر گاڑی کھڑی ہوئی تھی اور احسان بونٹ سے ٹکا ہوا ہماری واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔

''یہ اتفاق ہے کہ اس وقت یہاں کوئی سیاح نہیں ہے' کیا تم نے کوئی اور گاڑی دیکھی احسان۔''

''نہیں کوئی نہیں امیر۔'' احسان نے کہا اور پچھلا دروازہ کھول دیا۔

''حالانکہ ایسا کم ہی ہوتا ہے' خصوصاً چاندنی راتوں میں اکثر سیاح یہاں فرعونی جلال دیکھنے آتے ہیں' آؤ بیٹھو۔'' امیر نے کہا۔

ہم دونوں کے بیٹھنے کے بعد احسان نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی سٹارٹ کی اور اسے واپس موڑ لیا۔

''اس جگہ آ کر دل کی خواہش شدت اختیار کر لیتی ہے اور مزید انتظار مشکل ہوتا جاتا ہے۔ آہ کتنی شدت سے میں بدلنے والے وقت کا منتظر ہوں...... تم خاموش کیوں ہو ظہورہ......''

''مجھ پر سحر طاری ہے امیر۔'' میں نے کہا۔

''ہاں یہ وادی سحر ہے۔'' غیری ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

میں نے کئی بار پلٹ کر پیچھے دیکھا' بے چارہ عسکری نہ جانے کیسے یہاں سے واپس جائے گا'

اس ہولناک ماحول میں وہ یہاں تنہا ہے' بڑی ہمت کی بات ہے' کلیجہ پھٹ سکتا ہے خوف سے' لیکن' لیکن اس نے صرف مجھ سے ملاقات کیلئے یہ سب کچھ کیا ہے' بہت بڑی بات ہے' اس کا مطلب ہے کہ اسے میرے بارے میں سب کچھ معلوم ہے' وہ صحیح معنوں میں میرے لئے سرگرداں ہے' ظاہر ہے' اتنی اہم اور مشکل جگہ وہ مجھ سے ملاقات نہیں کرسکتا تھا' پتہ نہیں اس لفافے میں کیا ہے؟

بہت سی سوچیں' بہت سے خیالات دل میں آرہے تھے۔ امیر غیری کی قربت اس وقت زہر لگ رہی تھی۔ دل مچل رہا تھا' تڑپ رہا تھا' میں کسی بھی طرح عسکری سے تفصیلی ملاقات کرلوں' اخبار کی اس خبر کو بھولی نہیں تھی جس میں میرے فرار کی داستان تھی' عسکری کا تذکرہ بھی تھا' اس میں اور اسی وقت مجھے خیال آیا تھا کہ وہ صرف میری وجہ سے روپوش ہوا ہے' نہ جانے کس طرح قاہرہ میں پولیس کی نگاہوں سے بچ کر وقت گزار رہا ہوگا۔ میرا معاملہ تو امیر غیری نے سنبھال لیا تھا' لیکن اس کیلئے مفرور حالت میں پولیس کی نگاہوں سے بچ بچ کر زندگی گزارنا کتنا مشکل ہورہا ہوگا۔ احمق ہے دیوانہ ہے' آخر کیوں میرے لئے وہ اس قدر ایثار کررہا ہے' صاف الفاظ تو کہہ چکی ہوں اس سے کہ میری طبیعت میں بے پناہ ضد ہے' اسی ضد نے تو مجھے تباہ و برباد کیا ہے' اگر میں ضد نہ کرتی تو ان مصیبتوں میں کیسے پڑتی۔ اسے میں کیسے قبول کرسکتی ہوں' وہ کسی اور کی امانت ہے' کتنا ہی کچھ کرلے میرے لئے احسان مند ہوسکتی ہوں اس کی' لیکن شاید دل سے اسے کبھی نہ چاہ سکوں' کیونکہ اس نے میری چاہتوں کا مذاق اڑایا ہے۔

امیر غیری نے پھر کچھ کہا' اس کی آواز کی بھنبھناہٹ میرے کانوں تک بے شک پہنچی تھی' لیکن الفاظ نہیں سمجھ سکتی تھی۔ اس نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور خاموشی سے سامنے دیکھنے لگا' کچھ دیر کے بعد ہم محل میں واپس پہنچ گئے' امیر غیری نیچے اترتا ہوا بولا۔

''بہتر ہے کہ اب تم آرام کرو ظہورہ' لیکن اپنی رات بادشاہوں کی وادی کے تصور کی نذر نہ کردینا۔ تم عام شخصیت نہیں ہو' تمہیں اپنی ذمہ داریوں کے اہم ترین معاملات سنبھالنا ہوں گے' ہاں اگر دل چاہے تو مستقبل کی منصوبہ بندی کرسکتی ہو۔ لیکن اس کیلئے دن کا وقت ہی بہتر ہوگا۔''

پھر ایک مخصوص جگہ پہنچ کر اس نے مجھے الوداع کہا اور اپنی آرام گاہ کی جانب چلا گیا' کم ازکم اس کمبخت میں اتنی انسانیت ضروری تھی کہ اس نے مجھے اس ذہنی بیماری کے علاوہ اور کسی قسم کا صدمہ نہیں پہنچایا تھا۔ وہ درحقیقت ایک ہوش مند دیوانہ تھا۔ ہر معاملہ میں ٹھیک لیکن نہ جانے کیوں اس پر فرعونیت کا بھوت سوار ہوگیا تھا۔ ویلی آف کنگز میں جو کچھ دیکھا تھا اس کا سحر عسکری کے اس طرح مل جانے سے ٹوٹ گیا اور اب اس کے دیئے ہوئے لفافے کھولنا چاہتی تھی۔

کمرے کا دروازہ بند کرکے میں نے وہ لفافہ چاک کیا اور اس میں رکھا ہوا پرچہ نکال لیا' میری نظریں اردو میں لکھی اس تحریر پر بے صبری سے دوڑنے لگیں۔

''نشاء دانش......

نہ کوئی تمہید کروں گا نہ کسی کیفیت کا اظہار...... تم کسی بھی طلسم میں گرفتار ہو' مجھ پر صرف تمہارا طلسم طاری ہے' ہزار کوششوں کے باوجود تم سے چشم پوشی نہیں کرسکا' تم گم ہوگئیں تو مجھ پر دیوانگی طاری ہوگئی' روشاق اگر رہنمائی نہ کرتا تو شاید میرے فرشتے بھی تمہارا سراغ نہ لگا سکتے۔ اس نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا اور تمہاری ایک حماقت کی نشاندہی کی جس کی وجہ سے تم ان مشکلات کا شکار ہوئی ہو۔ میں تو اس بارے میں کچھ نہیں جانتا' لیکن وہ کہتا ہے کہ اس نے تمہیں ایک محافظ سونپا تھا جس سے بے اعتنائی اور بے قدری نے تمہیں اس حالت میں پہنچایا ہے ورنہ وہ تمہارا پورا پورا تحفظ کرتا۔ روشاق نے اس محافظ کا نام شلسرانہ اوشیاناس بتایا ہے۔

بہرحال روشاق اب مادی شکل میں نہیں ہے بلکہ وہ بھی نادیدہ شکل اختیار کرگیا ہے۔ اس کی آواز مجھے ہواؤں میں سنائی دیتی ہے' اس لئے میں اپنی کوششوں سے اس سے نہیں مل سکتا' بس وہ جب چاہتا ہے مجھ سے نادیدہ شکل میں مل لیتا ہے' شاید وہ میرا تحفظ کر رہا ہے' ورنہ میں اب تک مصری پولیس کے ہاتھ لگ گیا ہوتا۔ میں نے اس سے درخواست کی ہے کہ وہ تمہیں اس مشکل سے بچائے۔ اس نے وعدہ کیا ہے اور کہا ہے کہ مقدور بھر کوشش کرے گا دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اپنے بارے میں کچھ لکھنا تمہارے لئے بے مقصد ہوگا' اس لئے خدا حافظ مشکل حالات سے بددل نہ ہونا' تمہیں کوئی جسمانی نقصان پہنچا تو زندگی تم پر نچھاور کردوں گا۔ تمہاری مشکلات کے حل کیلئے مسلسل کوشاں ہوں۔

"عسکری......"

مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ یہ خط پڑھ کر وہ تاثر اور گہرا ہوگیا تھا جو راستے بھر طاری رہا تھا۔ اس نے درحقیقت اپنی زندگی داؤ پر لگا دی تھی میرے لئے...... بہت مشکل تھا یہ سب کچھ اتنا کوئی کسی کیلئے نہیں کرسکتا تھا' یہ سب کسی لگن ہی سے کیا جاسکتا ہے' کوئی بھی لالچ کسی کو اس طرح زندگی کھونے پر آمادہ نہیں کرسکتا۔

اس کے بعد اس خط میں کئے گئے انکشافات نے مجھے اپنے بھنور میں پھنسا لیا...... روشاق نادیدہ شکل اختیار کرگیا ہے۔ روشاق ایک انوکھا کردار تھا۔ اگر اس کی سنائی ہوئی کہانی پر یقین کرلیا جائے تو پھر خود سے متعلق پوری داستان پر یقین کرنا پڑے گا' وہ سنہرا زیور' جسے روشاق نے میرا محافظ قرار دیا تھا...... کون کون سی باتوں کو نظرانداز کروں؟...... اس زیور کی ناقابل یقین تحریک میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔ مجھے وہ سنہری لڑکی بھی یاد تھی۔ خدایا کس طلسم میں گرفتار ہوگئی ہوں میں۔ اس سے نکلنے کا کوئی ذریعہ ہے کہ نہیں...... آنکھوں میں آنسوؤں کی دھندلاہٹ آگئی۔ عسکری کا چہرہ بار بار ذہن میں ابھر رہا تھا' پتہ نہیں اسے کس حد تک تفصیل معلوم ہے' پتہ نہیں وہ امیر غیری کے خاندان کو جانتا ہے یا نہیں' اور روشاق' اس کی سنائی ہوئی کہانی تو کچھ اور تھی...... میں بھلا ظہورہ کیسے ہوسکتی ہوں اور سب سے حیرت ناک بات یہ تھی کہ کہیں ایک لفظ معلوم ہوئے بغیر مجھے قدیم مصری

زبان کیسے آگئی' یہ مجھ سے متعلق سب سے تعجب خیز بات تھی میرے لئے۔
دماغ بری طرح دکھنے لگا۔ حسب معمول ان باتوں سے کوئی نتیجہ نہیں اخذ کرسکی' پھر اس خط ا
خیال آگیا۔ بے شک یہ اردو میں ہے' لیکن خطرناک ہوسکتا ہے' مصر میں کسی ارادوداں کا مل جانا
غیر ممکن تو نہیں ہوسکتا۔ عسکری بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔ میں نے سب سے پہلے اس خط کو
پرزے پرزے کیا اور واش روم میں جاکر اسے پانی میں بہا دیا' پھر بستر پر لیٹ کر گہری سوچوں میں
گم ہوگئی؟ دیکھو آگے کیا ہوتا ہے۔''
عسکری سے دوسری ملاقات کہاں ہوتی ہے۔'' اس رات عسکری کو خواب میں دیکھتی رہی۔
ماحول میرے شہر کا تھا۔ عسکری میرے ساتھ تھا اور مشل دور کھڑی حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھ
رہی تھی۔

دوسرے دن امیر غیری کے بھروسے پر ناشتے کے کمرے میں پہنچی تو امیر کا موڈ بے حد خراب
نظر آیا' کسی بات پر ملازموں کو ڈانٹ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے گردن خم کی اور غلاموں سے
کمرے سے باہر نکل جانے کیلئے کہا۔ غلام باہر چلے گئے۔

''کوئی نہیں بتا سکتا مجھے...... کسی کے پاس اس بات کا جواب نہیں ہے کہ زمانہ قدیم میں اس
عورت کا کیا کردار تھا' اس وقت وہ کون تھی' میری دوست تھی یا دشمن...... آہ اس کا پتہ نہیں چلتا۔''

''کون عورت ہے وہ غیری......؟'' میں نے کرسی پر بیٹھ کر پوچھا۔

''میری چچی...... خاتون زبونا......''

''یہ کون ہے زمانوختہ...... تم نے مجھے ان سے کبھی نہیں ملایا۔''

''آہ...... دعا کرو ظہورہ کہ وہ وقت کبھی نہ آئے۔ دعا کرو کہ ایسا کبھی نہ ہو ورنہ وہ سارے کھیل
بگاڑ دے گی۔''

''کیا وہ بھی اس محل میں رہتی ہے؟''

''دعا کرو ایسا کبھی نہ ہو...... ناشتہ کرو...... مجھے اس کے پاس جانا ہے۔ وہ اسکندریہ میں رہتی
ہے۔''

''تمہیں اس کے پاس جانا ہے......؟''

''ہاں اس کے قاصد آئے ہیں۔ آج بڑی منحوس صبح کا آغاز ہوا ہے۔''

''تم جانے سے انکار کردو۔''

''میں بے حد بزدل انسان ہوں۔ دنیا بھر میں اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا' نہ جانے کیوں
میرے دل پر بچپن سے اس کا خوف طاری ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ اس محل میں قدم رکھے ورنہ
تباہی آجائے گی۔''

''وہ یہاں بھی نہیں آئی؟''

''کبھی نہیں...... ورنہ تمہیں یہ آباد نہ نظر آتا۔ اصل میں اس نے میری پرورش کی ہے۔ اس نے مجھے مار مار کر جوان کیا ہے۔ پتہ نہیں وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے یا محبت...... حالانکہ عنان امیری اور فیصل امیری کے ساتھ اس کا رویہ حقیقی ماؤں جیسا ہے...... اس بار نہ جانے کیا کیا سوالات کرے مجھ سے۔''

''یہ دونوں کون ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''میری چچی کے بیٹے...... دونوں انتہائی اوباش طبع ہیں' کون جانے وہ اس وقت بھی قاہرہ کے کسی ہوٹل میں مقیم ہوں۔ افسوس میں تمہیں اس وقت ان لوگوں کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا' مجھے جانے کی تیاریاں کرنی ہیں۔''

''تمہاری واپسی کب تک ہوگی امیر......؟''

''ہوسکتا ہے کل ورنہ پرسوں ضرور واپس آجاؤں گا' اچھا جان غیری اب میں تم سے رخصت چاہتا ہوں' احسان تمہارا خیال رکھے گا۔ بہتر ہوگا کہیں باہر نہ جاؤ اور میری واپسی کا انتظار کرو۔''

''اگر میرا دل گھبرائے تو کیا میں احسان کے ساتھ قاہرہ کے دلچسپ مقامات کی سیر نہیں کرسکتی' جیسے دریائے نیل میں بنا ہوا قاہرہ ٹاور......'' میں نے اس خیال سے کہا کہ ممکن ہے اس طرح مجھے عسکری سے دوبارہ ملاقات کا موقع مل جائے۔

''میرے خیال میں یہ بہتر نہ ہوگا' اس کیلئے تم میری واپسی کا انتظار کرو۔''

میں خاموش ہوگئی۔ دوپہر کو عظیمہ نے بتایا کہ امیر سکندریہ جاچکا ہے۔ ان دونوں لڑکیوں پر قطعی اعتبار نہیں کیا جاسکتا ہے' اس لئے اب میں دل کی کوئی بات ان سے نہیں کرتی تھی۔

شام کو چھ بجے کے قریب احسان میرے پاس آیا اور بہت نرم لہجے میں بولا۔

''اپنے کمرے سے باہر نکلئے عالیہ...... ایک ہی جگہ وقت گزارتے ہوئے آپ کا دم گھٹتا ہوگا۔''

''شکریہ احسان...... میں ٹھیک ہوں۔''

''باہر موسم بے حد خوشگوار ہے' اس کے علاوہ مجھے آپ سے اہم گفتگو کرنی ہے' ممکن ہے دوبارہ اس کا موقع نہ ملے۔''

میں نے چونک کر اسے دیکھا' تو اس نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلائی اور بولا۔

''ہاں بعض لمحات بے حد قیمتی ہوتے ہیں' بشرطیکہ انہیں گنوا نہ دیا جائے۔''

''ٹھیک ہے تم چلو میں آتی ہوں۔''

''تنہا آیئے...... میں آپ کا منتظر ہوں۔''

کچھ دیر کے بعد میں باغ میں پہنچ گئی' اس نے مجھے احترام سے خوش آمدید کہا اور بڑے ادب سے ایک جگہ بیٹھنے کی پیشکش کی' پھر خود بھی مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر بیٹھ گیا۔

''خاتون بعض لوگوں کو ساری زندگی اپنے مزاج اور خواہش کے برعکس جینا ہوتا ہے' میں خود کو انہی میں سمجھتا ہوں' مجھے امیر غیری کیلئے بہت سے ایسے کام کرنے پڑتے ہیں جنہیں میرا دل نہیں قبول کرتا' لیکن آپ کو یقیناً اس کا علم نہ ہوگا کہ میں خاتون زبونا کا زرخرید غلام ہوں' ان کا اور اس خاندان کا قدیم غلام...... مجھے حکم ہے کہ امیر کی وفاداری کروں اور ان کی کسی جائز اور ناجائز بات سے انحراف نہ کروں۔''

''مجھے یہ سب کچھ کیوں بتا رہے ہو......؟''

''اس لئے کہ میرا دل آپ کی طرف سے صاف ہو چکا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

وہ کچھ دیر خاموش رہا' پھر بولا۔

''پچھلے دنوں میں آپ کے بارے میں خفیہ طور پر تحقیق کرتا رہا ہوں' مجھے یہ علم ہو گیا ہے کہ آپ ایک معصوم خاتون ہیں اور کسی سازش کے تحت یہاں پہنچی ہیں۔''

''تمہاری تمام باتیں الجھی ہوئی ہیں احسان...... میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔''

''صرف ایک بات کی یقین دہانی چاہتا ہوں۔''

''کہو۔''

''میرا کچھ بھی کہا آپ کے خلاف نہیں ہوگا......'' لیکن آپ سے ہمدردی بھی مجھے آپ سے کچھ کہنے پر مجبور کر رہی ہے۔ آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ آپ امیر غیری سے کچھ نہ کہیں گی۔''

''کہو میں وعدہ کرتی ہوں کہ امیر سے کچھ نہ کہوں گی......''

''کیا آپ اس بات پر یقین رکھتی ہیں کہ آپ زمانہ قدیم کے مصر کی کوئی ملکہ ہیں......؟''

اس نے سوال کیا اور میں چند لمحات کیلئے کیلئے ساکت رہ گئی' بڑا ٹیڑھا سوال تھا...... میرے لئے خطرناک بھی ہو سکتا تھا' لیکن اب خطرناک ہو بھی تو جہنم میں جائے' کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی ہے۔

''نہیں میں یقین نہیں رکھتی...... بالکل یقین نہیں رکھتی......''

''تب آپ اس کا اعتراف کیوں کرتی ہیں۔''

''تم سے زیادہ اس بارے میں اور کون جانتا ہے' کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ مجھے کس قدر بے بس کر دیا گیا ہے' بتاؤ میرے پاس کون سا راستہ ہے' کیا تم خود اس بارے میں دھمکیاں نہیں دے چکے ہو...... تم مجھے بتاؤ کیا تم زمانہ قدیم کے پروہت ہو......؟''

''نہیں اور میں نے آپ کو دھمکی بھی نہیں دی ہے' میں ایک غلام ہوں' صرف ایک زرخرید غلام...... یہ جواب ہے میرا' آپ کی سمجھ میں آ گیا۔''

''لیکن یہ سب کیا ہے احسان...... آخر یہ سب کیا ہے؟''

''آپ مجھ سے وعدہ کر چکی ہیں کہ اس گفتگو کو راز میں رکھیں گی' امیر غیری عام حالت میں

اچھے انسان ہیں' بہترین کاروباری' لیکن نہ جانے کیوں ان کے دماغ کی گہرائیوں میں یہ خیال جما ہوا ہے کہ وہ زمانہ قدیم کے حکمران ہیں اور وہ دوبارہ مصر کے مالک ہوں گے۔ انہوں نے اس خیال کو یقین بنالیا ہے اور آپ نے خود کو دیکھا ہے انہوں نے اپنے تمام راستے اسی سمت موڑ دیئے ہیں' اس معبد کی تعمیر میں جو کچھ خرچ ہوا ہے وہ ناقابل یقین ہے۔ اس کے تحت لاکھوں پاؤنڈ تنخواہوں کی مد میں ہر ماہ خرچ ہوتے ہیں' اس دیوانگی نے اس معصوم لڑکی کو زندگی سے محروم کردیا۔ آہ...... ظہورہ......وہ......وہ......'' احسان کی آواز بھرا گئی۔

''اسے تم نے زہر دیا تھا احسان......''

''نہیں...... بالکل نہیں' لیکن آقا غلام کے بارے میں جو کچھ بھی کہے وہی سچ ہوتا ہے۔''

''ظہورہ کو زہر کس نے دیا؟''

''خود امیر غیری نے...... اسی جنون کے عالم میں......''

''اوہ......'' میں نے آہستہ سے کہا' کچھ دیر خاموش رہی' پھر میں نے کہا۔

''امیر کہتے ہیں کہ ارمناس کی وادی میں ہوجانے والی رات کو ان پر یہ انکشاف ہوا' سنہری بگولوں میں نمودار ہونے والے دروازے کے دوسری طرف انہوں نے اپنا ماضی دیکھا۔''

''مصری قدامت پرستوں کے ایک محدود طبقے میں ارمناس کے ریگستانوں کے بارے میں یہ روایات پائی جاتی ہیں' لیکن یہ کوئی خاص بات نہیں ہے' مصر کی ہواؤں میں آج تک زمانوہ قدیم کے اثرات رچے ہوئے ہیں' کون سی روایت میں کیا سچائی ہے فیصلہ مشکل ہے۔''

''امیر کا کہنا ہے کہ اس رات تم بھی اس کے ساتھ تھے؟''

''ہاں مجھ پر بھی بے ہوشی طاری ہوگئی تھی' لیکن ہمیں ساتھ ہی ہوش آیا تھا۔''

''کیا تم نے ماضی میں قدم نہیں رکھا......؟''

''نہیں خاتون...... خدا نے مجھے صحیح الدماغ رکھا' بعد میں آقا کا حکم ملا کہ میں ان کا ہم آواز بن جاؤں۔''

''گویا وہ سب کچھ......؟''

''آپ صاحب عقل ہیں خاتون......'' احسان بالکل بدلا ہوا نظر آرہا تھا۔

''کیا دیوانگی لاعلاج ہے؟''

''شاید نہ ہو' لیکن روئے زمین پر انہیں سمجھانے والا کون ہے۔''

''خاتون زبونا بھی نہیں......؟''

''وہ بیوہ خاتون ہیں' اپنی عزت سے ڈرنے والی۔ امیرا اپنے والدین کی چھوڑی ہوئی بے پناہ دولت کے وارث ہیں۔ خاتون ڈرتی ہیں کہ کوئی ان پر انگلی نہ اٹھائے۔''

''حالانکہ امیر غیری ان سے ڈرتے ہیں۔''

''تھوڑا بہت فرض پورا کرتی ہیں وہ' آخر انہوں نے امیر کی پرورش کی ہے' اس کے باوجود وہ امیر کو زیادہ سرزنش نہیں کرتیں' صرف اپنی عزت کی خاطر......''

''عجیب کہانی ہے احسان۔''

''لیکن آپ اس داستان میں کیوں شامل ہوگئیں' خاتون معاف کیجئے گا پہلے میں کچھ اور سمجھا تھا۔''

''کیا......؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''میری گستاخی معاف کر دیجئے' پہلے وہ دونوں بوڑھے فرشتے بن کر امیر سے ملے اور انہوں نے انکشاف کیا کہ ظہورہ مصر میں وارد ہوگئی ہے' انہوں نے اخبار کی تصویر کے ذریعے آپ کی نشاندہی کر کے امیر کو مختلف حوالوں سے یقین دلایا کہ آپ ظہورہ ہیں اور امیر کا دور واپس آنے والا ہے۔ انہوں نے کچھ ایسی معلوماتی گفتگو کی کہ امیر ان سے بہت متاثر ہوئے' اس کے بعد آپ کو معلوم ہے کہ کیا ہوا' میں امیر کا ایک مہرہ ہوں اور انہی کی زبان بولتا ہوں' میری کیا مجال تھی کہ میں امیر کی خواہش کے خلاف کچھ بول سکتا' انہوں نے آپ کو ظہورہ کہا' میں نے اس کی تصدیق کی' لیکن میرا خیال کچھ اور تھا؟''

وہ رکا تو میں نے پوچھا۔

''کیا خیال تھا تمہارا......؟''

''میں سمجھتا تھا کہ یہ ٹھگوں کا کوئی گروہ ہے' جو تین افراد پر مشتمل ہے' پہلے دو ٹھگوں نے امیر غیری کو اپنے سحر میں جکڑا۔ میرا اکثر اخبارات و رسائل میں اپنے بارے میں یہ انکشاف کرتے رہے ہیں کہ ان کا رابطہ قدیم روحوں سے ہے اور روحیں انہیں بتاتی ہیں کہ وہ زمانوختہ اول ہیں۔ بالآخر مصر کی حکمرانی انہیں ملے گی اور وہ قدیم دور واپس لے آئیں گے۔''

''اخبارات امیر کے یہ بیانات چھاپتے رہے ہیں۔'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں وہ جانتے تھے کہ دوسرے دن انہیں خرید کر دریائے نیل میں غرق دیا جائے گا اور کوئی ان کا پرسان حال نہ ہوگا' دولت کی طاقت کا اعتراف کون نہیں کرتا۔''

''خیر آگے کہو۔''

''میں نے سوچا تھا کہ آپ تینوں مل کر امیر سے دولت اینٹھنا چاہتے ہیں اور امیر کے خلاف کوئی بہت بڑا فراڈ ہونے جا رہا ہے' لیکن اس وقت میرے ذہن کو جھٹکا لگا' جب آپ نے معبد کے دونوں ستونوں کو فرشتے کہہ کر انہیں مسمار کرنے کا حکم دیا' اس کے بعد ان دونوں فرشتوں کی گرفتاری کے احکامات مجھے ملے اور پھر قید خانے میں آپ نے ان سے ملاقات کی' میں معافی کا خواستگار ہوں کہ آپ کی ملاقات کے دوران آپ کے حکم پر میں وہاں سے ہٹ تو ضرور گیا تھا لیکن وہاں سے دور نہ گیا اور میں نے آپ لوگوں کی باتیں سنیں' ان سے مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ آپ ان بوڑھوں کی

سازش میں شریک نہیں تھیں بلکہ انہوں نے ایک نامعلوم مقصد کے تحت آپ کو بھی اس جال میں پھانسا ہے' مجھے شدید حیرت ہوئی۔ اس کے بعد میں نے آپ کے بارے میں خفیہ تحقیق کی اور میرے خیال کی تصدیق ہوگئی' اسی وقت سے میں مسلسل کوشاں تھا کہ کسی طرح آپ سے تنہا ملاقات کروں۔ یہ اتفاق ہے کہ خاتون زبونا نے غیر متوقع طور پر امیر کو طلب کرلیا اور مجھے یہ موقع مل گیا۔''

''اوہ میرے خدا کتنی الجھی ہوئی داستان ہے میری' احسان تم بھی انسان ہو' کیا صرف اس غلامی ہی کو زندگی سمجھتے ہو تم......''

''نہیں خاتون۔''

''کیا انسانیت کے نام پر تم میری مدد نہیں کرسکتے؟''

''میں نے اسی جذبے کے تحت یہ خطرہ مول لیا ہے اور آپ کو ساری حقیقت بتا دی ہے' لیکن کچھ باتیں میرے ذہن میں الجھن بنی ہوئی ہیں۔''

''مثلاً......؟''

''آپ نے یہ کیوں تسلیم کرلیا کہ آپ ظہورہ ہیں......؟''

''کیا کرتی میں کمزور ہوں' بے سہارا ہوں' کوئی مددگار نہیں ہے' میرا' خطرات میں گھری ہوئی تھی' ہمت نہیں تھی مجھ میں ان حالات میں زندگی گزارنے کی' امیر کی ہاں میں ہاں ملا کر میں اس کا اعتماد حاصل کرنا چاہتی تھی اور......اور موقع پا کر یہاں سے نکل بھاگنا چاہتی تھی۔''

''اب بھی آپ کا یہی ارادہ ہے؟''

''ہاں......تمہارے سامنے یہ اعتراف کرتے ہوئے میں خطرہ نہیں محسوس کرتی' اگر تم نے میرے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو......پھر......میں بھی تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔'' میں نے کہا۔

''آپ کو اس کا حق حاصل ہوگا خاتون' میں بھلا آپ کے خلاف کیوں قدم اٹھاؤں گا' لیکن یہاں سے بھاگ کر آپ کہاں جاتیں......؟''

''اپنے ملک کے سفارتخانے میں وہاں سب کچھ بتا کر حکومت سے مدد مانگتی اور پھر......اپنے وطن واپس چلی جاتی۔''

احسان سوچ میں ڈوب گیا' پھر بولا۔

''میں آج بھی اپنے آقا کا وفادار ہوں' لیکن میں آپ کی مدد بھی کرنا چاہتا ہوں' کیا آپ میری مدد قبول کریں گی؟''

''کیا مدد کرسکتے ہو تم میری......؟''

''وہی جو آپ چاہتی ہیں' میں خود آپ کو آپ کے ملک کے سفارتخانے تک پہنچا کر آؤں گا' لیکن میں یہ نہیں چاہوں کہ میرے آقا پر آپ کے اغوا کا الزام عائد ہو' آپ کو علم ہے کہ وہ پاگل پن میں مبتلا ہے اور سب کچھ عالم دیوانگی میں کررہے ہیں' میں انہیں بھی بچانا چاہتا ہوں' اس کے علاوہ یہ

بھی نہیں چاہتا کہ میں خود پھنس جاؤں۔ امیر غیری کو اگر یہ علم ہو جائے گا کہ میں نے آپ کی مدد کی ہے تو پھر میرا زندہ رہنا مشکل ہو گا' آپ کو میری پوزیشن کا اندازہ ہو رہا ہے......؟''

''ہاں......!'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''تین تین ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں مجھ پر' ایک بے بس خاتون کی مدد اپنے آپ کو قانون کے شکنجے سے بچانا اور اپنے آپ کو آقا کے عتاب سے بچانا...... چنانچہ میں ایک خواہش کرنا چاہتا ہوں۔''

''بتاؤ۔''

''چند روز توقف فرمالیں' مجھ پر اعتماد کرلیں کوئی ایسی ترکیب نکالوں گا کہ یہ سب کچھ بآسانی ہو جائے۔''

''مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے احسان...... ظاہر ہے یہاں میرے نگران تم ہو' تمہیں دھوکہ دے کر ہی یہاں سے نکلتی' اب تم ہی مدد پر آمادہ ہو تو پھر ٹھیک ہے' تمہاری ہدایت کے بغیر میں کچھ نہیں کروں گی۔''

''اوہ...... میں اس وقت کو مبارک سمجھتا ہوں' بہت سی مشکلات کا حل دیا ہے ان لمحات نے۔ اب آپ آرام کریں' آپ جو چاہتی ہیں وہی ہو گا۔ بہت جلد...... یقیناً بہت جلد۔''

''شکریہ احسان...... خدا تمہیں اس نیکی کا اجر دے گا۔'' میں نے کہا اور وہاں سے اٹھ گئی۔

امیر غیری تیسرے دن واپس آ گیا' مجھے اس کی آمد کی اطلاع دی گئی' امیر مجھ سے فوراً ملنے نہیں آیا۔ اس ملاقات کے بعد احسان نے بھی مجھ سے کوئی ملاقات نہیں کی تھی بلکہ وہ مجھے نظر تک نہیں آیا تھا' ظاہر ہے مصروف ہو گا اور پھر وہ اپنے منصوبے کے تحت مجھ سے قربت کا اظہار بھی نہیں کرنا چاہتا ہو گا۔ امیر غیری کی آمد کی اطلاع مجھے کوئی دس بجے دن کو ملی تھی' لیکن شام چھ بجے تک امیر غیری مجھ سے ملنے نہیں آیا۔ پھر سوا چھ بجے کے قریب وہ میرے کمرے میں داخل ہوا' ایک نگاہ میں اس کا چہرہ کچھ بدلا بدلا سا محسوس ہوا۔ دروازے پر رک کر وہ مجھے کچھ دیر عجیب سے انداز میں گھورتا رہا تھا' پھر دروازے سے ہٹ کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ میرے دل کو دھچکا سا لگا تھا۔ نہ جانے اس پر کیا بھوت سوار ہے۔ وہ مڑا اور الجھے الجھے قدموں سے چلتا ہوا ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔

''آپ سکندریہ ہو آئے امیر؟'' میں نے پوچھا۔

''...... ہاں!'' وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولا۔

''خیریت سے ہیں......؟''

''خیریت......؟ شاید نہیں......!''

''کیا بات ہے......؟''

''کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا...... الجھ گیا ہوں' تم میری الجھن میں کوئی مدد کر سکتی ہو' اچانک ہی یوں

محسوس ہو رہا ہے جیسے بالکل تنہا رہ گیا ہوں۔''

''کوئی خاص بات ہے......؟'' میں نے متجسس لہجے میں پوچھا۔ اس نے جواب نہیں دیا بلکہ دیر تک ایک سنہری برتن پر نگاہ جمائے کچھ سوچتا رہا' پھر بولا۔

''تمہارا کیا نام ہے......؟''

''جی......؟'' میں اچھل پڑی۔

''کیا نام ہے تمہارا......؟''

''آپ مجھے ظہورہ کہہ کر پکارتے ہیں امیر......''

''ہاں لیکن اس سے پہلے بھی تو تمہارا کوئی نام تھا' ہم نے تمہیں ظہورہ کہہ کر پکارا۔ ظہورہ تمہیں اس لئے کہا گیا تھا کہ اس نام سے تمہیں اپنی تحویل میں لینے کا جواز پیدا کیا جائے۔ تم نے اس سے شدید انحراف کیا۔ اس سے پہلے تمہارا کیا نام تھا......؟''

''کیوں پوچھ رہے ہیں امیر......؟'' میں نے بے چینی سے کہا۔

''سخت الجھن میں ہوں' بہت پریشان ہوں میں' بہتر ہوگا اس وقت مجھے صرف جواب دو' کوئی سوال نہ کرو مجھ سے...... بتاؤ تمہارا نام کیا تھا......؟''

''نشاء دانش۔''

''تمہارا کوئی ماضی ہوگا' اتنی عمر ہے تمہاری کچھ واقعات ہوں گے۔ رشتہ دار' ان کے ساتھ گزری ہوئی زندگی......''

''ہاں کیوں نہیں......؟''

''اس زندگی میں تمہیں کبھی یہ احساس ہوا کہ تم وہ نہیں ہو جو محسوس کرتی رہی ہو تم...... کوئی ایسی بات جس سے تم نے محسوس کیا ہو کہ تمہارا تعلق زمانہ قدیم سے ہے۔''

''نہیں...... میں نے کبھی ایسا محسوس نہیں کیا۔'' میں نے جواب دیا اور وہ سوچ میں ڈوب گیا' پھر بولا۔

''اور اب......؟''

''کیا بات ہے امیر' مجھے کچھ نہیں بتائیں گے۔''

''میں پاگل نہیں ہوں' مجھے یاد ہے تمہارے ساتھ زبردستی کی گئی ہے' مگر تم نے زمانہ قدیم کی زبان کہاں سے سیکھی۔ اچانک ہی تم نے خود کو ظہورہ تسلیم کرلیا' ایک بات بتاؤ...... کیا میرا ذہنی توازن خراب لگتا ہے تمہیں؟''

''آپ کی باتوں میں ربط نہیں ہے امیر۔ آپ واقعی بے حد پریشان لگتے ہیں۔''

''فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا ہے' مجھے یوں لگتا ہے جیسے کچھ ہے' کوئی ایسی بات جو میری سمجھ میں نہیں آرہی' وہ دونوں...... سنو تم نے کہا تھا وہ جھوٹے فرشتے ہیں' گویا وہ زمانہ قدیم میں تھے' وہ

جھوٹے سہی' ہمارے دشمن سہی لیکن وہ ہماری اصلیت کے شناسا ہیں' وہ ہمارا ماضی جانتے ہیں۔'' اس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا۔ کچھ دیر اسی طرح بیٹھا رہا' پھر اٹھ گیا۔

''کہاں جارہے ہیں امیر......؟'' میں نے پوچھا۔

''ممکن ہے میں دماغی مریض ہوں' ممکن ہے کوئی سازش کی گئی ہو میرے ساتھ۔ میں آؤں گا کچھ دیر کے بعد تمہارے پاس۔'' وہ اٹھا اور تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔ میں منہ پھاڑتے دروازے دیکھتی رہ گئی' البتہ مجھے فوراً احساس ہوا تھا کہ اس میں کچھ تبدیلی ہوئی ہے' کوئی ایسی بات ہوئی ہے جس نے اسے خود پر غور کرنے پر مجبور کردیا ہے' پتہ نہیں یہ میرے حق میں اچھا ہوگا یا خراب......

بہت دیر گزر گئی' وہ واپس نہیں آیا۔ میں انتظار کرتی رہی' یہاں تک کہ کئی گھنٹے گزر گئے تب میں خود ہی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی عظیمہ اور لالہ بدستور موجود تھیں۔

''امیر کہاں ہیں؟''

''شاید کمرہ طعام میں گئے ہیں۔''

''ہوں۔'' میں نے کہا اور آگے بڑھ گئی' میرے دل میں شدید تجسس جاگا ہوا تھا۔ ایک عجیب سی بے چینی محسوس ہورہی تھی' کمرہ طعام خالی تھا' ایک ملازم میز سجارہا تھا۔

''امیر نہیں آئے......؟''

''نہیں......شاید نہ آئیں آپ کیلئے کھانا لگادوں......؟''

''نہیں......احسان کہاں ہیں......؟''

''وہ محل میں موجود نہیں ہیں۔''

''امیر مجھے طلب کریں تو مجھے اطلاع دینا۔'' میں نے کہا اور واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑی' بڑی سنسنی سی محسوس ہورہی تھی' رگیں کھنچی کھنچی لگ رہی تھیں' کمرے میں داخل ہوگئی' اپنے بستر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی' کیا ہوا ہے آخر کیا ہوا ہے' کیا اس شخص کو ہوش آرہا ہے' کیا وہ اس دماغی دورے سے آزاد ہورہا ہے' جس کے زیر اثر یہ خود کو زمانوختہ سمجھنے لگا تھا' اسکندریہ میں اسے کسی اور ذہنی حادثے سے دوچار ہونا پڑا ہے کیا' اگر ایسا ہوگیا تو مجھ پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے...... بہت غور کیا' میرے حق میں ہر مشکل سے آزاد ہوجاؤں گی' پھر نہ فرار کی ضرورت رہے گی' نہ احسان کی مدد کی' ہاں بس ایک خطرہ دامن گیر تھا' اگر وہ کسی تصدیق کیلئے وسکن ڈیزل اور عدنان ثنائی کے پاس گیا تو وہ اسے کسی اور ہی جال میں جکڑنے کی کوشش نہ کریں۔ میرے اور ان کے درمیان اب باقاعدہ دشمنی تھی اور وہ میرے خلاف ہر سازش کرسکتے تھے۔ سب کچھ ہوسکتا ہے' ہر جگہ سے کچھ بھی ہوسکتا ہے' کسی بھی سلسلے میں آخری فیصلہ کرنا مشکل ہے۔

بہت دیر گزر گئی عظیمہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔

''کھانا کھا لیجئے عالیہ بہت وقت ہو گیا ہے۔''

''امیر نے کھانا کھا لیا......؟''

''ہمیں نہیں معلوم۔''

''لے آؤ۔'' میں نے کہا۔

کچھ دیر کے بعد عظیمہ نے کھانا لگا دیا۔ ہلکا پھلکا کھانا کھایا ان دونوں خود غرض لڑکیوں کو پہلے ہی آزما لیا تھا' ان سے کوئی بات کرنا بے معنی خیز تھا' چنانچہ میں نے انہیں گھاس نہیں ڈالی' کھانے کے بعد تھوڑی دیر تک سامنے والے کوریڈور میں ٹہلتی رہی۔ یہ خیال بھی تھا کہ کوئی نظر آ جائے' غیری یا احسان' لیکن خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اکتا کر اندر آ گئی' لباس تبدیل کیا اور مسہری پر لیٹ گئی' سوچوں کے بھنور پڑنے لگے۔ امیر مجھ سے بالکل غیر متعلق ہو گیا ہے' اس کے انداز میں وہ کیفیت بھی نہیں تھی' پہلے اس کی نگاہ مجھ پر پڑتی تھی' محبت پاش ہوتی تھی' لیکن آج وہ خود میں کھویا ہوا تھا' اس نے ایک بار بھی غور سے مجھے نہیں دیکھا تھا' اونہہ...... وہ بھاڑ میں لے جائے بس مجھے یہاں سے نکال دے...... خدا کرے وہ ہوش و حواس کی دنیا میں واپس آ جائے' اگر وہ مجھ پر قناعت کرے تو اسی سے عسکری کے بارے میں بات کروں گی۔ اس سے کہوں گی کہ میرا ایک ساتھی بھی ہے' وہ بے چارہ میری تلاش میں گرداں ہے اور حکومت مصر کا مجرم بن گیا ہے' اسے بھی میرے ساتھ یہاں سے نکال دے۔ عسکری سے اب مجھے واقعی ہمدردی تھی۔ یہ تسلیم کر لیا تھا میں نے کہ وہ میرے معاملے میں سچا ہے' باقی معاملات اپنی جگہ وطن پہنچ کر بھی اس سے قطع تعلق نہیں کروں گی بلکہ اس سے کہوں گی کہ میرے لئے ہی سہی وہ مشل سے شادی کر لے' میں کسی کی محبت پر نہیں ڈال سکتی۔ سب کچھ اپنی جگہ لیکن مشل کا اس پر حق ہے۔ بس ایسی ہی باتیں سوچتی رہی۔

پھر آنکھوں میں نیند کی دھندلاہٹیں ابھرنے لگیں۔ تیز روشنی بند کرنے کو جی چاہا' ان دونوں خادماؤں کو آواز دینے کے جائے میں خود اٹھی اور میں نے تیز روشنی گل کر کے مدہم روشنی والا بلب جلا دیا۔ واپس پلٹی تھی کہ فرش پر کوئی چیز چمکتی ہوئی نظر آئی۔ مدہم مدہم رنگین روشنیاں' چونک کر اس چیز کے قریب پہنچ گئی' مدہم بلب کی روشنی میں بھی وہ خنجر نظر آ گیا تھا' جو فرش پر پڑا ہوا تھا۔ میں نے اس چمکدار برہنہ خنجر کو اٹھا لیا اور اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

یہ یہاں کہاں سے آیا' انتہائی قیمتی خنجر تھا' جس کے دستے پر ننھے ننھے ہیرے جڑے ہوئے تھے اور روشنی کی یہ کرنیں انہی ہیروں سے اٹھ رہی تھیں۔ میں حیرانی سے اس خنجر کو دیکھنے لگی' کس کا ہو سکتا ہے' اس سے پہلے تو یہاں موجود نہیں تھا اور پھر اتنا قیمتی اور نفیس خنجر......

اچانک ہی خیال آیا کہ یہ امیر غیری ہی کا ہو سکتا ہے۔ اسی کرسی کے پاس پڑا ہوا تھا جہاں امیر اس وقت آ کر میرے پاس بیٹھا تھا۔ یقینی طور پر اپنے الجھاؤ میں وہ اس کی جانب توجہ نہیں دے سکا' کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی جس پر حیرت ہوتی' میں تھوڑی دیر تک اس کی بناوٹ کا جائزہ لیتی

رہی۔ دستے کو مٹھی میں لے کر بھی دیکھا تھا۔ ''پتہ نہیں یہ خنجر کسی پر استعمال بھی ہوا ہے یا بس یونہی دکھاوے کے طور پر ہے' بہرحال کل دن میں عظیمہ اور لالہ سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گی اور پھر امیر کو واپس کردوں گی۔''

خنجر ایک خوبصورت منقش میز پر رکھ دیا۔ میں بستر پر آ کر لیٹی اور ماضی کی سوچوں کو ذہن میں بسا کر سونے کی کوشش کرنے لگی اور اس کوشش میں' میں جلد ہی کامیاب ہوگئی تھی۔

ذہین خوابوں سے آزاد رہے تو نیند کا لطف آجاتا ہے' لیکن بعض خواب بھی اتنے دلکش ہوتے ہیں کہ انسان ان کی آرزو کرے۔ آسودہ خواہشوں کی تکمیل ان خوابوں سے ہوجاتی ہے' تاہم میرے دل میں کسی خواب کو دیکھنے کی آرزو بھی نہیں تھی...... سوتی رہی اور رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا جب اچانک ایک دہشت ناک چیخ میرے کانوں میں گونجی تو میں چونک پڑی۔

نیم خوابیدہ ذہین کچھ سوچ تو نہ سکا' لیکن اچانک ہی میرے سینے پر ایک زوردار ضرب لگی اور میرے حلق سے بے اختیار آواز نکل گئی۔ ابھی اس ضرب سے نہیں سنبھلی تھی کہ میرے گھٹنوں پر دوسری ضرب لگی اور پھر کسی کا ہاتھ میرے پیٹ پر آپڑا۔ کسی نے زور سے میرے لباس کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ اب میں پوری طرح بیدار ہوگئی تھی۔ کوئی میرے قریب موجود تھا' میری مسہری پر تھا اور مجھ پر حملہ آور تھا' میرے حلق سے دہشت آمیز چیخیں نکلنے لگیں اور میں نے پوری قوت سے خود پر آپڑنے والے بوجھ کو دور دھکیلا اور مسہری سے نیچے چھلانگ لگا دی' میرا حلق چیخنے کی مشین بنا ہوا تھا۔ بے تکے انداز میں مسہری سے نیچے چھلانگ لگائی تھی' اس لئے پاؤں اپنے ہی لباس میں الجھ گئے اور میں دھڑام سے نیچے گر گئی' اگر نہایت موٹا قالین نہ بچھا ہوتا تو خوب زور سے چوٹ لگتی' اٹھنے کی کوشش کی تو پاؤں پھر الجھ گئے' چیخیں مسلسل نکل رہی تھیں' فوراً ہی دروازہ کھلا عظیمہ اور لالہ دھڑدھڑاتی ہوئی اندر داخل ہوگئیں۔ وہ بھی شاید سوتے سے جاگ کر آئی تھیں' اس لئے بدحواس تھیں' مجھ سے آ ٹکرائیں اور پھر خود بھی چیخنے لگیں' حواس کچھ اس بری طرح معطل ہوگئے تھے کہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی گم ہوگئی تھی' پھر انہیں ہی ہوش آیا عظیمہ نے جلدی سے تیز روشنی جلائی اور میں اس وحشت خیز منظر کو دیکھنے لگی' پھر اچانک ہی اس کے حلق سے بھی ایک سماعت شکن دل خراش چیخ بلند ہوئی اور وہ چکرانے لگی' اس کے منہ سے چیخ کے ساتھ الفاظ بھی نکل رہے تھے۔

''ق...... ق ت...... قتل...... خون...... خون امیر غیری کا خون ہوگیا' خون ہوگیا......''

وہ بے تحاشہ سنبھل کر باہر کی جانب بھاگی' دروازے سے دھاڑ سے ٹکرائی اور دروازہ کھل گیا' وہ باہر نکل گئی' ادھر لالہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے میری مسہری کی جانب دیکھ رہی تھی۔ میں نے نہ جانے کس طرح اپنے آپ کو سنبھالا اور پلٹ کر مسہری کی جانب دیکھا اور اس کے بعد میرے بدن پر شدید تھرتھراہٹ پیدا ہوگئی' میں نے اپنی صاف و شفاف مسہری کی چادر کو خون سے رنگین دیکھا اور وہ ہوشربا منظر بھی' جس نے نہ جانے کس طرح میرے حواس قائم رہنے دیئے' ورنہ مجھے پاگل ہوجانا

چاہئے تھا۔

امیر غیری شب خوابی کے لباس میں ملبوس میری مسہری پر مڑا تڑا پڑا ہوا تھا۔ اس کے سینے میں دستے تک پیوست خنجر صاف نظر آرہا تھا۔ اس کے اعضاء اب بھی متحرک تھے' لیکن بس ان میں ہلکی سی پھڑ پھڑاہٹ تھی' جیسے جان نکلتے وقت ہوا کرتی ہے۔ آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں' دونوں ہاتھ مڑ گئے تھے' چہرہ بے حد بھیانک ہوگیا تھا' پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے بدن کی یہ پھڑ پھڑاہٹ بھی ختم ہوگئی' یقینی طور پر صرف چند لمحے قبل یہ خنجر اس کے سینے میں پیوست کیا گیا تھا اور یہ وہی تھا جس نے شدید تکلیف کے عالم میں میرے سینے پر ہاتھ مارا تھا اور اس کے بعد اس کا شدت تکلیف سے تڑپتا ہوا جسم بار بار میرے جسم سے ٹکرایا تھا۔ غالباً اب اس کی مشکل آسان ہوگئی تھی۔ وہ دم توڑ چکا تھا اور ساکت تھا۔ عظیمہ کی چیخیں باہر سنائی دے رہی تھیں اور اس کے ساتھ ہی مختلف آوازیں...... جبکہ لالہ جو خود بھی الجھ کر نیچے گری تھی' اپنی جگہ ساکت سینے پر ہاتھ باندھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے در و دیوار کو دیکھ رہی تھی۔ میں چکراتی ہوئی ایک دیوار سے جا ٹکی عظیمہ کے ساتھ آس پاس موجود چند ملازم دوڑتے ہوئے آئے اور پھر خود بھی امیر کی خون میں ڈوبی ہوئی لاش کو دیکھ کر چیخنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورا محل روشن ہوگیا' چاروں طرف سے آوازیں ابھرنے لگیں اور اس کے بعد لاتعداد افراد میرے کمرے میں گھس آئے' میں پتھرا گئی تھی اور اپنی جگہ دیوار سے لگی ہوئی کھڑی تھی۔ جو کچھ ہو رہا تھا سچی بات یہ ہے کہ پوری طرح سمجھ میں بھی نہیں آرہا تھا۔

کچھ ہی دیر گزری کہ احسان اندر داخل ہوگیا۔ اس نے اندر موجود لوگوں کو دیکھا اور غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''تم سب یہاں کیوں آمرے' باہر نکلو...... میں کہتا ہوں باہر نکلو تم سب......'' بہت سے لوگ کان دبائے دروازے سے باہر نکل گئے تھے۔

احسان نے مسہری کے قریب پہنچ کر امیر غیری کی لاش کو دیکھا' پھر گلوگیر لہجے میں بولا۔

''...... آقا قتل کردیئے گئے...... میرے مالک کو ہلاک کردیا گیا۔ عظیمہ' لالہ کہاں مر گئیں تم......'' دونوں لڑکیاں برے حال اندر آگئیں۔

''نفیون کہاں ہے؟'' احسان پھر دھاڑا۔

''میں باہر موجود ہوں سالار۔'' باہر سے آواز آئی۔

''اندر آؤ......!'' احسان نے کہا اور محل کا ایک اور منتظم اندر آگیا۔

''امیر قتل ہوگئے ہیں' پولیس کمشنر کو فون کر کے خبر دو۔''

''جی سالار۔''

''اور سنو! فوراً ہی خاتون زبونا کو اس سانحہ کی اطلاع کرو۔''

''جی سالار۔''

''کیا جی جی کر رہے ہو' جلدی جاؤ پہلے کمشنر کو فون کر کے خبر دو اور پھر خاتون زبونا کو......''

غیبون باہر نکل گیا۔ اس دوران احسان نے ایک بار بھی مجھ پر نظر نہیں ڈالی تھی' مجھ میں تو نہ ہلنے جلنے کی سکت تھی اور نہ بولنے کی...... یہ سب کچھ مجھے ایک خواب ہی معلوم ہو رہا تھا۔ محل میں کہرام مچا ہوا تھا۔ اچانک ہی وفاداروں کو خیال آیا کہ امیر کی موت پر رونا بھی ضروری ہے' چنانچہ باہر سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور پھر ایسا شور و غوغا مچا کہ الامان الحفیظ۔

میرے پیروں کی جان نکلی جا رہی تھی' پھر جب مجھ سے کھڑا نہیں رہا جا سکا تو میں دیوار ہی کے سہارے اپنی جگہ بیٹھ گئی۔ مراحل طے ہوتے رہے' میری ذہنی قوتیں واپس آتی رہی تھیں اور میں اب اس انتہائی سنگین صورتحال کو سمجھ رہی تھی۔ ایک خاص بات جو میں نے محسوس کی تھی وہ یہ تھی کہ احسان نے ایک بار بھی مجھ سے نظر نہیں ملائی تھی۔ اس کے چہرے پر میرے لئے رحم کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے اور یہ کیفیت اس کی اس گفتگو سے بالکل مختلف تھی جو اس نے مجھ سے کی تھی' کیا ہے یہ سب کچھ نا قابل یقین نہ سمجھ میں آنے والا۔

پھر ایک توانا اور ادھیڑ عمر شخص کمشنر کے لباس میں اندر داخل ہو گیا' اس کے ساتھ دو افراد اور تھے۔ احسان نے اسے دیکھ کر افسردگی سے کہا۔

''اوہ...... امیر غیری قتل کر دیئے گئے۔''

پولیس کمشنر نے ایک نظر کمرے کے ماحول پر ڈالی' مجھے دیکھا' چند لمحات مجھ پر نگاہیں جمائے کھڑا رہا' پھر آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا مسہری کے قریب پہنچ گیا' ہاتھ لگائے بغیر اس نے امیر غیری کو قریب سے دیکھا اور اس کے بعد احسان کی طرف دیکھ کر بولا۔

''لاش اسی عالم میں پائی گئی ہے' کسی نے اس میں کوئی تبدیلی تو نہیں پیدا کی......؟''

''نہیں۔'' احسان نے بھاری آواز میں جواب دیا۔

پولیس کمشنر نے اپنے ساتھ آنے والے دونوں افراد میں سے ایک سے کہا۔

''فوٹو گرافر کو اندر بلا لو۔''

وہ شخص دروازے کی جانب بڑھ گیا اور غالباً فوٹو گرافر کو آواز دینے لگا۔ پولیس کمشنر نے کہا۔

''میں نے تو محل کے چاروں طرف ناکہ بندی کرا دی ہے' فکر نہ کرنا احسان کوئی شخص باہر نکل کر نہیں جا سکے گا۔''

''اوہ...... شاید اس کی ضرورت ہی نہ پیش آئے۔'' احسان نے مدہم لہجے میں کہا۔ پھر پولیس کمشنر میری جانب متوجہ ہو کر بولا۔

''یہ خاتون کون ہیں......؟''

''اس کی تفصیل تمہیں بعد میں بتا دی جائے گی کمشنر۔''

''کیا اسکندریہ میں خاتون زبونا کو اس بارے میں اطلاع دے دی گئی؟''

''ہاں..... انہیں ٹیلیفون کیا گیا ہے' غیبون ابھی آ کر مجھے بتائے گا کہ خاتون زبونا نے اس بارے میں کیا جواب دیا ہے۔''

کچھ دیر کے بعد فوٹوگرافر اندر آ گیا اور اس نے مسہری پر پڑی ہوئی لاش کی مختلف زاویوں سے تصاویر بنانا شروع کر دیں۔ میں اب بھی ایک تماشائی کی مانند ان تمام مناظر کو دیکھ رہی تھی۔ ذہن کے پردوں سے عجیب عجیب خیالات ٹکرا رہے تھے اور یہ احساس پوری طرح ہو چکا تھا کہ میں ایک بار پھر کسی بہت بڑے جال میں گرفتار ہو چکی ہوں اور یہاں اس عمارت میں میرا کوئی بھی ہمدرد نہیں ہے' یقینی طور پر میری زندگی کا ایک اور مشکل دور شروع ہو چکا ہے' دیکھیں اب اس سلسلے میں مزید کیا ہوتا ہے۔

فوٹوگرافر اپنا کام مکمل کر چکا۔ پھر احسان کی آواز ابھری۔

''غیبون' غیبون..... کہاں مر گیا..... غیبون۔'' محل کا منتظم اندر آ گیا۔ احسان بولا۔

''خاتون زبونا کو فون کیا.....؟''

''جی سالار بڑی مشکل سے رابطہ قائم ہوا ہے۔''

''کیا بات ہوئی؟''

''عشان امیری نے کہا ہے کہ وہ قاہرہ آنے کی تیاری کر کے جلد از جلد پہنچ رہے ہیں۔ ان کے آنے سے قبل کوئی عمل نہ کیا جائے۔'' احسان نے پولیس کمشنر کو دیکھا اور بولا۔

''خاتون زبونا کے آنے سے قبل کچھ کرنا مناسب نہ ہوگا۔''

''جیسا پسند کیا جائے' تاہم میری رائے ہے کہ لاش کو سنبھال لیا جائے تاکہ وہ اس کی کیفیت میں اکڑ نہ جائے۔ ہم تصاویر بنا چکے ہیں' آپ امیر کے مردہ جسم کو سنبھال کر سیدھا کر دیں بلکہ اپنی نگرانی میں ایسا کرائے دیتا ہوں۔ اجازت ہو تو اس خنجر کو امیر کے سینے سے نکال لیا جائے۔''

''پولیس بہتر سمجھتی ہے' خنجر کے دستے پر قاتل کی انگلیوں کے نشانات محفوظ رکھے جائیں۔''

''ہاں یقیناً!'' کمشنر نے کہا' پھر دوسری کارروائیاں ہونے لگیں۔ لاش کو سیدھا کر کے لٹا دیا گیا' پولیس کمشنر بولا۔

''میں مزید کچھ لوگوں کو اطلاع کرنا ضروری سمجھتا ہوں' قتل کسی معمولی شخصیت کا نہیں ہے مصر کے بہت بڑے سرمایہ دار کو زندگی سے محروم کر دیا گیا ہے۔''

''آپ جو مناسب سمجھیں کرتے رہیں کمشنر' میں ذہنی طور پر معطل ہوں۔'' احسان نے کہا۔

کمشنر باہر نکل گیا' کچھ دیر کے بعد وہ دوبارہ اندر آ گیا تھا۔

''پولیس کے اعلیٰ افسران پہنچ رہے ہیں آپ براہ کرم ان کیلئے ہدایات جاری کر دیں۔'' ''غیبون جانتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے۔'' احسان نے کہا' پولیس کمشنر نے ایک بار پھر مجھے دیکھا اور احسان سے بولا۔

''یہ خاتون وہاں کیوں بیٹھی ہیں' ان کا تعارف نہیں کرایا آپ نے احسان۔''
''قاتل کو قاتل ہی کہنا مناسب ہے کمشنر اور کیا کہہ کر اس کا تعارف کراؤں۔ یہ میرے مالک کی قاتل ہے۔'' احسان نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔
احسان کے الفاظ ناقابل یقین تھے' سماعت انہیں تسلیم نہیں کر رہی تھی۔ اس نے کچھ اور کہا ہے' ضرور اس نے کچھ اور کہا ہے...... وہ میرے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔ وہ مجھ سے ہمدردی کا اظہار کر چکا ہے' وہ میری مدد کرنا چاہتا ہے...... ایسی بات وہ نہیں کہہ سکتا...... وہ ہمدرد انسان ہے' لیکن اس کی آنکھوں سے جھانکنے والی نفرت ان الفاظ کی تصدیق کر رہی تھی...... میں حیران نگاہوں سے احسان کو دیکھنے لگی۔ شاید کمشنر کو بھی اس کی سماعت نے دھوکہ دیا تھا۔
''کیا کہا آپ نے' مسٹر احسان......؟'' کمشنر بولا۔
''یہ لڑکی میرے مالک کی قاتل ہے کمشنر...... افسوس امیر غیری اپنی نادانی کا شکار ہو گئے۔''
''لیکن......؟'' کمشنر نے کہا۔
''آپ اس کی حالت نوٹ نہیں کر رہے کمشنر' دیکھئے اسے' یہ بدنصیب ہے کہ اسے فرار کا راستہ نہیں مل سکا' امیر کی دلدوز چیخوں نے متعدد محافظوں کو فوراً یہاں پہنچا دیا۔ ورنہ یہ ضرور نکل جاتی۔ اس کے علاوہ میں نے اسے اس کے ساتھیوں کی مدد حاصل نہ ہونے دی۔ اسے یقین ہوگا کہ وہ پائیں باغ میں اس کے منتظر ہوں گے۔ شاید یہ اب بھی انہی کا انتظار کر رہی ہے۔''
''آپ نے مجھے حیران کر دیا ہے مسٹر احسان۔'' کمشنر بولا۔
''کاش اپنے آقا کی موت کا انتقام لینے کا حق مجھے دے دیا جائے' میں نے زندگی میں کسی چڑیا کو بھی نہیں مارا' لیکن کمشنر' میں تین افراد کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ کمشنر مجھے اس کی اجازت دے دیں۔'' احسان کی آواز بھرا گئی' کمشنر نے اس کے شانے پر تھپکی دے کر اسے خود پر قابو پانے کی تلقین کی۔
میرے دل کی دھڑکنیں بے قابو ہو رہی تھیں' سر اس بری طرح چکرا رہا تھا کہ میں بیٹھے بیٹھے جھومنے لگی تھی۔ کمشنر نے اپنے ایک ساتھی سے موبائل طلب کیا اور مدھم لہجے میں کسی سے باتیں کرنے لگا' پھر فون بند کر کے اس نے احسان سے کہا۔
''میں نے لیڈی پولیس فورس طلب کی ہے' ویسے آپ سے درخواست ہے مسٹر احسان کہ اعلیٰ افسران کے سامنے اس طرح کی کوئی بات نہ کریں۔ کیا خیال ہے اس لڑکی کو کہیں اور منتقل کر دیا جائے۔''
''جیسا آپ مناسب سمجھیں۔''
''ہرگز نہیں...... بکواس کرتے ہو تم۔ میں کہیں نہیں جاؤں گی' بکواس مت کرو تم سب......''
میں نے اٹھنے کی کوشش کی' دیوار کا سہارا لیا' لیکن کمبخت پاؤں بے جان تھے۔ وہ میرے بدن کا

باوجود سنبھالنے سے عاری تھے' میں گر پڑی۔ پولیس کمشنر نے پستول نکال کر مجھ پر تان لیا تھا۔
''خبردار...... ساکت رہو ورنہ......''
اسی وقت غیبون دوڑتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔
''اعلیٰ حکام آ گئے ہیں۔'' کمشنر فوراً مستعد ہو گیا' پھر جلدی سے بولا۔
''اسے سنبھالے رکھو۔ میں ان لوگوں کا استقبال کرتا ہوں۔'' وہ باہر نکل گیا۔
میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں' جو کچھ میں کرنا چاہتی تھی' نہیں کر سکتی تھی' میرے اعصاب بالکل ساتھ چھوڑ گئے تھے' چند افراد اندر داخل ہو گئے' کمشنر نے کافی باتیں باہر ہی کر لی تھیں۔ یہاں داخل ہو کر نوواردوں نے صرف امیر غیری کی لاش دیکھی' اس کے ساتھ تصویریں بنوائیں۔ میری طرف کسی نے توجہ نہیں دی تھی۔ ایک شخص نے کہا۔
''ملک ایک بہت بڑی شخصیت سے محروم ہو گیا۔''
''لاش کب اٹھوائیں گے کمشنر......؟''
''صبح سے پہلے ممکن نہیں ہے سر۔''
''کیوں؟''
''خاتون زبونا کی آمد ضروری ہے۔''
''وہ سردخانے میں اسے دیکھ سکتی ہیں۔''
''انہوں نے درخواست کی ہے۔''
''خیر صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں ہے۔ آپ اپنی تحقیق کی رپورٹ جلد پیش کیجئے۔''
''میں بذات خود اس قتل کی تفتیش کروں گا۔''
''اپنی سابقہ روایات برقرار رکھئے۔''
''پوری کوشش کروں گا جناب۔'' پولیس کمشنر نے نیازمندی سے کہا۔ رسمی باتیں کر کے وہ لوگ چلے گئے' اس کے بعد پولیس کمشنر نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو باہر مستعد رہنے کی ہدایت کر دی تھی' پھر وہ بولا۔
''میں نے اعلیٰ حکام سے اس کیس کی تفتیش خود کرنے کا وعدہ کیا ہے' اب آپ مجھے اس بارے میں مکمل تفصیل بتائیں مسٹر احسان۔''
''کمشنر' بڑے انوکھے انکشافات ہیں' کاش آقا غیری ایک بار سنجیدگی سے میری سن لیتے' میری باتوں کو مان لیتے' لیکن آپ کو شاید ان کے بارے میں علم ہو۔''
''کس بات کا علم......؟'' کمشنر نے پوچھا۔
''امیر غیری ایک عجیب سی ذہنی فتور کا شکار تھے۔ عام حالات میں آپ کو علم ہے کہ وہ اپنا کاروبار نہایت خوش اسلوبی سے سنبھالے ہوئے تھے۔ ان کی دماغی کیفیت نارمل تھی' لیکن وہ خود کو

زمانہ قدیم کا فرعون سمجھتے تھے...... فرعون زمانوختنہ......!''

''اوہ...... ہاں مجھے یاد آیا' کسی نے مجھ سے تذکرہ کیا تھا' ایک بار کسی پارٹی میں ہمیں سکیورٹی کے انتظامات کرنے تھے تو میرے کسی ساتھی نے امیر کے بارے میں ازراہ تمسخر مجھے بتایا تھا کہ دیکھو' وہ زمانہ قدیم کا فرعون ہے اور غالباً یہی نام لیا تھا شاید زمانوختنہ۔''

''جی...... یہ بات امیر کے ذہن میں گھر کر گئی تھی۔''

''یعنی پوری سنجیدگی سے؟''

''بالکل سنجیدگی سے۔ انہوں نے بار بار اخبارات اور رسائل کو انٹرویو بھی دیئے تھے' صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے زرکثیر صرف کر کے ایک زیر زمین معبد تک بنوایا تھا' جہاں انہوں نے قدیم مصر کا ماحول پیدا کیا تھا۔ ہم تو غلام ہیں آقا کی ہدایت تھی کہ معبد کی بات کہیں باہر نہ جائے مگر...... یہ ان کی زندگی کی بات ہے۔ اپنے اس جنون کے ہاتھوں وہ زندگی ہار بیٹھے۔ اب کیا چھپایا جائے۔''

''اوہ مائی گاڈ...... وہ اس قدر سنجیدہ تھے۔''

''اتنے سنجیدہ کہ بالآخر مر گئے۔''

''آپ براہ کرم پوری بات بتایئے۔'' کمشنر نے کہا۔

''میرا دل غم سے پھٹ رہا ہے جناب۔ میں نے تو پوری زندگی ان کے قدموں میں گزاری ہے۔ آقا کی اس دیوانگی سے مجھے ہمیشہ یہی خوف دامن گیر رہتا تھا کہ کہیں کوئی جرائم پیشہ گروہ ان کی طرف متوجہ نہ ہو جائے اور ان کی اس دیوانگی سے فائدہ اٹھا کر انہیں مالی زک نہ پہنچائے۔ بالآخر یہی ہوا' اس لڑکی کا گروہ تین افراد پر مشتمل ہے۔''

''خوب' باقی افراد کہاں ہیں؟''

''اس کے دونوں ساتھی میری قید میں ہیں' لیکن مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ آج کوئی بھیانک ارادہ رکھتی ہے' میں نے تو انہیں بس مشتبہ حالت میں محل کے ایک گوشے سے گرفتار کیا ہے۔ محل کی سکیورٹی کے انتظامات میرے سپرد ہیں' میرا ارادہ تھا کہ صبح کو آقا سے ان کے بارے میں بات کروں گا۔''

''بات میری سمجھ میں نہیں آئی؟'' کمشنر نے کہا۔

''دو معمر افراد...... جن میں سے ایک لنگڑا ہے' عجیب سا حلیہ بنا کر محل میں داخل ہوئے اور میرے آقا سے ملے۔ انہوں نے خود کو فرشتوں کے نام سے روشناس کرایا اور مصر قدیم کے بارے میں ایسی شاندار معلومات کا مظاہرہ کیا کہ امیر غیری ششدر رہ گئے۔ انہوں نے امیر غیری کو زمانوختنہ تسلیم کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ ظہورہ قاہرہ میں آ چکی ہے' امیر کو فوراً اسے حاصل کر لینا چاہئے اور بھی بہت سی باتیں انہوں نے امیر سے کہیں اور وہ پوری طرح ان کی گرفت میں آ گئے۔ پھر یہ لڑکی یہاں پہنچ گئی اور اس نے بقیہ کسر پوری کر دی' لیکن مجھے ان تینوں پر شبہ تھا۔ اس کے دو ساتھی یہاں آتے

رہتے تھے اور امیر غیری سے عجیب عجیب باتیں کرتے رہتے تھے۔
رات کو وہ مشتبہ انداز میں محل میں داخل ہوئے' محافظوں نے انہیں دیکھ لیا' اتنی رات گئے وہ اس سے قبل کبھی نہیں آئے تھے اور پھر وہ بھی چوروں کی طرح۔ چنانچہ محافظوں نے انہیں پکڑ لیا اور مجھے اطلاع دی۔ میں نے ان سے ان کی اس وقت آمد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ امیر سے ملاقات کرنے آئے ہیں۔
امیر اس وقت گہری نیند سو رہے تھے' میں نے ان سے کہا کہ صبح کو امیر ہی ان کے بارے میں فیصلہ کریں گے' وہ چوروں کی طرح محل میں داخل ہوئے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی اس طرح آمد کی تفتیش کئے بغیر انہیں نہ جانے دیں۔ انہوں نے خوب واویلا کیا' اسی وقت امیر سے ملاقات پر زور دیا' لیکن میں نے انہیں قید خانے میں پہنچا دیا۔ آہ مجھے کیا معلوم تھا کہ امیر کی زندگی خطرے میں ہے۔''
''کیا وہ لوگ تمہاری تحویل میں ہیں؟''
''ہمارا قید خانہ بہت مضبوط ہے۔'' احسان نے کہا' میرا حلق خشک ہو رہا تھا' کوشش کے باوجود منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ احسان نے جس ذہانت سے یہ کہانی گھڑی تھی' اس پر میں عش عش کر رہی تھی' ایسا خوبصورت جال پھینکا تھا اس نے کہ نکلنا ممکن نہیں تھا' گویا اس نے پہلے مجھ سے جو چکنی چپڑی باتیں کی تھیں وہ فریب پر مبنی تھی اور اس کے بعد...... مگر پھر یہ قتل' امیر غیری کو کس نے قتل کیا ہے' کیا احسان نے......؟ اور اب...... اب کمشنر کو معلوم ہوگا کہ میں ایک مفرور ہوں' جس کی تلاش کیلئے پولیس سرگرداں ہے تو یہ کیس مکمل ہو جائے گا' جہنم میں جائے جو ہوتا ہے ہو جائے گا' میرے کچھ کہنے سے کیا ہوگا' احسان بالکل محفوظ ہے کمشنر اس کے سامنے بھلا میری کیا مانے گا۔
''یہ خنجر اس لڑکی کا ہے؟'' کمشنر نے پوچھا۔
''نہیں...... امیر کا ہے' انہی کی خنجر سے انہیں ہلاک کیا گیا۔ اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔''
''ہوں...... کمشنر نے گہری سانس لے کر مجھے دیکھا' پھر احسان سے بولا۔
''آج رات یہ فرار ہو رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ اس نے اپنا ٹارگٹ حاصل کر لیا ہے۔''
''ہاں یقیناً۔'' وہ متجسس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر کرسی اور مسہری کا جائزہ لینے لگا۔ اچانک وہ مسہری کے پیچھے پہنچا اور اس نے عقب میں ہاتھ ڈال کر کچھ باہر کھینچ لیا۔ سرخ کپڑے کی ایک پوٹلی تھی' اس نے اسے کھول اور اس میں سے کرنیں پھوٹ پڑیں۔ پھر وہ کمشنر کی طرف دوڑا تھا۔
''یہ کیا ہے؟''
''ہیرے' زیورات' لاکھوں پونڈ کی مالیت کے زیورات۔'' احسان نے سنگین لہجے میں کہا۔

''یہ وہ قیمتی نوادرات ہیں جو امیر انتہائی خفیہ رکھتے تھے۔ خصوصاً یہ ہیرے۔''

''گویا ہمارا اندازہ بالکل درست تھا۔'' کمشنر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

میں بھی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی' اب سب کچھ سمجھ میں آ گیا تھا۔

مجھے احسان جیسے چالاک آدمی نے پھنسایا ہے' خنجر کا اس طرح پڑے ملنا اور پھر اس خنجر سے قتل...... اف...... اس نے خاص طور سے ہدایت کی تھی کہ لاش کے سینے سے خنجر اس طرح کھینچا جائے کہ اس سے انگلیوں کے نشانات ضائع نہ ہوں اور یہ نشانات میری انگلیوں کے ہوں گے' کیونکہ خنجر میں نے اٹھا رکھا تھا...... جواہرات کی یہ پوٹلی بھی میرا جرم مکمل کرنے کیلئے رکھی گئی تھی' یہ گہری سازش معلوم ہوتی تھی' بہت بڑی سازش امیر کا میرے بستر پر پائے جانا جبکہ میں نے کبھی ایسی کوئی برائی نہیں کی تھی' اسے میرے بستر پر ہی قتل کیا گیا تھا' میں نے اس کی لاش تڑپتے دیکھی تھی' سارا عمل مکمل تھا احسان امینی نے کوئی پہلو کمزور نہیں چھوڑا تھا۔ سوال یہ تھا کہ اب کیا کروں۔ ابھی تو کمشنر کو یہ بھی نہیں معلوم کہ میں ایک مفرور لڑکی ہوں' بیکار ہے کچھ کہنا بیکار ہے۔ سوائے اس کے کہ وقت کا انتظار کروں۔

کمشنر نے چونکہ اس بڑے آدمی کے کیس کی تفتیش اپنے ذمہ لی تھی' اس لئے اس نے باقی رات وہیں گزاری' اسے خاتون زبونا کا انتظار تھا' کوئی سوا سات بجے صبح خاتون زبونا اسکندریہ سے قاہرہ پہنچیں' عمر رسیدہ لیکن نہایت حسین نقوش کی مالک تھیں' اگر ان کا ماضی موجودہ شکل میں تصور کیا جاتا تو ان میں مصر کی اسحرہ قلوپطرہ کے نقوش پائے جاتے تھے' دو تقریباً ہم مشکل نوجوان ان کے ساتھ تھے۔ یقیناً یہ عشان اور فیصل امیری تھے۔ سب کے چہرے غم و اندوہ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ خاتون زبونا نے امیر غیری کی لاش دیکھی اور بری طرح سسک پڑی۔ عنان اور فیصل کے سر بھی جھکے ہوئے تھے۔ ایک لمحے کیلئے دل میں جوار بھاٹا سا اٹھا۔ جی چاہا کہ خاتون زبونا کو بتا دوں کہ قاتل کون ہے' لیکن ہمت نہ ہو سکی۔ کمشنر نے اظہار ہمدردی کیا اور لاش اٹھانے کی اجازت طلب کی۔

''ہمیں اب اس بے جان وجود کا کیا کرنا ہے کمشنر' لیکن میں اس کے قاتل چاہتی ہوں۔ میری آرزو ہے کہ ان قاتلوں کو میرے حوالے کر دیا جائے' پولیس انہیں بھول جائے۔''

نہ جانے کہاں سے میرے اندر جرأت ابھر آئی۔ میں سنبھل کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''ان تمام لوگوں نے مجھے امیر غیری کی قاتل قرار دیا ہے خاتون زبونا۔ میں آپ کے سامنے موجود ہوں۔ مجھے اپنی تحویل میں لے لیں اور اپنی وہ آرزو پوری کر لیں جو آپ کے دل میں ہے' آپ اپنی اس خواہش سے کیوں محروم ہیں۔''

سب نے چونک کر مجھے دیکھا۔ دونوں نوجوانوں میں سے ایک نے کہا۔

''یہ کون ہے کمشنر؟''

''یہ سچ ہے مسٹر فیصل' یہی لڑکی امیر کی قاتل ہے' لیکن ابھی ہمیں اس کے بارے میں تفتیش کرنی ہے۔''

''مگر یہ کون ہے؟'' خاتون زیونا نے پوچھا۔

''یہ اس سے پوچھنا ہے ہمیں۔''

''کیا یہ سچ ہے کہ اسی نے میرے بھتیجے کو قتل کیا ہے؟'' خاتون زیونا نے جذباتی لہجے میں پوچھا۔

''یہ سچ نہیں ہے' یہ بالکل جھوٹ ہے' لیکن یہ لوگ اسے سچ ثابت کردیں گے' اصل قاتل کو میں جانتی ہوں۔ آپ یقین کریں صرف میں آپ کو اصل قاتل کا چہرہ دکھا سکتی ہوں۔ بشرطیکہ آپ اس کا چہرہ دیکھنا چاہیں' دوسری صورت میں آپ بھی ان کی باتوں پر یقین کرلیں۔ انہوں نے مجھے بہت مضبوط جال میں پھانسا ہے۔''

''ہر مجرم خود کو بے گناہ کہتا ہے' یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ ہے۔ مسٹر احسان اب مجھے اجازت دیں۔ میں اس سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔'' کمشنر نے کہا۔

''او کے کمشنر۔ اس تعاون کا شکریہ!''

زنانہ پولیس آچکی تھی' مجھے اس کی تحویل میں دے دیا گیا اور وہ مجھے ایک بند گاڑی میں لے کر چل پڑی۔ میں نے اب اپنے ذہن کو فکر سے آزاد کرلیا تھا۔ فکر کرنے سے ہوگا بھی کیا۔ میرے بس میں کچھ ہوتا تو کرتی' غالباً وہ پولیس ہیڈکوارٹر کی عمارت تھی۔ مختلف راستوں سے گزار کر مجھے ایک لاک اپ نما کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ بڑے سے کمرے کے آدھے حصے میں کٹہرا بنا ہوا تھا۔ سامنے کے حصے میں چند میزیں لگی ہوئی تھیں' جن پر چند عورتیں اور مرد بیٹھے ہوئے کام کر رہے تھے' لاک اپ میں ایک سنگل بستر اور دو کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ میں بستر پر جا بیٹھی۔ سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ آنکھوں میں نیند بھری ہوئی تھی' دونوں ہاتھوں پر چہرہ رکھ کر آنکھیں بند کرلیں اور اونگھنے لگی' نہ جانے اس طرح کتنی دیر گزر گئی' پھر لاک اپ کا دروازہ کھول کر ایک لیڈی کانسٹیبل اندر داخل ہوگئی' ناشتہ لائی تھی' اس نے ناشتہ میرے سامنے رکھ دیا' میں نے چائے کی طلب محسوس کی اور ایک پیالی چائے اپنے لئے تیار کرلی' پھر کوئی ایک گھنٹے کے بعد چند لوگ اندر آئے' کچھ فوٹو تھے کچھ اور ٹیکنیشن تھے' میرے کئی پوز بنائے گئے اس کے بعد فنگر پرنٹس لئے گئے اور وہ لوگ خاموشی سے اپنا کام کرکے چلے گئے۔

کوئی تین بجے کمرہ خالی ہوگیا اور میں بستر پر دراز ہوگئی' سارا بدن پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ رات بھر کی جاگی ہوئی تھی' گہری نیند سوگئی' پھر کسی نے جھنجھوڑ کر اٹھایا' رات ہوچکی تھی' کمرے میں بلب جل رہا تھا۔ مجھے جگانے والی ایک لیڈی کانسٹیبل ہی تھی۔

''ساڑھے نو بجے ہیں' اب جاگ جاؤ'' اس نے کہا اور میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔
''میرے ساتھ آؤ۔ تمہیں یقیناً بھوک لگی ہوگی۔''
''نہیں میں ٹھیک ہوں۔''
''آؤ پلیز۔ مجھے میری ڈیوٹی سرانجام دینے دو......!'' لیڈی کانسٹیبل نے نرم لہجے میں کہا' میں اٹھ کھڑی ہوئی' وہ مجھے اس کمرے سے نکال کر ایک راہداری میں لائی' پھر واش روم لے گئی' وہاں سے مجھے ایک اور کمرے میں لے جایا گیا جہاں چھوٹی سی میز پر کھانا لگا ہوا تھا۔
''مجھے واقعی بھوک نہیں لگی۔''
''تمہارا کچھ نہ کھانا کوئی مدافعتی عمل نہ ہوگا' آئندہ جو کچھ بھی ہوگا تمہیں اس کیلئے تیار رہنا چاہئے' اپنے آپ کو پرسکون رکھنے کیلئے زندگی کی ضرورتوں کو پوری کرنا ضروری ہیں۔ کھانا کھالو۔''
''کھانے کیلئے مجبور کیا جائے گا؟''
''دیکھو ضد نہ کرو' میری بات مان لو۔'' لیڈی کانسٹیبل نے کسی قدر پریشانی سے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی' چند لقمے زہر مار کئے اور اسے مطمئن کر دیا' ہاں کھانے کے بعد جو کافی ملی وہ زیادہ قابل توجہ تھی' لیکن ابھی میں کافی ختم بھی نہیں کر پائی تھی کہ چند افراد کمرے میں داخل ہو گئے۔
''کیا آپ فارغ ہو چکی ہیں میڈم......؟''
''جی فرمایئے......'' میں نے کہا۔
''آیئے ہمارے ساتھ......!''
میں بقیہ کافی چھوڑ کر اٹھ گئی اور ان کے ساتھ چل پڑی۔ اس وقت بھی میں پرسکون تھی۔ اس بار مجھے کافی بڑے کمرے میں لایا گیا تھا۔ یہاں بہت سے افراد مختلف میزوں پر کام کر رہے تھے' ایک گوشے میں نیم دائرے کی میز لگی ہوئی تھی' اس کے سامنے صرف ایک کرسی رکھی تھی' میز کے پیچھے تین کرسیاں تھیں' جن میں سے ایک پر پولیس کمشنر بیٹھا ہوا تھا' باقی دونوں کرسیوں پر بھی دو افراد بیٹھے ہوئے تھے' لیکن ان کے چہرے میرے لئے اجنبی تھے۔ سامنے کی کرسی میرے لئے تھی' میں بیٹھ گئی' تینوں میرا جائزہ لے رہے تھے۔

✢✢✢

ان میں سے ایک نے کہا۔

''آپ کا نام......؟''

''نشادانش !......''

''تعلق کہاں سے ہے؟'' میں نے اپنے ملک کا نام بتایا۔

''مصر میں کب داخل ہوئیں؟''

''تاریخ یاد نہیں۔ مارشل نامی جہاز پر سفر کر رہی تھی' جو سمندری طوفان کا شکار ہونے کے بعد یہاں پہنچا تھا۔''

''آپ کو واپس اپنے وطن جانا تھا' لیکن آپ ہوٹل سے فرار ہو گئیں۔''

''مجھے ہوٹل سے اغوا کیا گیا تھا۔''

''کس نے اغوا کیا تھا؟''

''وہ جو مجھے امیر غیری کے قتل میں ملوث کرنا چاہتے تھے۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہیں میرا ساتھی قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ بھی میرے دشمن ہیں۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ کوئی گہری سازش ہے جس میں ایک مہرے کی حیثیت سے مجھے استعمال کیا گیا ہے۔''

''اس سازش کی تفصیل بتایئے۔''

''بہتر ہے۔'' میں نے کہا۔ پھر میں نے تھوڑی سی ردوبدل کے ساتھ جس میں صرف وہ احمقانہ کہانی چھپائی گئی تھی جو میری ذات سے منسوب تھی۔ انہیں سب کچھ بتا دیا۔ آخر میں احسان کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے میں نے کہا۔

''یہ شخص براہ راست امیر غیری کے قتل میں ملوث ہے' بلکہ ممکن ہے اس نے انہیں اپنے ہاتھوں سے قتل کیا ہو۔''

''اور آپ بے قصور ہیں۔'' کمشنر نے کہا اور ہنس پڑا۔ دوسرے آدمی نے کہا۔

''یہ معمولی لڑکی نہیں ہو سکتی۔ اس نے بے شک ایک کمزور کہانی سنائی ہے۔ جس میں جگہ جگہ سقم ہیں۔ اس کے باوجود اس نے بڑی احتیاط سے اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دینے کی کوشش کی

ہے۔ لڑکی آخری سوال کا جواب دو۔ ایک اور شخص تمہارے ساتھ فرار ہوا ہے۔ وہ تمہارا ہم وطن ہے اور اس کا نام عسکری ہے۔ وہ کہاں ہے؟''

''ایسی کوئی بات مجھے نہیں معلوم؟''

''وہ تمہارا ساتھی نہیں ہے؟''

''میں نے کہا نا ایسے کسی شخص کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔ ویسے کیا آپ بین الاقوامی اصول کے مطابق مجھے میرے ملک کے سفارت خانے سے رابطے کی اجازت نہیں دیں گے۔''

''سوری ابھی نہیں۔ ہمارے ملک کی ایک اہم شخصیت کے قتل کی مجرم قرار پائی گئی ہو تم۔ ہم ابھی اپنی تفتیش میں کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔ یہ تفتیش مکمل ہونے کے بعد ہی تمہاری اس خواہش کا جائزہ لیا جائے گا......''

''ٹھیک ہے۔ جیسا کہ آپ لوگ پسند کریں......!''

مجھے قاہرہ جیل بھجوا دیا گیا۔ شاید یہ خصوصی جیل تھی کیونکہ بہت بہتر تھی۔ ورنہ اپنے وطن میں جیلوں کی کہانیاں سنی تھیں میں نے، بڑا سا ایک کمرہ تھا جس میں تین مسہریاں لگی ہوئی تھیں ایک میز اور کرسیاں بھی تھیں۔ ملحق باتھ بھی تھا جو صاف ستھرا تھا۔ تین مسہریوں کا مقصد اس وقت سمجھ میں آیا جب عدنان ثنائی اور وسکن ڈیزل بھی وہیں پہنچا دیئے گئے۔ میں نے سخت احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

''یہ ناجائز ہے۔ میں ان دو ذلیل انسانوں کے ساتھ اس کمرے میں نہیں رہ سکتی۔'' لیکن میرا احتجاج مسترد کر دیا گیا اور انہیں یہاں لانے والے انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ دونوں کی حالت کافی خراب نظر آ رہی تھی۔ میں انہیں دیکھ کر ہنس پڑی۔ مگر انہیں بے غیرتی سے مسکراتے دیکھ کر میرا پارہ چڑھ گیا میں نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''عدنان ثنائی اور احمر جنیدی تو کبھی میرے لیے محترم نہیں رہے وسکن ڈیزل، افسوس اس بات کا ہے کہ کچھ عرصہ میں نے تمہارا احترام کیا ہے، تمہیں کچھ کہتے ہوئے مجھے اب بھی افسوس ہوتا ہے۔''

''تم نے میرا احترام کیوں ترک کر دیا؟'' وسکن ڈیزل نے پوچھا۔

''تمہارا خودغرض چہرہ مجھے جزیرے پر نظر آ گیا تھا۔ تم کسی بھی طرح دوسروں سے مختلف نہ ثابت ہوئے۔''

''وہاں اس جزیرے پر کوئی کسی کے لیے کیا کر سکتا تھا۔''

''جسے کچھ کرنا تھا اس نے کیا وسکن اس بات کو جانے دو۔ تم ان جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جو ابتداء سے مجھے نقصان پہنچاتے رہے ہیں۔''

''یہ بھی تمہاری ناسمجھی ہے بے بی اور ابھی تمہیں کوئی سمجھا نہیں سکتا۔ اس میں تمہارا قصور نہیں

ہے، رہی اس کی بات جس نے تمہارے لیے کچھ کیا تو وہ احمق ان گہرائیوں کو کیا جانے ہمارے لیے تم نے جو کچھ کیا ہے اور جواب ہمارے ساتھ ہو رہا ہے تمہیں شاید سن کر خوشی ہو گی کہ یہی ہمارے لیے بہتر ہے۔''

''یہ سب کچھ تمہارے لیے بہتر ہے؟''

''ہاں بے بی۔ اس طرح تمہاری قربت ہمیں حاصل ہے۔''

''تب میں کوشش کروں گی کہ میرے ساتھ تمہیں بھی سزائے موت ہو، یقین کرو وسکن تمہاری اس بات نے مجھے ایک راستہ دکھایا ہے؟'' میں نے دانت پیس کر کہا۔

''کیا راستہ؟''

''میں تو زندگی سے بیزار ہوں، کوئی دلچسپی نہیں ہے مجھے اس زندگی سے، میں بخوشی موت اپنا لوں گی تاکہ تمہیں بھی میرے ساتھ موت ملے۔ مزا چکھو تم اپنی ان سازشوں کا میں امیر غیری کے قتل کا اعتراف کر لوں گی اور یہی کہوں گی کہ یہ سازش تم دونوں نے مل کر کی تھی، اور مجھے اپنا آلۂ کار بنایا تھا میں نے یہ سب تمہارے ایما پر کیا تھا۔ کیا سمجھے وسکن ڈیزل۔''

''ہاں اس طرح تم بے شک ہمیں نقصان پہنچا سکتی ہو۔ لیکن ابھی بے بی تم نو عمر ہو، شوق کے نشے کو نہیں سمجھتیں۔ تاریخ مصر ہماری زندگی ہے۔ یہ شوق ہے ہمارا، اسے جاننے کی کاوشیں اگر موت سے ہمکنار کر دیں تب بھی کیا حرج ہے لیکن یہ خوشخبری سن لو کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا ان میں سے کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ تم تاریخ کی امانت ہو اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو مسخ ہو جائے گی۔ ایسا کبھی ہوا ہے نہ ہو گا۔ نادیدہ ہوائیں تمہاری نگراں اور محافظ ہیں۔ تمہاری زندگی تمہاری آبرو اس وقت تک محفوظ ہے جب تک تاریخ اپنا فیصلہ نہ سنا دے۔ ہمارے بارے میں جو دل چاہے کرو تمہاری مرضی ہے تمہیں بتا دیا تھا ہم نے کہ صرف تمہیں محفوظ رکھنے کے لیے ہم نے تمہیں ایک مضبوط شخص تک پہنچایا تھا۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ اپنے ضبط کا شکار ہو کر تمہیں ہر طرح تحفظ دے گا یہ نہیں معلوم تھا کہ خود اس کے خلاف کوئی سازش ہو گی اور وہ موت سے ہمکنار ہو جائے گا۔ بات بے شک اس وقت الجھ گئی ہے۔ لیکن سلجھ جائے گی۔ یہ تمہارا معاملہ ہی نہیں ہے تم تو صرف لمحات کا سفر کر رہی ہو، وہ وقت پورا کر رہی ہو جو تمہیں تاریخ کی عدالت تک لے جائے گا یہ بھی بتا چکا ہوں تمہیں کہ اگر تم اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرتیں اپنے شہر میں اپنی پسند کے مطابق رہتیں تب بھی وقت پورا ہونے پر تمہیں طلب کر لیا جاتا۔ نہ جانے اس وقت راستے کون سے ہوتے۔''

''بند کرو اپنی بکواس۔ تم نے میرا دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے۔ تم سب پاگل ہو، دیوانے ہو۔''

''نہیں بے بی ہم دیوانے ہیں ہارون دانش تو دیوانہ نہیں تھا۔''

''مت لو میرے سامنے یہ نام نفرت ہے مجھے اس نام سے۔''

''تم ذہنی بحران کا شکار ہو، اپنی مسہری پر آرام کرو۔ ہم تمہیں بالکل پریشان نہیں کریں گے اور سنو جو دل چاہے کرنا ہمیں اعتراض نہ ہوگا۔ ہم تمہاری جیسی تقدیر نہیں رکھتے پھر بھی بہت کچھ حاصل ہوا ہے۔ بہت سے نئے باب کھلے ہیں یہاں آ کر، ہماری کاوشوں کا صلہ مل چکا ہے ہمیں۔ زندگی کہیں نہ کہیں تو ختم ہونی ہی ہے ہم تشنہ نہیں ہیں۔''

میں خاموش ہو کر انہیں دیکھتی رہی۔ شوق واقعی آدمی کو دیوانہ کر دیتا ہے۔ ان لوگوں کا اور کوئی مقصد نہیں تھا اس کے سوا کہ وہ مصر کی قدیم تاریخ کے بارے میں مزید معلومات حاصل کریں۔ اس کے لیے زندگی وقف کر دی تھی۔ انہوں نے......

دونوں بوڑھے واقعی میرے لیے باعث تکلیف نہ ثابت ہوئے، بلکہ ان کی موجودگی سے ذہن بٹ گیا تھا۔ ان سے بات چیت گو کر سکتی تھی۔ تقریباً چھتیس گھنٹے گزر چکے تھے اور کسی نے ہم لوگوں سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ وسکن ڈیزل نے کئی بار مجھ سے بات کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن میں نے ہاں ہوں کر کے ٹال دیا تھا۔ س وقت سخت بیزاری طاری تھی اور میں مسہری پر پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی۔

''چہل قدمی کرنے نکل جاؤ نشاء ورنہ بیمار پڑ جاؤ گی۔'' عدنان ثنائی نے کہا۔

''نہیں میرا دل نہیں چاہتا۔'' میں نے جواب دیا۔ جیل میں شام کو پانچ بجے سے چھ بجے تک زیر تفتیش ملزموں کو یہ رعایت دی جاتی تھی۔ مجھ سے بھی کہا گیا تھا پچھلے دن، لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔

''تم نے بلاوجہ اپنی زبان بند رکھی ہے۔ باتیں کرو دل بہلتا ہے۔'' وسکن ڈیزل نے کہا۔

''آپ لوگ بے حد خودغرض ہیں کیا باتیں کروں آپ سے؟''

''صرف ان لمحات کو لے کر بیٹھ گئی ہو تم جو جزیرے پر گزرے تھے۔ اگر ٹھنڈے دل سے غور کرو تو کسی کا قصور نہیں تھا اس لڑکی کو لے لو جو تمہارے ساتھ آئی تھی وہ بھی تم سے دور ہو گئی تھی۔''

''اس سے زیادہ مجھے آپ سے شکوہ ہے انکل ڈیزل، میں طویل فاصلہ طے کر کے آپ کے پاس آئی تھی۔''

''مجھے اعتراف ہے، لیکن جزیرے پر سب ایک دوسرے سے بددل ہو گئے تھے۔ وہ وقت گزر گیا؟''

''ہارون دانش نے آپ سے کیا کیا چاہا تھا آپ اب بھی مجھے نہیں بتائیں گے۔''

''اگر تمہارے باپ کے بارے میں کوئی سخت جملہ استعمال کر جاؤں تو برا تو نہیں مانو گی؟''

''بالکل نہیں مجھے ان سے کیا ملا ہے؟''

''تو پھر سنو! اس میں کوئی شک نہیں کہ تاریخ مصر پر ریسرچ کرنے والوں میں وہ سرفہرست ہے۔ روئے زمین پر اس سے اعلیٰ محقق کوئی نہیں ہے۔ اسے نہ صرف اس تحقیق پر عبور حاصل تھا بلکہ

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسے دور فراعنہ کے کچھ پراسرار کرداروں کی ہم نشینی بھی حاصل ہو گئی تھی اور اس کا ان سے رابطہ تھا۔ اس کی لکھی ہوئی کتابوں میں ایسے اشارے ملتے ہیں' لیکن وہ صحیح معنوں میں خودغرض ہے۔ اس نے اپنی قیمتی معلومات عام نہیں کیں اور انہیں اپنے پاس محفوظ رکھا' حالانکہ چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ اگر ماہر فنون اپنا علم منتقل نہ کرتے تو اب تک سارے علوم فنا ہو چکے ہوتے۔ ہارون دانش نے انتہائی قیمتی معلومات پوشیدہ رکھیں۔ پھر شاید اپنے علم کے سہارے وہ دور قدیم میں پہنچ گیا وہاں وہ کسی مشکل کا شکار ہو گیا۔ اس کے بعد کی کہانی نہیں ملتی۔"

"پھر کیا ہوا انکل؟"

"وہ روپوش ہو گیا' لیکن اس کے باوجود اس کی کچھ کتابیں شائع ہوئیں تازہ ترین تحقیق کے ساتھ کوئی اسے نہ پا سکا۔ لیکن کچھ نے کہا کہ وہ نادیدہ شکل میں ہے بہت لوگوں نے اسے تلاش کیا' مگر نہ پا سکے۔"

"آپ کو انہوں نے کیا لکھا تھا؟"

"نہ صرف لکھا تھا بے بی بلکہ الجزائر میں اس نے مجھ سے ملاقات بھی کی تھی اور میرا دعویٰ ہے کہ مارشل پر بھی وہ ہمارے ساتھ تھا اور جزیرے پر بھی اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہاں مصر میں بھی وہ موجود ہے بلکہ اس کی نگراں سلانوبیہ بھی۔"

مجھے جزیرے کے وہ لمحات یاد آ گئے جب میں نے سلانوبیہ کو دیکھا تھا اور روشاق وہاں پہنچ گیا۔ میں نے ان دونوں کو وہ سب کچھ بتایا اور وہ سخت ہیجان کا شکار ہو گئے۔

"آہ یہ تصدیق ہے عدنان شائی تم سن رہے ہو نا گویا ہمارے راستے مبہم نہیں ہیں۔ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ درست ہیں۔"

"آپ کیا کر رہے ہیں انکل؟"

"احمق نہیں ہیں ہم، ہمارا کام بھی حسب توفیق جاری رہا ہے اور جاری ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ سب کچھ معمول کے مطابق ہو رہا ہے۔ اس کے اشارے سمجھ میں آ رہے ہیں۔ اصل میں اس نے مجھے لکھا تھا کہ وہ ایک تاریخی المیے کا شکار ہو گیا ہے۔ وہ تاریخ کا قیدی بن چکا ہے اور ایک بچی کا بھی، یہ بچی ایک تاریخی تنازع کی حیثیت رکھتی ہے اور سورج کے حساب سے جب وہ ایک مخصوص عمر پائے گی' تب ہی اس مشکل کا تصفیہ ہو سکے گا۔ اس نے لکھا تھا کہ وہ وقت قریب ہے کہ اگر ہم اس کے ساتھ ہوئے تو ہمیں بھی زمانہ قدیم کی ایک جھلک دیکھنے کو مل جائے گی۔ اس نے لکھا تھا کہ وہ اپنے نادیدہ بدن کو بھی روپوش رکھنا چاہتا ہے کہ اس کا ایک خاص دشمن اسے نہ پا سکے۔ وہ اسے اس عالم میں بھی حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی تاریخ کا ایک پراسرار راز ہے۔ اس نے لکھا تھا کہ سلانوبیہ اس کی نگرانی کر رہی ہے اور اگر میں اس کے لیے کچھ کرنا چاہتا ہوں تو اس کا بہتر صلہ پاؤں گا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان کی ممیاں اناطور کے پاس پہنچا دی جائیں' کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آگے کیا کیا جا

سکتا ہے۔ میں نے سب کچھ اس کی ہدایت کے مطابق ہی کیا تھا کاش وہ تھوڑی سی وضاحت اور کر دیتا۔ آہ کاش۔ کاش۔''

''مگر وہ ممیاں تو صرف کپڑے کا ڈھیر تھیں انکل۔''

''وہی ان کے نادیدہ اجسام کا گھر تھیں۔''

''وہ مارشل سے غائب ہو گئیں۔''

''بدبخت روشاق کی وجہ سے روشاق نے انہیں تلاش کر لیا تھا۔''

روشاق کا نام سن کر مجھے روشاق کی کہانی یاد آ گئی۔ لیکن اسی وقت یوں محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ کر مجھے خاموش کر دیا ہے۔

''چالیس سال قبل کی ایک کتاب میں ایک وادی کا تذکرہ ملا ہے ہمیں۔ یہ کتاب یمن کی ایک عظیم محققہ سیرا یمنی کی کتاب ہے۔ سیرا یمنی بھی پراسرار طور پر اسی طرح روپوش ہو گئی تھی۔ پھر اس کا نشان نہیں ملا۔ لیکن اس کی تحقیق میں ایک ایسی وادی کا تذکرہ تھا جس میں اڑنے والے ریت کے بگولوں میں ماضی کے دروازے کھلتے ہیں کوئی ان دروازوں کو پالے تو ماضی میں جا سکتا ہے۔''

''کیا؟'' میں اچھل پڑی اور وہ دونوں چونکنے ہو کر مجھے دیکھنے لگے۔ مجھے امیر غیری کی سنائی ہوئی کہانی یاد آئی تھی۔

''کیوں بے بی تم اس بات پر کیوں چونک پڑیں؟''

''اس وادی کا کیا نام ہے؟''

''نہیں معلوم بے بی۔''

''انکل کیا واقعی یہ روایت درست ہے کہ وادی ارمناس کے بگولوں میں ماضی کے دروازے کھلتے ہیں۔''

''وادی ارمناس؟'' دونوں کے منہ سے بیک وقت سرسراتی آوازیں نکلیں۔

''ہاں اس کے بارے میں امیر غیری نے مجھے بتایا تھا ایسے ہی ایک دروازے سے اندر داخل ہو کر اسے اپنے زمانوختہ ہونے کا پتہ چلا تھا۔ میں نے غیری کی داستان انہیں سنائی۔''

''وادی ارمناس...... ارے یہ وادی تو مصر میں موجود ہے۔''

''یہ روایت مصر میں تسلیم کی جاتی ہے۔''

''ہو سکتا ہے کہ کچھ قدامت پرست بزرگ یہ کہتے ہوں۔ جدید مصر میں اس طرح کا کوئی تذکرہ نہیں۔ مگر امیر غیری وہ تو خبط الحواس تھا۔ جو کچھ وہ کہتا تھا وہ کم از کم درست نہیں تھا۔ قدیم مصری عقائد میں حیات بعد الموت کا تصور ضرور ملتا ہے لیکن یہ ہندو عقیدے آواگون سے بہت مختلف ہے اور پھر اگر یہ سب کچھ حقیقی ہوتا تو پھر اس کی موت کیا معنی رکھتی ہے؟ یہ تو مقدر ہوتا اسے قدیم تاریخ کی صحت کے لیے جینا پڑتا ہے۔ ہم نے آج تک وادی ارمناس کی روایت کے بارے میں نہیں

سنا۔''

''ہوسکتا ہے اس کے قدیم دشمنوں نے اسے دوبارہ جینے دیا ہو۔''

''مگر وہ تمہیں ظہورہ کہتا تھا۔''

''میں اسے بالکل نہیں مانتی' مگر ایک ایسی انوکھی بات ضرور ہوئی جس پر میں آج بھی حیران ہوں۔''

''وہ کیا؟''

''اس نے جبل العمامہ میں ایک مصنوعی معبد بنایا تھا اور میں اس معبد میں جا کر قدیم زبان بولنے اور سمجھنے لگی تھی جبکہ زندگی میں کبھی اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں رہا۔ میرے والد کی خواب گاہ میں بہت سی ایسی کتابیں تھیں جو قدیم مصری زبان کے حوالے سے مزین تھیں۔ لیکن کبھی ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہیں آسکا۔ میں اس معبد میں جا کر اچانک یہ زبان سیکھ گئی یہ کیسے ہوا وسکن ڈیزل؟''

''وہ آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھتے رہے۔ بہت دیر تک خاموش رہے پھر عدنان ثنائی ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''کیا امیر غیری بھی قدیم زبان سمجھتا اور بولتا تھا۔''

''ہاں۔''

''اس نے بتایا کہ یہ قدیم زبان اسے کیسے آئی ؟''

''اس نے باقاعدہ اسے استادوں سے سیکھا تھا۔''

''تمہیں یاد نہیں کہ تم نے کبھی اس کے لیے کوشش کی ہو۔''

''تصور بھی نہیں کیا میں نے۔''

''اوہ کتنے انوکھے انکشاف کیے ہیں تم نے، کیا تم اب بھی وہ زبان بول سکتی ہو؟''

''بخوبی، امیر غیری بے شک خبط الحواس تھا' لیکن اس کی کچھ باتیں بہت پراسرار تھیں اور میں نے اپنے اندر پیدا ہو جانے والی اس صفت پر سب سے زیادہ حیران ہوں۔'' میں نے قدیم مصری زبان میں کہا اور دونوں بوڑھے دیوانے ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد وسکن ڈیزل بولا۔

''آج بھی سرزمین مصر اتنی ہی پراسرار ہے جتنی روز اول تھی، یہاں کیا کیا ہے کون جانے۔''

''نشاء دانش کے سلسلے میں تو بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس کا تعلق بہرحال مصر کی پراسرار تاریخ سے ہے اور اسے مصر قدیم کے ایک مقدے میں پیش ہونا ہے، ممکن ہے یہ پراسرار ہواؤں کی پیش قدمی ہو۔'' عدنان ثنائی نے کہا۔

''ہاں شاید!'' اس کے بعد دونوں بوڑھے اونگھنے لگے۔ میں اپنا دل کچھ ہلکا ہلکا محسوس کر رہی تھی۔ بے شک وہ دونوں اب بھی میرے لیے قابل نفرت تھے۔ میری انتہا پسند فطرت اب کسی طور انہیں مخلصانہ طور پر قبول نہیں کر سکتی تھی۔ حالانکہ اگر فطرت انسان کے مطابق غور کیا جاتا تو وسکن

ڈیزل کا کہنا بہت درست تھا۔ سسٹر صوفیہ نے بھی وہی کیا' جو وسکن ڈیزل نے کیا تھا۔ وہاں آئی لینڈ پر ہر شخص بے بسی کا شکار ہو گیا تھا۔ اس بے بسی نے اسے جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔
کون کس کی خبر گیری کرتا' لیکن یہ تصور کرتے ہوئے ایک بار پھر عسکری کی صورت نگاہوں میں آ گئی۔ وہ تو روز اول سے اس وقت سے جب مارشل پر سفر کا آغاز ہوا تھا۔ میرے لیے ہی مصروف رہا تھا۔ کیا کچھ نہ کیا تھا میں نے اس کے ساتھ، ہر طرح سے توہین کی تھی اس کی اور بعد میں ایک حد تک یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ اب اس کا تعلق براہ راست روشاق سے نہیں رہا۔ لیکن بس یہ میری ضدی فطرت ہی تھی' جس کی بنا پر میں نے اسے آج تک کوئی حیثیت نہیں دی تھی۔ وہاں آئی لینڈ پر بھی اس نے وہ تمام فرائض پورے کیے جو کوئی بے پناہ چاہنے والا کر سکتا ہے۔ بعض اوقات اس کے لیے دل کے گوشے اتنے نرم ہو جاتے تھے کہ مجھے خوف محسوس ہونے لگتا۔ تھا وہ مسلسل میرے لیے سرگرداں تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اپنی فکر میں لچک کھا جاؤں۔ لیکن اس خیال پر خود ہی ہنسی آنے لگتی تھی۔ میری زندگی کی ڈور تو اتنی الجھی ہوئی تھی کہ کوئی اگر اس پر پاؤں بھی رکھتا تو خود الجھ جاتا' جیسے مجھ سے متعلق یہ چند افراد الجھے ہوئے تھے۔
وہ دونوں اونگھتے رہے اور میں بھی ان کے ساتھ اونگھنے لگی۔ لیکن خیالات کا بھنور ذہن میں چل رہا تھا۔ اب بالکل ہی اپنے آپ کو ان معاملات سے بری الذمہ قرار نہیں دے سکتی تھی۔ لاتعداد کہانیاں میرے کانوں تک پہنچی تھیں۔ بلکہ یہ میری کہانیاں تھیں اور میں خود ہی ان سے ناواقف۔ لیکن اب یہ احساس ہو رہا تھا کہ کچھ ہے بے شک کچھ ہے۔
رات ہو گئی اس گفتگو کے بعد وسکن ڈیزل اور عدنان ثنائی نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی' لیکن وہ خود ایک دوسرے کے سر میں سر گھسائے کھسر پھسر کرتے رہے تھے۔ نہ جانے کیا باتیں کر رہے تھے۔ میں نے ان لوگوں میں جو شوق کی دیوانگی پائی تھی۔ اس شعبے میں وہ میرے مشاہدے میں کبھی نہیں آئی تھی۔ ان کی یہ عمریں آرام کرنے کی تھیں۔ پوری زندگی انہوں نے اپنے شوق کو سونپ دی تھیں' لیکن آج بھی ان کا تجسس انہیں دربدر کیے ہوئے تھا۔ نہ جانے یہ کیفیت کن عوامل سے گزر کر پیدا ہو جاتی ہے۔
رات کے کھانے پر وہ پھر میرے پاس آ گئے ہم نے مل کر کھانا کھایا، کھانے کے بعد وسکن ڈیزل نے لجاجت سے کہا۔
''کیا ایک بار پھر تم ہمیں دادی ارمناس کے بارے میں بتانا پسند کرو گی نشاء۔''
''میں اس کے بارے میں کیا بتاؤں؟''
''وہ جو تمہیں غیری نے بتایا تھا۔''
''اس نے کہا تھا کہ وہاں دن بھر سکون ہوتا ہے، رات کو ہوائیں تیز ہو جاتی ہیں۔ ریت کے بگولے پوری وادی میں سفر کرتے ہیں، انہیں بگولوں میں روشن بگولے ہوتے ہیں جن میں اچانک

دروازے نمودار ہو جاتے ہیں کوئی اگر نمودار ہو جانے والے دروازوں میں اچانک اندر داخل ہو جائے تو وہ ماضی میں پہنچ جاتا ہے۔''

دونوں سکتے کے عالم میں میری بات سنتے رہے تھے۔ انہوں نے مزید کچھ نہ پوچھا۔ بہت دیر کے بعد آرام کرنے لیٹ گئے۔ میں نے ان دونوں کو بے چین اور مضطرب پایا تھا۔ رات کو دوبارہ آنکھ کھلی اور میں نے انہیں جاگتے ہوئے ہی پایا۔ ''پاگل ہیں دونوں...... پاگل ہیں۔'' میں نے دل میں سوچا۔

صبح نہایت سنسنی خیز تھی، کئی افراد قید خانے میں موجود تھے۔ ان کی آوازوں سے ہی میری آنکھ کھلی تھی۔ میں ہڑ بڑا کر اٹھ گئی۔ ایک ڈاکٹر قسم کا آدمی مسہری پر لیٹے وسکن ڈیزل کا اسٹیتھو اسکوپ سے جائزہ لے رہا تھا۔ دوسرے چند وردی پوش ان کے آس پاس کھڑے تھے۔ میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کی یہ حرکات دیکھیں پھر عدنان ثنائی کی مسہری سے ان کی یہ حرکات دیکھیں' پھر عدنان ثنائی کی مسہری کی طرف دیکھا وہ مسہری پر بے سدھ پڑا ہوا تھا۔ وہ لوگ کئی منٹ تک ان پر مصروف رہے۔ پھر ان میں سے ایک نے مشتبہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''لڑکی کیا تم ہمیں ان دونوں کی اچانک موت کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہو۔''

میرے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی، میں نے پھٹی پھٹی نظروں سے ان دونوں کی طرف نظر ڈالی، پھر پولیس افسر کی طرف دیکھا۔ میں اس کے الفاظ پر غور کر رہی تھی' جو کچھ اس افسر نے کہا ہے میں نے وہی سمجھا ہے یا کوئی غلط فہمی ہو گئی۔

''آپ۔ آپ نے کیا کہا ہے۔ آفیسر۔''

''غالباً آپ کو ان کی موت کی خبر نہیں ہے۔ جبکہ ڈاکٹر کا اندازہ ہے کہ تقریباً ساڑھے پانچ بجے اور چھ بجے کے درمیان ان کی موت واقع ہوئی۔'' آفیسر نے کہا۔

''مر گئے یہ دونوں...... مر گئے؟''

''کیسے مرے۔ یہ آپ بتائیں گی۔'' آفیسر کرخت لہجے میں بولا اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ میرے اعصاب بہت کمزور ہو گئے تھے۔ کتنا برداشت کرتی، آخر انسان تھی۔ ہر لمحہ ایک نیا ذہنی جھٹکا۔ ہر بات انوکھی۔ اب تو کسی انوکھی بات پر حیران ہونے کو بھی جی نہیں چاہتا تھا۔ ڈاکٹر قریب آ کر بولا۔

''لاشوں کو ہسپتال پہنچانے کی تیاری کریں۔ آفیسر پتہ چلے کہ آخر ان کی موت کا کیا سبب ہے۔ ویسے یہ مجھے زہر خورانی کا کیس معلوم ہوتا ہے۔ میرے خیال میں انہیں زہر دیا گیا ہے۔ تاہم صحیح پتہ پوسٹ مارٹم رپورٹ سے ہوگا۔''

''ٹھیک ہے ڈاکٹر۔''

آفیسر ضروری تیاریاں کرنے لگا۔ میں بدستور دم سادھے بیٹھی ہوئی تھی، کچھ دیر کے بعد

دونوں کی لاشیں وہاں سے اٹھالی گئیں، میں بے خالی خالی نظروں سے ساری کارروائی دیکھتی رہی۔ کیا سوچتی کیا غور کرتی کچھ سمجھ میں تو آئے، کوئی ایک بات تو ایسے ہو جسے عقل تسلیم کرے۔ دل دکھ رہا تھا ان کے لیے، واقعی دل میں دکھن تھی۔ حالانکہ انہوں نے میرے ساتھ کون سا اچھا سلوک کیا تھا۔ مگر کیسے مر گئے۔ کس نے انہیں زہر دے دیا۔ رات کو بے چین تھے، مضطرب تھے۔ تقریباً ساری رات جاگے رہے تھے، کون ہوسکتا ہے ان کا قاتل آخر کون؟ اس کا مطلب ہے کہ مجھ پر دو افراد کے قتل کا الزام اور لگنے والا ہے۔ آفیسر مجھے ہی شبہے کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا شبہ بجا تھا۔ ہم تین افراد تھے اس قید خانے میں، دو مر گئے ایک زندہ ہے، ایک ہی کیوں زندہ ہے چلو ٹھیک ہے ایک قتل کے الزام میں گرفتار ہوں۔ دو انسانوں کے قتل کا الزام اور ایک ہی بار تو سزا ملے گی۔''

میرا خیال تھا کہ اب مجھ پر سختیاں شروع ہو جائیں گی۔ آخر کتنی رعایت کریں گے وہ میرے ساتھ۔ لیکن پورا دن گزر گیا شام کو مجھے حسب معمول واک کی دعوت بھی دی گئی جسے میں نے قبول کر لیا۔ جیل کے وسیع و عریض باغیچے میں بہت دیر تک چہل قدمی کرتی رہی۔ چاروں طرف قیدی بکھرے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھتی رہی۔ پھر سورج چھپا تو واپس اپنی جگہ آ گئی۔ شاید پوسٹ مارٹم رپورٹ کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ رات بھر البتہ بڑی بے چینی رہی۔ دونوں بہت یاد آئے تھے۔ لیکن ان یادوں میں بڑے متضاد احساسات تھے۔

دوسرا دن بھی گزر گیا۔ البتہ شام کو اس وقت جب میں باغیچے میں گھاس پر ننگے پاؤں ٹہل رہی تھی دو پولیس مین میرے پاس پہنچ گئے۔

''آپ کو جیلر کے آفس بلایا گیا ہے۔''

''چلو......'' میں نے کہا اور ان کے ساتھ چل پڑی۔

جیل کا احاطہ بہت وسیع تھا، بہت دور چلنا پڑا پھر میں جیل آفس کی عمارت میں داخل ہو گئی۔ کئی راہداریوں سے گزر کر مجھے ایک بڑے کمرے میں لایا گیا۔ جہاں کئی افراد کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مقامی لوگ بھی تھے۔ اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو ان میں سے تین افراد کا تعلق میرے وطن سے تھا۔ مگر تمام صورتیں اجنبی تھیں۔ نہ جانے کون تھے۔ البتہ ایک بات میں نے محسوس کر لی تھی کہ ان کے چہروں پر خوشگوار تاثرات نہیں تھے۔ وہ مجھے ملازمت آمیز انداز میں دیکھ رہے تھے۔

''آپ یہاں بیٹھئے۔'' ایک پولیس انسپکٹر نے مجھے کرسی پیش کی اور میں بیٹھ گئی۔

اسی وقت ایک اور شخص اندر داخل ہوا میں نے اسے فوراً پہچان لیا۔ یہ پولیس کمشنر تھا۔ اس نے چند لوگوں سے ہاتھ ملایا اور خود بھی بیٹھ گیا۔

''کیا نام ہے تمہارا؟'' ان لوگوں میں سے ایک نے اردو زبان میں پوچھا۔ جن کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ میرے ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب تصدیق ہو گئی تھی۔ البتہ اس کا لہجہ

بے حد خراب تھا۔ میں نے اسے سرد نظروں سے دیکھا اور کہا۔
''نشاء دانش۔''
''والد کا کیا نام ہے؟''
''ہاروں دانش۔''
''ہاروں دانش کیا کرتے ہیں؟'' وہ اس انداز میں بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔
''آپ لوگوں کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ آپ کا تعلق میرے وطن سے ہے اور اب آپ کے اندازِ گفتگو سے اس کی تصدیق ہو گئی۔ ویسے آپ لوگ یہاں کیا کرتے ہیں، بتانا پسند کریں گے؟''
''افسوس ہمارا تعلق سفارت خانے سے ہے، آپ جیسی عظیم ہستیاں ہمارے لیے باعث شرم ہیں کہ آپ اپنی مجرمانہ کاوشوں سے ہمارے سر غیروں کے سامنے جھکا دیتی ہیں۔'' اس شخص نے کہا۔ اسی وقت کمشنر نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔
''میں درخواست کرتا ہوں کہ گفتگو انگریزی میں کی جائے۔''
''سوری کمشنر۔'' اس شخص نے کہا پھر انگریزی میں بولا۔
''جی میڈم آپ اپنے بارے میں بتانا پسند کریں گی۔''
''کیوں اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ آج جو کچھ آپ کو معلوم ہو چکا ہے بس اس پر قناعت کریں۔''
''حکومت مصر نے آپ کے سلسلے میں ہم سے رابطہ کیا ہے۔ ہم آپ سے تفصیل سننا چاہتے ہیں...... یہ ضروری ہے۔''
''صرف تفصیل سنیں گے یا اس پر یقین بھی کریں گے؟''
''کیوں نہیں آپ بتائیے۔''
''تو پھر مختصر سنیے۔ جو کچھ میرے نام سے منسوب کیا گیا ہے بالکل غلط ہے۔ میں اپنے وطن میں کروڑوں روپے کی دولت اور جائیداد کی تنہا وارث ہوں۔ آپ پورے وثوق سے اس کی تصدیق کر لیں۔ میں آپ کو تفصیلات فراہم کیے دیتی ہوں۔ اس سے آپ کو یہ اندازہ ہو جائے گا کہ مجھے مزید دولت کی ضرورت نہیں ہے۔ الجزائر جا رہی تھی کہ مارشل سمندری طوفان کا شکار ہو گیا۔ ہم مشکلات میں گھرے رہے پھر اسی جہاز سے مصر پہنچے۔ یہاں میں ایک ہوٹل میں مقیم تھی۔ مجھے وہاں سے اغوا کر لیا گیا اور ایک پولیس افسر نے رشوت لے کر مجھے ایک دیوانے رئیس کے حوالے کر دیا۔ وہ پاگل رئیس قتل کر دیا گیا اور مجھے یہاں تک لے آیا گیا۔ اس کے بعد مجھے مزید دو افراد کے قتل میں ملوث کر دیا گیا۔ جو مارشل میں میرے ہمسفر تھے اس سے زیادہ میرے لیے کچھ نہیں تھے۔ یہ مکمل کہانی ہے نہ اس سے زیادہ مجھے معلوم ہے اور نہ اس کے بعد کسی اور سوال کا جواب دوں گی۔

مجھے اب کسی کی مدد بھی درکار نہیں ہے۔ اگر ان تین افراد کے قتل کا ذمے دار مجھے سمجھا جاتا ہے تو میرا مشورہ ہے کہ مجھے تین بار سزائے موت دے دی جائے۔''

''صرف ایک سوال اور مس نشاء دانش کیا وہ دونوں افراد بھی آپ کے ہم وطن تھے؟''

''بالکل نہیں۔ ان میں سے ایک انڈونیشیا کا باشندہ تھا اور دوسرا الجزائر کا۔'' میں نے کہا۔

''کمشنر! کیا خاتون نشاء دانش کو ان دونوں کے بارے میں نہیں معلوم؟''

''خاتون نشاء دانش وہ دونوں بوڑھے مرے نہیں بلکہ زندہ نہیں۔ وہ شاید حبس دم کے ماہر تھے ان کے جسم مردہ سمجھ کر ہسپتال لے جائے گئے تھے۔ جہاں وہ دونوں پوسٹ مارٹم ٹیبل سے اٹھ بھاگے۔ انہوں نے دو ڈاکٹروں کو زخمی کر دیا اور صاف نکل گئے۔'' کمشنر نے بتایا۔

''کیا؟'' میں پھر اچھل پڑی۔

''وہ عمل انہوں نے قید سے فرار ہونے کے لیے کیا تھا۔ بہرحال مسٹر کمشنر، اس رابطے کے لیے شکریہ۔ خاتون نشاء دانش کو آپ بے شک اپنی تحویل میں رکھیں' لیکن اب یہ سفارت خانے کے ریکارڈ پر ہیں، انہیں کسی طرح کا ذہنی یا جسمانی نقصان نہ پہنچے، یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ ان پر جو الزامات عائد کیے گئے ہیں انہوں نے آپ کے سامنے ان سے انحراف کیا ہے۔ ہم درخواست کرتے ہیں کہ نہایت باریک بینی سے اس بارے میں تحقیقات کی جائے۔ اتنا اندازہ تو آپ دونوں کو بھی ہو گیا ہوگا کہ وہ دونوں ان کے ساتھی نہیں تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو تیسری لاش ان کی ہوتی۔ جسے آپ پولیس ہسپتال لے جاتے اور یہ بھی فرار ہو جاتیں۔ اس کے باوجود آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ تفتیش کریں اور اگر ان کے بارے میں آپ کو ٹھوس ثبوت مل جائے تو بین الاقوامی قانون کے مطابق عمل کریں۔ ہمارا سفارت خانہ آپ کی ضروریات کے مطابق ہر معلومات فراہم کرنے کا پابند ہے۔ ان سے تفصیلی کوائف تحریری طور پر حاصل کر کے آپ ہمیں فراہم کریں۔ ہم بہت جلد آپ کو تفصیل فراہم کریں گے۔''

''او کے جس قدر مراعات حاصل ہوں گی انہیں ضرور دی جائیں' گی البتہ ان کی ضمانت ممکن نہیں ہوگی۔''

''وہ بعد کی بات ہے۔''

وہ لوگ اٹھ گئے۔ کمشنر نے باہر کھڑی ہوئی لیڈی پولیس کو اندر بھیج دیا۔ جنہوں نے مجھے دوبارہ میرے قید خانے میں پہنچا دیا۔ اس سے قبل مسلسل یہ آرزو کرتی رہی تھی کہ کسی طرح اپنے ملک کے سفارت خانے تک رسائی حاصل کر لوں۔ میرا خیال تھا کہ وہاں مجھے مکمل تحفظ حاصل ہو جائے گا۔ وہ میرے اپنے ہوں گے اور میری بپتا سن کر تڑپ جائیں گے۔ اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھیں گے۔ جب تک میری مشکل حل نہ ہو جائے۔ مل لی تھی ان سے یوں لگتا تھا جیسے مقامی لوگوں سے زیادہ مجھے مجرم سمجھتے ہوں اور میرے گناہوں کے چشم دید گواہ ہوں۔ چلو یہ جھوٹی آس بھی

ختم ہوئی۔ اب سوچ کے انداز میں فرق آ جائے گا۔ پھر ذہن ان شاطروں کی طرف گیا اور دل میں دھواں سا ابھرنے لگا۔ بے حد خود غرض لوگ ہیں۔ واقعی میں انہیں نہیں سمجھ پائی تھی۔ انہیں دنیا سے کوئی خاص غرض نہیں تھی۔ وہ صرف اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے سرگرداں تھے۔ کمال ہے واقعی اب دنیا کا تجربہ ہو رہا تھا۔ ہر شخص اپنی ذات سے پیار رکھتا ہے۔ صرف اپنی ذات سے جینے کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ صرف اپنے بارے میں سوچو، کسی پر تکیہ نہ کرو، اگر کسی سے کوئی کام لینا ہے تو پہلے اس پر غور کر لو کہ اسے تمہاری ذات سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ تمہارا کوئی کام کیوں کرے گا؟ یہ چال خوب چلی انہوں نے۔ ڈاکٹروں تک کو چکمہ دے دیا۔

یہ کام انہوں نے حبس دم کی مہارت کی بنیاد پر کر ڈالا۔ اگر وہ اس کے ماہر نہ ہوتے تو شاید یہ سب کچھ ان کے لیے ممکن نہ ہوتا...... لیکن اب وہ کیا کریں گے۔ اب تو وہ مفرور مجرم ہیں۔ حکومت مصر براہ راست ان کا تعاقب کرے گی۔"

بھاڑ میں جائے سب کچھ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں نے خود کو سنبھال لیا۔ سفارت خانے کے دو نئے افراد مجھ سے ملنے آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"آپ خود کو تنہا نہ سمجھیں۔ مس نشاء دانش۔ آپ کے ملک کا سفارت خانہ آپ کے لیے سرگرم ہے ہمیں آپ کے کوائف چاہئیں تا کہ وطن سے ان کی تصدیق کی جا سکے۔"

"بہتر ہے...... میں حاضر ہوں۔"

"مقامی حکام نے آپ سے کوئی بیان لیا؟"

"نہیں بس ابتدا میں ہی پوچھ گچھ کی گئی تھی؟"

"آپ کے والد ہارون دانش وطن میں ہیں۔"

"نہیں وہ ماہر مصروفیات کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں۔ مہم جو ہیں اور عموماً وطن سے باہر رہتے ہیں۔"

"گویا انہیں آپ کی اس مشکل کے بارے میں نہیں معلوم۔"

"شاید نہیں۔"

"وہاں کچھ اور لوگ؟"

"میرا گھر ہے وہاں اس کا پتہ لے لیجیے۔ وہاں ملازمین ہی میری دیکھ بھال کرتے ہیں۔"

"کوئی ایسا عزیز جو آپ سے خون کا رشتہ رکھتا ہو؟"

"کوئی نہیں ہے۔"

"الجزائر میں آپ کیوں گئی تھیں؟"

انہوں نے سوال کیا۔ میں اس سوال کے لیے تیار تھی، کیونکہ پہلے ہی ان سے اجنبیت ظاہر کر چکی تھی۔ بیان میں تبدیلی مجھے مشکوک بنا سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے کہا۔

''وہاں میری ایک عزیز دوست رہتی تھی۔ اس سے ملنے گئی تھی۔''

''آپ کی اس سے ملاقات ہوئی ؟''

''نہیں۔''

''کیوں؟''

''وہ الجزائر چلی گئی۔ مجھے پہلے اس بارے میں معلوم نہیں تھا۔''

''اس سے ملنے آپ الجزائر جارہی تھیں۔''

''جی۔''

''معاف کیجیے اس کے لیے آپ نے سمندری سفر کا انتخاب کیوں کیا۔''

''بس تفریحاً تھوڑی سی ایڈونچر پسندی مجھے ورثے میں ملی ہے۔''

بڑی صفائی سے اتنے جھوٹ بولے تھے میں نے شاید اب کچھ عقل آ گئی تھی اور اس کی وجہ خود حفاظتی کا احساس تھا۔ وہ لوگ مجھے تسلیاں دے کر چلے گئے۔ اس کے بعد وہی دن وہی راتیں۔ البتہ اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گی کہ جیل میں تمام انسانی ضرورتیں پوری کی جاتی تھیں اور مجھے کوئی ذہنی اذیت نہیں ہوئی تھی۔ شام کو چہل قدمی کی اجازت دی جاتی تھی۔ سفارت خانے کی طرف سے مجھے انگریزی اخبار اور رسالوں کی فراہمی کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔

یوں تقریباً پندرہ دن گزر گئے۔ اس شام موسم ابر آلود تھا۔ میں چہل قدمی کے لیے احاطے سے نکل آئی۔ کالے بادلوں نے آسمان کو سیاہ کر رکھا تھا۔ احاطے میں بے شمار قیدی بیٹھے ہوئے خوش گپیاں کر رہے تھے۔ بارش کی چند ننھی ننھی بوندیں آسمان سے ٹپکیں تو مجھے وطن یاد آ گیا۔ ایک عجیب سی کیفیت دل پر طاری ہو گئی تھی۔ میں گھاس پر بیٹھ گئی۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میں نے ایک شخص کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے محسوس کیا۔ میلے کچیلے لباس میں تھا، داڑھی مونچھیں بے تحاشا بڑھی ہوئی تھیں۔ ایک پاؤں شاید دوسرے پاؤں سے چھوٹا تھا۔ خاص طریقے سے لنگڑا کر چل رہا تھا۔ میری اس سے کوئی شناسائی نہیں تھی، نہ جانے کون ہے۔ میں نے سوچا۔

''یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟'' اس نے پوچھا۔

''کیا بات ہے کوئی کام ہے مجھ سے؟'' میں نے اسے بغور دیکھ کر کہا۔ اس کی ایک آنکھ بھی خراب تھی اور اس پر سفیدی آ گئی تھی۔

''ہاں۔'' وہ کھرکھراتی آواز میں بولا۔

''بیٹھ جاؤ۔'' میں نے کہا اور وہ چند فٹ کے فاصلے سے بیٹھ گیا۔

''پہچانا؟'' اس نے کہا۔

''نہیں میں نے پہلے تمہیں نہیں دیکھا۔''

''میں عسکری ہوں۔'' اس نے کہا اور میں اچھل پڑی۔

''آواز سے بھی نہیں پہچانا۔''

''اوہ میرے خدایا، یہ سب کیا ہے، کیا حلیہ بنا رکھا ہے اور تمہاری آنکھ؟'' میں نے اب اس کی آواز شناخت کر لی تھی۔

''یہی حلیہ بنائے پھر رہا ہوں ورنہ پولیس شناخت کر لے مجھے۔''

''کیا یہ سب کچھ مصنوعی ہے؟''

''ہاں داڑھی وغیرہ اصلی ہے۔ آنکھ پر جھلی چڑھی ہوئی ہے اور چال میں لنگڑاہٹ خود پیدا کر لی ہے۔''

''اوہ خدا! مگر جیل میں؟ میرا مطلب ہے یہاں کیسے آ گئے؟''

''ایک چھوٹا سا جرم کرنا پڑا۔ یہاں آنے کے لیے۔ ایک شخص کو نشے میں زخمی کر دیا تھا۔ سات دن کی سزا ہوئی ہے۔''

''نشے میں زخمی کر دیا تھا۔''

''او بابا...... تم سے ملنے کے لیے جیل جو آنا تھا۔ تین دن کی سزا کاٹ چکا ہوں۔ آج چوتھا دن ہے۔''

''پہلے کیوں نہ ملے تھے۔''

''آج پہلی بار چہل قدمی کی اجازت ملی ہے۔'' اس نے کہا اور میں عجیب سے جذبات کا شکار ہو گئی۔ اس شخص نے بڑا ایثار کیا تھا۔ میرے لیے اور یہ سچ تھا کہ اب تک یہ دوسروں سے بہت مختلف ثابت ہوا تھا۔ میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔

''وہاں ولی آف کنگز میں بھی تم نے......''

''ہاں۔ میرا خط پڑھ لیا تھا؟''

''ہاں۔'' میں نے کہا۔

''اس وقت خوفزدہ تو ہو گئی ہو گی جب میں نے تمہیں خط دیا تھا۔''

''ظاہر ہے۔ وہاں کا ماحول ہی ایسا تھا۔ تم وہاں تنہا تھے؟''

''یہ نا پوچھو تو بہتر ہے۔''

''کیوں؟''

''جواب سن کر ناراض ہو جاؤ گی۔''

''کیا مطلب؟''

''میں کہیں بھی تنہا نہیں ہوتا۔ میرے ساتھ ہمیشہ تمہارا تصور ہوتا ہے نشاء اور اس پر میرا حق ہے تم اسے مجھ سے نہیں چھین سکتیں۔ اگر میں تنہا ہوتا تو کیا اس خوف ناک ماحول میں ایک لمحہ گزار سکتا تھا۔''

میری گردن جھک گئی۔ وہ فوراً بولا۔

''سوری نشاء تم نے پوچھا تھا تو میں نے بتایا۔''

''تم یہاں کیوں رکے ہوئے ہو، تمہیں علم ہے کہ مجھے تو ہوٹل سے پراسرار طور پر اغوا کر لیا گیا تھا۔ تم خود وہاں سے غائب ہوئے تھے یا تمہارے ساتھ بھی کوئی واقعہ پیش آیا تھا؟''

''نہیں میرے ساتھ کوئی واقعہ نہیں پیش آیا' بلکہ تمہاری گمشدگی کے بعد میں نے تمہیں مختلف جگہوں پر تلاش کیا اس دوران حکومت مصر کی طرف سے مارشل کے مسافروں کو ان کے وطن بھجوانے کا بندوبست کر دیا گیا۔ سسٹر صوفیہ اور ڈاکٹر الیاس کا خیال تھا کہ تم جان بوجھ کر روپوش ہو گئی ہو۔ وہ واپس لوٹ گئے۔ میرے پاس اس کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ میں بھی روپوش ہو جاؤں تمہیں اس طرح بے یار و مددگار تو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔''

''پھر کیا ہوا؟'' میں نے پوچھا۔

''تمہاری تلاش میں سرگرداں تھا۔ ایک مقبرے میں روشاق کی آواز سنائی دی۔ اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔ ''کل اسے تمہارے بارے میں معلوم ہوا ہے۔''

''صرف آواز سنائی دی؟''

''ہاں۔ اس نے خود مجھے بتایا کہ اب وہ مجھے نظر نہیں آ سکتا اس کی وجہ وہ مجھے نہیں بتائے گا۔ اس نے کہا کہ وجہ میری سمجھ میں بھی نہیں آ سکے گی۔ اس نے مجھے بتایا کہ تم ایک مشکل میں گرفتار ہے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ مشکل نہیں ہے تمہارے لیے بلکہ یہ ایک عمل ہے جس سے تمہیں گزرنا ہے۔ وہ وقت پورا کرنے کے لیے جب اصل کام شروع ہوگا۔

''اصل کام کیا ہے؟''

''میں نے اس سے اس بارے میں سوال نہیں کیا۔ اس نے خود ہی بتایا کہ تمہیں ایک مخصوص وقت گزارنا ہے جو کسی نہ کسی طرح گزرے گا۔ ظاہر ہے اس وقت کی کوئی نہ کوئی کہانی تو ہوگی۔''

''اور میرا یہ خوب صورت وقت جیل میں گزرا ہے۔''

''ہاں۔ یہ ایک المیہ ہے تمہاری اپنی کیا خواہش ہے نشاء۔ تمہیں یہاں سے آزادی مل جائے تو تم کیا کرو گی۔''

''خدا کی قسم اپنے وطن جانا پسند کروں گی۔ وہاں جا کر اپنے گھر کا نقشہ تبدیل کر دوں گی۔ فرنیچر، قالین، ڈیکوریشن ہر چیز ہٹا دوں گی، وہاں سے۔ ہارون دانش کے بیڈ روم کی ہر شے کو کوٹھی سے باہر رکھ کر جلوا دوں گی۔ اس کے بعد میں اپنے نام کے ساتھ ہارون دانش کا نام کبھی سننا گوارہ نہیں کروں گی۔ چاہے مجھے اس کے ترکے سے محروم ہونا پڑے۔ کسی جھونپڑے میں زندگی گزارنی پڑے۔''

''بہت برگشتہ ہو نشاء؟'' عسکری مسکرایا۔

''تم خود غور کرو عسکری۔ کیا حشر ہوا ہے، میری کیا درگت بنی ہے ماں باپ کی طلب۔ ان کے بارے میں جاننے کی خواہش کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے تھا۔ یہی سب کچھ ہونا چاہئے تھا میرے ساتھ۔''

''روشاق کا کہنا ہے کہ اس نے تمہیں بہت کچھ بتایا تھا۔''

''سب نا قابل یقین، بے ربط، فضول میری کوئی کہانی نہیں ہے۔ یہ سب کچھ مجھ پر مسلط کیا گیا ہے۔ تمہیں معلوم ہے وسکن ڈیزل اور عدنان ثنائی نے کیا کیا؟''

''اس کی تفصیل بھی مجھے روشاق نے ہی بتائی ہے۔ ہوسکتا ہے خود تمہیں اس بارے میں پوری طرح علم نہ ہو۔ میں نے اس پرزے میں لکھا تھا کہ کسی وقت تمہیں اس کی تفصیل بھی پتہ چل جائے گی۔

امیر غیری کو یہ مرض بہت عرصے سے لاحق تھا وہ خود زمانہ قدیم کا فرعون سمجھتا تھا اور اس وقت کا انتظار کر رہا تھا جب اس کی بادشاہت اسے واپس مل جائے گی اور وہ مصر کو پھر قدیم خطوط پر استوار کر کے اس پر حکمران ہوگا۔ ان دونوں نے اس کے یہ بیانات پڑھے تھے اور صرف تمہیں روکے رکھنے کے لیے اسے باور کرایا تھا کہ تم ظہورہ ہو۔ اس کے باوجود روشاق کا کہنا ہے کہ تمہیں نہ تو امیر غیری نے اغوا کرایا نہ ان دونوں نے بلکہ یہ شلزانہ اوسیانوس کی بے حرمتی کا شاخسانہ ہے۔''

''ہاں تم نے لکھا تھا۔ مگر شلزانہ اوشیانوس کے بارے میں اس نے کچھ اور بتایا۔''

''نہیں۔''

''امیر غیری کو قتل کر دیا گیا اور میں اس کی قاتلہ کی حیثیت سے یہاں قید ہوں۔''

''ہاں۔ لیکن تمہارا بال بیکا نہیں ہوگا۔ غیری کے قاتل منظر عام پر آجائیں گے۔''

''تمہیں کچھ معلوم ہے کہ اس کے قاتل کون ہیں؟''

''وہ جنہوں نے اسے یہ باور کرایا تھا کہ وہ فرعون مصر ہے اور اسے یہ باور کرانے والی اس کی چچی زبونا اور اس کے دونوں اوباش بیٹے عشان امیر یا ور فیصل امیری ہیں۔ وہی دولت کی ہوس کی کہانی ہے۔ زبونا اسکندریہ میں رہتی ہے اس کا شوہر یعنی غیری کا چچا مر چکا ہے' مگر وہ غیری کے باپ کے مقابلے میں دولت کے لحاظ سے کچھ بھی نہ تھا اور اس نے جو ترکہ چھوڑا تھا وہ اس کے عیاش بیٹوں نے اڑا دیا۔ ان کی نگاہ غیری کی بے شمار دولت پر لگی ہوئی تھی۔ چنانچہ احسان کی مدد سے انہوں نے اس کھیل کا آغاز کیا اور سخت محنت کر کے بالآخر غیری کو یہ باور کرایا کہ وہ دور قدیم کا فرعون ہے۔ انہوں نے مصر قدیم کی کچھ پراسرار روایات کا سہارا بھی لیا تھا اور غیری اس جال میں پھنس گیا۔ اس کی بہن ظہورہ کو ان شاطروں نے اس کے ہاتھوں مروا دیا اور ایک کانٹا صاف ہو گیا۔ غیری پر وہ آسانی سے ہاتھ نہیں ڈال سکتے تھے۔ کیونکہ انہیں اپنا قانونی تحفظ بھی کرنا تھا۔ شاید یہ سب کچھ اتنی جلدی نہ کر پاتے وہ اگر اچانک تم غیری کو حاصل نہ ہو جاتیں۔ ابتداء میں وہ تم سے خوفزدہ رہے اور یہ معلوم کرتے رہے کہ تم کون ہو اور یہ سب کچھ کیسے ہوا ہے۔ لیکن احسان نے سب کچھ معلوم کر کے

ایک پلان ترتیب دے دیا اور اس نے اس کے بعد غیری کے خنجر پر تمہاری انگلیوں کے نشانات حاصل کر کے اسی خنجر سے غیری کو قتل کر دیا۔ تم پر دہرا جرم عائد ہو گیا۔ حکومت نے تمہیں مفرور تو قرار دیا ہی تھا' بعد میں یہ مشکل نہ سمجھا گیا کہ تم پر باقاعدہ سازش کا الزام سنا دیا جائے اور ان دونوں احمقوں کو تمہارا ساتھی قرار دے دیا جائے۔"

"میرے خدایا تو یہ زبونا کی سازش تھی؟"

"ہاں۔"

"اور وہ کامیاب ہو گئی؟"

"روشاق کا کہنا ہے کہ ایسا نہ ہو گا......"

"مطلب میں سمجھی نہیں۔"

"تمہاری گلو خلاصی اسی شکل میں ہو گی کہ اصل مجرم پکڑے جائیں اور ان پر جرم ثابت ہو جائے۔"

"ایسا کیسے ہو گا عسکری؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔"

"کب تک ہو گا۔"

"اس نے اس بارے میں بھی کچھ نہیں بتایا۔" عسکری نے جواب دیا اور میں سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر میں نے کہا۔

"تمہارا کیا ہو گا عسکری؟"

"میں نہیں جانتا لیکن نشاء، میری فکر مت کرو، کچھ نہ کچھ ضرور ہو جائے گا۔ میرا کچھ نہیں بگڑے گا اپنا بندوبست کر لوں گا۔"

"میں تم سے بہت متاثر ہوں، عسکری، اعتراف کرتی ہوں کہ تم نے میرے لیے بہت ایثار کیا ہے مگر عسکری۔ میں اس لڑکی کو نہیں بھول سکتی جو تمہیں چاہتی ہے۔ نہ جانے تمہاری جدائی میں اس کا کیا حال ہوا ہو۔ اس کے علاوہ عسکری۔ تمہیں اب بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔ تمہیں علم ہے کہ میری زندگی میری اپنی نہیں ہے۔ میں ایک پراسرار بھنور میں پھنسی ہوئی ہوں۔ میں اس سے چھٹکارا چاہتی ہوں۔ مجھے اب نہ اپنی شناخت سے غرض ہے نا ماں باپ کا پتہ ٹھکانہ چاہتی ہوں۔ کچھ نہیں چاہیے اب مجھے میں اپنی پسند سے جینا چاہتی ہوں۔ لیکن یہ لوگ کہتے ہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ مجھے یہاں رہنا ہے وہ منحوس وقت پورا کرنا ہے جو مخصوص کر دیا گیا ہے۔ میں اس بھنور کی قیدی ہوں عسکری۔ میں اس بھنور سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ بتاؤ میں کیا کروں؟"

"عسکری کے چہرے پر جھلاہٹ سی نظر آئی۔ کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"تمہاری زندگی تمہاری اپنی نہیں ہے نشاء، اگر اپنی ہوتی تو بھی تم صرف اتنا کرتیں کہ مجھے

مشل کی زندگی میں شامل کرنے کی تلقین کرتیں۔ بس اتنا ہی کہا سنونشاء، اگر میں اپنے بارے میں تم سے کچھ کہتا ہوں تو اس کا مقصد تمہارے دل میں جگہ پیدا کرنا نہیں ہوتا۔ وہ منزل اب بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ تم نے مجھے اتنا ذلیل کر لیا ہے کہ میرے خیال میں اب اس سے زیادہ ذلیل کرنے کا تمہیں حق نہیں ہے۔ تم اپنا انتقام لے چکی ہو مجھ سے، رہی میری بات تو شاید میں اب لاشعوری طور پر اپنے ماضی کا کفارہ ادا کر رہا ہوں۔ کچھ حاصل کرنے کے لالچ میں تمہارے قریب پہنچا تھا۔ وہ باتیں کی تھیں جن سے میرا معیار بہت بلند ہو گیا تھا۔ بعد میں تم سے حقیقی محبت کرنے لگا۔ تم سے بہت کچھ کہا' مگر تم نے مجھے معاف نہ کیا۔ اب کوئی احساس نہیں ہے سوائے اس کے کہ تمہیں نقصان نہ پہنچے۔ میں نہیں جانتا کہ اس جنون کا سفر کتنا ہو گا۔ بہر حال دیکھنا ہے، رہی تمہاری بات تو میرے خیال میں تم غیر محفوظ نہیں ہو جو کچھ ہو گا بہتر ہو گا۔"

"پتہ نہیں کیا بہتر ہو گا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

شام کے جھٹپٹے مزید گہرے ہو گئے تو مجھے واپس اپنے قید خانے میں آنا پڑا۔ عسکری سے اس کے بعد کوئی اور خاص گفتگو نہیں ہوئی تھی اور وہ چلا گیا تھا۔ میرے پاس سوچوں کا سمندر تھا اور سوچوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ ایک ایک کردار یاد آ رہا تھا۔ مجھے تو پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ سارا کیا دھرا احسان کا ہے۔ وہ امیر غیری کے محل پر اقتدار رکھتا تھا اور سب اس سے خوفزدہ رہتے تھے۔ لیکن یہ امیر غیری بھی بدنصیب انسان تھا۔ دولت کے ہاتھوں شکار ہو گیا اور وہ عورت جو اسکندریہ سے آنے کے بعد امیر غیری سے بہت زیادہ الفت کا اظہار کر رہی تھی اور اس کے لیے سسک رہی تھی۔ درحقیقت اس کی قاتلہ تھی۔ تجربات میں کچھ اور اضافہ ہوا تھا۔ دولت کے لیے رشتے اس طرح ترک کر دیئے جاتے ہیں اور یوں بھیانک انداز میں زندگیاں چھین لی جاتی ہیں یہ بھی ایک تجربہ تھا میری زندگی میں۔ ظاہر ہے اس سے پہلے ایسے واقعات کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔

الغرض یہ کہ ان لوگوں نے بڑی خوبصورتی سے اپنا کام مکمل کر لیا تھا۔ لیکن نہ جانے وہ کیسے منظر عام پر آئیں گے۔ روشاق کہتا تھا کہ میرا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آخر وہ وقت کیسے پورا ہو گا اور کس کس طرح سے پورا ہو گا۔ بات پھر وہیں آ جاتی تھی۔ صبر و سکون سے زندگی گزارتی رہتی، کم از کم ان بھیانک واقعات سے تو واسطہ نہ پڑتا، جن سے گزری ہوں۔ کہنا تو یہ چاہیے کہ میں نے اپنے لیے یہ ساری مصیبتیں مول لی تھیں اور اب ان لمحات کی اس ماحول کی آرزو کر رہی تھی' جس میں رہتی تھی۔ حکمرانی تھی میری گھر پر۔

پھر اس مخمصے میں پھنس جاتی کہ جب یہ سب کچھ ہونا تھا تو ہونا ہی تھا۔ ہو سکتا ہے یہ واقعات بھی اس ساری کہانی کا ایک حصہ ہوں اور ان سے بھی کوئی داستان ہی بن رہی ہو، آہ کاش سکون آ جائے مجھ میں ان واقعات میں دلچسپی لینا سیکھ لوں۔ دیکھو تو سہی کہ یہ سارے کے سارے دیوانے جو مجھے غیر انسانی کہانیاں سنا رہے ہیں کتنے سچے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ صرف ان کی اپج ہو اور

اس کہانی میں کوئی جان ہی نہ ہو۔ میں ان سارے جھگڑوں سے نجات پا کر اپنے گھر واپس لوٹ جاؤں اس کے بعد اپنی زندگی کا ایک لائحہ عمل مقرر کرنا میرے لیے مشکل نہیں ہوگا۔ یہ جنون تو کبھی ختم ہو چکا ہے کہ میری اپنی کوئی شناخت ہو۔ بس اتنا ہی کافی ہے' بھرپائی میں اس شناخت سے ماں باپ کا تصور اب میرے لیے وحشت کا باعث بن گیا تھا۔ جن لوگوں کے ماں باپ ایسے ہوں انہیں بغیر ماں باپ کا رہنا زیادہ اچھا...... توبہ توبہ۔

پھر عسکری کی کیفیت کے بارے میں سوچا۔ اب اس بات سے انکار نہیں کرسکتی تھی کہ اس نے میرے لیے بہت کچھ کیا ہے کوئی بھی شخص کتنی ہی دولت کے لالچ میں اتنا کچھ نہیں کرسکتا۔ سوچتی رہی، بہت کچھ سوچا اور پھر ایک فیصلہ کرلیا۔ کل کی ملاقات میں اس سے بات کروں گی۔ اپنے رویے میں لچک پیدا کروں گی۔ حالانکہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بعد میں کیا کروں گی۔

مگر دوسرے دن عسکری نہیں ملا۔ مزید چار دن کی سزا باقی تھی اس کی۔ اسے یہیں ہونا چاہیے تھا آیا کیوں نہیں میرے پاس، کوئی پابندی بھی نہیں تھی۔ بہت دیر اس کا انتظار کیا پھر تلاش کی لیکن نہ ملا۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی وہ نہیں نظر آیا تو میں بھی جھنجھلا گئی۔ زیادہ نخرے کر رہا ہے تو کرتا رہے۔ اب یہاں خود کو ایڈجسٹ کرلیا تھا۔ کچھ پتہ نہیں تھا کہ آئندہ کیا ہوگا۔

اس رات بھی معمول کے مطابق تمام امور سے فارغ ہوکر اپنے بستر پر سوئی تھی۔ صبح کو جلدی آنکھ کھل جاتی تھی۔ آس پاس کے قیدی جاگ اٹھتے تھے اور چہل پہل ہو جاتی تھی۔ لیکن آج خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ حالانکہ وقت بتا رہا تھا کہ سورج چڑھ چکا ہے۔ دن عام معمول سے کچھ زیادہ ہوگیا ہے۔ ایسا کیوں ہے۔ آنکھیں بند کر کے سر زور زور سے جھٹکا اور پھر سلاخوں کے دوسری طرف نگاہ ڈالی' لیکن سلاخیں کہاں گئیں ارے سلاخیں کہاں گئیں اور پھر یہ دیوار ...... حریری پردہ ...... سامنے لگی ہوئی ایک خوبصورت وادی کی تصویر۔

دماغ میں ایک چھناکا سا ہوا۔ دل نے کہا پھر کچھ ہوگیا۔ اوہ پھر منظر بدل گیا۔ اچھل کر بستر پر بیٹھ گئی۔ ہاں بالکل ٹھیک۔ نہ عالم خواب میں ہوں نہ عالم مدہوشی میں۔ لیکن منظر بدل چکا ہے کب اور کیسے؟ یہ نہیں پتا چل رہا تھا۔ وسیع و عریض خواب گاہ تھی۔ حسین آرائشی اشیاء سے آراستہ دیکھو دیش کا سامان قیمتی اور بے مثل! مگر سب کچھ اجنبی! حیرت کے بجائے ہنسی آنے لگی' جو کچھ بھی ہو جائے اس پر حیران ہونا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ایک دیوار میں ٹوائلٹ کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ چنانچہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ٹوائلٹ کی جانب بڑھ گئی۔ طبیعت پر کوئی بوجھ نہ تھا۔ تر و تازہ ہی تھی اور کسی خاص کیفیت کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ ٹوائلٹ میں داخل ہوئی، فینسی فٹنگ سے آراستہ کسی امیر ترین شخص کی جگہ معلوم ہوتی تھی۔

بہرحال ٹھنڈے پانی کی موٹی دھار کے نیچے نہ جانے کتنی دیر رکی اور سر پر پانی گراتی رہی، بس دیوانہ ہو جانے کی کسر باقی تھی۔ آہ کاش پاگل ہی ہو جاؤں۔ ان دیوانہ کر دینے والے واقعات

سے چھٹکارا تو ملے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہ رہے باہر سے ہلکی سی دستک سنائی دیا اور پھر ایک مہین سی آواز جس نے انگریزی میں کہا۔

''لباس موجود ہے محترمہ نشاء دانش۔ میں باہر جا رہی ہوں۔ دروازہ بند ہوگا' براہ کرم لباس لے لیجیے گا۔''

میں نے جلدی سے نل بند کر دیا۔ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھی۔ لیکن دروازہ کھولنا مناسب نہیں سمجھا۔ ہاں اس سے کان لگا کر جاتے ہوئے قدموں کی آواز سنتی رہی۔ جس آواز نے مجھے میرے اصل نام سے مخاطب کیا تھا۔ وہ بالکل اجنبی تھی۔ پھر تھوڑا سا دروازہ کھول کر باہر دیکھا ایک اسٹینڈ پر گلابی رنگ کا مخصوص طرز کا لباس لٹکا ہوا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ مقامی طرز کا لباس، میرے نئے کرم فرماؤں کا تحفہ، جنہوں نے نجانے کس طرح سے مجھے جیل سے نکال لیا تھا۔ دل پر انتہائی سختی کے ساتھ قابو حاصل کیا۔ دیوانہ کرنے والے تو دیوانہ کرنے کی کوشش میں مصروف تھے' لیکن کامیاب نہیں ہو پا رہے تھے۔ کم بخت دماغ ایک بھی حقیقت کو قبول نہ کرنے کے باوجود اپنے آپ پر قابو پائے ہوئے تھا۔ یہ بھی مجھ سے باغی تھا' لعنت ہے اس پر۔ بہرحال وہ خوب صورت لباس پہن لیا۔ آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر بال خشک کیے اور انہیں سنوارنے لگی...... تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔

''آ جاؤ۔'' میں نے پرسکون لہجے میں کہا اور وہ اندر داخل ہوگئی۔ نوجوان لڑکی تھی۔ جس کی قومیت کے بارے میں اندازہ نہیں ہو سکا۔ رنگ و روپ یورپ کا سا تھا۔ البتہ بال سیاہ تھے۔ آنکھوں پر خوب صورت چشمہ لگائے ہوئے تھی۔ ناشتہ لائی تھی۔ ٹرالی پر تروتازہ بسکٹ، ابلے ہوئے انڈے اور چائے کے برتن تھے۔

''نضیرہ! آپ کی خادمہ۔ سوئچ بورڈ پر سرخ بٹن میرے لیے ہے۔ ناشتہ کر لیجیے۔''

''شکریہ...... میرے نئے میزبان کون ہیں؟''

''گیارہ بجے آپ سے ملاقات کریں گے۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''اوہ اچھا۔'' میں نے سکون سے کہا اور ناشتے کی ٹرالی کی طرف متوجہ ہوگئی۔ خوب ڈٹ کر ناشتہ کیا۔ دل میں سوچا کہ یہ میرا نیا قید خانہ ہے۔ خیر کوئی حرج نہیں ہے۔ چائے کے کئی کپ لیے اور پھر لڑکی کو دیکھنے لگی۔ ''کسی اور شے کی ضرورت ہے۔'' اس نے پوچھا۔

''ہاں۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''فرمایئے؟''

''آزادی چاہیے۔'' میں نے کہا اور وہ بھی مسکرا دی۔

پھر وہ خاموشی سے ٹرالی دھکیلتی ہوئی باہر نکل گئی۔ گیارہ نجانے کس طرح بجے' لیکن نضیرہ کی دی ہوئی اطلاع غلط نہیں تھی۔ ٹھیک گیارہ بجے دروازے پر دستک ہوئی اور میں نے ان مہذب

لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دے دی' لیکن جو لوگ اندر داخل ہوئے تھے وہ شناسا چہرے تھے۔ حالانکہ چند لمحات کے لیے انہیں دیکھا تھا' لیکن پہچان گئی تھی ! سب سے آگے خاتون زبونا تھی، اس کے پیچھے فیصل اور عشان تھے، تینوں پرسکون انداز میں داخل ہوئے۔ خاتون زبونا نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا اور پھر میرے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔ عشان اور فیصل صوفے کے عقب میں کھڑے ہو گئے۔

''تعارف ہو جائے۔'' خاتون زبونا نے کہا۔

''خوش قسمتی سے میں آپ سے متعارف ہوں خاتون زبونا!'' میں نے کہا اور خاتون زبونا مسکرا پڑیں پھر بولیں۔

''یہ اچھی بات ہے، خیر یہ دونوں میرے بیٹے عشان اور فیصل ہیں۔ تمہارے بارے میں مجھے تفصیلی علم ہو چکا ہے نشاء دانش اور میں نہایت صاف گوئی سے تمہیں وہ سب کچھ بتائے دیتی ہوں جس نے تمہیں یقینی طور پر متجسس کر رکھا ہوگا۔''

''جی فرمائیے۔'' میں نے کہا۔

''اصل میں یوں سمجھ لو کہ ہم لوگ اپنی زندگی کے اہم مشن پر کام کر رہے تھے۔ کائنات میں دولت ایک ایسی چیز ہے جو اگر نہ ہو تو زندگی کا مزہ ختم ہو جاتا ہے۔ تمہارے اوپر امیر غیری کے قتل کا الزام ہے۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ یہ الزام قائم رہے گا یا ختم ہو جائے گا' لیکن مجھے کچھ ایسے شواہد ملے تھے جن سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ لوگ امیر غیری کے اصل قاتلوں کے بارے میں غور کر رہے ہیں۔ تمہیں یقیناً اس بات کا علم نہیں ہوگا کہ امیر غیری کے اصل قاتل کون ہیں لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا۔ بہرحال قاتلوں سے تمہارا تعارف کرا دیا جائے، وہ ہم لوگ ہیں۔ میں نے اور میرے ان دونوں بیٹوں نے مل کر یہ پروگرام تیار کیا تھا۔ حالانکہ ہمیں اپنے کام میں اتنی آسانی کی امید نہیں تھی۔ لیکن تمہاری آمد نے ہماری مشکل آسان کر دی اور وہ کام جس کے لیے کوئی ٹھوس منصوبہ بندی نہیں کی جا سکتی تھی تمہاری شمولیت سے مکمل ہو گیا۔ یہ کہنا بے سود ہی ہوگا کہ ہم امیر غیری کو اس کی دولت کے لیے قتل کرنا چاہتے تھے۔ تمہاری شخصیت سے ہمیں ایک مضبوط بیک گراؤنڈ مل گیا۔ امیر غیری قتل کر دیا گیا، تم گرفتار ہو گئیں۔ اس کے بعد کے حالات سے بھی ہمیں مسلسل واقفیت رہی' یعنی یہ کہ تمہارے وہ دونوں ساتھی بوڑھے فرار ہو گئے جو اس قتل میں ملوث قرار دیے گئے تھے۔

تحقیق بہرطور ہو رہی تھی اور پولیس اتنی احمق بھی نہیں تھی کہ وہ بالکل ہی آگے کام نہ کر سکتی۔ ہمیں اپنے آپ کو اس مشکل سے نکالنا تو تھا ہی۔ چنانچہ جہاں ایک منصوبہ بندی کی گئی تھی وہاں کچھ اور منصوبے بنا لیے گئے۔ پولیس کمشنر ہمارا دست راست ہے۔ ہمارے مفادات کا نگران اس نے ہمیں لمحہ لمحہ حالات سے باخبر رکھا۔ پتہ چلا کہ وہ دونوں بوڑھے پولیس کو چکمہ دے کر فرار ہو گئے۔

گویا انہوں نے دوسری بار ہماری مدد کی۔ پہلے بھی انہوں نے تمہیں ظہورہ کے نام سے امیر کے پاس پہنچا کر ہمارے لیے ایک بہترین موقع فراہم کیا تھا۔ اس بار پھر وہی ہمارے کام آئے۔ سنا ہے تمہارا سفارت خانہ تمہارے لیے کافی تگ ودو کر رہا ہے' لیکن ہم اسے زیادہ تکلیف نہیں دینا چاہتے۔ ہوا یوں کہ تمہیں رات کے کھانے میں خواب آور دوا دے کر بے ہوش کیا اور پھر ہمارے دوستوں نے تمہیں ہمارے حوالے کر دیا۔ اس وقت تم اسکندریہ میں ہو۔''

''اسکندریہ میں؟'' میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''ہاں، اخبارات تمہارے بارے میں جو کچھ لکھیں گے وہ یوں ہوگا۔ جرائم پیشہ افراد کے ایک سہ رکنی گروہ نے جو امیر غیری کی دیوانگی سے فائدہ اٹھا کر لاکھوں پونڈ کے ہیرے چرانے کا منصوبہ رکھتا تھا امیر غیری کو قتل کیا لیکن بدقسمتی سے وہ ہیرے لے جانے میں کامیاب نہ ہو سکے اور گرفتار ہو گئے۔ پھر اس گروہ کے دو افراد موت کا ڈرامہ رچا کر پولیس کے چنگل سے نکل گئے اور اب اس وقت جب جیل کے حکام نے کچھ تحقیقی امور کے لیے گروہ کی تیسری فرد لڑکی کو دفتر تحقیق میں طلب کیا تھا اسی گروہ کے افراد نے خواب آور گیس کا بم مار کر جیل کے حکام اور پولیس کمشنر کو بے ہوش کیا اور لڑکی کو نکال لے گئے۔ وہاں باقاعدہ یہ سب کچھ ہوا ہے اور اخبارات کو یہ خبر ریلیز کر دی گئی ہے۔''

خاتون زبونا نے مسکرا مسکرا کر یہ تفصیل بتائی اور میں ششدر اسے دیکھتی رہ گئی۔ پھر فیصل بولا۔

''میری ماں اس کائنات کی سب سے ذہین عورت ہے مس نشاء دانش، لیکن ہم بددیانت اور خود پسند نہیں ہیں۔ تم لوگ جو کوئی بھی ہو تم نے نادانستگی میں ہماری بہت مدد کی ہے۔ اور ہم تمہیں بحفاظت مصر سے نکال کر جہاں تک تم چاہو گی پہنچا دیا جائے گا اور اگر تمہیں ان سے دلچسپی نہ ہو تو تم خود جہاں جانا چاہو گی ہم بندوبست کر دیں گے۔''

ان لوگوں کی داستان پر مجھے حیرت نہیں ہوئی تھی۔ یہ تفصیل عسکری بھی مجھے سنا چکا تھا۔ لیکن ان کے الفاظ کے آخری حصے نے میری توجہ سمیٹ لی تھی۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا کہ ان سے مفاہمت رکھی جائے بس اور کچھ نہیں چاہئے تھا مجھے۔ میں یہاں سے نکل جاؤں گی۔ جس طرح بھی ہو میری گلوخلاصی ہو جائے۔ میں نے کہا۔

''سنیے جناب! میری گزارش ہے کہ آپ لوگ میری باتوں پر یقین کریں۔ مجھے جھوٹ بول کر کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ان تمام واقعات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ آپ کے اور حکومت مصر کے معاملات ہیں۔ آپ نے جو کچھ کہا وہ آپ بہتر جانتے ہیں۔ میں بس یہاں سے نکل جانا چاہتی ہوں۔ آپ اگر مناسب سمجھیں تو اس میں میری مدد کر دیں۔''

''ہم نے اس کا وعدہ کیا ہے نشاء دانش۔ وہ دونوں بوڑھے کہاں ہیں؟''

''میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے وہ سب مارشل کے مسافر تھے اور وہی امیر غیری کو دھوکہ

دے کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے ہی یہ سازش کی تھی۔''

''ان کا کوئی مقصد تو ہوگا؟''

''یقیناً لیکن انہوں نے مجھے اس کی ہوا بھی نہیں لگنے دی۔''

''ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔'' فیصل بولا۔

''حقیقت یہی ہے۔ آپ لوگوں سے زیادہ کون جان سکتا ہے کہ میرا ان تمام واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اگر ان بوڑھوں کو مجھ سے کوئی دلچسپی ہوتی تو جس طرح وہ خود فرار ہوئے اسی طرح میرے لیے بھی کوشش کر سکتے تھے۔''

اس دلیل نے شاید انہیں کچھ متاثر کیا تھا۔ وہ ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے۔ پھر عشان بولا۔

''کیا فیصلہ کرتی ہیں مادر مہربان۔''

''وہ دونوں شیطان کون تھے اور کہاں روپوش ہو گئے۔ تم ان کے بارے میں کچھ اور بتاؤ لڑکی۔''

''ان میں سے ایک کا نام وسکن ڈیزل ہے اور اس کا تعلق الجزائر سے ہے۔ دوسرا عدنان ثنائی ہے جو انڈونیشیا سے الجزائر پہنچا تھا اور وہیں سے یہ دونوں جہاز مارشل پر سوار ہوئے تھے۔ یہ قدیم مصر پر تحقیق کے شوقین ہیں۔''

''تم سے ان کی شناسائی کیسے ہوئی؟''

''وہی مارشل پر، میں بھی ایک محقق کی بیٹی ہوں۔''

''ختم کرو عشان۔ لڑکی شاید ٹھیک ہی کہہ رہی ہے۔ اس کا کام کر دو۔ بوڑھوں کو ہم دیکھ لیں گے۔'' خاتون زبونا نے کہا۔

''تم اب کیا چاہتی ہو لڑکی۔''

''صرف اپنے وطن جانا چاہتی ہوں۔''

''اگر ہم تمہارا لیبیا تک جانے کا بندوبست کر دیں تو وہاں سے تم اپنے وطن جاسکو گی؟''

''مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم جناب۔ میں تو بس زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ اگر آپ میرے وطن تک جانے کا بندوبست کر دیں تو آپ کی عنایت ہوگی۔ اس کے سوا مجھے کچھ نہیں چاہیے۔''

''یہ ہمارے لیے مشکل ہوگا۔ اب تمہارے جیل سے نکل جانے کے بعد ان تمام راستوں کی نگرانی کی جائے گی۔ جہاں سے تم اپنے وطن جا سکو۔ اس لیے یہی بہتر ہے کہ تم لیبیا چلی جاؤ۔ وہاں سے تم خود جدوجہد کر لینا۔''

''جیسا آپ بہتر سمجھیں۔''

''بے فکر ہو جاؤ۔ تمہیں کچھ وقت یہاں گزارنا ہوگا۔ اس کے بعد ایک صحرائی سفر سے تمہیں ایسی جگہ پہنچا دیا جائے گا جہاں سے تم لیبیا جاسکو۔ باقی کام تمہیں خود کرنا ہے۔''

میں خاموش ہوگئی۔ کچھ دیر کے بعد وہ تینوں چلے گئے۔ میرا دل بھر آیا۔

دو دن اس قید میں گزرے۔ کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ ہر طرح میرا خیال رکھا گیا۔ تیسری صبح ناشتہ کر رہی تھی کہ ایک شخص میرے کمرے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر دم بخود رہ گئی تھی۔ وہ احسان تھا۔

''ہیلو مس نشاء دانش۔''

میرے ہونٹ ہیلو کہنے کے لیے ہلے لیکن منہ سے آواز نہیں نکلی تھی۔

''تم جانتی ہو میں تو حکم کا غلام ہوں۔ بہر حال وطن واپسی مبارک ہو۔ ناشتہ کرو۔''

''شش...... شکریہ جناب! کیا؟''

میرے منہ سے بمشکل نکلا۔

''ہاں...... بس تیار ہو جاؤ۔ کچھ دیر کے بعد ہم روانہ ہو جائیں گے۔'' اس نے کہا۔

اس کے بعد ناشتہ کیا حیثیت رکھتا تھا۔ احسان چلا گیا اور میں شدید اعصابی دباؤ کا شکار ہو گئی۔ لیبیا بھیج رہے ہیں یہ مجھے۔ بہر حال اس عذاب سے تو نکلوں۔ اس کے بعد تقدیر آزماؤں گی۔ ہوسکتا ہے وطن پہنچنے میں کامیاب ہو ہی جاؤں۔''

سفر ایک پرانے طرز کی لینڈ کروزر سے کیا گیا تھا۔ ڈرائیور دو آدمی اور تھے اور احسان تھا۔ لینڈ کروزر میں ایک تابوت رکھا ہوا تھا جس میں دونوں طرف چھوٹے چھوٹے سوراخ تھے۔ اندر ریشم کے گدے لگے ہوئے تھے۔ احسان نے اس کا ڈھکنا کھول کر مجھے اشارہ کیا۔

''کک کیا مطلب؟'' میں نے سہم کر کہا۔

''ایک خوفناک، لیکن دلچسپ سفر......!''

وہ مسکرا کر بولا۔

''لل...... لیکن......!''

''اپنی عقل سے بھی سوچا کرو بے بی۔ مصری پولیس تمہاری تلاش میں ہے۔ راستہ طویل ہے اگر کہیں چیکنگ ہوگئی تو تمہارے ساتھ ہم بھی مارے جائیں گے۔ بس آبادیوں سے نکل جائیں۔ اس کے بعد نکل آنا۔''

''میرا دم گھٹ جائے گا اس میں۔''

''نہیں ان سوراخوں سے تمہیں پوری ہوا ملے گی۔''

تھوڑی سی دو قدم کے بعد میں تابوت میں لیٹ گئی۔ پھر لینڈ کروزر اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ میں نے اس قبر میں آنکھیں بند کر لی تھی۔ آنکھیں کھولتی تو کلیجہ حلق میں آنے لگتا۔ واہ مجھے اس دنیا

میں لانے والوں کیا حسین زندگی دی ہے تم نے مجھے۔ تمہارا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گی۔ آنکھوں کی کوروں سے آنسو بہتے رہے۔ ایک بار عسکری کا خیال بری طرح حواس پر چھا گیا۔ اب مجھے اس کے خلوص پر شک نہیں تھا۔ لیکن میں اتنی بے بس تھی کہ اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ کوئی چالیس منٹ تک اس قبر میں دفن رہی، پھر اچانک تابوب کا ڈھکن کھول دیا گیا، تاریکی روشنی میں بدل گئی اور میں نے دہشت زدہ انداز میں آنکھیں کھول دیں۔

''کیا ہوا...... کیا ہو گیا؟''

''کچھ نہیں بے بی! اب باہر آ جاؤ۔'' احسان کی آواز سنائی دی اور میں پھرتی سے تابوت سے باہر نکل آئی۔

''خطرہ ٹل گیا؟''

''ہاں۔ آرام سے بیٹھو۔ کافی پیو گی؟''

''پانی مل سکتا ہے۔''

''کیوں نہیں پانی دو۔''

احسان نے اپنے ساتھی سے کہا۔ بلوری گلاس میں مجھے پانی دیا گیا۔ اس کے بعد کافی۔ حالانکہ گری تھی، لیکن چکراتے ہوئے سر کے لیے بہت اچھا ثابت ہو رہا تھا۔ احسان کا رویہ بے حد نرم تھا۔

باہر کے مناظر نمایاں تھے۔ تاحد نگاہ ریت کے ٹیلے بچھے ہوئے تھے کہیں کہیں ٹوٹے پھوٹے اہراموں کی چوٹیاں نظر آ رہی تھیں۔ جن کے بقیہ حصے ریت میں دفن ہو گئے تھے۔ مصر کی روایتی شکل نمایاں تھی۔ میں انہیں دیکھتی رہی۔ مزید کوئی پچیس منٹ تک یہ سفر جاری رہا۔ سیاہ رنگ کا وہ بلند بالا مقبرہ مجھے کوئی چھ سات منٹ سے نظر آ رہا تھا۔ وہ قریب آتا جا رہا تھا۔ لینڈ کروزر شاید ریت کے درمیان میں بنی ہوئی کسی سڑک پر چل رہی تھی لیکن ایک جگہ سے اس نے راستہ بدل دیا۔ صاف ظاہر ہو گیا کہ اب وہ ریت پر سفر کر رہی ہے۔ میں سمجھ نہیں پائی...... لیکن اونچا اہرام اب قریب آ گیا تھا اور اس کے قریب لینڈ کروزر رک گئی۔ میرے اعصاب پھر کشیدہ ہو گئے۔ یہاں رہنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

بہر حال میں تو ان لوگوں کے رحم و کرم پر تھی۔ میری سمجھ میں تو بہت سی باتیں آ رہی تھیں، لیکن بے کس تھی کیا کرتی۔ اہرام بہت پر اسرار نظر آ رہا تھا۔ یہ پہلا فرعونی مقبرہ تھا، جسے میں نے اتنے قریب سے دیکھا۔ اس کی ہیبت میرے دل پر طاری ہو رہی تھی۔ عظیم الشان مقبرے کے سامنے کے حصے میں بوسیدہ دروازہ نظر آ رہا تھا۔ جو بند تھا۔ زمانہ قدیم کا یہ عظیم الشان اہرام جس سے نجانے کتنی داستانیں وابستہ ہوں گی۔ اس لق و دق ریگستان میں بہت خوفناک منظر پیش کر رہا تھا احسان اور اس کے ساتھی نیچے اتر گئے۔ میں اپنی جگہ بیٹھی رہی۔ انہوں نے مجھ سے مخاطب ہوئے بغیر پراسرار

کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ تابوت نیچے اتارا گیا اور وہ لوگ اسے لیتے ہوئے اہرام کے دروازے کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد اس کا ڈھکن کھول دیا گیا پھر احسان آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب پہنچا اور اس نے نرم و ملائم لہجے میں کہا۔

''آؤ نشاء دانش نیچے اتر آؤ۔ یہ ریگزار تماسرا ہے اور یہ اہرام بھی تماسراہی کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں زمانہ قدیم کے بہت سے لوگ موجود ہیں۔ ان کی گلی سڑی لاشیں ہڈیوں کی شکل میں تبدیل ہوگئی ہیں اور یہ ہڈیاں بوسیدہ تابوتوں میں دفن ہیں...... لیکن اصل میں یہ خاتون زبونا کا نوادر خانہ ہے۔ اس کے قدیم تاریخ میں خاتون زبونا کی تاریخ بھی شامل ہوگئی ہے۔ اصل میں تمہیں اندازہ نہیں قلوپطرہ کی سرزمین پر اس جیسی فطرت کی بے شمار خواتین جنم لیتی ہیں۔ کچھ کے نام تاریخ میں بھی محفوظ ہیں۔ شاید ہر دور میں یہاں کم از کم ایک قلوپطرہ ثانی ضرور رہی ہے۔ کسی بھی نقطہ نگاہ سے اس پر غور کیا جائے تو اس کی فطرت میں ایک خاص بات پائی جاتی ہے جو قلوپطرہ کے مزاج سے مل جاتی ہے۔

خاتون زبونا کو تم اس دور کی قلوپطرہ کہہ سکتی ہو۔ اس نوادر خانے میں وہ عتاب زدہ افراد موجود ہیں جن سے کسی نہ کسی طرح خاتون زبونا کی مخاصمت رہی ہے۔ خاتون زبونا نے ان کی تاریخ ان کے ساتھ یہاں دفن کر دی ہے۔ شاید تمہیں اس بات پر یقین نہ آئے کہ امیر غیری کی اصل لاش بھی ایک تابوت میں یہاں پہنچ گئی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کا مدفن بظاہر کہیں اور ہے۔ بڑے آدمیوں کے کھیل ہیں اور انہیں یہ کھیل کھیلنا مشکل نہیں ہوتے۔ امیر غیری کی تدفین جہاں کی گئی وہاں سے پوشیدہ طور پر ان کی لاش نکال کر خاتون زبونا کے حکم سے یہاں تک پہنچا دی گئی تاکہ ان کے کشتگان منتشر نہ ہوں۔ ظہورہ کی لاش بھی یہیں ایک تابوت میں موجود ہے اور بھی کئی ایسے ہیں جن کا تذکرہ اس وقت بے مقصد ہوگا اور افسوس مس نشاء دانش کہ آپ بھی کسی نہ کسی طور ان افراد میں شامل ہوگئیں جن کے بارے میں خاتون زبونا کا خیال ہے کہ انہیں مر جانا چاہیے اور ان کی زندگی خاتون زبونا کے حق میں بہتر نہ ہوگی۔''

میرے پورے جسم میں پھریریاں دوڑ گئیں، میں لینڈ کروزر سے نیچے تو اتر آئی تھی...... لیکن ان الفاظ پر وحشت زدہ ہو کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے پھٹی پھٹی آواز میں کہا۔

''تت...... تو کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ مجھے آزادی دلانے کا بہانہ کیا تھا تم نے۔ کیا میری دلجوئی فریب تھی؟''

''سو فیصد ورنہ تم خود سوچو مس نشاء دانش بھلا فیصل، عشان اور خاتون زبونا تمہارے سامنے اس بے تکلفی سے اپنے جرم کا اعتراف کرتے...... تم ناسمجھ ہو اگر تمہاری جگہ کوئی سمجھ دار ہوتا تو فوراً یہ اندازہ لگا لیتا کہ تمہیں یہ سب کچھ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ تمہاری زندگی ختم ہو چکی ہے اور تم ان کا راز لے کر صرف قبر میں جا سکتی ہو۔ اب یہ تمہاری معصومیت ہے کہ اس اظہار کے باوجود تم نے

اپنے آپ کو زندوں میں شمار کر لیا۔ خیر اب ان باتوں سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ میں صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ تمہاری گردن دبا کر تمہیں ہلاک کر دوں۔ ورنہ کسی کو اگر زندہ تابوت میں رکھ کر قبر میں اتار دیا جائے تو ظاہر ہے اسے موت کی شدید تکلیف سے دو چار ہونا پڑے گا اور چونکہ تم اتنی بے ضرر رہی ہو ہمارے لیے کہ تم سے کوئی پرخاش ہی نہیں ہے ہمیں۔ میں ذاتی طور پر تمہیں یہ دکھ نہیں دے سکتا۔''

''دیکھو میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ میں اپنی زبان بند رکھوں گی۔ بھول جاؤں گی وہ سب کچھ جو ہو چکا ہے میری زندگی بخش دو، میں تو خود ہی ان حالات میں جیتی رہی ہوں، جو موت سے بدتر ہوتے ہیں، مجھے بے بسی کی موت مت مارو، تمہیں اس سے کیا مل جائے گا۔''

''افسوس اس کائنات میں بعض لوگ اپنی مرضی سے ایک دن نہیں گزارتے۔ میں بھی انہی میں سے ہوں مس نشاء دانش، میری بدنصیبی نے مجھے غلام پیدا کیا اور میں غلاموں ہی کی مانند زندگی بسر کرتا رہا ہوں...... غلام کا صرف ایک کام ہوتا ہے آقاؤں کے حکم کی تعمیل کرے۔ میں نے آج تک یہی کیا ہے۔ براہ کرم میرے اندر کسی اور قسم کے جذبات نہ بیدار کر دو۔ میں انہیں نباہ نہ سکوں گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس حکم پر افسردہ رہوں جو مجھے میرے آقاؤں کی جانب سے ملا۔ دیکھو وہ تابوت خوبصورت ہے تم اس کے تجربہ کر چکی ہو۔ صدیوں کے بعد یا ہو سکتا ہے کچھ عرصے کے بعد کچھ محقق ریگزار تماسرا میں اہرام تماسرا کا معائنہ کریں تو تمہاری لاش پا کر تمہاری بھی کوئی تاریخ تعین کر لیں۔ آؤ اب زیادہ وقت نہیں ہے۔ ہمارے پاس، ہم تمہاری آخری رسومات کے لیے تیار ہیں اور......!''

لیکن اس کے ساتھ ہی احسان کو خاموش ہو جانا پڑا۔ ایک آواز فضا میں گونجی تھی، گو فاصلہ بہت تھا' لیکن آسمان پر اڑنے والے ہیلی کاپٹر کے لیے یہ فاصلہ طے کر لینا کون سا مشکل تھا۔ احسان کے ساتھ ہی اس کے ساتھی بھی پلٹ کر آسمان کی جانب دیکھنے لگے۔ ہیلی کاپٹر بہت تیز رفتاری سے اس سمت آ رہا تھا۔ احسان کے حلق سے دہشت بھری آواز نکلی......

''او ہو...... اس کا رخ تو اس سمت ہے۔ کون ہو سکتا ہے یہ کون ہو سکتا ہے......؟''

میں بھی وحشت بھرے انداز میں اسی سمت دیکھ رہی ہوں۔ اس لیے عقبی سمت ہم لوگ توجہ نہ دے سکے۔ وہ تو جب پیچھے سے آواز سنائی دی تب ہم سب پلٹے تھے۔ اہرام تماسرا سے وہ تمام روحیں باہر نکل آئی تھیں جن کی تدفین یہاں کی گئی تھی اور ان میں سے ایک نے کہا۔

''تم لوگ اپنے ہاتھ بلند کر دو۔ اگر ذرا بھی کوئی غیر ذمہ دارانہ حرکت کی تو گولیوں سے بھون ڈالے جاؤ گے۔''

ہم پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان لوگوں کو دیکھنے لگے، اجنبی چہرے تھے، لیکن سب کے سب مسلح، احسان نے ہاتھ بلند کر دیئے، اہرام سے نکلنے والے سمجھ میں نہیں آئے تھے، وہ لوگ آگے بڑھے اور

انہوں نے پستولوں کی نالیں احسان اور اس کے ساتھیوں کی کنپٹیوں پر رکھ دیں۔ پھر ان میں سے ایک نے جو مقامی ہی معلوم ہوتا تھا نہایت چابک دستی سے ان سب کے لباسوں کی تلاشی لے ڈالی، پستول موجود تھے ان کے پاس، لیکن انہیں ایک لمحے کی مہلت نہیں ملی تھی کہ مقابلے کے لیے پستول نکال سکیں، چنانچہ ان کے سارے ہتھیار قبضے میں لے لیے گئے اور اس کے بعد تلاشی لینے والے شخص نے اپنی جیب سے آٹومیٹک ہتھکڑیاں نکالیں اور ان سب کو ایک لڑی میں پروتا چلا گیا۔ میری جانب کوئی متوجہ نہیں تھا۔ ان کے ہاتھ پشت پر کر لیے گئے تھے تاکہ وہ کوئی غلط حرکت نہ کر سکیں۔

میں ساکت کھڑی خواب آلود نگاہوں سے ان بدلتے ہوئے مناظر کو دیکھ رہی تھی...... اور میرے ذہن میں عجیب وغریب خیالات آ رہے تھے۔

پھر ہیلی کاپٹر نیچے اتر آیا۔ فاصلہ ہم سے ذرا زیادہ رکھا گیا تھا تاکہ ریت اڑ کر ہمیں گردآلود نہ کر دے۔ پھر بھی ہیلی کاپٹر کے پروں کی ہواؤں سے اڑنے والی ریت نے ہیلی کاپٹر کو اپنے درمیان بیٹھ گئی تو تین افراد نمودار ہوئے۔ یہ بہترین شخصیت کے مالک تھے۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ بدستور اپنی سیٹ پر موجود رہا۔ البتہ اس نے مشین بند کر دی تھی۔ آنے والوں نے گہری نگاہوں سے احسان، اس کے ساتھیوں کو اور مجھے دیکھا۔ پھر ان میں سے ایک مطمئن انداز میں گردن ہلا کر بولا۔

''ان لوگوں کو آپ اپنی گاڑی میں لے جائیے کرنل دانیال۔ میں مس نشاء دانش کو اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔ آپ میں سے چند افراد کو ان کی گاڑی سنبھالنا ہوگی۔ احتیاط سے اسے لے کر ہیڈ کوارٹر پہنچ جائیے...... اور کوئی خاص بات......؟''

''نہیں جناب ویسے اس شخص نے وہی سب کچھ کیا ہے جس کی توقع ہم لوگ رکھتے تھے۔ اس کی یہاں ہونے والی گفتگو بھی ریکارڈ کر لی گئی ہے۔'' اہرام سے برآمد ہونے والے شخص نے بتایا۔ وہ تندرست وتوانا شخص جو مقامی ہی معلوم ہوتا تھا اور اعلیٰ شخصیت کا مالک تھا، نرم لہجے میں مجھ سے بولا۔

''آیئے مس نشاء دانش تشریف لایئے۔''

میں نے قدم آگے بڑھائے لیکن لہرا گئی۔ تب اس نے ہمدردانہ انداز میں مجھے سہارا دیا اور آہستہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا ہیلی کاپٹر تک آ گیا۔ ہیلی کاپٹر میں خاصی گنجائش تھی۔ اور وہ یقیناً فوجی ہیلی کاپٹر تھا۔ مجھے اس میں سوار کرایا گیا، وہ شخص میرے برابر بیٹھ گیا اور ان میں سے ایک آگے پائلٹ کے ساتھ...... تیسرا آدمی مصری زبان میں ان لوگوں سے کچھ کہہ کر دوسرے افراد کی جانب چلا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر کا دروازہ بند ہوا اور پائلٹ نے چند لمحات کے بعد اسے فضا میں بلند کر لیا۔ میرے نزدیک بیٹھے ہوئے شخص نے مقامی زبان میں پائلٹ کو بھی کچھ ہدایات دی تھیں اور پھر اطمینان سے سیٹ سے پشت نکالی تھی۔ میں دم بخود بیٹھی ہوئی تھی۔

درحقیقت موت مجھ سے آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔ بہت عرصے سے یہی ہو رہا تھا۔ ایک لمحہ بھی

میرے بس میں نہیں تھا۔ میں نہیں کہہ سکتی تھی کہ دوسرے لمحے کیا ہوگا۔ ابھی ابھی زندگی ختم ہونے میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ احسان جیسے درندہ صفت کے دل میں رحم کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا وہی کرتا' مگر اچانک پانسہ پلٹ گیا تھا۔ میں بچ گئی تھی۔ مگر یہ سب کچھ نہ جانے کیسے ہوگیا۔

ہیلی کاپٹر کا سفر جاری رہا۔ پھر وہ ایک بے حد وسیع جگہ اتر گیا۔ سرسبز وشاداب میدان تھا جس کے درمیان ہیلی کاپٹر کا ہیلی پیڈ بنا ہوا تھا۔ کچھ فاصلے پر عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ جگہ جگہ گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ پہلے وہ لوگ اترے اس کے بعد اس ہمدرد شخص نے مجھے سہارا دیا اور نیچے اتارا اور اسی نرم ومشفق لہجے میں بولا۔

''آپ خود کو سنبھال لیں مس نشاء دانش۔ آپ بالکل محفوظ ہیں مطمئن رہیں کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔''

''بہت شکریہ جناب!''

میں نے حواس مجتمع کر کے کہا۔ ایک کار اسٹارٹ ہو کر ہیلی پیڈ کے قریب آ گئی۔ مجھ سے اس کار میں بیٹھنے کے لیے کہا گیا اور میں نے ہدایت پر عمل کیا۔ ڈرائیور کے ساتھ وہ دوسرا آدمی بیٹھ گیا' جو ہیلی کاپٹر میں پائلٹ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ پھر کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی اور کوئی بیس منٹ تک اس کا سفر جاری رہا۔ البتہ راستوں سے گزرتے ہوئے میں نے یہ ضروری معلوم کر لیا کہ میں اس وقت قاہرہ میں ہوں۔

اس بار بھی ایک وسیع وعریض عمارت میں مجھے لایا گیا تھا۔ یہاں باوردی افراد کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ بھی پولیس ہیڈ کوارٹر ہے۔ میرا رہبر مجھے ساتھ لیے ہوئے مختلف راستوں سے گزر کر ایک کمرے میں آ گیا، جہاں آرام دہ نشستیں لگی ہوئی تھیں۔

''آپ یہاں بیٹھیں خاتون...... ابھی آپ کے سفارتخانے......'' اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ دروازے سے کچھ لوگ اندر داخل ہوئے۔ سب سے آگے عسکری تھا۔ جو بے اختیار میری طرف لپکا اور اس نے محبت سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر بے صبری سے بولا۔

''تم ٹھیک تو ہو نشاء۔ اوہ میں تو تمہاری زندگی سے مایوس ہو گیا تھا۔''

''ہاں میں ٹھیک ہوں۔''

''یہ ہمارے سفارتخانے کے ذمہ دار اراکین ہیں۔ مسٹر جاوید عالی اور مسٹر جمال شاہ۔''

''میں تو جیل میں مس نشاء ہارون سے مل چکا ہوں۔ انہوں نے کچھ طنزیہ الفاظ بھی کہے تھے مجھ سے۔'' جمال شاہ نے کہا۔ مجھے یاد آ گیا لیکن طنزیہ الفاظ میں نے نہیں بلکہ اس نے خود کہے تھے۔ البتہ میں نے خاموشی ہی اختیار کی یہی بہتر تھا۔''

''آپ بالکل مطمئن رہیں مس نشاء دانش۔ ہم لوگ ضابطے کی کارروائی کر رہے ہیں۔ ہو سکتا

ہے کچھ ضروری امور کی تکمیل میں اپ کو یہاں ایک آدھ دن گزارنا پڑے۔ اس کے بعد آپ کے لیے معقول بندوبست کرلیا جائے گا اور تیاریوں کے بعد آپ کو وطن روانہ کر دیں گے۔''

''بہتر ہے۔''

میں نے کہا۔

''ہمیں اجازت دیجیے۔''

دونوں نے کہا اور میں نے مضطربانہ انداز میں عسکری کو دیکھا۔

''تم بھی...... عسکری......؟''

''نہیں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' عسکری نے کہا اور میں نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ وہ دونوں باہر نکل گئے اور میں ایک صوفے پر نڈھال ہوکر نیم دراز ہوگئی۔

''کچھ پیوگی؟'' عسکری نے پوچھا۔

''مل سکے گا؟''

''میرے خیال میں مل سکے گا۔ میں دیکھتا ہوں۔''

''نہیں رہنے دو۔ کوئی یہاں آجائے تو ٹھیک ہے۔ خدا کے لیے تم کہیں نہ جاؤ۔''

''بے فکر رہو۔ اب ہم محفوظ ہیں۔ بس یہیں سے دیکھتا ہوں۔'' عسکری نے کہا اور اٹھ کر دروازے سے باہر نکل گیا۔ میں اسے دیکھتی رہی۔ اس وقت وہ صاف ستھرے قیمتی لباس میں ملبوس تھا اور پہلے کی مانند نظر آرہا تھا۔ اس شخص نے واقعی خود کو میرے لیے وقف کر دیا تھا۔ اس سے زیادہ شاید ہی کوئی کسی کے لیے کچھ کر سکے اور اس وقت...... میرے خدا...... یہ سوچ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ بس چند ہی لمحات تو رہ گئے تھے اس کے بعد احسان میری گردن دبا دیتا...... اور اس کے بعد...... میں دہشت سے سیدھی ہوکر بیٹھ گئی۔ پھر بے اختیار اٹھی اور دوازے کے پاس پہنچ گئی۔ سخت وحشت کا شکار تھی۔

عسکری کچھ فاصلے پر ایک شخص سے بات کر رہا تھا۔ پھر وہ دروازے کی طرف پلٹ پڑا میں بھی اپنی جگہ آبیٹھی تھی۔ وہ اندر آکر میرے سامنے بیٹھ گیا۔ چند لمحات بالکل خاموشی طاری رہی۔ پھر میں نے کہا۔

''تمہیں معلوم ہے میں موت کے منہ سے نکل کر آئی ہوں۔''

''ہاں۔ میں جانتا ہوں اور تمہیں اس بارے میں تفصیلات بتانا چاہتا ہوں یہ اچھی بات ہے کہ ہمیں دوسروں کے سامنے پیش ہونے سے قبل کچھ تنہائی کے لمحات مل گئے ہیں۔''

''تفصیلات......؟'' میں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''جیل میں تمہیں معلومات فراہم کرنے کے بعد میری رہائی ہوگئی تھی۔''

''مگر اس میں تو چار دن باقی تھے۔''

''چار دن کے بعد ہی کی بات کر رہا ہوں۔''

''بعد میں تو تم مجھے نظر نہیں آئے تھے۔''

''تم پھر دھتکار دیتیں۔ فائدہ نہیں تھا۔ خیر...... وہاں سے نکل کر پھر اپنے تحفظ میں مصروف ہو گیا۔ اس کے بعد تمہارے بارے میں علم ہوا کہ جیل سے فرار ہو گئی ہو۔ میں بے چین ہو گیا۔ یہ تو جانتا تھا کہ جو کچھ ہوا ہے تم نے نہ کیا ہوگا۔ پریشان پھر رہا تھا کہ روشاق نے پھر مجھ سے ملاقات کی۔''

''اوہ...... وہ ملا تھا؟''

''اسی نادیدہ شکل میں۔ اس نے مجھے ایک کیسٹ دیا اور مجھے میرے آئندہ لائحہ عمل کے بارے میں بتایا۔ کیسٹ میں وہ گفتگو ریکارڈ تھی جو خاتون زبونا اور اس کے بیٹوں نے تم سے کی تھی اور جس میں انہوں نے امیر غیری کے قتل کا اعتراف کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس میں سے آگے کی گفتگو بھی تھی۔ جس میں خاتون نے احسان کو ریگزار تماسرا میں تمہارے دفن کی ہدایات دی تھیں۔ پورے پروگرام کی تفصیل تھی۔ روشاق نے مجھے حکم دیا کہ یہ کیسٹ لے کر اپنے وطن کے سفارتخانے پہنچ جاؤں۔ وہاں جاوید عالی سے ملوں اور یہ کیسٹ اس کے حوالے کر دوں۔ میں نے اس کی ہدایت کے مطابق عمل کیا اور خدا کا شکر ہے کہ تمہیں بروقت بچا لیا گیا۔''

''روشاق!'' میرے منہ سے آہستہ سے نکلا۔ پھر میں نے چونک کر عسکری سے پوچھا۔

''سفارتخانے کو تم نے اپنے بارے میں کیا بتایا؟''

''یہی کہ خاتون زبونا کا قیدی تھا۔ میں اپنے ہوٹل میں مقیم تھا اور وطن جانے کے لیے تیار تھا کہ مجھے کافی میں خواب آور دوا دے دی گئی اور میں ہوش میں نہ رہا۔ پھر مجھے اسکندریہ میں خاتون زبونا کے محل میں ہوش آیا تھا جہاں مجھے میری قید کی وجہ بھی نہیں بتائی گئی تھی۔ اس وقت سے میں وہیں قیدی تھا۔ لیکن محل میں ایک خادمہ سے گٹھ جوڑ کر کے میں نے کچھ آسانیاں حاصل کر لیں۔ خادمہ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ موقع ملنے پر مجھے اس قید سے رہائی دلائے گی۔ اسی نے مجھے حالات سے باخبر رکھا تھا اور بتایا تھا کہ خاتون زبونا امیر غیری کی دولت حاصل کرنے کے لیے ایک سازش کر رہی ہے جس میں اس کے دونوں بیٹے بھی شامل ہیں۔ یہ خبر بھی مجھے خادمہ نے دی تھی کہ ایک لڑکی کو لایا گیا ہے جس پر غیری کے قتل کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ اسی نیک خادمہ کی مدد سے مجھے ٹیپ ریکارڈر حاصل ہوا اور میں نے بڑے موقع سے ان لوگوں کی گفتگو ریکارڈ کی اور پھر صحیح وقت پر وہاں سے نکل بھاگا اور قاہرہ پہنچ گیا۔''

''میرے خدا...... یہ کہانی تو فرضی ہے نا......؟''

''ظاہر ہے۔'' عسکری مسکرا پڑا۔

''یہی ایک طریقہ تھا۔ بچنے کا ورنہ میں تو صحیح معنوں میں مفرور ہوں۔''

''اس خادمہ کا تو کوئی وجود نہیں۔''

''ہاں وہ بھی میرے ذہن کی تخلیق ہے۔''

''اور اگر تفتیش میں اس کے بارے میں پوچھ لیا گیا تو......؟''

''کوئی بھی فرضی نام لے دوں گا۔''

''طے کر لیا ہے؟'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''عزمہ کیسا نام ہے۔''

''اچھا ہے۔''

''بس تو ٹھیک ہے۔''

''مگر عزمہ ملے گی کہاں؟ ہوسکتا ہے یہ لوگ اسے بھی شامل تفتیش کرنا چاہیں۔'' میں نے کہا۔

''اس وقت صورتحال خاتون زبونا کے خلاف ہو چکی ہے۔ وہ نہ ملی تو اس کی لاش بھی تلاش کی جائے گی۔'' عسکری ہنس کر بولا۔

''اور جب اس نام کا وجود ہی نہیں ملے گا تو......''

''تب یقیناً خادمہ نے مجھے اپنا نام غلط بتایا ہوگا۔ ویسے شاید اس کی ضرورت پیش نہ آئے۔ جو ثبوت اس وقت پولیس کو حاصل ہو چکے ہیں اس کے بعد اتنی گہری تفتیش کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ ویسے یقیناً انہوں نے تمہیں ریگزار تماسرا سے حاصل کیا ہوگا؟''

''ہاں۔''

''یہ بات میرے علم میں آ گئی تھی کہ وہ انہیں رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتے ہیں۔''

''مجھے اب بھی خطرہ ہے عسکری۔''

''کیا؟''

''خاتون زبونا کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ پولیس کمشنر تک اس کے لیے سازش میں شریک ہو گیا تھا۔''

''اب ایسا نہیں ہوگا۔''

''کیسے کہہ سکتے ہو؟''

''معاملہ سفارتخانے کا ہے اور فوجی حکام اس کیس میں ملوث کیے گئے ہیں۔ سفارتخانے نے اس کی خصوصی درخواست کی تھی اور چونکہ پولیس کمشنر کا تذکرہ کیسٹ میں موجود تھا اس لیے فوجی حکام سفارتخانے کی مدد کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ تماسرا میں کیا تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہوا۔ ویسے تھوڑی سی تفصیل مجھے بتاؤ۔ میں نے تو کوشش کی تھی کہ اس مہم جوئی میں مجھے شریک کر لیا جائے۔ لیکن یہ نہ ہو سکا کیونکہ معاملہ اونچے پیمانے کا تھا۔''

''میں تو موت کے قریب پہنچ چکی تھی عسکری۔ یوں سمجھ لو بس کچھ دیر اور گزر جاتی تو...... لیکن

نہیں۔ وہ لوگ مقبرے میں موجود تھے۔'' میں نے عسکری کو پوری تفصیل بتائی اور اس نے مسرور لہجے میں کہا۔

''گویا وہاں انہوں نے مکمل بندوبست کر لیا تھا۔'' یہ بات مزید مستحکم ہوگئی احسان نے اس کیسٹ کی پوری تصدیق کر دی۔

''اب کیا ہوگا عسکری؟''

''میرا خیال ہے اب وطن واپسی ممکن ہو جائے گی۔'' عسکری نے کہا اور میرے دل میں ایک حسرت سی بیدار ہوگئی۔

''مجھے امید نہیں ہے۔''

''کیوں؟'' وہ چونک کر بولا۔

''اب بھی یہ سوال کر رہے ہو۔ اب تو تم میرے بارے میں اتنا ہی جانتے ہو جتنا میں۔ میرے بارے میں تو یہ پیش گوئی ہے کہ مجھے یہاں ایک مخصوص وقت گزارنا ہے۔ چاہے وہ کسی بھی طرح گزرے۔ خود روشاق کا بھی یہی کہنا ہے۔ روشاق جو میری مدد کر رہا ہے بلکہ اب تو اس پیش گوئی کی تصدیق بھی ہو رہی ہے بس انسانی فطرت سمجھو ورنہ تما سرا میں بھی خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ وہ لوگ مجھے مار نہیں سکتے۔ میں سب کے کہنے کے مطابق بچ جاتی۔ کسی نہ کسی طرح بچ جاتی' کیونکہ روحیں میری محافظ و نگراں ہیں اور دیکھ لو میں بچ گئی۔ بچ تو گئی چاہے کیسے بھی ہو ہاں اس طرح زبونا ضرور کیفر کردار تک پہنچ جائے گی۔ وہ دونوں بوڑھے بھی یہی کہتے تھے۔''

''وسکن ڈیزل اور عدنان ثنائی؟''

''ہاں۔ جیل میں انہوں نے کہا تھا کہ یہ تو میری داستان ہی نہیں ہے۔ کوئی میرا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔ دیکھ لو یہی ہو رہا ہے۔''

''میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں نشاء۔''

''ضرور کہو......''

''دیکھو۔ ہر کہانی کا ایک اختتام ہوتا ہے اور یہ اختتام ہمارے علم میں نہیں ہوتا۔ ہم کچھ سوچتے ہیں کہانی کہیں اور ختم ہوتی ہے' لیکن ختم ہو جاتی ہے۔ تم پریشان ہونے کے بجائے کہانی کے اختتام کا انتظار کرو۔ اس سے پہلے سوچو ہی نہیں کہ اختتام کیا ہوگا۔''

''یقین کرو یہ سب سے بہتر مشورہ ہے۔ آج کے بعد ہمیشہ یہی کوشش کروں گی اپنا دل پتھر کر لوں گی۔ حالات کیسے ہی ہوں ان سے تعاون کروں گی۔ جب اپنے بس میں کچھ نہیں یہ تو پھر کسی بات پر خوش یا کسی بات سے خوفزدہ ہوتا بے سود ہے لیکن تم سے بھی کچھ کہنا چاہتی ہوں۔''

''کیا......؟ کہو ضرور کہو......''

''وطن واپسی کا موقع مل جائے تو ضرور چلے جانا۔ بس عسکری اتنے احسانات کر چکے ہو مجھ پر

کہ میں انہیں اتارنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ اب اور کیا کرو گے میرے لیے۔ میں وطن جانا چاہتی ہوں‘ لیکن ہوسکتا ہے یہ میری تقدیر میں نہ ہو۔ وہاں تمہارے ساتھ ہی جانے کی خواہش مند ہوں لیکن اگر نہ جاسکوں تو میرے لیے مزید مشکلات مول نہ لینا۔ مجھ سے وعدہ کرو۔“

”سوری نشاء۔ کوئی جھوٹا وعدہ نہیں کرسکتا تم سے......“

”کیوں؟“

”میں تمہارے بغیر نہیں جاسکتا اور پھر تم دیکھو۔ کتنی جگہ تمہیں میری مدد کی ضرورت پڑی ہے اور نجانے آئندہ کہاں تمہیں میری ضرورت پیش آجائے۔“

”مان لو میری بات عسکری......!“

”میں مجبور ہوں نشاء۔ ہاں ایک وعدہ کرسکتا ہوں تم سے......“

”کیا؟“

”تمہیں خیریت کے ساتھ سرزمین وطن پہنچا دوں۔ اپنے شہر کے ایئرپورٹ پر اترنے کے بعد دوبارہ کبھی تمہارے سامنے نہیں آؤں گا۔ یہ وعدہ اٹل ہے میرا......!“

میں اسے شکست خوردہ نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی۔

اورنج جوس کا جگ اور دو گلاس لائے گئے اور ہم جوس پیتے رہے۔ شام کو پانچ بجے چند پولیس افسران ہمیں لینے آگئے اور ہم ان کے ساتھ چل پڑے۔ ایک بہت بڑے ہال کے سامنے بے شمار لوگ موجود تھے۔ ان میں خواتین بھی تھیں اور مرد بھی۔ بہت سے لوگ کیمرے ہاتھوں میں لیے ہوئے تھے۔ بعد میں سمجھ میں آیا کہ یہ لوگ پریس سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ دھڑا دھڑ تصویریں اتارنے لگے۔ کچھ لوگوں نے مجھ سے سوالات بھی کرنا چاہے لیکن مجھے ساتھ لانے والوں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”سوری جینٹل مین۔ آپ لوگوں کو جتنا بتایا گیا ہے صرف اسی پر قناعت کریں ابھی کسی سوال کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا آپ کو۔ سوری، راستہ چھوڑ دیجیے۔“

ہم لوگ اندر داخل ہوگئے۔ بے شمار میزیں لگی ہوئی تھیں ان پر افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک سمت خاتون زبونا، عشان اور فیصل تھے ان کے نزدیک احسان اور پولیس کمشنر بھی تھا۔ اس وقت کسی کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں نہیں تھیں۔ میں نے فوجی وردی میں ملبوس اعلیٰ عہدیداران کو بھی دیکھا اور پولیس کے حکام کو بھی۔ میرے اور عسکری کے لیے بھی نشستیں تھیں۔ میرے وطن کے سفارتخانے کے تین افراد بھی وہاں موجود تھے۔ ہال میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

”آپ لوگ تشریف رکھیے۔“ کسی میز سے مائیک پر آواز ابھری۔

”یہاں بائیں طرف۔“ ہم دونوں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر سکوت طاری رہا۔ پھر اچانک ایک آواز ابھری۔

''تعارف ہو جائے۔ خوش قسمتی سے میں آپ سے متعارف ہوں۔ یہ میرے بیٹے عشان اور فیصل ہیں اور میں نہایت صاف گوئی سے تمہیں سب کچھ بتائے دیتی ہوں۔ کائنات میں دولت ایک ایسی شے ہے...... امیر غیری کے قاتل ہم ہیں۔''

اس تمام گفتگو کی ریکارڈنگ تھی' جو خاتون زبونا نے مجھے اپنا کارنامہ سناتے ہوئے کی تھی، نہایت صاف اور نا قابل تردید۔ پوری گفتگو سنائی دی تھی۔ پھر وقفہ آ گیا۔ اس کے بعد دوبارہ کھرکھراہٹ ابھری اور پھر احسان کی آواز سنائی دی۔

✣✣✣

''آؤ نشاء دانش نیچے اتر آؤ۔ یہ ریگزار تماسار ہے اور یہ اہرام بھی تماسرا ہی کے نام سے مشہور ہے۔قلوپطرہ کی سرزمین پر اس کی فطرت کی بے شمار خواتین جنم لیتی رہی ہیں۔ کچھ کے نام تاریخ میں بھی محفوظ ہیں۔ شاید ہر دور میں یہاں ایک قلوپطرہ ثانی ضرور رہی ہے۔ خاتون زبونا کو تم اس دور کی قلوپطرہ کہہ سکتی ہو۔ اس نوادر خانے میں وہ عتاب زدہ افراد موجود ہیں جن سے کسی نہ کسی طرح خاتون زبونا کی مخاصمت رہی ہے۔ خاتون زبونا نے ان کی تاریخ یہاں دفن کر دی ہے۔ شاید تمہیں اس بات پر یقین نہ آئے کہ امیر غیری کی اصلی لاش بھی ایک تابوت میں یہاں پہنچ چکی ہے۔''

یہ وہ گفتگو تھی جس کا تذکرہ سرسری طور پر اس وقت بھی کیا گیا تھا' جب مجھے ریگزار تماسرا سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے واپس لایا جا رہا تھا۔ یہ گفتگو بڑی نفاست سے ریکارڈ کی گئی تھی اور اس میں ہواؤں کی آوازیں بھی شامل تھیں لیکن احسان کی آواز ہزاروں میں شناخت کی جا سکتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ کیسٹ بھی ختم ہو گیا اور اس کے بعد ایک بھاری آواز مائیک پر ابھری۔

''خاتون زبونا کیا آپ اب بھی اس بات سے انکار کریں گی کہ کیسٹ میں سنائی دینے والی آواز آپ کی نہیں ہے۔ کیا آپ اس بات سے انکار کریں گی۔ خاتون زبونا کہ آپ نے اپنے بھتیجے امیر غیری کو قتل نہیں کیا۔ احسان کیا تم اس آواز کو اپنی آواز نہیں کہو گے جو ٹیپ ریکارڈر پر سنائی گئی ہے اور خاتون زبونا کیا آپ اس بات کا اعتراف نہیں کریں گی کہ اہرام تماسرا میں ایک تابوت میں دفن لاش دراصل امیر غیری کی ہے اور دوسری لاش جو اس تمام لوازمات کے ساتھ وہیں پر پائی گئی ہے وہ خاتون ظہورہ کی تھی اور اس وقت اس لڑکی کا سرزمین مصر پر کوئی وجود نہیں تھا۔ جب خاتون ظہورہ کو قتل کیا گیا۔ خاتون زبونا آپ براہ کرم جواب دیجیے۔ کیا آپ ان آوازوں کی صحت سے انکار کرتی ہیں؟''

خاتون زبونا نے گردن اٹھائی اور اپنے دونوں بیٹوں کی جانب دیکھا۔ پھر آہستہ سے بولی۔

''یہ جرم میں نے کیا ہے اور اس سے پہلے بھی میں نے اپنے مخالفوں کو موت کے گھاٹ اتارتی رہی ہوں۔ میرا دست راست احسان رہا ہے۔ لیکن وہ صرف حکم کا غلام ہے۔ اس کا اپنا ان معاملات

میں کوئی دخل نہیں ہے نہ ہی میرے بیٹے ان جرائم میں میرے ساتھ ملوث ہیں۔ جو کچھ کرتی رہی ہوں میں ہی کرتی رہی ہوں اس کا اعتراف کرتی ہوں۔"

"خاتون زبونا خاموش ہوگئی اور ہال میں چاروں طرف مکھیوں جیسی بھنبھناہٹ گونجنے لگی۔ لوگ ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے تھے اور ہم لوگ ساکت بیٹھے انہیں دیکھ رہے تھے۔ تب اس آواز نے کہا۔

"خاتون زبونا کو فیصل امیری، عشان امیری، احسان اور پولیس انسپکٹر کو امیر غیری، خاتون ظہورہ اور ان تمام نامعلوم افراد کے قتل کے سلسلے میں گرفتار کیا جائے۔ غیر ملکی لڑکی نشاء دانش اور اس کے ساتھی عسکری کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ مزید ایک لحہ ضائع کیے بغیر ان کے ملک کے سفارت خانے کے سپرد کر دیا جائے ہم معذرت کے ساتھ انہیں اس زحمت کا ہر وہ تاوان ادا کرنے کے لیے تیار ہیں جو وہ طلب کریں۔"

میرے سفارت خانے کے لوگ کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے فوجی حکام کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے پورے خلوص سے تعاون کر کے دو بے گناہ افراد کو مشکل سے نکالا تھا۔ مجھے اور عسکری کو سفارت خانے کی کار میں بیٹھا کر سفارت خانے لایا گیا۔ جاوید عالی ہمارے میزبان تھے۔ ہمیں سفارت خانے کی عمارت میں نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ ہمارے لیے قاہرہ کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں بندوبست کیا گیا۔ رات کا کھانا ہم نے محترم سفیر کی رہائش گاہ پر کھایا تھا۔ اس کے بعد ہمیں ہمارے ہوٹل کے قیام کے بارے میں بتایا گیا۔ میں نے خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"مصر کی دولت مند عورت کے ہزاروں وفادار موجود ہوں گے۔ ہمیں ان سے خطرہ ہو سکتا ہے۔"

"اس کا تصور بھی نہ کریں خاتون۔ ہم ہزار آنکھوں سے آپ کی نگرانی کریں گے۔ بس ضروری کارروائی کے لیے آپ کو بہت مختصر وقت یہاں گزارنا ہوگا۔ شاید آپ کو ایک آدھ بار عدالت میں پیش ہونا پڑے۔ آپ کے کاغذات ازسرنو تیار کرنے ہوں گے۔ بس یہ چند کام ہیں جن کے لیے آپ کو کچھ وقت یہاں گزارنا ہوگا۔ اس کے بعد ہم آپ کو خدا حافظ کہیں گے۔"

فائیو اسٹار ہوٹل میں میرا اور عسکری کا کمرہ برابر برابر تھا۔ ضروری امور سے فراغت کے بعد عسکری میرے کمرے میں آ گیا۔ رات کے کوئی پونے بارہ بجے تھے۔ وہ مسکرا کر بولا۔

"میں جانتا تھا کہ آپ جاگ رہی ہوں گی۔ خوف تو نہیں محسوس ہو رہا!"

"نہیں لیکن متجسس ہوں۔"

"میں جانتا ہوں، لیکن میرا خیال ہے ہم وطن واپس پہنچ جائیں گے۔ یہ چند ہی روز سوچ فکر کے ہیں۔ کیا خیال ہے کل سے قاہرہ کی سیر کی جائے......"

ابھی میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ہم دونوں ساکت رہ

گئے۔ اس وقت ہمیں کون فون کر سکتا ہے اور پھر یہاں ہوٹل میں۔ عسکری بھی متجسس تھا۔ گھنٹی بج رہی تھی۔

عسکری نے مجھے آنکھ سے اشارہ کیا اور میں کھڑی ہوگئی۔ نہ جانے کیوں یہ فون پراسرار لگ رہا تھا۔ میں نے ریسیور کان سے لگا لیا تھا۔ حلق سے آواز نہیں نکل پا رہی تھی۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

''مطمئن رہو، تمہارے تمام خدشات بے بنیاد ہیں۔ آرام کی نیند سو جانا......!'' آواز نسوانی تھی، لیکن بالکل اجنبی۔ اچانک ریسیور میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ ایک دم مجھے ایک احساس ہوا تھا۔ جن الفاظ میں مجھے پرسکون رہنے کی تلقین کی گئی تھی وہ عبرانی زبان میں ادا کیے گئے تھے۔

عسکری اچھل کر کھڑا ہوگیا، وہ تیر کی طرح میرے نزدیک پہنچا اور اس نے نیچے گرا ہوا ریسیور اٹھا لیا اور اسے کان سے لگا کر دو تین بار ''ہیلو ہیلو'' کہا لیکن شاید دوسری طرف سے کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پریشان نظروں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

''کون تھا؟''

اس دوران میں سنبھل چکی تھی۔ میں صرف حیرت کا شکار ہوئی تھی۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''ایک نسوانی آواز تھی، جسے میں بالکل نہیں پہچانتی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں پرسکون رہوں، میرے خدشات بے بنیاد ہیں۔ میں آرام سے سو جاؤں۔''

''تم پریشان کیوں ہوگئیں؟''

''اس نے یہ الفاظ عبرانی زبان میں کہے تھے اور میں نے اسے بخوبی سمجھا تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ یہ زبان میں کیسے سیکھ گئی۔ میں اسے آسانی سے بول بھی سکتی ہوں۔ کیسے آخر کیسے؟ میرا تو اس سے دور کا واسطہ بھی نہیں رہا ہے۔''

''ہاں حیرانی کی بات ہے، آؤ بیٹھو۔ پریشان ہونے سے کیا فائدہ۔''

میں عسکری کے ساتھ واپس اپنی جگہ آ بیٹھی۔ کچھ دیر خاموش رہی۔ پھر میں نے مسکرا کر عسکری سے کہا۔

''عسکری تم مجھ پر حیران نہیں ہوتے کبھی۔ مجھے بتاؤ کیا میں عام انسانوں سے کچھ مختلف ہوں۔ کوئی فرق لگتا ہے مجھ میں اور عام لڑکیوں میں تمہیں۔''

''ہاں لگتا تو ہے۔'' عسکری بھی مسکرا کر بولا۔

''کیا! مجھے بتاؤ؟''

''تم عام لڑکی نہیں ہو۔''

''پلیز عسکری، اپنے نظریات سے ہٹ کر بتاؤ، کیا میں زمانہ قدیم کی کوئی روح ہوں۔ تمہیں سچ

بتاؤں میں نے زندگی کا بہت بڑا حصہ چند لوگوں کے درمیان گزارا ہے، وہ سب میرے خادم تھے۔ جس عورت کو میں ماں کا درجہ دیتی تھی ایک رات مجھے اندازہ ہوا کہ وہ میری ماں نہیں۔ ان کے جذبے کرائے کے جذبے ہیں۔ ان کے دل میں وہ تڑپ نہیں ہے میرے لیے جو ماں کے دل میں اولاد کے لیے ہوئی ہے۔ شاید اسی وقت میرے دل میں ماں اور باپ کا تصور پیدا ہوا تھا۔ اس سے پہلے میں اس کو ماں کا درجہ دیتی تھی۔ باپ کی حیثیت اس بے جان تصویر کو حاصل تھی اور بس۔ اس دن سے مجھے کچھ اپنوں کی جستجو ہوئی۔ اس کے بعد میں ی اپنے کی تلاش میں بھٹکتی رہی۔ میں نے بڑی احمقانہ کوششیں کیں اس کے لیے لیکن تمہیں حیرت ہو گی لوگ مجھ سے ڈرتے تھے۔ آج میں محسوس کرتی ہوں کہ ان کے اندر میری طرف سے خوف بیدار ہو جاتا تھا۔ عسکری تم اور مشل دو افراد تھے جو مجھ سے خوفزدہ نہیں ہوئے اور پھر تم نے مجھے محبت کے جذبے سے روشناس کرایا۔ میری پیار کی پیاس نے مجھے شدت پسند بنا دیا ہے۔ مجھے جب یہ علم ہوا کہ مشل تمہاری بہن نہیں منگیتر ہے تو میں دیوانی ہو گئی۔ تم بھی میرے نہیں کسی اور کے ہو، تم نے مجھے فریب دیا ہے، وہاں اس تشنگی نے میرے جنون کو ہوا دی اور میں تم سے دور ہو گئی، عسکری میں پریشان ہو گئی ہوں۔ میں کیا کروں۔ میں خود کو عام لڑکیوں سے مختلف نہیں پاتی۔ نہ میں مختلف ہونا پسند کرتی ہوں۔ مجھے بتاؤ...... میں کیا کروں......؟''

عسکری نے گردن جھکا لی تھی۔ جب اس کی خاموشی کو بہت دیر گزر گئی تو میں نے اس سے کہا۔

''کچھ بولو گے نہیں۔''

''بولنا چاہتا ہوں نشاء مگر ہمت نہیں پڑ رہی۔''

''بولو...... خدا کے لیے کچھ تو بولو۔''

''نشاء میں اب صرف تم سے محبت کرتا ہوں۔ جو بیت گیا اسے بھول جاؤ۔ مجھ سے شادی کر لو۔ جو گزرے گی ہم دونوں پر گزرے گی۔ ہوسکتا ہے یہ تبدیلی تمہاری زندگی پر اثر انداز ہو۔ میں بے غرض انسان ہوں، میں تمہیں تمہاری ذات میں زندہ رکھوں گا۔ میری بات سمجھ رہی ہو نا۔ اگر اس عمل سے تمہیں سکون مل جائے تو میں ساری زندگی اسی طرح گزاروں گا۔ اپنی آسودگی کبھی چاہوں تو اسی لمحہ مجھ پر لعنت بھیج دینا۔ میں صرف تمہارے لیے پرسکون زندگی چاہتا ہوں۔ مجھے اس کا بالکل خوف نہیں کہ تم میری اس تجویز پر ناراض ہو جاؤ گی۔ میرے دل میں تمہارے لیے جو سچے جذبے ہیں وہ کبھی نہیں مریں گے۔ تمہاری وجہ سے میں ہر مشکل کو قبول کرلوں گا۔ یہ کہنا چاہتا تھا میں۔''

میں غور کرنے لگی۔ اب مجھے اس کی سچائی پر یقین آ گیا تھا۔ لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میرا مستقبل نجانے کیا ہو، آثار بہتر نہیں تھے۔ وہ مشل کا پیار تھا میں بلی کا کردار نہیں ادا کرنا چاہتی تھی کھا نہ سکوں تو لڑھکا دوں۔ مگر اس وقت اس کی اس جذباتی پیش کش کو بے رحمی سے ٹھکرانا جائز نہیں تھا۔

میں نے بہت غور کر کے کہا۔

''زندگی جس طرح گزری ہے عسکری اب تمہیں سب کچھ معلوم ہے شادی ایک خوشگوار تصور ہے۔ یہ تصور بھی مصلحت کے بوجھ تلے آ جائے، کیا یہ مناسب ہے۔ مجھ سے میری یہ آخری خوشی بھی چھن جائے...... کیا یہ اچھا ہوگا۔''

''نہیں۔'' اس نے کہا۔

''تب کچھ اور سوچو تمہارے جذبوں سے اب مجھے انحراف نہیں ہے۔ تم بہت اچھے انسان ہو، مگر مجھے اپنی حد تک پہنچ جانے دو، چاروں طرف سے یہی اشارے ہو رہے ہیں کہ مجھے اپنی حد تک جانا ہے۔ خوفزدہ ہوں مگر کیا کر سکتی ہوں۔''

''او کے کوئی بات نہیں، یہ صرف تمہاری بہتری کے لیے ایک تجویز تھی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔''

''میں جانتی ہوں۔''

''اب سو جاؤ مجھے بھی یقین ہے کہ حالات کچھ بھی ہوں تم محفوظ ہو۔ اچھا شب بخیر۔''

وہ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا اور میں نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ دوسری صبح خوب دیر سے جاگی تھی۔ دن کو دس بجے جاوید عالی ملاقات کرنے کے لیے، مجھ سے خیریت وغیرہ پوچھی اور بے فکر رہنے کی ہدایت کر کے چلے گئے۔ شاید پوری نیند سوئی تھی اس لیے طبیعت پر کوئی کوفت نہیں تھی۔ عسکری بھی بہت خوشگوار موڈ میں تھا۔ کہنے لگا۔

''کیا خیال ہے قاہرہ کی سیر کی جائے۔ خود کو قیدی سمجھنے سے کیا فائدہ۔''

''ٹھیک ہے...... چلتے ہیں۔'' میں نے بھی جولانی سے کہا۔ پھر میں تیار ہوگئی اس کے بعد ہم باہر آ گئے۔ ٹیکسی لے کر ہم قاہرہ کی سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے لگے۔ قدیم قاہرہ دیکھا۔ عام زندگی سے ہٹ کر زندگی تھی یہاں کی۔ دوپہر کا کھانا ایک ہوٹل میں کھایا شام کو ابوالہول ایونیو کی سیر کی۔ پھر دریائے نیل میں بنے قاہرہ ٹاور پہنچے۔ دل خوشیوں سے منور تھا۔ میں نے کسی دوسرے احساس کو دل میں نہ آنے دیا تھا۔ وہ دن یاد آ گئے تھے۔ جب عسکری نیا نیا ملا تھا۔ میں نے اسے دل میں بسا لیا تھا اور ہم پورے شہر میں آوارہ گردی کرتے پھرتے تھے۔ بالکل ویسی ہی خوشی اس وقت دل میں تھی۔ عسکری بھی مسرور نظر آتا تھا' پھر ہوٹل واپسی کی ٹھہری اور ہم ہوٹل چل پڑے۔ ہوٹل آ کر میں نے کہا۔

''تم لباس تبدیل کر آؤ عسکری میں بھی تیار ہو جاتی ہوں اس کے بعد ہم ایکریشن ہال چلتے ہیں۔''

''کتنی دیر میں آ جاؤں؟''

''بس آدھے گھنٹے میں۔''

''تھکی تو نہیں ہو؟''

''تھک گئی ہوں' مگر اور تھکنا چاہتی ہوں۔''

''او کے بس آدھے گھنٹے میں آتا ہوں۔'' وہ چلا گیا۔

میں لباس نکال کر غسل خانے میں داخل ہو گئی۔ کتنا پر لطف دن گزرا ہے۔ کتنی خوش ہوں میں۔ یہی تو چاہتی ہوں۔ یہی تو زندگی ہے۔ یہ زندگی مجھ سے کیوں چھین لی گئی ہے کیوں میں کچھ نادیدہ ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن گئی ہوں' اتنی مغلوب کیوں ہو گئی ہوں میں ان حالات سے۔ کیا طریقہ ہے ان حالات کے گرداب سے نکلنے کا۔ میں خود کچھ نہیں کر سکتی۔ کیا میں خود ان قوتوں کو شکست نہیں دے سکتی۔ کیا طریقہ اختیار کروں۔ اچانک ہی ذہن میں عسکری کے الفاظ گونجے۔

''مجھ سے شادی کر لو، اپنے آپ کو پرسکون محسوس کرو گی۔''

میں چونک پڑی۔ عسکری ایک مضبوط توانا نوجوان، ہنس مکھ، خوش مزاج، آج دن بھر وہ کتنا خوش رہا ہے، کیسے لطیفے سناتا رہا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے پہلے سناتا تھا۔ کتنا اچھا ساتھی ہے وہ۔ اس کے تمام راستے مجھ تک آتے ہیں صرف مجھ تک۔ مشل اب اسے حاصل نہیں کر سکتی۔ میں کون ہوتی ہوں اسے مشل کو اپنانے کے لیے مجبور کرنے والی۔ وہ اپنی زندگی کا مالک ہے۔ جب میں اسے مشکل کو اپنانے پر مجبور نہیں کر سکتی تو پھر خود کیوں نہ اس کی زندگی میں شامل ہو جاؤں۔ اس سے زیادہ ہمدرد مجھے اور کون ملے گا۔ ہر طرح سے ایک مکمل انسان ہے وہ کچھ ایسا دماغ کو چڑھا یہ خیال کہ میں اسی میں کھو گئی۔ اپنے لیے بہت سی تاویلیں گھڑ لی تھیں میں نے۔ جو کچھ مجھ سے منسوب کیا گیا ہے۔ وہ میرے لیے ناقابل قبول ہے۔ مجھ پر ایک عذاب مسلط کر دیا گیا ہے اور میں اسے محسوس کر رہی ہوں۔ مجھے اس سے انحراف کرنا چاہیے جس طرح بھی ممکن ہو۔ شاید عسکری نے باہر سے دستک دی تھی۔ تب میں چونکی، لباس تبدیل کیا اور باہر نکل آئی۔

''میں ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد آ گیا تھا۔''

''مجھے کتنی دیر ہو گئی؟''

''کوئی پچاس منٹ۔''

''تم بیس منٹ سے انتظار کر رہے ہو۔''

''پورے بیس منٹ گزر گئے۔'' اس نے گھڑی دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنسنے لگی۔ پھر مجھے کوئی اور خیال آ گیا تھا' مگر اس خیال کو میں زبان سے نہ ادا کر سکی۔

ہم دونوں ایکریشن ہال میں آ گئے۔ دنیا یہ بھی ہے ہر طرف خوش و خرم لوگ بھرے ہوئے تھے۔ مقامی یورپ اور دوسرے ممالک کے باشندے آرکسٹرا موسیقی بکھیر رہا تھا۔ نیم دائرے کی شکل میں بنے ہوئے اسٹیج پر ایک رقاصہ تھرک رہی تھی۔ ہماری میز اس اسٹیج کے قریب تھی۔ میں کچھ نروس سی ہو گئی۔ عسکری نے اسے محسوس کر کے کہا۔

''خیریت......؟''

''یہ سب کچھ میرے لیے عجیب سا ہے۔''

''میں جانتا ہوں' لیکن فکر نہ کرو میں جو ہوں۔'' اس نے یہ جملے اس قدر اپنائیت سے کہے تھے کہ میں جذباتی سی ہوگئی۔ میں نے نگاہ بھر کر اسے دیکھا۔ اسی وقت ویٹر نے مینو لا کر رکھ دیا۔ عسکری نے اسے کسی مشروب کا حکم دے دیا تھا۔

''آج کا دن کچھ عجیب سا نہیں گزرا۔''

''کس لحاظ سے؟'' عسکری نے سوال کیا۔

''شاید تمہیں احساس نہ ہوا ہو لیکن میں بڑی الجھی الجھی سی رہی ہوں۔''

''واقعی مجھے محسوس نہیں ہوا' لیکن اب بھی تم الجھی ہوئی ہو نشاء، اتنی ساری باتیں ہونے کے باوجود......''

''بعض باتوں کے بارے میں فیصلے کر رہی تھی۔ بدقسمتی یہ ہے کہ مجھے ساری باتوں کے خود ہی فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ کوئی ایسی شخصیت نہیں رہی میری زندگی میں جس نے حتمی طور پر مجھ سے یہ کہا ہو کہ نہیں نشاء تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ اس کام کو اس انداز میں کر ڈالو اور میں اس شخصیت کو اتنا ہی معتبر سمجھتی رہی ہوں کہ پھر اس کے بعد مجھے اپنا خیال ترک کر دینا پڑا ہو۔ یقین کرو عسکری میں اس سے محروم رہی ہوں۔''

''تم مجھے اس قابل کیوں نہیں سمجھ لیتیں نشاء، میں اتنا برا انسان تو نہیں ہوں۔''

''نہیں بھئی یہ بات نہیں ہے اگر فیصلہ خود تمہارے بارے میں کرنا ہو تو ...... کیا تم سے ہی مشورہ کروں۔''

''کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔'' عسکری شوخی سے بولا اور میں اس کی بات پر مسکرا پڑی۔ میں نے اس سے کہا۔

''اب تم نے مجھ سے ایک بات کہی تھی بڑے جذباتی انداز میں۔ وہ یہ کہ میں تم سے شادی کرنا چاہوں تو کیا یہ مشورہ مناسب ہوگا......؟''

''عسکری ایک دم سنجیدہ ہوگیا۔ چند لمحات دیکھتا رہا پھر بولا۔

''نشاء اس بارے میں تم نے جو کچھ کہا ہے سچ کہہ رہا ہوں دل سے تو نہیں مانا میں نے اسے، تم کہتی ہو کہ زندگی کی اس سچی خوشی میں اگر کوئی تکلیف دہ خیال قائم رہے تو وہ خوشی صحیح طور پر حاصل نہیں کی جاسکتی، میری تجویز اس سے ذرا مختلف تھی نشاء' میں اس حصار کو توڑنا چاہتا تھا۔ جو نادیدہ قوتوں نے تمہارے گرد قائم کر لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ پھر اگر تم اپنی مرضی سے کوئی کام کر لیتی ہو تو وہ تمہیں نقصان کیسے پہنچا سکیں گے۔ یہ ایک تجربہ بھی ہوتا، ایک انحراف بھی یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ تم مجبور ہو کر تو ان کی بات مان سکتی ہو اپنی خوشی سے نہیں۔''

''اب اگر میں تم سے اس بارے میں مشورہ مانگوں تو......؟''

''نشاء، تمہارے جواب پر میں خاموش ہو گیا تھا' کیونکہ بات مجھ سے متعلق تھی لیکن تم سے متعلق نہیں تھی۔ میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ اپنے محافظ کے طور پر تم مجھے مستحکم کر دو......''

''شوہر کو محافظ کا نام دینا کچھ عجیب نہیں لگتا۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

''لگتا تو ہے...... مگر حالات بھی ایسے ہیں۔ پہلے ایک محافظ کی خدمات سرانجام دی جائیں۔ اس کے بعد اگر تقدیر ساتھ دے تو شوہر کی حیثیت سے بھی قبولیت مل جائے۔''

''عسکری مجھے مشل کا خیال آتا ہے۔''

''نشاء ہر شخص اپنی زندگی کے سہارے تلاش کر لیتا ہے۔ مشل نہیں جانتی ہے میں تم سے محبت کرتا ہوں، تم مجھ سے منحرف ہو، مگر یقین کرو میں نے خودکشی کرنے کے بارے میں کبھی بھی نہیں سوچا اور نہ میں خودکشی کروں گا۔ مشل بھی اپنا مستقبل تلاش کر لے گی۔''

''ہوں۔ یہ شادی ہمیں کہاں کرنی ہوگی؟''

''یہیں مصر میں، قاہرہ میں جلد سے جلد......'' وہ پرجوش لہجے میں بولا۔

''کب تک؟''

''نشاء مذاق کر رہی ہو کیوں مجھے خواب دکھا رہی ہو، کوئی تبدیلی پیدا کی ہے تم نے اپنی سوچوں میں۔''

''ہاں عسکری...... میری دماغی حالت بہتر نہیں ہے۔ تم کچھ کرو عسکری جو کر سکتے ہو کرو...... میں یہ جواء کھیلنا چاہتی ہوں۔ میں ان دیوانہ کر دینے والے حالات سے چھٹکارہ حاصل کرنا چاہتی ہوں، عسکری جو کچھ مجھ پر مسلط ہے وہ مجھے ذرہ برابر پسند نہیں ہے۔ میں اس کے لیے تجسس بھی نہیں رکھتی۔ میں تو بس یہ چاہتی ہوں کہ مجھے نجات حاصل ہو جائے۔ بڑی تکلیف محسوس کرتی ہوں میں۔ میں چاہتی ہوں جس طرح بھی بن پڑے میرے گلوخلاصی ہو جائے، تم خود سوچو ایک جیتی جاگتی دنیا کا انسان کیسے صدیوں پہلے کے ماضی کو اپنا سکتا ہے، بات ہی سمجھ نہیں آئی کوئی سمجھتا بھی نہیں ہے مجھے۔ ایک تو سہارا ہو میری زندگی کے لیے کسی ایک کے حوالے اپنے آپ کو سونپ کر میں کچھ تو سکون پاؤں عسکری، جو چاہتے ہو کرو، میں تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن خدا کے لیے یہ سب کچھ کرنے کے بعد اپنی انتہائی کوششیں اس بات پر صرف کر دو کہ ہم لوگ یہاں سے نکل جائیں میں بس اپنی دنیا میں واپس جانا چاہتی ہوں۔ پلیز عسکری پلیز!''

ویٹر نے ہمارے طلب کردہ مشروب لا کر رکھا تو چند لمحات کے لیے خاموشی طاری ہو گئی، اچانک ہی آرکسٹرا کی آوازیں تیز ہونے لگیں، وہ ایک طوفانی دھن بجانے لگا تھا۔ ساتھ اسٹیج پر روشنیوں کے جھماکے ہونے لگے۔ رنگین روشنیوں کی لکیریں پورے ہال میں بکھر گئیں۔ غیر اختیاری طور پر ہمیں بھی اس جانب متوجہ ہونا پڑا۔ پھر ایک رقاصہ اسٹیج پر نمودار ہوئی اور انتہائی ہیجان خیز رقص

پیش کرنے لگی۔ وہ روشنیوں میں نہائی ہوئی تھی اور اس کا رقص ایسا سیمابی تھا کہ میں اس کے جسم کے کسی حصے پر نگاہ نہیں ٹکا پا رہی تھی۔ کچھ ایسا ہی محسور کن رقص تھا وہ کہ سب ہی اسے دیکھنے پر مجبور ہو گئے۔ میں اور عسکری خاموشی سے اسی سمت متوجہ ہو گئے تھے اسی دوران عسکری کو بھی سوچنے کا موقع مل گیا تھا۔ رقص کوئی بارہ تیرہ منٹ تک مسلسل اسی انداز میں جاری رہا اور اس کے بعد اچانک ہی سازوں کے طوفان پر جھٹکوں کے ساتھ سکوت چھا گیا۔ رنگین روشنیاں ختم ہوگئیں، رقاصہ نے دونوں ہاتھوں میں سر چھپا کر پورا بدن جھکا دیا اور اس کے بعد سیدھی کھڑی ہوگئی، لیکن اسے دیکھ کر میرے دل کو دھکا سا لگا تھا۔

میری یادداشت اب اتنی کمزور بھی نہیں تھی کہ میں اس چہرے کو اس سنہری بدن کو اور ان سنہرے بالوں کو ناشناس قرار دے دیتی۔ حالانکہ ایک نگاہ دیکھا تھا اسے' لیکن دل میں اتری ہوئی تھی وہ، سونے کے بدن والی سنہری رقاصہ وہی لڑکی تھی جسے میں نے اس وقت سیڑھیوں پر دیکھا تھا۔ جب شیزانہ اوشیانوس میرے کمرے سے رینگتا ہوا باہر نکل گیا تھا اور میں اس کے تعاقب میں دوڑی تھی......

سیڑھیوں کے قریب کھڑے ہو کر اس نے مجھے جن نگاہوں سے دیکھا تھا' وہ نگاہیں مجھے اب بھی یاد تھیں اور اس کے بعد میں سیڑھیوں پر گر پڑی تھی۔ یہ وہی چہرہ تھا۔ یہ وہی سنہرا بدن تھا۔

اچانک رقاصہ نے مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں تیکھی چمک تھی اور ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ اور پھر وہ اسٹیج سے اتر کر ہماری میز کی طرف بڑھی اس کی آنکھیں بدستور مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ میرے مسامات نم ہونے لگے۔ اس دوران عسکری میرے لیے گلاس میں مشروب انڈیل چکا تھا۔ میرا گلاس میرے سامنے رکھا ہوا تھا۔ رقاصہ ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے میرے سامنے رکھا گلاس اٹھایا اور اسے ایک ہی سانس میں خالی کر کے واپس رکھ دیا۔ پھر اس کی کھنک دار ہنسی ابھری اور وہ کھڑی ہوگئی، معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھا۔ اٹھلائی ہوئی چال چلتی وہ واپس مڑی اور اسٹیج کے پردے کے پیچھے چلی گئی۔

''یہ رقاصائیں ایسی حرکتیں عموماً کرتی ہیں، میں دوسرا گلاس منگواتا ہوں، لو تم یہ گلاس لو۔''

''عسکری......'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''نہیں نشاء، یقین کرو یہ کوئی خاص بات نہیں ہے، ہر چیز سے متاثر نہ ہوا کرو، ذہنی مریض بن جاؤ گی۔ میں تمہیں نروس محسوس کر رہا ہوں۔'' عسکری نے دلاسہ دینے والے انداز میں کہا۔

''عسکری میں اسے پہچانتی ہوں۔''

''اس رقاصہ کو......؟''

''ہاں۔''

''کیسے؟ کون ہے یہ......؟''

''وہی لڑکی سو فیصد وہی......'' میں نے عسکری کو شیزانہ اوشیانوس کا واقعہ سنایا اور وہ بھی کچھ دیر کے لیے گنگ ہوگیا پھر بولا۔

''بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔''

''اس نے ہماری طرف ہی رخ کیوں کیا اور بھی میزیں درمیاں میں تھیں۔'' میری آواز سسکی کی طرح ابھری۔ عسکری سوچ میں ڈوبا رہا پھر بولا۔

''کچھ بھی ہو جائے نشاء، جب تم اس طلسم کو توڑنے پر تل گئی ہو تو اپنا ارادہ نہ بدلو، کچھ بھی ہو جائے میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

میں نے عسکری کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے اعصاب ایک بار پھر کشیدہ ہو گئے تھے۔ دن بھر جو سرور و انبساط طاری رہا تھا وہ یکسر مفقود ہوگیا تھا۔ ایک دم اضمحلال طاری ہوگیا تھا۔ عسکری نے دوسرا گلاس منگوایا میں نے مشروب بھی پیا' لیکن پھر حالت بہتر نہ ہوسکی میں نے عاجزی سے کہا۔

''اٹھو عسکری پلیز اٹھو۔''

''او کے...... چلو......''

اس نے جواب دیا اور ہم دونوں اپنے کمرے میں پہنچ گئے۔ عسکری نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں آرام کرنا چاہتی ہوں اور میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ جاتے ہوئے وہ بولا۔

''میرا کمرہ تم سے دور نہیں ہے۔ اگر ذرا بھی ذہنی گھٹن محسوس کرو تو میرے پاس آ جانا۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے آہستہ سے کہا اور اپنے کمرے میں داخل ہوگئی۔ لباس تبدیل کیا اور بستر پر گر پڑی، خوشی کے جو لمحات حاصل ہوئے تھے وہ اداسیوں میں ڈوب گئے۔

دوسری صبح عسکری مجھے باہر سے آوازیں لگا رہا تھا' اس کی آواز سے آنکھ کھلی، میں بستر سے کود کر باہر آئی اور دروازہ کھول دیا پھر بے اختیار پوچھا۔

''خیریت عسکری!''

''تم ٹھیک ہو نا؟''

''ہاں ٹھیک ہوں۔ اندر آ جاؤ، کیا وقت ہوا ہے؟''

''سات بجے ہیں، سوری نشاء نہ جانے کیوں مجھے یوں محسوس ہوتا رہا، جیسے تم پریشان ہو۔''

''اپنی حالت دیکھو۔ رات بھر نہیں سوئے شاید۔''

''ایسا ہی ہے۔'' وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔

''کوئی خاص بات ہے......بیٹھو......'' میں نے کہا اور وہ بیٹھ گیا۔

''بہت بار دستک دی تم شاید بے خبر سو رہی تھیں۔ میں گھبرا گیا تھا۔ جس طرح بھی بن پڑے ہمیں آج یہیں نکاح کر لینا چاہیے۔ تم بھروسہ رکھو۔ میں اپنا قول نبھاؤں گا۔ تمہارا احترام کروں گا۔

پورا پورا۔ ہم کمرہ بدل لیں گے۔ ڈبل روم حاصل کرلیں گے تاکہ ساتھ رہیں۔ نشاء تم نے اپنا ارادہ تو نہیں بدلا۔''

''تم بہت پریشان محسوس ہو رہے ہو عسکری۔ بات کیا ہے مجھے نہیں بتاؤ گے۔'' میں نے کہا اور اس نے گردن جھکالی وہ اوبھی ...... اوبھی سانسیں لے رہا تھا۔ پھر اس نے منہ اوپر کر کے چھت کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہماری راہ میں روڑے اٹکائے جا رہے ہیں نشاء! میں نے تمہیں بتایا تھا کہ روشاق نادیدہ شکل میں موجود ہے اور اس نے ان معاملات میں میری رہنمائی کی تھی جنہوں نے تمہاری گلوخلاصی کرائی۔ رات کو بھی وہ میرے کمرے میں موجود تھا۔''

''روشاق؟'' میرے منہ سے چیختی ہوئی سی آواز نکلی۔

''ہاں ...... نادیدہ شکل میں اس نے مجھے مخاطب کیا اور پھر انتہائی سخت رویہ اختیار کرتے ہوئے اس نے مجھے سرزنش کی جو کچھ میں کرنے جا رہا ہوں وہ میرے حق میں بہتر نہیں ہے۔ مجھے اس کے شدید نقصانات برداشت کرنا پڑیں گے۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ میرے دل کا معاملہ ہے تو اس نے وہی پریشان کن باتیں کہیں جو نہ میری سمجھ میں آتی ہیں اور نہ تمہاری سمجھ میں آتی ہیں۔''

''کیا کہا اس نے؟'' میں نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''اس نے کہا کہ میں اپنے لیے گہری قبر کھود رہا ہوں اور جن سے میں بغاوت کر رہا ہوں انہیں اتنی قدرت حاصل ہے کہ مجھے زندہ دفن کر دیں۔ میں اپنی زندگی کا خطرہ مول لے رہا ہوں۔ نشاء ماضی کی امانت ہے اور اس امانت میں خیانت کے کسی مجرم کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ اسے سزا ملے گی۔ نشاء کو بھٹکانا تاریخ کا ایک جرم ہے۔ مجھے اس خیال سے باہر آ جانا چاہیے اور نشاء کو بھی سمجھانا چاہیے کہ وہ یہ سب کچھ نہ کرے، نشاء اس نے مجھے بری طرح پریشان کر کے رکھ دیا ہے اس کی آواز تو گم ہوگئی لیکن اس کے بعد سے میں ایک لمحہ بھی سکون حاصل نہیں کر سکا، شدید کشمکش کا شکار رہا ہوں اور یہی سوچتا رہا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ نشاء، زندگی ہی جانی ہے نا، ویسے بھی جائے گی اگر تمہاری قربت حاصل ہو سکی تو...... اور اب تو میں دیوانہ ہو گیا ہوں، تمہارے منہ سے ایک بار اقرار سننے کے بعد میں نے اپنی حیات میں نہ جانے کتنی شمعیں روشن کر لی ہیں؟ میں ان شمعوں کو اب خود بھی نہیں بجھا سکتا۔ میں نے آخری فیصلہ کر لیا ہے کہ فوراً یہ کام سرانجام دے لوں۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ نقصان مجھے ہی پہنچے گا۔ تمہیں نہیں......''

میں کانپنے لگی تھی۔ میں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

''میری زندگی میں شامل ہونے کے بعد اگر تمہیں کسی نقصان سے دوچار ہونا پڑا عسکری تو میرے پاس کیا رہے گا تمہارا جو سہارا مجھے حاصل ہے وہ بھی مجھ سے چھن جائے گا۔''

''ہمت کرو ہمت کرو، تم تو محفوظ ہو، میں تو ہر طرح سے اس کے لیے تیار ہوں، خدا کے لیے

ہمت کرو، میں آج ہی کسی ایسی جگہ کا پتہ لگاتا ہوں، جہاں ہمارا یہ کام ہو سکے، نشاء خدا کے لیے میرا ساتھ دو۔ میں اتنی جلدی اٹھ کر تمہارے پاس اسی لیے آیا ہوں کہ تم سے بات کرلوں، میں بس چند گھنٹوں کے اندر اندر یہ عمل مکمل کر لینا چاہتا ہوں۔ پھر ہم ڈٹ کر حالات کا مقابلہ کریں گے۔ دیکھیں گے کہ تقدیر ہمیں کہاں سے کہاں لے جاتی ہے۔ نہ تم زندگی کا سکون پا رہی ہو نہ میں۔ جب اسی بے سکونی میں بسر کرنی ہے ہمیں تو پھر ہم حالات سے لڑ کر بسر کریں گے۔ خوف کا شکار ہو کر نہیں۔"

میں سہمے سہمے انداز میں اسے دیکھتی رہی۔ دل کی حالت عجیب ہو گئی تھی۔ ہاتھ پاؤں بری طرح سنسنا رہے تھے۔ میں نے کہا۔

"عسکری میں تو بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئی ہوں۔ کیا یہ سب کچھ مناسب رہے گا؟"

"خدا کے لیے میں تم سے جھوٹ نہیں بولنا چاہتا تھا، ورنہ میرے ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ روشاق سے ہونے والی گفتگو میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ تم اور خوفزدہ ہو جاؤ گی۔ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو نشا...... سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔ یقین کرو سب ٹھیک ہو جائے گا، بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔"

"جیسا تم مناسب سمجھو عسکری میرے ذہن میں کچھ ہوتا تو میں تمہیں کوئی مشورہ دیتی اب میں کیا کہوں؟"

"تم بالکل اطمینان رکھو نشاء، یہ سب کچھ تو ہمیں معلوم تھا اس کے بعد ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے، ہمیں اس فیصلے پر اٹل رہنا چاہیے۔ میرے لیے نشاء، میرے لیے تمہاری یہ آمادگی کائنات کی سب سے بڑی خوشی ہے، لیکن کچھ نہیں ہو گا نشاء۔ اس بات کا تعلق ہے مجھے اگر اس کوشش میں موت بھی آ جائے تو اس سے خوبصورت موت اور کوئی نہ ہو گی میں نے تم سے سچ بولا ہے میں اس سچ کی سزا برداشت نہیں کر سکوں گا۔"

"نہیں عسکری اللہ تمہیں سلامت رکھے۔"

"ہمیں اپنا حلیہ درست کر لینا چاہیے۔ جاؤ باتھ روم میں جاؤ۔ میں بھی لباس تبدیل کر آؤں پہلے ناشتہ کریں گے اس کے بعد میں معلومات کرنے چلا جاؤں گا۔"

عسکری نے شاید روم سروس کو ناشتے کے لیے فون کر دیا تھا' کیونکہ ان کے آنے کے تھوڑی دیر کے بعد ناشتہ آ گیا تھا۔ اس دوران میں بھی تیار ہو گئی تھی۔ دن کے دس بجے تک ہم لوگ باتیں کرتے رہے۔ عسکری پر جنونی کیفیت طاری تھی۔ بار بار اس کی آواز بھرا جاتی تھی' وہ واقعی میرے لیے پاگل ہو چکا تھا۔

"دس بج چکے ہیں اب میں چلتا ہوں نشاء۔"

"کہاں جاؤ گے۔ طے کر لیا ہے؟"

"بس تھوڑی سی معلومات کرنا ہو گی' بات کروں گا کسی مناسب آدمی سے یہ اتنا مشکل کام نہیں

ہے۔ ہوسکتا ہے مجھے واپسی میں ایک گھنٹے سے زیادہ لگے۔ تم ذہنی طور پر تیار ہو۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے گردن ہلا دی۔

عسکری چلا گیا۔ میرے بدن میں ایک شدید سنسناہٹ تھی۔ نجانے کہاں ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ دل دوہری کیفیت کا شکار تھا، یہ زندگی کے سب سے انوکھے لمحات تھے' وہ انوکھا تصور جسے شادی کہتے ہیں، وہ تو بڑی دلکشی کا حامل ہوتا ہے۔ میں نے کبھی سنجیدگی سے شادی کے مسئلے پر غور نہیں کیا تھا۔ اب تو وقت آیا تھا کہ میرے دل میں یہ امنگ جاگتی اور میں زندگی کے اس سب سے پرلطف دور کے بارے میں سوچتی اور فیصلے کرتی کیونکہ فیصلے کرنے والا اور نہیں تھا۔ مجھے خود ہی یہ بھی کرنا تھا۔ لیکن یہ سب کچھ اس طرح ہوگا سوچا بھی نہیں تھا کبھی اور اس کے بعد یہ تصور کہ ایسا ہو گا بھی یا نہیں، وہ پراسرار قوتیں ہمیں یہ سب کچھ کرنے بھی دیں گی۔ یا ہمارے راستے میں مزاحمت ہوگی اور اگر یہ سب کچھ ہوگیا تو کیا میں خوش دلی سے عسکری کو اس حیثیت سے قبول کرلوں گی......؟''

پورے بدن میں سناٹے دوڑتے رہے، وقت گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوسکا۔ غالباً گیارہ بجے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی اور میرے اعصاب بالکل ہی جواب دے گئے۔

عسکری آگیا تھا۔ وہ لمحات قریب آگئے تھے۔ جنہیں فیصلہ کن تو نہیں کہا جاسکتا تھا لیکن اس انوکھی اور عظیم الشان تبدیلی سے زندگی کا رخ ہی بدل جاتا تھا۔ دستک دوبارہ ہوئی اور کسی نے آواز دی۔

''مس نشاء کیا آپ اندر موجود ہیں' میں جاوید عالی ہوں۔ آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔''

یہ توقع کے خلاف بات تھی' بدن میں جیسے گرم گرم لہریں دوڑ گئیں۔ میں نے خود کو سنبھالا اور اٹھ کھڑی ہوئی، جاوید عالی کا نام اجنبی نہیں تھا۔ آگے بڑھی اور دروازہ کھول دیا۔ جاوید عالی کے ساتھ سفارت خانے کا ایک اور افسر تھا اس کے علاوہ ایک اور شخصیت دبلے پتلے بدن کی مالک، لمبی سفید داڑھی، بلند و بالا قد بہت ہی جاندار آنکھیں، چہرے سے ایک عجیب سی کیفیت ٹپکتی ہوئی اس نے ان روشن آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ میں نے ان لوگوں کو اندر آنے کا راستہ دے دیا تھا۔ جاوید عالی نے اس شخص سے کہا۔

''تشریف لائیے پروفیسر!'' تینوں اندر داخل ہوگئے۔ جاوید عالی پھر بولا۔

''سوری مس نشاء دانش، آپ سے فون پر رابطہ کیے بغیر ہم چلے آئے۔ پروفیسر کی یہی خواہش تھی۔''

''تشریف رکھئے آپ لوگ، میں کیا خدمت کرسکتی ہوں؟''

''بے بی میرا نام اناطور ہے۔ الجزائر کا باشندہ ہوں۔ تمہارے والد ہارون دانش کے قدیم دوستوں میں سے ہوں۔''

''ان......اناطور؟'' میری آواز بمشکل نکلی۔

''مجھے علم ہوا کہ تم مصر آئی ہو، تم سے ملنا بے حد ضروری تھا۔ چنانچہ میں یہاں آ گیا۔ یہاں کے اخبارات نے تمہارے بارے میں ایک عجیب کہانی لکھی تھی اسے پڑھ کر میں ششدر رہ گیا، خواب میں بھی یہ سب کچھ نہیں سوچ سکتا تھا۔ میں نے پریشان ہو کر محکمہ پولیس سے رابطہ کیا اس طرح سفارت خانے تک پہنچا اور ان نیک دل انسانوں نے بالآخر مجھے تمہارے پاس پہنچا دیا۔''

''جی۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''میری خواہش ہے بیٹی کہ تم ان لوگوں کا مطمئن کر دو اس کے بعد میں تم سے کچھ وقت لوں گا بہت سی ضروری باتیں کرنی ہیں۔''

''جی جاوید صاحب! میں ان کے نام سے آشنا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں کوئی بات نہیں ہے۔''

''او کے اناطور صاحب! معاف کیجئے گا اصل میں مس نشاء دانش کچھ ایسے انوکھے حادثات کا شکار رہی ہیں کہ ہمیں ان کے لیے سیکورٹی کا انتظام کرنا پڑا۔''

''مسٹر جاوید صاحب آپ کا بے حد شکریہ، آپ نے بے شک اپنا فرض پورا کیا ہے لیکن میرے جگری دوست کی اس بیٹی کو تحفظ دے کر آپ نے مجھ پر بھی احسان کیا ہے۔''

جاوید عالی پروفیسر اناطور سے ہاتھ ملا کر باہر نکل گیا۔ میں نے پروفیسر سے شناسائی کا اظہار تو کر دیا تھا' لیکن دل میں یہ سوچ رہی تھی کہ اب کہیں یہ پروفیسر صاحب کوئی نیا گل نہ کھلا دیں۔ پتہ نہیں یہ کیوں الجزائر سے یہاں آ مرے۔ ہوسکتا ہے ان کی موجودگی میں ہی عسکری بھی اپنا انتظام کر کے آ جائے اور یہ کباب میں ہڈی نہ بنیں۔ میں نے خشک نگاہوں سے انہیں دیکھا اور بولی۔

''فرمائیے پروفیسر اناطور صاحب میرے لیے کیا خدمت ہے؟''

''میں نے یہ غلط نہیں کہا ہے بے بی کہ میں تمہارے والد کے گہرے دوستوں میں سے ہوں۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میرا نام تمہارے لیے اجنبی نہیں' ورنہ مجھے مشکل پیش آتی۔ ہارون دانش کی اور میری کچھ نادر تصاویر میرے البم میں موجود تھیں۔ تم سے ملاقات کے لیے آتے ہوئے میں یہ تصاویر اپنے ساتھ لے آیا ہوں اور تمہیں دکھانا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ تمہارے ذہن میں کوئی شک باقی نہ رہے۔''

پروفیسر اناطور نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا تو میں نے آہستہ سے کہا۔

''میرے والد کے اور میرے درمیان جو رابطے رہے ہیں پروفیسر ان کے بارے میں تو شاید آپ کو علم نہ ہو لیکن الجزائر کے ہی پروفیسر وسکن ڈیزل نے آپ کے بارے میں کافی کچھ بتا رکھا ہے۔''

''پوری کہانی میرے علم میں ہے اور بعد کی کہانی بھی' وہ دیوانے نہ جانے کس دیوانگی کا شکار ہو گئے۔ میرے تصور میں بھی ان کی کوئی ایسی حماقت نہ تھی خیر اس کے بارے میں تم سے بعد میں تفصیل معلوم کرلوں گا...... لو یہ تصویر دیکھو۔''

پروفیسر نے چار پرانی تصویریں نکال کر میرے سامنے ڈل دیں۔ خاصی پرانی تصویریں تھیں۔ بہرحال مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہوئی، سوائے اس کے کہ ان سے اناطور اور ان کے درمیان روابط کا اندازہ ہوگیا۔

''ہم نے بہت سے کام ساتھ ساتھ کیے مگر وہ جینئس تھا۔ بلاشبہ وہ بہت آگے تھا۔ اس بات کو سبھی تسلیم کرتے تھے کہ اگر تحقیق مصر پر آفاقی کارنامے سرانجام دیے تو وہ ہارون دانش نے۔ شاید اس کے جسم میں بھی مصر کی کوئی قدیم روح حلول کرگئی تھی۔ خیر بے بی یہ بے مقصد باتیں ہیں۔ میں تم سے کام کی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے تمہیں یہ بتا دوں کہ پچھلے دنوں ہارون دانش نے الجزائر میں مجھ سے ملاقات کی ہے۔''

''الجزائر میں؟''

''ہاں، میرے گھر، میری تجربہ گاہ میں ...... الجزائر میں میرا گھر ہے بے شمار اہل خاندان ہیں، بیٹے بیٹیاں ان کے بچے، میں اب دنیا سے کنارہ کش ہوں ہر طرح سے ہر ذمے داری سے دور لیکن مصر کے چاہنے والے داستان مصر سے موت کے وقت تک کنارہ کش نہیں ہوتے۔ دانش تحقیق کے جنون میں اپنی زندگی کے بائیس سال کھو چکا ہے۔ اس نے جوش جنون میں وہ اقدامات کر ڈالے ہیں جن کے بعد اس جیتی جاگتی دنیا سے بہت سے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا' لیکن اس نے ایسا کرلیا اور اب وہ بہت سی مشکلوں میں گرفتار ہے بہت سی الجھنوں کا شکار ہے۔''

اچانک میرے ذہن میں سرسراہٹیں سی اٹھنے لگیں۔ میرا دل بے اختیار چاہا کہ میں اناطور سے معلومات حاصل کروں اس سے پوچھوں کہ آخر یہ کیا اسرار ہے۔

''سنیے مسٹر اناطور، آپ نے اپنے آپ کو میرے والد کا انتہائی قریبی دوست کہا ہے۔ پروفیسر وسکن ڈیزل نے بھی یہی کہا تھا اس سے پہلے عدنان ثنائی اور احمر جنیدی نے بھی میرے والد سے قربت کا دعویٰ کیا تھا۔ لیکن ان سب نے مجھے اندھیرے میں رکھا ہے۔ الٹی سیدھی باتیں تو کہی ہیں، لیکن اس طرح کہ میرا ذہن مزید الجھنوں کا شکار ہوگیا ...... مسٹر اناطور آپ اگر اس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو اس سے پہلے آپ کو یہ بتانا ہوگا کہ آپ میرے والد کی داستان کہاں تک بتا سکتے ہیں۔ اگر آپ مصلحتوں میں لپٹے ہوئے یہاں تک پہنچے ہیں اور مجھے صرف اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ سے انتہائی واضح الفاظ میں یہ کہہ دینا چاہتی ہوں کہ میں کچھ سننا پسند نہیں کرتی۔ آپ میرے والد کے کتنے ہی گہرے دوست کیوں نہ ہوں جب مجھے اس شخص سے کوئی دلچسپی نہیں رہی جس نے اپنے آپ کو میرا باپ کہا اور سمجھا ہے ...... لیکن اگر کوئی آگے کی بات ہے تو آپ مجھے وضاحت کے ساتھ سمجھائیں گے۔ ورنہ میں آپ سے اس موضوع پر گفتگو کرنے سے انکار کرتی ہوں۔'' میری توقع کے برعکس اناطور کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

''میں بتاتا ہوں تمہیں اپنے باپ کے بارے میں اتنا تو جانتی ہو تم کہ وہ شخص مصر کا ایک ماہر،

ایک عظیم محقق ہے۔

''ہاں۔ یہی سنتی آئی ہوں میں لیکن مجھے آج تک یہ نہیں بتایا گیا کہ میری غور کب کیسے اور کہاں ہوئی۔ سب کی زبانوں پر تالے لگا دیئے گئے، خود مجھے میرے وجود سے ناآشنا رکھا گیا آخر کیوں؟''

''یہ ایک بہت بڑی مجبوری تھی تمہیں دنیا کے سامنے لانے کا مطلب تھا تاریخ کے ایک ناقابل یقین باب کا انکشاف۔ اگر تمہارے بارے میں کوئی تفصیل سامنے آجاتی تو دنیا کے بے شمار لوگ تمہارے گرد جمع ہو جاتے تمہارے لئے قتل و غارت گری شروع ہو جاتی یہ دنیا ایسی ہی دیوانی ہے تمہارا جینا حرام کر دیتی وہ۔''

''اب بھی کیا کم ہے۔'' میں نے کہا۔

''نہیں۔ بے بی۔ کچھ بھی نہیں۔ ہے۔ یقین کرو یہ کچھ بھی نہیں ہے لوگ صرف تمہارے باپ کے بارے میں جانتے ہیں میں تمہیں تمہاری ماں سے روشناس کراؤں گا میں آج تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں گا۔''

اناطور۔ نے کہا اور میرے دل میں ایک ہوک سی اٹھی، ماں! میں نے عجیب سے انداز میں سوچا اور میرے دل میں بے چینی کی لہریں اٹھنے لگیں میری بے قرار نگاہیں اناطور کے چہرے کا طواف کرنے لگیں میں اس کے ہونٹوں کی اگلی جنبش کا انتظار کرنے لگی۔

ہارون دانش کو باپ کی حیثیت سے تو دیکھا تھا' مگر ماں کے تو نقوش بھی نہیں معلوم تھے۔ اس کی تو کوئی کہانی بھی نہیں سنی میں نے۔ پہلی بار کسی نے مجھے اس کے بارے میں بتانے کو کہا تھا۔ اناطور نے توقف اختیار کیا تو میں نے کہا۔

''میری ماں کے بارے میں آپ کیا بتا سکتے ہیں، پروفیسر...... براہ کرم جلدی بتایئے۔''

''میں تمہارے جذبات سے واقف ہوں، تمہاری ماں کو روئے زمین پر کسی نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ اگر ہارون دانش کی سنائی ہوئی داستان صحیح ہے تو یہ کائنات میں سب سے انوکھی کہانی ہے اور ماضی کے راز ہائے سربستہ کی عقدہ کشائی کے شائقین کے لیے ایٹمی دھماکے جیسی حیثیت رکھتی ہے۔ اس داستان کی روشنی میں تمہاری حیثیت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ دنیا بھر میں تمہارے لیے قتل و غارت گری ہو سکتی ہے۔ خصوصاً مصری تہذیب کے شائقین تمہیں حاصل کرنے کے لیے کٹ مریں۔ نوادرات کے چوروں کو اگر تمہارے بارے میں پتہ چل جائے تو اس زندہ عجوبے کے حصول کے لیے وہ ہنگامہ ہو کہ دنیا یاد کرے۔ خیر میں نے اپنی گفتگو کی ابتدا تمہاری ماں سے کی ہے اور میں وعدے کے ایفا کے لیے پابند ہوں چنانچہ جس طرح مجھے بتایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ تمہاری ماں زمانہ قدیم کی فرعونہ اناطم سلاطیہ ہے۔''

''زمانہ قدیم کی فرعونہ......؟''

''ہاں فرعونہ نہم راعمن عوس کی بہن اناطم سلاطیہ جو دو ہزار چھ سو سال قبل مسیح میں اس دنیا سے کوچ کر گئی تھی، لیکن ہارون دانش کی تحقیق اور قدیم عقیدہ فرعونی کے مطابق حیات بعد الموت کے تصور کے تحت ہارون دانش نے اسے تلاش کر لیا، اس نے اناطم سلاطیہ سے روابط قائم کیے۔ وہ تاریخ کا سب سے انوکھا تجربہ کرنا چاہتا تھا اور اسے اس میں کامیابی حاصل ہو گئی۔ لیکن وہ واپسی کا سفر نہ طے کر سکا اور عالم ارواح میں عظیم جرم کا مرتکب قرار پایا۔ اسے قید نصیب ہوئی، لیکن اس نے بہت سے علوم سیکھ لیے تھے۔ وہ اپنا جسم تو واپس نا لا سکا، لیکن بوقت فرار تمہیں لے کر وہاں سے نکل آیا اور پھر اس نے تمہیں اس دنیا میں پرورش کیا۔ تم نے مجھ سے شکایت کی تھی کہ تمہیں جتنے ہمدرد ملے انہوں نے تمہیں حقیقت نہ بتائی بلکہ صرف اپنی مطلب براری کرتے رہے، لیکن میں نے تمہیں تمہاری ماں کے بارے میں بتا دیا ہے اب میں چاہتا ہوں کہ اس انکشاف کے بعد تمہیں تفصیل سے وہ کہانی سنا دوں جو مجھے ہارون دانش نے حالیہ ملاقات میں سنائی ہے۔''

''میری ماں زمانہ قدیم کی کوئی مردہ عورت ہے؟'' میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''ہاں، میری بات غور سے سنو، ساری دنیا کی سائنس، تمام مذاہب کے عقیدے باطل ہو جاتے ہیں، اس انکشاف سے، میں خود انگشت بدنداں ہوں، الحمدللہ میں خود مسلمان ہوں۔ قرآن کریم اور روز قیامت پر پورا پورا ایمان رکھتا ہوں، ہندو عقیدے میں اواگون کا تصور بھی شاید مصری عقیدے یا یونانی توہمات کا ایک حصہ ہے۔ حالانکہ ان کے یہاں بھی یگ ہوتے ہیں اور دنیا کی پیدائش کا کوئی تعین نہیں ملتا۔''

مہا بھارت کے مطابق اس جہان کی گردش چار ادوار پر ختم ہوتی ہے، ست یگ، ترتیا یگ، دواپر یگ، کل یگ، کل یگ کے خاتمے پر پہلا یگ یعنی ست یگ نئے سرے سے شروع ہوتا ہے اور اس طرح یگوں کی گردش جاری رہتی ہے۔ یہ نہیں پتہ چلتا کہ دنیا کی ابتدا کب ہوئی اور نہ انتہا کی کوئی پیش گوئی ہے۔

کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اے امیر المومنین حضرت آدم علیہ السلام سے تین ہزار سال قبل دنیا میں کون تھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا آدم۔ اس شخص نے تین بار یہ سوال دہرایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تینوں بار یہی جواب دیا پھر فرمایا کہ اگر تو تیس ہزار بار مجھ سے یہ سوال کرتا تو میں تجھے یہی جواب دیتا۔ اس طرح اس دنیا کی مدت کا اندازہ ہوتا ہے۔

برہمن عقیدے کے مطابق ست یگ کی مدت سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار سال، ترتیا یگ کی مدت بارہ لاکھ چھیانوے ہزار سال، دواپر یگ کی مدت آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار سال اور کل یگ کی مدت چار لاکھ بتیس ہزار سال ہے۔ ان ادوار میں پیدا ہونے والے مختلف صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ آواگون کا عقیدہ یگوں کی ترتیب رکھتا ہے یعنی دوبارہ جنم لینے والا ایک یگ کا فاصلہ رکھتا ہے اس طرح ان کے تصور میں خود انہی میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن تین ہزار آٹھ سو پینسٹھ دیوی

دیوتاؤں کو ماننے والے کوئی ٹھوس مذہبی عقیدہ کہاں رکھتے ہیں جبکہ قرآن کریم کے فرمان کے مطابق ہمارا مذہب مکمل ہے اور ہمیں روز پیدائش سے لے کر روز قیامت تک کا حساب سمجھا دیا گیا ہے۔ پھر بھلا اس میں یہ گنجائش کہاں نکلتی ہے کہ تمہاری پیدائش زمانہ قدیم کی کسی مردہ ہستی کے بطن سے ان کے عقیدے کے مطابق ہوئی ہے۔

ہارون دانش اگر عالم حواس میں ہوتا تو خود بھی اس بات کو حقیقت نہ سمجھتا' لیکن مجھے اندازہ ہے جن عوامل کا وہ شکار ہوا انہوں نے اس سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں چھین لیں، وہ اس عقیدے کی تفسیر نہیں جان سکا۔ میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ تمہاری منسوبیت کا تعین غلط ہے۔ ہم قدیم مصری عقیدے کی نفی کرتے ہیں۔''

''انکل، میں کند ذہن ہوں ان باتوں کی گہرائی نہیں سمجھتی براہ کرم مجھے بات تفصیل سے سمجھائیے۔'' میں نے کہا۔

''تم نے ابھی تعجب سے کہا تھا کہ کیا تم ایک ایسی عورت کی بیٹی ہو جو مردہ تھی اور موجودہ حساب کے مطابق اسے مرے ہوئے چار ہزار چھ سو سال گزر چکے ہیں۔''

''آپ نے ہی مجھے یہ بتایا تھا......!''

''میں نے نہیں یہ تمہارے باپ کی تحقیق ہے۔''

''کیا یہ ممکن ہے......؟''

''ہرگز نہیں لیکن ...... ہارون دانش یہی انوکھا انکشاف کر رہا ہے......''

''کیسے انکل......؟''

''میرے پاس ایک کیسٹ ہے۔ جس میں اس کی آواز ریکارڈ کی ہے میں نے، اس کیسٹ میں اس نے تمہارے لیے ہدایات ریکارڈ کرائی ہیں۔ میں تمہیں داستان سنا سکتا ہوں۔ جو اس نے مجھے سنائی یہاں تمہارے پاس ٹیپ ریکارڈر تو نہیں ہوگا خیر کوئی بات نہیں، وہ بعد میں مل سکتا ہے میں تو دوسرے معاملات سے بھی نمٹ کر ہی تمہیں یہ تفصیل بتانا چاہتا تھا لیکن تم ان خود پرستوں کی ڈسی ہوئی ہو جنہوں نے جو کچھ کیا اپنے لیے کیا۔ اس سے پہلے یہ ضروری ہے کہ میں تمہیں سب کچھ تفصیل سے بتاتا چلوں۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ہم تحقیق کے متوالے اپنی جستجو کو ہی زندگی سمجھتے ہیں اور اپنے شوق کی تکمیل کے لیے ہزار بار ملنے والی زندگی قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ دانش بھی اپنے شوق کا دیوانہ ہے، اس نے تمام زندگی یہی سب کچھ کیا اور اگر کوئی عورت اس طرح اس کی زندگی میں نہ آتی تو شاید وہ زندگی کا یہ رخ کبھی اختیار نہ کرتا۔

مصر قدیم پر اس کی ریسرچ جاری تھی اور اسے مصریات پر اس قدر عبور حاصل ہو چکا تھا کہ بقول اس کے حنوط شدہ اجسام خود اپنی کہانیاں سنانے لگتے۔ وہ ان کی صحیح داستان قلمبند کرتا اور اس کی لکھی ہوئی کتابیں گواہ ہیں کہ جو کچھ وہ لکھ چکا اس پر ابھی تحقیق بھی مکمل نہیں ہوئی ہے۔ اس پر تبصرہ

کرنے والوں کا متفقہ خیال ہے کہ اس نے قدیم روحوں سے ہم کلام ہونے کا علم حاصل کرلیا ہے۔

ہارون دانش نے مجھے بتایا کہ مصر کے صحراؤں میں ایک صحرا ایسا ہے جہاں چاند سورج کی گردش سے پیدا ہونے والے ارتعاش سے ماضی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ ان دروازوں کے دوسری طرف ادوار متحرک ہوتے ہیں۔ کوئی ذی روح اگر عالم ارتعاش میں کسی کھلے دروازے سے اندر داخل ہو جائے تو وہ اس دور میں پہنچ جاتا ہے جو اس دروازے کے عقب میں ہو اور ہارون دانش نے ایسا ایک دروازہ پا لیا تھا۔

میرے ذہن میں چھناکے سے ہونے لگے۔ یہی کہانی مجھے روشاق نے سنائی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ سورج کی کرنوں کے ساتھ واپسی کا سفر کرلیا جائے تو انسان ماضی میں پہنچ جاتا ہے۔ امیر غیری کا دماغ بھی اس روایت کے تحت الجھا لیا گیا۔ جدید مصر میں یہ روایت قدیم ذہنوں میں زندہ تھی۔ ہر وہ بات جو داستان بن جائے کچھ نہ کچھ حقیقت رکھتی ہے۔"

میں نے اپنی سوچ کا سلسلہ منقطع کرلیا اور اناطور کی باتیں توجہ سے سننے لگی۔ اس نے کہا۔

"دروازے کے دوسری طرف اسے راعمن عوس کا دور ملا جس کی بہن اناطم سلاطیہ حسن بے مثال رکھتی تھی۔ ہارون دانش اس پر فریفتہ ہوگیا اور اس نے خود کو دور کے ساحر کی شکل میں سلاطیہ کے سامنے پیش کیا۔ سلاطیہ نے اس کی محبت قبول کر لی اور وہ ایک محبت بھری زندگی گزارنے لگے۔ لیکن پھر کاہنوں نے حساب لگا لیا کہ تاریخ کے اوراق میں سوراخ کیا گیا ہے اور میں تحریف کی کوشش نہایت کامیابی کے ساتھ کی گئی ہے۔

کاہنوں نے کھوج کی اور ہارون کو تلاش کرلیا۔ ہارون نے سلاطیہ اور اپنی بچی کو لے کر فرار ہونا چاہا' لیکن اسے ہواؤں کا قیدی بنا لیا گیا اور ہارون نے اپنے علم سے خود کو اور اپنی بچی کو قید ہونے سے بچالیا۔ سلاطیہ وہیں رہ گئی اور ہارون اپنی بچی کو ساتھ لے کر اپنی دنیا میں آ گیا۔

عہد جدید کے ایک دماغ نے تاریخ قدیم کو ایسا زبردست چرکا لگایا کہ اس پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ اگر اس کہانی پر یقین کرلیا جائے۔ ہارون دانش کے فرار کا راز کھل گیا اسی دور کی ساحرہ سلانوبیہ نے آگ کے شعلوں میں لپٹ کر خود کو ہارون دانش کے تعاقب میں لگا لیا اور اسے پا بھی لیا۔ لیکن وہ اسے قیدی بنا کر نہیں لے جا سکی کیونکہ وہ بچی ہارون کے پاس نہیں تھی۔ ہارون دانش نے اسے پوشیدہ کر دیا تھا اور یہ طے تھا کہ جب وہ بچی ایک بالغ عمر پائے اور خود اپنی اصل کی تلاش میں نکلے تو ماضی کے دروازے اس کے لیے کھلیں۔

ہارون خود کو ماضی کی عدالت میں پیش کرنے کے لیے تیار ہے۔ لیکن اس وقت جب اسے بچی کی وکالت حاصل ہو۔ یہ اس کا نظریہ اور حساب ہے۔ اس طرح اسے مراعات حاصل ہوسکتی ہیں، کیسے یہ وہی جانتا ہے اس کا کہنا ہے......

میں اس وقت کا منتظر ہوں جب میری بیٹی نشاء دانش عمر کی وہ منزل پائے جب اسے اپنے

ماضی کی جستجو ہو، اس وقت تک میں اسے زمانے سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ وہ کہتا ہے...... مگر میری بیٹی وقت سے بہت پہلے اپنی جستجو میں مبتلا ہوگئی اور اس کی اس خواہش نے جنون کی شکل اختیار کر لی جو خود اس کے لیے نقصان دہ ہے اور میرے لیے بھی۔

ہارون کا خیال ہے کہ اس کے کچھ اور دشمن بھی اس کی تاک میں ہیں جو اس کہانی کو نیا رنگ دینا چاہتے ہیں وہ اس قدر طاقتور ہیں کہ سلانوبیہ جیسی محافظ کو بھی دھوکا دے کر اسے قید کر سکتے ہیں۔ اس وقت جب وہ ماضی کی عدالت میں پیش نہ ہو تو واقعے کی نوعیت ہی بدل جائے گی پھر وہ نہ ہو سکے گا جس کی ہارون کو امید ہے۔"

میرے ذہن میں ان دشمنوں کا تصور روشاق کے علاوہ اور کسی کا نہ تھا۔

"تمہیں یہ بتانا اب حماقت ہی ہے نشاء کہ وہ بچی تم ہی ہو۔" اناطور نے کہا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر میں نے کہا۔

"کیا یہ سب کچھ ممکن ہے۔ پروفیسر صاحب؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں نشاء، مذہب کو سامنے رکھ کر پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے لیکن یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس جینئس سے کہاں کیا غلطی ہوئی ہے، بہت سی عبرتناک صورتیں نمایاں ہیں، ہارون کا نادیدہ جسم...... جس کا میں گواہ ہوں۔"

"آپ وادی ارمناس کے بارے میں کچھ جانتے ہیں محترم پروفیسر......؟" میں نے پوچھا۔

"آہ! تمہیں اس کے بارے میں کس نے بتایا؟"

"امیر غیری نے اپنی دیوانگی کے زمانے کی کہانی میں اس وادی کا تذکرہ کیا تھا۔"

"کیا کہا تھا اس نے......؟"

اناطور نے پوچھا اور میں نے اسے غیری مرحوم کی سنائی ہوئی داستان بتا دی۔ اناطور سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"ہاں ارمناس کا تذکرہ کچھ قدیم کہاوتوں میں موجود ہے۔"

"اس کہانی کے باوجود میری ماں کا تصور بھی ایک کہانی کی حیثیت رکھتا ہے پروفیسر...... حقیقت تو اب بھی معلوم نہ ہو سکی۔"

"یہ حقیقت ہی تو اصل مسئلہ ہے بے بی اور تمہیں اس کے لیے تیار ہونا ہے۔"

"تو مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"میں اس سلسلے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ پہلے تم اپنے باپ کی ریکارڈ شدہ آواز سن لو، یہ کیسٹ تمہاری امانت ہے......" اناطور نے جیب سے کیسٹ کا بکس نکال کر مجھے دے دیا۔

"عسکری آ جائے تو......" میں نے کہا اور پھر میرے حلق سے ایک سسکی سی نکل گئی۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ کافی وقت گزر گیا تھا۔ عسکری ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ خدا خیر کرے۔ لیکن

پروفیسر نے میری بات اچک لی تھی۔
''کون عسکری......؟''
''کیا جاوید عالی نے آپ کو اس کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔''
''وہ نوجوان جو خود بھی امیر غیری کا قیدی تھا......؟''
''ہاں وہی، وہ میرا ہمدرد ہے اور اسے آ جانا چاہیے تھا۔ اب تک نجانے کہاں رہ گیا۔ ٹیپ ریکارڈر کا بندوبست کہیں سے ہو جاتا تو......!''
''میں دیکھتا ہوں کیسٹ سن لینا ضروری ہے۔ تمہیں فیصلہ کرنے میں آسانی ہو گی۔ مجھے کچھ دیر کے لیے اجازت دو۔''
میں نے گردن ہلا دی اور پروفیسر باہر نکل گیا۔ قدرے معقول شخصیت معلوم ہوتی تھی، اس کی سنائی ہوئی تفصیل گزرے ہوئے واقعات کی عقدہ کشائی کرتی تھی۔ لیکن وہ اس کہانی سے منحرف نظر آتا تھا۔ اس کے دلائل چاہتا تھا۔ یہ بات کسی طور ہضم نہیں ہوتی تھی کہ میں زمانہ قدیم کے ایک مردہ بطن سے پیدا ہوئی ہوں۔ بات کیسی ہی پراسرار کیوں نہ ہو لیکن عقل سے بعید تو نہ ہو پھر اصلیت کیا ہے......؟''
ایک بار پھر عسکری کا خیال آ گیا وہ جلدی آنے کے لیے کہہ گیا تھا۔ دروازے سے اناطور نے اندر آنے کی اجازت طلب کی پھر وہ ایک خوبصورت ٹیپ ریکارڈر لیے اندر آ گیا۔
''یہاں کہاں سے مل گیا آپ کو......؟''
''ہوٹل میں کئی عمدہ دکانیں ہیں جہاں ہر شے دستیاب ہے میں تمہارے لیے عمدہ چیونگم بھی لایا ہوں۔'' پروفیسر نے مجھے چیونگم پیش کی۔ میں نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لی۔ وہ ٹیپ ریکارڈر آن کرنے میں مصروف ہو گیا۔ پھر اس نے مجھ سے کیسٹ مانگ کر اسے لگا لیا کمرے کی خاموشی میں ہارون دانش کی شناسائی آواز ابھری۔
''میرا یہ پیغام میری بیٹی نشاء دانش کے لیے ہے، نشاء دانش میری روح، میرے جگر کے ٹکڑے میں وہ بدنصیب باپ ہوں جو کسی بیٹی کو نہ ملا ہوگا، میری ذات تمہارے لیے دکھوں کے سوا کچھ نہیں، معافی مانگتے ہوئے بھی شرم آتی ہے، اس لیے میں یہ نہ کہوں گا کہ مجھے معاف کر دو، یہ وقت کچھ دیر کے بعد آنا تھا' جس سے تم گزر رہی ہو یہ تمہارا اور میرا دونوں کا مقدر تھا۔ پروفیسر اناطور سے میں نے درخواست کی ہے کہ جتنا میں انہیں بتا رہا ہوں وہ نشاء کو بتا دیں۔ مزید تفصیل تم ان سے معلوم کر سکتی ہو تم نے وقت سے کچھ پہلے اپنی جستجو شروع کر دی اور لوگ تمہاری طرف متوجہ ہو گئے۔ کچھ وقت اور گزر جاتا تو وہ عوامل پیش آتے جن سے ابھی تک تمہارا واسطہ نہیں پڑا۔
روشاق سے ہوشیار رہو، وہ ہمارا بدترین دشمن ہے۔ احمد جنیدی برا انسان نہیں ہے، لیکن روشاق نے اسے اپنے مقصد کی راہ پر لگا کر ذہنی طور پر تباہ کر دیا۔ عدنان ثنائی اس کے برعکس ایک

غیر جانبدار انسان ہے اور وہ صرف اپنے علم کی آسودگی کے لیے کام کر رہا ہے۔ تم نے میری جستجو میں معصومانہ اقدامات شروع کر دیئے جن کی وجہ سے بے چارے اے کے ہمدانی کی جان گئی، اسے روشاق نے ہی ہلاک کیا تھا۔ اگر تم کچھ وقت اور خاموشی سے گزار دیتیں تو میں وقت مقررہ پر کسی طرح تمہیں مصر لے آتا اور اس کے بعد وہ عمل شروع ہو جاتا جسے بہر حال ہمارے مستقبل کا فیصلہ کرنا ہے یہ وقت لازمی ہے۔

نشاء تم لاکھ کوشش کر لو، مصیبتوں میں گرفتار رہو گی لیکن ان لمحات سے فرار نہیں حاصل کر سکو گی۔ میں نے تمہارے ساتھ الجزائر کا سفر کیا تھا اس کے بعد میں جزیرے پر بھی تمہارے ساتھ تھا' لیکن تمہارے قریب آنا میرے لیے خطرناک تھا اس لیے تمہارے مشکل وقت میں بھی تمہارے قریب نہیں آسکا۔ نشاء مجھے اس بے بسی پر معاف کر دو، میں مجبور ہوں، اگر میں روشاق کے ہاتھ لگ گیا تو وہ حالات بدل دے گا۔ وہ اتنی طاقت رکھتا ہے اس لیے میں تم سے دور رہوں گا۔

جزیرے پر میں نے احمد جنیدی کو حالات بتائے اور اسے آمادہ کیا کہ وہ تمہاری مدد کرے' لیکن وہ روشاق کی سازش کا شکار ہو گیا۔ روشاق انتقامی جذبے کا شکار ہے، وہ ہمیں نیست و نابود کر دینا چاہتا ہے۔ میں نے وسکن ڈیزل کو تمہاری مدد پر آمادہ کیا اس نے کام بھی کیا لیکن وہ حالات کا مقابلہ نہیں کر سکا اور بھٹک گیا اس کے بعد میں نے خود الجزائر میں اناطور کے پاس جا کر اس سے مدد کی درخواست کی ہے۔ اناطور سے پورا تعاون کرو نشاء...... ان کی ہر بات آنکھ بند کر کے مان لو...... ہو سکتا ہے ہمارے لیے کوئی بہتر راہ نکل آئے۔ میں نے اناطور کو بتا دیا کہ آئندہ کیا کرنا ہے۔ میری درخواست ہے میری بچی۔ اپنے مشکل میں گھرے ہوئے باپ کی مدد کرو......!''

''مجھے اب کیا کرنا چاہیے انکل......؟''

''بہت کچھ بے بی' بہت کچھ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم اپنے باپ کی ہدایت پر عمل کرنے کے لیے راضی ہو؟''

''ہاں......'' میری آواز سسکی بن کر ابھری۔

''اگر میں یہاں نہ پہنچتا تو تمہارا کیا ارادہ تھا؟''

''یہاں آ کر اور اس سے پہلے میں جن مشکلات کا شکار رہی ہوں انکل اناطور کاش کسی کو اندازہ ہوتا، میرا ایک ہی سچا مددگار ہے جس نے ہر مشکل میں میرا ساتھ دیا ہے جس نے میرے لیے ہمیشہ اپنی زندگی داؤ پر لگائی ہے۔ انکل میں آج اس سے شادی کرنے جا رہی تھی۔''

''شادی؟'' پروفیسر چونک پڑا۔

''ہاں۔'' میں نے سسکتے ہوئے کہا پھر انہی سسکیوں کے درمیان میں نے عسکری کے بارے میں پوری تفصیل اناطور کو بتا دی۔ پروفیسر غور سے سن رہا تھا کچھ دیر خاموش رہ کر اس نے کہا۔

''یہ ممکن نہیں ہے نشاء تم خود کہہ چکی ہو کہ تم سے ملنے والے خود بخود خوفزدہ ہو جاتے تھے اس

کی وجہ سمجھتی ہو......؟"

"نہیں انکل۔"

"تم تاریخ کی مقدس امانت ہو، کوئی تمہاری زندگی کا مالک نہیں بن سکتا۔ اگر تم نے اس نوجوان سے شادی کر لی تو کوئی بھی حادثہ ہوسکتا ہے وہ پاگل ہوسکتا ہے مر سکتا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوا۔ میرا دعویٰ ہے۔"

"اوہ ایسا نہیں، میں، میں اس کی زندگی چاہتی ہوں، وہ بہت اچھا انسان ہے۔"

"تو اس سے شادی کا خیال دل سے نکال دو...... کچھ بھی کہہ دو اس سے یہ اس کی زندگی کے لیے ضروری ہے۔ تم خود بھی اس بات کی گواہ ہو کہ تمہاری زندگی کو خطرہ نہیں ہے۔ حالات کتنے ہی خراب ہو جائیں۔ لیکن تمہیں گزند نہ پہنچے گی۔ ہاں وہ ضرور متاثر ہوں گے جو راستے میں آئیں گے......"

"نہیں پروفیسر، وہ بہت اچھا آدمی ہے اسے زندہ رہنا چاہیے۔"

"اسے ٹال دو، اس طرح ٹال دو کہ اسے وہ تم سے متنفر ہو جائے، واپس چلا جائے۔ اگر تم نے اس سے نرم روی اختیار کی تو وہ تمہارے لیے ایثار جاری رکھے گا یہ اس کے حق میں بہتر نہ ہوگا۔"

"حالانکہ اس نے مجھے غیری کے جال سے نکالنے میں شدید محنت کی تھی۔ آپ کو کیا بتاؤں پروفیسر۔ ویلی آف کنگز کے بھیانک ماحول میں وہ تنہا ایک مجسمے کا روپ دھار کر مجھ سے ملا تھا۔ اس نے...... اس نے۔"

"تم بھی اس کی زندگی ہی بچا رہی ہو، یہ اس کے احسانات کا صلہ ہے۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا۔ مجھے کیا کرنا ہوگا؟......"

"بہت کچھ، تمہیں متحرک رہنا ہوگا بی بی، اس وقت تک جب وہ وقت نہ آ جائے۔"

"اس وقت کا کوئی تعین نہیں ہے کیا؟"

"شاید نہیں...... کیونکہ اس کے بارے میں ہارون بھی نہیں جانتا۔"

"اوہ! یہ کتنا مشکل ہے۔"

"لیکن تمہیں کرنا ہے، سنو بے بی میرے خیال میں مجھے اب کچھ اور کام کرنے چاہئیں مثلاً یہاں ایک بکرے کا حصول۔ ہمیں اس وقت تک یہاں رہنا ہوگا جب تک حالات ہمارا ساتھ دیں گے۔ بعد کے لیے انتظامات بھی کرنے ہوں گے۔ اس لیے اب مجھے اجازت دو۔"

"جی انکل۔" میں نے سعادت مندی سے کہا۔

"جو کچھ میں نے کہا ہے وہ ضروری ہے، خیال رکھنا۔" پروفیسر نے کہا اور اٹھ کر باہر نکل گئے۔ میرے دل پر شدید دباؤ تھا۔ زندگی سے بیزاری محسوس ہو رہی تھی۔ ہارون دانش کی آواز کانوں میں گونج رہی تھی۔ ایک عجیب سوز تھا اس آواز میں، میرے ابو مجبور تھے، بے بس تھے ورنہ

وہ مجھے یوں تنہا نہ چھوڑتے اور عسکری...... میری جان مشکل میں تھی میں کیا کروں کیا نہ کروں۔
عسکری آ گیا۔ کئی پیکٹ ساتھ لایا تھا۔ چہرہ خوشی سے گلزار ہو رہا تھا اور اس کی یہ مسرت دیکھ کر میرے دل میں تاریکیاں اترتی آ رہی تھیں۔ اعصاب بری طرح کھینچ رہے تھے۔

''سوری نشاء، مجھے اندازہ تھا کہ تم خوب پریشان ہو رہی ہو گی۔ بس اسے کچھ بھی سمجھ لو۔ تمہارا تعلق جس معاشرے سے ہے وہاں شادی کے تصور کے ساتھ نہ جانے کیا کچھ وابستہ ہے۔ میں بھی اس معاشرے کا پروردہ ہوں، ہر چند کہ مجھے کچھ نہیں آتا۔ بس کچھ روایتیں ذہن کی تازہ کی ہیں۔ تمہیں بھلا میں کیا دے سکتا ہوں، وہ بھی دیارِ غیر میں۔ یہ کچھ خریدا ہے میں نے عروسی لباس ہے اور کچھ دوسری چیزیں ہیں۔ لیکن مجھے غلط نہ سمجھنا تمہارا احترام تمہارا وقار مجھے اپنے ہر جذبے سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ بس میری خوشی ہے۔'' وہ جذبات سے پر لہجے میں کہہ رہا تھا اور میں شدید دکھ محسوس کر رہی تھی۔ میں فیصلہ کر رہی تھی کہ مجھے اس سے کیا کہنا چاہیے۔ پھر میں سنبھل گئی میں نے کہا۔

''پہلے تو میرا دل چاہ رہا تھا کہ تم سے جھوٹ بول دوں، کوئی ایسی بات کہہ دوں جو تمہیں بہت بری لگ جائے تم مجھ پر تھوک کر مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ لیکن...... اتنی توہین کر چکی ہوں تمہاری کہ اب میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا ہے، عسکری میں تم سے جھوٹ نہیں بول سکتی۔''

''کیا کہنا چاہتی ہو نشاء کہیں تم نے شادی کا ارادہ ملتوی تو نہیں کر دیا ہے۔''

''ہاں......!'' میں نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

''کیوں نشاء...... کیوں......؟'' اس نے کربناک لہجے میں پوچھا۔

''میں اب تمہاری زندگی چاہتی ہوں عسکری......''

''کیا میرے سچ نے مجھے نقصان پہنچایا ہے نشاء کیا روشاق کے بارے میں بتا کر میں غلطی کی۔''

''نہیں عسکری...... یہ بات نہیں ہے۔ تمہارے جانے کے بعد اناطور میرے پاس آئے تھے۔ اناطور وہی ہیں جو الجزائر میں رہتے ہیں۔ انہوں نے میرے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے۔ ہر چند کہ یہ سب کچھ میری زندگی کا راز ہے۔ لیکن تم بھی اب میری زندگی سے متعلق ہو۔ میں تم سے کچھ نہیں چھپانا چاہتی عسکری یہ کیسٹ سنو......''

میں نے ٹیپ ریکارڈر کیسٹ ریوائنڈ کیا پھر ٹیپ ریکارڈر آن کر دیا۔ عسکری سکتے کے عالم میں ہارون دانش کی آواز سننے لگا۔ کیسٹ ختم ہو گیا تو اس نے کہا۔

''پھر نشاء...... اب تم کیا کرنا چاہتی ہو۔''

''آنے والے وقت کا انتظار۔''

''میں اس انتظار میں تمہارا ساتھی رہوں گا تمہیں جیسے بھی حالات پیش آئے میں ان میں شریک رہوں گا، نشاء تم تو حالات بدلنے پر آمادہ ہو گئی تھیں۔ ہو سکتا ہے ہمارا یہ عمل حالات میں

تبدیلی پیدا کردے۔"

"عسکری اس عمل سے تمہاری زندگی کو خطرہ ہے۔"

"صرف میری زندگی کو۔ مجھے منظور ہے تم سے دوری کا تصور بھی میرے لیے موت ہے، نشا۔ مجھے اپنی پسند کی موت مرنے دو...... پلیز! اتنی سی دیر میں میرے اس تاج محل کو مسمار نہ کرو......"

"نہیں عسکری میں یہ نہیں کر سکتی۔" میں نے کہا اور وہ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں اب بھی نہیں تھکا نشاء یقین کرو، اس تازہ موت کے بعد بھی میں نہیں تھکا۔ مجھے جو کرنا ہے وہ میں کرتا رہوں گا۔ اس میں مزہ ہے نشاء، یہی زندگی میرے لیے دلکش ہے او کے نشاء...... او کے اگر ایسا ہو جاتا تو مجھے تعجب ہوتا اور نہ ہونے پر مجھے تعجب نہیں ہے۔ او کے میں چلتا ہوں۔" وہ اٹھا دروازے کی طرف بڑھا پھر واپس پلٹا وہ پیکٹ اٹھائے اور باہر نکل گیا۔ میں نے اس سے کچھ نہیں کہا بس خاموشی سے دروازے کو دیکھتی رہی اب میرا دل مطمئن ہو گیا تھا۔ اسے کوئی دلاسہ دینا بے مقصد تھا۔ خود اپنے آپ کو کوئی دلاسہ نہیں دے سکتی تھی۔ اسے کیا دیتی۔

شام پانچ بجے اناطور میرے پاس آ گئے۔

"ہیلو نشاء...... کیا ہو رہا ہے ہوٹل میں ہی ہو یا کہیں باہر گئی تھیں۔"

"نہیں انکل...... کہیں نہیں گئی۔"

"میں نے ہوٹل میں کمرہ لے لیا ہے روم نمبر سات سو دس۔"

"جی......" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کوئی خاص بات تو نہیں ہے؟ ارے ہاں اس نوجوان سے ملاقات ہوئی جس کے بارے میں تم نے بتایا تھا۔"

"ہاں میں نے اسے ٹال دیا ہے۔"

"ویری گڈ میں بھی کسی وقت اس سے ملاقات کر کے اس کا شکریہ ادا کروں گا اور اسے سمجھا دوں گا۔ بہرحال اب ہمیں فرصت ہے اصل میں ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اب یہ وقت کیسے اور کہاں گزارا جائے۔ مصر سے باہر جانا کسی طور بہتر نہ ہوگا' لیکن جانے کتنا وقت باقی ہے۔ ہمیں الجھنوں میں گرفتار ہونا پڑے گا۔ ورنہ میں تمہیں الجزائر ہی لے جاتا۔"

"جیسا آپ پسند کریں انکل میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لیے تیار ہوں۔"

"میں اپنے یہاں قیام کے لیے جواز پیدا کر سکتا ہوں' مگر تمہارا معاملہ ہے سفارتخانہ تمہاری واپسی کا انتظام کر رہا ہے۔ وہ لوگ تمہیں واپس بھیجنا چاہیں گے میں نہیں چاہتا کہ انہیں بھی الجھنوں کا شکار ہونا پڑے۔ انہوں نے اپنی ذمہ داری پر تمہیں یہاں رکھا ہے۔ حکومت مصر تمہارے بارے میں ان سے سوالات کرے گی اور وہ مشکل میں پڑ جائیں گے۔ کوئی ایسی ترکیب ہو کہ انہیں جواب

دہی نہ کرنی پڑے...... خیر...... خیر...... دیکھتے ہیں کوئی ترکیب نکالیں گے۔"

"اناطور بعد میں مجھے اپنے کمرے میں لے گئے۔ وہاں ہم نے شام کی چائے پی پھر وہ بولے۔

"واقعات اس قدر ہوشربا ہیں کہ عقل ساتھ چھوڑ گئی ہے۔ بہت سے ماہرین نے مصر پر کام کیا ہے۔ ہزاروں سال پرانے مقبرے کھنگال ڈالے ہیں ان پر تحقیق کی ہے، انکشافات کیے ہیں لیکن ہارون دانش نے تو جادوگری کی ہے۔ کئی شناساؤں نے اس کی کتابوں پر تبصرے کیے ہیں۔ ان میں سے کچھ کا کہنا تھا کہ ہارون نے خود کو منظر عام سے ہٹا کر مافوق الفطرت بننے کی کوشش کی ہے اور یہ شہرت حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے جو اس نے اپنایا ہے۔ اس نے اپنی طویل ترین گمشدگی کے دوران بھی کتابیں لکھیں اور طبع کرائی ہیں۔

پتہ نہیں اس نے اس کے لیے کیا طریق کار اختیار کیا ہو، لیکن اس سے اختلاف رکھنے والے بھی ان کتابوں کو مصریات پر ایک نادر سرمایہ کہنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ اس سے قبل سیرا یمنی کو بھی یہی درجہ حاصل رہا تھا مگر وہ اپنی تحقیق خود نہ پیش کر سکی، بلکہ یمن کے ایک پبلشر نے اس کے بارے میں حیرت انگیز انکشافات کیے۔ پہلی بار وادی ارمناس کی تفصیل اسی پبلشر نے سرا یمنی کی کتاب میں شائع کی تھی۔ ویسے بے بی یہ روشاق کا کردار میرے لیے اجنبی ہے۔ مصری محققوں میں اس کا نام نہیں ملتا۔ یہ کون ہے؟"

"آپ اسے نہیں جانتے انکل؟"

"قطعی نہیں جانتا۔"

"کیا...... ہارون دانش نے بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا......؟"

"بالکل نہیں......"

"الجزائر میں انہوں نے کب آپ سے ملاقات کی تھی؟"

"آج کا دن شامل کر کے کوئی ستائیس دن قبل...... اس کے بعد میں اس کے کہنے کے مطابق تیاریوں میں مصروف ہو گیا تھا۔

"کس طرح ملاقات کی تھی؟"

"ہر ماہر مصریات کا اپنا ایک نوادر خانہ ہوتا ہے۔ یقیناً تمہارے وطن میں ہارون کا نوادر خانہ بھی ہو گا۔ میرے نوادر خانے میں بھی قدیم مصر سجا ہوا ہے جو بھی مجھے مل سکا میں نے اپنے نوادر خانے میں سجا لیا میں وہیں موجود تھا کہ مجھے سرسراہٹیں سنائی دیں اور پھر ہاروں کی آواز...... اس نے بڑے شگفتہ لہجے میں مجھے بتایا کہ میں پریشان نہ ہوں وہ ہارون دانش ہے۔ اس کے لیے اس نے مجھے اپنے بارے میں پوری تفصیل بتا کر مجھ سے مدد کی استدعا کی۔ درمیان میں اس سے بہت سے سوالات کرتا رہا تھا۔ پھر میں نے اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔"

''انکل میں اس بات پر بہت حیران ہوں۔ آپ لوگ اتنے مشکل کام پر اتنی جلدی کیوں آمادہ ہو جاتے ہیں؟ احمر جنیدی نے اس جستجو میں جان دے دی۔ عدنان ثنائی اپاہج ہونے کے باوجود ہزاروں تکلیفیں برداشت کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ پروفیسر وسکن ڈیزل نے اپنے سکون برباد کر لیا اور سب کچھ چھوڑ دیا۔ کیا صرف دوستی کے نام پر...... ایسی بے مثال دوستی ایک آدھ سے تو ہو سکتی ہے اتنے سارے مخلص دوستوں کا مل جانا کیا حیرت ناک نہیں ہے۔''

''یہ صرف دوستی نہیں ہے نشاء دانش۔''

''پھر کیا ہے انکل؟''

''مصر، تاریخ کا جادو...... اس سحر کا نشہ ہی انوکھا ہے انسان موت کی قیمت پر بھی اس نشے میں ڈوبنا چاہتا ہے۔''

''وہ دونوں بھی یہی کہتے تھے۔ میری مراد وسکن ڈیزل اور عدنان ثنائی سے ہے۔ مگر مجھے تعجب ہے۔''

''سچ کہتے ہیں وہ اور خود وہ اس کا ثبوت ہیں۔ ویسے کاش وہ مجھے مل جائیں۔ بڑے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں وہ، ویسے بے بی پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ وہ تم سے غیر مخلص نہیں تھے۔ بس خود پرستی کا شکار ہو گئے۔ تمہارا ساتھ اپنائے رہتے تو زیادہ فائدہ تھا ان کے لئے لیکن ان کی اپنی سوچ ہے کہ کیا کہہ سکتا ہوں۔ ممکن ہے قاہرہ میں ہی ان سے ملاقات ہو جائے ان کے مل جانے سے بہت فائدے ہوں گے ہمیں ایک دوسرے سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ تم کسی طرح اس بات کی نشاندہی کر سکتی ہو جس سے کچھ اندازہ ہو سکے۔''

''میں نے ان سے وادی ارمناس کا تذکرہ کیا تھا اور انہیں اس کے بارے میں تفصیل بتائی تھی۔ اس رات وہ دونوں جاگتے رہے تھے۔ پھر دوسری صبح انہوں نے موت کا سوانگ رچایا۔''

''اوہ۔ بات سمجھ میں آ گئی۔ مجھے یقین ہے بے بی، اب وہ وادی ارمناس میں بھٹک رہے ہوں گے۔ ضرور ایسا ہی ہو گا۔''

''آپ میرے ابو کی بات کر رہے تھے انکل۔''

''سوری۔ بھٹک گیا تھا۔ میں نے صدق دل سے ہارون سے وعدہ کیا۔ اس سے مزید رہنمائی حاصل کی اور پھر مصر آنے کی تیاریاں کرنے لگا۔''

''یہ کیسٹ......؟''

''ہارون نے اس کی نشاندہی کی تھی۔ یہ مجھے ایک میز پر رکھا ملا تھا۔''

''آپ نے اسے سنا ہو گا؟''

''ہاں۔ انکار نہیں کروں گا لیکن روشاق کے بارے میں کوئی سوال کس سے کرتا ہارون جا چکا تھا۔''

''انکل، ڈیڈی نے جس دشمن کا تذکرہ کیا ہے وہ روشاق کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ روشاق مصر میں موجود ہے۔ یہ شخص ابتداء سے میرے ساتھ ہے اور اسی نے مجھے اپنی شناخت پر اکسایا تھا۔''
اس کے بعد میں نے اناطور کو روشاق کے بارے میں بتانا شروع کیا اور جب میں ایمنی تراوزی تک پہنچی تو اناطور اچھل پڑے۔

''پرندوں کا ساحر...... ایمنی تراوزی۔ آہ۔ قدیم ترین کتابوں میں اس کا تذکرہ ہے مگر...... وہ تو بہت قدیم ہے اور فرعون سے بھی بہت پہلے اس کا تذکرہ ملتا ہے۔''

''ایمنی تراوزی نے بھی اپنی داستان میں یہ بتایا تھا کہ وہ مصنوعی موت اپنا کر زمین دوز ہو گیا تھا۔ ''سیت'' کے دور میں جانے کے لیے لیکن وہ سوتا رہ گیا اور دور آ کے نکل گیا۔ پھر روشاق کے بیان کے مطابق اسے ہارون دانش ملا'' میں نے ہارون دانش کی داستان بھی بیان کر دی۔ مجھے اس میں کوئی قباحت محسوس نہیں ہوئی۔ جب میرے ابو نے مجھے ہدایت کر دی تھی کہ میں اناطور سے ہر طرح تعاون کروں تو مجھے یہ داستانیں اپنے سینے میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ میرا جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔ بے چارہ عسکری بھی تو میری وجہ سے......

اناطور تصویر حیرت بنے ہوئے تھے، ان پر عجیب سی کیفیت طاری تھی پھر انہوں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا......

''آہ ایمنی تراوزی کی داستان بالکل درست ہے۔ تو یہ ہے ہارون دانش کی اصل کہانی۔ یوں وہ دورسیت میں پہنچا اور اس نے ایمنی تراوزی کی محبوبہ اناطم سلاطیہ کو اپنے فریب میں پھانس لیا۔ آہ بے بی۔ تم نے اس وقت میرے دماغ پر بڑی ضربیں لگائی ہیں۔ لاحول ولاقوۃ۔ کیا میں اس داستان کو صحیح تسلیم کر لوں؟''

''کیا مطلب انکل؟''

''گویا ہم تسلیم کر لیں کہ سورج کی جاتی ہوئی شعاعوں کے ساتھ دورسیت میں جا کر ہارون دانش نے وہی سب کچھ کیا جسے عقل نہیں مانتی۔ گویا تم ایک مردہ بطن کی تخلیق ہو۔''

''میں کیا جانوں انکل۔ ہاں اپنے بارے میں اتنا ضرور کہہ سکتی ہوں کہ قدیم تاریخ میں کیا ہے یہ مجھے نہیں معلوم لیکن تاریخ وقت نے میرے ساتھ خوب مذاق کیا ہے۔''

''میں اب خود الجھ کر رہ گیا ہوں لیکن کیا فرق پڑتا ہے۔ پہلے حالات کون سے سلجھے ہوئے تھے۔ البتہ ایک بات کہہ سکتا ہوں کہ یہ سب کچھ اتنا دلچسپ ہے کہ اس کے لیے موت بھی قبول کی جا سکتی ہے۔''

''شاید میں نے تمام کہانیاں آپ کو سنا دی ہیں انکل۔''

''تم نے میری بہت مدد کی ہے بے بی۔ یہ سب کچھ ہارون نے نہیں بتایا تھا۔ مگر مجھے اصل کہانی معلوم ہو گئی۔ یہ نہیں معلوم کہ تاریخ کا فیصلہ کیا ہے۔ اصل ماجرہ کیا ہے۔ لیکن یہ ضرور معلوم ہو

گیا کہ ہارون نے کیا کیا۔ اس نے پرندوں کے ساحر کو اس کے دانش کدے میں شکست دے دی۔ اوہ۔ اوہ...... آہ!'' اناطور کے منہ سے ایسے بے ربط الفاظ نکلے کہ میں چونک پڑی۔

''کیا ہوا انکل؟''

''آں...... وہ بے بی، تمہیں روشاق پر زور دینا پڑے گا۔ پورے غور سے یاد کر کے مجھے بتاؤ۔ ایمنی تراوزی نے دور سیت میں جانے کے سلسلے میں کیا الفاظ کہے تھے۔''

''مجھے یاد نہیں انکل۔ مجھے یاد ہیں۔ جو اہم الفاظ اس نے کہے وہ مجھے ازبر ہیں۔''

''پورے اعتماد کے ساتھ غور کر کے مجھے بتاؤ بے بی۔ میں آنکھیں بند کر رہا ہوں، اس بات پر توجہ نہ دینا غور کرو، یاد کرو کیا کہا تھا اس نے۔''

میں نے اپنی ذہنی قوتیں ان لمحات پر مرکوز کر دیں اور میری زبان نے کہنا شروع کیا۔

''ممفس کی داستانوں میں ......تراوزی کا نام منفرد ہے۔ اہل مصر اسے پرندوں کا جادوگر کہتے تھے اور اس کے بیٹے ایمنی تراوزی نے باپ کی موت کے بعد اس کے علم سے استفادہ کیا اور آنے والے دور کی تاریک دیوی کو پایا لیکن وہ مستقبل کے لیے تھی تو ایمنی نے خود کو زمین کے سپرد کر دیا کہ اس دور میں آنکھ کھولے لیکن وہ دیر سے جاگا اور اسے ایک محقق نے اس کے دانش کدے میں پایا اور محقق نے اس سے معلوم کر لیا کہ تاریکیوں کو چرا کر خود کو کس طرح پوشیدہ رکھا جائے کہ ہواؤں میں اپنی خوشبو بھی باقی نہ رہے اور سورج کی روشنی کے ذریعہ بند آنکھوں سے تصور کیسے چرایا جا سکے اور جب سورج کی کرنیں واپسی کا سفر کریں تو ان کے ساتھ ماضی کا رخ اختیار کیا جا سکتا ہے۔''

روشاق کی داستان لفظ بہ لفظ تو نہ سنا سکی میں لیکن اس کا مفہوم میں نے بتا دیا تھا۔ اناطور پر جیسے سکتہ طاری تھا مجھے خاموش ہوئے بہت دیر گزر گئی تو میں نے انہیں پکارا...... اور وہ اس طرح چونکے جیسے سو گئے ہوں......

''آپ سو گئے تھے انکل؟''

''خدایا...... خدایا میرے ایمان کا تحفظ کر۔ میں تسلیم نہیں کر سکتا۔ میں تسلیم نہیں کر سکتا۔''

''کیا انکل؟'' میں نے پوچھا۔

''ساری باتیں ایک ہی اشارہ کرتی ہیں لیکن کیسے ممکن ہے یہ...... اوہ۔ میں ایک منٹ کے لیے اجازت چاہتا ہوں......'' اناطور نے کہا۔

''کہاں جا رہے ہیں انکل؟''

''واش روم......'' پروفیسر اناطور نے کہا اور شرابیوں کی طرح لڑکھڑاتے ہوا واش روم میں داخل ہو گئے۔ پھر میں بہت دیر تک پانی گرنے کی آوازیں سنتی رہی تھی۔ پھر پروفیسر اناطور باہر نکل آئے۔ بری طرح بھیگے ہوئے تھے، آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ تولیہ سے بال اور چہرہ خشک کرتے ہوئے وہ میرے سامنے بیٹھ گئے۔

''ہارون دانش کی کہانی بالکل درست ہے۔ وہ کس طرح ماضی میں داخل ہوا، اس کا انکشاف ایمنی تراوزی کی داستان سے ہوتا ہے۔ وہ جینئس ہے وہ عظیم ہے، اس نے وہ کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ شاید کئی صدیوں میں اس کی مثال نہ مل سکے۔ لیکن اس کی داستان میں کوئی سقم ہے کوئی نکتہ پوشیدہ ہے جو شاید اس پر بھی واضح نہیں ہوا۔

میری بچی میرے جگر گوشے بات صرف ایک نکتے کی ہے۔ اگر خود ہارون دانش کو وہ نکتہ پتہ چل جائے تو وہ کسی کی مدد کا محتاج نہ رہے۔ آہ کچھ ضرور ہے، واہ کیا بات ہے ہارون دانش اس دور کا ساحر ہے اس نے بڑے بڑے ساحروں کے سحر کو پیچھے چھوڑ دیا ہے ایسے جینئس صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

سنونشاء میری بچی، میرے دل کی حالت عجیب ہو رہی ہے اہل مصر ان قدیم داستانوں میں وہ اصل نہیں تلاش کر سکے تھے جو ہمیں مل گئی ہے۔ میں ایک ایسے رمز سے آشنا ہوا ہوں جس کا انکشاف ہو جائے تو نہ جانے کیا ہو جائے۔''

''کیا انکل؟......''

''وادی ارمناس وادی سحر کو اہل مصر ایک پراسرار وادی قرار دیتے ہیں۔ امیر غیری کہتا ہے کہ وادی ارمناس میں رات کے وقت منتشر ہوائیں ریت کے بگولے اڑاتی ہیں اور ان بگولوں میں ماضی کے دروازے کھلتے ہیں......

نہیں نشاء میری بچی ایسا نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ سورج کی جاتی ہوئی شعاعیں کچھ ایسے زاویے ترتیب دیتی ہیں جن سے وقت کے دریچے کھل جاتے ہیں اور اگر کوئی ذی روح خود کو ان شعاعوں میں تحلیل کر دے تو ماضی میں چلا جاتا ہے۔ یہی فارمولا ٹائم مشین کا ہے جو ابھی فینسی تصور کی جاتی ہے۔ ابھی وہ تصوراتی مراحل میں ہے۔ انسانی ذہن کی اختراع کہی جاتی ہے' لیکن چاند پر پہلے آدمی کا تصور بھی تو معروف مصنف ایچ جی ویلز نے پیش کیا تھا۔

اس وقت لوگوں نے اسے ایک شاندار گپ قرار دیا تھا۔ لیکن نیل آرمسٹرانگ چاند پر پہلا آدمی تھا۔ الف لیلوی جادوگر کے گولے آبادیوں پر مارتے اور تباہی پھیل جاتی۔ ہیروشیما اور ناگاسا کی انہی جادو کے گولوں سے تباہ ہوا۔ جام جمشید، جمشید کا جہاں نما تھا۔ آج یہ جہاں نما ٹیلی ویژن پر سیٹلائٹ کے ذریعے سارے جہان کو سمیٹ لیتا ہے۔ جام جم اس دور میں ڈش انٹینا کہلاتا ہے کیا ڈش کی شکل پیالے جیسی نہیں ہے۔ بتاؤ، ہارون دانش اگر کہتا ہے کہ وہ ماضی میں پہنچ گیا تھا تو کیا یہ تمام چیزیں اس کی تصدیق نہیں کرتیں۔

ایک نکتہ بے بی بس ایک نکتہ کاش ہم اسے پا جائیں بے بی، سائنس نے خلا کی کہانیاں سنائی ہیں۔ برزخ کا تصور ہمارے ذہنوں میں ہے جہاں روحوں کا بسیرا ہے۔ خلا میں ہی ایک ایسا جزیرہ ہے جہاں آوازوں کا ذخیرہ ہے۔ آواز کبھی فنا نہیں ہوتی بلکہ وہ قائم رہتی ہے۔ یہ سب کچھ ہے بے بی

سب کچھ ایک دوسرے میں مدغم ہے۔ تلاش...... تلاش اور بس تلاش......

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے میں نے کائنات تمہارے لیے مسخر کر دی، تلاش کرو۔"

پروفیسر اپنے سر کے بال نوچنے لگے۔ بہت دیر کے بعد وہ خود پر قابو پا سکے تھے۔ پھر وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور بولے۔

"تم شادی کر کے ایک عام زندگی گزارنا چاہتی تھیں۔ محدود ہونا چاہتی تھیں۔ اپنے آپ کو تلاش کرو بے بی، خود کو پانے کی جدوجہد کرو، نہ جانے کیا نکلو۔ اتنی عظیم تحقیق کو روک دینا چاہتی ہو تم۔"

"میں نے خود کو آپ کے حوالے کر دیا ہے انکل۔"

"ہاں میں تمہیں تلاش کروں گا۔ میں صرف ہارون کی ہدایات پر عمل نہیں کروں گا بلکہ خود بھی بہت کچھ کروں گا اور تمہیں میری مدد کرنا ہو گی۔ اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دو۔ رات ہو چکی ہے۔ جاؤ اپنے کمرے میں جا کر لباس تبدیل کرو، تیار ہو جاؤ۔ ہم نیچے چلے گئے، زندگی کو روشن نگاہوں سے دیکھیں گے۔"

میں بوجھل بوجھل اپنے کمرے میں آ گئی۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تھی کہ فون چیخ اٹھا۔ میں نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سفارتخانے کا افسر جاوید عالی تھا۔

"مس نشاء؟"

"جی میں بول رہی ہوں۔"

"میں جاوید عالی بول رہا ہوں۔ مسٹر عسکری شاید اپنے کمرے میں موجود نہیں ہیں۔ آپ خود انہیں اطلاع دے دیں۔ آپ دونوں کے لیے خوشخبری ہے۔ کل شام ساڑھے پانچ بجے آپ کی فلائٹ ہے۔ تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ آپ کے کاغذات تیار ہو چکے ہیں۔ میری طرف سے مبارک باد قبول کریں۔"

میں ریسیور پکڑے احمقوں کی طرح کھڑی رہی۔ دوسری طرف سے جاوید عالی کی آواز پھر سنائی دی۔

"کل دن میں کسی بھی وقت میں خود آپ کے پاس پہنچوں گا اور تمام چیزیں آپ کے حوالے کر دوں گا۔ میرے خیال میں آپ اب ہوٹل ہی میں رہیں۔ او کے مس نشاء۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہم آپ کی کوئی خدمت کر سکے...... خدا حافظ۔"

دوسری طرف سے فون بند ہونے کے بعد میں نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ دلی طور پر اضمحلال طاری ہو گیا تھا۔ میری وطن واپسی کا بندوبست ہو گیا تھا اور میں وطن نہیں جا رہی تھی۔ ایک بار پھر دل میں لہر سی اٹھی کہ ہر حساس پر لعنت بھیج دوں۔ جاوید عالی کو فون کر کے کہوں کہ مجھے سفارتخانے کی عمارت میں لے جایا جائے اور میری حفاظت کی جائے اور مجھے مقررہ وقت پر جہاز میں سوار کرا دیا

جائے۔ اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ جن حالات سے گزر چکی ہوں اس سے زیادہ کیا خراب حالات ہوں گے، زیادہ سے زیادہ کیا ہو جائے گا، طیارے کو حادثہ پیش آ جائے گا، اسے اغوا کر لیا جائے یا کچھ اور سہی۔ لیکن پھر اس کیسٹ سے ابھرنے والی یاس انگیز آواز نے مجھے گھیر لیا۔

''نشاء میری لخت جگر مجھ سے تعاون کرو......!'' یہ معاملہ میرا نہیں میرے باپ کا بھی تھا۔ عسکری سے کیا کہوں۔ وہ بھی پاگل ہے۔ کہتا ہے ابھی تھکا نہیں۔ مارا جائے گا۔ میرا تو خیر جو کچھ بھی ہوگا مگر وہ مارا جائے گا۔ کچھ ویران خیالات میں ڈوبی رہی۔ پھر تیار ہونے لگی اور پھر باہر نکل آئی۔ عسکری کے کمرے کے دروازے پر بدستور تالا لگا ہوا تھا۔ وہاں سے پروفیسر اناطور کے کمرے میں پہنچ گئی۔ وہ ایک خوبصورت سوٹ میں ملبوس میرا انتظار کر رہے تھے۔

''بہت پیاری لگ رہی ہو۔ آؤ چلیں، میں چاہتا ہوں کہ تم ہر فکر سے بے نیاز ہو جاؤ۔''

''فکریں مجھ سے بے نیاز نہیں ہیں پروفیسر صاحب......'' میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''کوئی اور خاص بات تو نہیں ہو گئی؟''

''جی ہاں ہوئی ہے۔'' میں نے کہا اور پروفیسر کو جاوید عالی کے فون کے بارے میں بتایا۔ ان کا چہرہ بھی کچھ دیر کے لیے سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر وہ گردن جھٹک کر بولے۔

''آؤ نیچے چلیں۔ ابھی ہمارے پاس اکیس گھنٹے باقی ہیں۔ بہت وقت ہے۔ اس مشکل کا حل بھی سوچ لیں گے۔''

پروفیسر نے خاموشی اختیار کر لی۔ میں بظاہر اپنے آپ کو پرسکون رکھ رہی تھی۔ لیکن دل میں بہت سے احساسات جاگزیں تھے۔ کیا ہوگا اب کیا ہو سکتا ہے۔ جاوید عالی نے میرے وطن واپس جانے کا بندوبست کر دیا ہے اور اناطور اس کے برعکس کہہ رہا ہے، فیصلہ کرنا میرے اختیار میں نہیں تھا۔ اپنے آپ کو ہر ممکن طریقے سے بہلانے کی کوشش کرتی رہی کہ جب میرے اختیار میں کچھ نہیں ہے تو پھر ان احمقانہ خیالات سے کیا حاصل۔

ہوٹل کی تفریحات جاری رہیں اور ہم مشروبات سے شغل کرتے رہے۔ ہلکا پھلکا کھانا بھی وہیں کھایا اور خاصی رات گئے پروفیسر اناطور وہاں سے اٹھے۔ وہ میرے کمرے تک آئے تھے انہوں نے کہا۔

''یہ ایک احمقانہ پیش کش ہے۔ بے بی، لیکن میں تمہارے باپ کا دوست بھی ہوں اور تمہارے لیے باپ ہی کی مانند، اگر تم اپنے آپ کو کسی طور پر پریشان محسوس کر رہی ہو تو میں رات کو تمہارے کمرے میں بھی رہ سکتا ہوں، جب میں نے تمہاری تمام ذمے داریاں سنبھال لی ہیں اور تم مجھ سے تعاون کر رہی ہو تو پھر باقی سارے معاملات مجھے ہی سنبھالنے ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بالکل بے فکر ہو جاؤ، میں موجود ہوں، تمہاری الجھنوں سے نمٹنے کے لیے۔''

''نہیں انکل میں پرسکون رہوں گی آپ اطمینان رکھیے۔'' میں نے مشکور انداز میں کہا۔

''تو پھر کل صبح میں ناشتہ تمہارے ساتھ ہی کروں گا۔''

پروفیسر اناطور کے چلے جانے کے بعد میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا، کھڑکیاں اور دروازے مضبوطی سے بند کیے اور اپنے بستر پر جا لیٹی، کم بخت خیالات نے رات کو تین بجے تک سونے نہ دیا، تین بجے نیند مہربان ہوئی......

دوسری صبح ساڑھے آٹھ بجے جاگی، پروفیسر اناطور کو ٹیلی فون کیا اور غسل خانے میں داخل ہو گئی، پروفیسر تھوڑی دیر کے بعد ہی پہنچ گئے تھے ناشتے کے لیے کہہ کر آئے تھے۔ باقاعدہ لباس میں تھے ناشتے کے بعد انہوں نے کہا۔

''رات کو میں بہت کچھ سوچتا رہا ہوں بے بی اور میں نے کچھ فیصلے بھی کر لیے ہیں بس جا رہا ہوں، دعا کرنا جو کچھ میں نے سوچا ہے اس میں مجھے کامیابی حاصل ہو جائے۔ خاصی بہتر صورت حال ہو جائے گی اور ہمیں کچھ موقع مل جائے گا اور ہاں سنو، اگر جاوید عالی میرے واپس آنے سے پہلے آ جائے تو اس سے کوئی نئی بات نہ کہنا۔ اسی طرح اگر تمہارا دوست عسکری بھی تم سے مل جائے تو اس پر بھی ظاہر نہ ہونے دینا کہ تمہارے ذہن میں کچھ اور ہے، اس وقت ہمارا راز صرف ہم تک رہنا چاہیے کیا سمجھیں؟ اس کے علاوہ اگر جاوید عالی تم سے یہ کہے کہ اپنے وطن روانہ ہونے سے پہلے سفارت خانے چلو تو میرا نام لے کر انکار دینا کہ پروفیسر اناطور سے یہیں ملاقات ہو گی۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ جب تک میں واپس نہ آؤ تم کوئی اور قدم نہ اٹھانا۔ خدا تمہاری نگہبانی کرے۔''

ناشتے کے بعد پروفیسر اناطور چلے گئے اور میں ایک کرسی پر نیم دراز ہو گئی۔ پھر اچانک ہی عسکری کا خیال آیا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل آئی۔ عسکری کے کمرے کے دروازے پر پہنچی لیکن اس پر مسلسل تالا لگا ہوا تھا۔ اپنے کمرے میں واپس آ کر کاؤنٹر سروس کو ٹیلی فون کیا اور اس سے عسکری کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ پتہ چلا کہ وہ کل ہی سے غائب ہے۔ رات کو بھی نہیں آیا نہ ہی اس نے یہ کمرہ چھوڑا ہے بس س سے زیادہ وہاں سے اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا، میرے دل میں دکھ کا احساس مسلسل تھا، عسکری بددل ہو گیا تھا۔ لیکن شاید ایک بار پھر دیوانگی کا شکار تھا۔ مجھ سے الگ رہ کر میری نگرانی کرنا چاہتا تھا۔ آہ اس بدنصیب پر بری گزر رہی ہے۔ کتنا مسرور تھا میرے تیار ہو جانے سے حالانکہ ذہنی طور پر شاید میں وہ سب کچھ کر کے بھی مطمئن نہ ہوتی جس کا میں نے اقرار کر لیا تھا۔ بس ایک ذہنی قرار تھا جو میں اس طرح حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اپنے آپ کو اپنے اردگرد پھیلے ہوئے اس ماحول کو دھوکہ دینا چاہتی تھی۔ جس نے مجھے برباد کر رکھا تھا۔

گیارہ بجے کے قریب ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور میرا دل دھڑک اٹھا۔ فون جاوید عالی کا تھا اس نے کہا۔

''مس نشاء دانش اتفاق سے میں اپنے کچھ معمولات میں مصروف ہو گیا ہوں۔ میں آپ کے کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ کسی اور کے ہاتھوں بھی آپ تک بھجوا سکتا تھا۔ لیکن میں نے مناسب

نہیں سمجھا۔ تقریباً ساڑھے تین بجے میں آپ کے اس پہنچوں گا۔ آپ تیار ہیں اور عسکری صاحب کو بھی اس بات کی اطلاع دے دیں۔ بالکل مطمئن رہیں آپ کی روانگی میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ سارا کام مکمل ہے۔"

"جی بہت بہتر کوئی بات نہیں ہے آپ کو جیسے ہی فرصت ملے تشریف لے آیئے۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

میں نے اسے یہ تک نہیں بتایا تھا کہ عسکری موجود نہیں ہے بلاوجہ ایک تشویشناک ماحول پیدا ہو جاتا اور ہو سکتا تھا کہ اس تفصیل کے بعد جاوید عالی فوری طور پر کوئی کارروائی کرتا جس سے پروفیسر اناطور کا پروگرام متاثر ہوتا۔

پروفیسر اناطور کوئی پونے ایک بجے آئے، کسی قدر تشویش کا شکار تھے۔ مجھے دیکھ کر مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور بولے۔

"اتنا خوفزدہ ہو گیا ہوں تمہاری جانب سے کہ یہ وقت بہت عجیب سا گزرا لیکن پُرمسرت بات یہ ہے کہ جو کچھ میں نے سوچا اس کی تکمیل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اب جلدی کرو اپنے چند جوڑے کپڑے اس ہینڈ بیگ میں رکھ لو اور یہاں سے چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"جی......" میں نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے اندازہ تھا کہ تمہارے پاس ایسا کوئی ہینڈ بیگ نہیں ہوگا اس لیے میں یہ بیگ خرید لایا ہوں۔ اپنے عام استعمال کے کپڑے رکھ لو بس باقی سب انتظام بعد میں ہو جائے گا۔"

میں اناطور کے ساتھ باہر نکل آئی۔ انہوں نے ایک ٹیکسی کی اور اس میں بیٹھ کر ہم چل پڑے۔ وہ بہت احتیاط سے کام لے رہے تھے۔ ایک بھرے پُرے بازار میں ٹیکسی رکوائی۔ نیچے اترے کافی فاصلہ پیدل طے کیا اور اس کے بعد ایک دوسری ٹیکسی لے کر چل پڑے۔

میں نے مکمل خاموشی اختیار کر لی تھی، جو کچھ ہو رہا تھا سحر کے سے عالم میں ہو رہا تھا۔ میری سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب ہو گئی تھیں، سارا وجود ہلکا ہلکا سا لگ رہا تھا۔ طبیعت سخت نڈھال تھی۔ لیکن سب کچھ برداشت کیے ہوئے تھے۔

پھر ساحل نیل کے ایک خوبصورت مکان کے سامنے ٹیکسی رک گئی۔ اناطور نے بل ادا کیا اور اس مکان کی جانب بڑھ گئے۔ حسین رہائش گاہ تھی۔ دروازے پر ایک مقامی چوکیدار موجود تھا۔ جس نے اناطور کو سلام کیا اور اس کے بعد ہماری رہنمائی کرتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ چھوٹا سا باغیچہ لگا ہوا تھا۔ جس میں چند درخت جھول رہے تھے۔ جگہ جگہ پھولوں کے کنج تھے جس کا بھی یہ مکان تھا اسے شاید پھولوں سے زیادہ دلچسپی تھی کیونکہ دنیا کے قیمتی ترین پھول وہاں نظر آ رہے تھے۔ بڑا صاف ستھرا ماحول تھا۔ ایک وسیع و عریض برآمدے سے گزرنے کے بعد ہم چوبی دروازے سے اندر داخل ہو گئے...... دروازے کے دوسری جانب سرخ قالین بچھا ہوا تھا، بالکل گول کمرہ تھا جس میں نہایت

قیمتی فانوس لٹکا ہوا تھا۔ کمرے میں تین دروازے تھے۔ چوکیدار کی رہنمائی میں ایک دروازے سے گزر کر ہم ایک راہداری میں پہنچے اور پھر راہداری کے اختتام پر بنے ہوئے ایک اور کمرے کے دروازے پر۔ اس چوکیدار کے علاوہ یہاں کوئی اور نظر نہیں آ رہا تھا۔ چوکیدار نے انگریزی میں کہا۔

''آپ لوگ آرام کیجیے میں باہر موجود ہوں۔ اور عزیزہ سے کہیے کہ گھر کا جائزہ لے لیں، یہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ ضروریات زندگی خاتون زائرہ ایمان کی طرح آپ ہی کو سرانجام دیتا ہوں گی۔''

''شکریہ مہروز۔ تمہیں جو ہدایات دی گئی ہیں ان کا خیال رکھنا' چوکیدار سرخم کر کے باہر نکل گیا۔

''یہ کس کا مکان ہے؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''بیٹھو۔'' پروفیسر نے مجھے اشارہ کیا اور خود بھی ایک نشست پر بیٹھ گئے۔ پھر بولے۔

''اس کی مالک خاتون زائرہ ایمان ہیں۔ مصر کی ایک صنعت کار خاتون جو نکل اور فاسفورس کا کاروبار کرتی ہیں۔ سوئٹزر لینڈ میں ان سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ میرے گرویدہ ہو گئیں۔ انہوں نے مجھے مصر آنے کی دعوت دی تھی۔ کئی سال قبل جب میں مصر آیا تو اسی گھر میں ان کے ساتھ قیام کیا تھا اور انہوں نے میری جس طرح تعظیم و تکریم کی اس کے لیے میں آج تک ان کا شکر گزار ہوں۔ اس تازہ الجھن پر غور کرتے ہوئے مجھے وہ یاد آ گئیں اور میں ان سے ملنے آ گیا۔ وہ ان دنوں بھی سوئٹزر لینڈ میں ہیں۔ مہروز نے مجھے پہچان لیا اور جب میں نے اسے بتایا کہ میں خاتون زائرہ ایمان کے پاس قیام کی غرض سے آیا تھا تو اس نے پیشکش کر دی کہ میں چاہوں تو یہاں قیام کر کے ان کا انتظار کر سکتا ہوں۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا ہے۔''

''میرے بارے میں اسے کیا بتایا ہے؟''

''یہی کہ میں اپنی بیٹی کے ساتھ ہوں' لیکن ہم دونوں یہاں تحقیقی امور کے سلسلے میں آئے ہیں، اور وہ کسی کو ہماری ہوا بھی نہ لگنے دے۔''

''آپ مطمئن ہیں پروفیسر؟''

''ہاں بالکل۔ البتہ چوکیدار کے علاوہ یہاں کوئی اور ملازم نہیں ہے۔ خاتون زائرہ ایمان اپنے سارے کام اپنے ہاتھوں سے کرتی ہیں۔ یہ ان کا شوق ہے۔ تمہیں کچن بھرا ہوا ملے گا۔ باقی ضروری چیزیں چوکیدار مہیا کر دے گا۔ بس دوسرے کام تمہیں خود کرنے پڑیں گے۔''

''میرے لیے بھی یہ دلچسپ تجربہ ہو گا۔ آپ میرے ساتھ ہی رہیں گے پروفیسر صاحب؟''

''ابھی کچھ روز نہیں تمہارے سلسلے میں سفارت خانے کے لوگوں کو اور پولیس کو مطمئن کرنا ہو گا۔ ورنہ میں بھی تمہارے ساتھ فرار کا مجرم قرار دیا جاؤں گا۔'' پروفیسر نے ہنس کر کہا۔

پروفیسر اناطور کچھ دیر کے بعد چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد مہروز اجازت لے کر

میرے پاس آ گیا۔

''آپ میرے ساتھ چل کر گھر کا جائزہ لے لیجیے۔ یہاں سب کچھ موجود ہے اس کے باوجود اگر کوئی ضرورت ہو تو مجھے حکم دیجئے۔ ویسے آپ یہاں خود کو تنہا نہ محسوس کریں گی۔ بالائی منزل سے دریائے نیل کا نظارہ ہوتا ہے اگر آپ چھت پر چلی جائیں تو آپ کو بالکل کوفت نہ ہوگی۔''

''بہت شکریہ میں ضرور چھت پر جا کر دریائے نیل کا نظارہ کروں گی۔''

اور یہ ایک اچھا مشغلہ تھا ساحل نیل تھوڑے ہی فاصلے پر تھا اور درمیان میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی۔ وسیع و عریض میدان پھیلا ہوا تھا۔ اور اس میدان میں نیل کے مناظر سے لطف اندوز ہونے والوں کی گاڑیاں دوڑتی نظر آ رہی تھیں۔ چھوٹی چھوٹی کشتیاں نیل کی لہروں پر ڈول رہی تھیں اور کچھ عجیب و غریب مناظر بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ یہ جگہ تو واقعی بہت دلکش ہے یہاں میرا دل لگا رہے گا۔ البتہ دل کی لگی کچھ اور ہی تھی ان تمام کارروائیوں کا کیا انجام ہوگا۔ اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔

✣✣✣

وقت گزرنے لگا۔ شام ہوگئی اور میرا وہاں سے ہٹنے کو جی نہ چاہا، حالانکہ مہروز دوبارہ میرے پاس پہنچا تھا اور اس نے کہا تھا کہ وہ کھانے پینے کا بندوبست کر چکا ہے۔ آج میں اس کی مہمان ہوں کل سے میں یہاں کا نظام خود سنبھالوں، لیکن میں نے اس سے معذرت کر لی تھی اور شکریہ ادا کر کے کہا تھا کہ وہ خود کھانا کھالے، مجھے بھوک نہیں ہے۔ میں تو بس یہ سوچ رہی کہ اب میری تلاش کا آغاز ہوگیا ہوگا اور جاوید عالی کو اس بات کا علم ہو چکا ہوگا کہ میں اپنی جگہ موجود نہیں ہوں، بدنصیب عسکری نے بھی خود کو روپوش کر لیا تھا، اب اس بات میں شک بھی کیا تھا کہ وہ میری وجہ سے غائب ہوگیا تھا اور یقیناً وہ اس وقت تک یہاں سے نہیں جائے گا جب تک کہ اسے میری زندگی سے ناامیدی نہ ہو جائے، عجیب بدنصیب انسان ہے۔ ایک موہوم سی امید پر اپنا سب کچھ کھو چکا ہے اور نہ جانے کب تک مصیبتوں میں گرفتار رہے گا۔ میں کر بھی کیا سکتی ہوں۔ میری اپنی زندگی خود میرے بس میں نہیں تھی تو میں کسی اور کی زندگی کو سنوارنے کا کیا بندوبست کر سکتی۔ نیل پر شام اتر آئی۔

لیکن اس کے ساتھ وہاں کی رونق بھی بڑھ گئی۔ نیل کی سیر سیاحوں کے لیے دلچسپ مشغلہ تھی۔ اس دریا کے نام سے جس قدر تاریخ وابستہ ہے شاید ہی کسی اور دریا کے ساتھ ہو۔ بہت سے پر سحر نام اس دریا سے منسوب ہیں۔ میں چھت سے نیچے آئی۔ یہ جگہ تو ایسی تھی کہ یہاں سے ہٹنے کو ہی دل نہ چاہے۔ رات کو پونے گیارہ بجے پروفیسر کا فون موصول ہوا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے فون اٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے پروفیسر نے فوراً کہا۔

''میں اناطور بول رہا ہوں۔ مختصر بات کروں گا۔''

''جی فرمایئے۔''

''معاملات پوری سنسنی کے ساتھ آگے بڑھے ہیں۔ سب کچھ توقع کے مطابق ہے۔ گمشدہ لڑکی کو بے قصور قرار دیا گیا ہے۔ سارا الزام اسی مفرور نوجوان پر آیا ہے جو لڑکی کو دھوکا دے کہیں لے گیا ہے۔ پولیس اسے تلاش کر رہی ہے۔ بے فکر رہو میں مناسب وقت پر آؤ گا۔ وقتاً فوقتاً پر رابطے رہیں گے۔ خدا حافظ۔''

لائن بے جان ہوگئی۔ میں منہ پھاڑے ریسیور کو گھورتی رہ گئی اور پھر میں نے ٹھنڈی سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ پروفیسر کی باتوں کا مفہوم سمجھ لیا تھا۔ بے چارہ عسکری۔

رات، صبح، دن، نیل، پھول، مہروز جو ایک نیک انسان تھا۔ پانچ دن گزر گئے۔ پروفیسر کا فون کئی بار موصول ہوا تھا' لیکن اس نے نہایت محتاط گفتگو کی تھی۔ البتہ چھٹے دن دوپہر کے وقت وہ آ گیا۔ میں لنچ کے بعد آرام کر رہی تھی۔

''بے بی نشاء دانش۔ کیسی ہو......؟''

''ٹھیک ہوں۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

''گڈ۔ مہروز کا بھی یہی خیال ہے اس نے مجھے تمہارا مشغلہ بتایا ہے کہ تم پورے گھر کی صفائی کرتی ہو۔ اسے تمہارے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی بے حد پسند ہے اور اس نے تمہیں ایک نفیس مہمان قرار دیا ہے۔''

''آپ مجھے باہر کی خبریں سنائیں پروفیسر......''

''سب کچھ ٹھیک ہے، سابقہ واقعات کی بنیاد پر تمہیں ایک آفت زدہ لڑکی قرار دیا ہے۔ جس کی دولت اس کے لیے عذاب بن گئی ہے۔ میں اس نوجوان کے لیے افسردہ ہوں جو اگر پولیس کے ہاتھ لگ گیا تو اس کے ساتھ بہت بھیانک سلوک ہوگا' مگر تمہارے خیال میں وہ کہاں ہوسکتا ہے۔''

''خدا جانے......!'' اس نے افسردگی سے کہا۔

''اگر وہ ہمیں مل جائے تو ہم خفیہ طور پر اسے یہاں سے نکالنے کا بندوبست کر دیں مگر وہ احمق......'' پروفیسر گہری سانس لے کر خاموش ہوگیا۔

''یہ الزام اس پر کیسے آ گیا؟''

''اس کا ذمے دار میں ہوں۔ میں نے پولیس کو تمہاری داستان سنائی تھی اور اس کی تصدیق کے لیے تمہارے ملک کے سفارتی افسر موجود تھے۔ اس وقت یہی ضروری تھا۔ تمام الزام اسی نوجوان پر آ گیا ہے۔ جو تمہارے وطن سے تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے۔''

''یہ بہت برا ہوا ہے پروفیسر۔''

''ہاں لیکن اس بات پر بھی یقین کرو کہ میں اس دوران اسے ہر ممکنہ جگہ تلاش کرتا رہا ہوں۔ اگر وہ مجھے مل جاتا تو میں ہر قیمت پر اسے یہاں سے فرار کرا دیتا۔''

''اب ہمیں کیا کرنا ہے پروفیسر؟''

''عارضی طور پر یہ جگہ بہت مناسب ہے' لیکن میں نے اس کی متبادل جگہ بھی تلاش کر لی ہے۔ اب ہمارے پاس دو جگہیں ہیں۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔''

''آپ مسلسل اسی ہوٹل میں قیام کریں گے؟''

''ابھی میں نے اپنا کمرہ نہیں چھوڑا، لیکن یہاں طویل قیام کا بندوبست کر لیا ہے۔ میں ایک

مستند محقق ہوں اور حکومت مصر نے مجھے یہاں کام کرنے کے لیے اجازت دے دی ہے۔"

"دوسری جگہ کون سی ہے؟"

"ایک مصور کا مکان جو بہت وسیع ہے۔ وہاں حاروش عبداللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا اور حاروش عبداللہ...... وہ نیم پاگل شخص ہے۔ رنگ اور سرور کا رسیا۔ اسے تصویریں بنانے اور شراب پینے کے علاوہ کائنات میں کسی اور شے سے شغف نہیں ہے۔ بس یہ شخص بھی میری دریافت ہے۔ اس کے بارے میں پھر کبھی تفصیل بتاؤں گا۔ میں نے احتیاطاً اس کا گھر بھی ذہن میں رکھا ہے۔ فی الحال میں ہوٹل میں ہی قیام کروں گا۔ ذرا پولیس کی سرگرمیاں کم ہو جائیں تو تمہارے پاس آ جاؤں گا۔ تمہیں صبر وسکون سے کام لینا ہوگا نشاء دانش۔ میرے خیال میں یہ گھریلو طرز کی زندگی بری نہیں ہوتی۔"

"جی......!" میں نے پر خیال لہجے میں کہا۔

"اس دوران کوئی اور خاص بات تو نہیں۔ کوئی ایسی بات جس پر تم الجھی ہوئی ؟"

"نہیں......"

"لیکن میں مسلسل کام کرتا رہا ہوں۔ میں نے وادی ارمناس کا جائے وقوع معلوم کیا ہے۔ قاہرہ کے نواح میں ویل آف کنگز والی سڑک، قصبہ ربان جاتی ہے۔ ربان کے شمالی ریگستان کو ارمناس کہا جاتا ہے۔ اس کے مشرقی حصے سے ایک سڑک صبر الخیمہ کو نکل جاتی ہے۔ لیکن اگر منصورہ سے کوئی قاہرہ آتے ہوئے مختصر راستے کے جنون میں مقید ہو جائے تو وہ اس ریگستان سے گزرتا ہے جو ارمناس یا رتاب کہلاتا رہا ہے۔ ارمناس اس قدیم نام ہے۔ موجودہ دور میں یہ ریگستان رتاب کہلاتا ہے اور بے شمار مصری اسے ارمناس کے نام سے جانتے بھی نہیں ہیں۔"

"آپ نے کافی معلومات حاصل کر لی ہیں۔"

"یقیناً لیکن تمہاری مدد سے۔ اب ایک بات بتاؤں بے بی۔ تمہارے اندر کچھ قوت برداشت ہے۔"

"کیسی انکل ؟"

"وادی ارمناس میں ہمیں چند راتیں گزارنی پڑیں تو تم ریگستان کی صعوبتیں برداشت کر لو گی......؟"

"مجھے کوئی تجربہ نہیں ہے انکل۔"

"خشک اور گرم دن، حبس آلود راتیں اور ہو سکتا ہے کچھ مافوق العقل واقعات۔" پروفیسر پراسرار لہجے میں بولے۔

"اس عالم سے تو نہ جانے میں کتنے عرصے سے گزر رہی ہوں پروفیسر۔"

''نہیں بے بی! وہ واقعی بے حد مشکل لمحات ہوں گے' لیکن میں تمہیں ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔''

''میں ضرور چلوں گی پروفیسر، عاجز آ گئی ہوں اس زندگی سے' لیکن آپ وہاں کیوں جانا چاہتے ہیں......؟''

میرے الفاظ پر اناطور کے چہرے میں تبدیلی رونما ہونے لگی۔ اس کی آنکھیں خوابناک ہو گئیں۔ پھر وہ سرگوشی کے سے انداز میں بولا۔

''محقق نے ایمنی تراوزی کو گہری نیند سے جگایا۔ تب ایمنی تراوزی کے بیٹے کو معلوم ہوا کہ ''سیت'' کا دور گزر چکا ہے اور وہ بہت آگے نکل آیا ہے۔ تراوزی کے دانش کدے میں محقق کو معلوم ہوا کہ جب سورج کی کرنیں واپسی کا سفر کرتی ہیں تو ان کے ساتھ ماضی کا رخ اختیار کیا جا سکتا ہے اور محقق نے یہ عمل پا لیا اور سیت کے دور میں پہنچ گیا جہاں اسے اناتم سلاطیہ کا وصال حاصل ہو گیا۔ گویا اسے اس سفر کے لیے کوئی طویل راستہ اختیار نہ کرنا پڑا۔ سورج کی کرنوں کی واپسی کا لفظ استعارہ بھی ہو سکتا ہے یعنی جب سورج چھپ جائے اور رات کے اندھیرے اترنے لگیں۔ قدیم مصری کہتے ہیں کہ وادی ارمناس میں رات کا قیام وحشت ناک ہوتا ہے' کیونکہ ریت کے اڑتے ہوئے بگولوں میں ماضی کے دروازے کھلتے ہیں۔ گویا وادی ارمناس دونوں کیفیتوں کی کلید ہے۔ گویا سب کچھ وہیں ہے اور شاید ریت کے عظیم الشان تودوں کے نیچے تراوزی کا وہ دانش کدہ بھی جہاں محقق یعنی ہارون دانش بھی پہنچ گیا تھا۔''

''آپ کا خیال ہے کہ تراوزی کا دانش کدہ وہیں ہو گا؟''

''پرندوں کے ساحر نے نہ جانے وہاں کیا کچھ محفوظ کیا ہو گا۔''

''آپ اسے تلاش کریں گے پروفیسر......''

''کون جانے ہارون دانش نے ابھی اسی جگہ کو اپنا مسکن بنایا ہو......!'' پروفیسر پر خیال انداز میں بولا۔

''ناممکن......!''

پروفیسر چونک پڑا۔ اس نے بغور مجھے دیکھا اور بولا۔

''ناممکن کیوں؟''

''آپ روشاق کو بھول رہے ہیں پروفیسر جو ایمنی تراوزی کا بیٹا ہے اور دانش کدے کا مالک جبکہ ہارون نے اب بھی یہی کہا ہے کہ روشاق اس کے بدترین دشمنوں میں سے ہے۔'' اناطور نے کچھ دیر سوچا، پھر مسکرا کر بولا۔

''مجھے خوشی ہوئی، تم ان معاملات پر اس ذہانت سے بھی سوچ سکتی ہو جبکہ میرے ذہن میں یہ نکتہ نہیں آیا تھا۔ تمہاری نشاندہی نے میری سوچ کو ایک اور نیا روپ دیا ہے اب وادی ارمناس کا

رخ کرتے ہوئے ہم اس بات کو بھی پیش نگاہ رکھیں گے کہ وہاں ہماری ملاقات روشاق سے ہوسکتی ہے آہ اس طرح تو علم کے بہت سے باب روشن ہو سکتے ہیں۔''

پروفیسر دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا۔

''ہمیں جلد از جلد وہاں جانا چاہیے۔''

''اور اگر وہاں روشاق سے ملاقات ہوگئی تو؟''

''آہ! کاش ایسا ہو جائے۔ میں ایک کھیل کھیلنا چاہتا ہوں۔ روشاق تمہیں تو یوں بھی کوئی نقصان نہ پہنچائے گا' لیکن میں...... میں اسے اپنا دوست بنانا چاہتا ہوں۔''

''مشکل ہے انکل۔''

''کیوں؟''

''وہ جانتا ہے کہ ہارون دانش آپ سے مدد لینا چاہتے تھے۔ ممکن ہے اسے یہ معلوم ہو چکا ہو کہ ہارون آپ سے ملاقات کر چکے ہیں۔''

''ایسا ہے تو اور بھی اچھا ہے۔''

''میں نہیں سمجھی؟''

''زمانہ قدیم کا انسان پر اسرار علوم کا ماہر ہوسکتا ہے' لیکن س دور کی ذہانت کا مقابلہ کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے اگر وہ اس ذہانت کا مقابلہ کر سکتا تو شاید ہارون اس کے علم سے فائدہ حاصل کر کے دور سیت میں نہ جا سکتا۔ تم بے فکر رہو بے بی، میں ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہوں۔''

کچھ دیر کے بعد پروفیسر چلا گیا۔ میں وادی ارمناس کا تصور کرنے لگی۔ جہاں تراوزی کا دانش کدہ ہوسکتا تھا۔ اگر روشاق نے اس جگہ کو اپنا مسکن بنایا ہے تو کیا عسکری نے بھی وہیں پناہ لی ہو گی۔ روشاق نے عسکری سے مسلسل رابطہ رکھا تھا۔ عسکری نے میری بہتری کے لیے اس سے تعاون کیا تھا۔ ممکن ہے اب بھی عسکری نے اسی کا سہارا لیا ہو۔ آہ! کاش ایسا ہی ہو۔ پراسرار قوتوں کا مالک روشاق اسے ہر مشکل سے محفوظ رکھ سکتا ہے ورنہ عسکری اس وقت سخت عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔''

یہاں اس عمارت میں چند مشغلے بہلائے رہتے تھے۔ دریائے نیل کا نظارہ بہت دلکش ہوتا تھا۔ چشم تصور سے میں کبھی دور فرعون کو دیکھتی تھی، کبھی مجھے قلوپطرہ کا بجرہ تیرتا نظر آتا تھا۔ اس خوب صورت مکان کی صفائی اور کبھی کبھی مہروز سے باتیں بھی دل بہلاتی تھیں جو زیادہ تر خاتون زائرہ ایمان کے بارے میں ہوتی تھیں جن کا خاندان پورٹ سعید میں آباد تھا۔ لیکن وہ صرف ان کی مالی کفالت کرتی تھیں۔ ان سے کبھی نہیں ملتی تھیں۔ اس کا پس منظر شاید مہروز کو بھی نہیں معلوم تھا۔

دو دن تک اناطور نے مجھ سے بالکل رابطہ نہیں کیا۔ میں نے مہروز سے کہہ کر اخبار منگانا

شروع کر دیا تھا تا کہ حالات سے باخبر رہوں۔ لیکن اخبار میں بھی اس دوران کوئی خاص خبر نہیں ملی تھی۔ تیسرے دن صبح ناشتے سے فارغ ہو کر سوچ رہی تھی کہ اب کوئی کام کروں کہ مہروز کی کسی سے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ دل دھک سے ہو گیا۔ یہ خیال آیا تھا کہ شاید خاتون زائرہ واپس آ گئیں۔ تیزی سے باہر نکلی تو ایک دبلے پتلے مصری شخص کو دیکھا جو عقال باندھے اور جبہ پہنے مہروز کے ساتھ آ رہا تھا۔ مہروز نے ہاتھ میں ایک خوب صورت بیگ پڑا ہوا تھا۔ میں ساکت رہ گئی۔ یہ کون ہو سکتا ہے میں نے سوچا۔ دونوں قریب آ گئے تھے۔ مہروز نجانے کیوں مسکرا رہا تھا۔ مصری نژاد شخص نے مجھ سے کہا۔

''عزیزہ نشاء دانش۔ امید ہے خیریت سے ہوں گی۔''

''اوہ میرے خدا! یہ آپ ہیں انکل اناطور'' میں نے اناطور کی آواز پہچان کر حیرت سے کہا۔

''گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ میں کامیاب اداکار ہوں۔ مہروز بھی مجھے نہیں پہچان سکتا تھا۔''

''لیکن آپ یہ یہ سوانگ کیوں بھرا ہے۔ خیریت تو ہے؟''

''بالکل خیریت ہے۔ لاؤ مہروز بیگ مجھے دے دو اور تم آرام کرو'' اناطور نے بیگ مہروز کے ہاتھ سے لے لیا اور وہ مسکراتا ہو چلا گیا۔ انکل اناطور میرے ساتھ کمرے میں آ گئے۔ میں دلچسپی سے ان کے میک اپ کو دیکھ رہی تھی۔

''ہمیں آج ارمناس چلنا ہے۔''

''بھیس بدل کر؟''

''احتیاطاً اس بیگ میں تمہارے لیے مصری لباس موجود ہے۔ تمہیں چہرہ بدلنے کی ضرورت نہیں ہو گی کیونکہ تمہارے چہرے پر نقاب ہو گا۔ ناشتے سے فارغ ہو چکی ہو؟''

''جی انکل۔''

''تو پھر یہ لباس تبدیل کر لو اور تیار ہو جاؤ۔''

میں تھیلا لے کر دوسرے کمرے میں پہنچ گئی۔ نہایت قیمتی لیکن سادہ لباس تھا۔ ایسا ہی لباس میں نے خاتون زبونا کو پہنے ہوئے دیکھا تھا۔ لباس خود اپنا رہنما تھا۔ مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ نقاب لگا کر خود کو آئینے میں دیکھا۔ ایسے لباس مجھے خود بھی پسند تھے۔ انکل اناطور کے پاس پہنچی تو وہ بھی مسکرا اٹھے۔ انہوں نے کہا۔

حقیقتاً یہ تمہارا ہی لباس ہے، معمولی سی ردوبدل کے ساتھ۔''

''کیسے انکل؟''

''اگر یہ تمام کہانی درست ہے تو تم مصری نژاد ہی ہو۔''

''اوہ۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

انکل اناطور جانے کے لیے تیار تھے۔ مجھے بھلا کیا اعتراض ہوتا۔ میں ان کے ساتھ باہر نکل

آئی۔ دروازے پر ایک دیوہیکل لینڈ کرزر کھڑی ہوئی تھی۔ لینڈ کروزر کا انجن بے آواز تھا وہ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ قاہرہ کے گلی کوچے اب آشنا لگنے لگے تھے۔ اس راستے کی شناخت بھی ہو گئی جو ویلی آف کنگز کو جاتا تھا۔ انکل اناطور بالکل خاموش تھے۔ میں نے بھی انہیں مخاطب نہیں کیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک چھوٹی سی آبادی نظر آئی۔ پروفیسر اناطور نے لینڈ کروزر کا رخ اس طرف کر دیا۔ پھر وہ آبادی کے ایک سرے پر کسی مکان کے عظیم الشان احاطے کے سامنے رکے احاطہ نہایت وسعتوں میں پھیلا ہوا تھا۔ آخری سرے پر رنگ و روغن سے بے نیاز گھر نظر آ رہا تھا۔ جس کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ پروفیسر اناطور نے ایک لمحے توقف کیا پھر لینڈ کروزر کو احاطے کے گیٹ سے اندر لے گئے۔ لکڑی کے بھدے گیٹ کو انہوں نے لینڈ کروزر سے ہی دھکیل کر کھول لیا تھا۔ جس راستے سے گزر کر ہم عمارت تک آ گئے تھے وہ ناہموار تھا۔ احاطے کے درمیان درخت بھی تھے' گھاس بھی' لیکن سب کچھ بے ترتیب تھا۔ البتہ نیچے اتر کر پروفیسر اناطور خود ہی بولے۔

''یہ حاروش عبداللہ کی رہائش گاہ ہے۔ اسی مصور کی جس کے بارے میں تمہیں بتایا تھا۔''

''اوہ...... لیکن آپ تو......؟''

''ہاں۔ میں نے پہلے ہی طے کر لیا تھا کہ راستے میں حاروش عبداللہ سے تمہارا تعارف کراتا چلوں گا۔''

''بہت خوب صورت جگہ ہے' لیکن انتہائی بے ترتیب۔''

''حاروش عبداللہ کی طرح۔'' پروفیسر نے جواب دیا۔

لینڈ کروزر روک دی گئی۔ ہم دونوں نیچے اتر آئے۔ پروفیسر نے ایک بڑا شاپنگ بیگ اتار کر ہاتھ میں لے لیا جس میں شیشے کی بوتلیں بج رہی تھیں۔ پھر ہم اندر داخل ہو گئے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا' لیکن پروفیسر نے دروازے میں لگی گھنٹی بجائی اور پھر اندر داخل ہو گیا۔ وسیع و عریض کمرہ تھا جس میں بے حد خوبصورت قالین بچھا ہوا تھا۔ آبنوسی فرنیچر تھا۔ صندل کے مجسمے سجے ہوئے تھے۔ لیکن قالین پر جا بجا پرانے کپڑے بکھرے ہوئے تھے۔ میز پر سوکھی ہوئی ڈبل روٹی، چائے کے میلے کپ غالباً چاندی کا ایش ٹرے تھا۔ لیکن غلیظ اور سگریٹوں سے بھرا ہوا ہر شے قیمتی لیکن غلیظ!

''بیٹھو...... وہ آتا ہے۔''

پروفیسر نے اتنا ہی کہا تھا کہ گون میں ملبوس ایک بے حد خوبصورت آدمی اندر داخل ہو گیا۔ اجڑے ہوئے گھنگریالے بال۔ شربتی آنکھیں، حسین نقوش، چوڑا چکلا جسم، قدرت کے بخشے ہوئے بے پناہ مردانہ حسن کو اس نے ہر طرح تباہ کر رکھا تھا۔

''آہا...... میرے معزز دوست پروفیسر اناطور، خوش آمدید، یہ لڑکی شاید وہی ہے جس کا تم نے تذکرہ کیا تھا......''

''تمہاری یادداشت بے مثال ہے حاروش عبداللہ......!''

''بیٹھو معزز دوستو! او ہو یہ کیا ہے؟'' اس نے پروفیسر کے ہاتھ میں نظر آنے والے تھیلے کو دیکھ کر کہا۔ ''اس کا انداز للچایا ہوا سا تھا......

''تمہارے لیے ایک حقیر سا تحفہ......!'' پروفیسر ناپاک شے کی شان میں قصیدہ خوانی کرنے لگا۔ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

''ادھر سے گزرتے ہوئے میں نے سوچا کہ نشاء دانش سے تمہارا تعارف کراتا چلوں۔ ہو سکتا ہے تمہیں ان کی میزبانی کرنی پڑے۔'' پروفیسر بولا۔

''خوبصورت بچی کے لیے میرا دل کسی باپ کی طرح کشادہ ہے۔ یہ بچی جب بھی میرے پاس آئے گی میں اسے خوش آمدید کہوں گا۔''

میں نے اس کے الفاظ دلچسپی سے سنے۔ شاید وہ خود کو بوڑھا سمجھتا تھا۔ حالانکہ اس کی عمر پینتیس چھتیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔

''تو پھر مجھے اجازت؟''

''خدا حافظ و ناصر......'' اس نے بے تکان کہا اور پروفیسر اٹھ گیا۔ ہمارے باہر نکلنے سے قبل ہی وہ اس دروازے سے اندر چلا گیا جس سے آیا تھا۔ البتہ وہ پروفیسر کا لایا ہوا تھیلا اٹھانا نہیں بھولا تھا...... پروفیسر مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔ مجھے لینڈ کروزر میں بیٹھنے کا اشارہ کر کے اس نے پھر اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور گاڑی اسٹارٹ ہو کر واپس مڑ گئی۔

''کائنات میں اس عجوبے کا نمبر کیا ہے؟'' میں نے پوچھا اور پروفیسر ہنسنے لگا۔

''وہ بے حد پراسرار ہے بے حد!''

''کون ہے؟''

''مصور...... انوکھی تصویروں کا خالق، لیکن اس نے ایک صحافی کو اس وقت زناٹے دار تھپڑ رسید کر دیا تھا جب اس نے اسے اپنی تصویروں کی نمائش کرنے کے لیے کہا تھا۔''

''گویا وہ؟''

''اگر اس کی بے مثال تخلیقات منظر عام پر آ جائیں تو وہ آفاقی شہرت کا حامل بن جائے۔''

''پاگل ہے؟''

''نہیں......سچا فنکار ہے۔''

''آپ سے کیوں کر ملاقات ہے؟''

''بس مجھے ایسے لوگوں سے عشق ہے۔ کسی نہ کسی طرح تلاش کر لیتا ہوں انہیں۔ تم غور کرو میں نے اسے تمہیں ساتھ رکھنے کے لیے کیسے آمادہ کیا ہو گا جبکہ یہاں اس احاطے اور عمارت میں اس کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔''

پروفیسر نے میری اصل بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں نے جانے کب تک اس انوکھے

شخص کے بارے میں سوچتی رہی تھی......

سفر کی منازل طے ہوتی رہیں۔ مصر کی پراسرار زمین اہرامین کے نقوش پیش کرتی رہی اور اس وقت شام قریب تھی جب ہم صحرائے رتاب میں داخل ہو گئے۔ ریت کے پہاڑ تا حد نگاہ پھیلے ہوئے تھے اور شام کے سائے ان کے درمیان رقصاں تھے۔ موسم ناخوشگوار نہیں تھا۔ ہلکی ہوا ریت کو اوپر سے اوپر اڑا رہی تھی۔ اس صحرا میں بھی کہیں کہیں اہراموں کی چوٹیاں جھلک رہی تھیں۔ کسی جاندار شے کا وجود نہیں ملتا تھا۔ پروفیسر نے ٹیلوں سے ہٹ کر لینڈ کروزر روک دی۔

''مجھے بھوک لگ رہی ہے۔'' میں نے کہا۔

''کھانے کے لیے کچھ ہے پروفیسر؟''

''بہت کچھ ہے۔ کافی سینڈوز، پھل، بسکٹوں کے ڈبے، روسٹڈ چکن تم دیکھو تو سہی۔''

میں سب کچھ بھول کر لینڈ کروزر کے پچھلے حصے میں آ گئی۔ خوب شکم سیر ہونے کے بعد کافی پیتے ہوئے پروفیسر نے کہا۔

''سورج کی کرنیں واپسی کا سفر کر چکی ہیں اور ہو سکتا ہے بے بی کہ انہی مقبروں میں کہیں تراوزی کا دانش کدہ بھی ہو۔''

''ریت میں مدفون یہ مقبرے کیا انسانی نگاہوں سے ابھی تک محفوظ ہوں گے پروفیسر؟''

''کون جانے لیکن عظیم مصر کی مکمل تاریخ کا بہت بڑا حصہ ابھی تک پوشیدہ ہے حالانکہ محقق صدیوں سے اس کی چھان بین کر رہے ہیں۔''

میں دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ فضا پر ایک پراسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے نظر نہ آنے والے اجسام ہمیں دیکھ رہے ہوں۔ ان کی آنکھیں بدن میں چبھ رہی تھیں۔ پروفیسر بھی خاموش تھا' بہت دیر اسی طرح گزر گئی۔ پروفیسر نے کہا۔

''ہوا کچھ تیز ہوتی جا رہی ہے۔''

''ان ریگستانوں میں طوفان بھی آتے ہوں گے انکل۔''

''عام طور سے نہیں۔ ان کا موسم ہوتا ہے۔ کیا خیال ہے نشاء دانش۔ ہم یہاں رکیں۔''

''جیسا آپ مناسب سمجھیں۔''

''تھکن تو نہیں ہو گئی؟''

''بالکل نہیں۔''

''تو پھر چلو، صحرائے ارمناس کے بگولے تلاش کریں جن میں ماضی کے دروازے کھلتے ہیں۔''

پروفیسر لینڈ کروزر اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ گیا۔ ریت روشن تھی' حالانکہ آسمان پر نہ چاند تھا نہ ستارے نکلے ہوئے تھے۔ لیکن مدہم روشنی میں ریگستان چمک رہا تھا یہ روشنی ریت سے ہوٹ رہی

تھی۔ پراسرار روشنی لینڈ کروزر نہایت سکون سے سفر کر رہی تھی۔ پھر چاند نے آسمان پر حکمرانی قائم کر لی۔ ہم لاتعداد اہراموں کی چوٹیوں کے قریب سے گزرے نہ جانے ان کا قد کتنا ہوگا' لیکن سارے کے سارے ریت میں دفن تھے۔ اچانک پروفیسر نے لینڈ کروزر روک دی۔

''وہ کیا ہے؟'' اس نے کہا۔

میں نے بھی اس کے اشارے پر ان دو سیاہ دھبوں کو دیکھا جو کچھ فاصلے پر ریت کے ایک ٹیلے کے درمیان نظر آ رہے تھے۔ پروفیسر نے کروزر کا رخ بدل دیا اور ہم ٹیلے کے بالکل قریب پہنچ کر اس سے نیچے اتر گئے۔ پھر ہمیں تھوڑا سا اوپر چڑھنا پڑا اور ان دھبوں کے پاس پہنچ گئے۔

ضبط کے باوجود میرے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی تھی۔ وہ انسانی جسم تھے جو سینے اور بازوؤں سے کچھ نیچے تک اس ریت میں دفن تھے۔ ان کے منہ بھیانک انداز میں کھلے ہوئے تھے اور ان سے چند گز کے فاصلے پر ایک بیساکھی پڑی ہوئی تھی۔ ان کے چہرے دھوپ سے جھلس گئے تھے۔ آنکھیں پگھل کر رخساروں پر بہہ رہی تھیں۔ سفید دیدے انڈے کی کچی سفیدی کی مانند گالوں سے چپکے ہوئے تھے۔ اکڑی ہوئی زبانیں کھلے ہوئے منہ سے باہر نکل کر مڑ گئی تھیں۔ انسان کی اس بھیانک شکل کو تصور میں بھی نہیں لایا جا سکتا تھا۔ اناطور کے منہ سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

''آہ...... میں نے انہیں پہچان لیا ہے...... ان میں سے ایک وسکن ڈیزل ہے۔ دوسرا یقیناً عدنان ثنائی ہوگا۔ میں نے تم سے کہا تھا نا بے بی کہ وہ وادی ارمناس میں بھٹک رہے ہوں گے۔ صحرا کے بگولوں میں کھلنے والے دروازوں کی تلاش میں۔''

''انکل!'' میرے منہ سے رندھی ہوئی آواز نکلی اور میں نے اپنے بازوؤں میں چہرہ چھپا لیا۔ ان دونوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی' لیکن اس وقت ان کے لیے دل دکھ رہا تھا۔ بڑی بھیانک موت ان کے مقدر میں تھی۔ دونوں شاندار حیثیت کے مالک تھے۔ لیکن تقدیر کیا تھی۔ ان کی۔

''دو عظیم محقق اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ بہت کام کیا ہے ان دونوں نے لیکن کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہر عشق کا انجام یکساں ہوتا ہے۔''

''اب کیا کریں...... اب ہم کیا کریں......؟''

''کچھ نہیں بے بی...... اب آگے چلتے ہیں بس اب تم اس واقعہ کو بھول جاؤ۔''

''انکل...... آپ ان کی تدفین بھی نہیں کریں گے؟'' میں نے دلسوزی سے کہا۔

''ان ریگزاروں میں ہواؤں کی حکمرانی ہے۔ تم نے دیکھا نہیں ہواؤں نے ہی ان کے آدھے جسم ریت میں دفن کر دیے ہیں۔ وہی ان کی تدفین مکمل کر دیں۔ آؤ اب چلیں۔''

اناطور نے میرا بازو پکڑا اور مجھے لینڈ کروزر تک لے آیا۔ میں دل گرفتہ بیٹھ گئی اور اناطور نے لینڈ کروزر آگے بڑھا دی۔ بہت غمگین ہوئی تھی بہت سے خیالات آ رہے تھے۔

چاندنی رات میں لینڈ کروزر آگے بڑھتی رہی۔ ہوائیں واقعی تیز ہو گئی تھیں اور کہیں کہیں

ہواؤں کے بھنور چکراتی ہوئی ریت کو بلند کر رہے تھے۔ ریت کی دبیز تہیں مرغولوں کی شکل میں اس طرح ٹیلوں پر دوڑ رہی تھیں جیسے کوئی دیوہیکل وجود چمکتی اوڑھنی اوڑھے بھاگ رہا ہو۔ یہ مرغولے کچھ دور سفر کر کے فضا میں تحلیل ہو جاتے تھے۔

مجھے سردی لگنے لگی اندر ہی اندر کپکپی سی دوڑ رہی تھی۔ یہی ہیں وہ بھنور جن میں ماضی کے دروازے کھلتے ہیں۔ پروفیسر اناطور بھی دم بخود تھا اور اس وقت میرے منہ سے بھنچی بھنچی سی چیخ نکل گئی جب سامنے سے ایک مرغولہ نمودار ہو کر ہماری طرف بڑھا۔ پروفیسر کا پاؤں بے اختیار ایکسیلیٹر سے ہٹ گیا اور لینڈ کروزر جھٹکے لینے لگی۔ ریت پر اس کی رفتار بہت سست تھی اور پروفیسر اسے فرسٹ اور سکینڈ گیئر میں چلا رہا تھا۔ مرغولہ ہم پر سے گزر گیا۔ چند ہی لمحات کے لیے ہم گہری تاریکی میں ڈوب گئے تھے۔ پھر روشنی ہو گئی اور پروفیسر ہنس پڑا اس کی ہنسی اس ماحول میں بے حد پراسرار محسوس ہوئی تھی۔

''اس میں کوئی دروازہ نہیں تھا' لیکن کسی قدر دلکش ہے یہ سب کچھ لگتا ہے یہ داستانیں توہمات پر مبنی نہیں ہیں۔ کچھ نہ کچھ صداقت ہے ضرور ان میں۔''

''انکل مجھے ڈر لگ رہا ہے۔''

''ایں...... تمہیں...... یہ کیسے ممکن ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ تم...... تم...... عام لڑکی نہیں ہو۔''

''میں بالکل عام لڑکی ہوں انکل...... خدا کی قسم میں بالکل عام لڑکی ہوں۔ آپ لوگ مجھے طرح طرح کی باتیں بتاتے ہیں' لیکن میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ مجھے یوں لگتا ہے انکل جیسے سب کو میرے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے...... مکمل غلط فہمی۔''

''یہ تم پر اس ماحول کا اثر ہوا ہے نشاء دانش...... خود کو سنبھالے رکھو۔ ہمیں یہاں سے کچھ نہ کچھ ضرور حاصل ہوگا...... ضرور حاصل ہوگا۔''

''خدا کے لیے انکل...... خدا کے لیے یہاں سے واپس چلیں...... انکل میں آپ کے ہاتھ جوڑتی ہوں...... خدا کے لیے یہاں سے چلیں۔''

''نشاء دانش...... میں تو یہاں کئی راتیں گزارنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔''

''میں یہاں ایک رات بھی نہیں گزار سکوں گی۔ مجھے شدید گھٹن ہو رہی ہے۔ میرا دل بند ہو رہا ہے انکل...... خدا کے لیے۔'' میری سسکیاں جاری ہو گئیں اور پروفیسر گھبرا گیا۔

''نہیں نشاء دانش...... نہیں بیٹے ارے یہ کیا اوہ مائی گاڈ...... بیٹے روتے نہیں...... ٹھیک ہے میں تمہاری مرضی کے بغیر کچھ نہیں کروں گا۔ او کے واپس چلتے ہیں...... پلیز خاموش ہو جاؤ...... مجھے دکھ ہو رہا ہے۔ او کے چلو...... واپس چلو......''

پروفیسر نے جیپ دوبارہ اسٹارٹ کر دی وہ جھٹکے لے کر بند ہو گئی تھی۔ ہم بہت دور نکل آئے

تھے۔ اس لیے وقت کے اس صحرا کو عبور کر کے سڑک پر آنے میں کافی وقت لگ گیا۔

''تم ڈرائیورنگ کر سکتی ہو......؟'' پروفیسر نے پوچھا۔

''جی۔'' میں نے جواب دیا۔

''اسٹیئرنگ پر آ جاؤ...... میں تھک گیا ہوں...... کیا خیال ہے؟''

''مجھے راستے نہیں معلوم۔''

''سڑک رہنما ہے ہمیں سیدھے چلنا ہے رات کا یہ سفر پرسکون ہوگا'' میں نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے کہا۔

''وہاں ریگستان میں تو آپ خاصے چاق و چوبند تھے انکل۔''

''شوق، عشق، انسان آپے میں کہاں ہوتا ہے۔''

''انکل مجھے افسوس ہے۔''

''نہیں نشاء دانش کوئی بات نہیں کل کی رات میں دوبارہ یہاں آ جاؤں گا جو کچھ میں نے دیکھا ہے اسے فراموش نہیں کر سکتا۔''

''انکل...... خدانخواستہ......؟'' میں نے تشویش سے کہا۔

''نہیں بے بی میں خود بھی مرنا تو نہ چاہوں گا۔ ان دونوں نے حماقتوں پر حماقتیں کی تھیں۔ حکومت مصر کا شعبہ سیاحت سیاحوں کو بے حد مراعات دیتا ہے اور مصر پر تحقیق کے متوالوں کی بہت پذیرائی کی جاتی ہے۔ وہ دونوں عام لوگ نہیں تھے۔ اپنی حیثیت استعمال کرتے تو انہیں باقاعدہ پروٹوکول ملتا...... لیکن انہوں نے مجرمانہ طریقہ اپنایا۔ نہ جانے کیوں...... وہ اگر بے سروسامانی کے عالم میں صحرائے ارمناس میں نہ دوڑ پڑتے تو شاید اس حادثے کا شکار نہ ہوتے۔ میں پورے انتظامات کے ساتھ وہاں جاؤں گا۔ لیکن مجھے تو تم پر حیرت ہے بے بی شدید حیرت ہے۔''

''آپ دیکھ لیجیے انکل کچھ بھی نہ ہوگا، پہاڑ کھودیں گے چوہا نکلے گا۔''

''ایسا نہیں ہو سکتا نشاء دانش...... یہ ممکن نہیں ہے تم تمام باتوں کو نظر انداز کر دو...... صرف ایک بات پر غور کرو اور مجھے اس کا جواب دو۔''

''جی پوچھیے۔''

''تمہارے اپنے بیان کے مطابق تم نے اچانک ایک ایسی زبان بولنا اور سمجھنا کیسے شروع کر دی جس کی ابجد سے بھی تمہیں واقفیت نہیں تھی؟''

میں خاموش ہوگئی، اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا میرے پاس...... جب میں کچھ نہ بولی تو اناطور نے کہا۔

''اور اس کی صرف ایک وجہ ہے وہ یہ کہ یہ تمہاری مادری زبان ہے۔''

ڈرائیور کرنے میں بہت لطف آ رہا تھا سڑک بالکل سنسان تھی۔ میں خاموشی سے ڈرائیونگ

کرتی رہی۔ راستے میں ایک بار پروفیسر نے مجھ سے اسٹیئرنگ مانگا لیکن میں نے منع کر دیا۔ پھر روشنی ہونے لگی تھی جب ہم قاہرہ واپس پہنچ گئے تو شہر میں داخل ہونے سے پہلے اسٹیئرنگ سے ہٹ گئی تھی۔

مہروز نے بلاتعرض ہمارے لیے گیٹ کھول دیا۔ اندر داخل ہو کر پروفیسر نے کہا۔

''اب تم ناشتہ تیار کرو گی اور ناشتے سے فراغت حاصل کر کے ہم سو جائیں گے۔''

نیند بڑی ظالم شے ہے۔ دماغ کی چولیں ہلی ہوئی تھیں۔ ہزاروں سوچیں تھیں، مگر جیسے ہی بستر پر لیٹی آنکھیں بند ہو گئیں۔ جاگی تو شام کے پانچ بجے تھے۔ دماغ اب بھی سائیں سائیں کر رہا تھا۔ اس سے غسل کے ذریعے نجات حاصل کی جا سکتی تھی۔ غسل کر کے باہر نکلی تو مہروز منتظر تھا۔

''میں نے چائے تیار کی ہے اور اس کے ساتھ کنعاس بھی ہے جو ابھی گرم اور تازہ ہے اور چائے کے ساتھ لطف دے گا۔''

''پروفیسر جاگ گئے......؟''

''دو بجے چلے گئے تھے۔ جاتے ہوئے کہہ گئے تھے کہ فرصت ملنے پر آپ کو فون کریں گے۔ آپ اطمینان سے یہاں رہیں۔''

''اور وہ چلے بھی گئے۔'' میں نے تاسف سے کہا۔ پروفیسر نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ آئندہ مجھے کیا کرنا ہے۔ مہروز نے عمدہ چائے اور کنعاس مجھے پیش کیا جو گوشت کے ٹکڑوں سے بنائی گئی روٹی کی مانند تھا۔ اسے پیزا کی ایک شکل کہا جا سکتا تھا۔ اس کے بعد اپنی اداسی دور کرنے کے لیے میں اوپری منزل پر چلی گئی جہاں سے دریائے نیل کا نظارہ ہمیشہ دلکش ہوتا تھا۔ شام اداس تھی۔ میں زندگی سے لطف اندوز ہونے والوں کو دیکھتی رہی۔ عسکری کا تصور ذہن میں آ گیا۔ جو کچھ میں کرنے جا رہی تھی اگر وہ ہو جاتا تو اس کے بعد کیا ہوتا۔ ہمیں پرسکون زندگی حاصل ہوتی یا اور مشکلات کھڑی ہو جاتیں۔

خوفناک کہانی بلا کی طرح میرے وجود سے چمٹ گئی تھی۔ اس سے تو یہی اندازہ ہوتا تھا کہ اس سے چھٹکارا مشکل ہے۔ اناطور عین وقت پر نازل ہو گیا تھا ورنہ عسکری تو پورا انتظام کر کے آیا تھا۔ بے چارہ نجانے کہاں چھپا ہو گا۔

انہی سوچوں میں گم تھی کہ اچانک فائر کی آواز سنائی دی اور میں اچھل پڑی۔ دوسرا فائر ہوا اور میں جلدی سے نیچے کی طرف بھاگی۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ فائر اسی عمارت میں ہوا ہے۔ مجھے مہروز نظر آیا پستول لیے کھڑا تھا۔

''کیا ہے...... کیا ہوا......'' میں چیخی۔

''ایک منحوس خوفناک بلی...... صبح سے پریشان کر رہی ہے۔''

بلی...... میں لرز گئی...... مجھے روشاق یاد آ گیا تھا...... کیا وہ؟''

''کافی رات ہوگئی۔ چند خیالات مجھے پریشان کر رہے تھے۔ پروفیسر پر وادی ارمناس کا جنون سوار تھا۔ ہوسکتا ہے یہ موت کا جنون ہو۔ وہ دونوں بھی تو وہاں مر گئے تھے۔ اگر پروفیسر بھی چل بسا ایک بار پھر مجھے تنہا حالات سے لڑنا پڑے گا...... لڑوں گی۔ کیا کروں...... بستر پر لیٹ گئی۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی، میں نے ابھی تیز روشنی نہیں بجھائی تھی۔ خیال تھا کہ مہروز ہوگا...... یہاں اس کے سوا اور کون تھا...... نہ جانے کیوں آیا تھا۔

''آ جاؤ...... دروازہ کھلا ہوا تھا'' میں نے کہا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگی...... پھر اچانک کلیجہ حلق میں آ گیا۔ آنے والا مہروز نہیں تھا بلکہ ایک چست سنہرے لباس میں وہی سنہری لڑکی تھی، دلکش حسین مگر بے حد پراسرار۔ اس کے چہرے کی رنگ اور کھلے ہاتھ پاؤں گردن اور سینہ سب کچھ سنہرا تھا یہاں تک کہ آنکھوں کی پتلیاں بھی سنہری تھیں۔ اس نے بڑے اعتماد سے دروازہ بند کر دیا۔ میں سہمے ہوئے انداز میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ بڑی دلکش چال چلتی ہوئی میرے پاس آ گئی۔ پھر ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ اس کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر اس کے منہ سے آواز نکلی۔

''کیسی ہو نشاء دانش......'' اس کی آواز نے پھر مجھے دہلا دیا یہ روشاق کی آواز تھی۔ پھر روشاق کی آواز آئی میں سہی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔

''دراصل میں کسی بھی سلسلے میں انتہا پسند نہیں ہوں، نشاء دانش۔ میں بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس وقت تمہاری حالت عبرتناک ہوتی۔ تم اس باپ کی بیٹی ہو جس نے میرا متاع حیات لوٹ لیا ہے جس نے میری پشت میں خنجر بھونکا ہے۔ میں تم سے انتقام لے سکتا ہوں' لیکن میں اتنا برا انسان نہیں ہوں۔ میں جانتا ہوں تم نوعمر ہو کوئی فیصلہ کرنے کے قابل نہیں ہو...... اور وہ۔''

''تم...... تم کون ہو؟'' میرے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

''تم جانتی ہو، میں کون ہوں اور یہ جو تمہارے ساتھ ہے اس کے بارے میں بھی تم جانتی ہو، میں نے اپنا جسم ایک طویل سفر پر روانہ کر دیا ہے۔ اس کے بارے میں تمہیں تفصیل نہیں بتا سکتا۔ اب میں بھی تمہارے باپ کی طرح نادیدہ وجود رکھتا ہوں۔ یہ شلزانہ اوشانوس ہے میری ہمزاد، میرے مفادات کی محافظ، ایک طلسمی وجود میری کاوشوں سے مجھے حاصل ہوا ہے۔ یہی وہ بلی بھی ہے جسے تم بہت عرصے سے جانتی ہو اس وقت میں نے خود کو اس میں سمو لیا ہے۔''

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس حسین دوشیزہ کو دیکھنے لگی۔ جس کا حسن بڑے بڑوں کو دیوانہ کر سکتا تھا' مگر وہ کچھ نہ تھی بس ایک سحر تھی وہ اور یہی وہ منحوس بلی ہے۔ تصدیق کیسے کرتی کوئی بات ہی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

اس نے پھر کہا......

''خود کو سنبھالو...... میں ایک بار پھر تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''مسٹر روشاق۔'' میرے منہ سے بمشکل نکلا۔

''حالانکہ تم مجھ سے انحراف کر کے بار بار میرے غضب کو آواز دیتی ہو، مصیبتوں کا شکار ہوتی ہو لیکن مجھے تم پر رحم آ جاتا ہے تمہارے لیے نہیں اس کے نام پر جس کے وجود سے تم نے جنم لیا ہے، اس کے نام پر جسے میں نے دو صدیوں سے چاہا ہے۔''

''مسٹر روشاق میں...... میں بے بس ہوں۔''

''اچھی طرح جانتا ہوں۔ ایک بار پھر تم سے کہتا ہوں کہ تمہاری مشکلات کا سبب تمہارا باپ ہے۔ وہ عاقبت نااندیش انسان جو کچھ کامیابیاں حاصل کر کے خود کو ذہانت کی آخری منزلوں پر فائز سمجھتا ہے اگر وہ اس طرح خود پرست نہ ہوتا تو......تو......''

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ خود کو یکسو کرنا چاہتی تھی، روشاق نے پھر کہا۔

''اور وہ احمق۔ گدھوں کے سہارے حاصل کر رہا ہے۔ وہ جو تاریخ کی ہواؤں کی گرد سے بھی آشنا نہیں، ایک ایک کر کے تین گدھوں سے نجات حاصل ہوئی تھی کہ یہ چوتھا پھر آ گیا۔ نشاء دانش میں نے تمہیں پورا پورا اعتماد دیا تھا۔ میں نے تمہیں ایک نوخیز اور گداز دل رکھنے والی لڑکی سمجھ کر اپنی داستان غم سنائی تھی۔ مجھے توقع تھی کہ تم اپنے ظالم باپ پر نفرین کرو گی لیکن تم نے......''

''مسٹر روشاق ...... میرے سامنے میرے باپ کو برا کہہ رہے ہو تم۔'' میں نے ایک دم آنکھیں کھول دیں۔

''مجھے اندازہ ہو گیا ہے بے بی تمہاری رگوں میں آخر اسی کا خون ہے۔ تم انصاف کر بھی کیسے سکتی ہو۔''

''تمہیں سب کچھ معلوم ہے روشاق۔ تمام باتیں جانتے ہو تم لیکن اس کے باوجود وہ میرا باپ ہے۔''

''میں نے اس کے ظالمانہ عمل کے باوجود تم سے کہا تھا کہ اس کی مشکل کا حل صرف میں ہوں گا۔ تاریخ کی عدالت میں اس کا وکیل میرے علاوہ اور کوئی نہ ہو گا۔ ورنہ تاریخ اسے بدترین سزا دے گی۔''

''ہاں تم نے کہا تھا' مگر تمہارے خلوص کی پرکھ کیا تھی؟''

''وقت سے پہلے پرکھ ہو بھی کیسے سکتی ہے کیا تمہارے پاس پرکھ کا کوئی پیمانہ ہے۔ تم نے ناکام سہارے حاصل کئے۔ احمر جنیدی نے اپنی مطلب براری چاہی۔ تمہارے باپ نے اس کا سہارا حاصل کیا وہ مر گیا، وسکن ڈیزل بظاہر تمہارا ہمدرد تھا' مگر اس کا تصور صرف اتنا تھا کہ وہ تمہارے باپ کی معلومات میں سے اپنا حصہ نکال لے اور اب اناطور، تمہیں علم ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے میں جانتا ہوں ان سب کے بارے میں جانتا ہوں، اب اسے تروازی کے دانش کدے کی تلاش ہے۔ تم دونوں ارمناس میں بھٹک رہے تھے، وہ تمہارے سہارے تروازی کا دانش کدہ تلاش کرنا

چاہتا تھا اور...... اور لیکن اب سنو.....''
وہ رک گیا مجھے دیکھتا رہا اور میں اس حسین چہرے پر نظریں جمائے رہی جس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ جو صرف ایک فریب تھا۔
''آپ رک گئے مسٹر روشاق۔'' میں نے کہا۔
''غور کرو نشاء دانش غور کرو تم نے ہمیشہ موہوم اور ناپائیدار سہارے تلاش کیے۔ حالانکہ میں دشمن کی بیٹی ہونے کے باوجود تم سے مخلص تھا میں نے تمہیں طلسمی زیور دیا اس کی حقیقت بھی بتا دی' لیکن تم نے اس مقدس زیور کی توہین کی اور اس جرم کی پاداش میں تمہیں امیر غیری کے عذاب میں گرفتار ہونا پڑا وہ حالات تمہارے اس جرم کا نتیجہ تھے۔''
''گواہ سب آپ کا کارنامہ تھا مسٹر روشاق۔''
''وہ اس زیور کی توہین تھی اگر تم اس کا ساتھ اپنائے رکھتیں تو وہ تمہارا تحفظ کرتا۔''
''اس کے باوجود آپ نے ہی میری مدد کی عسکری کے ذریعہ۔''
''بات انتہا کو پہنچنے والی تھی تمہیں بچانا تو تھا۔''
''عسکری آپ کے پاس ہے؟'' میں نے اچانک سوال کیا۔
''نہیں اب مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم وہ دیوانگی میں جو قدم اٹھانے جا رہا تھا اس سے بچ گیا ورنہ اسے صرف موت اپنانی پڑتی اس کی سزا موت کے سوا کچھ نہ ہوتی۔''
''آپ اب اس کی مدد نہیں کریں گے مسٹر روشاق! اس نے آپ کی کافی خدمت کی ہے۔''
''تم اس کی مدد کرنا چاہتی ہو۔''
''ہاں بس اتنا چاہتی ہوں کہ وہ زندہ سلامت یہاں سے نکل جائے اپنے وطن پہنچ جائے۔''
''ایسا ہو سکتا ہے لیکن......''
''جی کہیے مسٹر روشاق۔''
''تمہیں کچھ بتانا ہوگا۔''
''کیا بتانا ہوگا؟''
''اناطور تم تک کیسے پہنچا۔ اسے وادی ارمناس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔''
''اگر میں آپ کو یہ بتا دوں تو آپ وہی کریں گے جو میں نے کہا ہے۔''
''آدھے سورج کی قسم میں جھوٹ نہیں بولتا۔''
''اپنی ماں کی قسم میں بھی آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گی' لیکن یہ سودا اسی حد تک رہے گا باقی کوئی اور شرط نہ ہوگی۔''
''مجھے منظور ہے۔''
''ہارون دانش الجزائر میں اناطور سے ملے تھے۔ انہوں نے ایک کیسٹ میں اپنی آواز

ریکارڈ کر کے دی تھی، جس میں آپ کو اپنا دشمن قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ بس آپ سے بچوں۔ آپ سے اپنی حفاظت کروں۔ اناطور پر اعتماد کروں، وہ میری مدد کرے گا۔ ارمناس کی داستان مجھے امیر غیری نے سنائی تھی اور میں نے وسکن ڈیزل کو اور پھر اناطور کو۔"

"اوہ اچھا تو یہ بات ہے دونوں بدبخت ترواذی کے سرمائے تک پہنچ گئے تھے۔ لیکن پھر ریت میں دفن ہو گئے۔ آہ ہارون بالکل احمق ہے میں جانتا ہوں وہ کیا سوچ رہا ہے اس کا خیال ہے کہ مقررہ وقت پر میں تمہیں عدالت تک نہ پہنچنے دوں گا اور یوں فیصلہ اس کے حق میں ہوگا، وہ صرف یہ سمجھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے میں یہ کر سکتا تھا اور ہارون سے انتقام لینے کے لیے مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے تھا، لیکن وہ نہیں جانتا کہ محبت میں ڈوبے دل ظالم نہیں ہوتے۔

اناتم سلاطیہ کی لخت جگر کو میرے ہاتھوں تکلیف کیسے پہنچ سکتی ہے اور اب بھی ایسا نہیں ہے۔ میں تاریخ کی عدالت میں خود کو مظلوم کی حیثیت سے پیش کر کے اناتم سلاطیہ کو اپنی محبت کی کہانی سنانا چاہتا ہوں، میں اسے حقیقت حال بتانا چاہتا ہوں میں انصاف مانگنا چاہتا ہوں۔ میں نے صدیوں انتظار کیا ہے۔ میں خود تمہیں گواہ بنا کر لے جانا چاہتا ہوں، سلاطیہ ثانی! آہ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کرنا چاہتا، میں تمہیں تاریک ہواؤں میں پوشیدہ کر سکتا ہوں، میں تمہیں دانش کدے میں وہی نیند دے سکتا ہوں جو میں نے اپنائی تھی لیکن میرا یہ ارادہ نہیں ہے، میں تو صرف اپنا حق چاہتا ہوں۔" روشاق کی آواز پھر آئی......

"لیکن یہ میرے باپ کے حق میں نہ ہوگا۔"

"تم اس ظالمانہ انداز میں سوچو گی نشاء دانش۔"

"اس دنیا میں رہنے والے اسی طرح سوچتے ہیں۔"

"یہ برائی ہے غلط بات ہے۔"

"میری مجبوری ہے روشاق......" میں نے کہا اور سنہری عورت نے گردن جھکا لی وہ صرف روشاق کے جذبات و تاثرات کی نمائندگی کر رہی تھی حالانکہ یہ بات ذہن کو نہیں لگتی تھی مگر روشاق بول رہا تھا۔ تسلیم کیوں نہ کرتی۔

"میں نے اس دنیا کو بہت مشکل سے سمجھا ہے نشاء دانش۔ اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا کہ اس دور کے لوگ اتنے شاطر اتنے ظالم ہیں تو شاید ہارون دانش اپنی سازش میں کامیاب نہ ہو سکتا، لیکن تمہارا تعلق صرف دنیا سے نہیں ہے نشاء، انسانیت کے نام پر سوچو۔ میرا ساتھ دو، میں تمہیں تاریخ کی عدالت میں لے جاؤں گا اور تم میری گواہی دو گی۔"

"اپنے باپ کے خلاف؟"

"سچائی کے نام پر۔"

"جھوٹ نہیں بولوں گی۔ مسٹر روشاق میں اپنے باپ کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتی۔"

''اناتم سلاطیہ کی لخت جگر۔ یہ مناسب وقت ہے کہ میں تجھے حالات سے آگاہ کر دوں...... حقیقت یہی ہے کہ میں آج تک تیرے گرد اسی لیے چکراتا رہا ہوں۔ تیرے وطن میں احمر جنید کے ساتھ میں ہی مقصد لے کر گیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ میں ہارون دانش کو گرفتار کر لوں۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ سلانوبیہ اس کی نگران ہے۔ میں چاہتا تھا کہ میں سلانوبیہ کو بھی اصل صورت حال بتا دوں، میں تاریخ کے اسی دور سے انحراف نہیں کرتا جس میں یہ جرم ہوا لیکن اس جرم کے لیے میں اپنی گواہی پیش کرنا چاہتا تا کہ اناتم سلاطیہ پر سچ ظاہر ہو اور وہ ایک مجرم کے برعکس میری محبت قبول کر لے لیکن یہ خیال بھی تھا میرا کہ میں ہارون دانش کی وکالت کروں اور اسے آزادی دلاؤں مگر ہارون میرا مجرم ہے وہ چور ہے اس لیے وہ مجھ سے چھپتا پھرتا ہے۔ وہ اپنا جرم قبول کر لے میرے پاس ایک ایسا نکتہ ہے کہ میں اسے آزادی دلا دوں گا۔ وہ مجھ سے پوشیدہ ہے ایسی حالت میں تجھے میرا ساتھ دینا ہوگا۔ مقررہ وقت پر وہ عدالت میں ضرور حاضر ہوگا لیکن تو میرے ساتھ ہوگی۔ میری گواہ کی حیثیت سے، میں آج بھی وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے تیرے باپ کے حوالے کر دوں گا۔ لیکن جو کچھ میں چاہتا ہوں......''

''وہ ناممکن ہے روشاق......''

''سوچ لے نشاء دانش غور کر لے۔''

''جو کچھ تم مجھے سنا رہے ہو روشاق وہ آج بھی میرے لیے بس ایک کہانی ہے ایک الجھی ہوئی ماورائے عقل کہانی۔ اس پر یقین نہ کرتے ہوئے بھی میں یہی کہتی ہوں کہ میں اپنے باپ کے خلاف کبھی قدم نہ اٹھاؤں گی۔''

''نشاء دانش ایک بار پھر سوچ لے۔''

''کوئی گنجائش نہیں ہے۔''

''گویا میرے دل میں رحم کے جذبات پھر فنا کر رہی ہے تو۔''

''میں کچھ نہیں جانتی۔''

''جان لے گی اب تو بھی بہت کچھ جان لے گی۔'' سنہری عورت کھڑی ہو گئی اس نے کھڑے ہو کر کہا۔

''پہلی خوشخبری تجھے سنا دوں اگر وادی ارمناس سے تیرا حالیہ گزر ہو تو وہاں دو انسانی ڈھانچوں کے بجائے تجھے تین ملیں گے۔ تیسرا ڈھانچہ اناطور کا ہوگا۔''

''کیا؟'' میں دہشت سے کانپ اٹھی۔

''ہاں اس کی کہانی بھی اسی صحرا میں ختم ہو جائے گی اور یہی نہیں اب تجھ سے ہمدردی کرنے والے، تیرے کام آنے والے تجھ سے پناہ مانگیں گے، غلطی میری ہی ہے میں نا سمجھی میں حماقتیں کرتا رہا میں نے شر سے پلٹنا چاہا مگر میں کیا کروں۔''

''تم اناطور کو...... اناطور کو......'' میں نے چیخ کر کہا مگر وہ باہر نکل گئی میں دوڑتی ہوئی باہر آئی۔
''سنو...... سنو...... رک جاؤ...... سنو۔'' میں نے بے تحاشہ دروازے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ لیکن باہر سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ سنہری عورت کا کہیں پتہ نہیں تھا باہر مکمل سناٹا چھایا ہوا تھا۔ میں دیر تک وہیں کھڑی پلکیں جھپکاتی رہی...... پھر واپس کمرے میں آ گئی۔

سب سے منحوس خبر میرے لیے یہی تھی کہ وہ پروفیسر اناطور کو ختم کر دے گا۔ آہ اب تو عسکری کا سہارا بھی نہیں تھا۔ اب کیا ہوگا ایک بار پھر میں نے اسی ہوٹل میں فون کیا' لیکن مجھے یہی جواب ملا تھا کہ پروفیسر اپنے کمرے میں موجود نہیں۔ وہ دیوانہ یقینی وادی ارمناس میں تروازی کا دانش کدہ تلاش کر رہا ہوگا۔ مایوس ہو کر بستر پر لیٹ گئی۔ سوچوں کے علاوہ میرے پاس اور کیا تھا۔ پریشان رات گزر گئی۔ دوسری صبح مکمل تھی۔ ناشتے کے ساتھ اخبار دیکھ رہی تھی کہ ایک خبر نے مجھے متوجہ کر لیا۔

''خاتون زبونا کو سزائے موت سنا دی گئی۔ اس کے دست راست احسان کو عمر قید کی سزا۔
پوری خبر کا لب لباب یہ تھا کہ اسکندریہ کی ایک دولت مند عورت خاتون زبونا کو دہرے قتل کا جرم ثابت ہونے پر خصوصی عدالت نے سزائے موت کا حکم سنایا ہے۔ اس نے اپنے بھتیجے امیر غیری اور بھتیجی ظہورہ کو اس کی جائیداد قبضے میں کرنے کے لیے گہری سازش کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ یہ کام اس نے اپنے خاندانی غلام احسان کے ہاتھوں کرایا تھا۔ احسان کو اس کی معاونت کرنے کے جرم میں عمر قید کی سزا دی گئی ہے جبکہ عدالت نے خاتون زبونا کے دو بیٹوں عشان امیری اور فیصل امیری کو اس جرم سے ناواقف قرار دے کر باعزت بری کر دیا۔''

اس خبر نے مجھ پر گہرا اثر چھوڑا تھا۔ اخبار کی دوسری تمام خبریں دیکھ ڈالیں۔ میرے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی۔ مہروز بدستور میری خدمت کر رہا تھا۔ وہ دن اور پھر دوسرا دن بھی گزر گیا۔ اب تو سوچنے کے لیے بھی کچھ نہیں تھا۔ اس دوران کئی بار ہوٹل فون کیا تھا' مگر اناطور کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ میری اپنی اتنی استطاعت کہاں تھی کہ میں ارمناس کے صحرا میں اس کی تلاش کرنے جاتی۔ پھر اس کا فائدہ بھی کچھ نہیں تھا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ اناطور اب اس دنیا میں نہ ہوگا۔ شلزانہ اوشیانوس کی زبانی روشاق کی آواز میں جو کچھ میں نے سنا تھا اس پر بھی غور کیا تھا۔ یہ اندازہ پوری طرح ہو گیا تھا مجھے کہ اگر یہ بے سروپا کہانی درست ہے تو روشاق بے شک میرے باپ کا دشمن تھا۔ وہ کسی طور ہارون دانش کے لیے سودمند نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کا مجھ سے التفات بھی ہارون کو زک پہنچانے کے لیے ہے خواہ وہ کچھ بھی کہتا رہے لیکن آخر میں وہ جو کچھ مجھ سے کہہ کر گیا تھا۔ وہ میرے لیے بہت ہولناک تھا۔ نہ جانے کب اس کی ابتداء ہو جائے اس کے لیے بھی زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اس رات کا کھانا کھا کر بستر پر پہنچی ہی تھی کہ باہر کچھ آہٹیں محسوس ہوئیں۔ ابھی سنبھل کر سوچ بھی نہیں پائی تھی کہ دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔ بدحواسی میں دروازے تک گئی اور دروازہ کھول دیا۔ باہر ایک خوب صورت عورت کھڑی ہوئی تھی اس کے پیچھے مہروز پریشان سا کھڑا ہوا تھا۔

''ہوں..... تو تم نشاء دانش ہو۔''

''جی..... جی.....!' میں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ابھی تک تم یہاں سے قیمتی اشیاء سمیٹ کر فرار کیوں نہیں ہو گئیں۔''

''جی؟'' میں نے تھوک نگل کر کہا۔

''میرا نام زائرہ ایمان ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس گھر کی مالک میں ہوں جس میں تم عیش سے رہ رہی ہو۔''

''اوہ خاتون زائرہ ایمان، پروفیسر اناطور مجھے آپ کے بارے میں.....''

''میں کہتی ہوں میری غیر موجودگی میں تم لوگوں کو یہاں قیام کی جرأت کیسے ہوئی۔ یہ کوئی مسافر خانہ ہے۔'' اس نے مجھے بات نہ پوری کرنے دی۔

''وہ خاتون ہم یہ دراصل پروفیسر.....''

''یہ نہایت کمینہ پن ہے۔ ایک گھٹیا اور غیر معیاری حرکت پروفیسر کی علیت کچھ بھی ہو...... لیکن وہ ایک گھٹیا انسان ہے۔ میں یہاں موجود ہوتی تو دوسری بات تھی۔ تم لوگوں نے میرے ملازم کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر میرے گھر کو ہوٹل بنا دیا اور یہ مہروز، اس کا فیصلہ تو میں بعد میں کروں گی۔'' زائرہ ایمان نے مہروز کو گھورتے ہوئے کہا۔

''خاتون...... میں......'' میرے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

''کہاں ہیں پروفیسر ان سے میری بات کراؤ۔'' وہ اندر داخل ہو گئی۔

''پروفیسر اپنے ہوٹل میں موجود نہیں ہیں۔''

''بکواس کرتی ہو۔''

''آپ یقین کریں میں اس سے خود ملنا چاہتی ہوں۔ آپ ہوٹل فون کر کے معلوم کر لیں، میں آپ کو نمبر دیتی ہوں۔''

''میں نوکر نہیں ہوں تم دونوں کیس سمجھیں...... تمہیں بتانا پڑے گا کہ تم لوگ یہاں کیوں داخل ہوئے ہو، میں چاہوں تو ابھی پولیس کو طلب کر کے تمہیں اس کے حوالے کر سکتی ہوں' لیکن میں ایسا نہیں کر رہی۔ پہلے اپنے گھر کا جائزہ لے لوں، یہ اندازہ لگا لوں کہ تم لوگوں نے ان دو دنوں میں یہاں سے کیا کیا صاف کیا ہے۔ پورے تخمینے کے بعد تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گی اور ساتھ ہی اس شخص کو بھی۔'' اس نے مہروز کو گھورتے ہوئے کہا۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

''مجھے معاف کر دیں خاتون۔ مجھے تو پروفیسر.....'' میرے حلق سے رندھی ہوئی آواز نکلی۔

''پروفیسر بھی بچ کر کہاں جائے گا۔ میں دیکھوں گی۔ چلو اسے اسٹور روم میں لے چلو۔ رات بھر اسے بند رکھوں گی۔ خدا کی پناہ کس آرام سے میرے گھر میں قبضہ جما لیا گیا تھا۔''

خاتون زائرہ ایمان کی اس برگشتگی کے باوجود مہروز کا رویہ مجھ سے خراب نہ ہوا۔ لیکن مالکہ

کے حکم کی تعمیل تو اسے کرنی ہی تھی۔ چنانچہ چند لمحوں میں میری یہ آرام گاہ ایک خوبصورت بیڈروم سے ایک بدنما اسٹور میں بدل گئی جہاں ننگا فرش تھا جس پر گرد جمی ہوئی تھی۔ چاروں طرف پردے، فرنیچر اور دوسرے کاٹھ کباڑ کے انبار لگے ہوئے تھے۔

میں ہراساں ننگے فرش پر بیٹھ گئی۔ ایسے شدید ذہنی جھٹکے تو اب میری تقدیر بن چکے تھے اور سچ بات تو یہ تھی کہ اب مجھ میں حوصلہ پیدا ہو گیا تھا ان تکلیفوں کو سہنے کا۔ اسٹور روم میں خوفزدہ بیٹھے رہنے اور تقدیر پر ماتم کرنے کے بجائے مجھے آئندہ پیش آنے والے واقعات کے لیے خود کو تیار کرنا چاہیے۔ یہ تو ایک حقیقت تھی کہ میرا مصر سے نکلنا ناممکن ہے۔ مجھے یہاں رہنا ہے، ایک نامعلوم مدت تک رہنا ہے اور اب کوئی سہارا نہیں ہے جو کچھ کرنا ہے، خود ہی کرنا ہے۔ میں حکومت مصر کی مجرم ہوں اگر دوبارہ سفارتخانے پہنچنے کی کوشش کروں تو شرمندگی ہی ہوگی۔ کتنی کہانیاں سناؤں گی میں انہیں۔ دوسری بات یہ کہ روشاق کی آلہ کار کبھی نہیں بنوں گی۔ وہ میرے باپ کا دشمن ہے۔ اپنے نادیدہ باپ کے لیے میں بھی جدوجہد کروں گی۔ کوئی تو انجام ہوگا اس جدوجہد کا۔

ان خیالات نے میرا حوصلہ بلند کیا اور وہ مایوس کن خیالات میرے دل سے نکل گئے جنہوں نے مجھے ہراساں کر دیا تھا۔ ایک نیا عزم، نئی ہمت میرے اندر پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اسٹور روم میں رات گزارنا بھی بہت مشکل نہیں ہوا۔ میں نے اس رات بہت سے اہم فیصلے کئے تھے۔

دوسری صبح مہروز اور خاتون زائرہ ساتھ آئے تھے۔ خاتون زائرہ نے مجھے باہر آنے کا اشارہ کیا اور میں باہر آ گئی۔ خاتون زائرہ مجھے اپنے بیڈروم میں لے گئی تھیں۔ اس نے کہا۔

''تم چاہو تو غسل کر سکتی ہو۔ مہروز نے ناشتہ تیار کر لیا ہے۔''

''کھلا پلا کر پولیس کے حوالے کریں گی۔'' میں نے مسکرا کر پوچھا۔

''رات کو مجھے پروفیسر کی حرکت پر بہت غصہ آیا تھا۔ میرے اس سے ایسے تعلقات بالکل نہیں تھے کہ وہ میری غیر موجودگی میں میرے گھر پر قابض ہو جائے۔ مہروز سادہ فطرت ہے، میں بے شک پروفیسر کا احترام کرتی تھی۔ پروفیسر نے مہروز کو دھوکہ دے کر ایسا کیا۔ اسے یہ نہیں کرنا چاہیے تھا تاہم تم غسل کر لو۔''

''آپ کے قیمتی سامان کی کیا کیفیت ہے؟''

''وہ اگر کم ہوتا تو میرا رویہ تمہارے ساتھ اتنا نرم نہ ہوتا۔ ویسے بھی اصل قصور پروفیسر کا ہے۔ وہ تمہارے پاس کب آئیں گے؟''

''پتہ نہیں۔''

''تم سے ان کا کیا رشتہ ہے؟''

''یہ معلومات پولیس بھی کر لے گی۔ آپ کو وہیں پتہ چل جائے گا۔''

''تم مجھ پر طنز کیوں کر رہی ہو؟'' خاتون زائرہ نے خشک لہجے میں کہا۔

''نہیں خاتون زائرہ۔ بخدا آپ اپنے عمل میں حق بجانب ہیں۔ کسی اور کے ساتھ ایسا کیا جاتا تو اس کا بھی یہی ردعمل ہوتا۔ میں اس لیے بے قصور ہوں کہ مجھے اصل بات معلوم نہیں تھی۔ پروفیسر یہ کہہ کر مجھے یہاں لائے تھے کہ خاتون زائرہ سے ان کے اتنے گہرے تعلقات ہیں کہ ہم ان کے گھر میں قیام کر کے ان کی واپسی کا انتظار کر سکتے ہیں۔ اس کا اظہار آپ کے ملازم نے بھی کیا۔ پروفیسر یا تو اس سلسلے میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے یا پھر انہوں نے مجھے دھوکا دیا۔''

''تمہارا ان سے کیا رشتہ ہے؟''

''میرے لیے کیا حکم ہے۔آپ مجھے پولیس کے حوالے کر دیں گی یا......'' میں نے اس کے سوال کو نظرانداز کر کے کہا۔

''نہیں۔ میں تمہیں بے قصور سمجھتی ہوں لیکن پروفیسر سے ضرور بات کروں گی۔''

''تو پھر مجھے اجازت دیجیے۔'' میں نے کہا۔

''بیٹھو لڑکی۔ مجھے اپنے رویے پر افسوس ہے۔'' خاتون زائرہ نے نرم لہجے میں کہا۔

''میڈم مصر میرا وطن نہیں ہے میرا پتہ ذہن نشین کر لیجیے۔ اگر کبھی وہاں آنا ہوا تو براہ کرم میرے پاس ضرور آیئے گا۔ میرے گھر میں ایک درجن ملازم ہیں اور خدا کی قسم ہر بیڈ روم آپ کے بیڈ روم سے ہزار گنا زیادہ شاندار ہے۔آپ کے اسٹور روم میں رات گزار کر مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوئی بلکہ اس تبدیلی سے لطف آیا۔ کاش میں آپ کے وطن میں آپ کا قرض ادا کر سکتی۔ پولیس کے حوالے نہ کرنے کا شکریہ۔'' میں واپس پلٹی اور دروازے سے باہر نکل آئی۔

''اوہ، جذباتی لڑکی ہو...... رکو...... رک جاؤ لڑکی! مہروز اسے روکو...... مہروز...... مہروز اسے روکو۔'' خاتون زائرہ مہروز کو آوازیں دینے لگیں مگر میں اب وہاں نہیں رہنا چاہتی تھی۔ عمارت سے باہر آ گئی۔ قاہرہ میں بے یارومددگار تھی۔ ایک راستے پر آگے بڑھتی رہی۔ پھر راستہ بدل دیا۔ عمارت کی چھت سے دریائے نیل نظر آتا تھا۔ سوچا ان مناظر کو قریب سے دیکھوں۔ وہاں سے جو کچھ نظر آتا تھا وہ مجھے ازبر ہو گیا تھا۔ دیکھوں گی اب قاہرہ میں میرے لیے کوئی جگہ بنتی ہے۔ ویسے رات کو دل میں جو کچھ سوچا تھا آخر میں اسی پر عمل کرنے کا ارادہ تھا۔

تاریخ کے عظیم ترین دریا کا نظارہ میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ تاحد نگاہ سناٹا تھا۔ اتنی صبح وہاں سیاح بھی نہ آئے تھے۔ میں نے ذہن بٹانے کے لیے اس دریا کی تاریخ کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ نہ جانے وہ اس دریا کا کون سا حصہ ہوگا جہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے پار کیا تھا اور فرعون کا لشکر دریا برد ہو گیا تھا نیل کی ساحرہ لیزا کے ساتھ اپنے بجرے میں کہاں سے سوار ہوئی ہو گی۔ میری آنکھیں خوابناک ہو گئیں قلوپطرہ کو تو نہیں دیکھا تھا' لیکن الزبتھ ٹیلر کو قلوپطرہ کے روپ میں نیل میں تیرتے ہوئے بجرے میں ضرور دیکھا تھا۔ وہی تمام مناظر آنکھوں میں گھوم رہے تھے۔ اور میں ان کا تصور کرتی ہوئی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

نہ جانے کتنا فاصلہ طے کر لیا تھا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ اس وقت چونکی جب ایک قیمتی لمبی کار میرے قریب آ کر رکی۔ میں نے کھلی چھت والی لمبی کار میں بیٹھے لوگوں کو دیکھا اور ایک نظر میں پہچان لیا۔ پچھلی سیٹ پر عشان امیری اور فیصل امیری بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈرائیور کے ساتھ ایک مسلح گارڈ بیٹھا ہوا تھا۔ سب مجھے دیکھ رہے تھے۔

''وہی ہے۔'' فیصل نے چیخ کر کہا اور دونوں نیچے اتر آئے، ڈرائیور اور اس کا ساتھی بھی نیچے اتر آیا۔ میں نے ایک لمحے میں خطرہ بھانپ لیا۔ یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں اور میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ یہ سوچنے کا موقع نہیں تھا ہاں ان کے انداز سے پتہ چل گیا تھا کہ میں خطرے میں ہوں۔ چنانچہ میں نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور بے تحاشا دوڑ پڑی۔

''دوڑو...... نکل کر نہ جانے پائے۔'' انہی میں سے کوئی چیخا اور میں نے سانس روک کر پوری قوت سے دوڑنا شروع کر دیا۔ کوئی پریکٹس نہیں تھی، کبھی اس طرح کی ایکٹیویٹی میں حصہ نہیں لیا تھا' لیکن اس وقت شاید میں بہت تیز دوڑ رہی تھی۔ وہ لوگ میرے پیچھے آ رہے تھے لیکن میرے اور ان کے درمیان فاصلہ بڑھتا جا رہا تھا۔ میں مڑ مڑ کر انہیں دیکھتی جا رہی تھی۔ چاروں ہی دوڑ رہے تھے۔

یہ دوڑ بہت دور تک جاری رہی۔ اب میرے پیروں کے نیچے چٹانی زمین تھی اور جوتوں سمیت اس پر دوڑنا سخت مشکل ہو گیا تھا۔ بائیں ہاتھ پر دریا بالکل قریب تھا۔ کنارے پر تقریباً آٹھ فٹ نیچے دریا بہہ رہا تھا۔ اگر سنبھل کر نہ دوڑتی اور ذرا بھی بہکتی تو نیچے پانی میں گر سکتی تھی۔ میرا جوتا ہائی ہیل تھا صاف زمین پر تو آسانی سے دوڑی تھی لیکن پتھریلی ناہموار زمین پر دونوں پاؤں بار بار مڑ رہے تھے۔ میری نسبت وہ چاروں زیادہ آسانی سے دوڑ رہے تھے۔ اور میری تیز رفتاری نے جو فاصلہ بڑھایا تھا۔ وہ اب کم ہوتا جا رہا تھا۔

پھر اچانک میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ سامنے ایک کٹاؤ آ گیا تھا۔ جسے میں نے دور سے نہیں دیکھا تھا...... ایک دم ہی کٹاؤ سامنے آیا تھا اور میں جھونک میں آ کر خود کو نہیں سنبھال پائی تھی۔ چھپاکے کی آواز خود میں نے بھی سنی پھر خود کو پانی کی گہرائیوں میں پایا۔ ہوش و حواس سے بیگانہ نہیں ہوئی تھی، آنکھیں بند کر لیں اور زندگی کی جدوجہد کرنے لگی۔ مجھے احساس ہوا کہ پانی کا بہاؤ مجھے آگے لیے جا رہا تھا۔ میں بھلا اس کا کیا مقابلہ کرتی تنکے کی طرح بہتی ہوئی دور نکل آئی۔ کچھ دیر کے لیے دماغ سو سا گیا تھا' لیکن پھر بدن زور سے پتھروں سے ٹکرایا اور حواس جاگ گئے۔ پتہ نہیں اس ٹکر سے چوٹ لگی تھی یا نہیں میرے ہاتھوں نے ابھرے ہوئے پتھر پکڑ لیے تھے۔ کچھ ایسے پتھر تھے جو میرے ہاتھوں کی گرفت میں آ بھی گئے۔ جس کے تمام اعضا باعمل ہو گئے تھے اور دماغ کی ہدایت کے بغیر اپنی بقا تلاش کر رہے تھے۔ دماغ تو اس وقت جاگا جب میں پتھروں کو پکڑ کر اوپر چڑھ آئی تھی۔ سینہ دھونکنی بنا ہوا تھا اور میں ایک ناہموار چٹان پر بیٹھی بری طرح ہانپ رہی تھی کچھ فاصلے پر ہی چٹانوں کا ایک طویل سلسلہ دور تک چلا گیا تھا۔ اطراف میں دیکھ کر دل پر دہشت سوار

ہوتی تھی۔

دریائے نیل چنگھاڑ رہا تھا۔ بھلا اس زبردست بہاؤ میں یہ سب کچھ ہو سکتا تھا۔ نہ جانے ایسا کیسے ہو گیا۔ کچھ فاصلے پر پتھروں کے لڑھکنے کی آوازیں سنائی دیں اور میں اچھل پڑی۔ پتہ نہیں پانی میں کتنا فاصلہ طے کیا ہے وہ لوگ کنارے کنارے دوڑ کر بھی میرا تعاقب کر سکتے ہیں۔ شاید مجھے نگاہوں میں رکھے قریب آ گئے ہوں۔ اس تصور نے بدن میں بجلیاں بھر دیں اور میں اٹھ کر پھر دوڑنے لگی۔ لیکن اب میرا ان چٹانوں نے راستہ روک لیا تھا۔ بائیں سمت دریا تھا، دائیں سمت دور تک چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ اس طرح جانے کی ہمت بالکل نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اس طرح دیکھ لیے جانے کا خطرہ تھا۔ چٹانوں کے پاس پہنچی، اونچی چٹانوں کے عقب میں پناہ حاصل کی جا سکتی تھی۔ اس خیال نے آگے بڑھایا اور میں چٹان در چٹان دور تک چلی گئی۔ پھر مجھے ایک غار کا دہانہ نظر آیا اور میں سوچے سمجھے بغیر اس میں داخل ہو گئی لیکن آہ، یہاں ایک نئی افتاد میری منتظر تھی۔

جونہی غار میں داخل ہوئی میرا بدن غیر متوازن ہو گیا۔ دہانے کے دوسری سمت ہموار زمین کے بجائے ڈھلان تھی۔ چکنے، پتھریلے گہرے، بے رحم ڈھلان، بھیگا ہوا لباس جس سے پانی کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ پورے چہرے پر بکھرے ہوئے بھیگے بال جنہیں بمشکل آنکھوں سے ہٹایا تھا۔ اعصاب کشیدہ اور اس عالم میں یہ نئی افتاد میں کسی طرح نہیں سنبھل پائی اور غیر متوازن ہو کر گر پڑی، چکنے ڈھلانوں پر تھوڑی دور لڑھکی لیکن وہ اتنے گہرے نہیں تھے کہ لڑھکتی چلی جاتی۔ البتہ اس عالم میں ان پر کھڑے ہو کر چلنا ممکن نہیں تھا۔ گھٹنوں اور کہنیوں پر کچھ چوٹیں بھی لگی تھیں، جو تکلیف دے رہی تھیں۔ لیکن میرے دشمن باہر موجود تھے اور جس شد و مد سے انہوں نے تعاقب کیا تھا، اس سے ان کے خطرناک ارادوں کا پتہ چلتا تھا۔

میں ڈھلانوں پر بیٹھی دہانے کی طرف نگاہ لگائے رہی۔ اب کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ فیصل اور عشان کو بخوبی پہچان لیا تھا۔ حکومت مصر نے اسے بے قصور قرار دے کر چھوڑ دیا تھا۔ حالانکہ وہ اپنی ماں کے ساتھ پوری طرح شریک جرم تھے۔ نہ جانے کمبخت میرے پیچھے کیوں لگ گئے تھے۔ مجھ سے کیا چاہتے تھے۔ حالانکہ میرا مسئلہ تو ختم ہو چکا تھا۔ اب وہ کیوں میرا پیچھا کر رہے تھے۔ ہو سکتا ہے مجھ سے انتقام لینا چاہتے ہوں۔

ابھی کچھ دیر اوپر جانا مناسب نہیں تھا۔ انہیں معلوم ہے کہ میں اس علاقے میں موجود ہوں اور کہیں چھپی ہوئی ہوں۔ ممکن ہے وہ کچھ دیر خاموش رہ کر میرے دوبارہ نمودار ہونے کا انتظار کریں۔ اس لیے یہاں رکنا چاہیے بلکہ کیوں نہ ان ڈھلانوں کا اختتام تلاش کروں۔ ممکن ہے کوئی دوسرا راستہ نظر آ جائے۔ میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس سرنگ نما غار کے پھیلاؤ کا جائزہ لیا۔ گھپ اندھیرے میں کچھ نظر تو نہیں آ رہا تھا۔ سرنگ چوڑی تھی میرے ہاتھوں کے پھیلاؤ کو کوئی سہارا نہیں ملا چونکہ میں نے کھڑے ہو کر چلنے کے بجائے زمین پر کھسکنا شروع کر دیا۔ کافی آگے بڑھنے کے بعد

اچانک بائیں سمت ایک روشنی کا احساس ہوا۔ ادھر رخ کر کے آنکھیں پھاڑنے لگی۔ کچھ دیر کے بعد اندازہ ہوا کہ سامنے کا راستہ بند ہے اور اب یہ سرنگ بائیں سمت مڑ گئی ہے۔ لیکن ان گہرائیوں میں یہ روشنی کیسی ہے۔ کیا وہاں کوئی موجود ہے۔ ہمت کر کے اسی سمت بڑھنے لگی۔

روشنی قریب آتی جا رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک خوشبو کا احساس بھی ہو رہا تھا۔ غالباً عود وعنبر کی خوشبو تھی۔ پھر میرے اس سفر کا اختتام ایک اور کشادہ دھانے والے غار پر ہوا۔ ملگجی، مدہم روشنی نے غار کے ماحول کو اجاگر کر دیا تھا۔ نہایت وسیع و عریض غار تھا اور اس میں جابجا سالخوردہ بوسیدہ تابوت رکھے ہوئے تھے۔ غار کی دیوار میں ایک مشعل بنی ہوئی تھی۔ شاید خوشبو بھی اسی شے کے جلنے کی تھی۔ مگر وہ بہت اچھی خوشبو تھی۔ میں حیران ہو گئی۔ یہ مشعل جلانے والا کون ہو سکتا ہے۔ کیا یہاں انسانی گزر ہے۔ کیا کسی ذی روح کا ان صدیوں پرانے تابوتوں سے اب بھی رشتہ قائم ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ دور فراعنہ میں محض شہنشاہوں کے مقبرے نہیں بنائے جاتے تھے بلکہ اس دور کے امراء کی لاشیں بھی حنوط کر کے تہہ خانوں میں رکھ دی جاتی تھیں اور ایسے لاتعداد مقبرے پورے مصر کی گہرائیوں میں جابجا موجود تھے۔ ممکن ہے یہ بھی کوئی ایسا ہی مقبرہ ہو۔ یہ مقبرہ کافی وسیع تھا۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ روشنی پورے غار کو منور کئے ہوئے تھی اور میں بہت دور تک دیکھ سکتی تھی۔

بہت دیر تک ایک جگہ ساکت رہ کر اس ماحول کا جائزہ لیتی رہی۔ آہستہ آہستہ دل سے خوف نکلتا جا رہا تھا۔ دہشت تو چاروں طرف تھی۔ باہر فیصل وغیرہ موجود تھے۔ ممکن ہے وہ پھر مجھے کسی جال میں پھنسا کر کوئی نئی چال چلنا چاہتے ہوں۔ یہاں ان صدیوں پرانے انسانوں کے ساتھ کچھ وقت گزار لیا جائے تو کیا حرج ہے۔ دل میں بے اختیار آرزو ابھری کہ ان صدیوں کے سونے والوں کو دیکھوں۔ حالانکہ اس ویران اور دہشت ناک ماحول میں میرا دم نکل جانا چاہیے تھا۔ اس وقت وہ مصرع مجھ پر صادر آتا تھا کہ

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

میں نے سب سے قریبی تابوت کے ڈھکنے پر ہاتھ رکھا اور میرے ہاتھ کے دباؤ سے بھر بھری لکڑی منتشر ہو گئی۔ پورا تابوت اتنا خستہ حال ہو گیا تھا کہ تیز ہوا کا ایک جھونکا اسے ذرات میں تبدیل کر سکتا تھا۔ اس سے اس کی قدامت کا احساس ہوتا تھا۔ اب اسے چھیڑنا بے معنی تھا۔ بلاوجہ اس میں سونے والے کو پریشانی ہو گی۔ میں وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ پھر ایک دوسرے تابوت کو ہاتھ لگایا وہ درست حالت میں تھا ہمت کر کے اس کا ڈھکن اٹھایا اندر ایک حنوط شدہ جسم موجود تھا۔ یہ ایک عجیب سی شکل تھی۔ مصر قدیم کے ماہرین کی مہارت کا اعلیٰ نمونہ سونے والا اس طرح سکون سے سو رہا تھا کہ بس یوں لگتا تھا جیسے ابھی آنکھ لگی ہو۔ اس کے جسم پر ریشمی لباس تھا۔ میں نے اس ریشمی لباس پر ہاتھ پھیر کر دیکھا یہ اندازہ لگانا چاہتی تھی کہ اس دور کے پارچہ جات کیسے ہوتے

تھے۔ لباس بھی خستہ نہیں تھا۔ کچھ دیر اس کا جائزہ لیتی رہی پھر ڈھکن بند کر دیا۔ یہ مشغلہ بہت دلچسپ لگا۔ چنانچہ بہت سے تابوت اسی طرح دیکھ ڈالے۔ کچھ تابوت ایسے تھے جو خالی تھے۔ کچھ میں نادر اشیاء رکھی ہوئی تھیں۔ زیورات، لباس مجھے اندازہ ہوا کہ یہ مرنے والوں کی ملکیت تھی جوان کے ساتھ ہی دوسرے تابوت میں دفن کر دی جاتی تھیں۔

البتہ جن چیزوں کو دیکھ کر ایک اور خیال دل میں ابھرا تھا وہ یہ کہ یہ مقبرہ ابھی نہ تو مقبروں کی تلاش میں رہنے والے سیاحوں کی نگاہوں میں آیا تھا اور نہ ہی حکومت مصر اسے پا سکی تھی اگر ایسا ہوتا تو یہ قیمتی زیورات اور دوسرے نوادرات موجود نہ ہوتے یا تو یہ سیاحوں کی ملکیت بن چکے ہوتے یا پھر حکومت مصر کی تحویل میں ہوتے گویا اس کی دریافت کا سہرا میرے سر ہے۔ ایک عجیب سی حسرت دل میں پیدا ہوگئی مگر میرا ان چیزوں سے کیا واسطہ۔

کچھ ایسی کھوگئی تھی کہ اس ماحول میں اور یہاں کے عجائبات میں کہ نہ تو وقت کا احساس ہوا اور نہ کوئی خیال دل میں آیا۔ بھوک پیاس کا تصور بھی ختم ہوگیا تھا۔ اس وقت میں ایک تابوت سے برآمد شدہ اشیاء کا جائزہ لے رہی تھی کہ ایک خوبصورت لباس میرے ہاتھ لگا۔ اس میں قیمتی موتی ٹنکے ہوئے تھے۔ زنانہ لباس تھا نہ جانے جی میں کیا آئی کہ میں نے ادھر ادھر دیکھا پھر اپنا لباس جو میرے بدن کی حدت سے اب تقریباً خشک ہو چکا تھا، اتار کر ایک طرف ڈالا اور یہ صدیوں پرانا لباس پہن لیا۔ پھر اس کے ساتھ رکھے ہوئے زیورات بھی بدن پر سجا لیے۔ کاش یہاں کوئی آئینہ ہوتا اور میں خود کو دیکھ سکتی۔ ویسے بھی میرے نام کے ساتھ ایک پراسرار کہانی وابستہ کر دی گئی تھی۔ اس وقت میں سچ مچ میں وہی پراسرار کردار بن گئی تھی۔

ابھی اس بارے میں سوچ ہی رہی تھی کہ اچانک ایک تیز روشنی کا طوفان امڈ پڑا۔ خوف و دہشت سے میری روح کانپ اٹھی۔ اعضاء سن ہو گئے...... یہ کیا ہوا...... روشنی اتنی تیز تھی کہ آنکھیں بند ہو گئیں اور ان کے درمیان جھائیاں سی نمودار ہو گئیں۔ سر میں چکر سا آ گیا تھا۔ پھر کچھ انسانی آوازیں میرے کانوں سے ٹکرائیں۔ انہوں نے میرے اعصاب پر اچھا اثر ڈالا تھا اور میرے ساکت اعضاء متحرک ہو گئے تھے اور کچھ تو ذہن میں نہیں آیا۔ برق رفتاری سے اس کھلے ہوئے تابوت میں داخل ہوگئی جس سے یہ لباس برآمد ہوا تھا۔ ڈھکن ہلکا سا کھلا رہنے دیا تاکہ گھٹن سے دم نہ نکل جائے۔

باہر کی آوازیں بھی بخوبی سنائی دے رہی تھیں، وہ روحوں کی آوازیں نہیں تھیں بلکہ انسان ہی تھے جو باتیں کر رہے تھے۔ روشنی بھی زاویے بدلتی محسوس ہو رہی تھی۔ معاً دل میں خیال آیا یہ فیصل اور عشان وغیرہ ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے اطراف کی ناکہ بندی کر لی ہے اور چپے چپے کی تلاشی لینے کے بعد مؤثر انتظامات کر کے بالآخر اس مقبرے میں آ پہنچے ہیں۔ روشنی کا راز بھی معلوم ہو گیا یقیناً اتنی تیز روشنی سرچ لائٹ کی ہو سکتی ہے وہ مجھے تلاش کرنے میں اس قدر دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس سے

اندازہ ہوتا تھا کہ وہ میرے لیے کوئی نہایت خطرناک منصوبہ رکھتے ہیں۔ ممکن ہے کسی نہ کسی طرح امیر غیری کی موت کا الزام مجھ پر ثابت کر کے وہ اپنی ماں اور احسان کو بچانا چاہتے ہوں۔

کیا وہ مجھے تلاش کر لیں گے؟ کیا وہ اس تابوت کو کھول کر دیکھیں گے؟ یقیناً وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کی نگاہ میرے اتارے ہوئے لباس پر پڑ جائے۔ وہ فوراً سمجھ جائیں گے کہ میں نے کیا چالاکی کی ہے، آہ خدا کرے وہ میرا لباس نہ تلاش کر پائیں۔ کمبخت بری طرح میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ خدا انہیں غارت کرے۔ میں دم سادھے قدموں کی چاپ سن رہی تھی۔ ہوا کے لیے بنائی ہوئی ہلکی سی درز سے تیز روشنی متحرک نظر آ رہی تھی۔ ساتھ ہی ان کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

''اب کہو پال ہیوگو۔ اس نقشے کو تم زیادہ بہتر سمجھتے تھے یا میں، اس مقبرے کو دیکھ کر کوئی اندھا بھی کہہ سکتا ہے کہ یہاں آج تک انسانی قدم نہیں پہنچے۔''

''میں آپ کی عظمت کا اعتراف کرتا ہوں ڈاکٹر فوسٹر۔ بلاشبہ آپ کے تمام نظریات درست تھے۔ مگر کیا یہ چراغ تلے اندھیرے والی بات نہیں ہے۔ زمانے بھر کے محققوں نے مصر کے گوشے گوشے کو کھنگال ڈالا اور قاہرہ کے دل دریائے نیل کے حصے میں جہاں قاہرہ کے باشندے صبح شام مٹر گشت کرتے نظر آتے ہیں۔ ایک ایسی جگہ موجود ہے جہاں دور فراعنہ کا ایک نایاب باب پوشیدہ ہے۔''

''یہ تقدیر کا کھیل ہے۔ سرزمین مصر کا ایک بٹا آٹھ حصہ بھی ابھی دنیا کی تحقیق کی زد میں نہیں آیا۔ اگر یہ کتاب پوری کھل جائے تو پھر مصر میں کشش ہی کیا رہے۔ آہ ذرا روشنی اس لوح کے قریب کرو۔''

یہ تمام باتیں انگریزی زبان میں ہو رہی تھیں اور انہیں سمجھ کر مجھ پر ایک نیا انکشاف ہوا تھا۔ یہ عشان گروپ نہیں تھا بلکہ مصری تحقیق کے دیوانے تھے۔ جنہوں نے یہ مقبرہ دریافت کیا تھا۔ ان کے الفاظ سے میرے خیال کی تصدیق بھی ہوتی تھی یعنی یہاں ابھی انسانی قدم نہیں پہنچے۔ دوسری طرف کی خاموشی ٹوٹ گئی۔

''یہ افناتون کا مقبرہ ہے لوح کی تحریر کے مطابق یہ خاندان تیرہ سو پچھتر قبل مسیح میں مصر پر حکمران تھا۔ فرعون آتون نے سورج کے مذہب کی تبلیغ کی اور قرص خورشید تشکیل کی۔ ایسی ٹکیہ جس سے شعاعیں نکلتی تھیں اور ہر شعاع انسانی ہاتھ پر ختم ہوتی تھی۔ سورج دیوتا بہت سے دیوتاؤں کے ساتھ انسانی شکل میں پیش کیا جاتا تھا۔ افناتون کا اصل نام آمونفس تھا اور اس کے افکار بہت بہتر تھے اور اس کا عقیدہ بائبل کے عقیدے سے بہت قریب تھا۔ آہ ہمیں ایک نایاب مقبرہ مقدر سے ملا جلد کچھ کام کر لو یہ علاقہ بے حد مخدوش ہے۔''

خدا جانے کیا کام ہوتا رہا۔ پھر مجھے اپنے تابوت کے پاس قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی اور

میں نے دراز بند کردی۔ لیکن اس کے بعد میں تیز سفید روشنی میں نہا گئی۔ کسی نے کہا۔
''اسے دیکھئے ڈاکٹر فوسٹر۔ یہ کوئی عورت ہے۔ پورے مقبرے میں سب سے بہتر حالت میں ہے۔ میرے خیال میں اس سے بہتر ممی اور کوئی نہیں ہے۔''
''ہٹو......!''
بوڑھی آواز نے کہا۔ پھر شاید میرا جائزہ لینے کے بعد اس نے کہا۔
''تمہارا کہنا درست ہے۔''
''ہم اسے تحویل میں لے لیں؟''
''بہت احتیاط سے۔''
منظوری دے دی گئی۔ چلو چھٹی ہوئی۔ یہاں سے نکلنے کا انتظام تو ہو گیا۔ وہ لوگ ایک زندہ ممی کو لیے جا رہے ہیں۔ میرے تابوت میں جنبش ہوئی اور پھر وہ متحرک ہو گیا۔ میرا یہ سفر کافی طویل تھا' لیکن مجھے کوئی گھٹن محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ تابوت بوسیدہ ہونے کی وجہ سے کئی جگہ سوراخ بنے ہوئے تھے۔ پھر دریا کا شور سنائی دیا اور اس کے بعد مجھے کسی ایسی جگہ پہنچا دیا گیا جہاں ہچکولے لگ رہے تھے۔ آسانی سے اندازہ ہو گیا کہ وہ کوئی اسٹیمر ہے۔ باقی لوگ بھی شاید اسٹیمر پر آ رہے تھے کیونکہ اسے مسلسل ہچکولے لگ رہے تھے۔ اس کے بعد اس کا انجن اسٹارٹ ہوا اور وہ چل پڑا۔ مجھے کوئی مشکل نہیں ہو رہی تھی۔ بس معدے میں تکلیف تھی جسے میں مستقل نظر انداز کیے ہوئے تھے۔ ویسے بھی حالات ایسے تھے کہ بھوک زیادہ پریشان نہیں کر رہی تھی۔ دوسرے خیالات ہی بھوک اڑانے کے لیے کافی تھے۔
اسٹیمر کا سفر طویل تھا۔ میری کہانی نے ایک اور موڑ اختیار کیا تھا۔ تازہ ترین صورتحال بھی بہت دلچسپ تھی۔ ان مہم جوؤں کو جب یہ معلوم ہوگا کہ میں ممی نہیں بلکہ ایک زندہ وجود ہوں تو پھر ان پر کیا گزرے گی۔ تابوت میں سفر کے دورانیے کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ لیکن جوڑ جوڑ دکھ کر رہ گیا تھا۔ خدا خدا کر کے یہ شور ختم ہوا۔ لوگ نیچے اترنے لگے۔ مجھے بھی نیچے اتارا گیا، پھر کسی ٹرک میں رکھا گیا۔ ٹرک نے سفر کرنا شروع کیا اور پھر اسی طویل ترین سفر کا اختتام ہو گیا۔ اب میرے اطراف میں سناٹا چھایا ہوا تھا، کوئی آواز نہیں تھی۔ اب بھوک کی وجہ سے الٹی آ رہی تھی۔ ذہن کو سکون کا احساس ہوا تھا اس لیے بھوک چمک اٹھی تھی۔ میں سناٹے پر غور کرنے لگی۔
جب کوئی آہٹ نہیں ملی تو میں نے تابوت کا ڈھکن تھوڑا سا اوپر اٹھایا۔ میرے عین سامنے ایک پیلا بلب روشن تھا۔ جس کی بیمار روشنی نے ماحول کو سوگوار سی کیفیت بخش رکھی تھی۔ ایک وسیع کمرہ تھا۔ لیکن رنگ و روغن سے عاری جگہ جگہ سے پلاسٹر ادھڑا ہوا تھا۔ نہایت بدہیئت ماحول تھا۔ تابوت کے ڈھکن کو احتیاط سے کھول کر میں نے چاروں طرف دیکھا اور یہ دیکھ کر جھرجھری سی آ گئی کہ میرے بالکل قریب دو تابوت اور رکھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک کا ڈھکن تو گل سڑ کر غائب ہو

چکا تھا۔ دوسرا سالم تھا۔ آہ زمانہ قدیم کے مردہ انسان ہیں۔ ان سے نگاہ ہٹا کر کمرے کے دروازے کو دیکھا۔ بس ایک در جیسا بنا ہوا تھا جس میں کواڑوں کے نشان ضرور تھے کواڑ نہیں تھے۔ یہ دیکھ کر کچھ اطمینان ہوا۔ میں بے آواز تابوت سے نکل آئی۔ برابر والے کھلے تابوت پر نگاہ پڑنا فطری امر تھا۔ ایک نہایت پرہیبت پر جلال چہرہ نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ اس چہرے پر نیلے رنگ کا کوئی سیال پینٹ کیا گیا تھا۔ ہونٹ سرخ تھے اس پر ابدی سکون چھایا ہوا تھا۔ لباس بھی قدیم مصریوں کا تھا۔ دوسرے تابوت کو کھول کر دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ مجھے ان سے کوئی غرض بھی نہیں تھی۔ میں دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھی اور اس سے باہر نکل آئی......

دوسری طرف ٹوٹی پھوٹی سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں۔ انہیں عبور کر کے اوپر پہنچی تو ایک قدیم اور بوسیدہ حال کمرے میں آ گئی۔ جس کے دوسری طرف راہداری تھی۔ راہداری کے چند کمرے روشن تھے۔ دوسری طرف بیرونی منظر نظر آ رہا تھا۔ وسیع احاطہ تھا جس میں نہایت بے ترتیبی سے گھاس اگی ہوئی تھی کہیں کہیں یہ گھاس قد آدم تھی۔ کچھ درخت بھی تھے اور آخری حصے میں ایک مضبوط آہنی گیٹ نظر آ رہا تھا۔ بہت عجیب عمارت تھی۔ رنگ و روغن بے شکل نہیں تھا۔ لیکن در و دیوار مضبوط تھے روشن کمروں میں یقیناً وہ مہم جو موجود ہوں گے۔ یہ اندازہ بھی ہو گیا کہ یہاں ان کا قیام عارضی ہے اس لیے کچن وغیرہ کا تو کیا ہی انتظام ہو گا۔ پھر بھی قسمت آزمانے میں کیا حرج تھا۔

میں کسی آوارہ روح کی مانند عمارت میں بھٹکنے لگی۔ یہاں تقدیر نے مایوس نہیں کیا۔ کچن بھی تھا چولہا بھی۔ میں گیس سلنڈر اور کھانے پینے کی اشیاء دیکھ کر سب کچھ بھول گئی اپنے لیے خوراک حاصل کی اور ایک پرسکون گوشہ تلاش کر لیا۔ مہم جو گہری نیند سو رہے تھے۔ شکم سیر ہو کر خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر اس عمارت کا مزید جائزہ لینے کا فیصلہ کیا اور کچھ دیر میں پوری عمارت دیکھ ڈالی۔

عجیب ہولناک عمارت تھی۔ ویران، سنسان حالانکہ آباد علاقہ تھا۔ کچھ فاصلے پر دوسری عمارتیں روشن تھیں۔ جن کمروں میں یہ لوگ مقیم تھے ان کے عقب میں بھی پتلی راہداری تھی۔ جس میں کمروں کی کھڑکیاں تھیں ان سے باآسانی جھانکا جا سکتا تھا وہ لوگ سوئے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اس وقت بالکل آزاد تھی، باآسانی باہر جا سکتی تھی۔ کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ لیکن اس لباس میں اس حلیے میں باہر کیسے جا سکتی تھی۔ پھر کوئی ٹھکانہ بھی تو ہو۔ کہاں جاؤں گی۔ نہیں ابھی انتظار کرنا چاہیے۔ لیکن کیا اس تابوت میں خوف تو بہر حال تھا۔ تلاشی کے دوران ایک اور جگہ بھی دیکھی تھی۔ یہ بھی ایک ویران سا کمرہ تھا۔ مگر ایسا کہ یہاں پوشیدہ ہوا جا سکتا تھا کمرے میں ایک دو چھتی جیسی جگہ تھی۔ میں نے اسے ہی اپنا مسکن بنایا۔ اسے صاف کیا اور لیٹ گئی۔

دوسری صبح سورج خوب چمک رہا تھا۔ جب آنکھ کھلی تیز روشنی دو چھتی کی عقبی دیوار سے بھی آ رہی تھی۔ یہ روشن دان تھا جس سے ساری رات ٹھنڈی ہوا آتی رہی تھی۔ اس لیے گھٹن کا کوئی احساس نہیں ہوا تھا۔ اس روشن دان سے عمارت کے گیٹ کا منظر صاف نظر آ رہا تھا اور پھر ادھر ادھر دیکھنا

میرے لیے سودمند ثابت ہوا تھا۔ چار پانچ افراد نظر آئے تھے جن کا تعلق یورپ کے کسی ملک سے تھا۔ ایک نوجوان لڑکی بھی تھی۔ کچھ فاصلے پر ایک لمبی جیپ بھی نظر آئی جس کے اسٹیئرنگ پر ایک شخص موجود تھا۔ رات کو یہ جیپ یہاں نہیں تھی۔ آہنی گیٹ بھی کھلا ہوا تھا۔ پتہ نہیں یہ لوگ کہیں سے آئے تھے یا کہیں جا رہے تھے۔ میں انہیں دیکھتی رہی۔ چند ہی ساعت کے بعد سب جیپ میں سوار ہو گئے اور جیپ اسٹارٹ ہو کر باہر نکل گئی۔

میں نے خوشی کی گہری سانس لی' ہوسکتا ہے سب چلے گئے ہوں عمارت خالی ہو۔ پتہ نہیں انہیں میری گمشدگی کا علم ہوا یا نہیں، یا پھر انہوں نے اس قید کانے میں جانا ضروری نہ سمجھا ہو۔ کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ اب پہلے مجھے یہ جائزہ لینا چاہیے کہ یہاں کوئی موجود ہے یا نہیں۔ میرا ٹھکانہ بہت شاندار تھا۔ یہاں سے تمام صورتحال کا جائزہ لیا جا سکتا تھا۔ کچھ دیر وہیں سے اندازہ لگاتی میں پھر دوچھتی سے نیچے اتر آئی۔ عمارت خالی تھی۔ میں نے کچن کا رخ کیا۔

خدا ان کا بھلا کرے کھانے پینے کا ذخیرہ خوب کر رکھا تھا۔ پنیر کے سینڈوچ بنائے، کافی بنائی، خوب ڈٹ کر ناشتہ کیا، پھر کافی دیر چہل قدمی کرتی رہی۔ اس کے بعد حالات کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ اشیاء دوچھتی میں محفوظ کیں، اس کے بعد اس کمرے کا جائزہ لیا جہاں لڑکی رہتی تھی۔ دل ہی دل میں معذرت کرتی ہوئی میں نے اس کے دو جوڑے کپڑے نکالے۔ ایک اسکرٹ بلاؤز پہن لیا دوسرا محفوظ کر لیا اور پھر وہیں دوچھتی پر آ گئی۔

رات کو نیند پوری ہو چکی تھی۔ اس لیے نیند تو نہیں آئی' لیکن یہ جگہ ہوادار تھی اس لیے وہیں لیٹ گئی اور تو جو کچھ بھی ہو لیکن یہ مہم جو مجھے تلاش نہیں کر سکیں گے، باہر جانا بھی مناسب نہیں ہے یہ عمارت بہترین عارضی ٹھکانہ ثابت ہوسکتی ہے۔ بس کچھ ضروریات پوری کرنی ہوں گی۔ شاید ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں کا اثر تھا۔ پھر رات ہی کو آنکھ کھلی تھی۔ دیر تک پلکیں جھپکاتی رہی۔ جب سب کچھ یاد آ گیا تو ہوشیار ہو گئی۔ پتہ نہیں مہم جوؤں کا کیا حال ہے۔ تجسس نیچے لے آیا اور پھر جانی پہچانی جگہوں پر چہل قدمی کسی طور پریشان کن نہ رہی۔

تھوڑی دور جا کر ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ عمارت کے مکین واپس آ گئے ہیں۔ کمروں میں مدہم روشنیاں جل رہی تھیں۔ باہر رات کے اتھاہ سناٹے پھیلے ہوئے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ کافی رات گزر گئی ہے۔ اچانک کوئی گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور میں اچھل پڑی۔ شاید کوئی باہر جا رہا تھا پھر بھی میں احتیاطاً کمروں کے عقبی حصے میں آ گئی۔ ایک کمرے میں شاید تیز روشنی کا بلب جلایا گیا تھا۔ پھر دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تھی۔ اس کے بعد پھر سناٹا چھا گیا۔ پتہ نہیں یہ لوگ کن سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ ابھی میں ایک کمرے کے عقبی حصے میں کھڑی انہیں سوچوں میں گم تھی کہ اچانک دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر ایک چیختی ہوئی نسوانی آواز سنائی دی۔

''ڈیڈی، ڈیڈی، جاگئے ڈیڈی، غضب ہو گیا۔''

''اوہ کیا ہوا روشنی جلاؤ۔'' مرد کی آواز ابھری اور جس کمرے کے عقب میں کھڑی ہوئی تھی اس میں روشنی ہوگئی۔

''پال ہیوگو گھر سے فرار ہوگیا۔ وہ ہمیں چوٹ دے گیا۔

''تمہیں کیسے معلوم؟''

''تمام لوگ ابھی ابھی گئے ہیں۔ گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز پر میں باہر دوڑ گئی تھی۔ وہ سب چلے گئے ڈیڈی...... وہ سب کچھ لے گئے۔''

''بیٹھو...... بیٹھ جاؤ......''

مرد نے پرسکون لہجے میں کہا۔

''آپ ...... آپ کچھ کریں گے نہیں ڈیڈی...... آپ اتنے سکون سے کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔''

''بیٹھ جاؤ میلسینا...... میں نے ہمیشہ تم سے کہا ہے کہ بدترین حالات میں بھی خود پر قابو رکھنا سیکھو۔''

میں نے احتیاط سے اندر جھانکا تیز روشنی میں گاؤن میں لپٹی لڑکی اور مسہری پر بیٹھا ہوا شخص صاف نظر آرہے تھے۔ لڑکی نے سسکی سی لے کر کہا۔

''میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ وہ اچھا آدمی نہیں ہے، وہ مجھے شروع ہی سے اچھا نہیں لگا تھا۔''

''تم ابھی تک پریشان ہو......؟''

''اس نے ہماری محنت اکارت کردی وہ سب کچھ لے گیا ہوگا۔''

''یقیناً لیکن کوئی محقق نہیں تھا وہ کیا، تم نے اسے تابوت لے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔''

''پتہ نہیں۔''

''اس نے انہیں ہاتھ بھی نہ لگایا ہوگا حالانکہ اصل نوادارت وہ ممیاں ہی ہیں۔''

''قدیم زیورات نہایت قیمتی تھے۔'' لڑکی افسردگی سے بولی۔

''بے شک، لیکن کیا تم اپنے باپ کو احمق سمجھتی ہو میلسینا...... میں نے پوری زندگی مہمات میں گزاری ہے۔ پال ہیوگو جیسے دو کوڑی کے انسانوں کو میں نے کبھی کچھ نہیں گردانا وہ کچھ نہیں لے جا سکا۔''

''یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں ڈیڈی۔''

''اس لیے کہ اصل نوادرات میرے پاس موجود ہیں۔ جو کچھ وہ لے گیا ہے وہ ان کی نقل یا معمولی اشیاء ہیں۔''

''ڈیڈی......!''

لڑکی نے خوشی کے عالم میں کہا۔

''بے وقوف لڑکی، میں نے دھوپ میں بال سفید نہیں کیے۔ پال پر میں نے روز اول سے اعتبار نہیں کیا۔ میں نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو صرف مزدوروں کی حیثیت دی ہے۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں تھے۔''

''اصل نوادرات کہاں ہیں......''

''اسی تہہ خانے میں جہاں تابوت رکھے ہیں۔ ایک اونچے تابوت کے نیچے۔'' بوڑھے نے جواب دیا۔

''لیکن آپ نے ان کی نقل کہاں سے حاصل کر لی ڈیڈی!''

''قاہرہ کے بازاروں میں سب کچھ ملتا ہے۔''

''تب ٹھیک ہے ورنہ میں تو......''

لڑکی جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگئی۔ بوڑھے نے کہا۔

''لیکن اب ہمیں یہ عمارت چھوڑنا ہوگی۔ پال ہیوگو کو بہت جلد یہ پتہ چل جائے گا کہ اس کی مکاری نے اسے ڈبو دیا ہے۔ ایمانداری سے کام کرتا تو اسے آدھا حصہ مل جاتا۔ اب وہ کھسیانی بلی بن کر لوٹے گا' لیکن ہم اسے نہیں ملیں گے۔''

''آپ کا خیال درست ہے ڈیڈی...... کب نکلیں گے یہاں سے۔''

''کل دن میں، تم بے فکر رہو میں تمام انتظام کر لوں گا۔ پال ہیوگو اس معاملے میں اول نمبر کا گدھا ہے۔''

''میں تو حواس کھو بیٹھی تھی ڈیڈی۔''

''آرام کرو بیٹے، مجھے ایسے ہزاروں واقعات کا سامنا کرنا پڑا ہے، لوگ ایسے ہی ڈاکٹر فوسٹر کو مہم جو نہیں تسلیم کرتے۔'' بوڑھے نے ہنس کر کہا۔

میں وہاں سے ہٹ آئی۔ میں آرام نہیں کر سکتی تھی۔ یہ سب کچھ میرے لیے بھی لمحہ فکریہ رکھتا تھا۔ اسی بہتی ندی سے میں بھی کچھ ہاتھ دھولوں یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ میری مصیبتوں کا دور کتنا طویل ہے۔ ٹھیک ہے میرے بارے میں جو پیش گوئیاں ہوئی ہیں وہ مجھے زندہ رکھیں گی۔ مگر زندہ رہنے کے لیے انتظامات کہاں سے ہوں گے۔ یہ نہیں معلوم تھا۔ مجھے تو متحرک ہونا ہی پڑے گا۔ پھر روشاق کی دشمنی، روشاق کی [illegible] یم نہ کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ اب تک مجھ سے ملاقات کرنے والے تمام افراد سے زیادہ طاقتور تھا اور اپنے کہے کو نبھانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ لیکن جن شرائط پر وہ میری مدد کرنا چاہتا تھا۔ وہ مجھے قبول نہیں تھیں۔ کم از کم اپنے خون سے اتنی وفا تو کرنی چاہیے تھی مجھے۔

میں نے تہہ خانے کا رخ کیا اور وہاں پہنچ گئی۔ میرا تابوت خالی تھا۔ دوسرے تابوت میں

تاریخ مصر کا ایک کردار سو رہا تھا۔ تیسرے تابوت میں کیا ہے۔ یہ دیکھنے کی خواہش میرے دل میں بیدار ہی نہیں ہوئی تھی۔ یہی تابوت اونچا تھا۔ اس میں پائے لگے ہوئے تھے اس کے نیچے مجھے چمڑے سے بنے ہوئے چند تھیلے ملے اس میں سے ایک تھیلے میں مصر سے متعلق دستاویزات تھیں۔ کچھ انتہائی بوسیدہ لوح جن پر عبرانی زبان کی تحریریں تھیں۔ دوسرے تھیلے میں قدیم زیورات، تیسرے تھیلے میں سونے کے سکے، خالص سونا معلوم ہوتا تھا بس یہی تھیلا میں نے اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس کے بعد میں نے اپنی وہی کمین گاہ آباد کر لی اور سو گئی۔

دوسرے دن نجانے کب تک سوتی رہی تھی۔ جاگی اور روشن دان سے دوسری طرف دیکھا تو آنکھیں چندھیا گئیں۔ سورج خوب چڑھ چکا تھا۔ نہ جانے کیا وقت ہو گیا۔ باہر کے لوگ یاد آئے ڈاکٹر فوسٹر دوسرے دن جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ پتا نہیں جا چکا ہے یا موجود ہے۔ اتنی دلیری کا مظاہرہ نہ کر سکی کہ اسے جا کر دیکھوں۔ چنانچہ وہیں وقت گزارتی رہی۔ جو کچھ باسی چیزیں بچی تھیں، انہیں کو زہر مار کیا۔ پھر جب دو اڑھائی گھنٹے گزر گئے اور عمارت کے سامنے کے حصے میں کوئی تحریک نظر نہیں آئی تو میں دو چھتی سے نیچے آ گئی۔ پھونک پھونک کر قدم رکھتی ہوئی پہلے کمروں کی قطار کے عقب میں پہنچی اور وہاں سے اندر جھانکا۔ تمام کمرے غیر آباد تھے اور ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ پھر سامنے رک کر جائزہ لیا۔ پتہ چل گیا کہ ڈاکٹر فوسٹر جا چکا ہے۔ تہہ خانے سے دو تابوت غائب تھے۔ تیسرے تابوت کو وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اب یہ عمارت خالی ہو چکی تھی لیکن میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب میں اسے اپنا مسکن بناؤں گی کم از کم اس وقت تک جب تک کوئی اور اس میں آ کر آباد نہیں ہو جاتا۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔ اس کے بعد اصل جگہ یعنی کچن دیکھا۔ میرے اندازے کے مطابق وہاں جھاڑو پھری ہوئی تھی۔ وہ سب کچھ لے گئے تھے۔ میں وہاں سے باہر نکل آئی تھی۔

سورج کی کیفیت کوئی تین بجے کا احساس دلا رہی تھی۔ مجھے باعمل ہو جانا چاہیے۔ زندگی گزارنا اتنا آسان نہیں ہوتا کہ بس جان کا خوف کھاتے رہو۔ باہر کی فضائیں مسموم تھیں۔ عشان اور فیصل میرے دشمن تھے۔ قاہرہ کی پولیس کو میری تلاش تھی۔ لیکن یہاں ایسے ہی تو زندگی نہیں گزاری جا سکتی۔ عمارت کے نلوں میں پانی موجود تھا۔ غسل خانہ بھی تھا۔ گو غلیظ اور ناقابل استعمال لیکن سب کچھ گوارہ تھا۔ وہ ناز و نخرے کبھی کے بھول چکی تھی جس میں پرورش پائی تھی۔ غسل کیا اور پھر بے چاری مس میلسینا کا دوسرا لباس زیب تن کر کے عمارت کے عقبی حصے کی جانب بڑھ گئی۔ کوئی چھ فٹ اونچی دیوار کودنا میرے لیے مشکل نہیں ہوا۔ آس پاس کوئی عمارت نہیں تھی اور یہ اجاڑ باغ جیسی جگہ پھیلی ہوئی تھی۔ البتہ جب سامنے کے حصے میں آئی تو خاصی آبادی دیکھی۔ میں پراطمینان قدموں سے آگے بڑھنے لگی۔ تھوڑی ہی دور پہنچی تھی کہ عمر رسیدہ عورت اور مرد نظر آئے۔ دونوں غیر مقامی نظر آتے تھے۔ میں ان کی طرف بڑھ گئی اور میں نے خوش اخلاقی سے انہیں ہیلو کیا

اور پوچھا۔

''معاف کیجئے کیا آپ لوگ اسی علاقے میں رہتے ہیں۔''

''ہاں وہ سامنے والا گھر ہمارا ہے۔'' عورت نے ایک سمت اشارہ کر کے کہا۔

''تب آپ ضروری میری مدد کر سکتی ہیں۔ محترم خاتون لیکن آپ مصری نہیں معلوم ہوتیں۔''

''ہمارا تعلق یمن سے ہے۔'' مرد نے کہا۔

''کیا آپ لوگ ڈاکٹر فوسٹر کو جانتے ہیں؟''

''ڈاکٹر فوسٹر......؟'' نہیں ہماری ان سے واقفیت نہیں ہے۔''

''اس سامنے والی عمارت میں رہتے ہیں وہ جس کا دروازہ بے رنگ اور بند ہے۔'' میں نے اشارہ کیا اور انہوں نے میرے اشارے پر عمارت کے دروازے کو دیکھا پھر خوفزدہ ہو گئے۔

''اس عمارت میں......؟'' عورت نے بھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا۔

''یقیناً اسی میں......''

''تمہیں شدید غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ عمارت پچھلے دس سال سے غیر آباد ہے۔ سورج چھپنے کے بعد لوگ اس کے سامنے سے نہیں گزرتے تم اس میں کسی کے رہنے کی بات کر رہی ہو۔''

''لیکن میں نے ڈاکٹر فوسٹر کو پچھلی رات اسی عمارت کے سامنے ٹیکسی سے اترتا دیکھا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ کسی اور عمارت میں چلے گئے ہوں!''

''ایسا ہی ہوگا بے بی۔ وہ عمارت تو آسیب زدہ ہے کوئی ادھر نظر بھر کر بھی نہیں دیکھتا...... رہنا تو درکنار......''

''عمارت کا مالک بھی یہاں نہیں رہتا۔''

''وہ مر چکا ہے اور اب یہ عمارت سرکاری تحویل میں ہے۔ اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔''

''بے حد شکریہ۔ ہو سکتا ہے ڈاکٹر فوسٹر کہیں اور رہتے ہوں۔ ضرور مجھے غلط فہمی ہوئی ہے...... یہ کون سا علاقہ کہلاتا ہے؟''

''الحملان۔'' مرد نے جواب دیا۔

''کیا یہاں آس پاس ٹیکسی مل سکتی ہے؟''

''سامنے کی طرف معروف سڑک ہے وہاں سے مل جائے گی۔''

میں نے ایک بار پھر ان لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور آگے بڑھ گئی۔ آسیب زدہ عمارت۔ میں نے وہاں کے آسیب سے ملاقات نہیں کی تھی۔ بہرحال ان دشمن انسانوں سے تو بہتر ہی ہوں گے۔ اس لیے ان کے ساتھ، گزارہ کیا جا سکتا ہے۔

''سامنے کی سمت آ گئی۔ درحقیقت ایک معروف شاہراہ میرے سامنے آ گئی تھی۔ اس شاہراہ پر مجھے ایک ٹیکسی سامنے ہی نظر آ گئی۔ ڈرائیور سیاہ رو اور چہرے سے خوش مزاج نظر آتا تھا۔ میں

ٹیکسی کے قریب پہنچ گئی۔

''یس میم، آیئے کہاں جانا ہے۔'' اس نے خوش اخلاقی سے کہا۔ میں نے سونے کا ایک سکہ نکال کر زور سے بانٹ پر رکھ دیا۔ ڈرائیور نے تعجب سے میری اس حرکت کو دیکھا۔ پھر سکے کو۔ پھر وہ سکے پر جھک گیا۔ اس نے اسے ہاتھ میں اٹھا کر آنکھوں کے قریب کیا۔ پھر ہتھیلی پر گھس کر دیکھا اور تھوک نگل کر بولا۔

''سونے کا ہے۔''

''خالص سونے کا۔ کیا تم اس کے مالک بننا چاہتے ہو۔''

''کیسے بن سکتا ہوں؟''

''میرے پاس ایسے چھ سکے ہیں۔ ایک سکہ تمہارا باقی پانچ سکوں کی قیمت مجھے دلوا دو۔ لیکن ......'' میں نے آواز خوفناک بنالی۔

''نہیں مم ...... میں شریف آدمی ہوں۔ اگر آپ خوشی سے یہ سکہ مجھے دیں گی تو قبول کرلوں گا ورنہ میری زندگی اس سے کہیں قیمتی ہے۔

''یہ سکہ اسی وقت میں تمہیں خوشی سے دے سکتی ہوں۔ جب تم مجھے باقی سکے فروخت کرنے کی محفوظ جگہ بتا سکو۔''

ڈرائیور نے مجھے غور سے دیکھا۔ پھر بولا۔

''سیاح ہوں؟''

''اگر ہوں تو......؟'' میں نے سوال کیا۔

''میں سمجھ گیا ہوں۔ کبھی کبھی سیاحوں کو مقبروں سے کچھ دستیاب ہو جاتا ہے اور جب قلاش ہو جاتے ہیں۔ تو ایسے نوادرات فروخت کر دیتے ہیں۔ یہاں ایک مارکیٹ ایسی ہے جو ان سیاحوں کی مددگار ہوتی ہے اور ایسی چیزوں کی بہتر قیمت ادا کر دیتی ہے۔ دوسری صورت میں یہ نہایت مشکل کام ہوتا ہے۔''

''چلیں ......؟'' میں نے پوچھا اور اس نے ٹیکسی کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔

کوئی مشکل بھی پیش آسکتی تھی۔ لیکن اول تو میں نے صرف چھ سکے اپنے پاس رکھے تھے اور پھر یہ خطرہ مول لینا ہی تھا ورنہ کس کے سہارے تلاش کرتی اس لیے کسی قدر بے فکر ہوگئی تھی۔ ڈرائیور واقعی شریف آدمی تھا۔ اس نے پوری ایماندار سے سارا معاملہ طے کرا دیا اور میری جیب میں کافی زیادہ مصری پونڈز آ گئے تھے۔ ایک سکہ میں نے پوری ایمانداری سے ڈرائیور کو دے دیا تھا۔ سکہ خریدنے والے دکاندار نے مجھے دعوت دی تھی کہ اگر قیمتی ظروف اور دوسری نادر اشیاء میرے پاس موجود ہوں تو اس کے سوا کسی سے رجوع نہ کروں اس نے مجھے اپنا کارڈ بھی دے دیا تھا۔ پھر میں نے نہایت اعتماد کے ساتھ قاہرہ کے بازاروں سے خریداری کی۔ کچھ مقامی طرز کے لباس، میک

اپ کا سامان ایک دو برتن، جوتوں کے دو جوڑے اور ایسی ہی دوسری اشیاء جن میں کافی، شکر، دودھ اور خشک خوراک شامل تھی۔ بس اتنا وزن رکھا تھا جسے میں اٹھا سکوں......

شام کے جھٹ پٹوں میں ایک ٹیکسی نے مجھے الحملان کے مصروف علاقے میں اتار دیا اور میں چھپتی چھپاتی آسیب زدہ عمارت کے عقب میں آ گئی۔ سامان کے تھیلے دیوار کی دوسری طرف پھینک کر میں خود بھی اندر کود گئی۔ لیکن رہائش کے لیے میں نے وہی دو چھتی منتخب کی تھی۔ کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی تھی۔ سامان وغیرہ بھی اس پر محفوظ تھا۔ کچن کو ضرورت کے تحت استعمال کرنا مناسب تھا۔ چنانچہ ہمت کر کے میں نے کچن میں کافی بنائی اور اسے بڑے کپ میں بھر کر واپس آ گئی۔

رات ہو گئی عمارت کے آسیب شاید میرے لیے دل میں اچھے جذبات رکھتے تھے اس لیے وہ مجھ سے تعاون کر رہے تھے...... دیکھیں یہاں کب تک بود و باش ہے۔

❖❖❖

دو دن تک اس عمارت سے باہر نہیں نکلی اور اس دوران کسی نے ادھر کا رخ نہیں کیا تھا، البتہ اس تنہائی اور ویرانی نے خود مجھے آسیب بنا دیا تھا، دل پر ایک خفقانی کیفیت طاری رہنے لگی تیسرے دن موت کی حد تک بیزار ہوگئی کچھ نئے فیصلے کیے۔

غسل کر کے خریدے ہوئے لباسوں میں سے ایک لباس پہنا' دوسرے لباس پیک کر کے ساتھ لے لیے۔ بیس سکے ساتھ لیے اور خاصا حلیہ بدل کر باہر نکل آئی، مصری طرز کے لباس میں نقاب کی خوبی نے مجھے سب سے زیادہ فائدہ پہنچایا تھا۔ بس عمارت سے باہر نکلنے کے لیے ذرا سی زحمت ہوئی اس کے بعد سب ٹھیک تھا۔ نوادرات کی خریداری والے بازار میں سکے فروخت کر کے میں نے رقم حاصل کی اور پھر کئی ٹیکسیاں بدل کر بالآخر ایک درمیانہ درجے کے ہوٹل پہنچ گئی جہاں خاتون فیروزہ کی حیثیت سے میں نے ایک کمرہ حاصل کیا اور اس میں پہنچ گئی۔ مجھے اب احساس ہو رہا تھا کہ خود اعتمادی بڑی چیز ہوتی ہے، جب تک خوف کھاتے رہو کچھ نہ کر پاؤ گے کچھ کرنے کے لیے میدان میں قدم رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اب میں نے حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ قاہرہ میں رہنا ہے، وہ وقت پورا کرنا ہے جو مجھ پر مسلط کر دیا گیا ہے، تو پھر آزادی سے رہوں۔ سنہرے سکے بڑی تعداد میں تھے، طویل عرصے تک ساتھ دے سکتے تھے بس احتیاط سے خرچ کرنا ضروری تھا۔

ہوٹل آ کر سکون ملا تھا، کم از کم انسانوں کی صورتیں میری خفیہ پناہ گاہ تھی کسی مشکل وقت میں ادھر کا رخ کر سکتی تھی، یہاں کافی وقت سکون سے گزرا ایک کھڑکی سامنے سڑک پر کھلتی تھی وہاں سے باہر کا نظارہ کر لیتی تھی۔

یہاں قیام کے تیسرے دن مجھے کچھ اور سوجھی، میں نے پروفیسر اناطور کی تلاش کے لیے ان کے ہوٹل فون کیا اور ان کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کی لیکن آپریٹر نے الٹے مجھ سے سوالات شروع کر دیئے۔

''آپ کون ہیں خاتون ؟ اگر اناطور سے آپ کا کوئی تعلق ہے تو براہ کرم الجزائر کے سفارتخانے سے رابطہ قائم کیجیے۔ وہاں سے ہمیں ہدایات دی گئی ہیں۔

وہ ہوٹل واپس نہیں آئے۔

طویل عرصہ ہو گیا، ان کا کمرہ ہوٹل کے قوانین کے تحت خالی کرا لیا گیا ہے اور ان کا سامان سفارت خانے کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ آپ اپنے بارے میں بتانا پسند کریں گی۔''

''سوری۔'' میں نے کہا اور فون بند کر دیا، مجھے یقین تھا کہ اناطور اب اس دنیا میں نہ ہو گا۔ روشاق نے دعویٰ کیا تھا کہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ کیسی قیمتی زندگیاں ضائع ہوئی ہیں اس انوکھے کھیل میں، یہ لوگ بھی عجیب ہوتے ہیں شوق جنون کی شکل اختیار کر جائے تو کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اختتام کیا ہو۔!

پھر عسکری یاد آیا...... وہ بھی میرے لیے جنونی ہی ہو گیا تھا، خدا کرے خیریت سے ہو، ممکن ہے روشاق کے ہاتھ لگ گیا ہو اس کے بارے میں کہیں سے معلومات حاصل ہونی چاہیے۔ جاوید عالی ذہن میں آیا اس سے رابطے کا نمبر میرے پاس موجود تھا، میں نے اس کا نمبر بھی گھما ہی ڈالا۔ دوسری طرف کسی اور کی آواز سنائی دی۔ لیکن مجھ اردو اسپیکنگ خاتون کے ساتھ تعاون کیا گیا اور چند لمحات کے بعد جاوید عالی فون پر آ گیا۔

''کون صاحبہ ہیں؟''

''آپ کی مجرم ہوں، جاوید صاحب، نشاء دانش۔''

''خدا کی پناہ...... آپ...... ! آپ عجیب خاتون ہیں کہاں ہیں آپ؟ جانتی ہیں آپ نے اپنے لیے کیا عذاب مول لے لیا ہے۔''

''جانتی ہوں جاوید صاحب۔''

''آخر کہاں غائب ہو گئیں آپ...... ؟ یوں لگتا ہے جیسے آپ کو مصیبتیں خریدنے کا شوق ہو۔ اب تو ہمارے لیے بھی آپ کو سزا سے بچانا مشکل ہو گا۔ آپ حکومت مصر کی مجرم بن چکی ہیں۔''

''میں جانتی ہوں۔''

''ہم الگ مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ آپ کو جاسوس قرار دیا جا رہا ہے اور ہم پر، آپ سے تعاون کا الزام لگایا جا رہا ہے۔''

''مجھے بے حد افسوس ہے، کیا مسٹر عسکری بھی آپ سے نہیں ملے۔؟''

''نہ صرف وہ بلکہ اب تو اناطور کے بارے میں بھی ہم سے پوچھا جا رہا ہے۔ وہ بھی گم ہیں اور ان کے سفارتخانے کو ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم، مس نشاء دانش آپ فوراً سفارت خانے پہنچیں ورنہ پھر ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔ اگر کسی مشکل کا شکار ہیں تو جلدی بتایئے تاکہ پولیس سے مدد حاصل کر کے آپ کی گلو خلاصی کرائی جا سکے۔''

''عسکری کا کوئی پتہ نہیں ہے؟''

''بالکل نہیں۔ اسے آپ کا مفرور ساتھی قرار دیا جا رہا ہے۔''

''او کے مسٹر جاوید عالی۔ خدا حافظ۔'' میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

''کیسا عجیب کھیل ہے کتنے لوگ پریشان ہو گئے ہیں میری وجہ سے، لیکن میرا کیا قصور ہے۔ میں خود بھی تو بے گناہ ہوں۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

البتہ دوسرے دن میں ہوٹل سے باہر نکل آئی۔ مقامی لباس تھا چہرہ نقاب میں پوشیدہ تھا۔ ایک ٹیکسی لے کر چل پڑی۔ تقریباً سارا دن قاہرہ کے مختلف پارک اہرام، ابوالہول ریونیو اور دوسرے مقامات پر گزارا۔ آنکھیں عسکری کو تلاش کر رہی تھیں لیکن مجھے یقین نہیں تھا کہ وہ اس طرح مل جائے گا، اس بار وہ بھی مجھے کھو بیٹھا ہے، یا اب وہ مجھ سے بالکل روٹھ گیا ہے، اس دن کے بعد ممکن ہے اس نے مجھ پر لعنت بھیج دی ہو۔

خاصی رات گئے واپسی ہوئی، کوئی مشکل نہیں پیش آئی تھی لیکن دل میں یہ خیال ضرور تھا کہ زیادہ عرصہ مطمئن نہ رہ سکوں گی۔ روشاق سے دشمنی کا اعلان کر دیا تھا۔ سب مجھ سے غافل ہو جائیں لیکن وہ مجھے نظر انداز نہیں کرے گا۔

پچیس سکوں کے عوض جو رقم حاصل ہوئی تھی وہ ساتھ چھوڑتی جا رہی تھی، اب رقم کی ضرورت تھی حالانکہ جان نکلتی تھی، وہ چور بازار ہی سہی لیکن یہ خطرناک کام تھا۔ اگر پولیس کے ہاتھ لگ گئی تو سب کچھ چوپٹ ہو جائے گا۔ جاوید عالی کی باتیں نظر انداز نہیں کر سکتی تھی' لیکن اور کوئی ذریعہ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ عمارت سے مزید سکے لانے کا فیصلہ کر لیا۔ شام کا وقت طے کیا تھا جھٹپٹے میں ہوٹل سے نکلی تھی۔ باہر زندگی پر ہجوم تھی حسین قاہرہ گہما گہمی کی آغوش میں تھا ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ گئی اور ڈرائیور سے کہا۔

''الحملان۔''

ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ الحملان کے علاقے کو اب اچھی طرح پہچان گئی تھی، جب شاہرہ پر پہنچی تو میں نے کہا۔

''عقبی سمت چلو۔''

ڈرائیور نے چونک کر مجھے دیکھا، پھر کسی قدر ہچکچاتے ہوئے انداز میں ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ سڑک کے درمیانی فاصلے کو طے کر کے وہ عقبی حصے میں آیا اور کسی قدر کانپتے ہوئے لہجے میں بولا۔

''اب کہاں......؟''

''آگے چلو......!'' میں نے کہا پھر میں نے ٹیکسی ویران عمارت کے سامنے رکوائی اور دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔

''کتنی رقم ہوئی۔'' میں نے پرس کھولتے ہوئے کہا۔ مگر میرے نیچے قدم رکھتے ہی ڈرائیور نے ٹیکسی طوفانی رفتار سے بھگا دی۔

میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا تھا۔ شاید بے چارہ اس عمارت سے واقف تھا، تاریکی میں ڈوبی

ڈوبی عمارت بے حد بھیانک لگ رہی تھی مگر اس کے آسیبوں سے میری دوستی تھی۔ چنانچہ اندر داخل ہوگئی، صحن عبور کر کے اندر پہنچی، پوری عمارت سائیں سائیں کر رہی تھی۔ معمولی دل گردے والا اس عمارت میں قدم بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔ میں نے برآمدہ عبور کر کے اندر قدم رکھا اور اچانک میری چھٹی حس نے مجھے احساس دلایا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ سمجھنے بھی نہ پائی تھی کہ اچانک کئی مضبوط ہاتھوں نے مجھے چاروں طرف سے گرفت میں لے لیا۔

میرے حلق سے دہشت بھری چیخ نکل گئی، عمارت کے آسیب آج سرکشی پر آمادہ تھے۔ اس عمارت میں، میں نے کئی راتیں تنہا گزاری تھیں اور کبھی کسی آسیب سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔ لیکن آج شاید مجھے آسیبوں نے دبوچ لیا تھا۔ پھر ان میں سے ایک آسیب نے لرزتی آواز میں کہا۔

''لڑکی ہے۔'' یہ آسیب انگریزی بول رہا تھا۔

''کیا میلسینا ہے؟'' دوسرے آسیب نے پوچھا۔

''پتہ نہیں۔''

''روشنی میں لے چلو۔'' تیسرے آسیب نے کہا اور وہ لوگ مجھے اسی طرح دبوچے ہوئے اندر لے گئے۔ ذہن بے قابو نہیں ہوا تھا' انگریزی زبان اور میلسینا کے نام نے دل کو ڈھارس دی کہ معاملہ آسیبی نہیں ہے بلکہ دوسرا چکر ہے۔

میں ان کے ہاتھوں میں بے بس تھی۔ لیکن ذہن نے برق رفتاری سے ساتھ دیا۔ وہ اگر میلسینا کا نام لے رہے ہیں تو ممکن ہے ڈاکٹر فوسٹر سے ان کا تعلق ہے۔ اتنا یقین تھا کہ وہ مجھے پہچان نہیں پائیں گے۔ انہوں نے تو مجھے تابوت میں لیٹے لاش کی شکل میں دیکھا تھا۔ اس وقت کے اور اب کے چہرے میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ اس لیے پہچاننا مشکل تھا۔ لیکن دوسری مشکلات پیش آ سکتی تھیں۔ کمبخت کوئی بھی مشکل کھڑی کر سکتے تھے۔ اس لیے کیوں نہ انسانی فطرت کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا جائے۔ میں اگر انہیں آسیب سمجھ کر خوف زدہ ہوگئی تو کیا یہ خوف ان کے دل پر طاری نہیں کیا جا سکتا۔ بس ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا تھا۔

کمرے میں ایک لیمپ روشن تھا جسے اس طرح چھپا کر رکھا گیا تھا کہ اس کی روشنی باہر نہ جائے۔ اسی لئے باہر سے میں یہ روشنی نہیں دیکھ سکتی تھی۔ لیکن مجھے اندر لانے کے بعد انہوں نے تیز روشنی کر دی۔ میرا اندازہ اگر غلط نہیں تو وہ پال ہیوگو اور اس کے ساتھی تھے۔ انہوں نے مجھے اندر لا کر چھوڑ دیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے اپنی اداکاری کا آغاز کر دیا۔ خوف زدہ ہونے کے بجائے میں نے اپنے ہونٹوں پر تضحیک آمیز مسکراہٹ سجائی اور انہیں ملا کر دیکھنے لگی۔ ایک لمحے میں ان کے خدوخال بدل گئے اور وہ میرے انداز سے نروس ہو گئے ان میں سے ایک نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

''نہیں یہ وہ نہیں ہے۔''

''پھر یہ کون ہے؟''

''پپ۔ پتہ نہیں۔''

''کون ہوتم؟'' اس بار اس شخص نے ایک قدم آگے بڑھ کر پوچھا، جو میرے خیال میں پال ہیوگو تھا۔ میں نے اپنا منصوبہ مکمل کرلیا تھا چنانچہ میں نے عبرانی زبان میں کہا۔

''اناتم سلاطیہ۔ کیا تم مجھے جانتے ہو۔''

اس کے ساتھ ہی خوف زندہ ہونے کے بجائے میں بھی ایک قدم آگے بڑھی تھی، پال ہیوگو گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

''یہ...... یہ کون سی زبان بول رہی ہے مصری زبان تو نہیں۔'' اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''عبرانی زبان ہے مسٹر پال۔'' دوسرے آدمی نے سرگوشی میں کہا۔

''کیا کہہ رہی ہے؟''

''پتہ نہیں۔'' وہ سب بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئے تھے اور ان کے چہروں سے خوف ہویدا ہونے لگا تھا پھر بھی پال ہیوگو نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہم...... ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے۔ دراصل کچھ دن پہلے ہمارا قیام اسی عمارت میں تھا۔ ہمارے ایک ساتھی نے ہمیں بہت بڑا دھوکہ دیا ہے ہم اسی کی تلاش میں آئے تھے۔ اگر تمہارے ساتھ کوئی زیادتی ہوگئی ہو تو ہم معافی چاہتے ہیں۔''

''میرا دل چاہتا ہے تمہیں سزا دوں لیکن میں جانتی ہوں کہ تم بے قصور ہو اس لیے معاف کرتی ہوں۔'' میں نے بدستور عبرانی زبان میں کہا۔ یہ زبان پراسرار طور پر مجھے آگئی تھی، لیکن اس وقت خوب ساتھ دے رہی تھی۔

''پال ہیوگو نے پھر بھی ہمت سے کام لیا اور بولا۔

''مگر تم ہو کون؟''

میں نے ابتداء میں ہی اس کا اظہار کیا تھا جیسے میں ان کی باتیں سمجھ رہی ہوں مگر اپنی زبان بول رہی ہوں۔ انہیں خوش کرنے کے لیے میں نے کچھ اور کارروائی کی اور آگے بڑھ کر وہ لیمپ اٹھا لیا جو پہلے اسے روشن تھا۔ پھر انہیں اس نگاہ سے دیکھا جیسے اپنے ساتھ آنے کی دعوت دے دی ہوں۔ اس کے بعد میں آگے بڑھ گئی ان کے اعصاب کشیدہ ہو گئے تھے اس کے باوجود نجانے کس امید پر وہ سب سہمے سہمے میرے پیچھے چل پڑے۔ میں بھی ستم ظریفی کے موڈ میں آگئی تھی چنانچہ میں روشنی لیے ہوئے سیدھی تہہ خانے میں پہنچی۔ ان کے قدموں کی آوازیں پیچھے سن رہی تھی۔ تہہ خانے میں خالی تابوت موجود تھا، میں نے لیمپ ایک اونچے مقام پر رکھا اور پراسرار انداز میں چلتی ہوئی تابوت کے پاس پہنچ گئی۔ اس کا ڈھکن کھولا اور اطمینان سے اس میں داخل ہو کر لیٹ گئی پھر

ڈھکن بند کر دیا، دل میں لطف لے رہی تھی، وہ لوگ کسی طور خطرناک نہیں تھے یا اگر خطرناک تھے بھی تو اس وقت ان کے حواس گم تھے۔ میں کان لگائے باہر کی آوازیں سن رہی تھی ان کی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا۔ سانسوں کی بازگشت سنائی دے رہی تھی۔ لیکن سب پر سکتہ طاری تھا۔ کوئی ایک منٹ کے بعد سکوت ٹوٹا کسی نے سرسراتے لہجے میں کہا۔

''کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔''

''تمہیں اس کے چہرے کے نقوش یاد نہیں آئے۔'' دوسری آواز نے کہا۔

''ساحل نیل کے قریب مقبرے سے ہم ایک ممی لائے تھے۔''

''ہاں بالکل۔''

''یہی نقوش تھے۔ یہی وہ ممی ہے۔''

''مگر کیا...... وہ......'' گھٹی گھٹی آواز ابھری۔

''لیمپ اٹھاؤ۔'' یہ آواز پال ہیوگو کی تھی۔ کسی نے اسے لیمپ اٹھا کر دے دیا۔

''میں پال ہیوگو کے آگے بڑھنے کی آواز سن رہی تھی۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ ڈھکن اٹھایا۔ میں نے حتی الامکان بھیانک چہرہ بنا لیا۔ زبان منہ سے نکال کر دانتوں کی طرف ٹیڑھی کر لی۔ آنکھیں انتہائی حد تک پھاڑ لیں۔ ناک چڑھا لی، پتا نہیں کیسا چہرہ بن گیا تھا لیکن پال ہیوگو کی چیخ اتنی بھیانک تھی کہ میں خود ڈر گئی، اس نے لیمپ میری طرف پھینکا اور چیختا ہوا باہر بھاگا، لیڈر کا یہ عالم ہوا تھا تو ساتھیوں کا کیا ہوگا۔ اصل میں یہ ماحول کا اثر تھا' خوب سوجھی تھی مجھے ورنہ نجانے کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ میں بے اختیار ہنستی رہی تھی' لیکن اس سے میرے اندر اعتماد بھی بیدار ہوا تھا۔ یہ حق صرف دوسروں کو ہی حاصل نہیں تھا کہ مجھے پریشان کرتے رہیں، میں خود اگر تھوڑی سی ہمت سے کام لوں تو خود کو پریشان کرنے والوں سے بدلہ لے سکتی ہوں۔

کچھ دیر انتظار کے بعد تابوت سے باہر نکل آئی۔ تہہ خانے میں دوبارہ اندھیرا چھا گیا تھا کیونکہ لیمپ گر کر بجھ چکا تھا۔ لیکن مجھے راستہ معلوم تھا اس کے باوجود ہر آہٹ کا خیال رکھنا تھا، چند منٹ میں اندازہ ہو گیا کہ اب وہاں کسی کا وجود نہیں ہے۔ پوری طرح اطمینان کر کے اپنے خزانے کی طرف بڑھ گئی، چرمی بیگ محفوظ تھا، میں نے اسے قبضے میں کیا اور عمارت سے باہر نکل آئی۔ ٹیکسی کے حصول کے لیے مجھے کافی پیدل چلنا پڑا۔ کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا اور میں ہوٹل پہنچ گئی۔

پھر کئی دن خاموشی سے گزر گئے۔ ہوٹل نہایت پسماندہ تھا کوئی اچھا مسافر ادھر کا رخ نہیں کرتا تھا' اس لیے عملہ بھی مہمانوں کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتا تھا۔ میں نے اپنا خزانہ بڑی احتیاط سے پوشیدہ کر دیا لیکن اب پھر اکتاہٹ کا شکار ہو گئی تھی۔ اخبارات میں بھی اب کوئی خاص خبر نظر نہیں آئی تھی، مجھے شدت سے کسی شناسا کی ضرورت محسوس ہونے لگی کوئی تو ہو جس سے کچھ بات چیت کروں، عسکری سے تو اب بالکل مایوس ہو گئی تھی۔ اپنا تجزیہ کر کے خود ہی یہ بات محسوس کر لی تھی

کہ میں ذہنی طور پر خود کو قاہرہ میں قیدی کی حیثیت سے قبول کر چکی ہوں۔ اب نہ تو وطن کا خیال آتا تھا اور نہ ہی یہاں سے باہر نکلنے کا کوئی تصور۔ بس ایک نامعلوم انتظار تھا۔

پھر اس گھٹن سے تنگ آ گئی اور کئی دن کے بعد تیار ہو کر باہر نکل آئی۔ باہر کی فضا کافی خوشگوار محسوس ہوئی تھی۔ کچھ دیر پیدل چلتی رہی پھر ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ گئی۔

''جی میڈم؟'' ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''چلتے رہو مجھے کسی خاص جگہ نہیں جانا بس یونہی مصر کے بازاروں کی سیر کرنے نکلی ہوں۔'' میں نے کہا اور ڈرائیور نے ادب سے گردن جھکا دی۔

''ادھیڑ عمر کا آدمی تھا' لیکن انگریزی بہت صاف بول رہا تھا کچھ دور چل کر کہنے لگا۔

''میڈم سرزمین مصر سیاحوں کی جنت ہے لیکن مزاج کی بات ہوتی ہے یہاں آپ کو وہ ساحل نہیں ملیں گے جہاں مصنوعی زندگی بکھری ہوتی ہے یا پھر ایسی جگہیں جنہیں بے شک کافی محنت سے بنایا ہوتا ہے اور وہاں بس سیاحوں کے لیے تفریح کا سامان پیدا کر دیا جاتا ہے حالانکہ مصنوعی چیزیں کبھی روح کو سکون نہیں دیتیں جبکہ سرزمین مصر روحانی سکون کا مسکن ہے۔ یہاں کے مناظر میں صدیاں سانسیں لے رہی ہیں۔ شاید میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سرزمین مصر کی تاریخ ہی یہاں کا حسن ہے اور اگر سیاح خوش ذوق ہوں تو پھر انہیں اس سے زیادہ حسین جگہ اور کوئی نظر نہیں آئے گی۔'' میں نے ڈرائیور کی باتوں میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

''یوں لگتا ہے جیسے تمہارا واسطہ سیاحوں سے پڑتا رہتا ہے۔''

''یقیناً میڈم ٹیکسی چلاتا ہوں اور ہر طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ میڈم یہاں کے اہرام کھنڈرات اور دوسری عمارتیں اپنی تاریخ رکھتی ہیں کوئی بھی جگہ ایسی نہیں ہے جس کا کوئی پس منظر نہ ہو، لیکن بہت سی جگہیں ایسی ہیں جنہیں سیاح نظر انداز کر دیتے ہیں اور وہ گائیڈ بھی جو صرف تھیوری پڑھ کر لوگوں کی رہنمائی کیا کرتے ہیں، بے شمار ایسے کھنڈرات ہیں یہاں ایسی چیزیں موجود ہیں یہاں جن میں تاریخ کا حسن چھپا ہوا ہے، میں گائیڈ کا کام کرتا ہوں، میڈم ٹیکسی ڈرائیور اگر گائیڈ بھی ہو تو آپ یوں سمجھ لیجیے کہ بعض اوقات بہت کچھ دیکھنے کو مل جاتا ہے۔''

''یقیناً کیوں نہیں۔''

''اگر آپ حکم دیں تو میں آپ کو ویلی آف کنگز لے چلوں۔ بادشاہوں کی وادی، ہزاروں نگاہوں سے دیکھی گئی ہوگی' لیکن اس کے باوجود اس کا حسن ختم نہیں ہوتا اس کی تاریخ آج تک شاید کبھی مکمل نہ ہو سکی ہو۔''

میں نے کہا۔

''جہاں جی چاہے چلو، میں تو بس یونہی مٹر گشت کے لیے نکلی ہوں۔''

اس نے گردن ہلا دی۔ میں بے خیالی کے انداز میں کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی اور ٹیکسی اپنا

سفر طے کرتی رہی، ڈرائیور بہت بول چکا تھا چنانچہ اس نے خاموشی اختیار کر لی۔ مسافروں کے بہت زیادہ کان کھانا بھی بعض اوقات نقصان دہ ہوتا ہے۔ میری نگاہیں نہ جانے کیا تلاش کر رہی تھیں، بہت سے چہرے گڈمڈ تھے اور ان کے ساتھ ہی سرزمین مصر کے وہ جانے پہچانے نقوش جن سے میں گزر چکی تھی۔

سڑک سیدھی اور سنسان تھی بس کبھی کبھی کوئی گاڑی اوورٹیک کر کے آگے نکل جاتی تھی۔ کبھی سامنے سے آتی نظر آ جاتی تھی پھر اچانک ہی مجھے ایک خیال آیا بوریت کا شکار تھی، تنہائی جان لیوا ہو رہی تھی ایسے میں یہ خیال ایک دم سے دلکشی کا باعث بن گیا اور یہ خیال حادوش عبداللہ تھی اور حادوش عبداللہ نے کہا تھا کہ ''اس خوبصورت بچی کے لیے میرا دل کسی بات کی طرح کشادہ ہے۔ یہ بچی جب بھی میرے پاس آئے گی میں اسے خوش آمدید کہوں گا۔''

گویا اس کے امکانات ہیں کہ...... حادوش عبداللہ کا ساتھ حاصل ہو سکے، ایک نگاہ دیکھا تھا اس شخص کو، حسن و جمال کا مرقع تھا، یونانی خدوکال کا مالک زیادہ عمر بھی نہیں تھی، لیکن اس کے اندر عجیب سی بزرگی پائی جاتی تھی۔ اگر حادوش عبداللہ اپنے قول کے مطابق مجھے اپنے گھر میں پناہ دینے پر آمادہ ہو جائے تو کم از کم یہ تنہائی کا عذاب تو ختم ہو جائے گا چنانچہ میں ایک دم سنبھل گئی۔ میں نے ڈرائیور سے کہا۔

''مجھے اچانک ہی اپنا ایک عزیز یاد آ گیا ہے بادشاہ کی وادی کا ارادہ ترک کر کے ہمیں اس طرف چلنا ہے۔''

ڈرائیور نے ٹیکسی کی رفتار بہت سست کر دی اور اپنی عادت کے مطابق نرم روی سے بولا۔

''کیا میں ٹیکسی واپس موڑ لوں۔''

''نہیں نہیں چلتے رہو۔ حالانکہ میں ایک بار وہاں گئی ہوں، ہوسکتا ہے تمہیں تھوڑا سا ٹیکسی آگے پیچھے کرنی پڑے، میں اسے تلاش کرنا چاہتی ہوں۔''

''ضرور ضرور اس کی تو آپ بالکل فکر نہ کریں۔ جب تک آپ میری ٹیکسی میں تشریف فرما ہیں۔ میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کا پابند ہوں۔'' اس نے کہا اور میں نگاہیں جمائے اس راستے کو تلاش کرتی رہی جہاں سے گزر کر پروفیسر اناطور حادوش عبداللہ کے پاس پہنچا تھا۔ ہر چند کہ اس دن میں نے رستے پر توجہ نہیں دی تھی۔ لیکن اب میں پوری توجہ کے ساتھ اس جگہ کو دیکھ رہی تھی۔ پھر مجھے چھوٹی سی آبادی نظر آئی اور میں نے فوراً ٹیکسی ڈرائیور کو اس طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ چند ہی لمحات کے بعد ٹیکسی اس احاطے کے سامنے رک گئی جسے میں پہلے بھی دیکھ چکی تھی بالکل صحیح جگہ پہنچی تھی، یہاں میں نے ٹیکسی سے نیچے اتر کر ڈرائیور سے کہا۔

''مجھے افسوس ہے کہ ہم وعدے کے مطابق سیاحت نہ کر سکے۔ لیکن تم بددل نہ ہونا یہ رقم رکھو، میرا خیال ہے یہ آنے جانے کے لیے کافی ہوگی۔'' میں نے میٹر سے کوئی تین گناہ زیادہ رقم اس کے

حوالے کرتے ہوئے کہا۔

''یہاں اس نے کسی تکلف سے کام نہیں لیا تھا اس قسم کے لوگ اپنی سعادت مندی کے مظاہرے صرف اس لیے کرتے ہیں کہ مسافر خوش ہو کر انہیں ٹپ وغیرہ بھی دے دیں۔ میں نے اس بات کو اس کا حق سمجھا تھا اس نے کہا۔

''تو کیا میں واپس چلا جاؤں؟''

''ہاں چلے جاؤ۔'' میں نے اعتماد سے کہا۔ حالانکہ یہاں کوئی بھی مشکل واقعہ پیش آ سکتا تھا۔ ہوسکتا تھا حادوش عبداللہ عمارت میں موجود نہ ہو، ہوسکتا ہے وہ مجھے اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ نہ ہو، لیکن یہ خطرہ مول لینا ہی تھا۔ اگر وہ موجود نہ ہوا تب بھی میں یہاں انتظار کروں گی اب میں اس معاملے میں خاصی ڈھیٹ ہوگئی تھی، کیا کرتی اس ماحول میں اسی دنیا کے انوکھے لوگوں کے ساتھ گزارا کرنا تھا۔ منفرد رہ کر زندگی گزارنا بہایت مشکل کام ہوتا ہے اور اب مجھ میں اس کی سکت نہیں تھی، میں اپنے سارے اقدار سارے تصورات چھوڑ چکی تھی، دنیا نے مجھے جو رنگ دیئے تھے انہی رنگوں میں جی کر زندگی گزاری جاسکتی ہے ورنہ مشکلات کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

''ڈرائیور نے ٹیکسی موڑی اور مجھے سلام کر کے واپس چلا گیا۔ تب میں لکڑی کے ادھ کھلے گیٹ سے اندر داخل ہوگئی۔ وسیع و عریض بے ترتیب احاطے کا نظارہ پہلے بھی کر چکی تھی اگر اس خوبصورت جگہ کی ترتیب کر دی جاتی تو یہ ایک حسین لان کی شکل میں سامنے آ سکتی تھی۔ جوہڑ میں بدستور بطخیں تیر رہی تھیں میں آگے بڑھ کر عمارت کے نزدیک پہنچ گئی، پروفیسر اناطور نے داخل ہونے سے پہلے گھنٹی بجائی تھی۔ لیکن اس دن بھی سامنے کا دروازہ کھلا ہوا ہی تھا، میں گھنٹی بجائے بغیر آگے بڑھی اور اس شناسا ہال میں داخل ہوگئی جیسے اناطور کے ساتھ دیکھا تھا یہاں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی بلکہ یوں لگتا تھا جیسے اس دن کے بعد جس دن ہم یہاں آئے تھے کسی نے اس ہال میں قدم ہی نہ رکھا ہو، قیمتی قالین پر البتہ سوکھی ڈبل روٹی کے ٹکڑوں کا اضافہ ہوگیا تھا، پھلوں کے چھلکے کئی جگہ پڑے ہوئے تھے۔ صندل کے مجسمے اوندھے لڑھک گئے تھے ہر چیز بے ترتیب، میں نے ہال کے وسط میں کھڑے ہو کر جائزہ لیا۔ پھر اچانک ہی ایک احمقانہ خیال ذہن میں ابھرا کیوں نہ اس ہال کو درست کیا جائے۔ حالانکہ بہت ہی فضول خیال تھا۔ یہ اندازہ بھی نہیں ہوسکا تھا کہ صاحب خانہ گھر میں موجود ہے یا نہیں، اس کے علم میں آئے بغیر گھسی چلی آئی تھی۔ یہاں وہ مثل صادق آتی تھی کہ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔

اس دن بے شک حادوش عبداللہ بہت اچھی طرح پیش آیا تھا۔ اس کے الفاظ حوصلہ افزا تھے۔ پھر بھی کچھ آداب ہوتے ہیں کسی کے گھر آنے کے۔ ایک طریقہ ہوتا ہے، دیکھا جائے گا نتیجہ کچھ بھی ہو مجھے یہ کرنا چاہیے۔

بس کمربستہ ہوگئی، ادھر ادھر نگاہیں دوڑا کر بکھرے ہوئے کپڑوں میں سے چند ناکارہ کپڑے

ڈسٹر کے طور پر منتخب کیے اور جھاڑ پونچھ میں لگ گئی۔ پہلے میں نے پورے فرش پر بکھرے ہوئے ڈبل روٹی کے ٹکڑے چنے، پھلوں کے چھلکے اٹھائے، کوئی ڈسٹ بن تو تھا نہیں انہیں باہر لا کر ایک سمت جمع کر دیا...... آبنوسی مجسمے سیدھے کیے ہر چیز کی جھاڑ پونچھ کرنے لگی۔ بعض چیزوں پر گرد کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ کپڑوں سے انہیں چمکایا۔ تمام کپڑے اٹھا کر ایک گٹھری میں باندھ دیئے۔ گرد سے میرا لباس اٹ گیا تھا چہرے پر بھی گرد پڑ گئی تھی بال منتشر ہو گئے تھے لیکن اس انوکھے کام میں اتنا لطف آیا کہ دنیا و مافیہا کو بھول گئی۔ وقت کا کوئی اندازہ بھی نہ رہا، یہ احساس بھی نہ آیا کہ کوئی دیکھے گا تو کیا سوچے گا۔ بالکل غیر حقیقی عمل تھا۔ شاید کوئی بھی اجنبی کسی گھر میں داخل ہو کر ایسا بے تکا کام نہ کرتا لیکن مجھے جو سکون مل رہا تھا وہ لازوال تھا۔ کمرے کی حالت نکھرنے لگی۔ اس کی شکل ہی بدل گئی پھر انتہائی محویت کے عالم میں، میں نے رخ تبدیل کیا تو ایک دروازے میں مجھے انسانی پاؤں نظر آئے ایک جھٹکے کے ساتھ گردن اٹھا کر دیکھا تو حادوش عبداللہ کو دروازے میں کھڑے ہوئے پایا۔ وہ چوکھٹ سے شانہ لگائے پر خیال نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

میرے چہرے پر خجالت سوار ہو گئی اور میں نے بدحواسی کے عالم میں اسے کئی بار سلام کر ڈالا۔ وہ خاموش نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ میں سیدھی اٹھ کھڑی ہوئی پھر میں نے ایک مضمحل مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''یقیناً آپ کو اپنے گھر میں میری یہ مداخلت ناپسند آئی ہو گی جناب، بس جی چاہتا تھا کہ یہ سب کچھ کر ڈالوں، آپ شاید مجھے پہچان نہیں پائے، میں پروفیسر اناطور کے ساتھ یہاں آئی تھی اور آپ نے میرے سامنے اس سے کہا تھا کہ اگر کبھی مجھے آپ کی مدد کی ضرورت پیش آئے تو میں آپ کے پاس حاضری دوں۔ بس اسی خیال کے تحت یہاں پہنچی تھی۔ نہ جانے کیوں دل چاہا کہ اس جگہ کو صاف ستھرا کر دوں اگر آپ کو میرا یہ عمل ناگوار گزرا ہے تو اس کے لیے معافی چاہتی ہوں۔''

''وہ ہنس پڑا، کیا یہ حسین ہنسی تھی، بڑا فرحت بخش احساس ہوا تھا، اس کی آنکھوں میں بھی زندگی پیدا ہو گئی۔ دو قدم آگے بڑھا اور کہنے لگا۔

''میں بہت دیر سے تمہیں تمہارے کام میں منہمک دیکھ رہا ہوں میری بچی، میں نے مُداخلت نہیں کی، جس عمل سے تمہیں سکون مل رہا تھا اس سے تمہیں چونکا دینا میرے نزدیک گناہ تھا اور نہ ہی تمہارے اس عمل سے مجھے کوئی تکلیف ہوئی ہے۔ بس نظریاتی فرق ہے لیکن اپنا نظریہ کسی اور پر مسلط کرنا درندگی ہے اور مجھے درندگی سے سخت نفرت ہے البتہ میں خود کو تمہارا مجرم سمجھتا ہوں کیونکہ میں نے تمہارے ایک پسندیدہ مشغلے میں بے جا مداخلت کی ہے۔ چاہو تو اپنا کام جاری رکھو میں چلا جاتا ہوں۔ لیکن اگر تمہیں کسی شے کی ضرورت ہے تو براہ کرم مجھے ضرور بتا دینا تاکہ میں تمہیں وہ مہیا کر دوں۔'' میں نے سکون کی گہری سانس لی اور بولی۔

''خدا کا شکر ہے کہ آپ نے میری اس خاموش آمد اور اپنے گھر میں اس بے تکی مداخلت کو

درگزر فرما دیا...... میں آپ کی شکر گزار ہوں۔''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا چند قدم اور آگے بڑھ کر پورے کمرے کو دیکھا اور پھر مجھے دیکھنے لگا اس کے بعد بولا۔

''میرا خیال ہے تم نے یہاں اپنا سارا کام مکمل کر لیا ہے، خیر ٹھیک ہے، کیا اب میں تم سے کچھ باتیں کر سکتا ہوں؟''

''تشریف رکھیئے میں بتا نہیں سکتی کہ مجھے کس قدر روحانی خوشی نصیب ہو رہی ہے یہاں آ کر، میں نہیں جانتی کہ پروفیسر اناطور سے آپ کے تعلقات کیسے تھے لیکن انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے لیے ایک ایسی جگہ موجود ہے جہاں اگر ضرورت پیش آئے تو میں پناہ لے سکتی ہوں۔ میں آپ سے صاف دلی سے یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ میں یہاں پناہ کے لیے آئی ہوں، مجھے یہاں ایک طویل وقت گزارنا ہوگا۔''

''اناطور ایک عالم ہے اور اس کا علم بے پناہ ہے، بس یوں سمجھ لو میں اس کی عزت کرتا ہوں، اس نے ایک چھوٹی سی خواہش کا اظہار کیا میں اس پر آمادہ ہو گیا۔ حالانکہ میرے اس ویران گھر میں کسی زندگی سے بھرپور شخص کا دل لگنا مشکل ہے۔ میرے مشاغل اور ہیں اور میں انہی میں خوش رہتا ہوں جبکہ زندگی سے بہرہ ور ہونے والوں کے لیے وہ بالکل ناپسندیدہ ہوں گے۔ اس کے باوجود لڑکی ، ارے ہاں اب اپنا نام بھی بتا دو، نہ میں نے اس دن پوچھا اور نہ اب تک......''

''نشاء دانش۔'' میں نے جواب دیا اور وہ میرا چہرہ دیکھنے لگا۔ انداز کچھ کھویا کھویا سا ہو گیا تھا۔ چند لمحات وہ اسی طرح مجھ سے نگاہیں ملائے کھڑا رہا حالانکہ میں نگاہیں جھکا لینا چاہتی تھی' لیکن اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا سحر تھا کہ کوشش کے باوجود میری پلکیں نہ جھپک پائیں، نہ ہی آنکھیں جھپکیں پھر جیسے وہ ہوش میں آ گیا۔ اس نے کہا۔

''ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے۔''

''تو میں آپ سے یہ عرض کر رہی تھی......؟''

''آؤ میرے ساتھ۔'' اس نے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔ اس نے میرے الفاظ نظر انداز کر دیئے تھے۔ عجیب و غریب شخصیت تھی اس کی مین ہال سے گزر کر اس دروازے سے اندر داخل ہو گئی جس سے وہ نکل کر آیا تھا یہ اندرونی دروازہ تھا، دروازے کے دوسری جانب بھی ایک وسیع و عریض کمرہ تھا اور اس کے بعد کمرے در کمرے، راہداریاں، سامنے کی سمت سے یہ عمارت اتنی وسیع نظر نہیں آتی تھی لیکن عقبی سمت دور تک پھیلتی چلی گئی تھی، وہاں ہر چیز موجود تھی اس نے مجھے کچن دکھایا اور کہنے لگا۔

''یہاں سب کچھ موجود ہے لیکن بس ترتیب نہیں ہے، تمہارے لیے یہ ایک دلچسپ مشغلہ ہوگا کہ تم ان تمام چیزوں کو ترتیب دے ڈالو کہ تمہیں اس کا شوق بھی ہے۔''

''ہاں کیوں نہیں جناب۔''

''ضروریات کی تمام چیزیں تمہیں دستیاب ہو جائیں گی ہوسکتا ہے عارضی طور پر کچھ مشکلات پیش آئیں' لیکن میرے مداح یہاں آتے رہتے ہیں اور میں ان سے ضرورت کی چیزیں منگوا لیا کرتا ہوں۔ بس کسی کے آنے کا انتظار کرنا ہوگا۔ اس وقت تک کے لیے یہاں تھوڑی بہت چیزیں موجود ہیں میری بالکل فکر نہ کرنا میں ضرورت پڑنے پر ہر چیز سے شکم سیری کر لیا کرتا ہوں، ویسے عقبی سمت کچھ پھل اور ترکاریاں بھی لگی ہوئی ہیں تم اگر چاہو تو ان سے استفادہ کر سکتی ہو۔ دیکھو میرے صنم کدے میں جانے کا وقت ہو رہا ہے، میں خود ہی فرصت ملنے پر تمہارے پاس پہنچوں گا۔ تمہیں مکمل آزادی ہے، بس وہ سامنے جو ایک حصہ ہے اس طرف رخ نہ کرنا میری عبادت گاہ ہے اور وہاں میں کسی کی مداخلت پسند نہیں کرتا۔ تمہیں اس کے لیے برا نہیں ماننا چاہیے۔ باقی تمام عمارت تمہاری تحویل میں ہے چاہو تو ازسرنو معماروں کو بلا کر اسے تڑوا کر بنوا سکتی ہو۔''

میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی اور آہستہ سے کہا۔

''بے حد شکریہ جناب! آپ نے مجھے جو اعتماد بخشا ہے اس کے لیے میں تازندگی آپ کی احسان مند رہوں گی۔ لیکن ایک عرض اور کرنا چاہتی ہوں۔''

''کہو......''

''میرا قیام ایک ہوٹل میں تھا وہاں میرا سامان بھی موجود ہے کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیں گے کہ اس سامان کو وہاں سے اٹھا لاؤں۔''

''مناسب نہیں ہوگا، اب تم یہاں آئی ہو تو یہیں قیام کرو، وہاں جو کچھ ہے اس سے کئی گنا تمہیں یہاں حاصل ہو جائے گا۔ خود تلاشی لے لو اور اگر ضرورتیں پوری نہ ہوں تو مجھے بتا دینا، بس ایک درخواست ہے کہ اس وقت تک مجھے طلب نہ کرنا جب تک میں خود تمہارے پاس نہ آؤں۔''

''بہت بہتر۔'' میں نے کہا، اور خادوش عبداللہ گردن ہلاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

جس جگہ کو اس نے اپنی عبادت گاہ اپنا صنم کدہ بنایا تھا وہ تھوڑا سا فاصلہ طے کر کے ایک الگ گول سی عمارت تھی جس کے اوپر کھپریل کی چھت پڑی ہوئی تھی، دروازہ عام سائز سے چھوٹا تھا اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا، میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی، پھر میں نے شانے ہلائے ٹھیک ہے اگر خادوش عبداللہ ہر وقت دستیاب نہیں ہوسکتا تو نہ سہی، یہاں مجھے آزادی تو ہے......'' اس کی باتیں بڑی سکون بخش تھیں یوں لگ رہا تھا جیسے اب میں صحیح جگہ آ گئی ہوں، یہاں مجھے بھٹکنا نہ پڑے گا۔

نہ جانے کب تک وہیں کھڑی خادوش عبداللہ کے بارے میں سوچتی رہی۔ بے حد عجیب انسان ہے وہ مجھ سے میرے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا میں نے اسے اپنا نام بتایا اور وہ میری آنکھوں میں دیکھنے لگا پھر اس کے بعد جیسے سب کچھ بھول گیا کیا اسے میرے بارے میں سب

کچھ معلوم ہو گیا تھا لیکن کیسے؟ کیا صرف میرا چہرہ دیکھ کر؟

ویسے بڑی پراسرار شخصیت تھی اور یقیناً یہ عمارت بھی بہت عجیب لیکن ہنستی ہوئی عمارت تھی کہیں بھی ویرانی کا احساس نہیں ہوتا تھا ایک بہترین مشغلے کے طور پر میں نے اس عمارت کے گوشے گوشے کی تلاشی لینا شروع کر دی کچن میں کافی کے ڈبے بسکٹ کے ٹن، دودھ کے ڈبے، وہ تمام اشیاء موجود تھیں جنہیں باآسانی استعمال کیا جا سکتا تھا، عقبی حصے میں جیسا کہ اس نے کہا، سبزیاں اگی ہوئی تھیں یہاں تو باہر کی کسی شے کی ضرورت ہی نہیں تھی، میں نے ساری عمارت کا چپہ چپہ چھان مارا اس نے جس طرح مجھے آزادی بخشی تھی اس کے تحت میں نے اپنے لیے آرام گاہ بھی تلاش کر لی، دل میں تو یہ سوچا تھا کہ اگر حادوش عبداللہ متلون مزاج نہیں ہے اور جو الفاظ اس نے ادا کیے ہیں ان کی پابندی کرتا ہے تو میرے لیے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی اور کچھ نہیں تو کم از کم ایسے شخص کا سہارا ضرور حاصل ہو گا جس سے کبھی کبھی دل کی باتیں کہی جا سکتی ہیں۔

وقت گزرتا رہا اور پھر رات ہو گئی میرا خیال تھا کہ رات سے قبل وہ میرے پاس ضرور آئے گا لیکن نہیں آیا، میں نے بڑے اعتماد سے اپنے لیے تھوڑی سی سبزی تیار کی اور اسے زہر مار کر لیا کوئی ایسی مشکل پیش نہیں آئی تھی جس میں اس کی لازمی ضرورت ہوتی۔

گہری رات ہو گئی اس کی عبادت گاہ یا بقول اس کے صنم کدے میں روشنی ہو رہی تھی، میں نے ایک ایسی جگہ منتخب کی تھی جہاں سے اس احاطے کے سامنے والے حصے پر نظر رکھی جائے اور وہیں سے ایک کھڑکی سے اس کی عبادت گاہ کا نظارہ بھی ہوتا رہے یہاں بستر وغیرہ اسی معیار کے موجود تھے جس معیار کا سارا سامان اس...... عمارت میں نظر آتا تھا۔

حادوش عبداللہ کے بارے میں جتنا سوچتی الجھتی جاتی۔ پھر اپنے آپ کو سنبھال لیا مجھے ایک سہارا مل گیا ہے۔ زیادہ کرید میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے جس طرح اس شخص کے خیالات ہیں۔ اس سے عزت کے تحفظ کا احساس بھی ہوتا ہے اتنی خدمت کروں گی اس کی کہ اس کی ضرورت بن جاؤں گی۔ تب تو میں اس پر بوجھ نہیں رہوں گی۔

انہی تمام باتوں کو سوچتے ہوئے ذہن پر غنودگی سی طاری ہو گئی۔ نجانے کتنی دیر سوئی تھی کہ مدہم مدہم موسیقی کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ میں چونک کر جاگ اٹھی، یہاں تو دور دور تک نہ کوئی مکان تھا نہ اس قسم کے امکانات کہ موسیقی سنائی دے۔ چند ہی لمحات میں یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ آوازیں اسی صنم کدے سے ابھر رہی ہیں۔

ایک دم سے دل میں تجسس جاگ اٹھا۔ ''کیا حادوش عبداللہ موسیقی کا شوقین ہے؟'' میں پوری طرح جاگ گئی۔ طبیعت باز نہ رہ سکی اپنی جگہ سے اٹھی اور فاصلے طے کرتی ہوئی اس صنم کدے کے عقب میں پہنچ گئی۔ موسیقی کے ساتھ ہی گھنگھروں کی جھنکار بھی ابھر رہی تھی۔ گویا اندر باقاعدہ محفل جمی ہوئی ہے۔ پھر میں نے بہت سی بھنبھناہٹیں بھی سنیں، آوازیں بے شک مدہم مدہم سی آ رہی

تھیں۔ لیکن ساری آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اندر بہت سے لوگ موجود تھے لیکن نہ تو کوئی ایسا رخنہ تھا جس سے اندر جھانکا جا سکے نہ میں اس کی جرأت کر سکتی تھی۔

ابھی تو میرا پہلا ہی دن ہے حادوش عبداللہ کے احکامات کی حکم عدولی کہیں عذاب نہ بن جائے۔ تیز نسوانی چیخیں اور بہت سی آوازیں بہت دیر تک سنتی رہی پھر ٹھنڈی سانس لے کر وہاں سے واپس آ گئی۔ یہ محفلیں خفیہ طور پر جمتی ہیں لیکن ابھی دیکھا ہی کیا ہے حادوش عبداللہ کی شخصیت تو آہستہ آہستہ کھل کر سامنے آئے گی نشاء دانش احمقانہ تجسس کا شکار نہ ہو جن برے حالات میں مبتلا ہو اسے گزارنے کی کوشش کرو، ہوٹل میں میرا کمرہ محفوظ رہے گا کسی وقت موقع ملنے پر وہاں سے سونے کے وہ سکے نکال لاؤں گی اور کمرہ چھوڑ دوں گی جیسا بھی ہو جس طرح بھی بن پڑے اس جگہ کو اپنی پناہ گاہ بنائے رکھنا چاہیے بس حادوش عبداللہ میرے حق میں برا نہ ثابت ہو۔'' اس آخری احساس کے ساتھ سو گئی اور پھر علی الصبح ہی جاگی۔

ناشتہ تیار کیا حادوش عبداللہ کے لیے بھی ناشتہ بنا لیا تھا۔ اس ہال میں جا پہنچی وہاں ایک صوفے پر بیٹھا صوفے کی پشت سے گردن ٹکائے چھت کی جانب دیکھ رہا تھا۔ قدموں کی چاپ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور مسکرا کر بولا۔

''بیٹیوں میں یہ ہی ایک خوبی ہوتی ہے، میں ناتجربے کار نہیں ہوں۔'' میں نے ناشتہ میز پر رکھا اور وہ مجھے دیکھنے لگا پھر ہنس کر بولا۔

''یہ قرینہ زندگی کا مظہر ہے لیکن بوجھ محسوس ہوتا ہے زمانہ حال کا انسان بہت بوجھل ہے۔ اس نے تعیشات زندگی عمر کے ماہ و سال کے عوض حاصل کیے ہیں بے ترتیبی کا الگ حسن ہے، روح کو آزادی کا احساس ہوتا ہے لاؤ مجھے کافی دو۔''

''آپ مصور ہیں حادوش عبداللہ۔''

''ہاں میں نے رنگ اور لکیروں کو اپنی حیات کے سفر کا ساتھی بنایا ہے، مجھے ان پر اعتماد ہے، میں جتنے پیار سے انہیں تخلیق کرتا ہوں وہ اتنی ہی سچائی سے میرا ساتھ دیتی ہیں۔''

''آپ یہ تصویریں کسی کو نہیں دکھاتے مجھے پروفیسر اناطور نے بتایا تھا۔''

''اپنی حرم کو بے سود کیسے بنا دوں، اپنی محبوباؤں کو کوٹھے پر کیسے سجا دوں۔ تم خود سوچو کیا انہیں دیکھنے والی نگاہیں وہ پاکیزگی حاصل کر سکیں گی جوان پر نگاہ اٹھانے کے لیے درکار ہو گی۔''

''آپ نے شادی نہیں کی۔''

''کی ہے سلاکیہ میری شریک حیات ہے۔''

''وہ یہاں نہیں رہتیں؟''

''اور کہاں رہے گی وہ میرے صنم کدے میں رہتی ہے۔''

''بچے ہیں آپ کے۔''

''بے شمار، سینکڑوں اور کافی دو۔''

اس نے پیالی میرے سامنے رکھ دی۔

''وہ سب بھی وہیں ہیں؟''

''تم اسے چھوٹی سی جگہ سمجھتی ہو۔ شاید ایسا نہیں ہے لخت جگر وہاں جو کچھ ہے اس کی سیر کے لیے ایک عمر درکار ہے پھر بھی تمہیں دکھاؤں گا، ایک بار تمہیں ضرور دکھاؤں گا۔''

''آپ کی عمر زیادہ نہیں ہے حادوش عبداللہ، لیکن آپ کے انداز میں بہت شفقت ہے۔''

''میری عمر۔'' اس نے پیالی رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا پھر ہنسا اور پھر قہقہے لگانے لگا۔ دیر تک ہنستا رہا پھر خاموش ہو گیا۔

''کتنی عمر ہے آپ کی؟''

''تھیبس کے زوال کے وقت دریائے نیل قاہرہ کے وسط میں بہتا تھا اور اس نے اپنا رخ میری نگاہوں کے سامنے بدلا تھا اس کے بعد کرناک سے آبادیوں کا آغاز ہوا، میں نے اس کے کچے کچے مکانوں کی تعمیر میں معمار کا کام کیا ہے۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''سب کچھ سمجھنا مناسب نہیں ہوتا اب مجھے اجازت دو کچھ کام کرلوں۔''

''کچھ دیر اور رکیں حادوش عبداللہ۔'' میں نے لجاجت سے کہا اور وہ مسکرانے لگا۔

''میں آپ کی تصویروں کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔''

''ایک بار کچھ چوروں نے کارستانی دکھائی تھی چند تصویریں لے گئے بڑی محنت کی تھی انہوں نے اس کے لیے لیکن اس طویل رات کی صبح ان کے لیے مایوس کن رہی۔ صبح کو انہیں وہ فریم سادہ ملے ان میں ایک بھی نقش نہیں تھا۔ تمام نقش صنم کدے میں واپس آ گئے تھے۔ شام کو تمہیں کچھ تصویریں...... دکھاؤں گا اب چلتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا۔

اس شام حادوش عبداللہ تصویروں کا ایک انبار لے کر میرے پاس آ گیا۔ میں اس وقت جوہڑ کے پاس بیٹھی بطخوں کو سوکھی ڈبل روٹی کے ٹکڑے ڈال رہی تھی۔ وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ کر بولا۔

''آؤ تمہیں تمہاری تصویریں دکھاؤں یہ میں نے رات کو بنائی تھیں۔''

''میری؟'' میں حیرت سے بولی۔

''ہاں انہیں دیکھو میرے فن کی تصدیق کرو میں نے تم سے تمہارے بارے میں پوچھا، تمہاری آنکھوں میں ماضی رقصاں ہو گیا اور میں نے تمہیں دیکھ لیا کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ دیکھو یہ تمہارا بچپن ہے تمہارے اردگرد لوگ ہیں۔''

میں ششدر رہ گئی' سب ہی تھے۔ میرا گھر تھا' وہ تصویریں میرے سامنے پھیلاتا رہا ان میں میری داستان حیات تھی میرے ابو کا کمرہ تھا اس میں ان کی تصویر تھی میں ان تصویروں کو دیکھ دیکھ کر

پاگل ہوئی جا رہی تھی۔ میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے یہ میری اب تک کی داستان تھی۔ جو اس جادوگر نے لکیروں میں لکھ دی تھی میں نے سسکتے ہوئے کہا۔

''ان میں میری ماں کی کوئی تصویر نہیں ہے حادوش عبداللہ۔''

''اس کا نقش تمہارے دماغ میں نہیں ہے۔ یہ سب تو وہ ہے جو تمہاری آنکھوں میں نظر آتا ہے۔''

''آپ اس فن کے جادوگر ہیں حادوش عبداللہ صرف آنکھوں میں جھانک کر آپ نے میری داستان نقش کر دی۔''

وہ ہنسنے لگا پھر بولا۔

''آنکھ اور دماغ کو جس قدر توانائی عطا کی گئی ہے اسی سے کام لیا جا سکتا ہے جو پوشیدہ رکھا گیا ہے اس کے پوشیدہ رہنا ضروری ہے۔ میں ماضی کو حال تک نقش کر سکتا ہوں مستقبل کی آنکھ بند ہے، اس شعبے کا مصور کوئی اور ہے جو خود بھی پوشیدہ ہے اور ہم صرف اسے سجدہ کر سکتے ہیں، اسے محسوس کر سکتے ہیں، اس کے نقوش نہیں ترتیب دے سکتے یہ ہمارے دائرہ اختیار میں نہیں ہے، یہ تصویریں تمہاری نذر، میں نے تمہارے لیے بنائی تھیں۔''

وہ اٹھ گیا اور مزید کچھ کہے بغیر اندر چلا گیا۔ میں ایک ایک تصویر کو الٹتی رہی۔ روتی رہی، ماضی زندہ ہو گیا تھا، نگاہوں کے سامنے تھا۔ غم واندوہ نے حیرانی پر غلبہ پا لیا تھا میں اس وقت چونکی جب کسی کی آواز سنائی دی۔ میری نگاہیں چوبی پھاٹک کی طرف اٹھ گئیں ایک قیمتی کار اندر داخل ہو رہی تھی۔ نہ جانے کون تھے۔ میں نے جلدی جلدی تصویریں سمیٹ کر یکجا کر لیں۔ کار سست رفتاری سے چلتی ہوئی میرے پاس آ رکی، اس سے ایک پروقار عورت نیچے اتری اور میری طرف آنے لگی۔ میں حیران ہو کر کھڑی ہو گئی۔ اس عورت کو میں پہچانتی تھی اچھی طرح جانتی تھی یہ زائرہ ایمان تھی اس نے بھی مجھے پہچان لیا۔

''تم؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''آداب عرض کرتی ہوں خاتون۔''

''تم یہاں؟''

''ہاں پروفیسر اناطور کے حادوش عبداللہ سے بھی تعلقات ہیں اور شاید حادوش عبداللہ کو پروفیسر پر اعتماد ہے، وہ ہم پر شک نہیں کرتے۔

''آہ، کیا پروفیسر اناطور یہاں موجود ہیں؟'' وہ سخت شرمندہ لہجے میں بولی۔

''نہیں صرف میں ہوں۔'' میں نے کہا اور وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ پھر بولی۔

''آہ میں حادوش عبداللہ سے ملنا چاہتی ہوں۔''

''آپ چلئے میں آتی ہوں براہ کرم آپ چلئے۔''

وہ مجھے چند لمحات دیکھتی رہی۔ پھر اپنی کار کی جانب بڑھ گئی۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں بھی تصویریں سنبھال کر عمارت کے دروازے کی طرف چل پڑی تھی۔

زائرہ ایمان کی حادوش عبداللہ سے شناسائی کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ دونوں ہم وطن تھے ہم شہر تھے۔ ایک لمحے کو میں نے سوچا تھا کہ میں وہاں نہ جاؤں ان دونوں کو تنہا ملنے دوں، لیکن زائرہ ایمان سے کہا تھا کہ میں آ رہی ہوں۔ صرف اس وعدے کی تکمیل کے لیے اندر آئی۔ اس کے باوجود سیدھی اس کمرے میں نہیں گئی جہاں حادوش عبداللہ شناساؤں سے ملاقات کرتا تھا۔ پہلے اپنا قیمتی سرمایہ اپنے کمرے میں محفوظ کیا، جو میری سوانح تھی۔ اس کے بعد اس ہال میں داخل میں ہوئی۔ لیکن زائرہ ایمان وہاں تنہا تھی اور بے چینی سے ٹہل رہی تھی مجھے دیکھ کر بولی۔"

"کہاں چلی گئی تھیں؟"

"اپنے کمرے میں، حادوش عبداللہ کہاں ہیں؟"

"وہ اپنے نگار خانے میں ہے۔ حالانکہ میں طویل عرصے کے بعد اس کے پاس آئی ہوں۔ اس کے باوجود......؟"

"آپ وہاں نہیں جا سکتیں؟" میں نے یونہی سوال کر لیا۔

"تم جا چکی ہو؟" اس نے میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے چونک کر کہا۔

"نہیں۔ حادوش عبداللہ نے کہا ہے کہ میں اس عمارت کے چپے چپے میں گھومنے کے لیے آزاد ہوں۔ بس صنم کدے کا رخ نہ کروں۔"

"پھر تم نے مجھ سے یہ سوال کیوں کیا؟"

"میں نے سوچا ممکن ہے آپ کے تعلقات حادوش عبداللہ سے بہت گہرے ہوں اور آپ پر پابندی نہ ہو۔"

"نہیں مجھ سے کہیں زیادہ صاحب اختیار تم ہو تمہیں عمارت کے تمام حصوں میں جانے کی اجازت ہے شاید یہ اجازت اس سے قبل کسی اور کو نہیں ملی بلکہ حادوش عبداللہ نے تو کبھی کوئی ملازم بھی نہیں رکھا۔ اس نے کبھی کسی کو یہاں رکنے کی اجازت نہیں دی۔"

"آپ بہت عرصے سے حادوش عبداللہ کو جانتی ہیں؟"

"ہاں، بہت عرصے سے اس وقت میری نو سال عمر تھی جب میں پہلی بار اپنے باپ کے ساتھ اس عمارت میں آئی تھی اور وہی دن میری زندگی کا سب سے برا دن تھا۔ اسی دن نے مجھے اس کائنات میں منجمد کر دیا تھا۔ ناسمجھی کی عمر میں ہی میری بقیہ عمر کا تصفیہ ہو گیا تھا۔"

"آپ تشریف رکھیے۔ میں آپ کے لیے کچھ بنا کر لاؤں چائے، شربت، کافی جو آپ پسند کریں۔"

"آہ تمہیں اس حد تک اختیارات حاصل ہیں۔ بے حد خوش نصیب ہو تم۔ نہیں اچھی لڑکی میں

کسی شے کی حاجت نہیں محسوس کر رہی۔ ہاں تم نے اپنا کوئی نام بھی تو بتایا تھا۔“

”نشاء دانش۔“

”نشاء دانش بہت ہی روشن تقدیر رکھتی ہو جسے حادوش عبداللہ کی قربت حاصل ہو وہ......“ اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

”میں پروفیسر اناطور سے ملنا چاہتی ہوں جو کچھ میں نے تمہارے ساتھ کیا۔ شاید تم یقین نہ کرو اس میں میرے حواس کو بالکل دخل نہیں تھا۔ اس وقت میرا شعور میرے قابو میں نہیں تھا۔ بس اس کیفیت کو میں کوئی نام نہیں دے سکتی۔ میں تم دونوں سے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔“

”پروفیسر مجھے آپ کے گھر میں چھوڑ کر مطمئن ہو گئے تھے۔ اس کے بعد وہ کسی کام میں مصروف ہو گئے، مجھ سے بھی ملاقات نہیں ہوئی۔“ میں نے کسی تفصیل میں جانا مناسب نہیں سمجھا۔

”گویا انہیں تمہارے ساتھ میرے رویے کا علم نہیں؟“

”میری ان سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔“

”اگر تم مجھ پر بے لوث احسان کرنا چاہو تو کر سکتی ہو۔ خدارا انہیں یہ سب کچھ نہ بتانا، تم مہروز سے پوچھ سکتی ہو کہ بعد میں مجھے کس قدر شرمندگی ہوئی تھی۔“

”ٹھیک ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔“

”میں طویل عرصہ قاہرہ میں ہوں تم مجھ سے ملنے آنا۔“

”اگر ممکن ہو سکا لیکن آپ کی گفتگو تشنہ رہ گئی۔ آپ نے کچھ عجیب الفاظ ادا کیے تھے۔“

”اب چلتی ہوں۔ یہ تحفہ لائی تھی حادوش عبداللہ کے لیے اسے دے دینا اور میری آمد کے بارے میں بتانا۔“

”کیا آپ ان کا انتظار نہیں کریں گی۔“

”وہ مجھ سے ملنا چاہتا تو آ سکتا تھا۔ اس کے نہ آنے کا مطلب ہے کہ وہ اس وقت مجھ سے نہیں ملنا چاہتا۔“ وہ دکھی لہجے میں بولی۔

”انہیں آپ کی آمد کا علم کہاں ہے؟“

”وہ جانتا ہے۔“ وہ پھیکی سی مسکراہٹ سے بولی۔ پھر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ دروازے کے بالکل قریب پہنچ کر اس نے مجھے دیکھا اور بولی۔

”وہ میرا محبوب ہے۔ نو سال کی عمر سے اسے چاہتی ہوں۔ اس سے عشق کرتی ہوں اس کی وجہ سے میں نے اپنی حیات ویران کر لی ہے۔“ یہ کہہ کر وہ دروازے سے باہر نکل گئی۔

میں اس کے الفاظ پر حیران رہ گئی تھی۔ زائرہ ایمان حادوش عبداللہ کو چاہتی ہے۔ نو سال کی عمر سے سمجھ میں نہ آنے والی بات تھی۔ میں بھی باہر نکل آئی وہ اپنی کار اسٹارٹ کر کے واپس موڑ چکی تھی۔ کچھ دیر کے بعد وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئی، حادوش عبداللہ بھی نہایت پراسرار شخصیت

ہے۔ ویسے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا ہے۔ پروفیسر سے اس کے تعلقات کی نہ جانے کی نوعیت تھی جو اس نے مجھ پر یہ احسان کیا تھا۔ میں واپس پلٹ پڑی۔

شام رات کی سیاہی میں بدل گئی تھی۔ میں نے روشنیاں جلا دیں پھر اس پیکٹ کو دیکھا جو زائرہ ایمان لائی تھی قیمتی شراب کی بوتلیں تھیں۔

رات کے کھانے پر بھی حادوش عبداللہ موجود نہیں تھا۔ اس نے مجھے ہدایت کر دی تھی کہ کسی بھی سلسلے میں اس کا انتظار نہ کروں۔ وہ ضروری سمجھے گا تو خود میرے پاس آئے گا چنانچہ کھانے کے بعد میں اپنی خواب گاہ میں داخل ہو گئی۔ اگر یہ تصویریں حیران کن کہانی نہ رکھتی ہوتیں تو مجھے بہت رلاتیں۔ اس میں میرے ماضی کے لاتعداد نقوش تھے لیکن میں حادوش عبداللہ کی جادوگری پر غور کر رہی تھی۔

دوسری صبح وہ بہت خوشگوار موڈ میں تھا۔ میں نے اسے زائرہ ایمان کے بارے میں بتایا تو وہ ہنس کر بولا۔

''وہ اب نارمل ہے۔ میں نے اسے ٹھیک کرنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ کوئی اثر قبول نہیں کرتی۔''

''میں نے دیکھ لیا ہے۔''

''میں نے آپ کو کبھی شراب پیتے ہوئے نہیں دیکھا حادوش عبداللہ اور کبھی آپ نشے میں محسوس بھی نہیں ہوئے۔''

''مجھے اس غلیظ نشہ سے نفرت ہے۔ بے پناہ نفرت۔ تم اسے پینے کی بات کر رہی ہو۔ جو مرکب انسان کو شعور سے بیگانہ کر دے کیا اسے بھی کوئی قدر کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔''

''لیکن حادوش عبداللہ۔ آپ کے دوست، خود اناطور بھی آپ کے لیے شراب لائے تھے۔''

''وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں اس سے شغف رکھتا ہوں لیکن تم نے عقبی حصے میں میری کیاریوں کے پاس ایک گہرا گڑھا دیکھا ہوگا، میں انہیں کھول کر اس میں دفن کر دیتا ہوں۔''

''کیوں حادوش عبداللہ۔''

''میرے دوست اور عقیدت مند اسے کسی بھی جذبے سے میرے پاس لائے ہوں گے۔ میں سوچتا ہوں کہ یہ میرے پاس آ کر ضائع ہو جائے تو کم از کم اتنی تعداد سے ہی لوگوں کو نجات ملے۔ اس سے مجھے سکون ملتا ہے۔''

''میرے خدا...... آپ بے حد عجیب ہیں حادوش عبداللہ۔ آپ سے ایک سوال اور کرنا چاہتی ہوں۔''

''نہیں۔ تم مجھ سے بہت سے سوالات کر چکی ہو، اب مجھے میرے ایک سوال کا جواب دو۔''

''جی ضرور۔''

''ایمنی تروازی کون ہے؟'' اس نے پوچھا اور جھنجلا کر رہ گئی۔
''آپ اسے نہیں جانتے۔''
''پچھلی رات اس نے میرے حرم کا تقدس مجروح کر دیا۔ ایک ایسی روایت توڑ دی جو میں نے نجانے کب سے قائم کی تھی۔''
''کیسے......؟'' میں نے بے اختیار پوچھا۔
''نہیں لڑکی۔ سوال میں نے کیا ہے، تمہیں جواب دینا چاہیے۔ تم یہاں انسانی خودغرضی کا اظہار کر رہی ہو۔ خیر سنو، وہ پچھلی رات میرے صنم کدے میں داخل ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے جسم کو نادیدہ کر لیا ہے مجھ سے تمہارے بارے میں بات کر رہا تھا یوں سمجھو مجھے دھمکا رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ تم منحوس ہستی ہو، جس نے تمہارے ساتھ نیکی کی وہ موت سے ہمکنار ہو گیا۔ اس نے مجھے اناطور کی موت کی خبر بھی سنائی ہے اور حکم دیا ہے کہ تم سے کنارہ کشی اختیار کر لوں۔ بس ایسا نہ کرنے پر مجھے نقصان اٹھانا پڑے گا۔''
میں نہ خوف زدہ ہوئی، نہ میرا چہرہ اترا۔ اب مجھ میں ہمت پیدا ہو گئی تھی' کیونکہ میں جانتی تھی روشاق خاموشی سے نہیں بیٹھے گا۔ اس نے مجھے بتا دیا تھا لیکن اب ٹھن گئی تھی اس سے جو ہو گا دیکھا جائے گا حادوش عبداللہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔
''مجھے تعجب نہیں ہوا حادوش عبداللہ، اس نے مجھے چیلنج کیا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھے اس کا انتظار تھا۔ ان لمحات کا بے حد شکریہ جو آپ نے مجھے دیئے۔ میں چلتی ہوں۔ آپ جیسے نفیس انسان کو ذرہ برابر نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتی۔''
حادوش عبداللہ کے چہرے کی شگفتگی ختم ہو گئی۔ چند لمحے تک وہ عجیب سے تکدر کا شکار رہا۔ پھر بولا۔
''تم نے میری توہین کی ہے نشاء دانش لیکن شاید جذبات میں کھو کر تم نے اس پہلو پر غور نہ کیا ہو میں تمہیں رعایت دیتا ہوں۔ اصل میں تم سے میں نے بس یہ پوچھا تھا کہ ترووازی کون ہے تم نے مجھے یہ تو نہیں بتایا خود سوالات کرتی رہی اور پھر مجھ پر رحم کھا کر یہاں سے جانے کا فیصلہ کر لیا، کیا میں نے تم سے معذرت کی تھی، کیا میں نے کہا تھا کہ میں، اس سے خوف زدہ ہوں اور تم یہاں سے چلی جاؤ۔''
''سوری حادوش عبداللہ اس نے مجھے......''
''صرف ایک بات بتاؤ۔ کیا تم مجھے اس کے بارے میں بتانا پسند کرو گی۔'' وہ انگلی اٹھا کر بولا۔
''اس کے بارے میں بتانے کے لیے پہلے مجھے اپنی کہانی سنانی پڑے گی حادوش عبداللہ۔''
''میں نے تم سے تمہارے بارے میں کبھی نہیں پوچھا۔ ہاں یہ چاہا ضرور کہ تم مجھے بتاؤ۔ پھر

بھی اگر یہ کہانی نہ سنانے کی ہو اور اس کے بغیر ایمنی تروازی کے بارے میں بتانا ممکن نہ ہو، تب بھی اگر تم یہاں خوشی سے رہنا چاہو تو میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"نہیں حادوش عبداللہ۔ میں تمہیں سب کچھ بتانا چاہتی ہوں۔" میں نے کہا وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگا تب میں نے کہا۔

"میں نہیں جانتی جو تصویریں تم نے میرے ماضی کے بارے میں بنائی ہیں انہوں نے تمہیں کس حد تک مجھ سے روشناس کرایا لیکن میں ابتدا ہی سے سب کچھ بتاتی ہوں......" اور میں نے اسے پوری تفصیل بتا دی۔ کوئی پہلو نہ چھپایا۔ روشاق کے بارے میں بھی ایک ایک لفظ بتا دیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ میرے خاموش ہونے کے بعد بھی کچھ نہ بولا۔ میں نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔ کافی دیر کے بعد اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم نے میرے فن کو ایک نیا رخ دیا ہے۔ میرے ذہن میں ایک نئی تحریک پیدا ہوئی ہے۔ آہ پتہ نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے اس میں کامیابی ہوگی یا نہیں لیکن ایک دلچسپ تجربہ ہوگا یہ...... بے حد دلچسپ تجربہ...... ناقابل یقین۔ پتہ نہیں میں نے اس دوران تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے تم ایک بہت مختلف کردار ہو۔ مگر قصورا ناطور کا تھا۔ آہ کیا وہ واقعی مر گیا۔ اس شخص نے جھوٹ تو نہیں بولا۔"

حادوش عبداللہ قطعی بے ربط باتیں کر رہا تھا۔ نہ جانے کیا سوچیں تھیں اس کی وہ پھر خاموش ہو گیا۔ بہت دیر کے بعد اس نے کہا۔

"میں بھی تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گا مجھے کچھ مہلت دے دو۔ اس کے لیے برا نہ ماننا۔"

"ایمنی تروازی کے بارے میں تم نے کیا سوچا حادوش عبداللہ۔

"ماہ قبل تاریخ کا کردار ہے۔ پراسرار علوم کا ماہر لیکن کمزور پہلو رکھتا ہے۔ قادر نہیں ہے...... پہلے بھی کمزور تھا واہ کیا ہی دلچسپ داستان ہے۔ آؤ اٹھو، میرے ساتھ چلو۔ اٹھو......" اس نے کہا اور میں اٹھ گئی۔ اس نے ایک دم آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"تم نے غور نہیں کیا۔ وہ مٹی کی چادر اوڑھ کر سو گیا یہ تعین کیے بغیر کہ اسے دور سیت میں جاگنا ہے اور وہ اپنی طلب کھو بیٹھا۔ وہ شعاعوں کی واپسی کے سفر میں ناکام رہا اور ہارون دانش نے اس سفر کا معمہ حل کر لیا۔ وہ اب تک ہارون دانش کو نہیں پا سکا جبکہ ہارون دانش موجود ہے یہاں مصر میں موجود ہے۔ وہ تمہیں مسحور کر کے مجبور نہیں کر سکا کہ تم اس کا ساتھ دو۔ پھر اس کے پراسرار علوم کس کام کے کچھ بھی نہیں حاصل کر سکا وہ ان سے۔" حادوش عبداللہ ہنس پڑا۔ میں اس کے الفاظ پر غور کر رہی تھی واقعی یہ باتیں درست تھیں۔

"حادوش عبداللہ کا رخ اپنے صنم کدے کی طرف تھا۔ میرے بدن میں پھر سنسنی سی پیدا ہو گئی

اس جگہ کو اس نے بہت پراسرار بنا کر پیش کیا تھا، نہ جانے وہاں کیا ہے۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا مجھے بھی اندر آنے کا اشارہ کیا اور میں اندر داخل ہو گئی۔ اس نے روشنیاں جلا دیں عجیب جگہ تھی دیواروں پر چھت پر، چپے چپے میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ رنگ اور برش بکھرے ہوئے تھے۔ کاغذوں کے رول، کینوس بورڈ، ایک عظیم الشان کباڑ خانہ بنا ہوا تھا۔ لیکن اس کے بنائے ہوئے نقوش زندہ تھے رنگ اتنے جاندار کہ بول پڑیں۔ نقوش اتنے اصل کہ انہیں نقش کہتے ہوئے شرم آئے۔ وہ بے مثال مصور تھا۔ اس کا اندازہ تو مجھے ان تصویروں ہی سے ہو گیا تھا، جو اس نے مجھے پیش کی تھیں۔

''یہی میری عبادت گاہ ہے۔''

''ایک بار پھر میں یہ سوال کروں گی حادوش عبداللہ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟''

''کیوں؟''

''یہ صنم کدہ ہے یہاں نقش بکھرے ہوئے ہیں۔ عبادت گاہیں تو مقدس ہوتی ہیں۔ یہ تو بت خانہ ہے۔''

''میں اسے بارگاہ فن کہتا ہوں۔''

''یہ فن کدہ بے شک ہے اور تمہارا فن ناقابل یقین ہے۔ میں کہتی ہوں تمہیں نقش گری میں عرفان حاصل ہے۔ لیکن تم اسے عبادت گاہ نہیں کہہ سکتے کیا تم ان تصویروں کو سجدہ کرتے ہو۔''

''میری دنیا انہی میں آباد ہے۔''

''اور دین؟'' میں نے سوال کیا اور وہ کھوئے کھوئے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

''اصل میں تمہیں پہلے نہیں جان سکا تھا۔ اناطور کو تمہاری حقیقت معلوم تھی تو اس نے بتانا چاہا تھا۔ مجھے یقین ہے ایمنی تروازی نے اسے زندہ چھوڑا ہو گا۔ اصولی طور پر یہ درست ہے اس کے ساتھ ظلم ہوا ہے۔''

''ایمنی تروازی کے ساتھ؟''

''بے شک' وہ مظلوم ہے اس سے کوتاہی ہوئی لیکن اس سے اس کا ماضی چھین لیا گیا۔''

''ان میں سے ہر تصویر کی ایک داستان ہو گی؟''

''یہ تمام تصویریں داستانیں ہی ہیں جو نقش ہو گئی ہیں لیکن تم ان داستانوں کو ہرانے کی فرمائش نہ کرنا۔ ان کے لیے صدیاں درکار ہوں گی۔''

''تم مجھے اس صنم کدے میں کیوں لائے ہو؟''

''تمہیں اعزاز دینا چاہتا تھا۔ تمہاری اصلیت جاننے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ تم کوئی عام لڑکی نہیں ہو۔ پھر وہ نادیدہ وجود میری اس جرم کی حرمت کو داغدار کر گیا۔ میں نے اسے ہمیشہ دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رکھا ہے۔ لیکن اب وہ یہاں داخل ہو چکا ہے۔ میں نے سوچا کہ تم اس

سے کیوں محروم رہو اور اب" وہ خاموش ہو گیا۔

"اور اب؟" میں نے اس کے الفاظ دہرائے۔

"ان تصویروں کو غور سے دیکھو مجھے بتاؤ کہ کیسی ہیں؟"

"میں تمہارے گھر میں پناہ گزیں ہوں مجھے آداب میزبانی یوں نبھانے چاہئیں کہ تمہارے ذاتی معاملات نہ کریدوں۔ لیکن مجھے بار بار یہ احساس ہو رہا ہے کہ تم میری اس مجبوری سے پوری طرح واقف ہو۔ جس کے تحت میں تمہارے پاس قیام کیے ہوئے ہوں، تم صرف ان الفاظوں کی تکمیل کرتے ہوئے جنہیں مناسب سمجھتے ہو۔ باقی بے دردی سے ٹال جاتے ہو۔"

"مثلاً!" اس نے پوچھا۔

"میں نے تمہارے دین کے بارے میں پوچھا ہے۔"

"اور؟"

"اور اب یہی جملہ تم نے ادھورا چھوڑ دیا اور مجھ سے تصویروں کے بارے میں پوچھنے لگے۔"

"یاد کرو، میں نے یہ بھی کہا تھا کہ کچھ باتیں بتانے کے لیے مجھے وقت درکار ہے، دیکھو ہر داستان کا ایک آغاز ہوتا ہے اور پھر انجام۔ درمیان میں بھی تو بہت کچھ ہوتا ہے۔ آغاز کے فوراً بعد انجام ہو جائے تو داستان تشنہ رہ جاتی ہے بلکہ سرے سے داستان ہی نہیں رہتی۔ ہماری کہانی تو آغاز کے بعد درمیانی دور سے گزر رہی ہے اگر اس کا انجام کر دیا جائے تو تشنگی باقی نہیں رہ جائے گی۔"

میں ہنس پڑی۔ پھر بولی۔

"تمہارے اس موقف کو میں اس لیے اطمینان بخش قرار دیتی ہوں کہ اس میں تم نے ایک جواز پیش کیا ہے اپنی برتری کے اظہار کے بجائے میرے اعتراض کو قبول کر کے میرے وجود کا اعتراف کیا ہے۔"

"ہاں ایسا ہے۔ ترواذی میری اجازت کے بغیر میرے حرم میں داخل ہو کر مجھے اس سے بددل کر چکا، دیکھو اسے غور کرو میں نے اس پر کتنی محنت کی ہو گی۔"

"یہ سب کچھ بے مثال ہے۔ میرے ذہن میں بھی اس کا تصور ایسا ہی تھا۔ خود اناطور نے بھی تمہارے باکمال ہونے کا اعتراف کیا تھا۔"

"اناطور! مجھے اس کی موت کا افسوس ہے۔"

"اس کا شوق بھی دیوانگی کی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔ مگر میرے ایک سوال کا اور جواب دے دو۔ وہ یہ کہ میں نے تمہارے اس نگار خانے میں انسانی آوازیں سنی تھیں۔"

"یہ سب...... یہ سب زندہ ہیں، لیکن صرف میری ذات کے لیے سب مجھ سے بولتی ہیں باتیں کرتی ہیں۔ میں ان سے ان کے بارے میں گفتگو کرتا ہوں۔ ہمارے درمیان بحث ہوتی ہے۔ میری دنیا انہی میں آباد ہے۔"

''تم نے مجھے سلاکیہ کے بارے میں بتایا تھا۔''
''ہاں وہ میری محبوب ہے، میری بیوی ہے وہ۔''
''وہ کہاں ہے؟''
''اسے میں نے اپنے دل پر نقش کیا ہے۔ کیا اسے یہاں ان کے درمیان لے آتا۔ پھر وہ صرف میری کہانی ہوتی۔'' اس نے والہانہ لہجے میں کہا۔
میں خاموش ہو گئی۔ کچھ دیر کے بعد ہم وہاں سے نکل آئے۔ اس نے پر احترام لہجے میں کہا......
''نشاء دانش تمہاری داستان سننے کے بعد تم میری ذاتی مہمان بن چکی ہو۔ بے شک تمہارے اس قیام سے میرے دوست اناطور کا نام منسلک ہے لیکن اب بات بدل گئی ہے۔ تم نے میری بقاء کے لیے یہاں سے جانے کی بات کی تھی، لیکن اب میری درخواست ہے کہ میری بقاء کے لیے یہاں رہو۔ کوئی تردد دل میں نہ لاؤ۔ اچھا اب مجھے اجازت دو۔'' وہ چلا گیا۔
میں آزاد تھی۔ دل میں ہزاروں خیالات لیے میں وسیع احاطے میں چکر لگانے لگی۔ سفید خوش نما بطخیں پانی میں اٹکھیلیاں کر رہی تھیں۔ انہیں دیکھتی رہی دل میں بے شمار خیالات آنے لگے۔ یہ ماحول بھی بے حد پراسرار ہے۔ خود حادوش عبداللہ بھی کتنا عجیب انسان ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک باکمال مصور ہے لیکن زندہ تصویریں...... کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی، ویسے تو خود اپنی ہی زندگی میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔
میں اس رات بہت دیر تک جاگتی رہی تھی پھر بہت سے پریشان کن خیالات دل میں لیے سو گئی۔ لیکن زیادہ دیر نہیں سوئی تھی کہ کسی نے پاؤں ہلا کر جگایا۔ نیند بھاگ گئی سنہری لڑکی میرے بالکل قریب تھی۔ حسین نقوش! اس کی صورت ہمیشہ سے پیاری تھی لیکن میں نے اسے روشاق کے روپ میں بولتے ہوئے دیکھا تھا میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔
''نہیں مجھ سے خوف زدہ نہ ہو۔ میں تمہاری دشمن نہیں، مجھے پہچانتی ہو نا۔'' اس وقت اس کی آواز بے حد دلکش تھی۔
''شلزانہ اوشیاناس۔ مگر کیا تم روشاق نہیں ہو؟''
''ہرگز نہیں میرا اپنا وجود ہے۔ میں بے جان ہوں تو طلائی زنجیر کی شکل اختیار کر لیتی ہوں۔ متحرک ہوں تو بہت سے روپ دھار سکتی ہوں۔ یہ میرا اصل وجود ہے۔''
''لیکن جو کچھ بھی ہو، روشاق کی آلہ کار ہو۔''
''غلطی اسی کی ہے اور میں اس سے یہ بات کہتی ہوں۔'' اس نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔
''اس نے تم پر ابتدائی تاثر ہی غلط ڈال دیا ہے اور یہی چیز اس کے رستے روک رہی ہے۔ اگر روز اول وہ ساری سچائیوں کے ساتھ تم سے ملاقات کرتا اور تمہاری مشکلات کا حل پیش کرتا تو

حالات قطعاً مختلف ہوتے۔ میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"اصل میں خود تمہاری اپنی نگاہ میں تمہارا کوئی تعین نہیں ہوگا۔ اس لیے تم سے اخلاقیات کے بارے میں کیا کہا جائے۔ ورنہ کسی کو اس طرح نیند سے جگا کر اسے اپنی مرضی کے مطابق بات چیت پر مجبور کرنا اخلاقی جرم ہے۔"

"اس وقت تمہیں ہوشیار کرنا ضروری تھا۔ ہوسکتا ہے کل کا دن اس عمارت میں تمہارے لیے خوشگوار نہ ہو۔"

"ہاں۔ روشاق کوشش کر رہا مجھے اس کی کوششوں کا علم ہے۔" میں نے آنکھیں میچ کر گردن جھٹک دی۔

"لیکن اب تم اس سلسلے میں مجھ سے کیا بات کرنا چاہتی ہو۔"

"بہت سی باتیں، اگر تم سننا پسند کرو۔"

"میری نیند تو خراب کر ہی دی تم نے اب جو کہنا چاہتی ہو کہہ دو۔ کیا فرق پڑتا ہے۔"

"یہ عمارت چھوڑ دو۔ میرے ساتھ اسی وقت چلو اور اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ میرا ساتھ حاصل کرنے کے بعد تم ہر مشکل سے نکل جاؤ گی۔ جتنا وقت تمہیں اپنی تکمیل میں بسر کرنا ہے تمہارے لیے خوش گوار ترین ہوگا۔ تم مصر میں شہزادیوں جیسی زندگی بسر کرو گی۔ یہ بات تم جانتی ہو کہ تمہیں انتظار کرنا ہے اور اس دورانیے کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔"

"روشاق بھی نہیں جانتا؟"

"شاید نہیں۔"

"ہر وقت میں روشاق کے زیر سایہ ہوں گی۔"

"میرے ساتھ قاہرہ کی حسین ترین عمارت میں اعلیٰ ترین تفریحات کے ساتھ تمہیں تنہائی کا احساس ہے نا۔ میں تمہاری دوست کی حیثیت سے تمہارے ساتھ رہوں گی۔ ہر لحہ تمہارا دل بہلاؤں گی پہلے بھی روشاق نے مجھے تمہارے حوالے کیا تھا۔"

"تم کون ہو؟"

"یہ سوال نہ کرو۔"

"مگر میں پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"عظیم تروازی کی ایک کنیز۔ جس نے اس سے ہزاروں سال کی وفا کا عہد کیا ہے اور اس کی موت کے بعد اس کے خون سے یہ عہد نبھا رہی ہے۔"

"اور روشاق کی موت کے بعد۔" میں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"شاید اس کی دوسری نسلوں سے؟"

"اس کے امکانات ہیں؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

''کیا تمہیں احساس نہیں ہے کہ تم بے معنی باتیں کر رہی ہو۔''

''تمہیں یہ احساس نہیں ہے کہ جو پیش کش میں ٹھکرا چکی ہوں اسے تمہارے کہنے سے کیوں قبول کرلوں گی۔'' میں نے زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''میں تمہیں اس نادانی سے باز رکھنا چاہتی ہوں، ایک دن تمہیں احساس ضرور ہوگا کہ تم نے ایک عظیم پیش کش ٹھکرا دی ہے۔ یہ سب بے شک علم و دانش کے شیدائی ہیں' لیکن صدیوں پرانی تاریخ کے اس کھیل میں ان کا کوئی دخل نہیں ہے ان کی زندگی چند روزہ ہے اور دیکھ لو، وہ بے بسی سے مر جاتے ہیں، احمر جنیدی، وسکن ڈیزل، عدنان ثنائی، اناطور، ان میں سے کوئی نہیں بچا۔ اس کھیل سے آئندہ بھی جتنے منسلک ہوں گے بالآخر قصہ پارینہ بن جائیں گے۔ صرف روشاق ہوگا جو تاریخ کی طوالت میں تمہارا ہاتھ تھام کر تمہارے وکیل کی حیثیت سے جائے گا۔''

''اگر تمہیں علم نہیں ہے تو مجھ سے سن لو! روشاق میرے لیے کتنا ہی بہتر کیوں نہ ہو لیکن وہ میرے باپ کا دشمن ہے۔ میرے باپ نے یہی کہا ہے مجھ سے کہ میں روشاق کو دشمن سمجھوں اور میں ہارون دانش کی اولاد ہوں، ایمنی تروازی کی نہیں جس کی نسلوں کی تم کنیز ہو، مجھے وہ کرنا ہے جو میرے باپ کی خواہش ہے وہ نہیں جو روشاق چاہتا ہے۔ یہی میں نے پہلے کیا تھا اور یہی آئندہ کروں گی۔''

''یہ فیصلہ بدل نہیں سکتیں۔؟''

''ہرگز نہیں۔'' میں نے جواب دیا اور وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی پھر خاموشی سے اٹھی اور دروازے سے باہر نکل گئی۔

دوسری صبح دن چڑھے تک میں سوتی رہی تھی، سورج خوب چمک رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی فضا میں ایک عجیب سی بو بھی رچی ہوئی تھی۔ یہ شاید دھوئیں کی بو تھی۔ فضا میں ہلکی سی گھٹن بھی تھی۔ میں اچھل کر بستر سے نیچے اتر آئی۔ دل کانپ گیا تھا شاید آگ لگی ہے اور شاید روشاق نے کچھ کر دیا ہے۔ رات کو شلزانہ اوشیانا اس کے بعد دیر تک سوچتی رہی تھی کہ اب بے چارہ حادوش عبداللہ خطرے میں ہے۔ روشاق میرا یہ ٹھکانہ بھی ختم کرنے کی کوشش کرے گا اور اس نے رات کی کوشش میں ناکام ہو کر غصے کے عالم میں یہ کر بھی ڈالا تھا۔

میں وحشت زدہ ہو کر باہر نکل آئی۔ اندازہ درست تھا باہر دھوئیں کے مرغولے نظر آ رہے تھے۔ آہ...... کچھ ہو گیا ہے، ضرور ہو گیا ہے۔ دھواں عمارت کے عقبی حصے سے اٹھ رہا تھا۔ میں اس طرف دوڑنے لگی۔ آگ کھلی جگہ روشن تھی، حادوش عبداللہ اس کے کچھ فاصلے پر کھڑا اس آگ کو خاموشی سے دیکھ رہا تھا لیکن جو کچھ جل رہا تھا اسے دیکھ کر میرا دل ہل گیا۔ ان کاغذی اور روغنی تصویروں کو میں پچھلے دن ہی دیکھ چکی تھی، فن مصوری کے یہ نوادرات ایک جگہ ڈھیر تھے بیشتر جل چکے تھے بیشتر جل رہے تھے اور حادوش عبداللہ ان کے قریب ساکت کھڑا تھا۔ میں اس کے قریب

پہنچ گئی، میں نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آہ۔ یہ، یہ کیا ہوا حادوش عبداللہ؟ میں نے تمہیں ہوشیار کیا تھا، میں نے تم سے کہا تھا۔ اوہ! تمہارا سب کچھ ضائع ہو گیا، یہ سب کیسے ہو گیا۔ انہیں باہر نکال کر کس نے آگ لگائی ہے؟''

''میں نے۔'' حادوش عبداللہ پرسکون لہجے میں بولا۔

''مگر کیوں؟''

''اس کی دو وجوہات تھیں، اول تو یہ کہ اب یہ میری نہیں رہی تھیں۔ دوسرے بھی ان سے آشنا ہو گئے تھے، یعنی دوسری آنکھوں نے ان کا حسن دیکھ لیا تھا۔ ان کی پاکیزگی داغدار ہو گئی تھی، یہ فن سے انصاف نہیں تھا۔''

''دوسری وجہ؟'' میں نے سوال کیا۔

''انہیں راکھ ہو جانے دو۔ پھر ہم انہیں پانی میں دفن کر دیں گے تاکہ انہیں سکون مل جائے، ارے ہاں۔ بہت دیر ہو گئی ہے، مجھے بھوک لگ رہی ہے تم نے مجھے بھی ناشتے کی عادت ڈال دی ہے کب سے تمہارے جاگنے کا انتظار کر رہا ہوں۔''

''مجھے ایک بات کا یقین دلا دو حادوش عبداللہ......! پوری سچائی سے، مجھے اس بات کا یقین دلا دو کہ یہ سب کچھ تم نے ہی کیا ہے۔''

''ہاں۔ تمہیں اس میں شک کیوں ہے۔ تم جانتی ہو میں جھوٹ نہیں بولتا۔''

''آہ۔ تب ٹھیک ہے۔ رات کو مجھے روشاق کا پیغام موصول ہوا تھا۔ رات کو اس کا ایک ہرکارہ میرے پاس آیا تھا۔ اس نے مجھے دھمکی دی تھی اس کا کہنا تھا کہ مجھ سے متعلق ہر چیز فنا ہو جائے گی اگر میں نے اس کا قرب نہ اختیار کیا۔ میرے دل میں یہی خیال آیا تھا کہ تمہارا صنم کدہ تمہاری جنت ہے وہ ختم ہو جائے تو تم خود بخود ختم ہو جاؤ گے۔ میں نے سوچا کہ شاید اس نے یہ مکروہ عمل کیا ہے۔''

''روشاق کا ہرکارہ تمہارے پاس آیا تھا؟''

''ہاں۔ میری خواب گاہ میں، میں تمہیں شلزانہ اوشیاناس کے بارے میں بتا چکی ہوں۔'' میں نے حادوش عبداللہ کو پوری تفصیل بتا دی۔

''اس کا مطلب ہے کہ اب مجھے دروازے بند کرنے پڑیں گے۔ دنیا بھی عجیب ہے اتنی برائیاں دل میں ڈال دیتی ہے کہ اچھائیوں کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔ اس نے میری حرم کا تقدس پامال کیا اور پھر دوبارہ تمہیں پریشان کرنے کی کوشش کی۔ ٹھیک ہے اب یہ دروازے بند ہو جائیں گے اور نشادانش تم مطمئن رہو۔ اپنا نگار خانہ میں نے خود جلایا ہے جاؤ اب ناشتہ تیار کرو۔''

میں اس کے حکم کی تعمیل کرنے چلی آئی تھی۔ آہ، کون سا دل لاؤں یہ سب کچھ برداشت کرنے کے لئے، لگتا ہے انسانوں کی دنیا سے واسطہ ہی نہیں رہا۔ ہر کردار اسرار کے پردوں میں پوشیدہ،

نا قابلِ فہم انوکھا، ہر واقعہ دل ہلا دینے والا۔ لیکن کسی کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا۔ خود کو پتھر بنا لینا چاہتی تھی مگر پتھر نہیں تھی۔

اعصاب اس طرح کراہنے لگے تھے کہ مرجانے کو جی چاہتا تھا، مصور نے اپنا فن خاکستر کر دیا، وہ دنیا سے بیگانہ رہتا تھا۔ نہ جانے اس نے اپنی کتنی عمران تصویروں کی تخلیق میں صرف کر دی تھیاور پھر خود ہی وہ مطمئن ہے۔ اس کے بعد روشاق وہ اب ہادوش عبداللہ کا دشمن ہے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی میرا سہارا بن جائے، وہ مجھے ساری دنیا سے مایوس کر دینا چاہتا ہے۔ کیا روشاق حادوش عبداللہ کو قتل کر دے گا۔ کیا حادوش عبداللہ اس سے اپنا تحفظ کر سکے گا۔ وسکن ڈیزل نے ایک بار کہا تھا کہ وہ روشاق سے خوف زدہ نہیں ہے۔ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا لیکن روشاق بہت شاطر ہے۔ وسکن ڈیزل اب اس دنیا میں نہیں تھا۔

ناشتہ تیار ہو گیا، میں نے اس ماحول میں کچھ بہتری پیدا کر دی تھی۔ اندرونی حصوں کو میں نے خوب چمکا دیا تھا۔ اس وقت بھی ناشتہ میز پر لگا کر میں حادوش عبداللہ کو اطلاع دینے چل پڑی تھی لیکن وہاں زائرہ ایمان کو دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ شاید ابھی وہاں پہنچی تھی۔ مجھے اس کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔''

''کیوں حادوش عبداللہ۔ آخر کیوں؟''

حادوش عبداللہ نے مسکرا کر کہا۔

''اس بات کا کوئی جواب نہیں ہے میرے پاس کسی شے سے دل بھر جائے تو اس کا کچھ بھی کیا جا سکتا ہے۔''

''آہ...... میں نے تو انہیں دیکھا بھی نہیں کیسی ہوں گی وہ۔ تم نے سب کچھ راکھ کر دیا۔''

آگ بجھ چکی تھی اور حادوش عبداللہ نے اب اس پر پانی ڈال دیا تھا، عجیب منظر تھا پھر زائرہ ایمان نے مجھے دیکھ لیا۔ اس کی آنکھیں عجیب انداز میں مجھ پر جم گئی تھیں۔

''ناشتہ تیار ہو گیا۔'' حادوش عبداللہ نے پوچھا۔

''ہاں چلئے۔ آپ بھی آیئے محترمہ زائرہ۔'' حادوش عبداللہ کے پیچھے پیچھے وہ بھی آئی۔ شاید بالا بالا ہی حادوش عبداللہ تک پہنچ گئی تھی اب اندرونی حصوں سے گزری تو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک ایک شے دیکھنے لگی۔

''تمہاری تو تقدیر ہی بدل گئی حادوش عبداللہ! تمہارا گھر ہی نہیں لگتا۔ حالانکہ تمہاری ذات کی بے ترتیبی میں جو حسن پوشیدہ تھا وہ لازوال تھا۔'' وہ رک کر مسکرائی پھر بولی۔

''میرا خیال ہے اس کے بعد جب میں تم سے ملوں گی تو تم خود بھی نہ پہچانے جا سکو گے۔''

''آؤ ناشتہ کرو۔'' حادوش عبداللہ کے گرد بیٹھتے ہوئے بولا۔

''شکریہ میں ناشتہ کر چکی ہوں۔ مس نشاء دانش نے تمہاری زندگی ہی بدل دی ہے۔''

''ہاں مجھے اس کا اعتراف ہے۔'' حادوش عبداللہ نے کہا۔
''تمہارا صنم کدہ بھی یقیناً انہی کی معجزہ نمائی کا شکار ہو گیا۔''
''بالکل ایسی ہی بات ہے۔'' حادوش عبداللہ کے انداز میں سادگی تھی۔
''بہت خوب بعض لوگ بہت بڑے ساحر ہوتے ہیں، حالانکہ نظر نہیں آتے، نشاء دانش کے سحر نے ایک ساحر پر فتح پالی۔ اس پر مجھ سے زیادہ خوش اور کون ہوگا، میں نے تو اس کوشش میں ساری زندگی خرچ کر دی۔'' زائرہ ایمان کے لہجے میں حسرت تھی! میں اس کا انداز سمجھ رہی تھی جبکہ حادوش عبداللہ بہت ہی اطمینان سے ناشتے میں مصروف تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ زائرہ کی باتوں پر غور بھی نہ کر رہا ہو۔ اچانک اس نے کہا۔
''زائرہ مجھے نئے رنگ درکار ہیں۔ برش اور کینوس بھی، کیا تم ان کا بندوبست کر سکتی ہو۔''
''برش اور کینوس بھی۔'' زائرہ نے طنزیہ کہا۔
''ہاں۔''
''تعجب ہے نئے رنگ تو سمجھ میں آتے ہیں لیکن برش اور کینوس بھی۔ اب آپ کیا بنائیں گے حادوش عبداللہ۔''
''کوئی مجھ سے یہ سوال کر دے تو میں اپنی طلب واپس لے لیا کرتا ہوں۔ یہ میری ہمیشہ کی عادت ہے۔ چنانچہ اس فضول کام سے بری الذمہ، نشاء دانش تم خاتون زائرہ ایمان کو چائے تو پلاؤ۔ میں ذرا مصروف ہوں۔'' وہ اٹھا اور واپس اندرونی حصے میں چلا گیا۔ زائرہ منہ کھول کر رہ گئی پھر وہ خود بھی اٹھ گئی۔ اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔
''میں نے عمر بھر اس کی پوجا کی ہے، پجارن اپنے دیوتا کو اتنی آسانی سے کسی کے حوالے نہیں کرتی، تمہیں حادوش عبداللہ کو حاصل کرنے کے لیے بہت مشکل مراحل سے گزرنا ہوگا نشاء دانش۔ البتہ خود مجھ سے بھی بہت بڑی غلطی ہوئی ہے کاش میں تمہیں اسی وقت اپنے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کر لیتی۔''
''بس یا اور بھی کچھ کہنا ہے۔''
''تم اپنی کامیابی پر بہت مغرور ہو نا۔''
''چائے پیو گی۔'' میں نے حقارت سے پوچھا۔
''تمہارے ہاتھوں سے۔'' اس کی آواز میں نفرت کی چنگاریاں تھیں۔
''او کے جاؤ۔ اناطور کم از کم عورت کے معاملے میں ناتجربے کار شخص تھا' ورنہ تم جیسی عورت کو خاص عورت نہ سمجھتا۔ اس نے تمہاری بہت تعریف کی تھی میں تم سے بہت کچھ کہتی بہت سی باتیں کرتی لیکن تم ذہنی طور پر بہت پست ہو زائرہ ایمان، اس لیے جو کچھ میں تم سے کہوں گی وہ میری توہین ہو گی۔ بس اتنا ضرور سنتی جاؤ، حادوش عبداللہ کی عمر کچھ بھی ہو، وہ میرا باپ نہیں ہے' لیکن ہم دونوں

کے دلوں میں باپ اور بیٹی کے سے جذبے ہیں۔ اس نے مجھے خوش آمدید کہتے ہوئے کہا تھا کہ اس کا دل میرے لیے ایک باپ ہی طرح کشادہ ہے۔"

"کیا؟' زائرہ ایمان لرز گئی۔

"عورت، عام عورت۔" میں نے شدید حقارت سے کہا اور خود بھی دوسرے دروازے کی طرف مڑ گئی۔ اس کے بعد میں نے پلٹ کر اسے نہیں دیکھا تھا۔ مجھے شبہ تھا کہ وہ میرا تعاقب کرے گی۔ میرے کمرے کو تلاش کرے گی۔ اس پہلے میں نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیا' لیکن اس نے یہ سب کچھ نہ کیا اور غالباً چلی گئی، میں ایک آرام دہ کرسی پر دراز ہو گئی تھی، حادوش عبداللہ پر واقعی حیرت تھی اس نے زائرہ ایمان سے نئے رنگ اور برش کی فرمائش کر دی تھی اور وہ واپس بھی لے لی تھی، اب شاید وہ اپنے اس نگار خانے میں نیا کام شروع کرنا چاہتا تھا' لیکن اب کیا بنانا چاہتا تھا۔ نہ جانے کتنے طویل عرصے کی محنت ضائع کر دی تھی اس نے۔

بہت دیر کے بعد میں باہر نکلی۔ سب سے پہلے باہر جا کر زائرہ ایمان کی کار دیکھی۔ وہ جا چکی تھی پھر عادت کے مطابق ایک طویل چکر لگایا اور اس جگہ پہنچ گئی جہاں حادوش عبداللہ کی کاوشوں کی راکھ پڑی ہوئی تھی۔ میں نے ان تصویروں کو دیکھا تھا بہت سی تصویریں دیکھی تھیں لیکن جو کچھ حادوش عبداللہ کے نگار خانے میں دیکھا تھا وہ مختلف تھا وہ درحقیقت وہ بولتی تصویریں تھیں یا پھر ان کا تاثر دل پر اس طرح حاوی تھا کہ وہ منفرد محسوس ہوتی تھیں۔ اس وقت اس جلی ہوئی سیاہ راکھ کو دیکھ کر بھی دل پر وہی احساس طاری ہو گیا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سب سسک رہی ہوں یاس بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی ہوں آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہی ہوں، میرے دل میں ایک دکھ سا پیدا ہو گیا تھا کہ عقب سے حادوش عبداللہ کی آواز ابھری۔

"مجھے بھی افسوس ہے لیکن گردش کائنات یہی ہے نئے آتے ہیں پرانے چلے جاتے ہیں۔ ایسا نہ ہوتا تو زمین کی وسعتیں ان سب کو کیسے سمیٹتیں کرہ ارض یہ بوجھ کیسے سنبھالتا انسان کہاں رہتے کیا کرتے، کیسے جیتے؟"

"چلو!" میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"آؤ کہیں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑی، ہم ایک پرسکون گوشے میں آ بیٹھے۔ حادوش عبداللہ نے کہا۔

"جو کچھ میں نے کیا وہ اس کا بنیادی تصور ہے میں اس نگار خانے میں ایک ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جو مصر کی قدیم تاریخ میں ہلچل مچا دے گا کسی مصور نے یہ نہیں کیا ہو گا۔"

"وہ کیسے......؟" میں نے سوال کیا اور حادوش عبداللہ مسکرا دیا۔ پھر بولا۔

"تم نے مجھے اپنے ماضی کے بارے میں اس وقت تک کچھ نہیں بتایا تھا جب تک میں نے پوچھا نہیں تھا۔ پھر میں نے تم سے سوال کیا تو تمہاری آنکھوں میں ماضی کے نقش نمودار ہو گئے اور

میں نے انہیں لکیروں میں قید کر لیا، اناتم سلاطیہ ثانی۔ اگر تم نے کسی انوکھے عمل کے تحت ماضی کی تاریخ کے کسی عہد میں جنم لیا ہے تو تمہاری آنکھوں میں وہ نقش تحریر ہوں گے تمہارے دماغ کے کمپیوٹر میں وہ ڈسک ضرور محفوظ ہوگی، میرے سوالات اسے متحرک کریں گے اور میں اس دور کو نقش کروں گا۔

آہ! بالکل اس طرح جیسے وہ تھے، میں نے اسی بڑے کام کے لیے اپنا نگارخانہ خالی کیا ہے اسی بڑے کام کے لیے۔'' اس کی آنکھیں نیم وا ہوگئیں۔ جیسے وہ ماضی میں جھانک رہا ہو۔ بہت دور تک دیکھ رہا ہو۔

حادوش عبداللہ مسلسل کچھ بول رہا تھا لیکن میری سماعت اسے قبول نہیں کر رہی تھی، میں ماضی کے واقعات سے خوف زدہ تھی، حادوش عبداللہ تصور کی دنیا سے نکل آیا اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن میرے چہرے پر نگاہ ڈال کر وہ سیدھا ہوگیا اور سنجیدگی سے بولا۔

''نہیں نشاء دانش نہیں میری بچی اس میں تمہارے لیے خوف کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ اس تمام عمل سے تمہاری ذات کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ بلکہ وہ کہانی جو ابھی تمہارے اپنے ذہن میں موجود ہے خود تمہاری نگاہوں میں واضح ہو جائے گی۔ مجھے اگر کامیابی حاصل ہوگئی تو تم اپنے دور سے روشناس ہو جاؤ گی۔''

''میں تمہاری باتوں سے خوف زدہ نہیں ہوں حادوش عبداللہ۔''

''تم نے میرا مطلب سمجھ لیا؟''

''ہاں رنگوں اور لکیروں کا جادوگر حادوش عبداللہ میرے ذہن میں محفوظ ماضی کو کسی نہ کسی طرح تلاش کرے گا۔''

''یہی مقصد ہے میرا۔''

''میں خلوص دل سے حاضر ہوں۔ مگر میں جانتی ہوں تمہیں رنگ اور کاغذ وغیرہ درکار ہیں، میں اس کے لیے خود کو پیش کرتی ہوں جس ہوٹل میں میرا قیام تھا، وہاں میرے بہت سے سونے کے سکے محفوظ ہیں وہ اس مقصد کے لیے استعمال ہوئے تو مجھے خوشی ہوگی۔''

حادوش عبداللہ ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

''اب تمہیں میرے نگارخانے میں داخل ہونے کی اجازت ہے، وہاں جاؤ اور دیکھو رنگ برش اور ضرورت کی دوسری اشیاء وہاں کس قدر موجود ہیں۔''

''وہ کہاں سے آئیں؟''

''کیا تمہیں ان تازہ پھلوں اور ضروریات کی دوسری چیزوں پر حیرت نہیں ہوتی جو یہاں دستیاب ہو جاتی ہیں۔ میں نے تمہیں اپنے ان دوستوں کے بارے میں بتایا تو تھا جو میری ضرورتیں جانتے ہیں اور مہیا کر دیتے ہیں۔''

''مگر میں نے انہیں آتے جاتے نہیں دیکھا۔''

''صاحب ظرف ہیں کسی پر عیاں نہیں ہوتے کسی کو خبر نہیں ہونے دیتے۔'' وہ پراسرار انداز میں مسکرانے لگا پھر ہنس کر بولا۔

''اور وہ بے چاری زائرہ ایمان احمق ہے بالکل احمق!''

حادوش عبداللہ نے میرے انکشاف کا نوٹس نہیں لیا تھا وہ لا ابالی انسان تھا۔ مجھے اب تک اسی طرح کے لوگ ملے تھے۔ تنہائی میں سوچیں ہی ساتھی ہوتی ہیں اور سوچوں میں عسکری بھی ہوتا تھا اور اب تو وہ بھی ایک بھولی بسری یاد کی طرح تھا، نہ جانے کہاں گیا۔ دوبارہ کبھی نظر بھی آئے گا یا نہیں اس کے نتائج اناطور نے بتا دیئے تھے۔ بات سمجھ میں بھی آتی تھی، بہرحال اب تو تنکوں کے سہارے بھی قیمتی تھے۔

حادوش عبداللہ نے شاید تیاریاں مکمل کر لی تھیں مجھے اس عمارت میں لے گیا۔ اس کے بیان کے مطابق مصوری کا تمام سامان موجود تھا بہت سے بورڈ نظر آ رہے تھے جن پر سادہ کینوس لگے ہوئے تھے میرے لیے ایک کرسی رکھی گئی تھی جس کے سامنے قدآور آئینہ نظر آ رہا تھا۔ اس آئینے کے دونوں طرف دو اور آئینے رکھے ہوئے تھے، حادوش عبداللہ نے مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر مسکرا کر بولا۔

''اس ناقابل یقین کام کی ابتداء کر رہا ہوں اور کامیابی کا خواہش مند ہوں طریق کار یہ ہے کہ اس آئینے میں خود کو دیکھو لیکن توجہ اپنی آنکھوں پر مرکوز رکھو میں تم سے جو کچھ پوچھتا ہوں اس کا جواب دیتی جاؤ۔ کیا تم تیار ہو؟''

''ہاں حادوش عبداللہ۔''

''ہم سیت کے دور کی بات کرتے ہیں۔ فراعنہ کے دربار، امراء اور رؤسا سے آراستہ، مصر کے گلی کوچے بازار سجے ہوئے اور ایک مشکل وقت جب اناتم سلاطیہ پر انکشاف ہوا کہ اس کے ہاں پیدا ہونے والی بچی جس شخص کی اولاد ہو وہ تاریخ کی قدیم شخصیت نہیں بلکہ نئی دنیا کا ایک انسان ہے جو اپنی صلاحیتوں کی بناء پر خود کو تاریخ میں ضم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے جانتی ہو وہ معصوم بچی کون تھی......؟''

''میری معلومات کے مطابق وہ معصوم بچی میں تھی لیکن وہاں کیا تھا ماحول کیسا تھا میری نظر میں نہیں آ سکا۔''

حادوش عبداللہ پھر بولا۔

''بچی کچھ اور بڑی ہوئی اس نے دیکھا، اس نے سوچا، اس نے محسوس کیا وہ خود کو کیا پاتی تھی۔'' آہ......خود کو کیا پاتی تھی؟ اس کی آواز پھٹ گئی اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

میں نے آئینے سے نگاہ ہٹا کر اس پر جما دی تھی۔ وہ تھکا تھکا نڈھال نظر آ رہا تھا بہت دیر تک

وہ اسی طرح بیٹھا رہا پھر جب اس کے جسم میں جنبش نہ ہوئی تو میں نے کہا۔
"کیا میں اپنی جگہ بیٹھی رہوں؟"
اس نے آہستہ سے گردن اٹھائی۔ مجھے دیکھا پھر مضمحل مسکراہٹ سے بولا۔
"ہاں اب تمہاری وہاں موجودگی ضروری نہیں ہے۔ میرا یہ تجربہ ناکام رہا ہے اس کی وجوہات ہیں...... فطری وجوہات ہیں۔"
"کیا......؟"
"تم اس وقت اتنی چھوٹی تھیں کہ تمہاری کوئی سوچ نہیں تھی، کوئی احساس نہیں تھا کسی ماحول کو سامنے لانے کے لیے پختہ تصور کی ضرورت ہوتی ہے۔ آہ کاش یہ تجربہ کامیاب ہو جاتا کاش کامیاب ہو جاتا۔"
میں اسے تاسف سے دیکھنے لگی پھر میں نے کہا۔
"تم نے اس تجربے کے لیے اپنی تصویروں کو تباہ کر دیا۔"
"نہیں ان کی جگہ دوسرے جہاں آباد ہو جائیں گے نئی مصروفیتیں تلاش کر لوں گا میں۔ افسوس میں تمہارا ماضی تمہارے سامنے نہ لا سکا اگر برا نہ مانو تو مجھے یہیں چھوڑ دو تم آرام کرو تھک گئی ہو گی۔"
اس رات وہ کھانے میں بھی میرے ساتھ شریک نہیں تھا مجھے اس کے دکھ کا احساس تھا۔ مگر یہ اس کا معاملہ تھا، میں تو اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی میں اس کی وجہ سے دکھی تھی۔ دوسری صبح وہ ناشتے پر بھی نہ آیا۔ اس عمارت سے ہی باہر نہیں نکلا تھا اور میں اس کی اجازت کے بغیر ادھر کا رخ بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ہر طرح کی مراعات کے باوجود ایک حد قائم رکھنا ضروری ہوتا ہے۔
ناشتے کے بعد احاطے میں نکل آئی۔ ہاں ہم دونوں کے سوا مستقل مکینوں میں یہ بطخیں ہی تھیں۔ اس مختصر وقت میں ہی وہ مجھ سے بہت مانوس ہو گئی تھیں مجھے دور ہی سی دیکھ کر کنارے پر سمٹ آتی تھیں۔ میں ان کے قریب پہنچ کر ڈبے سے بسکٹوں کے ٹکڑے نکال کر ان کے سامنے ڈالنے لگی۔ دیر تک یہ مشغلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ بسکٹ ختم ہو گئے، میں نے خالی ڈبہ ایک طرف اچھال دیا اور طائرانہ نگاہوں سے احاطے کو دیکھنے لگی۔ اس دوران ایک بار احاطہ صاف کیا تھا پورا دن صرف ہو گیا تھا' لیکن اجاڑ جگہ بھی پر رونق ہو گئی تھی اسے اور درست کرنے کے بارے میں سوچنے لگی۔
پھر میری نگاہ سامنے اٹھ گئی حادوش عبداللہ ادھر آ رہا تھا۔ دور ہی سے میں نے اس کا جائزہ لیا، اس نے خود کو سنبھال لیا تھا اور اب تر و تازہ نظر آ رہا تھا۔ میں استقبالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی لیکن اس کے بائیں سمت کے ایک درخت سے خونخوار بلی نے غوطہ لگایا اور بے حد کریہہ چیخ کے ساتھ حادوش عبداللہ پر حملہ آور ہو گئی۔ اس نے اپنے پنجے اس کے سینے پر گاڑھے اور بھیانک منہ سے حادوش عبداللہ کا نرخرہ پکڑ لیا۔

حادوش عبداللہ لڑکھڑایا پھر سنبھل کر اس نے بلی کو پکڑ لیا، وہ ادھر ادھر ڈولتے ہوئے بلی کو خود سے علیحدہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ خونخوار بلی مسلسل کریہہ انداز میں چیخ رہی تھی۔

میرے حلق سے وحشت ناک چیخیں نکلنے لگیں میں پاگلوں کی طرح بھاگی اور ان کے قریب پہنچ گئی، دماغ میں کچھ نہیں تھا بس کسی طرح حادوش عبداللہ کو اس خونی بلی سے بچانا چاہتی تھی، میں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی مگر میرے ہاتھ اسے گرفت میں نہ لے سکے۔ میرے حلق سے بھی جذباتی انداز میں مسلسل چیخیں نکل رہی تھیں جب اس پر میری گرفت قائم نہ ہو سکی تو میں نے ایک بار پھر اس کے جسم کو ہاتھ میں پکڑ کر پوری قوت سے کھینچا اس بار میں کامیاب ہو گئی تھی لیکن اس کے پنجوں اور دانتوں کے ساتھ حادوش عبداللہ کی کھال کسی کاغذ کی طرح اترتی چلی آئی تھی وہ کسی تصویر کی طرح پھٹ گیا تھا جہاں سے یہ تصویر پھٹی تھی وہاں سے اس کے خدوخال غائب ہو گئے تھے۔

بلی پھر میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اس بار جب میں نے اسے کھینچا تو حادوش عبداللہ کے جسم کے دوسرے پرزے کھنچ آئے۔ البتہ اس بار بلی اس پر نہ لپکی بلکہ کریہہ آوازیں نکالتی ہوئی بھاگ گئی، میں اس کے بجائے حادوش عبداللہ کو دیکھ رہی تھی، میں نے اسے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ ذرہ بھر شبہ نہیں تھا اس بات میں کہ خونی بلی نے میرے سامنے اس پر حملہ کیا تھا۔ لیکن اب وہ تصویر کی طرح پھٹا پڑا تھا۔ اس کے پرزے ہوا میں منتشر ہو رہے تھے، نہ خون کا کوئی قطرہ تھا نہ گوشت پوست کا کوئی نشان۔ میرا سر چکرانے لگا اور میں گرنے کے قریب ہو گئی۔ اسی وقت کچھ فاصلے سے مجھے آواز سنائی دی۔

"نشاء دانش۔" میں نے سہم کر دیکھا، اور وہ بھی حادوش عبداللہ ہی تھا۔ جو سامنے سے آ رہا تھا۔ وہ بڑے سکون سے چلتا ہوا میرے قریب پہنچا اور پھر اچانک رول ہو گیا بالکل اسی طرح جیسے کوئی مڑی ہوئی تصویر کھل کر دوبارہ رول ہو جاتی ہے پھر وہ مجھے تیسری بار اسی طرح سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا اور میرے قریب پہنچ کر رول ہو گیا، میرے پاؤں بے جان ہو گئے، بے ہوش تو نہیں ہوئی لیکن اعصاب جواب دے گئے تھے۔ گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئی۔ بدن پر رعشہ طاری تھا اسی عالم میں وہ چوتھی بار آتا ہوا نظر آیا۔ اس بار وہ میرے قریب کھڑا رہا۔ پھر نرم لہجے میں بولا۔

"نشاء دانش اٹھو...... یہاں سے اٹھو یہ بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے، آؤ میرے ہاتھ کا سہارا لو۔" اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور میرا داہنا ہاتھ بے اختیار اوپر اٹھ گیا، گرم جاندار طاقتور ہاتھ نے مجھے سہارا دے کر کھڑا کر دیا۔

"نہیں میرے جگر گوشے تم اتنی کمزور نہیں ہو خود کو سنبھالو۔"

اس کی نرم آواز ابھری۔

"وہ...... وہ......" میرے حلق سے چیخ سسکی کے ساتھ نکلی اور نہ جانے کون سے جذبے سے

بے اختیار ہو کر میں اس کے سینے سے جا لگی، میری سسکیاں کوشش کے باوجود نہیں رکی تھیں۔ بری طرح رونے لگی تھی میں۔ وہ میرے سر کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا، بڑی شفقت تھی اس لمس میں چند لمحات کے بعد میں نے خود پر قابو پالیا۔ اس نے میرا بازو پکڑ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''آؤ...... کہیں بیٹھیں، آؤ تمہیں اندازہ ہو چکا ہے کہ ابھی ترواڑی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، ہاں اس نے اپنے اور میرے درمیان سے وہ اخلاقی دیوار گرا دی ہے جس کے تحت میں اس کے خلاف کچھ کرتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس کرتا...... آؤ۔''

ہم اس جگہ سے کچھ فاصلے پر جا بیٹھے۔ مجھے اس کی باتوں سے ڈھارس ہوئی تھی ان تمام واقعات کے پیش نگاہ اور آخر میں بلی کو دیکھ کر مجھے یہ شبہ ہو گیا تھا کہ روشاق کچھ نہ کچھ ضرور کرے گا اور ایسا ہی ہوا تھا۔

لیکن روشاق کی ناکامی نے ہمت بڑھا دی۔ حادوش عبداللہ خود بھی بہت کچھ تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔

''اب مجھے حق حاصل ہے کہ میں اس کے خلاف کچھ بھی کر لوں۔ ویسے میرے ذہن کی تصدیق ہو گئی وہ معمولی عقل رکھتا ہے اگر وہ بہت ذہین ہوتا تو اسے علم ہوتا کہ میں کون ہوں؟ ہم پہلے ہی اس کا تجزیہ کر چکے تھے جیسا سوچا تھا ویسا ہی نکلا۔''

حادوش عبداللہ کی باتیں سننے کے بعد میں نے بے اختیار سوال کر دیا۔

''تم کون ہو حادوش عبداللہ......؟''

''آں......؟''

وہ چونک پڑا۔

''اتنی محبت اتنا اعتماد پیار دینے کے بعد تم بھی میرے ساتھ دوسروں جیسا رویہ روا رکھو گے۔ مجھے میرے مقام سے آگے نہیں بڑھاؤ گے۔ مجھے تمہارے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو گا۔''

''میری داستان تمہارے لیے بے مقصد ہے۔ تمہاری کہانی میں میرا کردار کہیں نہیں آتا۔'' حادوش عبداللہ نے کہا۔

''پھر بھی میں جاننا چاہتی ہوں۔ اگر تم مجھے اس قابل سمجھو۔''

''نہیں نشاء دانش...... تم خود تاریخ کا ایک دلچسپ کردار ہو۔ ناقابل فہم اور الجھا ہوا...... میرے اور تمہارے درمیان تاریخ کا قدیم رشتہ ہے۔ لیکن ایک خوف ہے مجھے......''

''کیا......؟''

''میرے بارے میں جان کر تمہیں ایک مایوسی کا احساس ہو گا...... تم بددلی کا شکار ہو جاؤ گی۔'' حادوش عبداللہ نے کہا۔

''نہیں ایسا نہیں ہو گا۔''

''غیر شعوری طور پر ہوگا۔ تاہم تمہاری خواہش ہے تو تم جانو!...... مجھے جاننا چاہتی ہو......؟''

''ہاں......!''

میں نے کہا۔

''وہ اچانک جہاں بیٹھا تھا اسی جگہ لیٹ گیا اس نے ہاتھ پاؤں پھیلا دیئے اور پھر وہ رول ہونے لگا وہ کسی کاغذ کی طرح لپٹ گیا تھا کسی ہلکے پتلے کاغذ کی مانند۔ اس کا وجود دوسری طرف سے پہلے بھدے پوشیدہ کاغذ کی شکل اختیار کر گیا۔ اُس کے اندر اس کے خدوخال تھے۔

مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے، ہوا سے لرزتے ہوئے اس کاغذ کو دیکھ رہی تھی۔

کچھ دیر وہ اسی طرح پڑا رہا...... پھر آہستہ آہستہ کھلنے لگا۔ اس کے بعد اٹھ کر بیٹھ گیا...... اب وہ اصل حالت میں تھا۔

+++

''میں حادوش عبداللہ ہوں' پتہ نہیں تاریخ کے کون سے دور میں میرا نام آتا ہے' مجھے تاریخ اور سنین سے واقفیت نہیں ہے۔ نہ ہی میں نے سنین میں خود کو تلاش کیا۔ مجھے اس سے کبھی دلچسپی نہیں رہی' وہ بھی کسی فرعون ہی کا دور تھا۔ حادوش عبداللہ چرواہے کا بیٹا تھا' بہت چھوٹی سی عمر میں اس پر ذمہ داریوں کا بوجھ آپڑا تھا۔ اس کا باپ سانپ کے کاٹنے سے ہلاک ہوگیا۔ ماں اور تین بھائیوں کی پرورش کا بوجھ بہت چھوٹی عمر میں اسے سنبھالنا پڑا' لیکن اس نے بھیڑوں کے ساتھ جنگلوں سے دوستی کرلی۔ درختوں اور پتوں سے اس کی شناسائی ہوگئی۔ ان کے درمیان اس کی دنیا آباد ہوگئی۔ وہ ان میں مگن ہوگیا۔ ہوائیں جہاں جہاں سے گزرتیں وہاں کی کہانیاں سناتیں۔ اسے سارے جہاں کے بارے میں معلوم ہوگیا تھا۔ انہی ہواؤں نے درختوں کے بجتے ہوئے پتوں کی آواز میں اسے سلاکیہ کی داستان سنائی۔ اس کے حسن و جمال کی ایسی تصویر کھینچی کہ وہ اس پر فریفتہ ہوگیا۔ اس کی آنکھیں سلاکیہ کو تلاش کرنے لگیں۔ اس کے دوستوں نے آسے آزردہ پایا تو اسے مشورہ دیا کہ وہ اپنی محبوبہ کا بت تراشے' وہ بت تراشی نہیں جانتا تھا' لیکن اس کے دوست بہت کچھ جانتے تھے۔ انہوں نے اسے بت تراشی سکھائی اور اس نے سلاکیہ سے پتھروں سے تخلیق کیا۔ اس تخلیق سے اسے اتنا پیار آیا کہ اس نے ہر پتھر کو سلاکیہ کا روپ دینا شروع کردیا۔ اس نے پھولوں سے رنگ حاصل کئے اور سلاکیہ کے وجود کو رنگین کردیا۔ بت تراشی میں اسے کمال حاصل ہوتا چلا گیا' کیونکہ اس میں اس کی لگن اس کا عشق پوشیدہ تھا۔ پتھر اس سے باتیں کرنے لگے' بالکل اسی طرح جیسے درختوں کے پتوں سے اس کی شناسائی تھی اور جس کے زمین پر اگی ہوئی کونپلیں اس سے ہمکلام ہوتی تھیں' تب ایک بار فرعون وقت کا ادھر سے گزر ہوا اور اس نے جو پہاڑی چٹانوں کو بولتے دیکھا تو ششدر رہ گیا۔ اسے جستجو ہوئی اور اس نے ان چٹانوں سے ابھرنے والے مجسموں کے خالق کی تلاش کی۔ میرا اس کے سامنے آجانا کوئی انوکھی بات نہیں تھی' لیکن اس نے بہتر نہ کیا اس نے مجھ سے سوالات کئے تو میں نے اسے بتایا کہ میری تخلیقات امر ہیں' انہیں زوال نہیں ہے۔ تب اس کے ذہن میں خیال آیا کہ کیوں نا وہ اپنے آپ کو تخلیق کرائے اور میرے فن کو استعمال کر کے خود کو زندہ جاوید کرے' لیکن مجھے اس سے عشق تو

نہیں تھا۔ میں نے اس کے بت تراشنے سے انکار کر دیا تو اس نے مجھے قید کر دیا۔ مجھے سلاکیہ سے دور کر دیا' لیکن سلاکیہ تو میرے وجود میں بس گئی تھی۔ میں نے اپنے قید خانے میں اسے نقش کر لیا۔ دیواریں کھرچ کھرچ کر میں نے وہاں سلاکیہ کو اپنی نگاہوں کے سامنے اتار لیا۔ میرا فن جاوداں ہوتا چلا گیا اور پھر فرعون وقت کو جب میرا خیال آیا تو اس نے مجھے قید خانوں میں آکر دیکھا' وہاں بھی اسے سلاکیہ نظر آئی' وہ بے چین ہو گیا۔ مجھے موت نہیں دینا چاہتا تھا وہ لیکن اپنے آپ کو مجھ سے تخلیق کرا کے امر کر دینا چاہتا تھا۔ میری داستانیں دور دور تک پھیل گئی تھیں۔ اس نے مجھ سے ہر طرح کی سودے بازی کی۔ مجھے رہنے کیلئے محل دیا' عیش و عشرت کی زندگی دی اور یہ چاہا وہ میرے ہاتھوں سے دوبارہ تخلیق ہو جائے۔ تصویر کی شکل کا یہ فن مجھے کیا کیا دے سکتا ہے' چنانچہ میں نے ان تمام نقوش کو ترتیب دیا جو مجھے آزادی دے سکتے تھے۔ میں نے دوسری تصویریں بنانا شروع کر دیں۔ بت تراشی کیلئے میرے پاس انتظامات نہیں تھے۔ چنانچہ میں نے رنگ اور برش استعمال کئے جو اس وقت اس شکل میں نہیں تھے۔ لیکن میں جانتا تھا کہ وہ میرے لئے کتنے کارآمد ہو سکتے ہیں اور اس کے بعد جب میں نے اپنے وجود کا ذرہ ذرہ اپنے فن کو بخش دیا تو فن نے مجھے نئی نئی راہیں دکھانا شروع کر دیں۔ میری تصویریں' میری تخلیقات مجھے بتانے لگیں کہ مجھے عمر جاوداں کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ میں نے اپنے آپ کو نقش کیا اور اس کے بعد بآسانی فرعون وقت کے چنگل سے نکل آیا۔ اب میرے لئے دنیا کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ فرعون نے میرے فرار کے بعد اپنی ساری سپاہ کو میری تلاش پر لگا دیا' جگہ جگہ سے مجھے گرفتار کیا گیا' سزائیں دی گئیں' لیکن یہ میں نہ تھا' میرے بنائے ہوئے نقش تھے اور فرعون وقت میرے اصل کی تلاش نہ کر سکا۔ میرے نقش میری ہی مانند تھے۔ میری جیسی سوچوں کے حامل میرے جیسے عمل میں کامل وہ میری طرح اپنے نقش تراش سکتے تھے' بنا سکتے تھے۔ میں جگہ جگہ موجود تھا اور جب فرعون وقت میرے اصل وجود کو نہ پا سکا تو شدت غم سے دیوانہ ہو گیا۔ اس نے خودکشی کر لی' مگر حادوش عبداللہ اب اپنی ذات میں یکتا ہو گیا تھا۔ فن مصوری میں اگر تاریخ کے اوراق کھنگالو تو حادوش عبداللہ کا نام تمہیں ایک پراسرار مصور کی حیثیت سے نظر آئے ا اور یہ بات میں صرف تمہیں بتا رہا ہوں نشاء دانش کہ بالآخر حادوش عبداللہ نے اپنی محبوبہ کی آغوش میں دم توڑ دیا۔ ایک ویران پہاڑی سلسلے میں پتھر سے تراشی ہوئی ایک چٹان جو سلاکیہ کا وجود رکھتی تھی اس کا مرقد بن گئی اور اس کی بنائی ہوئی تصاویر جن کی تعداد ناقابل یقین تھی...... کائنات کے گوشے گوشے میں سرگرداں ہو گئیں۔ وہ تصاویر خود اپنے آپ کو تخلیق کر سکتی تھیں اور ان میں وہی تمام صفات موجود تھیں جو حادوش عبداللہ میں تھیں۔ نہ جانے کتنی تصویریں موجود تھیں اور کس کس طرح ضائع ہو گئیں۔ میں بھی اس کی بنائی ہوئی تصویر ہوں۔ اگر تم میرے وجود کو حادوش عبداللہ کے طور پر تسلیم کر سکو تو تسلیم کر لو اور اگر نہ مانو تو ہر تصویر میں حادوش عبداللہ کا عکس موجود ہو گا۔ شاید تمہیں اس داستان سے الجھن ہو رہی ہو لیکن یہی سچائی ہے۔ تم نے خود بھی دیکھا بیشمار تصویریں

موجود ہیں۔ میں اگر سو بار بھی مٹ جاؤں تو حادوش عبداللہ کے وجود میں زندہ رہوں گا اور تصویریں تخلیق کرتا رہوں گا۔ مجھ میں تمام انسانی صفات ہیں جو حادوش عبداللہ میں تھیں۔ لیکن اگر میں خود ہی اپنی حقیقت کو اپنے آپ پر طاری کروں تو تم نے دیکھ لیا کاغذ کا ایک ٹکڑا وہ بھی بوسیدہ' قدیم' جو ہلکی سی ہوا سے اڑتا ہوا نہ جانے کہاں سے کہاں جا سکتا ہے اور مجھے یقین ہے نشاء دانش کہ اب تمہیں شدت سے اس بات کا غم ہوگا کہ تم کسی زندہ وجود کے ساتھ نہیں ہو بلکہ ایک تصویر کے ساتھ جی رہی ہو۔ مجھے اس کے عکس میں جینا ہے' یہ ایک مصور کا نام ہے جو نہ جانے کتنی صدیاں دیکھے اور فنا نہ ہو۔ فن اسی کو کہتے ہیں...... انسان اگر فنکار ہے تو جئے گا صدیوں جیئے گا۔"

میں آنکھیں پھاڑے ہوئے اسے گھور رہی تھی' جو کچھ وہ کہہ رہا تھا وہ ایک پراسرار کہانی تھی۔ ناقابل یقین ہوش وخرد سے عاری کر دینے والی۔ لیکن اس کا ثبوت ابھی چند لمحات قبل جب بلی نے اس پر حملہ کیا تھا اور وہ کاغذ کی طرح پھٹ گیا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ چہرہ جھکا لیا۔ وہ بھی کچھ نہ بولا' بہت دیر تک سوچتا رہا' پھر مجھے اس کی ہنسی کی آواز سنائی دی اور میں نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا' وہ آہستہ سے بولا۔

"اور تم نے میرے لئے سوچ کی ایک نئی راہ کھولی ہے نشاء دانش۔ آہا یہ مشغلہ تو نہایت ہی دلچسپ ہوگا۔ واہ گویا ایمنی تراوزی کیلئے اس کی یہ کاوش جان گسل بن گئی' اب وہ مصیبتوں کا شکار ہوجائے گا نشاء دانش۔ اب وہ درحقیقت مصیبتوں کا شکار ہوجائے گا۔ میں اپنے آپ کو اس دلچسپ مشغلے سے باز نہیں رکھ سکتا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ وہ کروں جو میرے ذہن میں آیا ہے۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر اسے دیکھا اور مسکرا رہا تھا۔ مردانہ حسن و جمال کا مرقع' جسے دیکھ کر زائرہ ایمان صرف نو سال کی عمر میں اس پر فریفتہ ہوگئی تھی اور آج تک اس کی یاد میں جی رہی تھی' لیکن یہ ایک زندہ وجود نہیں ہے۔ ایک تصویر ایک مصور کا شاہکار ایک عشق کی داستان سلاکیہ کے بارے میں اس نے کہا تھا کہ اس نے سلاکیہ کی کوئی تصویر نہیں بنائی بلکہ اسے دل میں رکھا ہے۔ سچ تو ہے جب ایک مصور نے اپنا وجود ہزاروں تصویروں میں منتقل کر دیا تو اس کی سوچ اس کا عمل وہی ہوتا جو مصور کا تھا۔

حادوش عبداللہ میری سوچوں سے بے نیاز اپنی سوچوں میں گم تھا۔ اس نے کہا۔

"اور اگر تمہاری بھی ایسی ہی تصویریں متحرک ہوجائیں نشاء دانش جس طرح میں حادوش عبداللہ کی شکل میں بھٹک رہا ہوں اور میرا کچھ نہیں بگاڑا جا سکتا تو کیا وہ حقیقت احمق تمہیں تلاش کر سکے گا۔ کیا تمہارے لئے وہ خطرات باقی رہ جائیں گے جن سے تم دوچار ہو؟"

اس کے الفاظ میرے ذہن تک پہنچے تو ایک بار پھر میں اچھل پڑی۔ میں نے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کیا کہہ رہے ہو حادوش عبداللہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا؟"

حادوش عبداللہ میٹھی مسکراہٹ کے ساتھ مجھے دیکھ رہا تھا' پھر اس نے کہا۔

''ہاں میں تمہاری اپنی جیسی لاتعداد تصویریں تراش سکتا ہوں۔ تمہارا وجود ان تصویروں میں متحرک ہوگا۔ لوگ تمہیں دیکھیں گے اور صرف نشاء دانش سمجھیں گے۔ تمہیں نشاء دانش ہی کی حیثیت سے ہر جگہ جانا جائے گا' لیکن تمہارا اصل کہیں اور ہوگا۔ وہ بھٹکتے رہیں گے اور یقیناً روشاق بھی تمہیں نہ پاسکے گا' تم نے دیکھا کہ وہ مجھے ہی نا پاسکا اور اس نے اپنی کاوشیں مجھ پر باعمل کردیں۔ بولو نشاء دانش کیا تمہیں یہ دلچسپ تحریر منظور ہے؟''

ہرچند کہ میں حادوش عبداللہ کی کہانی جان کر کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار ہوگئی تھی۔ لیکن وہ جو کچھ کہہ رہا تھا وہ اتنا دلچسپ تھا کہ میں اپنے آپ کو ان الفاظ کے سحر سے آزاد نہ کرسکی۔ میں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

''یہ تو ایک انوکھا تجربہ ہوگا' کسی ذی روح کی زندگی میں جیسے میں......؟''

''ہاں حادوش عبداللہ نے اپنی اصل کو کہیں ایسی جگہ پوشیدہ کرلیا تھا جہاں فرعون وقت اسے پا نہ سکے اور وہ پاگل بادشاہ اسے جگہ جگہ سے گرفتار کرکے موت کی سزائیں دے رہا تھا۔ موت تو حادوش عبداللہ کو ملی' لیکن اس کی پتھریلی محبوبہ کی آغوش میں' اس کی پسند کے مطابق اور اس کے باوجود اس کی تصویریں اس کی جگہ پر سمیٹے رہیں نہ جانے کتنی صدیوں سے آج تک۔''

''اس کا مطلب ہے حادوش عبداللہ' اس کی بیشمار تصاویر متحرک ہیں۔ کیا سرزمین مصر کے کسی اور گوشے میں بھی اس کی کوئی تصویر تمہاری طرح زندگی گزار رہی ہوگی۔''

''نہیں اگر ایسا ہوتا تو اس کا تعلق مجھ سے ہی ہوتا۔ ہم سب ایک دوسرے سے واقف ہوتے' میرے علاوہ اب اس کی کوئی اور تصویر کہیں موجود نہیں ہے۔ کیونکہ بقیہ تصویریں میں نے ہی بنائی ہیں۔''

''تمہارا مطلب ہے کہ اب اس کی اصل تم ہی ہو۔''

''اصل تو نہیں ہو تم دیکھ چکی ہو نشاء دانش' لیکن اس کی بقیہ تصویریں فنا ہوگئیں۔ ہاں میں نے ہی چند تصاویر بنائی ہیں اور یہ بھی صرف ایک اتفاق ہے ورنہ تروازی کی بلی اگر مجھے ختم کردیتی تو شاید حادوش عبداللہ کا نام ختم ہوجاتا۔ لیکن ابھی صدیاں درکار ہیں۔ میں نے البتہ اپنی تصویریں کافی تعداد میں تیار کرلی ہیں اور وہ میرے پاس محفوظ ہیں۔''

''کیا اس نگارخانے میں؟''

''نہیں احتیاطاً میں نے انہیں کہیں اور محفوظ کیا ہے؟''

''تم نے ابھی کہا تھا کہ تم میری تصویر بنادو گے۔''

''ہاں تم سے جو لگاوٹ' جو انسیت میرے دل میں بیدار ہوگئی ہے نشاء دانش' اسی کے تحت میں ایسا کروں گا۔ اگر انا طور بھی کچھ وقت یہاں قیام کرتا اور جنون کا شکار نہ ہوتا تو شاید میں اسے اس

طرح نہ مرنے دیتا۔ بہرحال وقت کا عمل سب سے بڑا مقام رکھتا ہے۔ کون جانے کب میری آخری تصویر بھی ضائع ہو جائے۔ اس کے بعد حادوش عبداللہ کا نشان کم از کم اس جیتی جاگتی دنیا میں نہ رہے گا' وہ فنا ہو کر بھی صدیوں سے اس کائنات کو دیکھ رہا ہے' اس میں جما رہا ہے۔ آخری تصویر نجانے کب فنا ہو جائے' اس کے بارے میں' میں بھی نہیں جانتا۔''

میں گہری گہری سانسیں لے کر گردن جھٹکنے لگی' پھر میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا.....

''تب تو تم نے سچ ہی کہا حادوش عبداللہ نہ تمہارا کوئی مذہب ہے نہ فلسفہ' نہ تمہاری ضرورت' تم بھلا زائرہ ایمان کی محبت کیسے قبول کر سکتے تھے۔ لیکن جو کچھ تم کھاتے پیتے اور جس طرح تم ایک زندہ انسان کی حیثیت سے سر کرتے ہو وہ باعث حیرت ہے۔

''یہ بھی نہ کہو بس یوں سمجھ لو یہ تمہاری پذیرائی تھی اور وہ بھی اناطور کے حوالے سے کہ وہ ایک بلند پایہ انسان تھا۔''

''مگر اس طرح ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے حادوش عبداللہ۔''

''پوچھو۔ جب میں نے تمہیں اپنی داستان حیات بتا دی ہے تو بھلا اس کے بعد کوئی اور سوال نہ بتانا کیا معنی رکھتا ہے۔''

''کیا ایک تصویر ہونے کے باوجود تمہارے سینے میں دل ہے' اس دل میں محبت ہے' دوستی کا جذبہ ہے جیسے اناطور کے بارے میں تم نے اپنے جذبات کا اظہار کیا' اناطور اس وقت تو موجود نہ تھا' جب حادوش عبداللہ کی اصل اس دنیا میں تھی۔''

وہ ہنسنے لگا' پھر بولا۔

''میں حادوش عبداللہ ہی ہوں اور جب تک میں اس کی تصویر کی شکل میں متحرک ہوں میرے سینے میں انسانی جذبات' انسانی عمل پوشیدہ ہے اور جب تک میں جاری رہوں گا' جب تک اس کی آخری تصویر باقی رہے گی وہی تمام عمل کرے گا جو دنیا میں بسنے والوں کا ہے۔''

''آہ......! کیا یہ سب کچھ قابل یقین ہے؟''

''کائنات میں اتنا کچھ ہے نشاء دانش کہ تمہارے دماغ کے بیس ہزار خلیے اسے سمجھنے کیلئے کچھ بھی نہیں ہیں۔ کائنات کے رازہائے سربستہ تو اتنی وسعتیں رکھتے ہیں کہ تم ہزار بار بھی مر کر جیو اور تحقیق کا عمل جاری رکھو تو سمندر سے ایک قطرے کے برابر بھی کائنات کے راز ہائے سربستہ حاصل نہ کر پاؤ۔ عقل انسانی ان وسعتوں کا احاطہ بھلا کیسے کر سکتی ہے جنہیں اس کائنات کے خالق نے ترتیب دیا ہے۔ بہت معمولی سی بات ہے یہ بس عقل جہاں تک ساتھ دے وہیں تک سفر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہاں سے اس سفر کا تو احساس ہوگا کہ یہ آغاز ہے' لیکن انجام کیلئے عقل ناکافی ہے' چنانچہ جو سمجھو سو پالو' جو نہ جانو اس کیلئے خود کو فنا نہ کرو اور اپنی بھی حد متعین کر لو کہ یہی ضروری ہے۔''

میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی' بات سمجھ میں آ رہی تھی' وہ مسکرایا اور اٹھتا ہوا بولا۔

''امید ہے تمہیں خاصا اطمینان حاصل ہو چکا ہوگا۔ تم اپنے طور پر محفوظ ہو اور یہ جگہ تمہارے لئے موزوں ترین ہے۔ میرے بارے میں اب سب کچھ جاننے کے بعد تمہیں مزید جستجو نہ رہی ہوگی۔ ہاں جو سمجھ میں نہیں آیا اس کیلئے میری ہدایت پر غور کر لینا مجھے اب ان تکلفات سے نجات مل گئی ہے۔ جو تمہارے ساتھ ناواقفیت کی بنیاد پر برتنے پڑ رہے تھے۔ نہ مجھے خوراک درکار ہے نہ کوئی اور حاجت کہ بے جان چیزیں اس کی ضرورت نہیں رکھتیں۔ سو اب میں اپنا عمل کروں گا' جو تمہارے لئے ہے اور میرے لئے ایک دلچسپ مشغلہ' سو مجھے اس میں مصروف رہنے دینا اور میری ضرورت نہ محسوس کرنا۔ ہاں اگر تمہاری کوئی طلب ہو تو بے شک میں اس کی تکمیل کیلئے حاضر ہوں۔ اس میں تمہیں دقت نہیں ہوگی۔''

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلائی اور اس کے ساتھ ہی اٹھ گئی۔ میرا دماغ اب ہر طرح کے الجھاؤ برداشت کرنے کا عادی ہو گیا تھا۔ لیکن اس سے جدا ہو کر اپنے کمرے میں اس کے بارے میں سوچتے ہوئے کم از کم مجھے ایک گونہ سکون ضرور محسوس ہوا تھا۔ ایک ایسی انوکھی تخلیق میری معاون کار ہے جو روشاق کا نشانہ نہیں بن پائی۔ اس کا مطلب ہے کہ روشاق مجھے آسانی سے اب کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا' اس کا غرور خاک میں مل چکا ہے' بس اس سے زیادہ اور کچھ سوچنا میرے بس میں نہیں تھا۔

پھر وقت گزرنے لگا' اگر کسی جاندار شے کی حاجت محسوس ہوئی تو جوہڑ کے کنارے جا بیٹھی' تین چار دن اس طرح گزر گئے تھے' نہ وہ اپنے نگار خانے سے برآمد ہوا تھا نہ میں نے اس کی جستجو کی تھی' ماحول پر خاموشی مسلط تھی۔ یہ تنہائیاں شاید ازل ہی سے میرا مقدر تھیں۔ وہاں بھی سب تھے لیکن میں اپنی ذات میں تنہا تھی۔ ملازموں کی ہمدردیاں کاروباری طور پر بے شک حاصل تھیں' لیکن ان جذبوں سے محروم تھی جو محبت کرنے والوں کے دلوں میں ہوتے ہیں۔ خود بھی ہر کوشش میں ناکام رہی تھی۔ کوئی سچے جذبوں سے میری قربت کا روادار نہیں ہوتا تھا اور آج تک یہی کیفیت تھی۔ بے شک اس دوران چند لوگوں نے میری سرپرستی کی' لیکن اس میں بھی ان کی اپنی غرض پوشیدہ تھی' یہاں تک کہ بات حادوش عبداللہ تک آ پہنچی۔ ہاں یہاں ایک اعتبار ملا تھا' ایک تحفظ ملا تھا' لیکن تقدیر نے یہاں بھی چھاپا مار دیا تھا' یعنی اب بھی جو میرا ہمدرد' میرا غمگسار تھا وہ کوئی جاندار نہیں تھا۔ اپنے آپ پر خوب ہنستی تھی۔

بعض اوقات۔

پھر ایک دن حادوش عبداللہ ہی نے میری خوابگاہ کا دروازہ بجایا' میں حیرت سے اچھل پڑی تھی۔ بالکل نیا انداز تھا یہ' بھلا کون اس ویران مکان میں میرے کمرے کے دروازے تک آتا۔ دو ہی نام ذہن میں آئے تھے' زائرہ ایمان یا پھر شلزانہ اوشیاناس' لیکن دروازہ بجانے والا حادوش عبداللہ تھا۔ اسے دیکھ کر دل کو ایک عجیب سی مسرت کا احساس ہوا' وہ مسکراتا ہوا بولا۔

''آؤ میں تمہیں تمہاری چند تصویریں دکھاؤں جو میں نے تیار کی ہیں۔''

میں حیرت زدہ سی اس کے ساتھ باہر نکل آئی۔ وہ مجھے لئے ہوئے ملحقہ عمارت میں داخل ہوگیا۔ بڑے بڑے کینوس فریم پر لگے ہوئے تھے اور میں ان میں نظر آرہی تھی۔ مکمل ہر طرح سے مکمل' جاندار رنگوں کی تخلیق' بس یوں لگتا تھا جیسے ابھی فریم سے اتر کر کمرے میں چہل قدمی کرنے لگوں گی۔ میں سحر زدہ سی ان تصویروں کو دیکھتی رہی اور حادوش عبداللہ داد طلب نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا' پھر مسکرا کر بولا۔

''میں نے تمہاری آنکھوں میں پسندیدگی دیکھ لی ہے۔ یہ تم ہو نشاء دانش' ان میں تم ہو' انہیں چھو کر دیکھو...... آگے بڑھو' انہیں چھو کر دیکھو۔''

''یہ خراب ہو جائیں گی۔'' میری لرزتی آواز ابھری۔

''نہیں ان کے رنگ پکے ہیں۔ اب تو انہیں زندگی کے جانے کتنے رنگ دیکھنے ہوں گے' ان کے رنگ پکے ہیں۔ انہیں چھو کر دیکھو۔''

میں نے آگے بڑھ کر ایک تصویر کا ہاتھ چھوا اور میرے جسم کو کرنٹ سا لگا' نرم و گداز ہاتھ میرے جیسا اس کے بعد اس میں تحریک ہوئی اور دوسرے لمحے میں نے اسے فریم سے نیچے اترتے دیکھا' بالکل اسی طرح جیسے کوئی بلندی سے نیچے کودتا ہے۔ میرے پیروں کو جھٹکا لگا اور بدن ہل گیا جیسے میں خود نیچے کودی ہوں۔ میں نے حیران ہو کر حادوش عبداللہ کو دیکھا اور مزید حیران اس وقت ہوگئی جب میری تصویر نے بھی میری مانند گردن موڑی۔ حادوش عبداللہ نے کہا۔

''طلب اور محبت کا عرفان حاصل تھا اسے اور اس کے رنگوں کو زندگی عطا کر دی گئی۔ یہ اس کی جنبش ہے' اب تم دہرا وجود رکھتی ہو۔ تمہارے لمس نے اس تصویر کو متحرک کر دیا ہے' باقی تصویروں کو اس وقت تک نہ چھونا جب تک دوبارہ ضرورت نہ محسوس کرو۔''

''اگر میں انہیں ہاتھ نہ لگاؤں تو یہ متحرک نہیں ہوسکتیں؟'' میں نے سوال کیا۔

''ہرگز نہیں' تمہارے ذہن کے تار ان سے منسلک ہیں۔ تم کہیں بھی بیٹھ کر انہیں آواز دو گی یہ تمہارے پاس پہنچ جائیں گی۔''

''خواہ میں اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کروں۔''

''ان کے وجود میں تمہاری جنبش ہوگی' بس یوں سمجھو یہ تمہارا دوسرا حصہ ہوں گی۔''

''تم رنگوں کے جادوگر ہو حادوش عبداللہ' تم ناقابل یقین ہو۔ تمہیں ایک پراسرار کہانی تو کہا جا سکتا ہے' ایک ایسی کہانی جسے تفریح طبع کیلئے لکھا جائے...... سنا جائے' کوئی اس پر یقین نہ کرے۔''

''نہیں' یہ نظریہ تصور کی نفی ہے' تمہیں بہت کچھ عطا کیا گیا ہے لیکن تم اس دین سے ناواقف ہو' جو ذہن میں آسکے' وہ کہانی نہیں حقیقت ہے۔ اس کا وجود ہے۔ کیونکہ اسے تمہارے تصور میں محفوظ کیا گیا ہے۔ خیر یہ طویل بحث ہے۔ اس سے کوئی کام لو۔ اپنے اس دہرے وجود کو متحرک کرو' میں تمہیں

اس کا طریقہ بتاتا ہوں......"

حادوش عبداللہ مجھے ناقابل یقین عمل بتاتا رہا اور میں سنتی رہی' پھر میں نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اور یہ اسی طرح ممکن ہے جیسے تم نے کیا؟"

"تجربہ کر کے دیکھ لو' لیکن اس طرح جیسے میں نے کہا۔ جاؤ تم پہلی بار یہ تجربہ کر رہی ہو۔ اس لئے تمہاری پوری توجہ اس تجربہ پر مرکوز ہونی چاہئے۔"

میں اپنے کمرے میں آئی' میں نے تصویر وہیں چھوڑ دی تھی۔ میں نے اپنے کمرے میں آ کر اسے دیکھا اور حادوش عبداللہ کے قدم سے قدم ملا کر عمارت سے باہر آ رہی تھی۔ مجھے یہ تجربہ کیسے کرنا چاہئے' کیوں نہ میں اس عمارت سے باہر جاؤں۔ یہ شام یہاں سے دور رہ کر گزاروں' لیکن کہاں۔ ہوٹل کا وہ کمرہ یقیناً میری تحویل میں ہوگا' مگر وہاں تک جانے کا کیا ذریعہ ہوگا۔ باہر نکل کر دیکھا جائے۔ میں نے اپنے آپ کو اس احاطے کا راستہ طے کرتے ہوئے پایا' پھر لکڑی کے گیٹ سے باہر نکل آئی۔ سنسان سڑک پر آگے بڑھتی رہی' پھر عقب میں روشنی دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ ایک کار آ رہی تھی۔ میں نے رک کر اسے اشارہ کیا' کار رک گئی۔ ایک بوڑھا آدمی اسے ڈرائیو کر رہا تھا۔

"کیا آپ مجھے قاہرہ چھوڑ دیں گے؟" میں نے لجاجت سے کہا۔

"آؤ بیٹھو۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ کار سٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ میرا سانس پھول رہا تھا۔ میں نے اس انوکھے تجربے کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اس طرح تو میں نہ جانے کیا کیا کر سکتی ہوں۔ اس طرح تو مجھے ایک عظیم قوت حاصل ہو گئی ہے۔ اگر ذہن کو یکسو کر کے اسے استعمال کروں تو وہ سب کچھ ہو سکتا ہے جو میرے دل میں آئے۔

روشن قاہرہ میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ اپنی تمام روایتوں کے ساتھ' اس سے قبل میرے دل میں خوف جاگزیں تھا' میں نے لاکھ خود کو بہادر بنا لیا تھا۔ ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو گئی تھی' لیکن پھر بھی یہ احساس تھا کہ نجانے کیسی کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے' مگر اب صورتحال بالکل مختلف تھی۔ میرے دل میں کسی کا خوف نہیں تھا۔ مہربان بوڑھے نے نرم لہجے میں کہا۔

"تم جہاں جانا چاہتی ہو مجھے بتا دو' میں تمہیں وہاں پہنچا دوں گا۔"

"آپ کا بے حد شکریہ' بس یہیں اتار دیجئے۔" بوڑھے نے کار روک دی اور میں نیچے اتر آئی۔ موسم معمول کے [illegible]ق گرم تھا' لیکن دل میں خوشی کا سمندر موجزن تھا تو موسم بھی خوشگوار محسوس ہو رہا تھا۔ میں کچھ دور پیدل چلتی رہی' پھر ایک ٹیکسی روک کر اس میں بیٹھ گئی۔ ڈرائیور کو میں نے اپنے ہوٹل کا پتہ بتا دیا تھا۔

ہوٹل کے کاؤنٹر سے میں نے اپنے کمرے کی چابی طلب کی تو کاؤنٹر منیجر نے چونک کر مجھے دیکھا' پھر چابی نکال کر میرے حوالے کر دی' پھر خوش اخلاقی سے بولا۔

''آپ کئی دن کے بعد تشریف لائی ہیں میڈم۔''

''ہاں۔ میرے لئے کوئی پیغام؟''

''نہیں بالکل نہیں۔ غالباً آپ سیاح ہیں اور کسی طویل سفر پر نکل گئی تھیں۔''

''ہاں' میں لیکن ابھی یہ کمرہ اپنے پاس ہی رکھنا چاہتی ہوں' تم حسابات بنا کر مجھے بھیج سکتے ہو۔'' اس نے نیاز مندی سے گردن خم کی اور میں وہاں سے چل پڑی۔

کمرہ بالکل صاف ستھرا تھا۔ سب سے پہلے میں نے اپنے اثاثے تلاش کئے۔ ہوسکتا تھا یہ اب تک کمرے کی صفائی کرنے والے کی میراث بن گئے ہوں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ سونے کے نادر سکے اپنی جگہ موجود تھے۔ میں ایک آرام دہ کرسی میں دراز ہوگئی۔ اب کیا کرنا چاہئے' سوچتی رہی۔

سب سے پہلا خیال عسکری کا تھا' اب آزادی سے اسے تلاش کرسکتی ہوں۔ مجھے سب سے پہلے یہی کرنا چاہئے۔ اس کی یاد نے مجھے تڑپا دیا' دل پر ایک گھونسہ سا پڑا۔ میں چونک گئی' بدحواس سی ہوگئی' عسکری اتنا اجنبی نہیں تھا میرے لئے۔ میں بری طرح بے کل ہوگئی۔ کہاں چلا گیا اور اسے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ ایک بار پھر جاوید عالی سے ہی رجوع کروں' ممکن ہے کوئی خبر مل سکے۔ جاوید عالی کے فون نمبر یاد تھے۔ ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے فون ریسیو کرنے والے سے جاوید عالی کے بارے میں معلوم کیا اور چند لمحات کے بعد وہ فون پر آگیا۔

''جاوید عالی بول رہا ہوں۔''

''جاوید صاحب میں نشاء دانش ہوں۔'' میں نے مجرمانہ لہجے میں کہا اور دوسری طرف سکوت چھا گیا......

''ہیلو......'' چند لمحات انتظار کے بعد میں نے پھر کہا۔

''جی فرمایئے؟'' جاوید عالی کا لہجہ طنزیہ تھا۔

''جاوید صاحب میں عسکری کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔''

''محترمہ نشاء دانش' آپ میری زندگی کی سب سے حیرت ناک خاتون ہیں' آپ یقین کیجئے میں آپ کو بالکل نہیں سمجھ پایا۔ نہ جانے آپ کیا کرنا چاہتی ہیں۔ آپ کو اپنی عزت کا پاس نہیں تو اپنے مالک کی' ہماری عزت کا خیال کریں۔ آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ ہم آپ کی وجہ سے کتنے بدنام ہورہے ہیں۔''

''مجھے علم ہے جاوید صاحب۔''

''خدارا کچھ تو بتا دیجئے' صرف اتنا بتا دیجئے کہ آپ کیا چاہتی ہیں' کس کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ ہمیں علم ہوجائے تو ہم آپ کی مدد کریں گے۔ ہم آپ کے ہم وطن ہیں' غیر نہیں ہیں۔ آپ کے سلسلے میں حکومت مصر کو جوابدہی نہیں کر پارہے ہیں ہم' کیا کہیں کیا نہ کہیں۔''

''عسکری کے بارے میں کچھ پتا نہیں چلا؟''

''چلا گیا ہے' کار کے ایک حادثے میں زخمی ہو کر ہسپتال میں داخل ہوئے تھے' وہاں سے پولیس کی تحویل میں پہنچ گئے۔''

''عسکری کو حادثہ پیش آ گیا ہے۔'' میرے حلق سے چیختی آواز نکلی۔

''ایک ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ داہنا رخسار بری طرح رگڑ کھا گیا ہے اور جبڑے کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔'' جاوید علی نے بتایا۔

''اوہ میرے خدا......'' میں رو پڑی...... پھر بولی۔

''کہاں ہے وہ؟''

''سنٹر سول ہسپتال' روم نمبر گیارہ سو بیس' لیکن میں نشاء دانش۔'' جاوید عالی نے کہا' مگر میں نے مزید کچھ سنے بغیر فون بند کر دیا۔ میرا دل رو رہا تھا۔ بہت برا ہو گیا یہ' آہ بے جادہ عسکری...... کیا درگت بنی ہے اس کی میری وجہ سے' آہ خدا' اسے سلامت رکھے' اللہ اسے ہر مشکل سے بچائے۔ میں فوراً اٹھ گئی۔ سنہرے سکے واپس اسی جگہ رکھ دیئے' بعد میں دیکھوں گی سب کچھ پہلے اس کے پاس جاؤں۔

ہوٹل سے باہر نکل کر ٹیکسی میں بیٹھی اور ڈرائیور کو سینٹرل سول ہسپتال چلنے کیلئے کہا۔ راستے بھر اس کیلئے دعائیں مانگتی رہی تھی۔ آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ ہسپتال پر اتری اور استقبالیہ سے معلومات حاصل کیں۔

''جی ہاں۔ گیارہ سو بیس میں اس نام کا زخمی موجود ہے۔ آیئے میں آپ کو وہاں پہنچا دوں۔''

''بے حد شکریہ۔'' میں نے ریسپشنسٹ کے اس تعاون کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کیساتھ قدم اٹھا دیئے۔

اس نے لفٹ سے مجھے مطلوبہ منزل پر پہنچایا اور پھر راہداری سے گزر کر گیارہ سو بیس کے سامنے پہنچ گئی۔ میں نے بے تابی سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ اندر پانچ افراد کھڑے تھے' جن میں ایک جاوید عالی تھا۔ دو لیڈی پولیس کارکن اور باقی دو دوسرے مقامی افراد تھے۔ انہیں نظر انداز کر کے میں نے ہسپتال کے بستر کی طرف دیکھا' مگر بستر خالی تھا۔ عقب میں آنے والے ریسپشنسٹ نے دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا......

''عسکری...... عسکری کہاں ہے۔'' میں نے رندھی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''آپ دونوں ہاتھ بلند کر دیں۔'' مقامی مردوں میں سے ایک نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور پستول نکال کر اس کا رخ میری جانب کر دیا۔

''کیا مطلب؟'' میں نے حیرت سے کہا۔

''تلاشی لو......'' پستول بردار شخص نے لیڈی پولیس کانسٹیبل سے کہا اور وہ میرے پاس آ گئی۔

اس نے میری تلاشی لی اور جو کچھ تھا اس نے تحویل میں لے لیا۔

''عسکری کہاں ہے.....تم لوگ بتاتے کیوں نہیں......''

''یہ بھی آپ ہی بتائیں گی میڈم کہ وہ کہاں ہے۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا......''

''آپ بھی اپنے ملک کو ہمارے سفارتخانے کو بری طرح بدنام کردیا ہے' مس نشاء دانش' اب ہمیں آپ سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ مسٹر پولیس افسر آپ کی مجرم آپ کی تحویل میں ہے۔ اس کے بعد سفارتخانہ خود کو اس ذمہ داری سے بری الذمہ قرار دیتا ہے۔ براہ کرم آپ انہیں اپنی تحویل میں لینے کے اس اقرارنامے پر دستخط کردیں۔ ہم نے اپنا فرض پورا کردیا ہے۔ اس کے بعد اگر یہ آپ کی تحویل سے نکل جاتی ہے تو ہم ذمہ دار نہیں۔''

جاوید عالی نے ایک قلم اور کاغذ نکال کر دوسرے آدمی کے سامنے کردیا۔

''ہتھکڑی لگادو۔'' اس دوسرے شخص نے لیڈی پولیس سے کہا اور انہوں نے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگادیں۔

''خدا کیلئے مجھے عسکری کے بارے میں بتادو۔'' میں نے روتے ہوئے کہا۔

''ہمیں اس بارے میں کچھ نہیں معلوم مس نشاء دانش۔ ہم صرف آپ کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ میں نے آپ کے فون سے فائدہ اٹھایا اور جھوٹی اطلاع دے کر ہسپتال بلایا ہے۔ میں جانتا تھا کہ اگر آپ خود عسکری کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں تو یہاں ضرور پہنچیں گی' جس برق رفتاری سے جس نے دوسرے انتظامات کئے...... میں ہی جانتا ہوں۔'' جاوید عالی نے کہا۔

''اوہ تو یہ بات ہے۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''گویا عسکری کے بارے میں تمہیں بھی نہیں معلوم۔''

''بالکل نہیں۔ پروفیسر اناطور صاحب بھی اپنے ہوٹل سے مسلسل غائب ہیں۔ جانے تم لوگوں نے کیا چکر چلایا ہوا ہے اس بارے میں کچھ بتاؤ گی۔''

میں حقارت سے ہنس دی۔

کچھ دیر کے بعد وہ لوگ وہاں سے چل پڑے۔ جاوید عالی سفارتخانے کی گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا تھا۔ مجھے دونوں لیڈی کانسٹیبلوں کے ساتھ پولیس کار میں بٹھادیا گیا اور کار چل پڑی۔

پولیس ہیڈ کوارٹر کی عمارت میرے لئے اجنبی نہیں تھی' لیکن اس بار مجھے جس لاک اپ میں رکھا گیا تھا اسے غالباً زیادہ محفوظ تصور کیا گیا تھا۔ بغیر کسی مزید پوچھ گچھ کے مجھے اس میں بند کردیا گیا۔ جاوید عالی کی مشکل میں جانتی تھی۔ یہ بہتر ہوا کہ سفارتخانہ مجھے پولیس کی تحویل میں دے کر بری الذمہ ہوگیا۔ لاک اپ میں میرے سوا کوئی نہیں تھا۔ کافی بہتر جگہ تھی' ہر آسائش موجود تھی۔ میں وقت گزارتی رہی۔ عسکری بے چارہ نہ جانے کہاں گیا۔ یہ پتہ ضرور چل گیا تھا کہ وہ مصری پولیس کے

ہاتھ نہیں لگا ہے۔ اب اسے کہاں تلاش کروں۔

رات کے تقریباً دو بجے تھے۔ میں بیڈ پر لیٹی چھت کو گھور رہی تھی کہ لاک اپ کے دروازے پر کچھ چہل پہل سی نظر آئی' پھر جو شخص اندر داخل ہوا وہ شناسا تھا۔ وہی پولیس کمشنر تھا' جس کے بارے میں مجھے علم تھا کہ وہ عشان امیری وغیرہ کا آلہ کار ہے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گئی' وہ گہری نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

''تم آخر کیا ہو۔ مجھے تو تمہارے جسم میں کوئی روح حلول محسوس ہوتی ہے۔'' اس نے ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''آپ کا تعلق بے شک پولیس سے ہے اور آپ ایک اعلیٰ پولیس افسر ہیں لیکن کیا اخلاقیات سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے؟''

''یقیناً' تم کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''اس وقت رات کے دو بجے ہیں اور دنیا بھر میں قیدیوں کو انسان سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ میں ایک لڑکی ہوں' میرا تعلق بھی آپ کے ملک سے نہیں ہے۔''

''بات اگر تمہارے ہی فائدے کی ہو تو؟''

''کیا اس کیلئے یہ وقت موزوں تھا؟''

''موزوں ترین......''

''کیوں......؟''

''تم ایک بار پھر پولیس کی تحویل میں آگئی ہو اور اب تمہارا جرم شدید تر ہو گیا ہے۔ تمہارے سفارتخانے نے تم پر سے ہاتھ اٹھا لیا ہے۔ اب تمہارا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔''

''ہوں......تو پھر؟''

''اگر تم سمجھتی ہو کہ تمہیں باآسانی تمہارے وطن پہنچا دیا جائے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ تم پر مقدمہ چلے گا۔ یہ معلوم کیا جائے گا کہ آخر تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ اس کے بعد تمہیں لازمی قید بھی بھگتنا ہوگی' پھر کہیں جا کر تمہیں اپنے وطن جانا نصیب ہوگا۔''

''دوسری صورت میں؟''

''تمہارے لئے آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔''

''کیسے......؟''

''ہم سے تعاون کر کے۔''

''اس تعاون کی نوعیت کیا ہوگی؟''

''یہاں سے نکل کر معلوم ہوگا۔'' اس نے جواب دیا اور میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی' پھر نے مسکرا کر کہا۔

''مسٹر کمشنر' کیا آپ بھی خاتون زبونا کیلئے کام کر رہے ہیں؟''

''وہ ڈھٹائی سے مسکرا دیا اور بولا۔

''سو فیصد' اس کی وجہ یہ ہے بے بی کہ خاتون زبونا کے مجھ پر بہت احسانات ہیں۔ عشان اور فیصل میرے گہرے دوست ہیں اور ان تمام باتوں سے بڑی بات یہ ہے کہ مجھے اس کام کے معاوضے کے طور پر جو کچھ ملے گا وہ ناقابل یقین ہے۔''

''آپ شاندار آدمی ہیں کمشنر' لیکن خاتون زبونا کا جرم ثابت ہو چکا ہے اور سنا ہے کہ انہیں سزا بھی ہو گئی ہے۔ شاید موت کی سزا۔''

''ہاں' یہ سب کچھ ہے' لیکن ابھی اس سزا کی تکمیل نہیں ہوئی ہے۔ وہ زندہ ہیں اور زندہ رہنا چاہتی ہیں۔''

''کیسے؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''تمہارے تعاون سے۔ اس تعاون کے صلے میں تمہیں یقین دہانی حاصل ہو جائے گی' اس کے ساتھ ہی اگر تم نقد معاوضہ بھی چاہو تو وہ بھی تمہیں مل سکتا ہے۔ تمہیں پورے اعتماد سے تمہاری مطلوبہ جگہ پہنچا دیا جائے گا۔ پہلے بھی تمہیں یہی پیشکش کی گئی تھی۔''

''لیکن وہ اس پیشکش میں مخلص نہیں تھے۔''

''تمہاری خام خیالی ہے اور تم نے جلد بازی کی تھی۔''

''اگر میں تیار ہو جاؤں کمشنر تو مجھے کیا کرنا ہوگا۔''

''میرے ساتھ چلنا ہوگا۔''

''کہاں......؟''

''یہ ابھی نہیں بتایا جا سکتا۔''

''اس بار مجھے یہاں سے کیسے لے جائیں گے۔'' میں نے سوال کیا اور کمشنر ہنسنے لگا۔

''میں دس بار تمہیں دس مختلف طریقوں سے لے جا سکتا ہوں۔ تم معصوم لڑکی ہو' تم نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ پچھلی بار بھی تم نے باقاعدہ مجھے اس جرم میں مع ثبوت کے شریک ثابت کیا تھا' لیکن مجھ پر کوئی آنچ نہیں آئی اور میں اپنے عہدے پر موجود ہوں۔ میں پولیس کمشنر ہوں' تمہیں معلومات کیلئے آسانی سے لے جا سکتا ہوں۔ میرے خیال میں بہت سوالات ہو گئے' اب فیصلہ کرو۔''

''میں تیار ہوں۔''

''خلوص کے ساتھ یا کوئی نئی چال سوچ لی......؟''

''اس کا جواب میں نہیں دوں گی۔''

''ٹھیک ہے چلو تیار ہو جاؤ۔''

کمشنر کو واقعی مجھے اپنی گاڑی میں بٹھا کر باہر لے آنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ وہ سب

کے سامنے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا کر باہر لایا۔ کچھ دور چل کر گاڑی روکی' پھر ہتھکڑی کھول دی۔ یوں لگتا تھا جیسے اسے مجھ پر اعتبار ہو۔ الغرض یہ ایک دلچسپ مرحلہ تھا۔ وہ عمارت بھی اجنبی تھی' جہاں وہ مجھے لے گیا تھا۔ لیکن یہاں جو لوگ نظر آئے وہ اجنبی نہیں تھے۔ وہ فیصل اور عشان تھے۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔

''یوں لگتا ہے مس نشاء دانش کے ہمارے ستارے آپ سے ملتے ہیں۔ ہم ایک دوسرے سے دور نہیں رہ پاتے' آیئے خوش آمدید۔'' ایک وسیع کمرے میں پہنچ کر فیصل نے کہا۔

''اور خوش قسمتی سے اس وسیع کمرے میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر آپ ہماری آواز ریکارڈ کر سکیں یا اس ملاقات کی ویڈیو کیسٹ وغیرہ بنا سکیں' اسے آپ سے ملاقات کرنے کیلئے خصوصی طور پر آراستہ کیا گیا ہے۔ اگر آپ کے اپنے لباس میں کوئی ایسی چیز ہوتی تو اس کمرے میں بھیانک آواز میں سائرن بج رہے ہوتے۔''

''ظاہر ہے آپ ذہین لوگ ہیں۔''

''تشریف رکھئے۔'' میرے بیٹھنے کے بعد وہ بولا۔

''ہم دونوں بھائی اعتراف کرتے ہیں کہ آپ نہایت پراسرار خاتون ہیں۔ ہم نے آپ کی سرگرمیوں پر بہت غور کیا' لیکن کوئی اندازہ نہیں لگا پائے۔ اس دن بھی آپ نے ساحل نیل پر ہمیں ایسا چکمہ دیا کہ ہم آپ کا سراغ نہ پا سکے۔ مس نشاء دانش کیا آپ کسی ملک کی سیکرٹ ایجنٹ ہیں۔ یہاں کوئی خفیہ مشن سرانجام دے رہی ہیں۔''

''آپ صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں؟''

''نہیں بلکہ اگر ایسی بات ہے تو ہم آپ سے تعاون کر سکتے ہیں۔ ایسا تعاون کہ آپ تصور بھی نہ کر سکیں......''

''یہ بات آپ پولیس کمشنر کے سامنے کہہ رہے ہیں۔''

''پولیس کمشنر ہمارے قابل اعتماد دوست ہیں' خاتون زبونا انہیں اپنا تیسرا بیٹا سمجھتی ہیں۔''

''خیر...... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' میں نے صوفے پر گردن لگا کر کہا۔

''آپ آخر کون ہیں مس نشاء دانش' آخر آپ کے مسلسل یہاں قیام کی کوئی وجہ تو ضرور ہوگی۔''

''ممکن ہے' لیکن اس بارے میں آپ کو بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔ آپ لوگوں سے میرا کیا واسطہ۔'' میں نے کہا۔

''ہم نے گو واسطہ پیدا کرنے کی مسلسل کوشش کی ہے' لیکن آپ نے قبول ہی نہیں کیا۔ مختصر یہ کہ خاتون نشاء دانش پہلے ہم آپ کو پیشکش کرتے ہیں کہ نہ صرف قاہرہ میں بلکہ پورے مصر میں آپ جو کچھ بھی کر رہی ہیں خواہ اس کی نوعیت قانونی ہو یا غیر قانونی' ہم آپ کا ہر طرح ساتھ دینے

کیلئے تیار ہیں۔ اگر آپ دولت کی خواہشمند ہیں تو اس دولت کا تعین اپنے ذہن میں کرلیں۔ ہم آپ کو منہ مانگی دولت دینے کیلئے تیار ہیں۔"

"اس پیشکش کے بعد؟" میں نے مدھم مسکراہٹ سے پوچھا۔

"آپ سے مدد طلب کریں گے۔"

"کیسی مدد؟"

"آپ کو علم ہے کہ خاتون زبونا مشکل کا شکار ہوگئی ہیں۔ انہیں موت کی سزا سنا دی گئی ہے۔ وہ ہماری ماں ہیں' آپ ان کی زندگی بچا سکتی ہیں۔"

"وہ کیسے......؟"

"امیر غیری کے قتل اور دوسرے جرائم کا اعتراف کرکے۔" فیصل نے کہا اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگی' پھر میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"آپ تینوں ہی شاید پاگل ہوگئے ہیں۔ اول تو خاتون زبونا مکمل ثبوتوں کے ساتھ اعتراف جرم کرکے اس سزا کی مستحق قرار پائی ہیں۔ میرے بے تکے اعتراف جرم سے وہ ثبوت باطل نہیں ہوسکتے۔ دوم اگر ایسا ممکن بھی ہوسکے تو اس کے بعد موت کی یہ سزا مجھے دے دی جائے گی۔ اس وقت آپ کی دی ہوئی دولت یا مراعات میرے کس کام آئیں گی۔"

"یہی تو دلچسپ پہلو ہے۔ حکومت مصر آپ کا بال بھی بیکا نہ کرسکے گی۔ اگر آپ کو سزائے موت بھی دے دی گئی تو ہم آپ کو اس سے بچالیں گے۔ دوسرا اعتراف جرم کا مسئلہ تو اس کیلئے خود آپ کی شخصیت کو سامنے رکھتے ہوئے پھر سے منصوبہ تیار کرلیا ہے۔ آپ ایک سحر زدہ خاتون ہیں' کچھ پراسرار طاقتوں نے آپ کو آلہ کار بنایا ہوا ہے۔ وہی آپ سے سب کچھ کرا رہی ہیں اور انہوں نے ہی خاتون زبونا کیلئے یہ ماحول پیدا کیا کہ امیر غیری کی موت کا جرم ان پر ثابت ہوجائے۔ اس کے ثبوت کے طور پر غیری کا وہ قید خانہ موجود ہے جس میں اس نے زمانہ قدیم کا ماحول پیدا کیا ہے۔ آپ ایک پراسرار کہانی سنا کر خود کو اس طاقت کے زیر اثر بتائیں گی۔ اس سے آپ کے جرم کی شدت کم ہوجائے گی اور ممکن ہے آپ کو سزائے موت نہ سنائی جائے۔ ہمارے پاس ایسا ایک پلان تیار ہے جس کے بارے میں مکمل تفصیل آپ کو اس وقت بتائی جائے گی جب آپ ہم سے تعاون کیلئے تیار ہوجائیں۔"

"فرض کریں مجھے سزا ہوجائے' خواہ وہ کچھ بھی ہو' پھر آپ کیا کریں گے؟"

"آپ کو بآسانی آپ کے قید خانے سے نکال لیا جائے گا۔ آپ کہیں جانا چاہیں گی تو آپ کو وہاں پہنچا دیا جائے گا۔ بالکل اسی طرح جیسے آپ اس وقت یہاں موجود ہیں۔ حالانکہ یہ آسان کام نہیں تھا۔"

"واقعی میں اس کا اعتراف کرتی ہوں۔ مسٹر کمشنر بااختیار انسان ہیں۔ یہ بہت کچھ کرسکتے ہیں'

لیکن ایک سوال کا جواب دیجئے' اگر آپ مجھے اسی طرح نکال سکتے ہیں تو خاتون زبونا کو اس طرح سزائے موت سے کیوں نہیں بچاتے؟''

''اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔''

''کیوں......؟''

''پھر وہ مصر میں منظرِ عام پر تو نہیں رہ سکتیں۔ انہیں مفرور مجرم کی حیثیت حاصل ہوگئی جبکہ آپ کو مصر میں مستقل قیام سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔''

''ہوں...... یہ بات سمجھ میں آتی ہے' مگر طریق کار کیا ہوگا؟''

''کچھ نہیں' بہت آسان...... مسٹر کمشنر آپ کو واپس قید خانے میں پہنچا دیں گے۔ آپ کے بیانات ہوں گے اور آپ اعتراف کریں گی۔ ظاہر ہے آپ سے آپ کی روپوشی اور وطن واپس نہ جانے کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آپ ساری کہانی سناتے ہوئے اسی میں اپنے قاتل ہونے کا اعتراف بھی کریں گی۔'' فیصل نے کہا۔

''اوہ۔ واقعی یہ تو بہت آسان ہے۔ گویا کمشنر صاحب دوطرفہ کام کر رہے ہیں۔ یہ مجھے نکال کر یہاں لے آئے اور اب ایک ذمہ دار افسر کی طرح مجھے واپس بھی پہنچا دیں گے۔''

''آسانی سے......'' فیصل ہنس کر بولا۔

میں خاموش ہوگئی۔ کچھ دیر سوچتی رہی' پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

''ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔''

وہ سب خوشی سے اچھل پڑے۔ اس کے بعد ان کیلئے مجھ سے زیادہ چہیتا اور کون ہوسکتا تھا۔ میں نے ان سے بھی عسکری کے بارے میں کہا کہ وہ میرے ساتھی کو تلاش کریں۔ کمشنر نے وعدہ کرلیا تھا' پھر انہوں نے مجھے وہ بیان رٹایا جو مجھے عدالت میں دینا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح خاتون زبونا کا جرم مشکوک ہوجاتا تھا اور شاید اس بیان کی روشنی میں عدالت کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑ جاتا۔ میں نے اس بیان کو اچھی طرح یاد کر کے انہیں مطمئن کر دیا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اس کے صلے میں انہیں میرے لئے کیا کرنا ہوگا۔ میں نے جواب دیا کہ یہ اسی وقت بتاؤں گی جب وہ میرے بیان کے بعد مجھے بچالیں گے۔ البتہ عسکری کی تلاش کی ذمہ داری میں نے انہیں سونپ دی تھی......

رات کے آخری پہر صبح ہونے سے کچھ پہلے کمشنر نے مجھے واپس لاک اپ میں پہنچا دیا۔ بہت دلچسپ صورتحال تھی۔ فیصل اور عشان اپنی ماں کو بچانا چاہتے تھے۔ حالانکہ تینوں ماں بیٹے مجرم تھے۔ انہوں نے دو معصوم بہن بھائیوں کو قتل کر دیا تھا۔ امیر غیری کچھ بھی تھا اس نے کبھی مجھے میلی نگاہوں سے نہیں دیکھا تھا۔ اس بے چارے کا تو دماغ الٹ دیا گیا تھا۔ مجھے بھلا ان قاتلوں کی مدد کرنی چاہئے۔ بدترین گناہ تھا اور وہ خود کو بہت ذہین سمجھ رہے تھے۔ دوہرے قتل کا اعتراف کرنے

کے بعد مجھے سزا ہوجائے گی اور پھر یہ مجھے دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینکیں گے۔ میری طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھیں گے۔ یہی ان کا منصوبہ ہوگا۔ یقیناً عدالت میں اعتراف کے بعد انہیں کیا غرض ہوگی کہ یہ میرے لئے سرگرداں ہوں۔ دیوانے کہیں کے دوسروں کو بیوقوف سمجھتے ہیں۔

لاک اپ میں تین دن گزارنے پڑے۔ کمشنر کے ہاتھ لمبے تھے' اس نے مجھے ہر سہولت فراہم کردی تھی۔ چوتھے دن مجھے عدالت میں پیش کردیا گیا۔ اچھا خاصہ جرم تھا میرا۔ میرا چالان پیش کرنے والے نے عدالت کے سامنے پرزور لہجے میں کہا تھا کہ میں پراسرار سرگرمیوں میں ملوث ہوں اور غیرقانونی طور پر مصر میں قیام کئے ہوئے ہوں۔ میں نے بار بار مصری حکام کو دھوکہ دیا ہے اور روپوش ہوتی رہی ہوں۔ مجھے ایک خطرناک مجرمہ قرار دے کر مجھے ایک بدترین سزا دی جائے اور سزا کی تکمیل کے بعد مجھے مصر سے نکال دیا جائے۔

معزز جج نے مجھے صفائی کا موقع دیا۔ اس وقت کمرہ عدالت میں فیصل' عشان اور خود کمشنر بھی موجود تھے۔ غالباً اخباری رپورٹر بھی موجود تھے۔ میں نے سب پر نگاہ ڈالی اور کہا۔

''معزز جج صاحب! میں ایک سوال کرنا چاہتی ہوں' جن پراسرار سرگرمیوں کو مجھ سے متعلق کہا گیا ہے ان کی تفصیل کسی کو معلوم ہے۔ کیا مصری پولیس اتنی ناکارہ ہے کہ وہ مجھ سے ان کی تفصیل نہیں معلوم کرسکی یا خود ان کا پتہ نہیں لگاسکی۔''

''تم کیا کہنا چاہتی ہو......؟'' جج نے کہا۔

''حقیقت یہ ہے کہ مصر میں میرے ساتھ سخت زیادتی کی گئی ہے۔ میں ایک تباہ شدہ جہاز کے مسافر کی حیثیت سے یہاں آئی تھی اور اپنے وطن جانا چاہتی تھی کہ سازشوں کا شکار ہوگئی۔ مجھے میرے ہوٹل سے اغوا کرکے قید کرلیا گیا اور پھر دو افراد کو قتل کرکے ان کے قتل کی ذمہ داری مجھ پر ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ میرے ایک نوجوان ساتھی نے جس کا نام عسکری ہے زندگی کی بازی لگاکر وہ ثبوت فراہم کئے جن کی بنا پر خاتون زبونا اصل قاتل کی حیثیت سے سامنے آئیں۔ میرے سلسلے میں جو ثبوت پیش کئے گئے تھے ان میں یہ بات بالکل واضح ہوچکی تھی کہ پولیس کمشنر صاحب جو اس وقت بھی کمرہ عدالت میں موجود ہیں میرے خلاف براہ راست سازش میں شریک تھے۔ خاتون زبونا کا جرم ثابت ہونے کے بعد ان کیلئے سزا تجویز کردی گئی اور مجھے بری کردیا گیا۔ میرے سفارتخانے نے مجھے وطن واپس بھجوانے کا بندوبست کیا' لیکن خاتون زبونا کے دونوں صاحبزادگان فیصل اور عشان نے مجھے اور میرے ساتھی کو پھر سے اغوا کرلیا۔ وہ مجھے مجبور کرنے لگے کہ میں اس قتل کی ذمہ داری قبول کرکے خاتون زبونا کی سزا رکوادوں۔ اس کے صلے میں وہ مجھے پولیس کی تحویل سے نکال کر میرے وطن واپس بھجوا دیں گے۔ پولیس کمشنر صاحب اس وقت بھی ان کے دست راست تھے۔ میری گمشدگی کا تمام عرصہ ان کی قید میں گزرا ہے' پھر جب میں نے ان سے تعاون پر آمادگی کا اظہار کیا تو انہوں نے مجھے ایک منصوبے کے تحت آزاد کیا اور مجھے حکم دیا کہ اپنے

سفارتخانے سے رابطہ کروں۔ اپنی موت کے خوف سے ان کے ہاتھوں میں کھیلتے ہوئے میں نے وہی کیا جو انہوں نے کہا۔ اس بار میں اس لئے گرفتار کرائی گئی تھی کہ عدالت میں خاتون زیونا کی بے گناہی اور اپنے اصل قاتل ہونے کا بیان دوں۔ یہ بیان سننے کیلئے اس وقت بھی کمرہ عدالت میں عشان امیری اور فیصل امیری مع اپنے سرپرست کمشنر صاحب کے ساتھ موجود ہیں۔ ورنہ ان کی یہاں موجودگی کا کوئی اور جواز ان سے پوچھا جائے۔ میں معزز عدالت سے ایک غیر ملکی مہمان کی حیثیت سے پوچھتی ہوں کہ کیا قانون مصر یہی ہے؟ کیا اہرامین کی سرزمین میں کھنچے چلے آنے والوں کو ایسا ہی تحفظ حاصل ہے؟ پولیس کمشنر کے خلاف پہلے ہی اتنے ثبوت موجود تھے لیکن ان پر کوئی آنچ نہیں آئی۔ تین دن قبل وہ مجھے نہایت اطمینان سے پولیس لاک اپ سے نکال کر لے گئے اور وہاں ان دونوں حضرات نے مجھے آخری ہدایات دیں اور دوبارہ لاک اپ میں پہنچا دیا۔ جناب والا میرا ساتھی عسکری ابھی تک لاپتہ ہے' ان لوگوں نے اسے ضمانت کے طور پر رکھا ہوا ہے۔ ہم دونوں بخوشی یہاں سے نکل جانا چاہتے ہیں لیکن ہمیں سازشوں کے جال میں جکڑ لیا گیا ہے۔ میں عدالت عالیہ سے درخواست کرتی ہوں کہ میرے ساتھی کو بازیاب کیا جائے' اس کی زندگی کا تحفظ کیا جائے۔"

کمرہ عدالت میں سنسنی پھیل گئی۔ خود جج ششدر رہ گیا تھا' کوئی وکیل تک کچھ نہ بول سکا۔ بات بہت سنگین ہوگئی تھی۔ فیصل اور عشان کے ساتھ ہی خود کمشنر صاحب حواس باختہ ہوگئے تھے۔ بالآخر جج نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مسٹر عشان امیری اور فیصل امیری کیا آپ ایک لمحے میں اپنی یہاں موجودگی کی وجہ بتا سکتے ہیں۔" دونوں پتھرائے ہوئے تھے۔ ان کے منہ سے ایک لفظ نہیں نکل سکا' کچھ دیر کے بعد جج نے کہا۔

"غیر ملکی مہمان خاتون نشاء دانش کے بیان کی تصدیق کی جائے۔ محکمہ داخلہ خصوصی طور پر ان کے تحفظ کا بندوبست کرے۔ ایک غیر ملکی شخصیت کے بیان پر اس کی طرف سے رپورٹ لکھی جائے۔ فیصل امیری اور عشان امیری کو فوری حراست میں لے کر ان سے غیر ملکی شخص عسکری کو بازیاب کیا جائے۔ کمشنر صاحب اپنے فرائض سے سبکدوش ہوکر اپنے اوپر لگائے ہوئے الزام کی تحریری رپورٹ پیش کریں۔ نشاء دانش کا خصوصی تحفظ کیا جائے۔ کمشنر صاحب چونکہ اس کیس میں خود فریق ہیں چنانچہ ان سے یہ اختیار لے لیا جائے کہ وہ تنہائی میں اس لڑکی سے ملاقات کرسکیں۔ محکمہ پولیس عدلیہ کے احکامات کی تعمیل کرے۔"

میرا دل بے اختیار قہقہے لگانے کو چاہ رہا تھا۔ ان سب کو میں نے مرغا بنا دیا تھا' بڑے طرم خان بنے پھرتے تھے' دولت کے بل پر۔ مجھے غیری کا قاتل قرار دینا چاہتے تھے۔ مزید کھیل شروع ہوگیا تھا۔ ایک بات بروقت سوجھ گئی تھی۔ پہلے سے ذہن میں نہیں تھی' وہ تھی عسکری کے سلسلے میں۔ وہ دیوانہ اگر مصر میں موجود ہے اور میرے لئے خود کو چھپائے ہوئے ہے تو اس طرح وہ کم از کم قانونی

مشکلات سے بچ جائے گا۔ اگر کہیں گرفتار ہوگیا تو روپوشی کا مجرم نہیں قرار پائے گا۔ بس اور کچھ نہیں کرسکتی تھی۔

عدلیہ کا فیصلہ تھا' پولیس کی مجال نہیں تھی کہ اس سے انحراف کرتی۔ مجھے پولیس ہیڈکوارٹر میں لایا گیا تھا۔ لیکن ایک بالکل محفوظ کمرے میں رکھا گیا تھا۔ یہ عام لاک اپ نہیں تھا۔ کمرہ بھی وسیع تھا۔ مجھے خدمت کیلئے ایک ملازمہ دی گئی' لیکن میری ضرورت ہی کیا تھی۔ لاک اپ کے بستر پر لیٹ کر میں نے حالات کا تجزیہ کیا۔ واقعی لطف آ گیا تھا۔ وہ دونوں گدھ بری طرح مار کھا گئے تھے جو خود کو نہ جانے کیا سمجھتے تھے اور کمشنر صاحب پتہ چلنا چاہئے۔ ان کے ساتھ کیا ہوا۔

دوسرے دن میں نے اپنی خادمہ سے اخبار طلب کیا تھا جو کچھ دیر کے بعد مجھے حاصل ہوگیا۔ لاک اپ انچارج جو ایک خاتون انسپکٹر تھیں' دو بار میرے پاس آ کر خیریت پوچھ چکی تھیں اور بہت خوش اخلاقی سے پیش آئی تھیں۔ اخبار پڑھا تو مزا آ گیا۔ صحافی لگی لپٹی سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی خاص ہی مشکل نہ پیش آ جائے۔ میرا پورا کیس شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا تھا۔ اخبارات نے حکومت اور خاص طور سے محکمہ پولیس پر لعن طعن کی تھی۔ کمشنر صاحب کے بارے میں سوال کیا گیا تھا کہ وہ حکومت مصر کی پولیس سے تعلق رکھتے ہیں یا خاتون زبونا کے ذاتی ملازم ہیں۔ حکومت سے سوال کیا گیا تھا کہ جب کمشنر صاحب امیر غیری کے کیس میں باقاعدہ ملوث پائے گئے تو ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی۔ وہ کیوں آزاد پھرتے رہے۔ اس کے علاوہ عسکری کیلئے بھی آواز اٹھائی گئی تھی اور اس کے بارے میں فیصل اور عشان سے معلومات حاصل کر کے اسے بازیاب کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

یوں لگتا تھا جیسے مقامی اخبارات میری آواز بن گئے ہوں۔ مجھے یہ تفصیلات پڑھ کر بہت لطف آیا تھا۔ اول تو کہیں ہی بدل گیا تھا' حالانکہ پہلے میں یہاں ضرورت سے زیادہ قیام اور پراسرار سرگرمیوں میں ملوث ہونے کی مجرم قرار دی گئی تھی' لیکن اب مجھے مظلوم گردانا جا رہا تھا۔ اخبارات نے حکام کو الرٹ کر دیا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد آرام کر رہی تھی کہ عدلیہ اور انتظامیہ کے چند ارکان نے مجھ سے ملاقات کی' ایک معمر شخص نے جو کسی بڑے عہدے پر فائز تھا پرمحبت لہجے میں کہا۔

''تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا ہم سب اس پر سخت شرمندہ ہیں۔ لیکن عزیزہ تمہیں اندازہ ہے کہ کالی بھیڑیں ہر جگہ پائی جاتی ہیں اور ہمیشہ ناکامی کا باعث بنتی ہیں۔ خیر ہمیں تمہارے تفصیلی بیانات درکار ہیں۔''

''میں حاضر ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔ اس کمرے میں ٹائپسٹ وغیرہ کو بلوا لیا گیا اور مجھ سے سوالات کئے جانے لگے۔ ہی سب کچھ بتایا تھا میں نے جو عدالت میں کہہ چکی تھی۔ میرے بیانات پر دستخط لئے گئے۔ اس معمر شخص نے کہا۔

''اس جگہ کو پولیس لاک اپ نہ تصور کرنا بلکہ اپنی حفاظت گاہ خیال کرنا۔ ہم تمہیں کچھ ضروری کارروائیوں کی تکمیل کیلئے کچھ دن روکیں گے۔ اس کے بعد تمہیں تمہارے وطن روانہ کر دیا جائے گا۔ اب یہ حکومت مصر کی ذمہ داری ہے۔''

''میں اپنے ساتھی کے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گی جناب۔'' میں نے کہا اور معمر شخص سوچ میں ڈوب گیا' پھر اس نے کسی قدر الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

''میرا خیال ہے اس کیلئے ضد نہ کرو' اسے تلاش کر کے واپس وطن پہنچانا بھی حکومت مصر کی ذمہ داری ہے اور ہم اس ذمہ داری کو یقیناً پورا کریں گے' لیکن اگر اس کی بازیابی میں کچھ وقت لگ جائے تو مشکل پیش آئے گی۔ ہم تمہیں مصر میں ایک معزز مہمان کی حیثیت سے مزید قیام کی اجازت دے سکتے ہیں' لیکن تمہارے تحفظ کے خیال سے یہ قیام بہتر نہیں ہوگا۔ پھر بھی کوشش کی جا رہی ہے کہ عشان امیری اور فیصل امیری اس نوجوان کا پتہ بتا دیں' ابھی تک اس سلسلے میں کارروائی کا آغاز نہیں ہوا ہے' لیکن اگر انہوں نے شرافت سے زبان نہ کھولی تو مجبوراً تشدد کا سہارا لینا پڑے گا۔ خیر یہ ہمارا کام ہے ہم جس طرح بھی کریں' لیکن اس نوجوان کو تلاش کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی جائے گی۔ ویسے ہم تمہارے لئے ہر بہتری کے خواہاں ہیں۔''

''میں یہی چاہتی ہوں جناب کہ وہ میری روانگی سے پہلے دستیاب ہو جائے۔ آپ میرے بزرگ ہیں لیکن آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کرنے کیلئے مجبور ہوں۔ اصل میں وہ میرا منگیتر ہے اور ہماری بہت جلدی شادی ہونے والی تھی۔''

معمر شخص کے چہرے پر تاسف کے آثار نظر آنے لگے۔ اس نے کہا۔

''میری دعائیں اس کیلئے ہیں' براہ کرم تم ہم سے تعاون کرو' جن مشکلات کا تم شکار ہو چکی ہو ہمیں تو درحقیقت انہی پر دکھ ہے۔''

ان کی کارروائی بہت دیر تک جاری رہی' پھر وہ اس کی تکمیل کر کے واپس چلے گئے۔ مجھے ہنسی آ رہی تھی' لیکن عشان امیری اور فیصل امیری اسی قابل تھے۔ ان تینوں ماں بیٹوں نے مل کر دولت اور جائیداد کے حصول کیلئے امیر غیری اور ان کی بہن کو فنا کر دیا تھا۔ انہیں سزا ملنی ہی چاہئے۔ عسکری کے معاملے میں بھی میں نے جو کچھ کیا تھا اس سے بہت مطمئن تھی' حالانکہ میرے علاوہ کسی اور کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ اپنی مرضی سے روپوش ہوا ہے اور نجانے کہاں کہاں بھٹک رہا ہے۔ اگر وہ پولیس کے ہاتھ لگ گیا تو اسے بھی غیر قانونی قیام کا مجرم قرار دیا جائے گا۔ اس طرح وہ اس الزام سے بچ بھی سکتا ہے۔ لیکن اسے گرفتار ہو کر میرے پاس آنا چاہئے تاکہ میں اسے اپنے بیان کے مطابق بیان دینے پر آمادہ کر لوں۔ ممکن ہے وہ خود بھی اخبارات میں تفصیل پڑھ لے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ مگر دیوانہ ہے کوئی الٹی سیدھی حرکت نہ کر بیٹھے۔ ایک موہوم سی امید یہ بھی تھی کہ شاید یہ تفصیلات پڑھ کر وہ خود ہی مجھ سے ملنے چلا آئے۔

شام ہوگئی۔ عسکری تو نہ آیا' لیکن جاوید عالی صاحب کو سرکاری طور پر میرے پاس آنا پڑا۔ بدقسمتی سے یہ شعبہ انہی کے پاس تھا اور وہ اس کے تحت اپنے فرائض سرانجام دینے پر مجبور تھے' جو شکل بنا کر آئے تھے۔ اسے دیکھ کر مجھے ہنسی آنے لگی' لیکن خود کو سنبھالے رکھا۔

''میں نشاء دانش۔ اگر تقدیر نے ان واقعات سے چھٹکارا دلا دیا تو کم از کم دو ماہ کی چھٹی پر ضرور جاؤں گا ورنہ شاید کسی دماغی ہسپتال میں داخل ہونا پڑے۔''

''بہتر فیصلہ ہے۔ مجھے خوشی ہے۔''

''آپ میرا مذاق اڑانے میں حق بجانب ہیں۔ میں جانتا ہوں آپ مجھ سے سخت ناراض ہوں گی' مگر مجھے بتایئے میں کیا کرتا۔ آپ کی گمشدگی میں ہمارا ہاتھ تصور کیا جا رہا تھا۔ آپ کو علم نہ ہوگا کہ باقاعدہ سفارتخانے پر شک کیا جا رہا تھا۔ یہ سوچا جا رہا تھا کہ آپ کسی پوشیدہ سرگرمی میں مصروف ہیں اور سفارتخانہ آپ کی مدد کر رہا ہے۔ ہمیں اپنی پوزیشن صاف کرنا ضروری تھا۔''

''ٹھیک ہے جاوید صاحب! مجھے خوشی ہے کہ آپ کی پوزیشن صاف ہوگئی۔'' میں نے کہا۔

''ایک بات سچ سچ بتایئے کہ آپ اب بھی وطن واپس جانے کے موڈ میں ہیں یا نہیں۔''

''ظاہر ہے اور کہاں جاؤں گی۔''

''میں نہیں مانتا۔ آپ یقین کریں مجھے اس بات پر شک ہے آپ پہلے بھی واپس جا سکتی تھیں' لیکن نہیں گئیں۔ کیوں' میں نہیں جانتا۔''

'یہ آپ کا خیال ہے۔ بھلا اس کی تائید یا تردید کیسے کر سکتی ہوں؟''

''اور وہ شخص۔ عسکری بھی اپنی مرضی سے کہیں روپوش ہوا ہے' اناطور صاحب کا بھی کہیں پتہ نہیں چل سکا۔ شکر ہے وہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ آہ...... آپ نجانے کیا ہیں مس نشاء دانش' نہ جانے آپ کیا ہیں۔ خدارا اتنا تو بتا دیجئے مجھے کہ آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔ حالانکہ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ آپ نہیں بتائیں گی۔''

اب میرے لئے ہنسی روکنا مشکل ہوگیا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''جاوید صاحب آپ واقعی کافی پریشان معلوم ہوتے ہیں' لیکن میں سمجھی نہیں۔ میں نے عدالت میں جو بیان دیا ہے وہ تمام ثبوتوں کے ساتھ ہے۔ فیصل امیری اور عشان امیری گرفتار ہوگئے ہیں۔ کمشنر صاحب کے خلاف کارروائیاں شروع ہوگئی ہیں۔ حکومت مصر کو مجھ پر کوئی شک نہیں ہے۔ صرف آپ میری جانب سے مشکوک ہیں۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے۔''

''نہیں ہے مس نشاء دانش۔ نہیں ہے۔ ایک ایسا نکتہ ہے جس پر حکومت مصر نے غور نہیں کیا' لیکن آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں اس پر اسے غور کرانا چاہتا ہوں۔ بہرحال آپ میری ہم وطن ہیں...... مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں۔''

''نکتہ......کون سا نکتہ؟''

''مس نشاء دانش آپ نے آزادانہ طور پر ٹیلیفون کر کے مجھ سے عسکری کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ اس وقت آپ عشان امیری کی قید میں نہیں تھیں۔ آپ آزادانہ طور پر عسکری کے سلسلے میں معلومات حاصل کرنے میرے پاس تشریف لائی تھیں۔ اگر آپ ان لوگوں کی قیدی ہوتیں تو یہ کیسے ممکن ہوتا اور اس وقت آپ کی کیفیت ایسی بھی نہیں تھی کہ آپ ان کی قید سے فرار ہو کر آئی ہوں۔''

میں نے آنکھیں پھاڑ کر جاوید عالی کو دیکھا اور وہ پر جوش انداز میں گردن ہلا کر بولا۔

''براہ کرم' اس بات سے انکار نہ کریں۔ یہ صرف میرا اور آپ کا ذاتی معاملہ ہے۔ بہر حال آپ نے جس طرح پانسہ پلٹ دیا ہے وہ ہمارے لئے بھی بہتر ہے۔ ایک بار پھر یہ ذمہ داری ہم پر عائد ہوگئی ہے کہ آپ کی واپسی کی نگرانی کریں۔''

''ضرور کیجئے۔'' میں نے کہا اور وہ بے بسی سے میری صورت دیکھنے لگا' پھر بولا۔

''آپ واپس جارہی ہیں نا؟''

''کیوں نہیں' بلکہ میری رائے ہے کہ آپ دو ماہ کی چھٹی گزارنے کیلئے میرے ساتھ ہی وطن واپس چلیں۔'' وہ پھیکے سے انداز میں ہنس دیا۔ پھر مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس کے اس پوائنٹ میں کافی گہرائی تھی اور اسے میرے بیان کے خلاف عشان وغیرہ کے حق میں استعمال کیا جاسکتا تھا۔ دوسروں نے اس پر توجہ نہیں دی تھی۔

دوسرے دن دوپہر کے بعد مجھے لاک اپ سے نکال کر ایک اور خوشنما عمارت میں منتقل کردیا گیا۔ یہ بھی سرکاری عمارت تھی اور اس پر پولیس کا پہرہ تھا۔ یہاں میرے لئے ہر آسائش مہیا کردی گئی تھی۔ مجھے نہ وہاں کوئی الجھن تھی نہ یہاں۔ اس دوسری رہائشگاہ میں یہ میری پہلی رات تھی۔ میں تمام معمولات سے فارغ ہو کر یہاں بستر پر آرام کرنے لیٹی تھی کہ اچانک باہر زبردست فائرنگ ہونے لگی۔ میرا دل دہل گیا' گھبرا کر بستر سے اتری ہی تھی کہ اچانک دو نقاب پوش دروازے پر لات مار کر اندر گھس آئے۔ ان کے ہاتھوں میں ہلکی سٹین گن تھی' دونوں نے مجھ پر بے دریغ گولیاں برسانا شروع کردیں اور میرے بدن میں لاتعداد سوراخ ہوگئے' پھر ان میں سے ایک نے شاید پٹرول بم پھینکا اور کمرے کے فرنیچر نے آگ پکڑ لی۔ پورے کمرے میں شعلے بکھر گئے تھے۔

میرے چاروں طرف شعلے لپک رہے تھے۔ دھویں کے غول کے غول ابھر رہے تھے۔ چند لمحے جارہے کہ میرا بدن بھی آگ پکڑ لے۔ میرا دم گھٹ رہا تھا اور دل بند ہوا جارہا تھا کہ حادوش عبداللہ کی آواز سنائی دی۔

''نشاء دانش کیا ہو رہا ہے۔'' میں چونک پڑی۔ میں نے وحشت زدہ نگاہوں سے اسے دیکھا اور خوفزدہ لہجے میں بولی۔

''حادوش عبداللہ!......آگ......آگ۔''

''آگ؟ کہاں ہے آگ؟'' حادوش عبداللہ نے کہا اور میں نے وحشت ناک آگ کو دیکھا' لیکن میں تو حادوش عبداللہ کی رہائشگاہ میں' اپنے کمرے میں تھی۔

''میرے خدا...... وہ سب کیا تھا۔ کوئی خواب' مگر وہ خواب ...... آہ کیا وہ خواب تھا......''

حادوش عبداللہ مجھے دلچسپی سے دیکھتا ہوا آگے بڑھا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کیا تم نے کوئی خواب دیکھا تھا؟''

''پتہ نہیں' مگر خواب ایسے نہیں ہوتے۔''

''مجھے اس خواب کے بارے میں بتاؤ۔'' اس نے کہا اور میں سہمی ہوئی آواز میں اپنی آپ بیتی اسے سنانے لگی۔ پوری کہانی سن کر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''گویا تمہاری ایک تصویر ٹھکانے لگی' چلو کوئی حرج نہیں' یہ دلچسپ تجربہ تمہیں اعتماد بخشے گا۔''

''تصویر' تجربہ؟'' میں نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

''تمہارا ذہن اسی خوف میں ڈوبا ہوا ہے ورنہ تمہیں یاد آجاتا کہ میں نے تمہیں تصویروں کے بارے میں کیا بتایا تھا۔ حادوش عبداللہ کی بنائی ہوئی تصویریں حقیقت کا عکس ہوتی ہیں۔ تم نے جس پہلی تصویر کو اپنا لمس بخشا وہ تمہارا وجود لے کر باعمل ہوگئی۔ تم تو ابتدا سے یہاں ہو' تمہاری تصویر تمہارا تصور لے کر باہر نکل گئی اور جو واقعات پیش آئے اس کے ساتھ پیش آئے۔ اس عمارت میں جب تمہارے پاس راہ فرار نہ رہی تو تمہارا اس سے رابطہ ٹوٹ گیا۔ اب تمہیں کچھ یاد آیا؟''

''آہ...... تو صرف میری تصویر تھی' لیکن وہ کیا ہوگئی۔ وہ اب کہاں ہوگی؟''

''جل کر راکھ ہوگئی ہوگی۔ کاغذ جل ہی جایا کرتے ہیں۔'' حادوش عبداللہ نے لاپروائی سے کہا۔ میں حیرت سے اسے دیکھتی رہی' پھر میں نے کہا۔

''اور جو کچھ ہوا حادوش عبداللہ کیا وہ سب کچھ حقیقی تھا......''

''سو فیصد۔ وہ تم ہی تھیں نشاء دانش' تم ایک نئی کہانی تخلیق کر آئی ہو۔''

''اس طرح تو میں بہت کچھ کرسکتی ہوں۔ اس طرح تو میرے دشمن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''

''تمہیں شاید میرے الفاظ پر یقین نہیں آیا تھا۔ میں نے تمہیں پہلے ہی بتایا تھا کہ تصویروں کے روپ میں تم بہت دلچسپ زندگی گزار سکتی ہو۔''

''آہ...... تجربہ کرنے کے بعد میں بہت مطمئن ہوگئی ہوں۔ میں بہت خوش ہوں حادوش عبداللہ' تم نے مجھے بہت اعتماد بخشا ہے۔ اسی طرح میں اپنی تمام خواہشات پوری کرسکتی ہوں۔ مجھے دوسری تصویر درکار ہے حادوش عبداللہ......!''

''وہ موجود ہے۔ تمہیں میرے نگار خانے میں جانا ہوگا۔'' میں نے فوراً آمادگی کا اظہار کردیا۔ آج اس نگار خانے کو میں نے کئی نگاہ سے دیکھا تھا۔ یہ ایک طلسمی مصور کی جادونگری تھی۔ میری دو تصویروں کے علاوہ یہاں صرف حادوش عبداللہ کی چند تصویریں تھیں۔ باقی تصویریں جل کر خاک

ہو چکی تھیں، حادوش عبداللہ یہاں آ کر اداس ہو گیا تھا۔

''میں نے جلد بازی کی، جس کیلئے میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا۔'' اس نے افسردگی سے کہا۔

''ہاں...... واقعی وہ شاہکار تھے، جنہیں تم نے خود اپنے ہاتھوں جلا دیا۔''

''ان میں سے چند تصویریں مجھے دوبارہ بنانی ہوں گی۔ وہ میرے ماضی کے شناسا تھے، میرے ہمدم، میرے دوست جو مجھے بہت کچھ سکھاتے سمجھاتے تھے۔'' اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا، پھر بولا۔

''اپنی ایک تصویر ہمیشہ متحرک رکھو اور خود کو اس کی آڑ میں پوشیدہ، ورنہ نقصان اٹھا سکتی ہو۔ یہ دو تصویریں باقی ہیں، لیکن موقع ملنے پر میں اور بھی چند تصویریں تخلیق کر دوں گا تاکہ کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔''

میری خواہش پر دوسری تصویر متحرک ہوگئی اور میں اپنی زندگی کے ناقابل یقین دور سے گزرنے لگی۔ اب میں جانتی تھی کہ مجھے کس طرح باعمل ہونا ہے۔ اپنے اس روپ سے میں بہت سے کام لینا چاہتی تھی۔ عسکری کی تلاش کیلئے کئی کارروائیاں کر چکی تھی۔ اس تلاش کو جاری رکھنے کی خواہش مند تھی۔ کم از کم میں نے اس کیلئے بہتر فضا پیدا کر دی تھی۔ اب اگر وہ پولیس کے ہاتھ لگ گیا تو اسے کوئی سزا نہیں ہوگی بلکہ پولیس اسے اس کے وطن واپس پہنچا دے گی، وہ سلامت رہے، زندہ رہے، میرے لئے یہی خوشی کی بات ہوگی۔

ایک بار پھر شہر قاہرہ میں داخل ہونے کیلئے مجھے ایک کار والے سے لفٹ لینی پڑی تھی۔ ایک نوجوان شخص تھا جو اس علاقے میں کسی پروجیکٹ پر کام کر رہا تھا، روزانہ آتا جاتا تھا، لیکن بے حد شریف آدمی تھا۔ تھوڑی سی باتیں ضرور کی تھیں اس نے، لیکن غیر معیاری نہیں۔ اس کے بعد مجھے مطلوبہ جگہ اتار کر چلا گیا۔ یہاں سے میں نے اپنے ہوٹل کا رخ کیا تھا اور اس وقت خوشی ہوئی تھی کہ ہوٹل چھوڑنے میں جلد بازی نہیں کی تھی۔ کم از کم ایک ٹھکانہ تو تھا جہاں میرے لئے خزانہ موجود ہے، جو میری مالی مدد کر سکتا ہے۔

میں نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ خاصی تعداد میں سکے لے کر نکل گئی، جہاں انہیں رقم میں تبدیلی کرنا تھا، وہ جگہ مجھے معلوم تھی۔ سونے کے سوداگر نے جو کچھ دیا اسے خوشی سے قبول کر لیا۔ ایک منصوبہ دماغ میں تھا، چنانچہ بہت سے اخبارات خریدے اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل واپس آ گئی۔ پہلے بھی اس بارے میں اس سے بات کی تھی اور کاؤنٹر منیجر نے میرے حسابات بنا کر رکھے تھے۔ بعد کے اخراجات اس میں جوڑ دیئے گئے اور میں نے اصل رقم سے کافی زیادہ پیشگی رقم ادا کر کے رسید حاصل کر لی۔ اس طرح میں نے ہوٹل کے اس کمرے کو خاصے دنوں کیلئے اپنے نام مخصوص کرا لیا۔

پھر کمرے میں آ کر میں نے اخبارات کھولے اور پہلے ان کی خبروں پر نگاہیں دوڑانے لگی۔ ذہن میں بس ایک تصور تھا' ذرا دیکھوں تو سہی' میرا واقعہ کہیں درج ہے یا نہیں...... لیکن اخبارات بے خبر نہیں تھے اور بات بھی خاصے اعلیٰ پیمانے پر اٹھی تھی۔ میرے سفارتخانے نے اس سلسلے میں خاصی تلخی کا مظاہرہ کیا تھا۔ یہ بات کھل گئی تھی کہ مجھے زبونا خاندان نے بری طرح اپنے جال میں جکڑ کر بالآخر ہلاک کر دیا تھا۔ ایک غیر ملکی لڑکی کی ہلاکت بہر طور حکومت مصر کیلئے بدنامی کا باعث تھی......

ایک اخبار میں خاصی جلی سرخی کے ساتھ میرے بارے میں تفصیلات لکھی گئی تھیں کہ کس طرح میں ایک تباہ شدہ جہاز کی مسافر تھی اور ہنگامی حالات کے تحت مصر آ گئی تھی' یہاں خاتون زبونا نے اپنے ایک مذموم مقصد کی تکمیل کیلئے میرا انتخاب کیا اور مجھے اغوا کرنے کے بعد مسلسل مشکلات کا شکار رکھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے بھتیجے امیر غیری کو قتل کر کے اس کا الزام میرے سر تھوپنا چاہا...... لیکن حقیقت حال سامنے آ گئی۔ خاتون زبونا گرفتار ہو گئیں۔ انہیں سزائے موت دی گئی' جس کی تعمیل پراسرار طریقے سے ابھی تک نہیں ہو سکی' یہ بات وضاحت کے ساتھ کہی گئی تھی کہ اس قتل میں صرف خاتون زبونا کا ہاتھ نہیں تھا بلکہ ان کے بیٹے بھی براہ راست ملوث تھے۔ لیکن قانونی ڈھیل نے ان دونوں کو آزادی دے دی اور بعد میں انہوں نے میرے خلاف انتقامی کارروائی کرتے ہوئے بالآخر مجھے ایک عمارت میں جلا کر خاکستر کر دیا۔ جاوید عالی نے اپنے افسر اعلیٰ کی وساطت سے میرے بارے میں تفصیلی بیان دیا تھا۔ اس عمارت میں میری جلی ہوئی لاش تو دریافت نہیں ہو سکی تھی لیکن وہ تمام شواہد مل گئے تھے جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ فیصل امیری اور عشان امیری نے اپنی گرفتاری کے بعد اپنے ساتھیوں کے ذریعے مجھ سے انتقام لیا...... اور میں جو اپنے وطن جانے کیلئے تیار بیٹھی ہوئی تھی موت کا شکار کر دی گئی۔

مجھے یہ خبر پڑھ کر ہنسی آ رہی تھی' لیکن اس کی خوشی بھی تھی کہ بالآخر عشان اور فیصل بھی کیفر کردار کو پہنچے۔ امیر غیری اور ظہرہ کی ہلاکت کے بعد وہ جائیداد ان کے قبضے میں بھی نہیں آ سکی۔ یہ خبر پڑھ کر میں بہت دیر تک اس پر غور کرتی رہی تھی؟ اصل میں اخبارات میں نے ایک اور مقصد کے تحت خریدے تھے۔ میں نے ان کے پتے دیکھے' ٹیلیفون نمبر بھی موجود تھے۔ میں نے بالآخر کاغذ اور قلم حاصل کر کے ایک اشتہار لکھا' جس کا مضمون یوں تھا۔

''میں اس سے مخاطب ہوں' جس نے میرے ساتھ مشکلات کا سفر کیا' میرا تحفظ کیا' مجھ سے محبت کی اور جب ہماری قربتوں کا وقت آیا تو کچھ حادثات نے مجھے اس سے جدا کر دیا اور اب وہ مجھ سے ناراض ہو کر روپوش ہے۔ میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہتی ہوں کہ مجھ سے فوراً آ کر اس پتے پر ملے' میں اس کی منتظر ہوں' حوالے کیلئے درمیانی کردار ٹینا کا نام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن اب وہ ہمارے درمیان نہیں...... میں اس کا انتظار کر رہی ہوں۔ نام اس لئے نہیں لکھوں گی کہ کچھ مشکلات درپیش ہیں۔''

عسکری احمق نہیں تھا۔ بس اشتہار اس کی نظر سے گزر جائے تو یقینی طور پر وہ ادھر کا رخ کرے گا۔ اس اشتہار کے مضمون کا جائزہ لے کر اور اس سے متفق ہونے کے بعد میں نے ٹیلیفون اٹھایا اور اخبار کا نمبر ڈائل کر کے متعلقہ شعبے سے گفتگو کرنے کی خواہش کا اظہار کیا...... متعلقہ شعبے کے انچارج سے میں نے پوچھا کہ اس مضمون کا اشتہار اگر میں اخبار کو دوں تو اس کیلئے مجھے کوئی مشکل تو نہیں پیش آئے گی...... اس نے مجھ سے کہا کہ تلاش گمشدہ کی حیثیت سے یہ اشتہار دیا جا سکتا ہے اور اس پر کوئی قانونی پابندی نہیں عائد ہوتی۔ میں نے اس سے کہا کہ تین دن کیلئے یہ اشتہار بک کرے' میں اشتہار کا مضمون مع رقم بھیج رہی ہوں...... اسی طرح کی گفتگو میں نے دوسرے اخبارات کے متعلقہ شعبوں سے بھی کی۔ تین اخباروں میں یہ اشتہار میں نے تین تین دن کیلئے بک کرا دیا اور پھر اس سلسلے میں ایک ویٹر کی خدمات حاصل کیں' جس نے کہا کہ وہ یہ کام کر کے مجھے رسید لائے دیتا ہے۔ اس کیلئے وہ دوسرے آدمی کو بھیجے گا' کیونکہ وہ خود ڈیوٹی پر ہے۔ میں نے اسے خاصہ انعام دیا تھا' جو اس کیلئے تسلی بخش تھا۔ بس اتنا ہی کام کرنا تھا آج مجھے' اس کے بعد انتظار کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ میں مطمئن تھی۔ بات وقت گزرنے ہی کی تھی نا...... سو میں وقت گزار رہی تھی۔

دوسرے دن کے اخبارات میں وہ اشتہار آ گیا' پھر تیسرے اور چوتھے دن بھی اشتہار چھپا۔ میں منتظر رہی تھی۔ ہر لمحہ میرے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے۔ لیکن میرے اشتہار کا کوئی جواب نہیں آیا۔ میں مایوسیوں کی حد میں داخل ہو گئی تھی۔ عسکری کا ملنا اب مشکل ہی ہو گیا تھا۔ اس سے زیادہ مزید وضاحت کے ساتھ میں اشتہار نہیں دے سکتی تھی' کیونکہ صورتحال میرے لئے خطرناک ہو جاتی اور ہو سکتا ہے میری یہ آزادی خطرے میں پڑ جاتی۔ لیکن تیسرے دن کسی نے میرے دروازے پر دستک دی اور میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی۔

آنے والا ایک دراز قامت خوش پوش اور خوش شکل جوان آدمی تھا۔ عمر تیس سے پینتیس کے درمیان ہو گی۔ کسی قدر جھجکتا ہوا اندر آیا۔ میں اسے دیکھ کر ذرا سنبھل گئی۔ تاہم میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا تو وہ بولا۔

''خاتون انتہائی معذرت خواہ ہوں' اس کمرے کے حوالے سے ایک اشتہار اخبار میں چھپتا رہا ہے۔ اس کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔''

''ہاں...... ہاں! آیئے تشریف لایئے...... آپ اس اشتہار کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟'' میں نے سمجھا کہ وہ عسکری کے بارے میں کچھ جانتا ہے۔

وہ بیٹھ گیا اور پھر آہستہ سے بولا۔

''میں ایک موہوم سی امید پر یہاں آیا تھا' لیکن آپ کو دیکھ کر مجھے مایوسی ہوئی۔ آپ وہ نہیں ہیں جس کے تصور میں' میں نے یہاں تک آنے کی جرأت کی۔ معاف کیجئے گا میرا نام طاہر نظیر ہے' بلخ کا رہنے والا ہوں۔ مصر میں ایک بہت اچھی فرم میں ملازمت کرتا ہوں۔ اصل میں میرا واقعہ بھی کچھ

اس قسم کا ہے۔ میری ایک دوست تھی جس کا نام ستارہ تھا' کچھ ایسے ہی واقعات میرے اور اس لے درمیان پیش آئے۔ وہ ایک الجھن کا شکار ہوگئی تھی۔ میں نے اس کی مدد کی' ہمارے درمیان محبتوں کے رشتے استوار ہوگئے۔ بس ایک نام کھٹک رہا تھا مجھے اور وہ نام تھا ٹینا' میں پھر بھی تصدیق کیلئے چلا آیا۔ آپ کو زحمت دینے کیلئے معافی چاہتا ہوں' بس اجازت دیجئے......"

"اگر آپ کچھ دیر میرے پاس تشریف رکھیں مسٹر طاہر تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"میں تو صرف اس لئے اٹھ رہا تھا خاتون کہ کہیں آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں ایسے کسی اشتہار کا سہارا لے کر آپ سے فراڈ کرنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں جو اس قسم کے لوگ ہوتے ہیں' وہ نگاہوں سے چھپ نہیں پاتے' آپ کیا پینا پسند کریں گے۔"

"کافی منگوا لیجئے! بشرطیکہ آپ بھی پسند کریں۔"

میں نے ویٹر کو طلب کر کے کافی اور کچھ لوازمات لانے کیلئے کہا...... وہی تنہائی' وہی بے کیفی اور اس میں کسی کی قربت کے تصور نے مجھے اس شخص کو روکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کافی کے دوران اس نے مجھے اپنی دوست ستارہ کی کہانی سنائی۔ میں اس کہانی کے تانے بانوں کو ٹٹولتی رہی' جھوٹی کہانی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ویسے بھی وہ ایک سنجیدہ سا نوجوان تھا' جس کے چہرے پر شوخی نہیں تھی...... میں نے خود بھی اسے اپنے بارے میں ایک جھوٹی کہانی سنائی۔ اب ان جھوٹی کہانیوں کو گھڑنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ میں اچھی خاصی دنیادار ہوگئی تھی اور دنیا کو سمجھنے لگی تھی۔ میں نے اپنی کہانی سے اسے مطمئن کر دیا۔ اس نے مجھ سے ہمدردی کا اظہار کیا اور کہا۔

"ہوسکتا ہے آپ کا ساتھی باقاعدہ اخبار نہ پڑھتا ہو...... لیکن اگر وہ تعلیم یافتہ ہے تو ان تین دنوں کے اخباروں میں کسی نہ کسی اخبار کا اشتہار اس کی نگاہوں سے گزرے گا' آپ کو انتظار کر لینا چاہئے' ویسے میرے لائق اگر کوئی خدمت ہو تو بتائیے مجھے خوشی ہوگی۔"

میں نے اس سے کہا کہ بس وہ مجھ سے ملاقات کرتا رہے۔ عسکری کے سلسلے میں مزید دو تین دن تک انتظار کیا۔ طاہر اس دوران دو بار میرے پاس آیا اور دو تین بار اس نے مجھے ٹیلیفون کیا۔ صاف ستھرے ذہن کا آدمی تھا۔ میرے ذہن پر کسی طور بار نہیں بنا...... بالآخر عسکری کی بازیابی سے مایوس ہوگئی۔ اب اس کے سلسلے میں جدوجہد کرنا بے سود تھا۔ ہوسکتا تھا وہ خاموشی سے مصر سے نکل گیا ہو۔ ویسے بھی بیکار ہی تھا' مل بھی جاتا تو زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتی تھی۔ سوائے اس کے کہ اسے وطن واپسی کی تلقین کرتی۔ چنانچہ اب اسے بھول جانے کے سوا چارہ کار نہیں تھا۔ کئی دن گزر چکے تھے۔

ایک صبح جاگی تو ذہن پر وادی ارمناس کا خیال سوار تھا۔ دل میں یہ آرزو تو تھی کہ دوبارہ وہاں جاؤں۔ پہلی بار تو کچھ عجیب ہی کیفیت طاری ہوگئی تھی' لیکن اب پورے اعتماد سے اس کا تجزیہ کرنا

چاہتی تھی۔ اس کیلئے کیا طریق کار اختیار کروں۔ ایک بار دل چاہا کہ طاہر کو ساتھ دینے پر آمادہ کروں' لیکن یہ مناسب نہیں تھا۔ اس بے چارے کی زندگی کیوں خطرے میں ڈالوں' جو کچھ بھی ہے خود ہی بھگتوں۔ یہی بہتر ہے' پھر ضروری تیاریاں کر کے اس خیال سے جلد ہوٹل سے نکل آئی کہ کہیں طاہر نہ آجائے' سارا پروگرام خراب ہوجائے گا۔ ایک ٹیکسی ڈرائیور سے بات کی۔

''بادشاہوں کی وادی چلو گے؟''

''بسرو چشم میڈم'' اس نے ادب سے کہا اور میں ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ باادب ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ اپنا ٹریول کٹ میں نے قریب ہی رکھ لیا تھا' جس میں ضروریات کا مختصر سامان تھا' ڈرائیور نے کہا۔

''اگر آپ واپسی کیلئے مجھے وہاں روکے رکھیں خاتون تو میں کسی اضافی معاوضے کے بغیر آپ کا منتظر رہ سکتا ہوں۔ واپسی میں مجھے صرف وہی عطا کیجئے گا جو میرا بل بنے......''

میں نے فوراً ہی اس کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ بتدریج اس سے سودے بازی کرنا چاہتی تھی۔ کچھ دیر کے بعد میں نے اس سے کہا۔

''تم اپنی ٹیکسی لے کر قاہرہ سے کتنے فاصلے تک چلے جاتے ہو!''

''جہاں تک کی سواری مل جائے میڈم' ہمیں تو اپنے کام سے غرض ہے۔ ہاں بس رات تک واپسی ضروری ہوتی ہے۔'' ڈرائیور نے جواب دیا۔

''ہوں...... کیا تم مجھے وادی رتاب تک لے جاسکتے ہو' جو ماضی میں وادی ارمناس یا ارمیناس کہلاتی تھی......'' ڈرائیور نے حیرانی سے گردن گھما کر مجھے دیکھا' پھر بولا۔

''وادی ارمناس کے بارے میں تو میں کچھ نہیں جانتا' لیکن آپ جسے وادی رتاب کہہ رہی ہیں' وہ کوئی وادی نہیں بلکہ ہولناک ریگزار ہے' جہاں لوگ جانا پسند نہیں کرتے' کیونکہ ریگزار کے ساتھ ایسی داستانیں وابستہ ہیں جن میں لوگوں کو نقصان پہنچنے کی کہانیاں سنائی گئی ہیں اور چند ایسے بزرگ ملے بھی ہیں جنہیں وہاں پہنچنے والے نقصانات کا ذاتی تجربہ بھی ہے' مجھے صرف اس بات پر حیرت ہے خاتون کہ آپ وہاں کیوں جانا چاہتی ہیں' وہاں آپ کو ریت کے ٹیلوں کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔''

''سنا ہے وہاں ریت کے ٹیلوں میں قدیم اہراموں کی چوٹیاں بھی جھانکتی ہیں' کیا ایسا نہیں ہے۔''

''ہوسکتا ہے' کیونکہ صحرائے مصر میں نہ جانے کہاں کہاں قدیم داستانیں بکھری پڑی ہیں' لیکن ان اہراموں کا رخ کرنا بھی خطرناک ہوسکتا ہے۔ تاہم اگر آپ حکم دیں گی تو میں ریگزار رتاب کی سیر کراسکتا ہوں آپ کو...... ویسے اب میں سمجھا کہ آپ سیاح ہیں۔ اصل میں دیکھنے کی تو بہت سی چیزیں یہاں موجود ہیں' لیکن اپنے اپنے مزاج اور اپنی پسند کی بات ہے' تو کیا آپ ریگزار رتاب

جانا چاہیں گی؟'' اس نے پوچھا۔

''ہاں...... تم مجھے سیدھے وہیں لے چلو۔''

''آپ ضرور چلئے وہاں۔ ایک نگاہ کا جائزہ لے لیجئے۔ واپس لانے کیلئے میں موجود رہوں گا' آپ کو خود ہی اندازہ ہوجائے گا کہ آپ غلط جگہ آئی ہیں۔'' اس کے بعد خاموشی طاری ہوگئی۔ ڈرائیور بہت زیادہ باتونی نہیں تھا...... لیکن پھر بھی اس نے مجھے ایک سیاح سمجھ کر قاہرہ اور اس کے نواح کے بارے میں بہت سی باتیں بتائیں۔ مجھے اس کا گفتگو کرنا برا نہیں لگ رہا تھا...... وادی ارمناس میں پیش آنے والے ہولناک واقعات اب بھی میرے ذہن میں تھے۔ وادی کے مناظر میری نگاہوں میں گھوم رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اناطور یاد آرہا تھا۔ اس پر دیوانگی ہی سوار ہوگئی تھی۔ ہوسکتا ہے ریت کے کسی ٹیلے کے درمیانی حصے میں مجھے اس کی ہڈیاں بھی بکھری ہوئی نظر آجائیں......

بہت دیر تک میں انہی خیالات میں گم رہی' صحرائے مصر کی روایتی گرمی' ہمارے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ ماحول بدل رہا تھا' نواحی علاقوں میں کبھی کبھی دریائے نیل کی نمی' جذب کئے ہوئے ہوا کے جھونکے چلتے تو یہ محسوس ہوتا کہ درمیانی حصہ ٹھنڈا ہے' لیکن بس یہ جھونکے ہی ہوتے اور آگے یہ ہوائیں پھر گرم ہواؤں میں تبدیل ہوجاتیں۔

جس وقت ہم وادی ارمناس پہنچے تو سورج اپنی بلندیاں عبور کرکے واپسی کا سفر طے کر رہا تھا۔ صحرائے اعظم نگاہوں کے سامنے بکھرا ہوا تھا۔ ڈرائیور کا خیال تھا کہ وہاں کچھ نہ پاکر اور گرمی کی شدت سے پریشان ہوکر میں اسے فوری واپسی کیلئے کہوں گی۔ اس نے ایک جگہ ٹیکسی روک دی اور کہنے لگا۔

''آپ دیکھ لیجئے یہاں دور دور تک کسی ذی روح کا نشان نہیں۔ اس بات سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ریگزار انسانوں کی توجہ کا مرکز نہیں ہے' لیکن اس کے باوجود آپ ضرور اپنی خوشی پوری کیجئے اور یہاں کی سیر کیجئے۔ میں آپ کا انتظار کروں گا یا پھر حکم ہو تو میں آپ کے ساتھ چلوں۔''

''نہیں...... اس پیشکش کا شکریہ! یہاں تک تمہارا بل کتنا بنا۔'' میں نے پوچھا اور ڈرائیور نے مجھے رقم بتادی۔ میں نے اس رقم کو دگنا کرکے اسے دیتے ہوئے کہا۔

میری طرف سے اجازت ہے کہ اگر راستے میں تمہیں کوئی سواری مل جائے تو اسے قاہرہ لے جانا' نا ملے تو دونوں طرف کا کرایہ تمہیں مل چکا ہے۔ اب یہ اتنی ہی رقم اور رکھو' دو دن کے بعد اگر ممکن ہو تو ایک گھنٹے میرا انتظار کرلینا' نا ہو تو واپس چلے جانا۔ تمہارا نقصان نہیں ہوگا۔''

ڈرائیور نے حیرت سے منہ کھول کر پہلے اس رقم کو دیکھا' پھر مجھے اور اس کے بعد اس نے بزرگانہ انداز میں کہا۔

''عالیہ! میں بے شک ڈرائیور ہوں اور مجھے وہی کرنا چاہئے جو آپ نے حکم دیا' لیکن انسانی

رشتے سے میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں' جو کچھ آپ کر رہی ہیں غیر دانش مندی ہے۔ آپ دو دن کی بات کرتی ہیں۔ ذرا اس گرم ریگستان میں آپ دو گھنٹے گزار لیجئے۔ آپ اپنا فیصلہ بدل دیں گی۔ یہاں چند گھنٹے زندہ رہنا مشکل ہے۔ آپ دو دن کیسے زندہ رہ سکیں گی۔ میری گزارش ہے کہ یہ فیصلہ بدل دیں۔"

"تمہاری ہمدردی اور نصیحت کا شکریہ۔ میں دراصل پاگل ہوں' ایسے ہی دیوانگی کے فیصلے کرتی ہوں اور ان پر اٹل ہوتی ہوں۔ ایک بار پھر شکریہ۔ اب تم جاؤ......"

میں نے ریگستان کی طرف قدم اٹھا دیئے۔ وہ بھی کچھ ضرورت سے زیادہ جھکی انسان تھا۔ بوکھلائے ہوئے انداز میں نیچے اترا اور میرے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ وہ مجھے مسلسل سمجھا رہا تھا' لیکن میں آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ پھر اسے اپنے بہت دور نکل آنے کا احساس ہوا اور وہ رک گیا۔

"عالیہ رک جایئے عالیہ...... میری بات مان لیجئے۔" اس نے کہا۔

اس نے کہا۔ میں مسکرا کر اس کی طرف پلٹی اور میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہارا شکریہ مہربان شخص۔ اب تم جاؤ۔" میں نے آگے قدم بڑھا دیئے۔ وہ چند لمحات کھڑا رہا' پھر ہوا کے گرم جھکڑوں سے پریشان ہو کر واپس پلٹ پڑا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر دور جاتی ہوئی ٹیکسی کو دیکھا اور مسکراتی ہوئی نیچے اتر آئی۔

طلسمی ریگستان نگاہوں کی انتہا تک پھیلا ہوا تھا اور ریت چاندی کی طرح چمک رہی تھی' میں آگے بڑھتی رہی۔ ہوا بے شک گرم تھی اور دھوپ جھلسا دینے والی' لیکن میں ہر احساس سے بے نیاز صرف تجسس میں ڈوبی آگے بڑھ رہی تھی۔ اناطور کے ساتھ جو کچھ دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی تھی' آج میری نگاہیں خود اسے تلاش کر رہی تھیں' لیکن ہواؤں نے یہاں اپنی مملکت قائم کر رکھی تھی۔ وہ ریت کو جو شکل چاہتی دے دیتی تھیں' چنانچہ اب وسکن ڈیزل اور عدنان ثنائی کے پنجروں کا کوئی نشان موجود نہیں تھا' نہ ہی مجھے اناطور کا جسم نظر آیا۔

میں نے بہت فاصلہ طے کر لیا تھا۔ سورج اب ڈھل رہا تھا اور دھوپ کی تیزی ختم ہو گئی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ ریت پر شام اترنے لگی۔ فضا کا حبس بھی کم ہو گیا اور ہوائیں ٹھنڈی ہونے لگیں' مجھے ذرا بھی تھکن محسوس نہیں ہوئی تھی۔ نہ ہی گرم دن مجھ پر اثر انداز ہوا تھا۔ اب ریت کے ٹیلوں میں کہیں کہیں سیاہ دھبے نظر آنے لگے تھے۔ یہ ریت میں دفن اہرام تھے' لیکن ان کی گہرائیوں تک جانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

بالآخر رات ہو گئی۔ میں نے ایک چوڑے ٹیلے پر اپنا ٹھکانہ بنایا اور ٹریول کٹ اس پر پھینک کر بیٹھ گئی۔ وادی ارمناس میں پہلی رات...... میں نے دل میں سوچا دیکھوں یہ رات کیسی گزرتی ہے۔ یہ جگہ بہتر تھی۔ دور دور تک کے نظارے ہو رہے تھے۔ وہ تمام داستانیں میرے ذہن سے

گزرنے لگیں' جو میں نے سنی تھیں۔ ہواؤں میں تیزی نہیں تھی اور وہ بھی ریت کو چھوتی گزر رہی تھیں۔ ہوا کے جھونکوں سے کہیں کہیں ریت ہولے ہولے متحرک ہوجاتی اور یوں لگتا جیسے کوئی زی روح رینگ رہا ہو۔

پھر ان داستانوں کی تصدیق ہونے لگی۔ جونہی چاند نے سر ابھارا ہوائیں تیز ہونے لگیں۔ انہوں نے ایک خاص انداز اختیار کرلیا۔ وہ چاروں طرف ٹیلوں سے ٹکرا کر بھنور کی شکل اختیار کرگئیں۔ یہ بھنور ریت کو بلند کرکے بگولے کی شکل اختیار کرگیا اور اس میں ستارے چمکنے لگے۔ یہ ستارے اصل میں ریت میں شامل ذرات تھے جو چاندنی سے منعکس ہونے لگتے' لیکن امیر غیری نے ان کی جو نقشہ کشی کی تھی ہو بہو نگاہوں کے سامنے تھی۔ بڑا طلسمی ماحول تھا' کئی بگولے میرے سامنے سے گزرے اور میں ان میں کھلنے والے دروازوں کی منتظر رہی' لیکن بگولے گزر جاتے تھے۔ ان میں کوئی دروازہ نہ کھلا۔ بہت دیر تک میں ہواؤں کی اٹکھیلیاں دیکھتی رہی۔ منظر واقعی ایسا تھا کہ کچے ذہن کا انسان دماغی توازن کھو بیٹھے۔ بگولوں کی تعداد اب بڑھ گئی تھی۔ لیکن اب وہ گہرائیوں ہی میں تھے۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ ٹیلا جس پر میں بیٹھی ہوئی تھی بلند ہوگیا ہو' کیونکہ گہرائیاں زیادہ محسوس ہونے لگی تھیں۔ میں دور دور تک نگاہیں دوڑا رہی تھی۔ پھر اچانک میں اچھل پڑی۔ میں نے جو کچھ بھی دیکھا وہ نظری دھوکہ نہیں تھا۔ وہ کئی انسان ہی تھا' جو ریت پر قدم اٹھاتا چلا آرہا تھا۔ چاند پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس انسانی وجود کو دیکھ رہی تھی جو اسی سمت آرہا تھا۔ پھر میں نے اسے پہچان لیا۔ وہی سنہری حسینہ جو روشاق کی نمائندہ تھی۔ روشاق کو میری یہاں آمد کا علم ہوگیا تھا۔ آہ اب وہ کھیل شروع ہوگیا جس کی میں نے توقع کی تھی۔ شلزانہ اوشیانوس کی آمد بے معنی نہیں تھی۔ میں تیار ہوگئی۔ میرا یہاں آنا بیکار نہیں گیا تھا۔ مجھے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ چند لمحات کے بعد وہ ٹیلے پر چڑھ آئی۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ تم بہت دلیر لڑکی ہو۔'' اس نے حسین آواز میں کہا۔

''اور تم؟'' میں نے سوال کیا۔

''میں سمجھی نہیں؟''

''اس وقت تمہارے گلے میں روشاق کی آواز نہیں سنائی دی۔''

''ہاں اس وقت میں آزاد ہوں۔''

''جب تم آزاد ہوتی ہو تو کیا ہوتی ہو؟''

''شلزانہ اوشیانوس۔'' اس نے ہنس کر کہا' اتنی پیاری ہنسی تھی کہ دل میں اتر جائے۔

''تمہاری اپنی بھی تو کوئی کہانی ہوگی؟''

''شاید کبھی تھی اب نہیں ہے۔''

''گویا تمہیں اپنے بارے میں بتانے کی اجازت نہیں ہے۔''

''میں صرف ترواذی کی غلام ہوں اور کچھ نہیں' مجھ سے اس کے بارے میں پوچھو میرے بارے میں کچھ پوچھنا بیکار ہے۔''

''خوب۔ چلو ٹھیک ہے' ترواذی اس وقت کہاں ہے؟''

''اپنے دانش کدے میں۔''

''اور اس کا دانش کدہ کہاں ہے؟''

''جس سمت سے میں یہاں آئی ہوں اسی سمت۔''

''کتنی دور ہے؟''

''بہت فاصلہ نہیں۔''

''کیا میں وہاں جا سکتی ہوں؟''

''میں اس کی اجازت سے یہاں آئی ہوں' وہ خود تم سے ملنا چاہتا ہے۔''

''اسے میری یہاں آمد کا علم ہے؟''

''وہ وادی ارمناس کا شہنشاہ ہے' اس وادی میں جو کچھ ہوتا ہے اسے پتا ہوتا ہے۔''

''اس کے باوجود وہ بگولوں میں ماضی کے دروازے نہیں تلاش کر سکا۔'' میں نے طنزیہ کہا۔

''یہ ایک احمقانہ روایت ہے' جس میں کوئی صداقت نہیں' ہوا کے بھنور سے اڑتی ہوئی ریت بے حقیقت ہوتی ہے' اس میں بھلا دروازوں کا کہاں وجود ہے۔''

''اوہ ظاہر ہے تمہیں اس کا صحیح علم ہوگا۔''

''تو پھر چلو ترواذی تم سے ملاقات کا خواہشمند ہے۔'' اس نے کہا اور میں تیار ہوگئی۔ سنہری لڑکی واپس چل پڑی۔ دن کی ہولناک گرمی کا اب نام ونشان نہیں تھا۔ ریت کی کہکشاں قدموں تلے بکھری ہوئی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔

''کیا روشاق نادیدہ کیفیت میں مجھ سے ملاقات کرے گا؟''

''یہ میں کیسے جان سکتی ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔ اس کے بعد میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ ہمیں خاصا طویل سفر کرنا پڑا۔ راستے میں ریت سے ڈھکے ہوئے نکیلے اہراموں کی چوٹیاں نظر آئیں' مصر کی بہت بڑی تاریخ تو ریت کے نیچے دفن ہے۔ اگر کبھی کسی صدی نے مصر کے صحراؤں سے یہ ریت صاف کی تو یقیناً اس سے مصر کی ایک اور تاریخ برآمد ہوگی۔

میں سوچوں میں ڈوبی آگے بڑھتی رہی۔ سنہری لڑکی ریت کے ایک ٹیلے کے پاس رک گئی اور میں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ یہاں تو کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آرہی تھی جہاں کسی دانش کدے کی موجودگی کا امکان ہو۔ لیکن چند ہی لمحات کے بعد اس ٹیلے کی ریت نیچے کھسکنے لگی' جس کے سامنے وہ آکر کھڑی ہوئی تھی۔ غالباً اندر سے کوئی عمل ہو رہا تھا' میں حیرانی سے ٹیلے کی کھسکتی ہوئی ریت کو دیکھتی رہی۔ اس کے نیچے سے پتھر کی ایک سل برآمد ہوئی تھی' سیاہ رنگ کی کائی زدہ سل خود بخود ایک

دروازے کی مانند کھل گئی اور شلزانہ اوشیانوس نے مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر اطراف کے ماحول پر نظر ڈالی۔

تاحد نگاہ ایسے بیشمار ٹیلے بکھرے ہوئے تھے اور کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ریت کے ان ٹیلوں میں چھپے ہوئے اہرامین کا دروازہ اس طرح بھی کھل سکتا ہے۔

بہرحال میں اس کے اشارے پر بے دھڑک اندر داخل ہوگئی۔ مدھم مدھم روشنی میں سیڑھیاں نیچے اترتی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ پتھریلی ناہموار' ٹوٹی پھوٹی' بوسیدہ سیڑھیاں' گہرائی میں کتنی دور چلی گئی تھیں۔ اس کا اندازہ اس مدھم روشنی میں ہونا ممکن نہیں تھا۔ میں بلاتردد ان سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگی۔ شلزانہ اوشیانوس کے بدن سے پھوٹنے والی مدھم مدھم سنہری روشنی سیڑھیوں کو اجاگر کرتی چلی جارہی تھی اور وہ مجھ سے آگے آگئی تاکہ میری رہنمائی کرسکے اور میں اس کے عقب میں سیڑھیاں اترتی رہی۔ شاید یہ پاتال کا سفر تھا یا زمین کے ساتویں طبق تک جانا تھا۔ سیڑھیاں تھیں کہ شیطان کی آنت کی طرح نیچے اور نیچے چلی جارہی تھیں۔ میں پوری طرح یہاں کے ماحول کا تجزیہ کر رہی تھی۔ حالانکہ اتنی سی دیر میں ہم کافی گہرائیوں میں آگئے تھے۔ لیکن گھٹن کا ذرہ برابر احساس نہیں تھا بلکہ فضا میں ایک عجیب سا ہلکا پن ایک خوشگوار سی کیفیت کا احساس مسلسل بڑھتا جارہا تھا۔

میں کچھ سوچے سمجھے بغیر نیچے اترتی رہی اور پھر مجھے سفید دودھیا روشنی نظر آئی' یقیناً یہ ابھی ابھی ہوئی تھی' کیونکہ اوپر سے ہم اس روشنی کو نہیں دیکھ سکے تھے۔ غالباً سیڑھیوں کا اختتام ہوگیا تھا۔ مجھے یونہی لگا جیسے میں ہزاروں فٹ کی گہرائی میں زمین کے سینے میں اتر آئی ہوں اور اس سفید دودھیا روشنی میں' میں نے ایک عجیب وغریب ٹھنڈا اور پرسکون ماحول دیکھا۔ بڑا سا ہال جیسا کمرہ تھا۔ اسے کمرہ ہی کہا جاسکتا تھا' کیونکہ اس کی دیواریں باقاعدہ انسانی تراش کا نمونہ تھیں چوڑی چوڑی سلوں سے بنی ہوئیں' لیکن اہرام نما۔ یعنی اوپر سے بتدریج فاصلے کم ہوتے چلے گئے تھے۔ نیچے بیشمار عجیب وغریب چیزیں موجود تھیں۔ یہ روشنی بالکل قدرتی لگ رہی تھی اور غالباً دیواروں ہی سے پھوٹ رہی تھی۔ یہ اندازہ بالکل نہیں ہو پا رہا تھا کہ روشنی کہاں سے آرہی ہے۔ چاندنی بھی نہیں معلوم ہوتی تھی۔

بہرطور یہ ایک محقق سائنسدان یا زمانہ قدیم کے کسی سامری کا طلسم کدہ تھا۔ اس کا علم مجھے پہلے ہی تھا۔ ٹھنڈی' پرسکون فضا میں پہنچ کر میں رک گئی۔ سنہری لڑکی نے مسکرا کر مجھے دیکھا اور کہنے لگی۔

"یہاں میرا کام ختم ہوجاتا ہے' اب تم ایمنی تروازی کی مہمان ہو۔"

"ہاں! لیکن میرا میزبان مسلسل میری نگاہوں سے غائب ہے۔" میں نے کہا۔ تب ہی مجھے اس ہال نما غار میں ایک گونج سنائی دی۔

"نہیں بے بی میں تم سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہوں۔" یہ روشاق ہی کی آواز تھی' میں نے اسے پہچان لیا۔ یہاں وہ بہت زیادہ پراعتماد اور پروقار نظر آتا تھا۔ میں نے چاروں طرف دیکھتے

ہوئے کہا۔

''انوکھے میزبان ہو' کیا سامنے آ کر مہمان کا استقبال نہیں کر سکتے۔''

''شلزانہ اوشیانوس اب تمہارا یہاں کوئی کام نہیں' تم جاؤ۔'' سنہری لڑکی باادب گردن جھکائے واپس مڑی۔ میں اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی' پھر وہ ایک دیوار سے اس طرح گزر گئی جیسے اس کا جسمانی وجود ہی نہ ہو۔ دیوار اپنی جگہ برابر نظر آ رہی تھی۔ میں سحر زدہ نگاہوں سے چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھی۔

روشاق کی آواز پھر ابھری۔

''اگر تھوڑی دیر آرام کرنا چاہو تو وہ نشست ہے اس پر بیٹھ جاؤ' جہاں تک میری میزبانی کا تعلق ہے تمہیں میں اس کی وضاحت کئے دیتا ہوں۔ بہت عرصے پہلے ہارون دانش یہاں آیا تھا' اس نے یہ دانش کدہ اپنی کاوشوں سے دریافت کیا تھا اور اس کی گہرائیوں میں اتر آیا تھا۔ آج اس کی بیٹی یہاں آئی ہے میں اس کی آمد سے بہت خوش ہوں۔ یہی تو میں چاہتا تھا۔ یہی تو میرا اور تمہارا تنازع تھا' جس کو تم نے میری مرضی سے قبول نہ کیا' لیکن اپنی مرضی سے یہاں آ گئیں۔ ہاں جہاں تک میرے سامنے آ کر استقبال نہ کرنے کا سوال پیدا ہوتا ہے تو پیاری لڑکی میں اس کیلئے مجبور ہو چکا ہوں۔ میں نے اپنا وجود ماضی کے سفر پر روانہ کر دیا ہے اور وہ طویل مسافتیں طے کرتا ہوا بالآخر مطلوبہ دور میں پہنچ گیا ہے۔ اب میری واپسی ہارون دانش اور تمہارے ساتھ ہو گی۔ تب میرا وجود وہاں میری حیثیت اختیار کر جائے گا۔ میں اپنے جسمانی وجود کی بات کر رہا ہوں۔ یہ سب کچھ ضروری تھا۔ میں نے تو اس پر عمل کر ڈالا ہے' اب تمہارا معاملہ ہے۔ خیر یہ گفتگو قبل از وقت ہے۔ میں نے تمہیں صرف یہ بتایا کہ بحالت مجبوری میں تمہارے سامنے آ کر تمہاری میزبانی نہیں کر سکتا۔''

میں خاموش رہی' البتہ آگے بڑھ کر میں اس نشست پر بیٹھ گئی تھی۔

+++

''تو یہ ہے ایمنی ترواژی کا دانش کدہ؟''

''ہاں۔'' میرے باپ نے یہاں بہت بڑے بڑے تجربات کئے ہیں' جن کی تفصیل میں جاؤ تو سمجھ لو کہ کئی دن اور کئی راتیں صرف ہو جائیں' لیکن تمہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہو گی۔ بنیادی طور پر یوں سمجھو کہ ہارون دانش نے یہاں بہت وقت گزارا ہے' میں تمہیں تمہارے باپ کی چند نشانیاں دکھاتا ہوں' اٹھو آؤ میرے ساتھ ساتھ چلی آؤ۔''

''ساتھ ساتھ!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں یہ مشکل تو نہیں ہے۔'' روشاق کی آواز ابھری' پھر ایک موی شمع نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور فضا میں بلند ہو گئی۔ ایک شعلہ فضا میں نمودار ہوا اور شمع روشن ہو گئی۔''

''آؤ!'' روشاق نے کہا اور اس میں کھڑی ہو گئی' شمع آگے بڑھنے لگی۔ میں نے اس کی رہنمائی قبول کر لی تھی' ہم دونوں ایک بلوریں چٹان کے پاس سے گزرے' اس کی تراش ہیرے جیسی تھی۔ اس سے آگے ویسی ہی دو اور چھوٹی چٹانیں تھیں' وہاں سے آگے بڑھے تو سنہری رنگ کا اسفنج جیسی چیز کا ایک ڈھیر نظر آیا' جس سے مکھیوں جیسی بھنبھناہٹ سنائی دے رہی تھی۔ یہ زمانہ قدیم کی سائنس تھی' تاہم میں نے اس کی تفصیل نہیں پوچھی۔ اس طرح ہم دیوار کے پاس پہنچ گئے۔ موی شمع سنگی دیوار سے گزر گئی اور میں بھوچکی رہ گئی' دوسری طرف سے روشاق کی آواز ابھری۔

''آؤ نشاء دانش۔'' میں نے قدم آگے بڑھائے' یہ چٹانی دیوار بس نظری دھوکہ تھی' میں اس سے بآسانی گزر گئی۔ دوسری طرف ناقابل یقین منظر تھا' یہ بھی ایک باقاعدہ جگہ تھی' چھت اسی انداز میں نگاہ کی حد تک بلند تھی' لیکن اس کے نیچے روشن صبح بکھری ہوئی تھی' وہی تازگی' وہی فرحت بخش احساس' ایک وسیع حصے میں پھولوں کی کیاریاں جن میں پھول کھلے ہوئے تھے' چھوٹے چھوٹے درخت...... میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''یہ پھول مصنوعی ہیں؟''

''قطعی نہیں' بالکل اصل تروتازہ۔''

''لیکن یہاں اس بند جگہ میں؟''

''ان کی عمر ہزاروں سال ہے' تم نے شاید اہرامین میں زندگی کے بارے میں کبھی معلومات نہیں کی۔''

''ہاں..... کچھ مضامین ضرور پڑھے ہیں اس بارے میں' کبھی ان پر غور نہیں کیا۔''

''ایک طویل موضوع ہے زمانہ قدیم کی ریسرچ جامع ہے' تمام ثبوتوں کے ساتھ' پورے اعتماد کے ساتھ' تمہارے دور کے احمق محققین جیسی نہیں کہ ایک دوا کینسر کیلئے ایجاد کی گئی بعد میں پتہ چلا کہ وہی دوا کینسر کا مؤجب ہے۔ ایسی شرمناک ریسرچ پر ڈوب مرنا چاہئے ان لوگوں کو۔ آؤ تمہیں ہارون دانش کے قیام کی نشانیاں دکھاؤں۔'' موی شمع نے میری آگے رہنمائی کی اور میں اس کے الفاظ پر غور کرتی آگے بڑھی' اس وسیع اہرام کے نیچے نوادرات کی دنیا آباد تھی۔ اس نے مجھے ایک گوشہ دکھایا۔

''یہ ہارون دانش کے کچھ لباس ہیں' یہ جوتے' یہاں اس نے مستقل قیام کیا تھا۔ اس جگہ اس نے اپنے کھانے کا' پینے کا بندوبست کیا تھا۔ آؤ اب میں تمہیں وہ جگہ دکھاؤں جہاں سوتے ہوئے میں نے صدیاں برباد کردیں۔ یہ وہ جگہ ہے اور یہ اس دانش کدے میں سورج کی تحقیق کے مرکز اور اس جگہ سے دانش نے شعاعوں کی واپسی میں اجسام کو تحلیل کرنے کا راز پایا اور اس طرح وہ ماضی میں چلا گیا' یہ سب ایمنی ترواذی کا ورثہ ہے جو مجھ جیسے نالائق انسان کو منتقل ہوا۔''

میرا ذہن ہواؤں میں اڑ رہا تھا' یہ سب کچھ بہت پر اثر تھا' اپنے والد کی استعمال شدہ اشیاء دیکھ کر دل پر رقت طاری ہو رہی تھی کہ جانے کتنا وقت یہاں صرف ہوگیا۔ کوئی اندازہ نہیں ہوا تھا۔ اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔

''اور تم غور کرو نشاء دانش' مجھ جیسا انسان تاریخ کا ایک غیر یقینی کردار خود اپنی ہی نگاہ میں ذلیل و خوار کہ اس کے باپ نے وہ کچھ کیا جو آج کی دنیا پر واضح ہوجائے تو بیشمار سائنسدانوں کو خودکشی کرلینی پڑے۔ ان کا علم بچوں کی کتابوں کی حیثیت اختیار کرجائے۔ میں اس طرح حسن و عشق کی گرفت میں آگیا کہ اپنا منصب ہی کھو بیٹھا' نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم! میری کیفیت کیا ہونی چاہئے' اب جبکہ میں اپنا سب کچھ ہی کھو چکا ہوں تو کیا مجھے وہ بھی نہ ملنا چاہئے جس کیلئے سب کچھ کھویا!''

''میں تھک گئی ہوں مسٹر روشاق بیٹھنا چاہتی ہوں۔''

''آرام سے بیٹھ جاؤ' مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔'' اس نے کہا اور روشن شمع بجھا کر ایک طرف ڈال میں ایک صاف ستھری جگہ پر بیٹھ گئی۔ چند لمحات بالکل خاموشی طاری رہی' پھر وہ بولا۔

''وادی ارمناس میں تمہارا آنا میرے لئے ایک معمہ ہے' کیا تم مجھے بتانا پسند کروگی کہ یہاں

تم کس خیال کے تحت آئیں......؟''

''اناطور کے بارے میں تصدیق کرنے' کیا وہ مر چکا ہے؟''

''ہاں میں نے اسے ہلاک کر دیا! وہ بہت آگے بڑھ رہا تھا۔''

'میرا یہی مقصد تھا۔''

''میرے ایک سوال کا جواب دو۔'' وہ عجیب سے لہجے میں بولا' وہ سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگی تو اس نے پوچھا۔

''یہ حادوش عبداللہ کون ہے؟''

''دل و دماغ کو سنسنی کا احساس ہوا تھا کہ روشاق جیسا خطرناک آدمی حادوش عبداللہ کیلئے متجس ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ شلاشلائی کے ذریعے حادوش عبداللہ پر حملہ کر چکا ہے۔ اسے حملے کے نتائج بھی اچھی طرح معلوم ہوں گے۔ وہ ان نتائج پر سخت حیران ہوگا اور اب وہ حادوش عبداللہ کے بارے میں مجھ سے پوچھ رہا تھا' میں نے کہا۔

''وہ صرف ایک مصور ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ کچھ ہے تو میں نہیں جانتی۔''

''میں جانتا تھا' مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم مجھے اس کے بارے میں نہیں بتاؤ گی' خیر وہ جو کچھ بھی ہے پتہ چل جائے گا اور اگر وہ میرے راستے میں مزاحم نہیں ہوتا تو مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی' لیکن اگر تم نے اس کا سہارا حاصل کیا ہے تو...... یہ میرے لئے بہتر نہیں ہوگا۔''

''وہ ایک بے ضرر انسان ہے۔ اناطور کا شناسا تھا۔ اسی نے مجھے اس سے متعارف کرایا تھا۔ میرے لئے اور کوئی ٹھکانہ نہ رہا تو میں نے اس کے گھر میں پناہ لے لی۔''

''یہ تمام باتیں سچ ہیں' لیکن وہ صرف مصور ہی نہیں ہے اور یہ بات تم جانتی ہو۔''

''نہیں...... مسٹر روشاق' اگر وہ اس کے علاوہ بھی کچھ ہے تو میں یہ بات نہیں جانتی۔''

''چلو ٹھیک ہے۔ اب آئندہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

''میں نہیں جانتی۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔ روشاق خاموش ہو گیا تھا' کچھ دیر مکمل خاموشی رہی' پھر اس نے کہا۔

''کیا میں دوبارہ تم سے درخواست کر سکتا ہوں نشاء دانش کہ تم میرے ساتھ رہو' مجھ سے تعاون کرو اور جب تاریخ کی عدالت میں تمہاری طلبی ہو تو میرے ساتھ وہاں حاضری دو۔''

''تم بہت عجیب ہو روشاق...... تمہارے پاس لاتعداد پراسرار قوتیں ہیں' تم سب کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو' مگر تم مجھ جیسی کمزور لڑکی کا سہارا حاصل کرنے کیلئے مسلسل کوشاں ہو۔''

''آہ' میں تمہیں بتا چکا ہوں' سب کچھ تو بتا چکا ہوں تمہیں' میرا تم سے قلبی رشتہ ہے۔ تم اس کی بیٹی ہو جس کیلئے میں نے صدیاں تج دی ہیں' تمہاری رگوں میں اس کا خون ہے جس کیلئے میں اب بھی روتا ہوں' میں تمہاری خدمت کرنا چاہتا ہوں نشاء دانش' تاریخ کی عدالت میں تمہارے غاصب

باپ کی حقیقت بیان کر کے میں انصاف طلب کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے اناتم سلاطیہ کو دھوکے سے حاصل کیا۔ اس نے اس کی کیا قدر کی' اسے چھوڑ کر آ گیا اور میں جو اس کے تصور کیلئے ہزار بار مر سکتا ہوں' اس کیلئے اجنبی بن کر رہ گیا' یہ ساری حقیقتیں میں اسے بتانا چاہتا ہوں' لیکن میں وعدہ کرتا ہوں نشاء دانش تم سے' اناتم سلاطیہ ثانی سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے باپ ہارون دانش کو کسی سزا سے دوچار نہ ہونے دوں گا۔ میں اس کی وکالت کروں گا۔ میرے پاس ایسے اہم نکتے ہیں جن کی مدد سے وہ تاریخ کے عتاب سے بچ سکتا ہے۔ وہ مسلسل مجھ سے اجتناب برتتا ہے' اس لئے کہ وہ میرا مجرم ہے' لیکن میں اب بھی اس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہوں۔ بس وہ محبوب ہستی مجھے لوٹا دے۔''

''جو میری ماں ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں نشاء دانش۔''

''تم یہ کیوں بھول جاتے ہو روشاق کہ اگر اناتم سلاطیہ میری ماں ہے تو ہارون دانش میرے باپ ہیں اور ہم تینوں کے درمیان تمہاری کوئی گنجائش نہیں۔''

''یہی تو بیدردی ہے' یہی تو مجھے جنون کا شکار کرتی ہے' کوئی میرا بھی تو ساتھ دے' کوئی میری مظلومیت بھی تو تسلیم کرے۔''

''میرے سلسلے میں تمہارا انتخاب غلط نہیں ہے روشاق؟''

''کیا مطلب؟''

''وہ دونوں میرے ماں باپ ہیں۔ ماں تو میرے لئے صرف ایک انوکھا تصور ہے۔ باپ کے خطوط میں نے دیکھے ہیں' ان کی آواز سنی ہے اور انہوں نے مجھے تم سے دور رہنے کیلئے کہا ہے۔''

''میں ایسا نہیں ہونے دوں گا نشاء دانش۔ خواہ مجھے کتنی ہی جدوجہد کرنی پڑے۔ میں اس طویل زندگی کا کیا کروں گا' میں کس مقصد کیلئے جیوں گا؟''

''میں تم سے واضح طور پر کہہ رہی ہوں روشاق' نہ جانے کتنا وقت گزر گیا مجھے ایک ہی راگ سنتے سنتے کہ میں تاریخ کی امانت ہوں' میں تاریخ کی ایک انوکھی الجھن ہوں' مصر کی پراسرار روایتیں اپنی جگہ' ذاتی طور پر تو میں ان کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتی' کوئی بات میرے دل میں نہیں اترتی۔ یہ ساری باتیں مجھے صرف کہانی محسوس ہوتی ہیں۔ جو پریشانیاں اس دوران مجھے ہوئی ہیں میں انہیں اپنے لئے سزا سمجھتی ہوں۔ صرف ایک سزا جو مجھے ان محبت کرنے والوں کی دل شکنی کرنے کی وجہ سے ملی ہے۔ انہی میں ایک کردار عسکری ہے۔ اس نے تمہاری نمائندگی کی تھی' دھوکہ دیا تھا مجھے' لیکن اس کیلئے اب میرے دل کے گوشے نرم ہیں۔ اگر کوئی مجھ سے کہہ دے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں میرے بارے میں ساری کہانیاں جھوٹی ہیں' میں بغیر کسی مشکل کے واپس جا سکتی ہوں تو مسٹر روشاق میں عسکری کے ساتھ واپس چلی جاؤں گی۔ میں خوشی سے اسے اپنی زندگی میں شامل کر کے سب کچھ بھول جاؤں گی۔''

''عسکری کہاں ہے؟'' روشاق نے بے اختیار پوچھا۔

''افسوس میں نہیں جانتی۔''

''کیا وہ مصر میں ہے؟''

''مجھے یہ بھی نہیں معلوم' کیا تمہارا ابھی اس سے رابطہ نہیں ہے؟''

''بہت عرصے سے نہیں ہوا' مجھے اس کی ضرورت نہیں پیش آئی' لیکن میں اسے تلاش کرسکتا ہوں۔ کالا پرندہ اسے ضرور ڈھونڈ نکالے گا۔''

''نہیں' یہ میرے لئے بے مقصد ہوگا۔ میں اسے ٹھکرا چکی ہوں۔''

''تمہیں اس سے کیا فائدہ ہوگا؟''

''وہ اس وقت تک تمہاری دلجوئی کرے گا جب تک تم مصر میں موجود ہو۔''

''وہ کیسے......؟'' روشاق نے سوال کیا اور میں نے اسے عسکری کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔

''تم نے بہتر ہی کیا۔ سب کچھ بے فائدہ تھا۔'' روشاق بولا۔ پھر اس نے نرمی سے کہا۔

''اچھی لڑکی میری بات مان لو۔ تمہیں سکون ملے گا۔ مجھے اس شخص کے بارے میں جو کچھ جانتی ہو بتا دو' ہوسکتا ہے وہ بھی تمہارا دشمن ہی نکلے۔''

''نہیں! مسٹر روشاق وہ میرا دشمن نہیں ہے!''

''خیر اس کے معاملے کو میں خود دیکھ لوں گا' دوسرے مسئلے میں تم نے کیا فیصلہ کیا۔''

''جو پہلے کیا تھا وہ بدستور ہے۔'' میں نے حتمی لہجے میں کہا۔ روشاق پھر خاموش ہوگیا' پھر اس نے کہا۔

''ٹھیک ہے' میں تمہیں آمادہ کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا آخری لمحے تک۔''

''میں نے خاموشی اختیار کرلی' پھر میں نے اس سے اناطور کی لاش کے بارے میں پوچھا۔

''کیا وہ انہی ریگستانی ٹیلوں میں دفن ہے؟''

''نہیں۔'' وہ بولا۔

''کیا مطلب؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''اٹھو۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں وہ کہاں ہے۔'' اس نے کہا اور میں اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے الفاظ پر مجھے حیرانی ہوئی تھی۔ اس نے بجھی ہوئی شمع پھر اٹھالی تھی تاکہ میری رہنمائی ہوسکے۔ شمع نے مجھے ایک غار جیسی جگہ پر پہنچا دیا۔ میں اندر داخل ہوگئی' بڑا سا دہانہ تھا جس کے دوسری طرف غار تھا۔ میں غار میں داخل ہوئی اور حیرانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ شمع دہانے کے دوسری طرف تھی' اس کا مطلب تھا کہ روشاق غار میں داخل نہیں ہوا تھا' اچانک ہی ایک آہٹ ہوئی اور لوہے کا ایک سلاخوں والا دروازہ غار کے دہانے پر آگرا۔ میں چونک کر پلٹی اور روشاق کی دھوکہ

دہی پر آنکھیں پھاڑ کر رہ گئی' پھر میں دہانے کے نزدیک آ گئی اور سلاخوں کو پکڑ کر بولی۔

''یہ کیا ہے روشاق......؟''

''مجبوری ہے۔'' روشاق کی آواز سنائی دی اور میرے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''گویا تم نے اب مجھے اپنا قیدی بنا لیا ہے؟''

''اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے نشاء دانش۔ میں تمہیں سب کچھ بتا چکا ہوں۔ تمہارا ساتھ میرے لئے بے حد ضروری ہے' لیکن تم کسی طور پر آمادہ نہیں ہوئیں۔ نشاء دانش یہ میری سب سے بڑی ضرورت ہے جسے میں ہر قیمت میں پورا کرنا چاہتا ہوں۔ تمہیں شاید اس کا علم نہ ہو' لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اب تمہاری عمر کی وہ مدت پوری ہونے میں زیادہ وقت نہیں ہے جس کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ تمہاری طلبی کسی بھی وقت ہو سکتی ہے' تمہیں کھو کر میں بقیہ زندگی کی مایوسیاں نہیں چاہتا۔ مجھے افسوس ہے کہ ہم دوستانہ ماحول میں یکجا نہ رہ سکے۔''

''لیکن مجھے خوشی ہے روشاق کہ میں نے کوئی غیر اخلاقی عمل نہیں کیا۔ مسٹر روشاق بار بار میں تمہارے معاملے میں سنجیدہ ہوئی ہوں' مجھے لگتا ہے جیسے ہارون دانش نے واقعی تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ میں نے دلسوزی سے سوچا ہے کہ اس کا ازالہ مجھ پر فرض ہے۔ جب بھی مسٹر روشاق میں نے اس بارے میں خود سے بغاوت کی تمہاری طرف سے ایسا عمل ہو گیا جس سے میں سنبھل گئی اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ تم ہو ہی برے انسان' جو شخص اپنی آرزو کی تکمیل کیلئے کسی انسان کی جان لے سکتا ہے وہ انسان اچھا ہو ہی نہیں سکتا۔ ہارون دانش تم سے بہتر تھے کہ انہوں نے تمہیں زندہ رہنے دیا' اپنا راستہ صاف کرنے کیلئے تمہیں ہلاک بھی کر سکتے تھے۔''

''کاش وہ بدبخت ایسا ہی کر دیتا۔''

''نہیں۔ اس لئے کہ وہ تم جیسا نہیں تھا۔ تم مکار بھی ہو اور ظالم بھی۔''

''ٹھیک ہے نشاء دانش۔ اب جو کچھ بھی ہے تم میری نگاہوں کے سامنے رہو گی اور جب تمہاری طلبی ہو گی تو میں تم سے دور نہ ہوں گا' یہی میں چاہتا تھا۔''

شمع سلاخوں کے دروازے سے دور ہونے لگی' وہ واپس جا رہا تھا۔ میں اسے دیکھ کر مسکراتی رہی' میں پراعتماد تھی' اس نے مجھے نہیں میری تصویر کو قید کیا تھا۔ ابھی چند لمحات کے بعد جب میں اس سے رابطہ توڑ لوں گی تو وہ کف افسوس ملتا رہ جائے گا' کچھ دیر کے بعد میں نے ایسا ہی کیا۔

✣✣✣

حادوش عبداللہ میرے سامنے ہی موجود تھا اور خاموش بیٹھا مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں کھوئی کھوئی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''اتنی اتنی دیر باہر نہ رہا کرو' اب میں تمہارا عادی ہو گیا ہوں۔'' حادوش عبداللہ نے کہا اور میں گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

''عظیم مصور! تمہارے فن نے مجھے مایوسیوں سے نکال لیا ہے' اس انوکھے فن کی توصیف کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔'' میں نے اسے شکرگزار نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔

''اپنے تخلیق کار کی تعریف سن کر مجھے خوشی ہوتی ہے۔ میری تعریف اسی کی تعریف تو ہے۔ اس بار کہاں چلی گئی تھیں؟''

''آہ۔ اب میں اتنے اعتماد سے جی رہی ہوں کہ شاید اپنے وطن میں بے فکر زندگی گزارتے ہوئے بھی مجھے خود اتنا اعتماد نہیں تھا۔ میں نے کئی ایسے کام کئے جو عام حالت میں ممکن نہیں تھے۔''

''مثلاً؟'' اس نے پوچھا۔

''اپنے ساتھی عسکری کو تلاش کیا' مگر اب وہ شاید مصر میں نہیں ہے' اچھا ہے اسے عقل آ گئی ہو' وہ چلا گیا ہو۔ اس کے بعد میں وادی ارمناس میں گئی اور میں نے روشاق کا دانش کدہ تلاش کر لیا۔'' میں نے حادوش عبداللہ کو پوری تفصیل بتا دی اور وہ مسکرانے لگا۔

''تو تمہاری دوسری تصویر اس کی قید میں چلی گئی؟''

''اب وہاں کیا ہوگا حادوش عبداللہ؟''

''کچھ نہیں۔ روشاق وہاں ایک لپٹا ہوا کاغذ پائے گا' جس پر تمہارے نقش اسے دیکھ رہے ہوں گے۔''

''آہ! انوکھی کیفیت کا شکار ہو جائے گا وہ بلکہ حادوش عبداللہ اب تو میں کچھ اور سوچنے لگی ہوں۔''

''کیا؟'' اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

''روشاق کہتا ہے کہ اب میری طلبی کسی بھی وقت ہو سکتی ہے' اگر اس ناقابل یقین داستان میں واقعی کچھ ایسے لمحات ہیں کہ مجھے روحوں کی عدالت میں پیش ہونا پڑے تو میں خود وہاں کیوں جاؤں' جو کچھ بیتے میری تصویر پر ہی کیوں نہ بیتے۔''

حادوش عبداللہ کچھ سوچنے لگا' پھر بولا۔

''افسوس اس بارے میں میری بصیرت ناکام ہے۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''میرے ذہن میں یہ خیال جڑ پکڑ رہا ہے حادوش عبداللہ' میں یہ تجربہ کرنا چاہتی ہوں' آہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا' روشاق صدیوں کا تجربہ سمیٹے ہوئے ہے۔ اسے مجھ پر کوئی شک نہیں ہو سکا۔ یہ سب کچھ بہت دلچسپ ہے اور اس کیلئے حادوش عبداللہ تمہیں میری کچھ اور تصویریں بنانی ہوں گی۔ میں چاہتی ہوں کہ میں ان تصویروں میں متحرک رہوں۔ مجھے ایک لمحہ بھی احساس نہ ہو کہ میں اصلی نہیں ہوں' جب بھی اور جہاں بھی میری گرفت ہوگی وہ مجھے اصل نہیں پائیں گے اور اگر واقعی مجھ پر کچھ ایسے لمحات گزرنے والے ہیں تو مجھے کوئی مشکل نہیں ہوگی۔''

''ٹھیک ہے میں زیادہ وقت صرف کر کے تمہاری کئی کئی تصویریں بنا کر محفوظ کر دوں گا۔''

حادوش عبداللہ نے کہا' پھر جب میں نے حادوش عبداللہ کے نگارخانے میں اپنی تیسری تصویر کو زندگی بخشی تو حادوش عبداللہ بولا۔

''کیا کہیں جانے کا ارادہ ہے؟''

''ہاں حادوش عبداللہ...... دیکھنا چاہتی ہوں روشاق پر میری اس کیفیت پر کیا ردعمل ہوا۔''

''وادی ارمناس جاؤ گی؟''

''جاؤں گی' مگر ابھی نہیں۔ اب میں قاہرہ کے حسن و جمال سے لطف اٹھانا چاہتی ہوں' ایک آزاد سیاح کی حیثیت سے۔''

''ذرا احتیاط رکھنا۔ یہ تمہاری آخری تصویر ہے۔ تمہاری نئی تصویروں کیلئے کچھ دیر سے کام شروع کردوں گا۔

''میں احتیاط رکھوں گی' اب میں شیر ہوگئی ہوں' روشاق جیسے شاطر' فیصل امیری اور عشان امیری جیسے شیطانوں کو زک پہنچا کر میں بہت پراعتماد ہوگئی تھی۔ وہ اگر واقعی مجھے روحوں کے دور میں لے جاتا ہے تو میں خود کو اس تجربے کی زد میں کیوں لاؤں۔ اگر اس طرح میں تاریخ کو دھوکہ دے دوں تو یہ ایک نئی تاریخ ہوگی۔''

✣✣✣

قاہرہ میں داخل ہونا اس بار میرے لئے مشکل نہیں ہوا' گاڑیوں میں لفٹ مل جانا خصوصاً خوبصورت لڑکیوں کیلئے کسی بھی ملک میں کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ چنانچہ ایک معصوم خاندان نے جو صناغہ نامی کسی قصبے سے واپس آرہا تھا مجھے اپنے چھکڑے میں جگہ دے دی' جو دو تین جگہ خراب ہونے کے بعد بالآخرہ قاہرہ میں داخل ہوگیا۔ مجھے ٹیکسی ڈرائیور کی پریشانی پر افسوس ہوا تھا کہ وہ مقررہ وقت پر طویل سفر کر کے ارمناس ضرور پہنچے گا اور بعد میں یہی خیال کرے گا کہ ایک خبط الحواس لڑکی اپنی دیوانگی کا شکار ہوگئی۔ میرا ہوٹل موجود تھا' جہاں مجھے قیام کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی' لباس وغیرہ بھی موجود تھے۔ اسی رات میں لباس تبدیل کر کے باہر نکل آئی' طبیعت جولانی پر تھی' قاہرہ کی سڑکوں پر گھومتی رہی' پھر جب خوب رات ہوگئی تو ایک شاندار کلب میں داخل ہوگئی۔ جدید قاہرہ یہاں اپنی حسین شکل میں نظر آرہا تھا' ملکی اور غیرملکیوں کی کافی تعداد موجود تھی۔ یونہی ایک موہوم سے خیال سے میری نگاہیں بھٹکنے لگیں' نہ جانے کیوں دل میں یہ خیال آیا تھا کہ ممکن ہے عسکری نظر آجائے۔ عسکری تو نظر نہیں آیا لیکن ایک شناسا صورت نظر آگئی۔ یہ زائرہ ایمان تھی' جو دو جاپانیوں کے ساتھ ایک میز پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا مجھ سے زیادہ فاصلہ نہیں تھا اور اتفاق سے جب میری نظر اس پر پڑی اسی وقت اس نے بھی مجھے دیکھا تھا۔ وہ بری طرح چونکتی نظر آئی تھی' پھر فوراً ہی وہ اپنے ساتھیوں سے معذرت کر کے اٹھی اور میری طرف لپکی۔

''ایکسکیوزمی۔ کیا تم نشاء دانش ہو؟'' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''آپ کو مجھ میں کوئی تبدیلی نظر آ رہی ہے خاتون زائرہ۔''
''نہیں' لیکن۔ آہ۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تم کچھ دیر میرا انتظار کرلو۔''
''میں یہیں موجود ہوں۔''
''براہ کرم' بس تھوڑی دیر' یہ میرے کاروباری مہمان ہیں' حالانکہ مجھے ان کے ساتھ ان کے ہوٹل واپس جانا تھا' لیکن بس تھوڑی دیر پلیز' اٹھنا نہیں۔'' وہ واپس چلی گئی۔ غالباً اس کے ساتھیوں نے اس کی بے چینی محسوس کرلی تھی' اس نے انہیں کچھ بتایا بھی ہوگا۔ چند منٹ کے بعد ہی وہ اٹھ گئے جبکہ زائرہ نے انہیں دروازے تک جاکر رخصت کیا اور پھر تیر کی طرح میرے پاس آگئی۔
''تمہیں معلوم ہے کہ چند روز قبل کے اخبارات میں تمہارے بارے میں کیا کہانی چھپی ہے؟'' اس نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔
''کیسی کہانی خاتون زائرہ۔''
''انہوں نے تمہاری موت کی کہانی چھاپی ہے۔''
''ہوسکتا ہے قاہرہ کے اخبارات کے پاس کوئی اور چٹپٹی خبر نہ ہو۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔
''گویا تمہیں علم ہے۔ تمہارا سکون یہی بتاتا ہے' لیکن کیسے۔ آخر یہ سب کیا ہے۔ میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانتی ہوں' میرا مطلب ہے وہ جو اخباروں میں چھپا ہے وہ سب درست ہے اور اب تم۔''
''یہ بات پرانی ہوگئی خاتون زائرہ' میرا مطلب ہے خبر آپ نے دو تین دن قبل پڑھی ہوگی' آپ حقیقت حال معلوم کرنے نہیں آئیں حادوش عبداللہ کے ہاں۔''
''اگر شکایت کر رہی ہو تو خوشی ہوئی کہ تھوڑی سی اپنائیت محسوس کرتی ہو' لیکن ایسی بات نہیں ہے۔ جاپان جانا پڑا تھا کاروبار کے سلسلے میں' آج دوپہر اڑھائی بجے واپس آئی ہوں۔ یہ دو افراد میرے ساتھ تھے۔ پہلے ہوٹل میں ان کے قیام کا بندوبست کیا' پھر گھر پہنچی۔ میرا اصول ہے کہ اپنی غیر موجودگی کے درمیان شائع ہونے والے اخبارات بھی ضرور پڑھتی ہوں' شام کی چائے پر ملازم نے تمام اخبارات لاکر رکھ دیئے۔ وہ میری عادت سے واقف ہے۔ تب میں نے یہ خبر پڑھی' رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا' ان دونوں کے ساتھ ڈنر میں شریک ہونا تھا' کل صبح سب سے پہلے کام یہی کرتی کہ حادوش عبداللہ کے پاس جاکر صورتحال معلوم کرتی۔''
''چلئے شکایت دور ہوگئی۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔
''مگر ڈارلنگ! یہ خبر کیسے لگ گئی بعد کے اخبارات میں کوئی تردید بھی نہیں چھپی۔''
''میں کچھ دن مردہ رہنا چاہتی ہوں۔''
''گویا تم نے خود بھی اس خبر کی تردید نہیں کی؟''
''نہیں۔''

''اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟''

''کوئی ایسی خاص وجہ بھی نہیں ہے' بس میں نے نہ یہ خبر اخبارات کو دی تھی نہ اس کی تردید کی ضرورت محسوس کی۔''

''لیکن اس خبر کی حقیقت کیا ہے؟''

''وہی جو اخبارات نے لکھا ہے۔ بس اتنا سا اضافہ کر لیجئے کہ میں اس آتش زدہ عمارت سے نکل بھاگی تھی۔'' زائرہ ایمان مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی' پھر بولی۔

''اناطور سے کوئی رابطہ ہوا؟''

''نہیں۔''

''حاووش عبداللہ خیریت سے ہیں؟''

''ہاں۔''

''تم نے وہ عمارت چھوڑ دی؟''

''نہیں وہیں رہتی ہوں' لیکن قاہرہ آتی جاتی رہتی ہوں۔''

''ذریعہ سفر کیا ہوتا ہے؟''

''وہاں سے کسی گاڑی میں لفٹ لے لیتی ہوں' یہاں سے ٹیکسی میں چلی جاتی ہوں۔''

''اب اتنی رات گئے ٹیکسی میں تنہا جاؤ گی؟''

''نہیں ضروری نہیں ہے۔''

''پھر کیا کرو گی؟''

''کسی بھی ہوٹل میں قیام کیا جا سکتا ہے۔''

''اوہ! ہوٹل میں کیوں' میرا گھر موجود ہے۔'' اس نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

''آپ کا گھر؟'' میں نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا تو وہ جلدی سے بولی۔

''تم وہ لمحات بھلا نہیں سکتیں۔ معذرت بھی کر چکی ہوں تم سے' بس غلطی ہوگئی تھی آج تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا' اس کے ساتھ ہی یہ وعدہ بھی کرنا ہوگا کہ جو کچھ ہو چکا ہے اسے دل سے نکال پھینکو گی' دیکھو نشاء وانش میں اس کائنات میں تنہا ہوں' میرا کوئی نہیں ہے' مجھے دولت کی ضرورت بھی نہیں ہے' کیا کروں گی اس دولت کا' کس کے کام آئے گی' لیکن اپنے آپ کو مصروف رکھتی ہوں ورنہ میری تنہائیاں مجھے دیوانہ کر دیں' زندہ رہنا مشکل ہو جائے۔'' اس کی آواز گلوگیر ہوگئی۔

''سوری زائرہ' لیکن آپ نے شادی کیوں نہیں کی؟''

''بتاؤں گی تمہیں' لیکن یہاں نہیں اٹھو چلتے ہیں۔ کیا تم مجھے میری اس بداخلاقی پر معاف کر دو گی' میں جھنجلائی ہوئی تھی' یونہی جنون سوار ہو گیا تھا' اگر کبھی اناطور مجھے مل گئے تو جانے ان سے کتنا شرمندہ ہونا پڑے۔ چلو گی میرے ساتھ؟'' اس نے ملتجی لہجے میں کہا۔

''جیسی آپ کی مرضی۔'' میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہوگئی۔

''ہم دونوں جب عمارت کے کمپاؤنڈ میں گاڑی سے اترے تو مہروز نے ہمیں معنی خیز نظروں سے دیکھا' میں نے مسکرا کر اس سے اس کی خیریت پوچھی تھی۔

''میں ان دونوں کے ساتھ کھانا کھا چکی ہوں۔تم کھانا کھاؤ گی؟''

''بالکل بھی نہیں' میں بھی کھانا کھا چکی ہوں۔'' اس عالم میں مشغلے کے طور پر اگر کچھ کھانا پینا پڑ جاتا تو دوسری بات تھی ورنہ مجھے خواہش نہیں محسوس ہوتی تھی۔ وہ مجھے اپنی خواب گاہ لے گئی' پھر بولی۔

''لباس تبدیل کروگی' میرے خیال میں میرے لباس تمہارے بدن پر آجائیں گے۔''

''نہیں! یونہی ٹھیک ہے۔''

''جیسی تمہاری مرضی' آرام سے بیٹھ جاؤ۔ ہاں تم نے مجھ سے شادی کے بارے میں پوچھا تھا۔''

''ہاں۔آپ نے یہ تجرد کی زندگی کیوں اپنا رکھی ہے؟''

''دنیا بہت پیاری ہے نشاء دانش' کیا میں تمہیں پیار سے نشاء کہہ سکتی ہوں؟''

''مجھے پیار کرنے والے مجھے اسی نام سے مخاطب کرتے ہیں۔''

''تم ہو بھی اسی قابل' میں تو تمہارے بارے میں جان کر دنگ رہ گئی۔''

''آپ کو میرے بارے میں کیسے علم ہوا زائرہ ایمان؟''

''یہ بعد میں بتاؤں گی۔ میں تمہیں دنیا کے بارے میں بتا رہی تھی۔ میں بچپن ہی سے الجھ گئی ہوں' ہوش سنبھالا تو ماں نہیں تھی۔ باپ کاروباری آدمی تھے۔ انہوں نے میرے لئے آسمان سے تارے توڑ دیئے۔لیکن وہ محبت نہ دے سکے جو ان تاروں سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔'' زائرہ ایمان نے کہا اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ جیسے ماضی کے نقش ذہن میں اجاگر کر رہی ہو' کھلی کھڑکی سے چاندنی کی ایک کرن اس کے چہرے پر تڑپ رہی تھی اور وہ بے حد پراسرار لگ رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں تو چاندنی سے چندھیا گئی' اس نے اپنا چہرہ کرن کی زد سے ہٹایا اور بے اختیار مسکرا پڑی۔

''آج چاند کی چودھویں تاریخ ہے شاید۔''

''شاید۔'' میں نے کہا۔

''جانتی ہو اس کرن نے مجھے کیا یاد دلایا ہے؟''

''نہیں۔''

''میں جب بھی چاند کی چودھویں کو قاہرہ میں ہوتی ہوں تو رات کو دریائے نیل کی سیر کو ضرور نکلتی ہوں' میرے پاس ایک خوبصورت موٹر لانچ ہے جو ضرورت کے وقت بادبانی کشتی بھی بن جاتی

ہے۔ نیل کے پانی پر میں نے لاتعداد بار نیل کی ساحرہ کو اپنے بجرے پر چاندنی رات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ شاید تم یقین نہ کرو' لیکن آج بھی مصر کی ملکہ قلوپطرہ سنسان چاند کی رات میں نیل کی سیر کو نکلتی ہے' اسے دیکھو گی؟''

''آپ حوروں پر یقین رکھتی ہیں؟''

''سو فیصد' اگر تمہارے اندر ہمت ہو تو آج تم بھی دیکھ لو' بولو چلیں؟''

''مجھے اعتراض نہیں ہے۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

''آؤ پھر باقی باتیں وہیں کریں گے۔'' عجیب سی عورت تھی بھٹکی بھٹکی' اپنے آپ میں الجھی ہوئی۔ تاہم مجھے رات گزارنی تھی چاندنی رات میں نیل کو دیکھ لیا جائے۔ ہم باہر آ گئے۔ مہروز جاگ گیا تھا۔ زائرہ نے اس سے موٹر بوٹ کی چابی طلب کی اور پوچھا۔

''اس میں ڈیزل وغیرہ موجود ہے۔''

''آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے اسے جاپانی مہمانوں کی سیر کیلئے تیار کر لیا تھا۔''

''اوہ ہاں ٹھیک ہے' مگر نیل کی حسین رات ان کیلئے نہیں بلکہ نشاء کیلئے ہے۔'' زائرہ نے کہا۔

میں اس کے ساتھ چلتی ہوئی ساحل پر آ گئی۔ اس ساحل کو میں نے کئی بار زائرہ کی رہائشگاہ کی چھت سے دیکھا تھا۔ وہ جگہ نہ جانے وہاں سے کتنی دور تھی' جہاں عشان اور فیصل نے میرا تعاقب کیا تھا اور میرا مقبرہ مجھے مل گیا تھا۔ اس کا تذکرہ غیر مناسب تھا۔ زائرہ نے تو میرے ایک سوال کا بھی مکمل جواب نہیں دیا تھا۔ تمام سوالات تشنہ تھے۔ اگر اس مقبرے کا ذکر کر دیتی تو جانے اسے کیا سوجھ جاتی۔ ساحل پر ایک مخصوص حصے میں باقاعدہ پلیٹ فارم بنا ہوا تھا' جس کے نیچے پانی میں سٹیمر جھول رہے تھے۔ ان تک پہنچنے کیلئے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ سٹیمر ایک ہک سے بندھے ہوئے تھے' کنارے کنارے باقاعدہ ربڑ کے ٹیسٹ لگے ہوئے تھے تاکہ سٹیمر لہروں کے ذریعے دیوار سے ٹکرا کر خراب نہ ہوں۔ جس سٹیمر کا لاک کھولا گیا وہ خاصا بڑا اور خوبصورت تھا۔ ہم دونوں اس میں سوار ہو گئے۔ زائرہ نے ضروری کارروائیاں کرنے کے بعد سیلف لگا کر سٹیمر کا انجن سٹارٹ کر لیا اور اس کا رخ بدلنے لگی۔ خاموش ماحول میں انجن کی آواز کا ارتعاش برپا ہو گیا۔ نیل پر تیرتی ہوئی سونے کی سڑک ٹوٹ گئی اور چاروں طرف سونا بکھر گیا۔ زائرہ نے رفتار تیز کر دی' میں اس کے قریب ریلنگ پکڑے خاموش کھڑی تھی۔ ہم بہت دور نکل آئے۔ اتنا فاصلہ طے کر لیا تھا زائرہ نے اب شہر کی روشنیاں بھی نہیں نظر آ رہی تھیں' پھر اس نے رفتار سست کر دی اور جب رفتار بالکل ختم ہو گئی تو انجن بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ اس کے میکنزم کو چھیڑنے لگی اور ایک چھوٹا سا بادبان کھل کر فضا میں پھیل گیا۔ اس میں ہوا بھر گئی تو زائرہ نے رخ پسند کر کے اسے فکس کر دیا' پھر اپنی جگہ سے ہٹ کر آگے بڑھ گئی۔ ہم سٹیمر کے کنارے فرش پر فکس کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

''کشتی رانی کا لطف بادبان میں ہی ہے۔ موٹر بوٹ تو ہیجانی ماحول پیدا کر دیتی ہے۔''

''یقیناً'' میں نے جواب دیا۔

''تو میں کہہ رہی تھی کہ میرے پاپا نے مجھے کائنات کی ہر آسائش مہیا کردی' لیکن مجھے محبت نہ دے سکے' میں بچپن سے پیار کی پیاسی تھی نہ جانے کیوں میرے اندر احساس کمتری پیدا ہوگیا تھا۔ میں ہر ایک کا جائزہ لینے لگی۔ ہر ایک خودغرض تھا' اپنی ضرورت کا شکار' ایک بھی ایسا نہ ملا جو بے غرض ہو' جو صرف اس لئے مجھے چاہے کہ میں' میں ہوں۔ اگر اپنی چاہت نہ ملے تو کسی کے اوپر کیوں مسلط کروں۔ بس اس خیال سے میں نے شادی نہیں کی۔''

''معاف کیجئے گا۔ آپ نے حادوش عبداللہ سے اپنی چاہت کا اظہار کیا تھا۔'' میں نے کہا۔

''مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اس وقت میں نو سال کی تھی' میرے پاپا نے ہی مجھے اس سے ملایا تھا۔ وہ مجھے بہت پیارا لگا۔ اس کے دل میں بے شک میرے لئے کوئی جذبہ نہ ہو لیکن وہ ہمیشہ میرے خوابوں میں میرا محبوب رہا ہے۔''

''حادوش عبداللہ اس وقت نوعمر ہوگا؟''

''نہیں۔ یقین کرو وقت اس پر منجمد ہوگیا ہے۔ سرمو فرق نہیں ہوا ہے اس میں' بالکل ویسے کا ویسا۔''

'آپ کو اس بات پر حیرت نہیں ہوئی۔''

''میں نے اس بار کہا' مگر وہ ہنس کر خاموش ہوگیا۔ اس نے کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا۔''

''آپ اس سے ملتی رہی ہوں گی۔''

''ہاں پاپا کی طرف سے اجازت تھی' ڈرائیور کے ساتھ اس کے پاس چلی جاتی تھی۔ شاید اس عمر میں اس سے محبت کا اظہار کردیا تھا میں نے جب بچیاں ان جذبات سے آشنا بھی نہیں ہوتیں' لیکن وہ برفانی چٹان ثابت ہوا۔ اس کے چہرے پر کسی پذیرائی کا اظہار نہ ہوا۔ اس نے مجھے ہمیشہ محدود رکھا۔ اپنے نگار خانے کو جسے وہ عبادت گاہ کہتا تھا' اس نے ہمیشہ مجھ سے چھپائے رکھا' کبھی کبھی اس سے کوئی ملنے آجاتا تھا' جو حیثیت اس سے دوسروں کو حاصل ہوتی تھی وہی مجھے۔ میری ہر شکایت کو اس نے ان سنا کردیا' کبھی کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ پاپا مر گئے میں جوان ہوگئی' بہت سے دوست بنے' بہت سی شناسائیاں ہوئیں لیکن کوئی دل کو نہ بھایا۔ راتوں کی تنہائی میں جب کوئی یاد آیا' دل نے اسے ہی اپنا مانا' کوئی اور سمجھتا ہی نہیں تھا' کوئی اور بھاتا ہی نہیں تھا' آدھی دنیا گھوم چکی ہوں' مگر اس کیلئے بے کل رہتی ہوں۔''

''مجھے حیرت ہے زائرہ ایمان' آپ کی اور اس کی عمر میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ آپ خود کہتی ہیں کہ جب آپ نو سال کی تھیں......''

''معاف کرنا! محبت کا مفہوم نہیں جانتیں۔ ہوا کے جھونکے کو چاہا جاسکتا ہے' جس کا کوئی پیکر نہ ہو......تو پھر...... وہ تو مجسم ہے۔'' میں خاموش ہوگئی' کچھ عجیب سی شخصیت تھی' سمجھ میں نہ آنے والی۔

وہ خاموش ہو کر کچھ دیر سونے کے بگولوں کو دیکھتی رہی' پھر اچانک بول پڑی۔
''تم نے کہا تھا کہ مجھے تمہارے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔''
''ہاں۔ میں نے پوچھا تھا۔''
''تمہارے بارے میں چھان بین کی تھی میں نے۔ اپنے تمام ذرائع سے کام لے کر تمہارے بارے میں تحقیقات کی تھیں' کیونکہ تم نے مجھے ایک نئے جذبے سے آشنا کیا تھا۔ ایک ایسے جذبے سے جو اس سے قبل کبھی نہیں محسوس کیا تھا میں نے۔''
''وہ کون سا جذبہ تھا؟'' میں نے پوچھا۔
''رقابت کا جذبہ' پہلی بار میرے دل میں اس جلن کا احساس ہوا تھا۔ حادوش عبداللہ مجھ سے اس طرح ملتا تھا جس طرح دوسروں سے۔ کئی بار میں نے اس کے اردگرد حسین لڑکیاں بھی دیکھیں۔ کئی بار اس کے نگارخانے کے بارے میں بھی سوچا' لیکن پہلی بار...... میں نے کسی ایسی شخصیت کو دیکھا جو اس کے ساتھ رہ رہی تھی' جو چاہت سے اس کے گھر کو سنبھال رہی تھی۔ مجھ سے بات کرتے ہوئے اس کا لہجہ بدل جاتا تھا اور جو اس کے ہر راز سے آشنا ہو گئی تھی۔ مجھے اس کے بارے میں جاننا تو تھا۔''
''بعد میں تمہاری غلط فہمی دور ہو گئی۔''
''غلط فہمی......؟ اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔
''ہاں' غلط فہمی۔''
''لڑکی...... مجھے حیرت ہے۔ میری ساری عمر کا تجربہ مات کھا گیا تم سے' کون سی ادا ہے تمہاری جس نے اسے رام کر لیا۔ مجھے بس اتنا بتا دو کہ تم نے اسے کیسے قابو میں کیا؟''
''افسوس' میں آپ کو اپنے دلی جذبوں سے آگاہ کر چکی ہوں۔ میرا خیال تھا کہ آپ کا دل صاف ہو گیا ہوگا۔'' میں نے ملامت بھرے انداز میں کہا۔
''دنیا بہت بری ہے نشاء...... بہت بری ہے' میری جان۔ اتنی مکار ہے یہ دنیا کہ یقین نہیں آتا۔ بہت عمر گنوائی ہے میں نے اس پر تجربات کرتے ہوئے اور تم کہتی ہو کہ تمہارے اور اس کے درمیان مقدس رشتے ہیں۔ نہیں میری روح ایسا نہ کہو۔''
''میں آپ کو بہت بڑا مانتی ہوں زائرہ ایمان۔ بڑی عزت کرتی ہوں آپ کی' لیکن آپ کا تجربہ میرے اور حادوش عبداللہ کے سلسلے میں مار کھا گیا۔ یہاں آپ کی بصیرت نے ساتھ چھوڑ دیا۔ آپ کو شاید یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ حادوش عبداللہ سلاکیہ کو چاہتا ہے۔''
''کیسے......؟'' وہ چونک پڑی۔
''سلاکیہ...... اس کی محبوبہ' جو اس کے سینے میں رہتی ہے۔'' میں نے کہا اور وہ خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی' دیکھتی رہی' پھر آہستہ سے ہنس پڑی۔

''سلاکیہ......! واہ اس کا مطلب ہے کہ وہ خوابوں کا قیدی ہے۔ آہ تو یہ گر تھا اسے رجھانے کا۔ وہ کسی سلاکیہ کے عشق میں گرفتار تھا اور تم سلاکیہ بن کر اس کے سامنے آ گئیں' مگر نشاء دانش درحقیقت تم کون ہو۔ میرے لئے خود ایک پراسرار شخصیت ہو۔''

''تمہاری باتوں سے مجھے خاصی مایوسی ہوئی ہے۔'' میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

''صرف مایوسی' دل نہیں جلا تمہارا...... آہ' مجھے بتاؤ اور کیا کہوں تم سے جس سے تم بھی اس طرح تڑپو' اسی طرح تلملاؤ' جس طرح میں تمہارے تصور سے اذیت کا شکار ہوں۔ میری رقیب' میری دشمن جاں' میں نے ساری عمر گنوا دی ہے اس کی چاہت میں اور تم چند لمحوں میں اس کے دل میں جا بسیں۔ کیسے گنوارہ کرلوں۔ کیسے برداشت کرلوں...... آہ' وہ دیکھو' وہ دیکھو...... وہ قلوپطرہ کا بجرہ آ رہا ہے۔ وہ جولیس سیزر اور وہ ملکہ مصر نیل کی ساحرہ قلوپطرہ ہے۔'' زائرہ ایمان بے اختیار کھڑی ہوگئی۔ میری نگاہیں بھی اس طرف اٹھ گئیں' جدھر اس نے دیکھا تھا مجھے کچھ نظر نہیں آیا تو میں کھڑی ہوئی اور میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دوسری طرف دیکھا۔ پتہ نہیں کس وقت زائرہ میرے عقب میں آئی' اس نے پوری قوت سے مجھے سٹیمر سے دھکا دیا اور میرے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ بالکل کنارے پر تھی' اس لئے بآسانی دریائے نیل میں جا گری۔ زائرہ ایمان کا بھیانک قہقہہ گونجا تھا۔ اس نے شاید کچھ کہا تھا جو میری سمجھ میں نہیں آیا۔ زائرہ ایمان نے مجھے دریا میں ڈبو کر قتل کر دیا تھا' اس نے رقابت میں یہ عمل کیا تھا۔ بڑی گھناؤنی عورت تھی۔ قابل نفرت۔ اس کی گناہ میں کوئی اور رشتہ ہی نہیں سمایا تھا۔ وہ یقیناً اسی مقصد کے تحت مجھے اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ آہ حادوش عبداللہ کتنا قیمتی ہے میرے لئے' ورنہ...... نہ جانے کیا ہو جاتا۔

رات اتنی گہری تھی جتنی دریائے نیل پر پھیلی ہوئی تھی' وقت میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ سب کچھ اس طرح ہوا تھا جس طرح محسوس کیا تھا۔ میں بس اس جگہ تھی جہاں سے میری تصویر متحرک ہوئی تھی۔ بہت دیر تک میں ان پرہول خیالوں میں ڈوبی رہی۔ میرے کمرے کی کھڑکی کے تھوڑے سے سرکے ہوئے پردے سے چاندنی جھانک رہی تھی' لیکن اس کے ساتھ ہی فضا میں ایک بو سی پھیلی ہوئی تھی۔ جلی ہوئی لکڑی اور دھویں جیسی بو۔ یہ تو بہت دیر سے آ رہی تھی' صرف احساس نہیں بلکہ یہ حقیقت تھی' مگر بو کہاں سے آ رہی ہے۔ اس وقت ایک انوکھی تھکن محسوس ہو رہی تھی' لیکن مسلسل بو کی وجہ سے سو بھی نہیں سکتی تھی۔ دیکھنا تو چاہئے یہ کیسی بو ہے۔ باہر نکل آئی اور پھر پورے بدن میں دہشت سے تھرتھری طاری ہوگئی۔ حادوش عبداللہ کہاں ہے۔ نگار خانے میں اب دروازہ ہی نہیں تھا۔ اندر دھویں اور تاریکی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اندر جاتی تو دم گھٹ جاتا۔ میرے منہ سے بے اختیار چیخیں نکل رہی تھیں۔

''حادوش عبداللہ...... کہاں ہو حادوش عبداللہ...... حادوش عبداللہ تم کہاں ہو' آہ...... کہاں ہو تم۔''

''موت کا آخری منظر دیکھ رہا ہوں نشاء دانش۔ الوداع افسوس تمہاری تصویر مکمل نہیں ہوسکی۔ افسوس ایمنی تروازی نے صدیوں کے نقش مٹا دیئے۔ ایک عظیم مصور کی آخری تحقیق بھی نذر آتش ہوگئی۔ الوداع نشاء دانش۔ اپنا خیال رکھنا' اب تمہاری کوئی تو تصویر باقی نہیں ہے۔''

''میں آ رہی ہوں حادوش عبداللہ...... میں آ رہی ہوں۔ میں تمہیں دفن نہیں ہونے دوں گی۔'' میں نے کہا اور سلگتے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوگئی۔ میرے پھیپھڑوں میں دھواں بھرنے لگا اور میں بری طرح کھانسنے لگی۔

''حادوش عبداللہ کہاں ہو...... کہاں ہو حادوش عبداللہ......''

''کہیں نہیں ہوں لخت جگر...... دھواں بن چکا ہوں۔ ایمنی تروازی کو شاید کچھ شبہ ہوگیا۔ یقیناً اپنے قید خانے میں تمہاری تصویر پا کر اس نے سوچا کہ...... کہ...... الوداع نشاء دانش...... میں تحلیل ہو رہا ہوں...... دل...... دل......!'' حادوش عبداللہ کی آواز بلند ہوگئی۔ میں نہ جانے کب تک چیختی رہی' پھر جب پھیپھڑے پھٹنے لگے تو باہر نکل آئی۔ اس بھیانک حقیقت کو قبول کرنا تھا کہ حادوش عبداللہ ختم ہو چکا ہے۔ اس کی آخری تصویر جل چکی ہے۔ رنگ و برش کا جادوگر صدیوں کی زندگی گزار کر فنا کے گھاٹ اتر چکا ہے۔ آہ بہت بڑا سانحہ ہوا تھا یہ۔ سب سے بڑا سانحہ تھا۔ اس نے مجھے جو لمحات دیئے تھے وہ میری بدترین زندگی کے سب سے خوشنما لمحات تھے......! اور...... ایمنی تروازی نے۔ شیطان روشاق نے صدیوں سے جاری کہانی ختم کردی تھی۔ اب میری کوئی تصویر نہیں تھی۔ اب مجھے وہ تحفظ حاصل نہیں تھا' جس نے مجھے نڈر کر دیا تھا۔ اب اس عظیم الشان عمارت میں تنہا ہوں میں۔ اب کیا کروں جوہڑ کے پاس آ بیٹھی بطخیں سو رہی تھیں۔ ہر طرف ہو کا عالم طاری تھا۔ نہ جانے کیا کیا سوچتی رہی۔ کتنے دشمن بن گئے تھے میرے۔ حالانکہ بالکل بے ضرر تھی' کسی کو نقصان نہیں پہنچایا تھا کبھی۔ عشان امیری' فیصل امیری' روشاق' زائرہ...... ان سے انتقام لے سکتی تھی۔ لیکن کیا فائدہ۔ میری اپنی ہی زندگی کیا ہے۔ آہ اس مسلسل طلسم کا خاتمہ کب ہوگا۔ وہیں بیٹھے بیٹھے صبح ہوگئی۔ بطخیں جاگ گئیں۔ میں اٹھی اور حادوش عبداللہ کی ذخیرہ گاہ میں جو کچھ تھا لا کر جوہڑ میں پھینک دیا' اس کے سوا کیا کرسکتی تھی۔ غسل خانے میں جا کر خود کو دیکھا۔ دھوئیں کی کالک نے چہرہ اور لباس تباہ کر دیا تھا۔ عمارت سے باہر آ کر پیدل چل پڑی۔ بہت دور تک چلتی رہی' پھر کسی نے خود ہی رحم کھا کر اپنی گاڑی میرے قریب روک دی تھی۔

''قاہرہ جا رہی ہو تو بیٹھ جاؤ۔'' میں چونک کر اسے دیکھنے لگی' کوئی یورپین عورت تھی۔ غالباً برٹش۔ میں شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئی۔ عورت نے راستے میں وہی عام سی باتیں کیں جو اسے کرنی چاہیے تھیں۔ یعنی اس غلط جگہ پیدل کہاں جا رہی تھی۔ میں نے اسے گاڑی خراب ہونے کا بتا دیا جو سب سے مؤثر تھا۔ عورت نے مجھے قاہرہ سٹی چھوڑ دیا۔ یہاں میری پناہ گاہ اس ہوٹل کے سوا اور کون سی ہوسکتی تھی۔ کیا ہی اچھا کیا تھا میں نے اس ہوٹل کے کمرے کو قائم رکھ کر......! کاؤنٹر سے چابی

طلب کی تو منیجر نے کہا۔
''مس نشاء دانش ہیں نا آپ......؟''
''ہاں۔ کیوں پوچھا تم نے؟''
''جی وہ ایک صاحب آئے تھے آپ کو پوچھتے ہوئے۔ آپ موجود نہیں تھیں۔ یہ پیکٹ دے گئے ہیں۔'' اس نے پیکٹ مجھے دیا جو خوبصورتی سے پیک کیا ہوا تھا۔ میں نے حیرت سے پیکٹ دیکھا اور اس سے لے لیا۔
''یہ ایک لیٹر بھی ہے۔''
میں حیرانی سے دونوں چیزیں سنبھالے لفٹ کی طرف چل پڑی۔
''کون ہوسکتا ہے؟''
کمرے میں آکر میں نے سب سے پہلے لفافہ کھولا۔ میرے لئے خط لکھنے والا کون ہوسکتا ہے۔ دماغ ویسے ہی بوجھل تھا' سوچنے کے بجائے دیکھ لینا بہتر سمجھا۔ پہلا جملہ پڑھتے ہی دل دھڑک اٹھا' انداز تخاطب عسکری کا تھا لکھا تھا۔
''میری کائنات کی واحد روشنی۔''
خوش رہو' مجھے یقین ہے کہ میرے بغیر تم خوش ہی رہوگی' کوئی شکوہ نہیں کروں گا تم سے۔ بعض اوقات تقدیر اتنی ہی سنگدل ہوجاتی ہے۔ شرمندگی سے کہہ رہا ہوں' جو کہا تھا اس کی تکمیل نہ کر پایا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں زندگی کی آخری سانس تک تمہارے ساتھ رہوں گا۔ اس تصور سے بے نیاز ہوکر کہ تم مجھے قبول کرو یا نہ کرو' قوت برداشت ختم ہوگئی ہے۔ شاید اس لئے کہ تم نے مجھے قبول کرکے مسترد کردیا۔ اگر تم نرم نہ ہوجاتیں تو شاید اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرنے کی دھن سوار رہتی' کوئی مصرف تو ہوتا زندگی کا۔ اب تو مصر کی گلیوں' سڑکوں اور بازاروں میں بے مصرف پھر رہا ہوں۔ اب تو تم مجھ سے برگشتہ بھی نہیں ہو۔ اب کیا کروں مصر سے جا رہا ہوں۔ وطن نہیں جاؤں گا وہاں مشل مجھے پریشان کرے گی۔ اب ہمت نہیں ہے کہاں جاؤں گا' خود نہیں معلوم ایک آرزو ہے نشاء ایک خواہش ہے پوری کردوگی؟ سونے کا یہ ایک حقیر سا زیور تمہارے لئے خریدا تھا۔ تمہیں رونمائی میں دینا چاہتا تھا' ایسا نہ ہوسکا چشم تصور سے اسے میں نے تمہاری گردن میں دیکھا تھا اپنے ہاتھوں سے تمہاری گردن میں نہ پہنا سکا' میری آخری نشانی سمجھ کر قبول کرلو۔ اسے اپنی گردن کی زینت بنالو' میرے دل کے تار اس سے بندھے ہوئے ہیں۔ اگر تم نے اسے قبول کرلیا تو میرا دل مجھے آگاہ کردے گا' اگر اس قابل بھی نہ سمجھو تو اسے کہیں دفن کردینا یا کبھی دریا کی طرف گزر ہو تو اس میں پھینک دینا!
''عسکری!''
''حلق میں ایک گولا سا آپھنسا۔ بے اختیار آنسو امڈ آئے اور پھر سسکیاں جاری ہوگئیں۔ خوب روئی' ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ بری طرح ٹوٹ گئی تھی' کتنی قصوروار تھی میرے علاوہ کون جان

سکتا تھا' سب کو کھو چکی تھی' اب کوئی باقی نہ رہا تھا' حادوش عبداللہ کا زخم کھایا تھا' اتنا اچھا انسان' اتنا پیارا ساتھی معصوم بے غرض محبت کرنے والا پتہ نہیں حادوش عبداللہ کیلئے رو رہی تھی یا عسکری کیلئے' بس رونے کو جی چاہا تھا اور آج اس روایت کا ادراک ہوا تھا کہ آنسو بہہ جائیں تو دل ہلکا ہو جاتا ہے' دل واقعی ہلکا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد مسہری سنبھال لی۔ کئی مرتبہ باہر دستک ہوئی لیکن دروازہ نہیں کھولا۔ اس کے بعد شاید نیند آگئی تھی' سوتی رہی' کئی بار آنکھ کھلی تو خود حیران رہ گئی باہر روشن دان جھانک رہا تھا' بیس بائیس گھنٹے ہو گئے تھے سوتے جاگتے۔ یہ دوسرا دن تھا' زیادہ سونے سے سر چکرا رہا تھا' آنتیں اینٹھ رہی تھیں' سخت بھوک لگ رہی تھی۔ بمشکل اٹھی باتھ روم جا کر غسل کیا باہر آ کر ویٹر کو طلب کیا' اس سے کہا ڈبل ناشتہ لے آؤ' ویٹر مسکراتا ہوا چلا گیا' کافی وقت گزرا تھا اس ہوٹل میں ویٹر وغیرہ مجھے سنکی سمجھتے ہوں گے۔ سمجھتے رہیں کیا فرق پڑتا ہے۔ سارا ناشتہ صاف کر لیا اور پھر ایک آرام دہ کرسی پر دراز ہو گئی' اب کیا کروں۔ اب کرنے کیلئے کیا ہے' زندگی کے اس بوجھ کا کوئی مصرف ہے؟ عسکری کا خط زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اچھا نہ لگا اسے اٹھا کر لفافے میں رکھا' پھر اس پیکٹ پر نظر پڑی' ابھی تک کھول کر نہیں دیکھا تھا' پیکٹ اٹھا کر زیورات کا خوبصورت بکس کھولا انتہائی حسین نیکلس تھا۔ اتنا خوبصورت کہ پہن لینے کو جی چاہے۔ عسکری کے الفاظ یاد آئے۔ نیکلس گردن میں ڈال لیا' ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں خود کو دیکھا یوں لگا جیسے عسکری مسکرا رہا ہو' بہت دیر تک اسی طرح کھڑی رہی' پھر آئینے کے سامنے سے ہٹ گئی۔

دن کے کوئی بارہ بجے ہوں گے' دروازے پر دستک ہوئی تو میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا' پھر بے اختیار خوش ہو گئی افراسیاب میں تو اسے بھول ہی گئی تھی۔ بہت اچھا انسان تھا وہ۔ سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ ایک شناسا موجود ہے' کوئی ہے جسے شناسا کہہ سکتی ہوں' بڑے تپاک سے اسے خوش آمدید کہا۔

''معافی چاہتا ہوں' بار بار یہ سوچتا ہوں کہ میں مان نہ مان میں تیرا مہمان قسم کا مہمان ہوں' اس کے باوجود چلا آتا ہوں۔''

''نہیں مسٹر افراسیاب آپ کی آمد سے مجھے خوشی ہوتی ہے۔''

''بہت شکریہ۔ اس دوران دو تین بار حاضر ہوا' لیکن ملاقات نہ ہو سکی' آج بھی بس یونہی چلا آیا۔ آپ کی کیا مصروفیات رہتی ہیں۔''

''بس یونہی بے مقصد زندگی گزار رہی ہوں' کوئی خاص مصروفیت نہیں۔''

''کبھی کبھی آپ مجھے نہایت پراسرار شخصیت لگتی ہیں' مصر کی ان داستانوں کا کردار جو تاریخ کے اوراق میں پھیلی ہوئی ہیں جیسے کوئی بھٹکتی روح کسی کی تلاش میں سرگرداں ہو' ہاں' اس شخصیت کا کوئی نشان ملا' جس کی آپ کو تلاش تھی؟''

''ہاں۔'' میں نے حزنیہ لہجے میں کہا۔

''مل گیا' کہاں ہے میرا مطلب ہے کیا وہ شخصیت آپ کے پاس پہنچ گئی۔''

''نہیں وہ مصر میں نہیں ہے۔'' میں نے خود کو سنبھال کر جواب دیا' وہ چند لمحات خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا' پھر شاید یہ سوچ کر خاموش ہو گیا کہ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتانا چاہتی' البتہ مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ میرے سلسلے میں اخبارات میں شائع ہونے والی کہانیوں سے لاعلم ہے' کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

''اگر برا محسوس نہ کریں تو آج رات میرے ساتھ ڈنر کریں۔''

''آپ بہت نفیس انسان ہیں مسٹر افراسیاب' بے لوث اور بے غرض مجھے آپ کی آمد سے خوشی ہوتی ہے۔''

''میں آپ کے بارے میں بہت کچھ جاننے کا خواہشمند ہوں' یہ صرف ایک فطری جذبہ ہے اور اس کے پس پشت اور کوئی غرض نہیں ہے۔''

''مجھے اندازہ ہے لیکن میرے بارے میں جان کر آپ کو صرف ہنسی آئے گی' ہوسکتا ہے آپ اس احساس کا شکار ہو جائیں کہ میں آپ سے جھوٹ بول کر آپ کے خلوص کا مذاق اڑا رہی ہوں۔''

''ان دونوں میں سے کوئی بات نہ ہوگی۔ آپ میرا اعتبار کریں۔''

''ٹھیک ہے۔ میری کہانی اس قدر خفیہ نہیں کہ آپ سے خوامخواہ چھپائی جائے۔''

''تو پھر آج رات کو ہوٹل الفانو میں میرے ساتھ ڈنر کیجئے گا' آپ کو رات کو نو بجے میں یہاں سے پک کرلوں گا۔''

''بہتر ہے کچھ پئیں گے؟''

''اس وقت نہیں' بس اجازت چاہتا ہوں۔'' میں نے اسے پرخلوص لہجے میں خدا حافظ کہا' رات کو ٹھیک نو بجے اس نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی' میں تیار ہو کر اس کا انتظار کر رہی تھی' اس کی خواہش پر فوراً باہر نکل آئی اور کار میں بیٹھ کر چل پڑی۔ وہ سست روی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا' اس نے کہا۔

''تاریخ کی اس قدیم سرزمین میں کچھ ایسی بات ضرور ہے جو دل پر اثر انداز ہوتی ہے مس نشاء دانش' آپ نے کبھی محسوس کیا ہے۔''

''بہت زیادہ۔''

''پتہ نہیں حوروں کے بارے میں مذہبی تصور کیا ہے' لیکن یہی احساس ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم کی روحیں آج بھی مصر کی سیر کو نکلتی ہیں' بہت سے دلچسپ واقعات بھی رونما ہوئے ہیں۔''

''مثلاً؟'' میں نے پوچھا۔

''کافی دن پہلے کی بات ہے ایک غیر ملکی الیکٹریکل کمپنی نے یہاں لائٹ اینڈ ساؤنڈ کے نام سے کچھ شو کئے تھے۔ انہوں نے ابوالہول ایونیو کے علاوہ چند شہروں میں بھی یہ شو کئے اور ان سے

متعلق داستانوں کو بڑی ریسرچ کے ساتھ روشنی کے سایوں میں منتقل کر کے متحرک کیا۔ حکومت مصر سے انہوں نے بادشاہوں کی وادی کے ایک حصے میں بھی یہ شو کرنے کی اجازت حاصل کر لی' حالانکہ وہاں کے تقدس کا احترام کیا جاتا ہے اور پھر خاص حصوں میں قیمتی نوادرات بھی رکھے ہوئے ہیں' اس لئے یہاں اجتماع عام کی اجازت نہیں ہے' لیکن وہ شو ایک ایسے حال میں تھا جہاں ممیاں وغیرہ تو تھیں' نوادرات نہیں تھے۔ شو کا آغاز ہوا' لیکن جو نقلی تابوت وہاں رکھے گئے تھے ان سے اصلی ممیاں اٹھ کھڑی ہوئیں اور انہوں نے غیظ و غضب کا اظہار کیا' تین کمزور دل افراد کی حرکت قلب بند ہو گئی اور وہاں بھگدڑ مچ گئی' بہت سے سنجیدہ لوگوں نے ان ممیوں کو اپنی آنکھوں سے متحرک دیکھنے کے بیانات دیئے تھے۔''

''بہت دلچسپ۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ تو ایک ایسی بات تھی جو بیشمار لوگوں کے دل میں آ گئی' لیکن یہاں آنے والے سیاحوں اور بعض اوقات مقامی لوگوں کو بھی ایسے دلچسپ مشاہدات ہوتے رہتے ہیں' جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مصر میں روحوں کا ایک علیحدہ مقام ہے' پتہ نہیں یہ کیفیت دوسری جگہوں پر کس نوعیت کی ہو۔ کیونکہ تاریخ صرف مصر سے ہی متعلق نہیں ہے۔''

میں نے افراسیاب کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا' کچھ دیر کے بعد ہوٹل الفانو کے پارکنگ لاٹ پر رک گئی اور ہم خوبصورت ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں جا بیٹھے۔ ہال میں بہت سی میزیں بھری ہوئی تھیں' بہت سی میزوں پر ریزرویشن چٹ لگی ہوئی تھی' یہ میز بھی افراسیاب نے ہوٹل الفانو کے کھانے کی بہت تعریف کی اور یہاں کے ماحول کی بھی۔ مجھے یہ سب کچھ بہت پسند آیا تھا' ویٹر نے مینیو لا کر رکھا تو افراسیاب نے اسے میری طرف بڑھا دیا' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اس سلسلے میں' میں بالکل معاونت نہیں کر سکوں گی' افراسیاب' کیونکہ میری زندگی میں چند ہی ایسے موقع آئے ہیں جب میں نے ہوٹل میں کھانا کھایا' یوں سمجھ لیجئے اس معاملے میں بالکل ہی جاہل ہوں' بس یہ خیال رکھئے گا کہ سب حلال چیزیں ہوں۔''

''ظاہر ہے' یہاں اس کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ یہ ایک اسلامی ملک ہے۔''

''یہ الفاظ بھی میری ناتجربہ کاری کا ایک حصہ ہی سمجھ لیں۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا اور بھی ہنسنے لگا' پھر اس نے چند چیزوں کا انتخاب کیا اور مجھ سے ان پر ڈسکس کرنے کے بعد ویٹر کو آرڈر کر دیا' یہ بھی بس اتفاق ہی تھا کہ وہ میز میرے عین سامنے تھی اور افراسیاب کی اس طرف پیٹھ تھی' جس پر زائرہ ایمان اپنے ہی دونوں جاپانی مہمانوں کے سامنے آ کر بیٹھی' جنہیں میں پہلے بھی ان کے ساتھ دیکھ چکی تھی' زائرہ ایمان کو دیکھ خود مجھ پر بھی ایک اضطراری کیفیت طاری ہو گئی تھی' اس نے جو کچھ میرے ساتھ کیا تھا اس کے بعد یقیناً اسے یہ اطمینان ہو گا کہ میں اب اس دنیا میں نہیں ہوں اور اب وہ مجھے یہاں دیکھے گی تو نہ جانے اس پر کیا ردعمل ہو گا۔ میرے دل میں اب یہ احساس

شدت سے رونما ہو چکا تھا کہ میں عدم تحفظ کا شکار ہوں ابن حادوش عبداللہ موجود نہیں ہے کہ میری کوئی تصویر بنا دے' وہ دلچسپ کھیل ختم ہو گیا ہے۔ ہاں اگر میں محتاط رہتی تو شاید میری کوئی تصویر اس وقت تک میرا ساتھ دے سکتی تھی جب تک کہ میں اپنی زندگی کی وہ منحوس منزل نہ پا لیتی' جس نے مجھے دربدر کر رکھا ہے۔

زائرہ ایمان کے مہمان اس سے مصروف گفتگو تھے اور اس کے علاوہ وہ جس زاویے سے بیٹھی ہوئی تھی وہ بھی ایسا تھا کہ اس کا چہرہ میرے چہرے کے مقابل نہیں تھا جبکہ اس کا مجھ سے فاصلہ زیادہ نہیں تھا اور وہ کسی لمحے بھی گردن موڑ کر مجھے دیکھ سکتی تھی۔ میں نے اس کے چہرے کا بغور جائزہ لیا' وہ اپنے مہمانوں سے مصروف گفتگو تھی' مجھے اس کے چہرے میں ایک خاص تبدیلی نظر آئی' وہ مضمحل تھی' نڈھال تھی اور افسردہ محسوس ہوتی تھی۔ وہ تروتازگی اس کے چہرے میں موجود نہیں تھی جو ہمیشہ پائی جاتی تھی۔ ویٹر نے کافی دیر کے بعد ہمارا آرڈر سرو کیا اور میز پر پلیٹیں وغیرہ سجانے لگا' کھانا ہمارے سامنے آ گیا...... لیکن ابھی میں نے کھانا شروع بھی نہیں کیا تھا کہ وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ زائرہ ایمان کی نظر مجھ پر پڑی' میری آنکھیں بھی اسی کا جائزہ لے رہی تھیں اور اس وقت بھی میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔ زائرہ ایمان کی آنکھیں ایک لمحے کیلئے پوری کھل گئیں' پھر اس کے چہرے پر شدید ہیجان کے آثار نظر آئے اور اس کے بعد فضا میں ایک دہشت ناک چیخ ابھری اور زائرہ ایمان کرسی سمیت دوسری جانب الٹ گئی۔ چاروں طرف کے لوگ اس کی جانب متوجہ ہو گئے تھے اور کچھ میزوں سے لوگ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ بھی گئے تھے۔ خود افراسیاب چونک پڑا اور گردن موڑ کر ادھر دیکھنے لگا' میں ساکت بیٹھی ہوئی تھی۔ زائرہ ایمان کی اس کیفیت کی وجہ سے اس وقت میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ دریائے نیل میں اس نے میرے ساتھ جو کارروائی کی تھی اس پر اسے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ نیل میں ڈوب جانے والی صرف ایک تصویر ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں' وہ مجھے مردہ سمجھ رہی تھی اور اب اس مردے کو اپنے سامنے بقید حیات دیکھ کر وہ اپنی ذہنی کیفیت پر قابو نہیں پا سکی تھی۔ بہرحال میں اس سلسلے میں نہیں پڑی' البتہ کارروائی دیکھتی رہی۔ زائرہ ایمان کے دونوں ساتھی ہوٹل کی انتظامیہ کی مدد سے اسے اٹھا کر باہر لے جا رہے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ گر کر بے ہوش ہو گئی ہے۔ افراسیاب بھی معذرت کر کے چند لمحات کیلئے اٹھ گیا اور پھر واپس آ کر بیٹھ گیا۔

"بھئی! اب کھانا شروع کرو مس نشاء دانش ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

میں نے ایک لمحے میں خود کو سنبھال لیا اور بولی۔

"کیا ہوا......؟"

جواب میں افراسیاب کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"جو خاتون بے ہوش ہوئی ہیں وہ قاہرہ کی ایک معزز شخصیت ہیں۔ محترمہ زائرہ ایمان' جو

بالکل تنہا رہتی ہیں۔ انہوں نے شادی نہیں کی' لیکن ان کے کاروبار کی وسعتیں بے پناہ ہیں۔ اصل میں یہ خاتون اس قسم کی ہیں کہ بس زبان سے ان کے بارے میں کچھ ادا نہیں کیا جا سکتا' جو دل میں ہے۔ یقیناً نشہ آور ادویات استعمال کرتی ہوں گی اور اس وقت اس کے اثرات نمودار ہوں گے۔"

میں نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ افراسیاب نے کھانا شروع کیا تو میں بھی شریک ہو گئی۔

ہال ایک بار پھر پرسکون ہو گیا۔ لوگ فضول باتوں میں کہا الجھتے ہیں۔ افراسیاب خاموشی سے کھانا کھاتا رہا' اس کے بعد اس نے میری پسند سے فریش لائم منگوا لئے اور ہم اس کی چھوٹی چسکیاں لینے لگے' وہ بولا۔

"آپ نے مجھے اپنے بارے میں بتانے کا وعدہ کیا تھا۔" مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی تو وہ بھی ہنس کر بولا۔

"یہ ہنسی کیا معنی رکھتی ہے؟"

"آپ وعدہ کیجئے مسٹر افراسیاب کہ آپ چیخ مار کر بے ہوش نہیں ہوں گے۔"

اس نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"بس تو پھر یوں سمجھ لیجئے کہ میں بھی مصر کی پراسرار داستانوں میں سے ایک داستان ہوں۔ الفاظ مختصر ہی استعمال کروں گی' مجھے زمانہ قدیم کی ایک روح سمجھا جاتا ہے' جس کا نام اناتم سلاطیہ ہے اور میرے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد مجھے تاریخ کی عدالت میں پیش ہونا پڑے گا' جہاں تاریخ میرے بارے میں فیصلہ کرے گی۔"

افراسیاب نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بالکل ایمانداری سے مجھے بتایئے افراسیاب کیا آپ کو میرے الفاظ سن کر اچانک ہی یہ احساس نہیں ہوا کہ میں آپ کو احمق بنانے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"نہیں مس نشاء دانش' لیکن میری کچھ بھی سمجھ میں نہیں آیا۔"

"میرا تعلق مشرق سے ہی ہے' اس کا آپ کو اندازہ ہوگا۔ میرے والد ہارون دانش مصری محققین میں ایک منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ میرے وجود میں زمانہ قدیم کی کوئی روح پوشیدہ ہے' جس کی نشاندہی جوان ہو کر ہوئی......"

میں نے مختصر ترین الفاظ میں افراسیاب کو اپنے بارے میں بتایا' وہ تمام اہم حصے چھپائے جو بتانا ضروری نہیں تھے۔ افراسیاب کچھ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا' جو کچھ اسے بتا سکتی تھی وہ بتا کر میں خاموش ہو گئی۔ افراسیاب اب خاموش تھا' اس کی یہ مسلسل خاموشی میری سمجھ میں نہیں آئی تو میں نے پوچھا آپ نے میری داستان پر کوئی تبصرہ نہیں کیا؟

"کیا تبصرہ کروں؟" وہ پھیکی سی ہنسی سے بولا۔

''یا پھر آپ نے یقین نہیں کیا۔'' میں نے کہا وہ جواب نہیں دے پایا تھا کہ ویٹر نے آ کر لائم کے گلاس وغیرہ سمیٹنے شروع کر دیئے' اس نے بل طلب کر لیا تھا' ویٹر کے جانے کے بعد وہ بولا۔

''کیا خیال ہے اٹھا جائے؟''

''جیسا آپ پسند کریں۔'' میں نے کہا اس کی کار میں ہوٹل جاتے ہوئے میں نے کہا۔

''آپ کی مسلسل خاموشی نے مجھے الجھن کا شکار کر دیا ہے مسٹر افراسیاب۔''

''آپ دیکھ لیجئے حسب وعدہ چیخ مار کر بے ہوش نہیں ہوا ہوں۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''ہاں آپ نے وعدہ پورا کیا ہے' البتہ زائرہ ایمان کی وہ کیفیت مجھے دیکھ کر ہی ہوئی تھی۔''

میرے منہ سے نکل گیا۔

''ممکن ہے۔'' اس نے کہا اس بارے میں اس نے اور کوئی سوال نہیں کیا تھا' اس وقت ڈرائیونگ بھی تیز رفتاری سے کر رہا تھا' چنانچہ کچھ دیر کے بعد میرا ہوٹل آ گیا اور اس نے کار روک دی' پھر بولا۔

''اس وقت اجازت چاہتا ہوں' پھر حاضری دوں گا!''

''میں نے نیچے اتر کر اسے خدا حافظ کہا اور وہ تیزی سے کار آگے بڑھا گیا۔ اسے کیا ہوا میں نے دل میں سوچا اور آگے بڑھ کر ہوٹل میں داخل ہو گئی۔ بستر پر متضاد سوچیں دماغ میں آتی رہیں' البتہ تیسرے دن بیزار ہو گئی' گیارہ بجے میں ہوٹل سے نکل کر بھاگی' نیچے پہنچی تو ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا' ہوٹل کے سامنے فٹ پاتھ پر چل رہی تھی کہ کوئی عقب سے میرے پاس آ گیا۔

''میڈم رک جایئے میڈم۔'' میں نے پلٹ کر اسے دیکھا اور پہچان لیا' یہ وہی ٹیکسی ڈرائیور تھا جس کے ساتھ میں صحرا ارمناس گئی تھی اور جسے میں نے اضافی کرایہ دیا تھا۔

''تم...... کیسے ہو؟''

''آپ نے میڈم ہمیں خون کے آنسو رلا دیا ہے۔'' اس نے گردن جھٹک کر کہا۔

''ارے سوری بھئی کیا ہوا ہے' تمہاری ٹیکسی کہاں ہے؟'' میں نے چونک کر کہا۔

''وہ سٹینڈ پر ہے' لے آؤں؟''

''ہاں آ جاؤ۔'' میں نے کہا' کچھ دیر کے بعد میں ٹیکسی میں بیٹھ گئی اور اس نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔''

''ہاں' اب بتاؤ کیا ہوا؟''

''آپ وہاں سے کیسے آئیں میڈم؟''

''بس کچھ بندوبست ہو گیا۔''

''مگر آپ نے ہمیں ٹائم دیا تھا۔''

''مجھے اس کا افسوس ہے کچھ ایسی صورتحال ہو گئی تھی کہ وہاں تمہارا انتظار نہیں کر سکی۔''

''مگر ہم پر بہت برا وقت آ پڑا۔ ہمیں معاف کرنا میڈم ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں نہیں کہنا چاہئے۔ آپ نوعمر لڑکی ہیں' وادی رتاب کا سفر ہی دیوانگی ہے اور کوئی ہوش مند وہاں نہیں جاتا' آپ ہمیں ہوش مند نہیں محسوس ہوئی تھیں' پھر آپ نے دوسری عجیب باتیں کیں۔ اس صحرا میں چند گھنٹے گزارنا ہی مشکل وہاں دو دن گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ہم آپ کو روک بھی نہیں سکتے تھے' مگر ہم سے صبر نہیں ہوسکا' ہم دوسرے دن ہی وہاں پہنچ گئے اور ہم نے چار گھنٹے آپ کو وہاں تلاش کیا' پھر آپ کے دیئے ہوئے وقت پر بھی وہاں آ گئے اور آپ کو رات کے ٹیلوں میں تلاش کرتے رہے' پھر ہم وہاں سے روتے ہوئے واپس آئے تھے' ہمیں یقین تھا کہ......''

میں بے حد متاثر ہوگئی' جذبے کسی دل کی میراث نہیں ہوتے' کہاں کب پیدا ہوجائیں' کون جانے میں نے اس سے بے حد معذرت کی اور بڑی محبت سے پیش آئی' دوپہر کو ایک جگہ کھانا کھایا تو زبردستی اسے بھی اپنے ساتھ کھانا کھلایا' اسی جگہ میں نے اسے کافی رقم بھی دی' اس نے لینے سے انکار کیا تھا' مگر میں نے بہت منت کرکے اسے مجبور کردیا تھا۔ شام کو پانچ بجے ہم تحنبارا پہنچے' یہ بوسیدہ اہراموں کی بستی تھی اور یہ اہرام قدیم ترین سمجھے جاتے تھے۔ یونہی ان کا تذکرہ نکل آیا تھا اور میں نے انہیں دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ تحنبارا کے پاس کچھ قیمتی کاریں کھڑی ہوئی تھیں' چند غیر ملکی سیاح قیمتی کیمروں سے تصویریں بناتے نظر آ رہے تھے' میں نیچے آ کر اہراموں کی طرف بڑھی تو میرے ساتھی نے خود بھی ساتھ چلنے کی پیشکش کردی۔

''تمہارا دل چاہے تو چلو۔''

''نیچے کے راستے مشکل ہیں۔ اوپر سے دور دور نظر آنے والے ان اہراموں کو نیچے سے راستہ بنا کر یکجا کردیا گیا ہے' مگر یہ راستے بھول بھلیاں ہیں۔'' اس نے بتایا۔

''ٹھیک ہے چلو۔''

ڈرائیور میری رہنمائی کرنے لگا' ہم ایک دروازے سے اندر داخل ہوگئے' کچھ دیر سیدھی سرنگ میں چلتے رہے' پھر سیڑھیاں اترنی پڑیں' وہاں منتظمین موجود تھے جو وہاں دیکھ بھال صفائی اور رات کو روشنی کردیا کرتے تھے تاکہ سیاح اس پرہول ماحول کا نظارہ کرسکیں۔ نیچے بھی سیاح بھٹک رہے تھے۔ ہر سو پرہول سناٹا طاری تھا اور اگر کہیں قریب کسی سیاح کے قدموں کی چاپ ابھرتی تو یہی محسوس ہوتا کہ زمانہ قدیم کی کوئی ممی اچانک تابوت سے نکل کر چپکے سے ساتھ چل پڑی ہو۔ مقبروں میں رکھے تابوتوں میں صدیوں کی داستان سو رہی تھی۔ میں انہیں دیکھتی ہوئی آگے بڑھتی رہی۔ یہاں اہراموں کو انڈر گراؤنڈ ایک دوسرے سے ملانے کی کوشش کی گئی تھی' پتھروں کو چن کر راستے بنائے گئے تھے' کہیں کہیں کھلی جگہ بھی نظر آ جاتی تھی اور شام ڈوبا ہوا آسمان نظر آنے لگتا تھا۔

''یہ اہرام اوپر سے جس قدر قدیم اور بوسیدہ نظر آتے ہیں اندر سے بوسیدہ نہیں ہیں۔'' میں نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن انہیں اندر سے درست کیا گیا ہے' آپ دیکھیں ان پر جگہ جگہ مضبوط مصالحوں کے جوڑ لگے ہوئے ہیں۔'' ایک بدلی ہوئی آواز سنائی دی جواب انگلش میں تھا اور لہجہ امریکن' میں نے چونک کر جواب دینے والے کو دیکھا' ایک معمر جوڑا تھا۔ شریف لوگ معلوم ہوتے تھے۔ چونکہ میں نے ڈرائیور سے انگریزی میں سوال کیا تھا۔ وہ لوگ قریب موجود تھے' وہ سمجھے کہ یہ بات ان سے کہی گئی ہے۔ لہٰذا انہوں نے جواب دیا۔

میں نے شکریہ کے انداز میں گردن خم کی اور ڈرائیور کی تلاش میں نظریں دوڑانے لگی' لیکن وہ مجھے آس پاس نظر نہیں آیا تھا' پیچھے رہ گیا' کہیں اور میں ان لوگوں کے قدموں کی چاپ سے یہی سمجھی کہ وہ میرے ساتھ آرہا ہے۔ شام بھی ہو چکی تھی اور یہاں کا جائزہ بھی لے لیا تھا میں نے۔ واقعی بھول بھلیاں بکھری ہوئی تھیں اور ان میں بھٹک جانے کا اندیشہ تھا' ویسے تو خیر جگہ جگہ باہر نکل جانے کے راستے تھے لیکن پھر بھی ڈرائیور کا ملنا ضروری تھا' نہ جانے کس طرف جانکلوں' چنانچہ وہیں سے واپس پلٹ پڑی اور ڈرائیور کو تلاش کرتی رہی۔ خاصی دیر گزر گئی' میں نے اسے کئی آوازیں بھی دی تھیں لیکن آس پاس سیاح موجود تھے۔ اس طرح کسی کو حلق پھاڑ پھاڑ کر پکارنا معیوب بات تھی۔ چنانچہ اب اس کے سوا کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ میں اب جو بھی کھلی جگہ نظر آئے وہاں سے اوپر تک پہنچ جاؤں اور پھر راستوں کا تعین کر کے ٹیکسی تک پہنچنے کی کوشش کروں' لیکن کمال کی جگہ تھی کسی ایک سمت سے گزرنے کے بعد اسی سمت سے دوبارہ گزرنا ناممکن ہی سا عمل تھا۔ کوئی بیس بائیس منٹ تک میں بھٹکتی رہی' پھر ایک ایسی جگہ نظر آئی جہاں سے اوپر پہنچا جا سکتا تھا۔ ذہنی طور پر خاصی الجھ گئی تھی' وہی پر بوسیدہ سیڑھیوں کے ذریعے اوپر چڑھ گئی اور کھلے آسمان تلے نکل آئی' لیکن یہاں آس پاس وہ جگہ نظر نہیں آرہی تھی جہاں پارکنگ تھی بلکہ ایسی ناہموار جگہ تھی جہاں پتھر کی بڑی بڑی چٹانیں سر اٹھائے کھڑی ہوئی تھیں اور وہاں گاڑی آ ہی نہیں سکتی تھی۔ میں نے شام کی دھندلاہٹوں میں ایک سمت متعین کی اور چل پڑی۔ بوسیدہ اہراموں سے کوئی بھی اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا۔ سب ایک ہی جیسے تھے' بہرطور ان کے درمیان سے گزر کر کہیں نہ کہیں پہنچ جاؤں گی۔

میں جمے ہوئے قدموں سے ان چٹانوں کا راستہ طے کرتی ہوئی آگے بڑھتی رہی' کوئی سو قدم بھی نہ چلی ہوں گی کہ بڑی بڑی چٹانوں کے درمیان سے چار افراد نکل آئے۔ ان کے جسموں پر چمڑے کے لباس تھے' مقامی تھے' لیکن خطرناک شکلوں کے مالک' ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پستول بھی دبا ہوا تھا۔ میرا دل دھک سے رہ گیا' ان کا انداز کافی خطرناک نظر آرہا تھا۔ پستول والے شخص نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور مکروہ انداز میں مسکراتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا' پھر اس نے غرغراتی ہوئی آواز میں کہا۔

''تم نہ چیخنے کی کوشش کرو گی اور نہ کوئی جدوجہد' پستول پر سائیلنسر لگا ہوا ہے۔ اس کی تمام گولیاں تمہارے جسم میں اتر جائیں گی۔''

میرا بدن کانپ کر رہ گیا' لاکھ نڈر بننے کی کوشش کرتی' لیکن بہرحال انسان تھی' خوف تو دل کے گوشے گوشے میں پنہاں ہوتا ہے' اس کے باوجود میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

''تت...... تم کیا چاہتے ہو؟'' اس شخص نے میری کنپٹی پر پستول رکھ دیا اور میرا بازو پکڑ کر بولا۔

''بس خاموشی سے میرے ساتھ چلی آؤ۔ چلو۔'' اس نے مجھے بے دردی سے دھکا دیا اور میرے لئے اس کے سوا اور کوئی صورتحال نہ رہی کہ آگے بڑھوں' شاید یہ لٹیرے تھے یا پھر ممکن ہے ایسے عیاش نوجوان جو لڑکیوں کے چکر میں رہتے ہیں۔ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ کیا کروں' اگر چیخی تو واقعی سائیلنسر لگی ہوئی پستول سے چلنے والی گولی کی آواز کسی کو سنائی نہ دیتی' نہ جانے کم بخت کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں' نہ جانے میرا ٹیکسی ڈرائیور کہاں مر گیا۔ وہ مجھے زیادہ دور نہیں لائے' چٹانوں کے درمیان ایک کالے رنگ کی لینڈ کروزر کھڑی ہوئی تھی' ایک آدمی نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا عقبی دروازہ کھولا اور پستول والے شخص نے مجھے لینڈ کروزر پر چڑھنے کیلئے کہا۔

''نن نہیں' میں نہیں۔'' میرے منہ سے سہمی ہوئی آواز نکلی' مگر شقی القلب نے اس بری طرح دھکا دیا کہ میں اوندھے منہ لینڈ کروزر میں جا گری' میری ٹانگیں باہر رہ گئی تھیں۔ جنہیں اس نے بری طرح مروڑ کر اندر ٹھونسا کہ میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ وہ درندہ صفت لوگ بھی لینڈ کروزر میں گھس آئے۔ ایک نے ڈرائیونگ سنبھال لی اور لینڈ کروزر کا انجن سٹارٹ ہو گیا' پستول والے شخص نے میرے بازو کو تھپتھپا کر سرد لہجے میں کہا۔

''تم سیدھی ہو کر بیٹھنا چاہو تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔'' میں ہاتھوں کا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی' مگر سیٹوں کے درمیان پھنسی ہوئی تھی' اس لئے نہ اٹھ سکی' اس نے مجھے سہارا دے کر بٹھا دیا' مگر یہ سہارا بھی ایسا تھا کہ بازو کا گوشت کچل کر رہ گیا۔ میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے تھے' ان وحشیوں کے سامنے زبان کھولنے کی جرأت بھی نہیں ہو رہی تھی۔ کیا پوچھتی ان سے' رخساروں پر آنسو بہتے رہے اور آنکھوں کے سامنے دھندلاہٹیں بکھری رہیں۔ لینڈ کروزر کہاں جا رہی ہے اور اس کا اختتام کہاں ہوگا' کچھ نہیں معلوم تھا' چکر آ رہے تھے' شام رات میں تبدیل ہو گئی' پھر یہ سفر ختم ہو گیا۔ پستول بردار شخص نے جیب سے ایک کالا رومال نکال کر میری آنکھوں پر باندھا اور پھر مجھے گاڑی سے نیچے اتار لیا۔ پہلی بار میرے منہ سے رندھی ہوئی آواز نکلی۔

''تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟''

''خاموشی زندگی کی ضمانت ہے' اس لئے خاموش رہو۔'' وہی منحوس آواز سنائی دی' میں اندھوں کی طرح چلتی رہی' کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا' پھر چند سیڑھیاں مجھے عبور کرنی پڑیں۔ انہوں نے مجھے بازوؤں سے سہارا دے رکھا تھا' آنکھیں بند تھیں' اس لئے کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا' پھر یہ اندھا سفر بھی ختم ہو گیا۔ اس کے بعد میری آنکھوں سے کالا رومال کھول دیا گیا۔ وہاں روشنی پھیلی ہوئی تھی' اس

لئے آنکھیں ملتی رہی۔ تب کہیں وہ کھلنے کے قابل ہوئیں' پتھروں سے بنا ہوا فرش تھا' پتھریلی دیواریں جن کے اوپری حصے میں ہوا کیلئے روشندان بنے ہوئے تھے۔ اس کے باوجود یہاں سیلن سی بو پھیلی ہوئی تھی۔ آٹھ سیڑھیاں اوپر لکڑی کا مضبوط دروازہ تھا' جو باہر سے بند کردیا گیا تھا۔ کمرے جیسی اس جگہ کے دوسری طرف بھی ایک دروازہ نظر آرہا تھا' یقیناً یہ بھی دوسری طرف سے بند ہوگا' مگر اب کیا ہوگا' یہ بدبخت کون ہیں' جو رحم سے ناآشنا تھے۔ وہ گت بنائی تھی انہوں نے میری کہ میرا پورا بدن بری طرح دکھ رہا تھا۔ اچانک میرے دل میں لاتعداد خدشات ابھر آئے۔ عورت تھی اور بھیڑیوں کے درمیان تھی' کوئی مشکل وقت نہ آپڑے۔ آج تک ایسی بھیانک مشکل میں نہیں پڑی تھی' دل کو سمجھانے لگی' مجھ سے کہا گیا ہے کہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوجائیں پراسرار روحیں میرا تحفظ کریں گی' مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا' کیا اس اعتماد کو قائم رکھوں!

اچانک عقبی دیوار کے پاس کچھ سرسراہٹ سنائی دی اور میں اچھل پڑی' دیوار کے نیچے ایک سوراخ سے دو سیاہ رنگ کے موٹے چوہے نکل کر ایک دوسرے کے پیچھے دوڑنے لگے۔ وہ جھونک میں میرے قریب آگئے اور میرے حلق سے چیخ نکل گئی' چوہے خوفزدہ ہوکر کئی فٹ دور اچھلے اور پھر مخالف سمت سرپٹ دوڑ پڑے' میرا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔

دفعتاً اندرونی دروازے پر دھپ دھپ کی آوازیں ابھریں اور میں ٹھٹک کر ادھر دیکھنے لگی۔ دھپ دھپ کی آوازیں کئی بار ابھریں اور میں ہمت کرکے اس طرف بڑھ گئی اور پھر دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

''کون ہے؟''

''دروازہ کھولو۔'' دوسری سمت سے جواب ملا اور میں سوچ میں ڈوب گئی' نہ جانے کون ہے پھر دروازے پر غور کیا اسی طرح سے بند تھا اور اوپر دو موٹی قدیم طرز کی چٹخنیاں لگی ہوئی تھیں۔ انہیں کھولنے سے پہلے ایک بار پھر میں نے ہمت کرکے پوچھا۔

''کون ہو تم......تم کون ہو؟''

''براہ کرم دروازہ کھولو' اگر تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ میں کون ہوں' پھر بھی دروازہ کھولو۔'' نہ جانے کیوں مجھے یہ آواز کچھ شناسا سی لگی۔ میں نے ہمت کرکے دونوں چٹخنیاں کھول دیں اور اس کے بعد دروازہ کھل گیا' دوسری جانب بھی مدہم مدہم روشنی نظر آرہی تھی۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس شخص کو دیکھا جس کا لباس تار تار تھا اور اس پر خون کے دھبے نظر آرہے تھے۔ حلیہ بھی بری طرح بگڑا ہوا تھا' بال بکھرے ہوئے تھے' چہرے پر وحشت چھائی ہوئی تھی' لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میں نے افراسیاب کو پہچان لیا تھا اور اسے پہچان کر میرا دل دھک سے ہوگیا تھا' اس نے بھی مجھے پہچان لیا' پھر وہ آہستہ سے بولا۔

''آہ......آجاؤ' اس طرف آجاؤ تمہارا نام نشاء دانش ہے نا۔ آؤ میں کھڑا نہیں ہوسکتا میرا سارا

وجود زخمی ہے۔''

میں بے اختیار دوسری جانب پہنچ گئی' وہاں بھی ادھر ہی جیسا منظر تھا' ننگا کھردرا فرش چاروں طرف سنگین دیواریں بس اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ افراسیاب لنگڑاتا ہوا چند قدم آگے بڑھا اور اس کے بعد دیوار کا سہارا لے کر زمین پر بیٹھ گیا۔

''یہ کیا ہو گیا مسٹر افراسیاب آپ...... آپ...... آہ میں سمجھ گئی' میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں منحوس وجود رکھتی ہوں اور مجھ سے محبت کرنے والے میری نحوست کا شکار ہو جاتے ہیں۔ آپ نے میری بات پر یقین نہیں کیا تھا' اب آپ نے دیکھ لیا میں نے غلط نہیں کہا تھا۔'' افراسیاب آہستہ آہستہ کراہنے لگا' پھر مدہم لہجے میں بولا۔

''بڑی عجیب داستان ہے' بہت ہی عجیب داستان ہے اور شاید میں بدگمانی کی وجہ سے اس اذیت کا شکار ہوا ہوں' میرے ساتھ جو واقعات پیش آئے ہیں سچی بات یہ ہے کہ میں انہیں اپنے لئے ایک سزا تصور کرتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ میری آپ سے ملاقات ہو گئی مس نشاء دانش۔ اس طرح کم از کم مجھے آپ سے معافی مانگنے کا موقع بھی مل گیا ہے' مگر آپ یہاں کیسے؟''

''مجھے اغوا کر کے لایا گیا ہے۔''

''مجھے یقین تھا......'' افراسیاب نے جواب دیا۔

''کیا مطلب؟'' میں نے حیرانی سے پوچھا تھا اس نے دیوار سے پشت لگائی اور آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لینے لگا' پھر بولا۔

''حقیقت یہ ہے کہ میں بڑا بددل ہو گیا تھا آپ کی اس کہانی پر' میں انتہائی معذرت کے ساتھ یہ کہہ رہا ہوں کہ اس وقت مجھے آپ کی شخصیت بے حد ہلکی محسوس ہوئی تھی جب آپ نے مجھے اپنی کہانی سنائی تھی' میں نے یہ سمجھا کہ آپ مجھے احمق بنا رہی ہیں' چونکہ اس سے پہلے میں آپ کو مصر کی سرزمین پر روحوں کی کہانیاں سنا چکا تھا' جب آپ نے اپنی کہانی بھی اسی قسم کی سنائی تو میں یہ سمجھا کہ آپ مجھے ایک احمق انسان سمجھتی ہیں اور اس کہانی سے مجھے بیوقوف بنا رہی ہیں۔ بس میں آپ سے بددل ہو گیا تھا' لیکن بعد میں جو کچھ ہوا اس نے میری آنکھیں کھول دیں اور اب میں اپنی اس حماقت کی معافی چاہتا ہوں' مس نشاء دانش۔''

''آہ' یہ مطلب تھا آپ کی اس وقت کی خاموشی کا میں نہیں سمجھ پائی تھی مسٹر افراسیاب بلکہ میں بہت دیر تک حیران ہوتی رہی تھی کہ میری داستان سننے کے بعد نہ اپنی کسی کیفیت کا اظہار کیا تو یہ مطلب تھا آپ کی خاموشی کا۔''

''ہاں...... اس کا صلہ بھی دلچسپ پایا۔''

''لیکن یہ تو بتایئے آپ یہاں کیسے موجود ہیں؟ اور یہ سب کچھ کیا ہوا ہے آپ کے ساتھ؟''

''میں نے آپ کو اس وقت یہ بات بتائی تھی کہ جب زائرہ ایمان چیخ مار کر بے ہوش ہوئی تھی

کہ میرا اس کا بھی تھوڑا بہت ساتھ رہ چکا ہے اور ہم دونوں ایک دوسرے کیلئے اجنبی نہیں ہیں۔ آپ نے یہ بھی کہا تھا مجھ سے کہ زائرہ ایمان بھی آپ کو دیکھ کر بے ہوش ہوئی ہے' مگر اس وقت میں اس ذہنی کیفیت کا شکار تھا' جس کا اعتراف میں نے آپ سے کیا ہے۔ یہ تو بعد میں ہی معلوم ہوا کہ آپ کا ایک ایک لفظ سچ تھا۔''

''یعنی؟'' میں نے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا۔

''اس کی وہ کیفیت آپ ہی کو دیکھ کر ہوئی تھی۔'' افراسیاب نے کہا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی' اس نے پھر کہا۔

''اس کا کہنا ہے کہ اس نے آپ کو قتل کر دیا تھا' آپ کیسے بچ گئیں؟ میرا خیال ہے میں ابتداء سے آپ کو بتاؤں کہ میں اس خیال سے افسردہ ہو گیا تھا کہ آپ جیسی نفیس خاتون نے مجھے اپنے بارے میں ایسی بے تکی کہانی سنا کر میرے جذبات کی توہین کی ہے۔ دوسرے دن بھی یہ افسردگی مجھ پر طاری رہی' شام کو اپنے دفتر سے فراغت حاصل کر کے گھر میں جانے کے بجائے یونہی آوارہ گردی کرنے نکل گیا' ایک سنسان جگہ میری گاڑی رکوا کر گن پوائنٹ پر مجھے دوسری گاڑی میں منتقل کر کے یہاں لے آیا گیا' یہاں زائرہ نے مجھ سے ملاقات کر کے اپنا تعارف کرایا' وہ پچھلی شناسائی کے حوالے سے مجھ سے بات کرتی رہی' پھر اس نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا' اس نے خود ہی مجھے بتایا کہ ایک پراسرار خاتون ہیں آپ کو کئی بار قتل کیا جا چکا ہے' لیکن آپ کہیں نہ کہیں دوبارہ نظر آ جاتی ہیں' پچھلی رات وہ آپ کو زندہ دیکھ کر ذہن پر قابو نہیں پا سکی تھی۔ اس نے آپ کی سنائی ہوئی داستان کے کچھ حصوں کی تصدیق کی' اس کے بعد اس میں وحشت ابھر آئی اور اس نے مجھ سے آپ کا پتہ پوچھا' اس بات سے انکار کرنا غضب ہو گیا۔ اس پر جنون سوار ہو گیا' اس نے چمڑے کے ہنٹر سے مار مار کر مجھے ادھ موا کر دیا۔ اس کے ساتھ چند افراد اور تھے جو اس کی مدد کر رہے تھے۔ معافی چاہتا ہوں مس نشاء دانش اس کے بعد زخم کھانے کی ہمت نہ کر سکا اور مجھے آپ کا پتہ بتانا پڑا۔''

میں افسردہ ہو گئی اور میں نے شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میری وجہ سے عموماً لوگ مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں۔''

''مگر اس کی دیوانگی حیران کن تھی' وہ قطعی غیر مہذب ہو گئی تھی' نہ جانے ایسا کیا ہوا' کیا واقعی اس نے پہلے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی؟''

''ہاں۔'' میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''اسے آپ سے کیا دشمنی ہے؟'' افراسیاب نے کہا' مگر وہ خاموش ہو گیا۔ باہر سے کسی انسانوں کے بولنے کی آوازیں ابھری تھیں' اسی میں زائرہ کی آواز تھی۔

''کہاں ہے وہ شیطان زادی؟ خوب...... شاید اپنے دوست کے زخموں کا علاج کر رہی ہے۔ جاؤ ان دونوں کو ادھر لاؤ۔''

زائرہ چند لمحوں میں یہیں آ گئی۔ اس کے ساتھ تین مقامی افراد تھے جو صورتوں سے جرائم پیشہ اور خطرناک نظر آ رہے تھے۔ زائرہ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ وہ آتشیں نظروں سے مجھے گھور رہی تھی اور میں سرد انداز میں خاموش کھڑی تھی۔

''افراسیاب سے تمہارا کیا تعلق ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''یہاں داخل ہوتے ہوئے تم نے مجھے شیطان زادی کہا تھا؟'' میں نے بدستور لہجے میں کہا۔

''اسے لے کر تیسرے کمرے میں آؤ!'' اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور واپسی کیلئے مڑ گئی۔ وہ تینوں میرے پاس آ گئے' لیکن ان کے کچھ کہنے سے قبل میں ان کے ساتھ چل پڑی۔ یہ تیسرا کمرہ بھی زیر زمین تھا اور کچھ فاصلے پر تھا۔ اس میں چند کرسیاں اور ایک کوچ پڑا ہوا تھا۔ زائرہ ایمان اسی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ جیسے اپنے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہی ہو' پھر اس نے ان تینوں کو باہر ٹھہرنے کیلئے کہا اور وہ باہر نکل گئے۔

''حادوش عبداللہ کہاں ہے؟''

''مر چکا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''بکواس کرتی ہو۔'' وہ غرا کر بولی۔

''تمہارے بارے میں مجھے علم ہوا تھا کہ تم ایک کاروباری عورت ہو اور مہذب شخصیت رکھتی ہو' لیکن تمہارا دوسرا روپ شاید لوگ نہیں جانتے۔ تم تو باقاعدہ جرائم پیشہ اور بدتمیز عورت ہو' جسے بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں ہے۔''

''حادوش عبداللہ کہاں ہے؟''

''شاید تم بہری ہو۔''

''دیکھو میں کیا کیا ہوں اسے نہ جانو تو بہتر ہے۔ مجھے بتا دو حادوش عبداللہ کہاں ہے؟''

''ارے چھوڑو زائرہ ایمان' ایسے پالتو کتوں پر اکڑ کر کوئی بھی اپنے آپ کو تیس مار خان سمجھ سکتا ہے' مگر میں تم سے نہیں ڈرتی۔ زیادہ سے زیادہ تم میرا کیا بگاڑ سکتی ہو۔''

وہ بھوکی بلی کی طرح مجھے گھورتی رہی' پھر اس نے آنکھیں بند کر کے کوچ سے پشت ٹکالی۔ چند لمحات اسی طرح بیٹھی رہی۔ اس دوران میں ایک کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

''حادوش عبداللہ کہاں ہے؟'' اس بار اس نے آنکھیں بند کئے کہا۔

''وہ مر چکا ہے۔''

''کیسے؟''

''میں نہیں جانتی۔''

''وہ مر نہیں سکتا۔ ناممکن ہے یہ۔ وہ کہیں روپوش ہو گیا ہے یا کر دیا گیا ہے اور یہ سب تمہارا کھیل ہے۔ ممکن ہے ناطور بھی درپردہ اس کھیل میں شامل ہو۔ تم انسان نہیں ہو کوئی خبیث روح ہو'

لیکن میں تم سے نہیں ڈرتی۔ بالکل نہیں ڈرتی۔ میں اسے چاہتے ہوئے جوان ہوئی ہوں' اس سے محبت کرتے ہوئے بوڑھی ہو کر مر جاؤں گی۔ تم اسے مجھ سے نہیں چھین سکتیں۔''

''تمہارے یہ الفاظ مجھے غصہ دلانے کے بجائے میرے دل میں تمہارے لئے ترس پیدا کر رہے ہیں۔ تم اسے ضرور چاہو' میں نے اس وقت بھی تم سے کہا تھا وہ میرے لئے ایک بزرگ جیسی شخصیت رکھتا ہے۔''

''میں نے تمہاری وہ بکواس سنی تھی۔ میں عورت ہوں' عورت کے فریب سے واقف ہوں۔''

''نہ جانے تم کس جہان کی عورت ہو۔'' میں نے حقارت سے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی' اب وہ سنبھل کر بیٹھ گئی تھی۔

''افراسیاب کو کیسے جانتی ہو؟''

''تمہیں بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔''

''میں اسے فنا کر دوں گی' صرف اس لئے کہ تم سے اس کا تعلق ہے۔''

''بخوشی' یہ کارنامہ ضرور انجام دو۔ میرے جوتے کو فکر نہیں ہے۔'' میں نے فوراً کہا' حالانکہ دل لرز گیا تھا۔ وہ بے گناہ انسان بلاوجہ مصیبت میں پھنسا تھا' لیکن اس جنونی عورت کو سمجھ رہی تھی۔ ایک لفظ بھی اس کی حمایت میں بولتی تو وہ صرف مجھ سے نفرت کی وجہ سے واقعی اسے قتل کر دیتی۔ اس نے فوراً کہا۔

''یہ تمہاری شخصیت کا ایک اور شرمناک پہلو ہے۔ حالانکہ اس نے سخت مار کھانے کے بعد تمہارا پتہ بتایا تھا۔''

''مجھے ان فضول باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اب میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔''

''نہیں نشاء دانش۔ شاید میری فطرت میں بلی کے خواص ہیں' جو کھاتی نہیں ہے تو لڑھکا دیتی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ حادوش عبداللہ کا جلا ہوا نگار خانہ اور خالی عمارت کا راز کیا ہے' لیکن اس کی موت پر یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ نگار خانے میں اگر اس کی لاش بھی نظر آ جاتی تو میں تصور کر لیتی کہ وہ مر چکا ہے' لیکن وہ زندہ ہے۔ تمہاری اس سے یگانگت نے میرے وجود کو خاکستر کر دیا ہے۔ پہلی بار تم میرے ہاتھوں سے نہ جانے کیسے بچ گئیں۔ لیکن اب تم زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہی ہو۔ شاید اس بار تم نہ بچ سکو۔''

''تم حادوش عبداللہ کی رہائشگاہ پر گئی تھیں۔'' میں نے اس کی دھمکی کو نظر انداز کر کے کہا۔

''ہاں۔ لیکن میں نہیں جانتی وہاں جو کچھ ہوا' کیسے ہوا۔ البتہ وہ وہاں نہیں تھا۔ میری پوری زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ اس عمارت میں موجود نہ ہو' وہ زیادہ سے زیادہ اپنے نگار خانے میں ہوتا تھا' لیکن اب وہاں کچھ نہیں ہے۔''

''اس سے تم نے کیا نتیجہ اخذ کیا؟''

''سب تمہارا شیطانی چکر معلوم ہوتا ہے۔''

''میری موت کے بعد تم کیا کرو گی؟''

''میں نہیں جانتی' لیکن جب تک زندہ رہوں گی اسے چاہتی رہوں گی۔ اسے تلاش کرتی رہوں گی۔''

''مجھے تم سے ہمدردی ہے اور ایک بار پھر میں تمہیں یہ غمناک خبر دیتی ہوں کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ وہ کیا تھا میں تمہیں بتاؤں گی۔ بتاؤں بھی تو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا' خود حادوش عبداللہ نے اتنے عرصے میں تمہیں اس قابل نہیں سمجھا کہ تمہیں اپنے بارے میں بتا دے تو میں کیا بتاؤں۔''

''تم کوئی سنسنی خیز انکشاف کر کے اپنی زندگی کے کچھ لمحات بڑھانا چاہتی ہو' اس سے زیادہ کچھ نہیں' مگر ایسا نہیں ہو سکے گا۔ میں پہلے تمہیں راستے سے ہٹاؤں گی' اس کے بعد سوچوں گی کہ مجھے کیا کرنا چاہئے!'' وہ کوچ سے اٹھ گئی۔ پھر اس نے ان لوگوں کو آواز دی جو باہر موجود تھے۔

''اسے آخری کمرے میں بند کر دو۔''

تینوں سفاک انسانوں کے اندر انسانیت کی کوئی رمق نہیں تھی' میں نے انہیں سختی کا موقع نہیں دیا اور اپنے اس قید خانے میں پہنچ گئی۔ پتہ نہیں زائرہ ایمان نے یہ تہہ خانے کس مقصد کیلئے بنوائے تھے۔ بظاہر صرف ایک کاروباری عورت تھی' لیکن جرائم پیشہ غنڈوں کی موجودگی اور اس کے احکامات کی پابندی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ بہر حال میری یہ مصیبت مسلم تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ ذہن کے گوشوں میں اعتماد پنہاں تھا۔ مجھے آج تک یہی باور کرایا گیا تھا کہ مشکلات کہیں تک پہنچ جائیں' لیکن ماضی کی عدالت میں حاضری کے بغیر میرے لئے موت نہیں ہے۔ حادوش عبداللہ واقعی دل میں ایک کسک چھوڑ گیا تھا۔ میں نے کچھ فیصلے بھی جلد بازی میں کئے تھے۔ میرے دل میں آرزو تھی کہ حادوش عبداللہ کی مدد سے ماضی کو دھوکہ دوں اور اگر واقعی ایسی کسی عدالت میں میری پیشی ہوئی تو میں تصویر کی شکل میں وہاں جاؤں گی۔ ممکن ہے ایسا نہ ہو پاتا' لیکن ان تصویروں کے بل پر میں نے زیادہ بھاگ دوڑ کر ڈالی تھی اور انہیں بہت جلد ضائع کر دیا تھا۔

اس کے بعد مجھے اسی قید خانے میں وقت گزارنا پڑا۔ زائرہ نے بہت سنگدلی کا مظاہرہ کیا تھا۔ یہاں قید ہوئے کوئی چھبیس گھنٹے گزرے' لیکن پانی تک نہیں دیا گیا تھا۔ کھانا پینا تو درکنار۔ بھوک کا تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اب آزمائش کا وقت آ گیا تھا۔ یہ بھوک پیاس جان لے سکتی تھی۔ ممکن ہے سنگدل زائرہ نے انتقام کے لئے یہی طریقہ سوچا ہوگا۔ ایسا ہی لگ رہا تھا۔ ستائیسواں گھنٹہ تھا۔ باہر کچھ آہٹیں ہوئیں۔ پھر مجھے مہروز کی صورت نظر آئی۔ کچھ کھانے پینے کی چیزیں اور پانی کی بوتل سنبھالے ہوئے تھے۔

''نشاء بی بی یہ لیجئے خدارا جلدی کریں میڈم کے آنے سے پہلے مجھے واپس جانا ہے۔''

''یہ کیا ہے مہروز ......؟''

''کچھ پھل' بسکٹ اور پانی۔ فوراً کھالیں میرے سامنے۔ اگر انگور کے خوشے کی ٹہنیاں پڑی رہ گئیں تو میڈم مشکوک ہو جائیں گی۔ نہ جانے کیوں وہ اس قدر خونخوار ہو گئی ہیں۔ پہلے تو کبھی ایسی نہیں تھیں۔ میری عمران کے ساتھ گزر گئی ہے۔''

''یہ سب کچھ تم لائے ہو مہروز ......؟''

''ہاں نشاء بی بی۔''

''کیوں ......؟''

''جانور نہیں ہوں میں۔ میرا اور آپ کا چند روز کا ساتھ بھی رہ چکا ہے اور پھر یہ سب کچھ میری سمجھ میں بھی نہیں آ رہا۔ آپ خدارا جلدی کریں۔'' بھوکی بھی تھی اور پیاسی بھی۔ پھر بلا وجہ کی جہالت بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ میں نے شکریہ کے ساتھ اس کی پیشکش قبول کر لی۔ تمام پھل کھائے' خوب جی بھر کر پانی پیا اور پھر مہروز کا شکریہ ادا کیا۔ پھر میں نے اپنی کی ہوئی خالی بول اسے دے کر کہا۔

''کیا افراسیاب کو بھی بھوکا رکھا گیا ہے؟''

''کون افراسیاب؟''

''جو دوسرے کمرے میں قید ہے۔''

''نہیں اسے تو پہلے ہی چھوڑ دیا گیا تھا۔''

''چھوڑ دیا گیا یا قتل کر دیا گیا تھا؟''

''نہیں نشاء بی بی میں نے اسے خود باہر پہنچایا ہے۔ میڈم اب اتنی خطرناک بھی نہیں ہیں کہ کسی کو قتل کر دیں۔'' میں تلخی سے مسکرا دی۔ وہ چلا گیا۔ میری کوشش کارگر ہوئی تھی اگر ذرا بھی اس سے دلچسپی کا مظاہرہ کرتی تو وہ مارا جاتا۔ بہرحال اسے بھی احساس ہوا ہو گا کہ بلا وجہ کسی جنجال میں پھانسا گیا۔ زائرہ ایمان کو اپنی غیر جانبداری کا یقین دلا کر وہ نکل گیا۔ پھر میں تہہ خانے سے باہر آ گئی۔ زائرہ ایمان بڑے ہال نما کمرے میں کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ کمرے کے وسط میں ایک تابوت رکھا ہوا تھا۔ میں سرد نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ اس نے کہا۔

''نیل کی گہرائیوں میں سے اگر کسی کو اس تابوت میں سے تمہارا ڈھانچہ ملا' تو وہ تم پر تحقیق کر کے تمہیں صدیوں پرانی کوئی ہستی قرار دے۔''

''تو تم مجھے نیل کے سپرد کرنے کا فیصلہ کر چکی ہو؟''

''ہاں شاید اس بار تم نہ بچ سکو۔''

اس کے بعد مختلف کارروائیاں ہوتی رہیں۔ مجھے تابوت میں لٹا کر نیل پر لایا گیا اور میں اپنے عبرت ناک انجام پر دکھ کا شکار ہو گئی۔ کہاں ہو میرے باپ ہارون دانش؟ کہاں ہے تمہاری انوکھی

تحقیق......؟

آہ! اس انجام کا میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ مجھے دریائے نیل کے سپرد کر دیا گیا ہے اور یہ شاید میرا آخری احساس تھا' مگر احساس تو زندگی کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ زندگی ہوتی ہے تو احساسات بھی ہوتے ہیں۔ ایک بار پھر میرے احساس جاگے اور میں حیران رہ گئی۔ جہاں میں موجود تھی وہاں صاف ستھرا بستر بچھا ہوا تھا۔ ایک تکیہ بھی رکھا ہوا تھا۔ اطراف میں حسین پھول مہک رہے تھے۔ یہ سب کہاں سے آ گیا؟ کیا میں مر چکی ہوں؟ عالم بہ عالم پہنچ چکی ہوں' لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ پھر نہ جانے کتنا وقت ہوا تھا کہ کچھ آہٹیں سنائی دیں اور میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کسی سائے کو دیکھا' جو میری جانب آ رہا تھا۔

''کون ہو......کون ہو تم......؟ یہ کونسی جگہ ہے؟ مجھے بتاؤ کون ہو تم؟''

سایہ میرے بالکل قریب پہنچ گیا اور دوسرے لمحے میرے بدن کا سارا خون کنپٹی میں جمع ہو گیا۔ میری آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی تھیں وہ ناقابل یقین تھا' جو شخص میرے سامنے کھڑا تھا وہ ہارون دانش تھے۔ میرے ابو' میرا پورا بدن کانپنے لگا۔ میں انہیں دیکھتی رہی۔ میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

''کیا آپ اب بھی کوئی تصور ہیں ابو......؟ کیا آپ کو میری تنہائی کا خیال نہیں؟ بتائیے ابو! کیا کسی باپ نے اپنی اولاد کو اتنے دکھ دیئے ہوں گے؟ آپ نے اپنے شوق کی تکمیل کے لئے ایک راستہ اپنایا' لیکن آپ اپنے شوق ہی کی تکمیل کر لیتے' مجھے اس دنیا میں کیوں لائے؟ اور اگر لائے تو مجھے اپنے آپ سے اتنا محروم کیوں رکھا؟ آپ مجھے وہ تحفظ نہیں دے سکے جو ماں باپ سے ملتا ہے۔ دربدر بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا مجھے۔ بہت خود غرض ہیں آپ ابو۔ آپ نے اپنی تحقیق مکمل کرنے کے لئے اپنی اولاد کو قربان کر دیا۔ زندگی اس قدر تلخ کر دی آپ نے میرے لئے کہ اب تو موت سے بھی شرم آتی ہے۔ ایسا کیوں کیا ہے؟ ایسا کیوں کیا ہے آپ نے ابو؟''

لیکن ہارون دانش خاموش کھڑے رہے۔

''میں نے اپنا صدیوں کا سفر ترک کر دیا ہے نشاء آؤ میں تمہیں کچھ دکھاؤں۔''

''کوئی اور کہانی سناؤ گے ابو؟''

''نہیں آؤ۔'' ابو نے کہا اور میں ان کے ساتھ چل پڑی۔ عجیب سی جگہ تھی۔ ایک پہاڑی سلسلہ' جہاں غار نظر آ رہے تھے۔ ابو اسی غار میں داخل ہو گئے۔ میں ان کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ وہ غار میں داخل ہوئے اور انہوں نے کوئی چیز جلا کر وہاں غار میں روشنی کر دی۔ مجھے ایک تابوت نظر آیا اور ابو مجھے اس کے پاس لے آئے۔ انہوں نے تابوت کا ڈھکن اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ تابوت میں' میں لیٹی ہوئی تھی۔

''یہ تم نہیں ہو نشاء تمہاری ماں ہے اور اس کا اصل نام صنوبا ہے۔ صنوبا تمہاری ماں ہے۔ وہ بھی

ایک تاریخ داں تھی۔ اس نے تاریخ پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں اور دنیا کی نگاہوں میں اس کا بہت بڑا مقام ہے لیکن وہ تاریخ میں آکر مشکل کا شکار ہوگئی اور دنیا سے چلی گئی۔ میں اس کا عمل مکمل کرنے میں کوشاں رہا اور اس کے لئے میں نے بہت محنت کی نشاء۔ نہ جانے کیا کیا کھو دیا میں نے ...... کیا کیا کھو دیا بس! اب جب اس کے بعد تم زندگی سے دور ہونے کے قریب ہوگئی۔ آخرکار میں نے مستقبل کی تحقیق ترک کر دی۔ تم تاریخ کے ایک ایسے کردار کی ہم شکل نکلی جس کی ذات سے بہت سے افسانے وابستہ تھے اور یہی مطابقت تمہارے لئے مشکل اور میرے لئے بہت کام کی ثابت ہوئی اور اس میں کارچوک کی پہاڑیوں میں جو تابوت ملا وہ میرے مستقبل کے لئے بہت بڑی چیز تھا۔ میں تمہاری ماں کو محفوظ کرنے کے بعد تاریخ کے سفر پر روانہ ہوگیا اور اپنا جسم میں نے ایک محفوظ جگہ پر چھوڑ دیا اور وہ یہ جگہ ہے' جہاں پر تم اس وقت موجود ہو اور یہ تمہاری ماں کا تابوت ہے جسے حنوط کر کے میں نے یہاں محفوظ کر دیا ہے۔ میری پیاری بیٹی! میں نے ایک تحقیق کے لئے یہ سب کچھ کیا تھا اور بس وہ ہو نہیں سکا' جو میں چاہتا تھا۔ وہ ہو نہیں سکا۔ اگر وہ ہو جاتا تو میری بچی' شاید تم اپنے باپ کے نام کو سن کر فخر محسوس کرتی' لیکن بات ذرا بگڑ گئی۔ تم اُلجھ گئیں میں نے ایک ایک لمحہ تمہارے دکھ میں گزارا ہے' لیکن ٹھیک ہے وہ کام نہیں ہو سکا۔''

''ابو! آپ مجھ سے کتنی دور چلے گئے تھے۔''

''نہیں نشاء بس یہی تو ایک افسوس ناک بات ہے کہ تم وہ تعاون نہیں کر سکی میرے ساتھ جس کی میں نے تمہیں طویل عرصے تک تربیت دی تھی۔ تم بچی تھی' بچپن کا شکار ہوگئی' مگر خیر ہونے والی چیز ایسے ہی ہوتی ہے اور میں کیا کہوں اس بارے میں۔''

''ابو! کیا آپ اپنی اصلی شخصیت میں واپس آ چکے ہیں؟''

''ہاں بیٹے! سب کچھ چھوڑ دیا میں نے۔ تاریخ کے کرداروں کو واپس تاریخ میں بھیج دیا۔ اب ان سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں نے ایسا عمل کیا ہے کہ اس تاریخ کے تمام کردار صرف کتابوں میں دفن ہو جائیں۔ میں نے ان کی تدفین کر دی ہے اور انہیں ایک مقبرے میں محفوظ کر دیا ہے۔ وہ تمام لوگ جنہیں تم نے دیکھا اپنی زندگی میں وہ ماضی کے لوگ تھے۔ میں نے جہاں سے انہیں حاصل کیا تھا' وہیں ان کی تدفین کر دی ہے۔ انہی میں روشاق بھی ہے اور دوسرے بہت سے کردار۔''

''ڈیزل وسکن اور وہ تمام لوگ ......''

''میں نے کہا نا کہ سب اپنی اپنی جگہ پہنچ چکے ہیں اور اب ہمیں اپنے وطن واپس چلنا ہے؟''

''ابو میرے لئے بہت سے لوگ دربدر ہو گئے جیسے عسکری' صوفیہ اور دوسرے لوگ۔''

''نہیں ...... میں نے کسی کو بھی تنہا نہیں چھوڑا۔ جب کام ختم کیا تو پہلے ان سب کے لئے کچھ نہ کچھ کیا۔ وہ سب وطن واپس پہنچ گئے ہیں اور اب میں نے بندوبست کر لیا ہے کہ ہم لوگ بھی چل

رہے ہیں۔ تاریخ کے کچھ کردار ہمارے راستے روکیں گے' لیکن میں نے ان سب کا بندوبست کر لیا ہے۔''

''اور ماں......؟'' میں نے حسرت بھری نگاہوں سے اپنی ماں کو دیکھا۔

''ہم اسے اپنے ساتھ لئے چل رہے ہیں۔ بے شک اس میں زندگی نہیں ہے' لیکن تم جو اپنی ماں سے محروم رہی ہو جب تمہارا دل چاہے اس تابوت میں اپنی ماں کو دیکھ سکتی ہو۔ اس کی حنوط شدہ لاش صدیوں اسی شکل میں رہے گی۔ ہم اسے اپنی کوٹھی کے تہہ خانے میں رکھیں گے اور جب بھی تمہارا دل چاہے اس کے پاس پہنچ جانا۔'' میں نے گہری سانس لی۔

ابو نے سارا بندوبست کر لیا تھا۔ یہ اجنبی جگہ تھی' لیکن ابو کے بہت سے اختیارات تھے چنانچہ مقررہ وقت پر کچھ افراد ایک بڑے اسٹیمر کے ذریعے آئے اور تابوت کو لے کر ایک طرف چل پڑے۔ ہم یعنی میں اور ابو ساتھ تھے۔ ابو نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ ہم ایک عظیم الشان دریا کے کنارے پہنچے جس کی لہروں پر ایک اسٹیمر جھول رہا تھا۔ اسٹیمر ہمیں لے کر چل پڑا اور پھر ایک طویل ترین سفر کے بعد آخر کار میں نے اپنی سرزمین پر قدم رکھا۔ یہاں ہمارا استقبال عسکری' صوفیہ اور اس کے ڈاکٹر شوہر نے کیا تھا۔ راستے میں عسکری نے کار میں بیٹھ کر' جسے عسکری خود ڈرائیو کر رہا تھا' میرے کانوں میں سرگوشی کی۔

''مشل نے شادی کر لی ہے اور اب وہ ایک بچے کی ماں ہے۔'' میں نے چونک کو عسکری کو دیکھا تو وہ مسکرا دیا' پھر بولا۔

''گویا اگر مجھے معافی مل جائے تو میں بھی اپنی ایک نئی زندگی کا آغاز کر کے جلد ہی ایک بچے کا باپ بن سکتا ہوں۔'' میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی تھی۔

(تمت بالخیر)